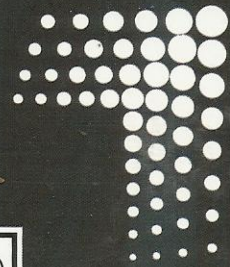
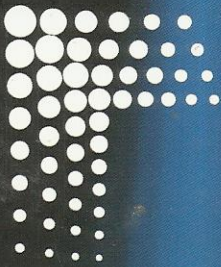


الدَّمعة السَّاكِبَة

جلد دوم

مولف: آقائے محمد باقر دہشتی بہبانی نجفی



وَلِيّ الكَمَرِ ثَرَوَات



ولی العصر ٹرسٹ ولی العصر ٹرسٹ ولی العصر ٹرسٹ

ولی العصر ٹرسٹ ولی العصر ٹرسٹ ولی العصر ٹرسٹ

الذمعة الساکبة

جلد دوم

مؤلف

آقائے محمد باقر دہشتی بہمنانی نجفی

مترجم

حجت الاسلام علامہ اشیر ہاروی

تصحیح

مولانا سید نثار عباس جھاد پے تریو والی

پیشکش

پینڈ محمد شہباز عباس مروت

ناشر

ولی العصر ٹرسٹ ۔ رتہ مٹھ ضلع جھنگ

مہینہ ستمبر

حصہ اولینا اور پوسٹ نمبر ۸-۷۱

ولی العصر ٹرسٹ ولی العصر ٹرسٹ ولی العصر ٹرسٹ ولی العصر ٹرسٹ ولی العصر ٹرسٹ ولی العصر ٹرسٹ ولی العصر ٹرسٹ ولی العصر ٹرسٹ ولی العصر ٹرسٹ ولی العصر ٹرسٹ

ولی العصر ٹرسٹ ولی العصر ٹرسٹ ولی العصر ٹرسٹ ولی العصر ٹرسٹ ولی العصر ٹرسٹ ولی العصر ٹرسٹ ولی العصر ٹرسٹ ولی العصر ٹرسٹ ولی العصر ٹرسٹ ولی العصر ٹرسٹ

داعی حقوق اشاعت سے نام سید محمد شہ عباس محفوظ ہیں

نام کتاب: _____
 مؤلف: _____
 مترجم: _____
 تعداد: _____
 سن اشاعت اول: _____
 کتابت: _____
 ہدیہ: _____
 مطبع: _____
 تصحیح: _____

الدمعة الساكبة (جلد دوم)

آقائے محمد باقر دہشتی بہبہائی نجفی

علامہ اشیر جاڑوی

۵۰۰

۱۹۹۴ء بمطابق ۱۲۱۴ھ ہجری

دارالکتبت حضرت کیلیا قرالہ (گوجرانوالہ)

ٹیکسٹیشن پرنٹنگ پریس

مولانا سید نثار عباس مجاہد پے تروٹیوالی

عرض ناشر

کتاب پیش نظر الذمعة الشاکیه جلد دوم مؤلفہ آقائے مجدد باقر دہشتی بہبانی نجفی اعلیٰ الشہ مقامہ ہمارے والد محترم جناب سید محمد شہر عباس شاہ صاحب بخاری رئیس عظیم رتہ منہ ضلع جھنگ اپنے ادارہ ولی العصر ٹرسٹ رتہ منہ ضلع جھنگ کی طرف سے ہدیہ قوم کرنا چاہتے تھے۔ یہ کتاب ابھی کتابت کے مراحل میں تھی کہ والد صاحب بقضائے الہی وفات پا گئے۔

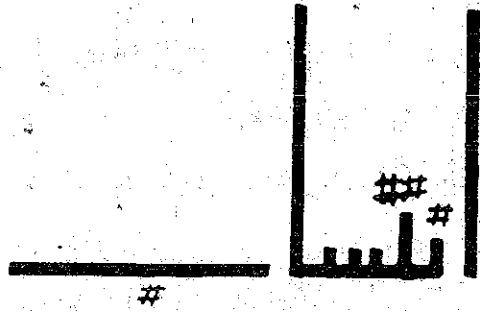
افتخار بک ڈپو اسلام پورہ کے متمم آغا افتخار حسین نے یہ ذمہ داری سنبھالی اور کتابت مکمل کروانے کے بعد مولانا سید نثار عباس جمادی تڑیوالی سے اغلاط کی تصحیح کروائی۔
الحمد للہ میں آغا افتخار حسین کے تعاون سے اپنے والد مرحوم کی دلی تمنا کو پورا کرنے کے لیے مذکورہ نذر قوم و ملت کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔
مجھے اُمید ہے کہ قارئین کتاب ہذا وقت مطالعہ کتاب مرحوم کو سورۃ فاتحہ سے نوازیں گے۔

سید محمد علی عمران شاہ بخاری
سید محمد علی عدنان شاہ بخاری
ولی العصر ٹرسٹ رتہ منہ ضلع جھنگ



جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ





الدُّعَاءُ الْكَبِيرُ يُعِينُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ وَيُجِبُ كُلَّ دَعْوَةٍ
سُئِلَ بِهَا وَهُوَ مِنْ دَعْوَاتِ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
بِهِمْ دُعَاءُ وَبِأَنَّ شَرِيكَهُ بِرَأْسِ الْبَيْتِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ
عَلَى كُلِّ شَيْءٍ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ
الطَّيِّبِينَ الطَّاهِرِينَ

فَاكْبُرْ بِأَمْرِ اللَّهِ

سَيِّدِ مُحَمَّدٍ شَرِيكِ عِيسَى مَرْجُومِ

ولی العصر ثریث		فہرست		ولی العصر ثریث	
صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۱۲۰	اہل بصرہ کو خط	۹۷	حضرت ایوب	۷۰	نمائے قدرت
۱۲۱	ابن زیاد کو فریض	۹۸	حضرت شیب	۷۱	جناب نہرا
۱۲۲	جناب ہانی کی شہادت	۹۹	شیب ابن صالح	۷۲	میری ذریت
۱۲۶	شہادت جناب مسلم	۹۹	حسان ابن سنان	۷۶	تلماروں کے مقامات
۱۵۲	فرزندان مسلم	۱۰۰	حات ابن شیب	۷۷	مادر معاویہ کا خواب
۱۶۰	کہ سے کر بلا	۱۰۰	عذاب بر قوم شیب	۷۸	مقام زائمر
۱۶۳	محمد حنیفہ	۱۰۱	جناب ذکریا	۷۸	عمر سعد
۱۶۳	عبداللہ ابن عباس	۱۰۲	جناب یحییٰ	۷۹	ایک زیارت
۱۶۵	عبداللہ ابن عمر	۱۰۵	جناب یونس	۸۰	قائلان ذریت رسول
۱۶۵	فرزدق	۱۰۷	جناب جبرئیل	۸۰	یزید اصحی
۱۶۷	ذات عرق	۱۱۰	ماہ محرم میں جنگ	۸۲	کوفیوں کو پانی
۱۶۷	ثعلبہ	۱۱۱	زیارت مظلوم	۸۲	حضرت علی کر بلا میں
۱۶۷	غذیب	۱۱۲	یوم عاشورہ اور کعب	۸۳	زعفرانی مینگیاں
۱۶۸	ذوالقید ابن عتبہ	۱۱۲	یوم عاشورہ کا روزہ	۸۵	براد ابن عازب
۱۶۹	حاجز	۱۱۳	زائیرین غریب	۸۷	آسمان سے خون
۱۷۰	چاہ عرب	۱۱۳	رونے کی شکل	۸۷	اپنی پیشین گوئی
۱۷۱	زبیر بن عقیل	۱۱۷	عزاداری میں انتشار	۸۷	نجی امیہ
۱۷۲	شہادت مسلم کی اطلاع	۱۱۹	قتیل العبرۃ	۸۸	سفید داغ
۱۷۲	فرود	۱۲۰	عزاداری میں خرچ	۸۸	حرم کا کتبہ
۱۷۲	وادی زوبالا	۱۲۳	اصحاب مظلوم	۸۸	الوفز
۱۷۲	بلعن عقبہ	۱۲۸	روانگی	۸۹	میثم تمار
۱۷۵	آمد بحر	۱۳۲	مدینہ سے مکہ	۹۰	کابل
۱۷۶	کوہ ذی حشم	۱۳۶	کوہ سے خطوط	۹۵	یوم عاشورہ
۱۷۹	قصر بنی مقاتل	۱۳۷	جناب مسلم کو فریض	۹۵	یوم برکت
۱۸۰	نینوا	۱۳۸	شعیبایان معاویہ	۹۶	انبیاء کے امتحانات

ولی العصر ترست		فہرست		ولی العصر ترست	
صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۲۰۲	عصر امام اور اموی حکمران	۲۴۸	قائلان شبیر	۲۶۷	سر مظلوم اور شمر
۲۰۲	نفل امامت	۲۴۹	انجام زید	۲۶۷	دفن شہداء
۲۰۲	حجر اسود	۲۴۹	ابن زیاد	۲۶۲	شہدائے اہل بیت
۲۰۶	بکری	۲۴۹	ابن سعد	۲۶۲	اولاد اور ازواج غریب
۲۰۶	مردہ	۲۵۶	کوفی لوہار	۲۶۲	بیشیاں
۲۰۷	پانی یا موتی	۲۵۸	ابن عباس اور زید	۲۶۷	کوفہ میں
۲۰۹	عبد الملک	۲۶۰	مختار آل محمد	۲۸۸	عمر سعد کی نہایت
۲۱۱	پانی پر چلنا	۲۶۱	والدہ مختار	۲۸۹	مدینہ میں اطلاع
۲۱۲	یونس کی مچھلی	۲۶۲	انحضور اور مختار	۲۹۱	سوئے شام
۲۱۲	برنی کا بچہ	۲۶۲	حضرت علی اور مختار	۳۰۳	شام میں
۲۱۲	تقسیم بزرگ	۲۶۲	امام سجاد اور مختار	۳۰۹	سر مظلوم اور تخت زید
۲۱۴	جن جاگ گیا	۲۶۲	امام باقر اور مختار	۳۱۵	دربار زید میں
۲۱۵	غربت ختم	۳۶۲	امام صادق اور مختار	۳۲۲	خطاب زید
۲۱۷	بکاسا اشارہ	۳۶۲	محقق اردبیلی اور مختار	۳۲۲	یہودی عالم
۲۲۳	جنات کی خدمت	۳۶۳	ابن نما اور مختار	۳۲۲	نصرانی عالم
۲۲۳	علم غیب	۳۶۷	دو نہری گرفتاری	۳۲۶	عبدالوہاب
۲۲۳	عبد الملک کا خط	۳۶۸	تیسری گرفتاری	۳۲۸	جاثلیق
۲۲۴	عبادت	۳۷۶	مختار زندان کوفہ میں	۳۳۱	خواب سکینہ
۲۲۵	مسکین پروری	۳۸۹	ابو جعفر سفاح اور بنی امیہ	۳۳۳	بند کا خواب
۲۲۵	غیبت	۳۹۵	مزار غریب اور بنی عباس	۳۳۵	عاتکہ بنت زید
۲۲۵	طالب علم	۳۹۹	روضہ مظلوم	۳۳۵	ام حبیبہ زوجہ زید
۲۲۵	کثرت غم	۳۹۹	زیارت غریب	۳۳۶	ربانی
۲۲۶	درخواست جابر			۳۴۰	مدفن سر مظلوم
۲۲۷	شاعری	۴۰۱	امام زین العابدین علیہ السلام	۳۴۰	شام سے کربلا
۲۲۹	عفو	۴۰۱	تاریخ وفات	۳۴۵	گریہ ارض و سما

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۶۶۲	حمران سے مناظرہ	۶۳۳	ابو حنیفہ سے چند سوال	۶۰۷	پرن سے باتیں
۶۶۳	ہشام ابن حکم اور جاثیق	۶۳۸	گناہان کبیرہ	۶۱۷	منصور کا دربار
۶۷۰	مومن طاق	۶۳۹	خلافت	۶۲۰	دربار منصور میں
۶۷۴	سید ابن محمد حمیری	۶۴۲	صوفیوں کو سبق	۶۲۱	دربار منصور میں
۶۷۷	ازواج و اولاد	۶۴۶	توحید	۶۲۳	دربار منصور میں
۶۷۸	وفات اسماعیل	۶۵۲	ویصانی کا اسلام	۶۲۴	دربار منصور میں
۶۷۹	نہادت	۶۵۴	زہدیت سے مناظرہ	۶۳۹	دربار منصور میں
				۶۳۱	دربار منصور میں

امام حسین علیہ السلام

آغاز تخلیق :-

عوالم میں ابن مسعود سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔ اے ابن مسعود! اللہ نے مجھے علیؑ کو۔ فاطمہؑ کو۔ اور حسینؑ کو اپنے نور مقدس سے خلق فرمایا ہے۔ پھر اللہ نے تخلیق آدم سے ہزاروں برس قبل ہمارے پانچ انوار سے نور اور پیدا کیے۔ اس کے بعد آپ نے حضرت حجت تک ایک ایک کا نام لیا۔

جناب ام ایمن سے مروی ہے کہ امام حسنؑ کی ولادت کے کچھ عرصہ بعد آنحضرتؐ جناب سیدہ کے گھر تشریف لائے اور یہ فرمایا۔

بیٹی اب کچھ عرصہ تک ایسا لباس نہ پہننا جس میں تجھے اس آئین محسوس ہو۔ میں تیری پیشانی میں ابوالائمہ کا نور دیکھ رہا ہوں اور یہ نور اپنے آخری مقام پر پہنچ گیا ہے۔

جب بی بی کو دو ماہ پورے ہوئے تو بی بی نے کھانا اور پینا چھوڑ دیا۔ جب بھی میں کھانا پیش کرتی بی بی فرماتیں ام ایمن آج کل اللہ کی طرف سے مجھے ایسی غذائیں رہی ہے کہ میرا کسی چیز کے کھانے کو دل ہی نہیں کرتا۔

چوتھے ماہ بی بی نے مصلائے عبادت سے اٹھنا چھوڑ دیا۔ اور جب بی بی تنہا بیٹھی ہوتی تھیں تو مجھے محسوس ہوتا تھا کہ کسی سے باتیں کر رہی ہیں۔ آخر ایک دن میں نے پوچھ لیا۔ بی بی تنہائی میں آپ کس سے باتیں کرتی ہیں؟

بی بی نے فرمایا۔ ام ایمن اب کے میرے صدف عصمت میں جو بچہ ہے اس نے خود مجھے بھی حیران کر رکھا ہے۔ تنہائی میں مجھ سے باتیں کرتا ہے۔

پانچویں ماہ آپ نماز صبح کی تعقیبات پر بیٹھی تھیں میں نے باہر سے آپ کے گریہ کی آواز سنی میں دوڑ کر اندر آئی اور پوچھا بی بی کیا بات ہے خیریت تو ہے۔

بی بی نے فرمایا۔ آج اس بچہ نے مجھے رلا دیا ہے۔ السلام علیک یا اماہ انا ولد لك العطشان۔

ماں میرا سلام ہو۔ میں آپ کا پیاسا بیٹا ہوں۔

میں نے عرض کیا۔ بی بی آپ روئیں نہیں نبی اکرم سے جا کر پوچھ لیں۔

بی بی نے فرمایا۔ نہیں ام ایمن ابھی کسی کو نہ بتانا۔ میں تو پریشان ہوتی ہوں میں بابا اور علیؑ کو پریشان نہیں کرنا چاہتی

ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست

جب ظہر میں کی نماز سے فارغ ہو کر بی بی تقیبات کے لیے بیٹھیں تو پھر بی بی نے بے ساختہ رونا شروع کیا۔ میرے پوچھنے پر بی بی نے بتایا کہ اب اس بچے نے صبح سے مختلف سلام کیا ہے۔ اب کہتا ہے۔ السلام علیک یا اماہ انا ولدک العربیات۔ ماں بے لباس بیٹے کا سلام ہو۔

میں نے پھر عرض کیا۔ بی بی آپ انحصور کو بتائیں تو سہی۔
بی بی نے فرمایا۔ ام ایمن کل بھی اگر اسی طرح ہوا تو بتاؤں گی۔

جب مغرب کی نماز سے فارغ ہو کر تقیبات کے لیے بیٹھیں تو بے ساختہ رو کر اٹھ کھڑی ہوئیں اور فرمایا۔ ام ایمن اب مجھ سے صبر نہیں ہو سکتا۔ امیر سے ساتھ بابا کے پاس جاتی ہوں انہیں بتاتی ہوں۔

میں نے عرض کیا۔ بی بی اب کیا ہوا؟

بی بی نے فرمایا۔ ام ایمن میری پریشانی میں اضافہ نہ کر۔ جب بابا کو بتاؤں تو تو بھی سن لینا۔ کہ اب کی بار بچے نے کیا کہا ہے۔

جب ہم اُٹے تو حضور مسجد سے فارغ ہو کر گھر مندرنوبت پر تشریف فرما تھے۔ حجرہ ام المؤمنین ام سلمہ کا تھا انحصور نے حسب معمول اٹھ کر استقبال کیا مندرنوبت پر اپنے سانسے بٹھایا۔ اور چہرہ زہرا دیکھ کر فرمایا۔

بیٹی! لگتا ہے آج روتی رہی ہو؟

بی بی نے عرض کیا۔ بابا جان روتی رہی ہوں۔

انحصور نے فرمایا۔ بیٹی خیریت تو ہے کس بات پر رونا آ گیا؟

بی بی نے صبح سے عشاء تک کا تمام واقعہ بتایا اور عرض کیا بابا تقیبات مغرب کے وقت میرے بچے نے مجھے یوں سلام کیا ہے۔

السلام علیک یا اماہ انا ولدک المسحقان۔ ماں گھوڑوں کے سموں سے پامال بیٹے کا سلام ہو۔

انحصور آبدیدہ ہو گئے۔ جناب سیدہ کی پیشانی کا بوسہ لیا اور فرمایا۔ زہرا بس ایک ماہ تک بو نہی سلام کرتا ہے گا کوشش کرنا کہ تیری زندگی میں یہ بچہ کبھی پیاسا نہ رہے۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں بتا سکتا۔

پچھلے ماہ بی بی کی پیشانی میں روشنی اتنی بڑھی کہ ہمیں تارک رات میں کبھی چرخ کی ضرورت محسوس نہ ہوتی تھی۔

جب چہرہ مکمل ہوئے تو انحصور جناب سیدہ کے پاس تشریف لائے۔ یہ سلسلہ ۶ شعبان کا دن تھا۔ آپ نے فرمایا۔ بیٹی آج رات کسی وقت تیرے گھر میں جنت کی وہ حور آئے گی جن کا نام لعبر ہے۔ اور جو مکراتی ہے تو پوری جنت

سکرانے لگتی ہے۔ اللہ نے اسے ستر ہزار محلات دیئے ہیں، ہر محل میں ستر ہزار کینڑوں ہیں۔ اللہ نے اسے یہ عظمت اور حسن و جمال صرف اکیسے دیئے کہ وہ تیرے گل صبح کے مولود کی دایہ ہوگی۔ ہاں بیٹی سلب ہے کفار جملہ کر رہے ہیں۔ اگر میں

کسی وجہ سے مصروف ہو جاؤں تو میرے آنے تک بچے کو نہ غسل دینا اور نہ دودھ

اس رات جناب ام سلمہ ام المؤمنین اور انحضرت کی پھوپھی جناب صفیہ بنت عبدالمطلب بھی جناب سیدہ کے پاس تھیں جب دو شعبان کی رات ڈھلی۔ دختر رسول لستر سے اٹھیں۔ تجدید وضو کر کے مصلات عبادت پر آئیں نماز شب پڑھی۔ اور مصروف تسبیح و تقدیس ہوئیں۔ جناب ام المؤمنین ام سلمہ اور جناب صفیہ بھی اٹھ گئی تھیں۔ وہ بھی مصروف عبادت تھیں کہ یکایک تمام مکان منور ہو گیا۔ اور حجرہ جناب زہرا میں ایک انتہائی حسین و جمیل نوجوان عورت داخل ہوئی۔ جناب سیدہ کو تو چونکہ علم تھا اس لیے بی بی تو پریشان نہ ہوئیں البتہ جناب ام سلمہ اور جناب صفیہ ذرا گھبرا گئیں۔

آنے والی مستور نے آتے ہی کہا۔ السلام علیک یا بنت خاتھا الاند۔ السلام علیک یا سیدة النساء۔ انما خور من الجنة اسمی لعبدہ جنت بحکم الرب لاساعدک میرام لعبدہ ہے میں جنت کی حور کون اور اللہ کے حکم سے آپ کے تعاون کو آئی ہوں۔

میں نے یہی دیکھا کہ ہمارے اور جناب سیدہ کے باہم ایک جناب ساحائل ہو گیا۔ چند لمحوں کے بعد جناب ہٹا تو ہم نے دیکھا۔ شہزادہ کونین بنزریاں میں بلوں دو زانو تھا۔ نگشت شہادت سر سے آسمان بلند کر رکھی تھی اور کہہ رہا تھا۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان جدی محمد رسول اللہ و اشہد ان ابی و اخی اولیاء اللہ و اشہد ان امی سیدة النساء اهل الجنة بندے آنے لگے بڑھ کر اٹھایا۔ خوشبو بڑے جنت لگا لی پیشانی کا بوسہ لیا۔ اور جناب سیدہ کو مبارک باد دی۔

تیسرے دن نبی کونین تشریف لائے اور فرمایا۔ یا ام ایمن۔ ایمنی بانہی یا ام ایمن میرا بیٹا میرے پاس لے آ۔ میرے بولنے سے پہلے جناب صفیہ نے کہا۔ آپ کے حکم کے مطابق ابھی تک ہم نے بچے کو غسل نہیں دیا۔ تھوڑا سا انتظار فرمائیں تاکہ ہم غسل دے لیں۔

آپ نے فرمایا یا عمتی انت تنظفینہ ایمنی بہ قد نظفت اللہ الملک الجبار۔ پھوپھی ماں ایک میرے بچے کو آپ غسل دیں گی یہاں لایئے اللہ نے میرے بچے کو پاک و پاکیزہ بھیجا ہے۔

جناب صفیہ نے ہاتھوں پر اٹھایا۔ انحضرت کے پاس لائیں۔ آپ نے ہاتھوں پر لیا۔ پیشانی پر بوسہ دیا۔ گلا چوما اور زبان نبوت دہن حسین میں دے دی۔ جب حسین میرا ہو گیا۔ تو مجھے واپس کیا۔ اور جب جانے لگے تو فرمایا۔ زہرا بیٹی بچے کو دودھ نہ پلانا۔ اسے میں ہی پالوں گا۔

پھر آپ روزانہ تشریف لاتے تھے اور امام حسین کو زبان رسالت چھاتے تھے۔ کافی میں امام صادق سے مروی ہے کہ امام حسین نے اپنی ماں سمیت کسی عورت کا دودھ نہیں پیا تھا۔

نام۔ کنیت۔ لقب اور آمد ملائکہ :-

امالی صدوق کے مطابق امام سجاد سے مروی ہے کہ ولادت امام حسین کے بعد جناب سیدہ نے عرض کیا۔ یا علی بچے کا نام کیا ہوگا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا۔ زہرا جس نے حسنؑ کا نام رکھا تھا وہی اس بچے کا نام بھی رکھے گا میں اپنے آقا سے یکے سبقت کر سکتا ہوں۔

انحضرت تشریف لائے تو نبیؐ نے عرض کیا۔ بابا جان! حسن کا نام بھی آپ نے رکھا تھا اب اس بچے کا نام بھی آپ ہی تجویز فرمادیں۔

آپ نے فرمایا بیٹی زہرا! حسنؑ کا نام میں نے رکھا تھا اور نہ اس مولود کا نام میں رکھوں گا۔ حسن کا نام بھی اللہ ہی نے رکھا تھا اور اس بچے کا نام بھی اللہ ہی رکھے گا۔ میں اللہ سے یکے سبقت کر سکتا ہوں۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔ جیسے جبریل نے آکر بتایا تھے بتادوں گا۔

آپ اسی انتظار میں تھے کہ جبریل نے آکر اللہ کی طرف درود و سلام کے بعد عرض کیا۔ کہ ارشاد قدرت کے مطابق علیؑ سے آپ کو وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی لہذا حسن طرح بڑے بیٹے کا نام فرزند ہارون کے نام پر ہے اسی طرح چھوٹے بچے کا نام بھی ہارون کے چھوٹے بچے کے نام پر شہیر کا عربی ترجمہ حسینؑ رکھو۔

کنیت :-

امام حسینؑ کی صرف اور صرف ایک ہی کنیت ہے۔ اور وہ ہے۔ ابو عبد اللہ

القاب :-

رشید، طیب، وفا، سید، زکی، مبارک، تابع، سبط

عقیقہ :-

نبی اکرمؐ نے ساتویں دن عقیقہ کیا۔ دو دہنے ذبح کیے۔ سر کے بال اترا کر ان کے ہموزن چاندی صدقہ کی۔ امام حسنؑ کی طرح انحضرت نے سر کے بال اترا تے وقت سر کے اوپر دانے صفحہ میں بائیں جانب کچھ بال چھوڑ دینے کا حکم دیا تھا۔ اسی طرح امام حسنؑ کی ناز دہائیں کان کی لو میں اور بائیں کان کے درمیان سے اوچھ سو راج کر کے دائیں میں قرط اور بائیں میں شنب پنا دیا۔

فطرس :-

بھار اور امالی شیخ کے مطابق ولادت امام حسینؑ کے ساتویں دن ذات احیرت نے جبریل کو ملائکہ کے ساتھ بھیجا کہ محمدؐ علیؑ اور فاطمہ کو میری طرف سے ولادت حسینؑ کی مبارکباد دے کے آ۔

جبریل آگے پیچھے اور دائیں بائیں ملائکہ کے ساتھ آ رہا تھا۔

ایک جزیرہ میں فطرس جہنم کی ترک ادلی کا ارتکاب کیا تھا اور ذات احدیت نے اسے اختیار دیا تھا کہ تو چونکہ عالمین عرش سے ہے اس لیے انتخاب سزا میں تجھے اختیار ہے دنیا میں بھگت لے یا آخرت میں۔ فطرس نے عرض کیا تھا بار اہلبا! سزائے دنیا کی ایک حد ہے جب کہ آخرت کی سزا غیر محدود ہوگی میں دنیا میں ہی بھگت لوں گا۔ ذات احدیت نے اسے ایک جزیرہ میں ایک درخت کے ساتھ پلکوں سے لٹکا دیا۔ اس درخت سے ہمیشہ دھواں اٹھتا رہتا تھا۔ اور کوئی جانور اس درخت کے قریب نہیں جاتا تھا۔

جبریل ملائکہ کے ساتھ اسی جزیرہ سے گزرا۔ فطرس نے ملائکہ سے پوچھا۔

آج بڑی شان و شوکت اور بڑے کورسے جا رہے ہو کیا بات ہے؟

ملائکہ نے جواب دیا۔ خاتم الانبیاء کو اللہ نے دوسرے نواسرے نوازا ہے۔ اور حکم جلیل سے جبریل کے ساتھ مبارک باد دینے جا رہے ہیں۔

فطرس نے جبریل سے کہا۔ اگر مہربانی کر سکو تو مجھے بھی ساتھ لیتے جاؤ۔ میں نبی کونین کو اس عظیم مولود کی مبارک باد دے کر اسی کا واسطہ دوں گا۔ مجھے امید ہے وہ بارگاہ خالق میں میری شفاعت کر دیں گے۔ اور اللہ ان کی شفاعت مسترد نہیں کرتا۔

سبیل سکینہ

حیدرآباد لطیف آباد، پرنٹ نمبر ۸-۶۹

جبریل نے ملائکہ کو حکم دیا، اسے اٹھا لو ملائکہ نے فطرس کو اٹھایا۔

جبریل نے آکر مبارک باد دی۔ اور فطرس کی درخواست پیش کی۔

آنحضورؐ نے مسکرائے فرمایا۔ فطرس میرے قریب آ۔ فطرس قریب ہوا۔ آپ نے امام حسینؑ کا کرتہ فطرس کے جسم سے مس کیا اور عرض کی۔ بار اہلبا۔ تجھے اس مولود کا واسطہ اسے معاف فرادے۔

فطرس کو معافی مل گئی۔ جب واپس اپنی جگہ جانے کے لیے ٹھہرا تو تمام ملائکہ سے آگے بڑھ کے کہتا تھا۔
من مثلی انا عتیق الحسین۔

غلام حسین فرشتہ :-

شیخ صدوق نے کمال الدین میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ولادت امام حسینؑ کے بعد جبریل سات دن مسلسل ملائکہ کے ساتھ جناب اللہ مبارک باد دینے کو آتا رہا۔ اور ہر بیجا بات دیکھ دیکھ کر حیرت زدہ ہوتے رہے۔ ہمیں تو صرف بیمار ہی نظر آتے تھے۔ جب معافی مل جاتی تھی تو پھر ہماری نظروں سے غائب ہو جاتے تھے۔ ولادت امام حسینؑ کے تیسرے دن ایک لوتھر اس آنحضورؐ کے سامنے آیا۔ لائے والا تو کوئی نہ تھا۔ چونکہ وہ کہیں سے گرا نہ تھا اس لیے ہم نے اندازہ لگایا کہ

کسی نے رکھا ہے۔

انحضورؐ اندر گئے۔ واپس تشریف لائے تو آپ کے ہاتھوں پر کپڑوں میں لپٹا ہوا حسینؑ تھا۔ آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں پر اٹھا کر بارگاہِ خالق میں عرض کیا۔

اللّٰهُمَّ بِحَقِّ هَذَا الْمَوْلُودِ لِأَبْلِ بَحْقَتِكَ عَلَيْهِ وَ
عَلَى جَدِّهِ مُحَمَّدٍ وَابْرَاهِيمَ وَاسْمَاعِيلَ وَ
اسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ اِنْ كَانَ لِلْعَسِيِّينَ اِبْنِ عَلِيٍّ
وَ اِبْنِ فَاطِمَةَ عِنْدَكَ قَدْرٌ فَارْضُ عَنْ
دُرْدَائِيلَ وَرَدِّ اجْتِهَتِهِ وَمَقَامِهِ مِنْ صَفْوَتِ
الْمَلَائِكَةِ -

اے اللہ! تجھے اس مولود کا واسطہ نہیں بلکہ تجھے اس
حق کا واسطہ جو تیرا اس مولود اس کے نانا محمد اس
کے دادا ابراہیم اسماعیل اسحاق اور یعقوب پر ہے
اگر تیری بارگاہ میں حسین ابن علی و فاطمہ کا کوئی مقام ہے
تو تو در دوائیل سے راضی ہو جا اسے اس کے پر وبال اور
ملائکیوں اس کا مقام واپس عطا فرما۔

اس کے بدردہ جسم ہماری نظروں سے غائب ہو گیا۔
کچھ دیر بعد انحضورؐ مسکرانے لگے۔

ہم نے عرض کیا کہ قبلہ وہ کیا شے تھی جن کے لیے آپ نے حسینؑ کو ہاتھوں پر اٹھا کر دعا مانگی اور اب مسکر رہے ہیں اس
کی کیا وجہ ہے؟

آپ نے فرمایا وہ در دوائیل فرشتہ تھا ملائکہ مقربین سے تھا۔ اللہ نے اسے سولہ ہزار پروے رکھے تھے ایک دن اس
نے دل میں خیال کیا کہ کیا اللہ کے اوپر بھی کوئی شے ہوگی۔
اس کے یہ خیال آتے ہی ذاتِ احدیت نے اسے دگنے پر عطا کر کے فرمایا۔ اب اڑا اس نے پانچ سو برس پرواز کی
لیکن قائمہ عرش تک نہ پہنچ سکا۔
جب تھک کر بیٹھ گیا تو ذاتِ احدیت نے فرمایا۔
اب اپنی جگہ جا۔

یہ اپنی جگہ آ گیا۔ اللہ نے اس سے تمام پر وبال اور ملائکہ میں مقام لے لیا۔ اور فرمایا۔ میں لا شریک ہوں۔ مجھ سے اوپر
کوئی بھی نہیں ہے۔ اور یوں ہی رہے گا۔
کئی صدیاں اسے اس حالت میں بیت گئیں۔

جبریل جب مجھے مبارک باد دیتے آ رہا تھا۔ تو اس نے جبریل سے درخواست کی آپ محمدؐ کو میری طرف سے بھی
مبارکباد عرض کریں۔ اور انہیں اسی مولود کا واسطہ دے کر میری سفارش کی درخواست کریں۔
میں نے اسی لیے حسینؑ کو اپنے ہاتھوں پر اٹھا کر وہ دعا مانگی جو تم نے سنی ہے۔ اللہ نے میری دعا قبول کر لی ہے اسے
اپنے پر وبال مل گئے ہیں۔

اب جبریل نے آگرتیا ہے کہ در ذمیل نے اپنا پہلا نام بدل کر۔ دوسرا نام۔ مولیٰ الحسین (علام حسین) رکھ لیا ہے جبریل سے
یہ سنکھیں مسکرا رہا تھا۔

علام حسین :-

بجاریں جناب سلمان سے مروی ہے کہ ایک دن نبی کو زین کبے موسم انگوتر تھوٹے۔ آپ نے مجھے فرمایا۔ جا میرے حسین
کو بلا لانا کہ وہ بھی میرے ساتھ کھائیں۔

میں نے جناب سیدہ کا دق الباب کے حسین کا پوچھا۔ تو نبی نے فرمایا۔ وہ تو کافی وقت سے باہر گئے ہوئے ہیں میں
تو سمجھی تھی کہ بابا جان کے پاس ہوں گے۔

جب میں نے آنحضرت کو بتایا۔ تو پریشان ہو گئے۔ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کی۔ ہاں الہامیرے حسین کہاں گئے ہیں؟
مجھے تیرہ یوں سے ڈرتا ہے۔

جبریل نے نازل ہو کر عرض کیا۔ ذات احدیت کا ارشاد ہے۔ حسین کے معاملہ میں یہودیوں سے ڈرنے کی ضرورت نہیں
ہے۔ ان کو منافقین سے خطرہ ہے اور وہ بھی تیرے بعد۔ دونوں حدیقاہ ابو صلاح میں سور ہے ہیں۔

آنحضرت نے مجھے ساتھ لیا۔ اور حدیقاہ ابو صلاح میں آئے۔ دونوں ایک دوسرے کے گلے میں بازو حائل کر کے سو رہے تھے
ایک بہت بڑا اثر دہا ان کے سر پر تھا۔ اس کے منہ میں بریجان کا فنجون تھا۔ اور وہ اس کے ذریعہ تندرادوں سے تنگس رانی کر رہا تھا۔
جب اثر دہا نے آنحضرت کو دیکھا تو غنچو بریجان ایک طرف رکھ دیا اور عرض کیا۔

السلام علیک یا رسول اللہ۔ قبلہ میرا سلام ہو۔ میں اثر دہا نہیں ہوں۔ ملا مجھ کو وہیں سے ایک ملک تھا۔ ایک
لمحے کے لیے یاد خدا سے غافل ہوا۔ اللہ نے بصورت اثر دہا زین پر ڈال دیا۔ برسوں گزر گئے ہیں۔ کسی ایسے کریم کی تلاش میں
تھا جس کی سفارش مجھے میرا کھویا ہوا مقام واپس کر دے۔ آج اتفاق سے گزرا تو تندرادوں کو سویا ہوا دیکھا۔ میں جبریل کو ملا کہ
کے ساتھ ان کی خدمت کرتے دیکھ چکا تھا۔ ان کی خدمت میں امید نظر آئی تو یہاں رک گیا۔ اگر مناسب سمجھیں تو اللہ سے سفارش
فرمادیں۔ مجھے یقین ہے اللہ آپ کی سفارش رو نہیں فرمائے گا۔

اس اثر دہا سے آپ بیٹی سنے کے بعد آپ زین پر بیٹھ گئے۔ دونوں تندرادوں کو باری باری چومنے لگے تین
چار بوسوں کے بعد دونوں تندرادے جاگ گئے۔ آپ بیٹھ گئے دونوں تندرادے آپ کے ایک ایک زانو پر بیٹھ گئے۔ آپ
نے فرمایا بیٹے یہ ستم رسیدہ ملک ہے جو تمہارے سامنے ہے۔ سفارش کی درخواست کرتا ہے۔

دونوں تندرادے اٹھے۔ تجدید وضو کی دو دو رکعت نماز پڑھی اور دست دعا بلند کر کے عرض کیا۔

اللہم بحق جنانا الجلیل العلیب محمد المصطفیٰ اے اللہ! تجھے ہمارے جدیرے حبیب محمد مصطفیٰ

و بابینا علی المرصی و بامننا فاطمة الزهرا کا واسطہ تجھے ہمارے علی مرتضیٰ کا واسطہ تجھے ہماری ماں

الامار ددته الی حالته الاولی۔

غایت فرما۔

ابھی شہزادوں کی دعا ختم نہ ہوئی تھی کہ ملائکہ کے ساتھ جبریل آیا اور عرض کی۔ اسے حبیب خدا! اللہ نے دونوں شہزادوں کی دعا قبول کرنا کرنا سے معاف کر دیا ہے اور میں بھیجا ہے تاکہ ہم اسے لے آئیں۔ وہ اتر دہا سے ملک بنا اور پرواز کر گیا۔ میں سن رہا تھا وہ اڑتے ہوئے کتا جا رہا تھا۔

من مثلی انا مولیٰ الحسنین۔

مجھ جیسا کون ہوگا؟ میں غلام حسین ہوں۔

صلصائیل :-

بجاریں مفضل نے امام صادقؑ سے روایت کی ہے کہ صلصائیل ایک ملک تھا۔ اللہ نے اسے کسی کام پر مامور کیا۔ اس نے فراموشی دیر کی اللہ نے اس کے تمام پروبال سلب کر لیے ایک جزیرہ میں ڈالا دیا۔ جب جبریل ولادت امام حسینؑ کے پانچویں دن مبارک کے لیے آ رہا تھا تو صلصائیل نے ملائکہ سے وجہ نزول پوچھی۔ ملائکہ نے وجہ بتائی صلصائیل نے جبریل سے کہا۔ میری طرف سے بھی ان حضورؑ کو مبارک باد دے کر اتجا کرنا کہ وہ ذات احدیت سے میری معافی کی درخواست کریں۔ جبریل نے ان حضورؑ کو مبارک باد کے بعد صلصائیل کی درخواست کی۔ آپ نے امام حسینؑ کو ہاتھوں پر اٹھایا۔ قبلہ رخ ہوئے اور عرض کی۔

اللہم بحق ابی الحسنین اعقل لصلصائیل
خطیبتہ۔

اے اللہ! تجھے میرے حسینؑ بیٹے کا واسطہ صلصائیل کو معاف کر دے۔

اللہ نے اسے معاف کر دیا اور اسے پروبال غنایت فرما کر دوبارہ اپنا مقام دے دیا۔

حسین منی وہ :-

کال میں علی ابن مرہ سے مروی ہے کہ ایک دن ان حضورؑ کی دعوت پر تشریف لے جا رہے تھے ہم بھی آپ کے ساتھ تھے آپ نے محمد سے باہر قدم رکھا تو جناب حسینؑ دونوں بھائی درمہدو کھڑے ہوئے تھے۔ آپ زمین پر بیٹھ گئے دونوں بازو پھیلا کر امام حسینؑ کو بلایا شہزادہ دونوں بازوؤں کے درمیان آگیا۔ پہلے تو آپ نے پیار کیا۔ پھر دایاں ہاتھ امام حسینؑ کے سر پر رکھا بایاں ہاتھ ٹھوڑی کے نیچے رکھا۔ سر امام حسینؑ کو قدر سے بلند کر کے ہماری طرف دیکھا اور فرمایا۔

حسین منی وانا منہ احب اللہ من
احب حسینا۔

حسین مجھ سے ہے میں حسین سے ہوں اللہ اس سے
محبت رکھے گا جسے حسین سے محبت ہوگی۔

عوالم میں مروی ہے کہ ان حضورؑ نے فرمایا ہے۔

من احب ان ینظر الی احب اهل الارض
 الی السماء فلینظر الی الحسین۔
 جو شخص اہل ارض میں سے ایسے شخص کو دیکھنا پسند
 کرے جسے اہل سماں سب سے زیادہ محبت رکھتے ہوں
 تو میرے حسینؑ کو دیکھے۔

عوامل میں اسماعیل ابن رجاہ اور عمرو ابن شعیب سے مروی ہے کہ ہم دونوں اور عبدالرحمن ابن عمر ابن عاص بیٹھے تھے کہ
 امام حسینؑ ہمارے پاس سے گزرے۔ آپ کے گزر جانے کے بعد عبدالرحمن نے ہمیں کہا۔
 اگر تم ایسے شخص کو دیکھنا چاہو جو اہل ارض سے ہو لیکن اہل سماں کا سب سے زیادہ محبوب ہو تو اس گزرنے والے
 کو دیکھ لو۔

دیسے میں جنگ صفین کے بعد اس کے سامنے کبھی نہیں ہوا۔
 ہم نے پوچھا۔ وہ کیوں؟

عبدالرحمن نے کہا۔ صفین میں ابوسعید خدری مجھے حسینؑ کے پاس لے گیا۔ حسینؑ نے ہم دونوں سے کہا۔ کیا تم میرے نانا سے
 سنا ہے کہ اہل سماں کی نظروں میں اہل ارض میں سے محبوب ترین شخص حسینؑ ہے۔
 میں تو چرچ رہا ابوسعید نے کہا۔ ہاں میں نے سنا ہے۔

حسینؑ نے کہا۔ جب تم نے سنا ہے تو پھر مجھ سے ادھر میرے باپ سے کیوں برس برس بیکار ہو جب کہ یہ بھی تمہیں معلوم ہے کہ
 نبی اکرمؐ نے جہاں ہماری خوبیوں کا ذکر کیا ہے وہاں انہوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ۔ ان کا باپ ان دونوں سے بہتر ہے۔
 میں نے کہا یہ بھی تو آپ کے نانا کا حکم ہے کہ والدین کی اطاعت واجب ہے۔

حسینؑ نے کہا۔ میرے نانا نے حکم خدا کی مخالفت کبھی نہیں کی۔ انہوں نے ان حالات کے لیے فرمایا۔ جب اطاعت والدین
 اطاعت خدا سے متصادم نہ ہو۔ جہاں اطاعت والدین اطاعت خالق سے متصادم ہو وہاں اطاعت باری اور والدین کے
 نافرمانی واجب ہوتی ہے۔

بیٹا یا تو اسہ :-

عوامل میں ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک دن ہم آنحضرتؐ کے پاس بیٹھے تھے۔ آپ کے دائیں زانو پر آپ کا فرزند ابراہیم
 ادبائیں پر شہزادہ حسینؑ تھا۔ آپ کبھی ابراہیم کا منہ چومتے تھے اور کبھی حسینؑ کا گلا چومتے تھے۔ کہ جبریل آیا۔ آپ خاموش ہو گئے
 دیر بعد جب آپ نے بات کی تو آپ کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

ہم نے وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا۔ اے جبریل اللہ کی طرف سے پیغام لے کر آیا تھا کہ۔
 محمدؐ بیٹا اور نواسا دونوں میں اکٹھے نہیں کروں گا ان میں سے ایک جسے چاہے چن لے۔
 ہم نے عرض کیا۔ قبل آپ نے کیا فیصلہ کیا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ تمہیں معلوم ہے کہ ماریہ کبیرہ ہے۔ اس کے میکے یہاں سے بہت دور ہیں۔ اگر ابراہیم اللہ سے تو صرف دوھیال غم زدہ ہوں گے۔ اگر حسینؑ کو اللہ سے تود دوھیال اور نیچال دونوں کے آنسو بہیں گے۔ اسی لیے میں نے حسینؑ کو چن لیا ہے۔

تین دن بعد جناب ابراہیم کی وفات ہو گئی۔ اس کے بعد جب بھی آپ حسینؑ کو گود میں لیتے تھے۔ فرماتے تھے حسینؑ میں نے تجھ پر اپنا بیٹا قربان کیا ہے۔

ریحانہ نبیؐ:

امالی صدوق میں ابن نعیم سے مروی ہے کہ میں عبد اللہ ابن عمر کے پاس بیٹھا تھا۔ ایک شخص نے آکر مچھ مارنے کا کفارہ پوچھا۔

عبد اللہ نے پوچھا کس علاقے سے تعلق رکھتا ہے۔

اس نے جواب دیا عراق سے ہوں۔

عبد اللہ نے کہا۔ خدا سے بھی دیکھو یہ شخص مچھ مارنے کا کفارہ پوچھتا ہے۔ لیکن آج تک اہل عراق نے یہ نہیں پوچھا کہ فرزند رسولؐ کو شہید کرنے کی کیا سزا ہے۔ حالانکہ میں نے اپنے ان کانوں سے آنحضرتؐ کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔

الحسن والحسين ثمرة فؤادی

دینا میں حسنؑ اور حسینؑ ہی میرا مہرہ دل ہیں۔

محب حسینؑ:

عوالم میں خدیفہ یمانی سے مروی ہے کہ ایک دن آنحضرتؐ نے امام حسینؑ کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔ اور فرما رہے تھے۔

ایہا الناس هذا الحسنین ابن علیؑ

فاعر فوہ فوالذی نفسی پیدا انہ

لفی الجنة ومحبه فی الجنة ومحبی محبہ فی

الجنة۔ محب ذریت حسینؑ فی الجنة۔

گو کہ ایہ حسینؑ ابن علیؑ ہے اسے پہچان لو۔ جس

ذات کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ حسینؑ

مبتقی ہے۔ محب حسینؑ جتنی ہوگا۔ اور محب حسینؑ کا

محب بھی جتنی ہوگا۔

محب ذریت حسینؑ:

کامل میں جناب ابوذر غفاری سے مروی ہے کہ میں نے آنحضرتؐ کو دیکھا وہ امام حسینؑ کے بوسے چھلے رہے تھے اور فرما رہے تھے۔

جو شخص میرے حسینؑ انسان کی ذریت سے خلوص

من احب الحسن والحسين وذریۃ تمہما

میں پہنچ گیا۔ اور لوگ تیاری قبر کا انتظار کرنے کی خاطر بیٹھ گئے۔ تو میں نے دیکھا ابوہریرہ امام حسینؑ کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ اور آپ کے پاؤں سے مٹی جھاڑ کر سہلانے لگا۔

امام حسینؑ نے پاؤں پیچھے ہٹا کر کہا۔ ابوہریرہ ایسا نہ کرو۔

ابوہریرہ نے کہا۔ فرزند رسولؐ مجبوریاں ہیں بخدا جو کچھ میں نے آپ کے بارے میں آپ کے نانا سے سنا ہے اگر یہ لوگ جانتے ہوتے تو آپ کی راہ میں بلکہیں بچھاتے۔

بخدا! میں نے اپنے ان کانوں سے آپ کے نانا سے سنا ہے فرما رہے تھے۔

هَذَا وَلَدِي الْحَسَنِ سَيِّدِ شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ - مِيرَايَةَ حُسَيْنٍ بَيْنًا جَوَانِمَ الْجَنَّةِ كَمَا سَرَدَ رَبِّي -

پشت رسول پر:

منتخب میں لیث ابن سعد سے مروی ہے کہ ایک دن آنحضرتؐ نماز پڑھا رہے تھے۔ امام حسینؑ آپ کے ساتھ مصیٰبی پر بیٹھا تھا آپ سجدہ میں گئے تو امام حسینؑ آپ کی پشت پر بیٹھ گیا۔ آپ نے سجدہ کو طول دے دیا۔ جب تک امام حسینؑ نہ اٹھے آپ نے سر نہ اٹھایا۔

ایک بیروزی کوڑا بھرا دیکھ رہا تھا۔ جب نماز ختم ہوئی تو اس نے کہا۔

محمد! کیا نماز میں جو بچہ بھی تمہاری پشت پر بیٹھ جائے تم بچے کو نہیں بٹاتے اور سجدہ لمبا کر دیتے ہو؟

آپ نے فرمایا۔ ایسی بات نہیں ہے۔ میرا یہ حسینؑ عام بچوں جیسا نہیں ہے۔ میں اس سے پیارا تو اسہ ہونے کے ناطے نہیں کرتا۔ اور نہ ہی اس کے ناز تو اسہ ہونے کی حیثیت میں اٹھاتا ہوں۔ میرے اللہ کا حکم ہے کہ میں حسینؑ کو ناراض نہ کروں۔

میرا حسینؑ میرے دین کا عین ہے۔ اور یہ وقت بتائے گا کہ میں حسینؑ سے کیوں غیر معمولی پیار کرتا ہوں۔

ہرنی کا بچہ:

ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک دن ایک دیہاتی عرب نے ہرنی کا ایک بچہ آنحضرتؐ کو ہدیہ پیش کیا۔ اس وقت امام حسنؑ آنحضرتؐ کے پاس تھا۔ شہزادہ نے نانا سے ہرنی کا بچہ مانگا آپ نے اسے دے دیا۔ امام حسنؑ اسے لے کر گھر گیا۔ امام حسینؑ نے پوچھا۔

بھیا یہ ہرنی کہاں سے لیا ہے۔

امام حسنؑ نے بتایا۔ نانا نے دیا ہے۔

امام حسینؑ فوراً مسجد میں آئے اور عرض کی۔ نانا مجھے بھی حسن کی طرح ہرنی چاہیے۔

سرور کونین نے مہر جھکا لیا۔ امام حسینؑ اپنے مطالبہ پر اصرار کرتا رہا اور آنحضرتؐ سر جھکا کر رہے۔ ہم نے دیکھا امام حسینؑ

کا چہرہ پشمردہ ہو گیا۔ اب قریب تھا کہ ہنزادہ کی آنکھوں سے آنسو بہ نہ سکیں۔

گلی میں شور بلند ہوا۔ ہم نے دیکھا تو ایک بہرنی ہے اس کے ساتھ ایک بچہ ہے اور اس کے تعاقب میں بھیڑیا ہے بہرنی دوڑتی ہوئی آنحضرت کے قریب آئی۔ بھیڑیا در مسجد پر رک گیا۔

بہرنی نے فصیح عربی میں عرض کیا۔ جسے مسجد میں موجود تمام صحابہ نے سنا۔ آنا میرے دو بچے تھے۔ بدینہ سے کم از کم ایک شب و روز کی مسافت پر دو در میرا صحرا میں قیام ہے۔ ایک نکالی نے گل میرا ایک بچہ نکال کر کے آپ کو بدینہ پیش کیا ہے۔ آج میں اس بچے کو دو دھڑ پلا رہی تھی کہ کسی ہاتھ غیبی نے کہا۔

جلدی دوڑ کر بدینہ جا۔ حسینؑ ہر لڑکا مانگ رہا ہے اور یاوسی سے رونے کے قریب ہے۔ اگر حسینؑ کی آنکھ سے آنسو ٹپک پڑا تو میں اس بھیڑیے کو تجھ پر مسلط کر دوں گا جو تجھے بچہ سمیت کھانے کا۔

میں نے ایک طرف دیکھا تو یہ بھیڑیا میری طرف آ رہا تھا۔ میں نے دوڑ لگا دی اور بھیڑیا میرے پیچھے رہا۔ قبلہ اب مجھے یقین ہے کہ میں جس قدر بھی تیز دوڑتی اتنی لمبی مسافت میں چند لمحات میں طے نہیں کر سکتی تھی۔ اللہ نے میرے لیے طی الارض کر دیا۔ میں تیرے حسینؑ کی آنکھ میں آنسو آنے سے پہلے آپ کی خدمت میں پہنچنے پر کامیاب ہو گئی ہوں۔

شکر خدا ہے کہ میرے دونوں بچے آپ کے حسینؑ کا بہلاوا بنے ہیں۔

آپ افضل ہیں میں افخر ہوں؛

تقلم الزہرا میں حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ ایک دن میں گھر میں آیا تو حسنؑ اور نبی کو نبین حسینؑ کو گود میں سے کر بیٹھے تھے۔ بنت رسولؐ بھی آپ کے قریب بیٹھی تھیں جس میں چہرہ برس کا تھا۔

میں نے کہا بیٹے اب بڑے ہونا نا کو تکلیف نہ دیا کرو۔

آنحضرت نے فرمایا۔ یا علیؑ میرے اور حسینؑ کے معاملہ میں تم دونوں خاموش رہا کرو۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ! کیا حسینؑ آپ کو اتنا پیارا ہے۔

آنحضرت نے فرمایا۔ یا علیؑ! یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے حسینؑ میرا حصہ ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ! آج یہ فرمائیں کہ میں آپ کو زیادہ عزیز ہوں یا حسینؑ؟

آنحضرت کے جواب دینے سے پہلے امام حسینؑ نے کہا۔ ابا جان! جو شرف میں زیادہ ہو گا وہی زیادہ محبوب رسولؐ ہو گا۔

میں نے کہا۔ بیٹے کیا میرے ساتھ منافرت کرو گے؟

حسینؑ نے کہا۔ کیوں نہ کروں گا۔ بشرطیکہ آپ اجازت دیں۔

میں نے کہا۔ بیٹے مجھے معلوم ہے میں امیر المومنین ہوں۔ میں زیباں حتی ہوں۔ میں وزیر مصطفیٰ ہوں۔ میں نے متر فضائل بیان کیے۔ اور خاموش ہو گیا۔

آنحضرت نے حسینؑ کا منہ چوم کر فرمایا۔ بیٹے تیرے بابا کے فضائل میں سے تیرے بابا نے عشرت شیر بھی بیان نہیں کیا۔ حسینؑ نے کہا۔ اس اللہ کی حمد ہے جس نے ہمیں اپنے تمام بندوں سے افضل قرار دیا ہے۔ بابا جان جو کچھ آپ نے فرمایا ہے وہ سچ ہے۔

آنحضرت نے فرمایا۔ بیٹے اب تم بھی تو بیان کرو۔

حسینؑ نے کہا۔ بابا جان آپ نے جتنے فضائل بیان کیے ہیں وہ سب حقیقی ہیں اور وہی ہیں۔ اب میں جو فضائل بیان کر رہا ہوں وہ سب نسبی ہیں اور وہی ہیں۔

آپ تسلیم کریں گے کہ

میرا بابا امیر المومنین ہے جو تمام مومنین سے افضل ہے۔

میری ماں سیدۃ نساء العالمین ہے جسے آدم سے لے کر قیامت تک ہر شخص تسلیم کرے گا۔

میرا نانا سید الانبیاء ہے۔ جس کا کلمہ نہ پڑھنے والے کا فر کہلاتے ہیں۔

میرا بھائی حسن مجتبیٰ ہے۔

آپ تسلیم کریں گے کہ۔ میرے باپ جیسا آپ کا باپ نہیں۔ میری ماں جیسی آپ کی ماں نہیں۔ میرے نانا جیسا آپ کا نانا

نہیں اور میرے بھائی جیسا آپ کا بھائی نہیں۔ اگر شرف کے لحاظ سے آپ افضل ہیں تو نسب کے اعتبار سے میں افضل ہوں۔

آنحضرت نے حسینؑ کو گلے لگا کر بوسہ دیا۔ پھر میں نے حسینؑ کا منہ چوما۔ آخر میں بنت رسولؐ نے حسینؑ کو گود میں لے کر گلے

لگایا اور منہ چوم لیا۔



امامت امام حسینؑ

امام حسینؑ کی امامت پر بے شمار مرتبہ نصوص نبویہ موجود ہیں جنہیں شیخو سنی ہر دو محمد بنیہ و مورخین نے نقل کیا ہے۔ ہم ذیل میں صرف چند ایک پر اکتفا کرتے ہیں۔

اکمال الدین میں شیخ صدوق نے جابر ابن یزید جعفی کے ذریعہ جابر ابن عبد اللہ انصاری سے روایت کی ہے کہ

جب یا ایہا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ نازل ہوئی تو میں نے آنحضرتؐ کی خدمت میں عرض کیا قبہ!

ہم نے اللہ اور رسول کو تو پہچان لیا ہے۔ لیکن یہ اولی الامر جن کی اطاعت کو اللہ نے بلا فصل آپ کی اطاعت سے متصل فرمایا ہے۔

کون ہیں؟

انھوں نے فرمایا۔

یا جابر ائمة المسلمین
من بعدى اولهم على ابن ابی طالب
ثم الحسن ثم الحسين ثم علی ابن الحسین
ثو محمد ابن علی المعروف فی لتوراة
بالباقر سترکہ یا جابر و اقرآه السلام
ثم الصادق جعفر ابن محمد ثم موسی ابن
جعفر ثم علی ابن موسی ثو محمد ابن
علی ثم علی ابن محمد ثو الحسن ابن
علی ثم سسی و کینتی حجة الله فی ارض
ابن الحسن ابن علی ذاك الذی یفتح
الله تعالی ذکره علی یدیه مشارق الارض
ومغارها ذاك الذی یغیب عن شیعته و
اولیائه غیبة لا یثبت فیها علی القول یا امامته
الامن امتعن الله قلبه بالایمان۔

اسے جابر اولی الامر جن کی اطاعت کو اللہ نے میری
اطاعت سے وابستہ رکھا ہے یہ میرے خلیفہ اور
میرے بعد امت مسلمہ کے آئمہ ہیں جن میں یہ بلا علی ہے
اس کے بعد حسن ہوگا۔ اس کے بعد حسین ہوگا، پھر علی
ابن حسین ہوگا پھر محمد ابن علی ہوگا جس کا تورات میں
یا قرآن میں ہے جابر میری اس سے ملاقات ہوگی۔ جب
ملاقات ہو تو میرے سلام اسے کہ دینا پھر جعفر ابن محمد صادق
ہوگا۔ پھر موسیٰ ابن جعفر ہوگا پھر علی ابن موسیٰ ہوگا پھر
محمد ابن علی پھر علی ابن محمد ہوگا۔ پھر حسن ابن علی ہوگا۔
پھر میرا ہم نام اور ہم کنیت جت ابن حسن ہوگا۔ اسی کے
ہاتھوں اللہ اپنا ذکر کرے ارض کے مشرق و مغرب میں
پہنچائے گا۔ اس کی خیمت اپنے شیعوں اور موالیوں سے
اتنی طویل ہوگی کہ زمانہ غیبت میں اس کی امامت کے قائل
صرف ہی مومن رہ جائیں گے جن کا اللہ نے امتحان لیا ہوگا

شیخ مفید نے کتاب الغیبة میں داؤد رقی سے روایت کی ہے کہ میں امام صادق کے پاس آیا اور سلام کیا۔

آپ نے پوچھا۔ کہاں سے آ رہا ہے۔

میں نے عرض کیا کہ کوفہ سے۔

آپ نے فرمایا۔ کوفہ میں کیا حال ہے۔

میں نے عرض کیا۔ بقیہ جناب زید کو لوگ جہاد کے لیے آمادہ کر رہے تھے۔

آپ نے فرمایا۔ پھر کیا خیال ہے زید کا مناب ہو بھی جائے تو کیا وہ منصوص من اللہ امام ہو جائے گا؟

میں نے عرض کیا۔ بقیہ تو آپ ہی بتا سکتے ہیں۔

آپ نے سماع ابن مہران کو آواز دی۔ سماع حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ تبرکات والا صندوق اٹھائے لے آئے۔ سماع

سبیل سیکینم
حیدرآباد، سندھ، پاکستان

صندوق لایا۔

آپ نے اسے کھولا۔ اس میں سے بجز ریشم کا ایک ٹکڑا نکالا اور مجھے دے کر فرمایا اسے پڑھ۔
میں نے پڑھا تو اس پر بکھا تھا۔

لا اله الا الله محمد رسول الله ان عداة الشعور عند الله اثنا عشر شهواً في كتاب الله يوم خلق
السموات والارض منها اربعة حرم ذلك الدين القيم امير المؤمنين علي ابن ابي طالب الحسن ابن علي و
الحسين ابن علي وعلی ابن الحسين و محمد ابن علی و جعفر ابن محمد و موسیٰ ابن جعفر و علی ابن موسیٰ و
محمد ابن علی و علی ابن محمد و الحسن ابن علی و الحجة ابن الحسن۔

پھر آپ نے فرمایا اسے دائرہ تحریر اللہ نے تخلیق آدم سے دو ہزار سال قبل کھی ہے

اکمال الدین میں اصبح ابن نباتہ سے مروی ہے کہ ایک دن حضرت علیؑ گھر سے اس طرح برآمد ہوئے کہ آپ کا ہاتھ امام حسنؑ
کے ہاتھ میں تھا اور فرما رہے تھے۔ دین میں ایک دن بالکل اسی انداز میں نبی اکرمؐ میرے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر گھر سے باہر آئے
تھے۔ اہل بیتوں نے فرمایا تھا۔

میرے بعد افضل مخلوق اور سید المخلوق میرا بھائی علیؑ ہے
جو ہر مسلمان کا امام اور ہر مومن کا مولیٰ ہے۔ لوگو! میں بھی افسوس
کی طرح کہتا ہوں کہ میرے بعد سید المخلوق اور افضل المخلوق میرا
یہ بیٹا حسنؑ ہے جو میرے بعد ہر مسلمان کا امام اور ہر مومن کا مولیٰ
یہ بھی بتا دوں کہ جس طرح دنات رسول کے بعد مجھ پر
ظلم ہوا ہے اسی طرح میرے بعد یہ بھی مظلوم ہوگا۔ حسنؑ کے بعد
اس کا یہ بھائی حسینؑ امام امت ہوگا۔ جو اپنے بھائی کے بعد نہ
صرف مظلوم ہوگا بلکہ۔ سرزمین کربلا میں شہید بھی ہوگا۔ لیکن حسینؑ اور
اس کے ساتھی شہداء قیامت کے دن سید الشہداء ہوں گے۔
حسینؑ کے بعد اس کی ذریت سے نہ خلتے باری ہوں گے
تو زمین خدایں حجت خدا ہوں گے۔ امت مسلمہ کے امام ہوں گے
مومنین کے قائد اور شفیق کے سردار ہوں گے۔ ان میں نوال
تالم ہوگا۔

خیر المخلوق بعدی و سید ہم اخی هذا امام
کل مسلم و مولیٰ کل مومن و مومنتہ بعد
و فاتی الا وانی اقول ان خیر المخلوق بعدی
و سید ہم ابن هذا و هو امام کل مسلم و مولیٰ کل
مومن بعد و فاتی الا وانه سید ظلم بعدی كما ظلمت
بعده و فاته رسول الله و خیر المخلوق و سید ہم بعد
الحسن ابی و اخوة الحسن المظلوم بعد اخیه
المقتول فی ارض کربلا اما انه و اصحابه
من سادة الشهداء يوم القیامة و بعد
الحسین تسعة من ولداه خلفاء الله فی
ارضه و حجة علی عبادة ائمة المسلمین
و قادة المومنین و سادة المتقین و تاسعهم
القاسم۔

اکمال الدین میں شیخ صندوق نے امام محمد باقرؑ کے متعدد صحابہ سے روایت کی ہے کہ جب امام باقرؑ کا وقت آخرا آیا تو آپ نے
اپنے بیٹے جعفر کو وصیت کی خاطر بلایا۔

آپ سے آپ کے بھائی زید نے کہا۔ بھیا اگر آپ بھی امام حسینؑ کی سیرت پر عمل کرتے اور حسن طرح انہوں نے دم آخراپنے بھائی حسینؑ کو اسرار امانت سپرد کئے تھے تو آپ کے لیے یہ کوئی نئی بات نہ ہوتی۔ درج ذیل کا مقصد تمام اصحاب امام باقرؑ کو سمجھانا تھا۔ مترجم

امام باقرؑ نے فرمایا۔ اے بھیا ابو الحسن آپ تو اچھی طرح جانتے ہیں کہ الہی امانت نہ تو کسی کے نقش قدم پر چلنے آدا ہوتی ہے اور نہ ہی الہی وعدے مراسم کے پابند ہوتے ہیں۔ امام حسنؑ نے اگر امام حسینؑ کو اسرار امانت سپرد کیے تھے تو اس میں نہ تو ان کی اپنی مرضی کو دخل تھا اور نہ ہی انہوں نے رشتہ اخوت کے پیش نظر ایسا کیا تھا۔ یہ اللہ کے فیصلے ہیں جو تخلیق کائنات سے بھی قبل ہو چکے ہیں۔

پھر آپ نے فرمایا۔ ذرا جابر انصاری کو بلاؤ۔

جب جابر آگیا تو آپ نے فرمایا۔ جابر جب تو ولادت امام حسینؑ کے موقع پر جدہ سادات بنت پیمبر کو مبارکباد دیتے گیا تھا تو تو نے کیا دیکھا تھا۔ ذرا تفصیل سے بتانا۔

جابر نے عرض کیا۔ تب جب میں ولادت امام حسینؑ کی مبارکباد دیتے کو گیا۔ تو بنت رسولؐ نے مبارکباد قبول کرنے کے بعد فرمایا۔

جابر مبارکبادی کے عوض کیا لوگے؟

میں نے عرض کیا۔ بی بی بنت تو آپ کے بابا اور آپ کے شوہر کے قدموں کا صدقہ مل جائے گی۔ دنیا کی اتنی ضرورت نہیں ہے مجھے کوئی ایسی چیز عنایت فرمائیے جو یادگار ہو اور میری دنیا و آخرت کا سرمایہ ہو۔
بی بی نے فرمایا۔ ہاں جابر تو اس کا اہل ہے۔

پھر بی بی نے سفید موتیوں کی طرح درخشاں ایک لوح بھجوائی ساتھ ہی پیغام بھی بھیجا کہ اسے تنہائی میں بیٹھ کر دیکھ لے اور واپس کر دے۔ ایک خیال رکھنا اسے ہاتھ نہ لگانا کیونکہ حکم باری کے مطابق اسے کوئی نبی یا وحی ہی چھو سکتا ہے۔ پکڑے سے پکڑ کر اس کے پچھل طرف سے دیکھ لینا جو کچھ ہے تجھے نظر آجائے گا۔
اس لوح میں بھی اس طرح درج تھا۔

- ۱۔ خاتم الانبیاء و ابوالقاسم محمد مصطفیٰ ابن عبد اللہ اس کی ماں کا نام آمنہ بنت وہب ہوگا۔
- ۲۔ خاتم الاولیاء و ابوالحسن علی ابن ابیطالب ہوگا۔ اور اس کی ماں خاتمہ بنت اسد ابن ہاشم ابن عبد مناف ہوگی۔ امام اول ہوگا۔
- ۳۔ ابو محمد حسن ابن علی مجتبیٰ امام دوم ہوگا۔
- ۴۔ ابو عبد اللہ حسین ابن علی تقی ان دونوں کی ماں خاتمہ بنت محمد رسول اللہ ہوگی۔ تیسرا امام ہوگا۔
- ۵۔ چوتھا امام ابو محمد علی ابن حسین عدل ہوگا اس کی ماں شہر بانو بنت زید جرد ہوگی۔

- ۶۔ پانچواں امام ابو جعفر محمد بن علی باقر ہوگا اس کی والدہ کا نام ام عبد اللہ فاطمہ بنت حسن ہوگا۔
- ۷۔ چھٹا امام ابو عبد اللہ جعفر ابن محمد صادق ہوگا اس کی والدہ ام فروہ بنت قاسم ابن محمد ابن ابوبکر ہوگی۔
- ۸۔ ساتواں امام ابو البراء اسمعیل ابن جعفر ہوگا اس کی والدہ حمیدہ بریرہ ہوگی۔
- ۹۔ آٹھواں امام ابو الحسن علی ابن موسیٰ ہوگا اس کی والدہ کا نام نجمہ ہوگا۔
- ۱۰۔ نواں امام ابو جعفر محمد بن علی زکی ہوگا اس کی والدہ کا نام خیرنہاں ہوگا۔
- ۱۱۔ دسواں امام ابو الحسن علی ابن محمد امین ہوگا اس کی والدہ کا نام سوسن ہوگا۔
- ۱۲۔ گیارہواں امام ابو محمد حسن ابن علی اس کی والدہ کا نام سمانہ ہوگا۔
- ۱۳۔ بارہواں امام حجت قائم ابن حسن ہوگا اس کی والدہ کا نام زرخین ہوگا۔

اس کے بعد امام باقر نے زید سے فرمایا۔ بیٹھا آپ نے دیکھ لیا ہے یہ عہدہ کسی کے دینے سے نہیں اللہ کے انتخاب سے ہے اور یہ انتخاب پہلے سے ہو چکا ہے۔ اللہ بنا کر امام بھیجتا ہے وہ بھیج کر امام نہیں بناتا۔
علاوہ ازیں بھی داخض خصوصاً امامت میں جو منتخب۔ امامی۔ تاویل الایات الباہرہ۔ عوامل۔ اور کشف الغم وغیرہ جیسی کتب میں موجود ہیں۔ نص خصوصاً سابقا شہادت امام حسن میں پیش کی جا چکی ہے۔

معجزات امام حسینؑ

۱۔ برص کا داغ؛

سجاریں صالح ابن یثیم اموی سے ضروری ہے کہیں اور جلیا یہ ابن دلعبی جلیا و الیہ کے پاس گئے یہ عورت حجت آل محمد میں معروف تھی آئمہ اہل بیت ہی کی دعا سے اسے اتنی طویل زندگی نصیب ہوئی امام رضاؑ تک کی زیارت سے مشرف ہوئی جلیا نے اسے میرا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

- جلیا یہ آپ کا بھتیجا آپ سے ملنے آیا ہے۔
- جلیا نے پوچھا۔ میرا کونسا بھتیجا ہے؟
- جلیا نے کہا۔ صالح ابن یثیم وامی ہے۔
- جلیا نے کہا۔ واقعی میرا بھتیجا ہے۔

پھر ہمیں بیٹھے کو کہا۔ جب ہم بیٹھ گئے تو کہنے لگی اگر پسند کرو تو تمہیں اپنے آقا مولیٰ کی ایک ایسی بات سناؤں جو میری آپ بیٹی ہے؟

ہم نے کہا۔ آپ ضرور سنائیں۔

جواب نے کہا۔ میری دونوں آنکھوں کے درمیان ایک سفید داغ ہو گیا۔ جو چھپائے نہ چھپتا تھا۔ میں نے گھر سے نکلنا چھوڑ دیا لوگوں کو بھی پتہ چل گیا کہ میں باہر کیوں نہیں آتی۔

امام حسینؑ نے اپنی بعض کینڑوں سے پوچھا کہ آج کل جوابہ کو کبھی نہیں دیکھا۔ خیریت سے تو ہے؟ ایک کینڑے نے عرض کیا۔

قبہ اس کی دونوں آنکھوں کے مابین ایک چھوٹا سا سفید داغ نکل آیا ہے۔ جو ایسی جگہ ہے کہ اسے چھپایا نہیں جا سکتا اس لیے جوابہ نے باہر نکلنا ہی چھوڑ دیا ہے۔

آپ اسی وقت میرے گھر آئے۔ دق الباب کیا۔ جب میں نے اجازت دی تو اندر تشریف لائے اور فرمایا۔

جوابہ کیا ہو گیا ہے کئی دنوں سے تو نظر نہیں آئی۔

میں نے عرض کیا۔ فرزند رسولؐ کی عرض کروں۔ آنکھوں کے درمیان ایک سفید داغ نکل آیا ہے۔ سمجھ نہیں آتی کہ ایسا کیوں ہوا ہے۔

بس شرم کے مارے باہر نکلنا چھوڑ دیا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ سراپراٹھا۔

میں نے سراٹھایا۔ آپ نے انگلی پر لہاب دہن لیا اور اس داغ پر لگا دیا۔ اور فرمایا۔ اٹھ اب آئینہ دیکھ۔ جب میں نے آئینہ دیکھا تو حیران رہ گئی کہ اس داغ کا کہیں نام و نشان تک نہ تھا۔ میں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔

۴۔ بد نیت ہاتھ؛

بخاری میں ایوب ابن امین نے امام صادقؑ سے روایت کی ہے کہ بیت اللہ میں ایک عورت مصروف طواف تھی۔ اس کے عقب میں ایک مرد بھی طواف کر رہا تھا۔ عورت نے ہاتھ لہا کر کے حجر اسود کو چھینا چاہا۔ اس مرد نے بھی ہاتھ بڑھا کر اسی عورت کے بازو پر رکھ دیا۔ قدرت خدا سے اس کا ہاتھ عورت کے بازو سے چٹ گیا۔ لاکھ کوشش کی گئی لیکن ہاتھ جدا نہ ہوا لوگ جمع ہو گئے۔ دونوں کو امیر مکہ کے پاس لے گئے۔ مشورہ یہی ہوا کہ مرد کا ہاتھ کاٹ لیا جائے کیوں کہ اس نے زیادتی کی ہے۔

امیر مکہ نے کہا۔ یہ عداوت کرو۔ آل محمد سے کوئی موجود ہے!

مجمع سے ایک شخص نے کہا۔ رات حسینؑ ابن علیؑ آیا ہے۔

امیر مکہ نے کہا۔ یا انہیں بلاؤ۔ اور یا انہیں ان کے پاس لے جاؤ۔
وہ تمام مجمع اسی عورت اور مرد کو لے کر امام حسینؑ کے پاس آیا۔ آپ نے دست دعا بند کیے۔ دعا مانگی۔ اس کا ہاتھ عورت
کے بازو سے جدا ہو گیا۔

۳۔ مردہ زندہ ؛

خناج میں بیچی سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ امام حسینؑ کے پاس ایک نوجوان روتا ہوا آیا۔
آپ نے پوچھا۔ کیا بات ہے؟
کیوں روتا ہے؟

اس نے عرض کیا۔ قید ماں کافی مال دار تھی۔ لیکن دولت چھپا کر رکھتی تھی۔ فوت ہو گئی ہے۔ تاکر نہیں گئی کہ کہاں
رکھی ہے۔

ایک مرتبہ پہلے اس نے مجھے کہا تھا کہ اگر میں فوت ہو جاؤں تو میرے غسل و کفن سے پہلے فرزند رسول کو ضرور
اطلاع دینا۔

آپ نے اپنے صحابہ سے فرمایا۔ آؤ چلیں۔

ہم آپ کے ساتھ آئے۔ آپ گھر کے دروازے پر رک گئے۔ اور اللہ سے دعا کی۔ وہ عورت زندہ ہو گئی۔ چار پائی پر بیٹھ کر
عرض کیا۔ فرزند رسول آپ باہر کیوں کھڑے ہیں اندر تشریف لائیں۔

آپ نے فرمایا۔ میں تمہا نہیں ہوں۔

اس نے کہا آپ تمام صحابہ کے ساتھ تشریف لے آئیں۔

آپ کے ساتھ ہم بھی اندر گئے۔

عورت نے عرض کیا۔ قبہ کوئی حکم ہے تو فرمائیے۔ ابھی تک ملک الموت میری روح کو لے کر اپنی جگہ تک نہیں پہنچا تھا کہ
دراپس آیا۔ اور مجھے کہنے لگا جانتے تھے فرزند رسول بلا رہا ہے۔ آنا وہ صرف آپ کے حکم کا منتظر ہے۔ میرے پاس ہی وہ
سامنے کھڑا ہے۔

آپ نے اس کی طرف دیکھا اور سکرا دیے۔ پھر فرمایا۔ بیٹے کو جو وصیت کرنا ہے کرے اور اسے یہ بھی بتا دے کہ تو نے
مال کہاں کہاں رکھا ہے۔

اس نے عرض کیا۔ قبہ اتنا مال ہے اور ننان فلاں جگہ رکھا ہے۔ میرے مال کے تین حصے کریں ایک حصہ آپ کا ہوگا
خواہ آپ اپنی ضروریات پر صرف کریں یا اپنے موالیوں کو دیں۔ اور دو حصے میرے بیٹے کے ہوں گے۔ بشرطیکہ یہ آپ کا محبوب
ہو۔ اگر یہ آپ کا محبوب نہ ہو تو میرا مال اس کے لیے حرام ہے۔ مجھ پر جنازہ خود پڑھیں۔ اور تدفین تک تکلیف فرمائیں۔

اس کے بعد وہ لیٹ گئی۔ اور عرض کی۔ اچھا! السلام علیک یا ابن رسول اللہ۔

۴۔ نافرمانی کا انجام :

خروج میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ امام حسینؑ جب اپنے نوکروں کو کسی کام کیلئے بھیجتے تھے تو انہیں گھر کے جانے سے لے کر واپسی تک کے راستہ تک کی ہدایات دے دیتے تھے اور فرماتے تھے اگر میرا کہنا نہ مانا تو نقصان اٹھاؤ گے۔ ایک مرتبہ تمام نوکروں نے مشورہ کر لیا۔ کہ فرزند رسولؐ یونہی دہم میں مبتلا ہے جیسا ہم اتنے آدمی ہوتے ہیں۔ کوئی ہمیں کھا جائے گا۔

چنانچہ انہوں نے عہد آپؐ کی ہدایات کے برعکس وہی راستہ اختیار کیا جس سے آپؐ نے انہیں روکا تھا۔ راستہ میں ڈاکا پڑا وہ سب قتل ہو گئے اور جو کچھ لارہے تھے وہ بھی لوٹ لیا گیا۔ جب آپؐ کو پتہ چلا تو آپؐ نے فرمایا۔ میں نے انہیں روکا تھا کہ اس راستہ سے نہ جاؤ۔ یہ کہہ کر آپؐ اٹھے اور امیر مدینہ کے پاس آئے۔

امیر مدینہ نے کہا۔ اسے فرزند رسولؐ سنا ہے کہ آپؐ کا مالی نقصان بھی ہو گیا ہے۔ اور آپؐ کے غلام بھی مارے گئے ہیں بڑا افسوس ہوتا ہے۔

آپؐ نے فرمایا۔ جب چوراہہ اور ڈاکو امر اکی پناہ میں پلنے لگیں تو رعیت کا یہی حال ہوتا ہے۔

امیر مدینہ نے کہا۔ فرزند رسولؐ یہ آپؐ کیا کہہ رہے ہیں۔ ہم نے کبھی کسی چور یا ڈاکو کو پناہ نہیں دی۔

آپؐ نے فرمایا۔ پھر میرے غلاموں کا یہ ناملی آپؐ کے دربار میں ایک اچھے خالص عہدہ پر کیسے فائز ہو گیا ہے۔

اس شخص نے کہا۔ فرزند رسولؐ یہ آپؐ نے کیا فرما دیا ہے مجھے کیا معلوم ہے اور میں کیوں ڈرتی کرتی کروں گا۔

آپؐ نے فرمایا۔ دیکھ تم سات آدمی تھے۔ چار تم غلام تھے اور تین تمہارے ساتھ وحشی تھے۔ تم سات آدمی فلاں جگہ اکٹھے ہوئے۔ تمہارے پاس فلاں فلاں اختیار تھا۔ فلاں جگہ تم گھات لگا کر بیٹھے۔ میرے فلاں فلاں غلام کے پاس فلاں فلاں جگہ چیز تھی۔

تم نے اچانک ان پر حملہ کیا۔ پہلے فلاں فلاں نے فلاں غلام کو مارا۔ اسی طرح آپؐ نے ایک ایک کا نام سے کہتا یا کہ تم لوگوں نے کسے مارا اور کب مارا۔ پھر تم نے مال آپس میں تقسیم کیا ہے۔ ہر ایک کے حصہ میں اتنا مال آیا ہے جسے تم فلاں جگہ چھپا کے آئے ہو۔

اگر اب بھی شک ہے تو چل میں تجھے اس جگہ سے سامان برآمد کر دوں۔

یہ سن کر وہ تھر تھر کانپنے لگا۔ اس کا رنگ فق ہو گیا۔ اور کہنے لگا۔ کیا آپؐ بھی ہمارے ساتھ تھے؟

آپؐ نے فرمایا۔ میں صرف تمہارے ساتھ نہیں تھا۔ کہہ ارض پر جو کچھ بھی ہوتا ہے اس سے امام وقتؑ مطلع ہوتا ہے۔

امیر مدینہ نے فوراً سپاہی بھیج کر اس کے دوسرے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا۔ ان سے مال برآمد کیا۔ اور مقتول غلاموں کے قصاص میں ان سب کو قتل کر دیا۔

۵۔ شادی سے منع؛

خواجه کے مطابق ایک شخص اچھا خاصا مالدار تھا۔ وہ امام حسینؑ کے پاس آیا اور عرض کیا۔
قبلہ فلاں عورت جو بڑی مالدار ہے سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ آپ کیا مشورہ دیتے ہیں۔
آپ نے فرمایا۔ وہ مالدار ضرور ہوگی۔ لیکن تیرے لیے نقصان دہ ہوگی۔ اگر مجھ سے مشورہ لینا چاہتا ہے تو اس سے شادی نہ کر۔

اس شخص نے اسی عورت سے شادی کر لی۔ ابھی چھ ماہ بھی نہ گزرے تھے کہ اس کی تمام دولت حادثات کا شکار ہو کر ختم ہو گئی۔

پریشان ہو کر آپ کے پاس آیا۔

آپ نے فرمایا۔ میں نے تجھے اسی لیے نہ صرف روکا تھا بلکہ تجھے بتا دیا تھا کہ تیرے لیے نقصان دہ ہے اب بھی وقت ہے اسے طلاق دے دے۔ اور فلاں عورت کا رشتہ اگر تجھے مل جائے تو دے تیرے لیے سود مند ہوگی۔
اس نے اس عورت کو طلاق دے کر دوسری سے شادی کر لی ہے۔ اور پھر پہلے کی طرح مالدار ہو گیا۔

۶۔ بچہ کس کا ہے؛

مناب میں صفوان ابن مہران سے مروی ہے کہ مدینہ میں دو شخصوں کے درمیان ایک عورت اور اس کے بچہ پر نزاع ہو گیا دونوں مدعی تھے کہ یہ میری بیوی اور بچہ میرا بیٹا ہے۔

جھگڑا فیصلہ کے لیے امام حسینؑ کے پاس آیا۔ آپ نے عورت سے فرمایا۔ دیکھ سیدھی سیدھی بات بتادے کہ تیرا شوہر کون ہے اور بچہ کس کا ہے؟

عورت نے ایک شخص کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ یہ میرا شوہر ہے اور یہ بچہ اسی کا ہے۔ اس دوسرے کو میں نہیں جانتی۔
امام حسینؑ نے فرمایا۔ دیکھ اللہ سزا ایوب ہے۔ اس نے تیرے کتے ایوب پر پروردہ ڈال رکھا ہے۔ لیکن امام وقت کو دھوکا کی صورت میں اللہ کسی کا جاب نہیں رکھتا۔ راز ناش ہونے سے پہلے تو خود سیدھی بات بتادے۔
عورت نے پھر وہی بات دہرائی۔

اب بچہ سے مخاطب ہوا اور فرمایا۔ قدرت خدا سے قبل از وقت بول اور تو ہی تاکہ تیرا باپ کون ہے؟
چند ماہ کا کم سن بچہ گویا بولا اور کہنے لگا۔ قبلہ ان دونوں میں سے میرا باپ کوئی بھی نہیں ہے اچھی ہے یا بری ہے میری ماں

ہی ہے آپ مجھے اس سے زیادہ وضاحت نہ کرائیں۔ آپ بہتر جانتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ میں تو جانتا ہوں۔ لیکن تیری ماں مجھے دھوکا دینے کی کوشش کر رہی ہے۔ اس لیے ان تمام لوگوں کو صرف اپنے باپ کا نام بتادے۔

بچہ نے عرض کیا۔ قدیر و نیر و نیر نلاں چرواہا میرا حقیقی باپ ہے۔

آپ نے عورت سے فرمایا۔ اب بتا۔ اپنے بیٹے کی تصدیق کرتی ہے یا نہیں؟

اگر اب بھی تو انکار سے گی تو پھر میں تیرے اسی بیٹے کی زبانی وہ پورا واقعہ دھرا دوں گا۔ جس کے مطابق یہ بچہ پیدا ہوا ہے۔

عورت نے سر جھکایا۔ آپ کے قدموں پر ہاتھ رکھے اور عرض کیا۔ میں میرے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ میں سب کے سامنے اپنا جو دم تسلیم کرتی ہوں۔ بچہ نے درست کہا ہے۔

آپ نے اسے سگدار کرنے کا حکم دیا۔

۷۔ میرے قاتل:

خزاع میں حذیفہ یمانی سے مروی ہے کہ نبی کو نین کے زمانہ میں جب حسین کمن تھا۔ ایک دن کہنے لگا۔

بھدا ابھی امیر کے نا تحقیق سرکش میرے قتل پر جمع ہوں گے۔ ان کے لشکر کا قائد عمر ابن سعد ہوگا۔

میں نے پوچھا ایک آپ کو نبی کریمؐ نے بتایا ہے۔

اے حسین نے کہا۔ نہیں تو۔ انہوں نے مجھ سے ایسی بات کہی نہیں کی۔

میں ان حضور کے پاس آیا۔ اور انہیں پوری بات بتادی۔

ان حضور نے فرمایا۔ حذیفہ علی علمہ و علیہ علمی۔ میرا علم حسینؑ کا علم ہے اور حسینؑ کا علم میرا علم ہے۔ کیونکہ اللہ نے میرے سب

اہل بیت کو ماکان دمایحون کے علم سے نوازا رکھا ہے۔

۸۔ اہل کوفہ کو پانی:

عوالم میں زرارہ نے امام صادقؑ سے روایت سے کہ جب حضرت علیؑ کا قیام کوفہ میں تھا تو ایک سال خشک سالی ہو گئی

اہل کوفہ حضرت علیؑ کے پاس آئے اور عرض کی کہ بندہ خشک مالانے تباہ کر ڈالا ہے۔ عرض سے بارش کا منہ نہیں دیکھا۔

حضرت علیؑ نے امام حسینؑ سے فرمایا۔ بیٹے اہل کوفہ قلت آب اور یاس کا شکوہ کر رہے ہیں۔ انہیں پانی پلا دو۔

آپ اہل کوفہ کے کہیں کہیں کوفہ صحرا میں آئے۔ اور دست دعا بلند کر کے دعا مانگی۔

بارا ہوا! اہل کوفہ کو سیراب کر دے۔ ابھی تک دعا ختم نہیں ہوئی تھی کہ موسلا دھار بارش برسنے لگی اور ہر طرف جل جل

ہو گیا۔

مکرام اخلاق اور زہد و عبادت

۱۔ محمد حنیفہ کا نزاع

عواالم میں امام صادق سے مروی ہے کہ کسی بات پر محمد حنیفہ نے آپ سے نزاع کر لیا۔ امام حسینؑ نے اسے محسوس نہ کیا اور خاموش رہے۔ جب محمد کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو اس نے آپ کو ایک خط لکھا۔

ابا بعد! جھینا! میرا اور آپ کا باپ ایک ہے اس لحاظ سے تو میں کہہ سکتا ہوں کہ آپ کے برابر ہوں۔ لیکن ماں کے اعتبار سے اگر پورا کہ ارض بھی سونپا کر میری ماں کی ملکیت میں آجائے تو پھر بھی میری ماں آپ کی والدہ سے کسی بھی مقام پر برابر نہیں ہو سکتی۔ علاوہ ازیں۔ آپ نے جو شرف زبان رسالت چوس کر حاصل کیا ہے وہ بھی مجھے حاصل نہیں۔ اور نہ ہی میں عمدہ نظیر کے منصب جلیلہ پر فائز ہوں۔ لہذا آپ بزرگ ہیں۔ افضل ہیں۔ اور برتر ہیں۔ اور ہمیشہ بزرگ ہی خوردوں پر نظر عنایت فرماتے ہیں آپ میرے پاس تشریف لائیں تاکہ باہمی گفتگو سے میں اپنی غلط فہمی کا ازالہ کر لوں۔

یہ خط پڑھتے ہی آپ محمد کے ہاں تشریف لے گئے اور اسے گلے لگا کر فرمایا۔ جھینا! میں نے تو کبھی آپ سے ناراضگی کے بارے میں سوچا ہی نہ تھا۔

۲۔ یتیم پروری!

بکار میں شعیب ابن عبد الرحمن خزاعی سے منقول ہے۔ کہ یوم عاشورہ جن ظالموں نے آپ کے جسم مبارک سے قیص اتارا تھا۔ انہیں آپ کی پشت مہلک پر سیاہ گٹھے دکھائی دیئے۔ انہوں نے جناب سجاد سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے فرمایا کہ مدینہ میں یتیموں اور یرواؤں کو رات کے وقت اپنی پشت پر لاد کر کھانا پہنچاتے تھے۔

۳۔ حج:

مناقب میں ابن جلدی سے مروی ہے کہ امام حسینؑ نے پچیس حج پیدل کیے۔ جب کہ سواریاں آپ کے ساتھ ہی خالی چلتی تھی۔

۴۔ غلام آزاد :-

سنا تب ہی میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ آپ ایک غلام کے ساتھ کوچہ سے گزر رہے تھے کہ روٹی کا ایک ٹکڑا پڑا تھا۔ آپ نے غلام سے فرمایا۔

یہ اٹھاے اور گھر واپس پہنچ کر مجھے یاد دلانا میں کہا لوں گا۔
غلام نے وہ ٹکڑا اٹھایا اور مٹی جھاڑ کر کھایا۔

جب واپس آئے تو آپ نے فرمایا۔ وہ روٹی کا تہہ کہاں ہے؟
غلام نے عرض کیا۔

قبلہ وہ تو میں نے اسی وقت مٹی صاف کر کے کھایا تھا۔
آپ نے فرمایا۔ جاتوئی سبیل اللہ آزاد ہے۔

کسی نے عرض کیا۔ قبلہ صرف روٹی کا ایک ٹکڑا کھانے پر آپ اسے آزاد کر رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ ہاں! میں نے اپنے نانا سے سنا ہے وہ فرما رہے تھے کہ جو شخص کسی جگر روٹی کا گراہو اٹھا دیکھو

اور صاف کر کے کھاے۔ اللہ اس شخص کو اس ٹکڑے کے ہضم ہونے سے پہلے آتش جہنم سے آزاد کر دیتا ہے۔
بھلا تو یہی تاجسے اللہ آتش جہنم سے آزاد کر دے میں اسے اپنا غلام کیسے رکھوں۔

۵۔ اللہ کا جواب :-

بخاری میں عمرون سے مروی ہے کہ انس ابن مالک نے بتایا ہے ایک رات امام حسینؑ مکہ میں مجھے ساتھ لے کر چلے پہلے ام المومنین
بناب صدیق کے مزار پر آنے کافی دیر تک وہاں بیٹھ کر روتے رہے۔ پھر مجھے فرمایا۔ انس اب مجھے تنہا چھوڑ دے۔ میں ایک
طرف ہو گیا۔ امام حسینؑ غمزدن نماز ہو گئے۔ میں ذرا سا پر سے جا کر چھپ گیا۔ تاکہ دیکھوں تنہائی میں کیا کرتے ہیں میں نے سنا
وہ کھڑے ہو کر کہہ رہے تھے۔

- (۱) یارب یارب لنت مولاً۔ فارح عبید اللہ علیک علیہ السلام
 - (۲) یا ذالمعالی علیک معتمدی۔ طوی لمن کنت انت مولاً
 - (۳) طوی لمن کان نارداً رقا۔ لشکوالی ذی الجلال بلوا
 - (۴) وما به عطیة ولا سقم۔ اکثر من حبه لمولاه
 - (۵) اذا اشتکی شبة وغصه۔
- اچانہ اللہ شو لیاہ۔

(۱) اذا ابتلى بالظلام ميت هلا -

اکرم الله بشهادنا -

آتا سے عشق ہو جب اپنے آقا کے بلٹنے اپنے مصائب کا
شکوہ کرے تو اللہ بلیک کہہ کر اس کی دعا قبول کرے۔ جب
تاریکی شب میں عاجزی سے حاضر دے تو اللہ اس سے معزز کر کے
اپنا مقرب بنائے۔

میں نے اپنے ان کانوں سے سنا ہے جب امام حسین نے مذکورہ اشعار میں مناجات کی تو ذات احدیت کی طرف یہ
جواب ملا۔

(۲) لبیک عبدی وانت فی کتعی -

وکلما قلت قد علمنا -

(۳) صوتک لشناقہ ملا شکتی -

فحسبک الصوت قد سمعنا -

لبیک میرے بندے تو میری پناہ میں ہے جو کچھ تو نے کہا ہے
ہم اس سے واقف ہیں میرے ملاکر تیری صدا کے مناجات
کے نشان رکھتے ہیں تیری صرف مناجات ہی کافی ہے ہم نے
سن لی ہے۔

۶۔ کفارہ؛

بجاریں ابو سلمہ سے مروی ہے کہ ایک سال میں عمر کے ساتھ حج پر گیا۔ راستہ میں ایک دیہاتی عرب نے اگر عمر سے
ایک مسئلہ پوچھا۔

کہ میں نے احرام باندھا اور مجھے شتر مرغ کے انڈے مل گئے۔ میں نے انہیں پکا کر کھالیا۔ اب کیا کروں۔
عمر کچھ دیر سوچتا رہا پھر کہنے لگا۔

کہ مسئلہ مجھے بھی نہیں آتا۔ بیٹھ کوئی نہ کوئی صحابی رسول آجائے گا۔ اور تیری مشکل حل ہو جائے گی۔ کافی دیر بعد حضرت
علیؑ اور جناب حسین تشریف لے آئے۔

عمر نے عرب سے کہا۔ جا اور علیؑ سے مسئلہ پوچھ لے۔

عرب حضرت علیؑ کے پاس آیا۔ اور مسئلہ بیان کیا۔

حضرت علیؑ نے امام حسینؑ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ میرے اہل کم سن بچے سے پوچھ لے۔

عرب نے کہا۔ تعجب ہے کہ ایک تو تم مجھے ایک درس کی طرف دیکھتے ہو۔ اور دوسرا اتنا بڑا مسئلہ جب ایک بڑے
اور سفید ریش کو معلوم نہ تھا تو اہل کم سن بچے کو کیا معلوم ہوگا۔

حضرت علیؑ کے ساتھ صحابہ نے پوچھا۔ کیا اور کسی سے بھی پوچھا؟

عرب نے کہا۔ پوچھا نہیں تو کیا کہا ہے؟ میں تو سچ سے جھک مار رہا ہوں کوئی بتاتا ہی نہیں۔ یہی کہتے ہیں کہ بیٹھ کوئی
آجائے گا۔

بیٹھ بیٹھ کے سینا ناس ہو گیا ہے۔

انہوں نے پوچھا کہ تم پر ناراض کیوں ہوتا ہے۔ ہمیں تو تیرا مسند بھی اب ہی معلوم ہوا ہے۔ پہلے کس سے پوچھا ہے؟

عرب نے کہا۔ وہ سامنے نہیں خیر لگا ہوا اور ایک شخص مسند پر بیٹھا ہے۔ لوگ ہر طرف سے جھک جھک کر سلام کر رہے ہیں۔

انہوں نے کہا۔ اچھا بے رحم نہ ہو۔ اس بڑے سے بھی پوچھا تھا لے اب ذرا اس کم سن سے بھی پوچھ کر دیکھ توئے۔
عرب نے آگے بڑھ کر امام حسینؑ کو سلام کیا۔ اور اپنا مسند پیش کیا۔ اتنے میں عمر اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ اسی جگہ آگیا جہاں حضرت علیؑ نے ڈیرہ لگا رکھا تھا۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ تو نے جتنے انڈے کھائے ہیں تجھے ان کی تعداد تو معلوم ہے۔

عرب نے کہا۔ بالکل معلوم ہے۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ پھر ایسا کرتے انڈے کھائے ہیں اتنی مقدار میں ناناؤں کو حاملہ کرا اور ان سے جو بچے پیدا ہوں وہ کفارہ دے دے۔

عمر نے کہا حسینؑ ہو سکتا ہے تمام ناناؤں سے بچے نہ دیں؟

امام حسینؑ نے فرمایا۔ عمر ہو سکتا تھا تمام انڈوں سے بچے نہ نکلتے۔

عمر نے کہا۔ واقعی آپ نے درست بتایا ہے۔

حضرت علیؑ نے اٹھ کر امام حسینؑ کو گلے لگایا۔ اور فرمایا۔ اللہ کی حمد ہے جس نے ذریت طیبہ سے نوازا ہے۔

جو دو سخاۃ امام حسینؑ

۱۔ ناوار سے سنگ دلی بدترین نخصلت ہے؛

بحار میں عمرو ابن دینار سے مروی ہے کہ اسامہ ابن زید بیمار ہوا۔ امام حسینؑ اس کی عیادت کو گئے۔ اسامہ نے حضرت سے آہ سرد بھری۔

آپ نے پوچھا کیا بات ہے۔

اسامہ نے کہا۔ چھ لاکھ درہم کا مقروض ہوں اور میرے بند کوئی ادا کرنے والا مجھے نظر نہیں آتا۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ فکر نہ کریں ادا کر دوں گا۔

اسامہ نے عرض کیا۔ اگر آپ نوازش فرماتے ہیں تو میری زندگی میں ادا فرما دیجئے تاکہ اطمینان سے مسکوں۔
 آپ اٹھے۔ اسامہ کا ترغیب ادا کیا۔ اور اس سے پیغام بھیجا کہ تیرا عرض ادا ہو گیا ہے۔ پھر فرمایا۔
 کسی امام کے لیے تین عادتیں اتنی ہی بری ہوتی ہیں۔
 دشمن پر ایشدو۔
 نادار سے سنگ دلی۔
 غنایت کے وقت بخل۔

۲۔ جو مال عزت کا تحفظ کرے عمدہ مال ہوتا ہے :

جب فرزدق کو مروان نے مدینہ بدر کیا تو امام حسینؑ نے فرزدق کو چار سو درہم دیئے۔ کسی نے عرض کیا۔ قبلہ یہ تو بڑا
 یہودہ قسم کا آدمی ہے۔ پتہ نہیں کہاں خرچ کرے گا۔
 آپ نے فرمایا۔ اولاً تو اللہ فرزدق سے بھی زیادہ یہودہ قسم کے افراد کو وسیع رزق دے رہا ہے۔ اور ثانیاً دولت
 وہی اچھی ہوتی ہے جو عزت کے تحفظ میں کام آئے۔

۳۔ بہترین بدلہ :

بجاری میں انس سے مروی ہے کہ ایک دن میں امام حسینؑ کے پاس بیٹھا تھا کہ آپ کی ایک کینز نے آپ کو ایک گلدستہ
 پیش کیا۔

آپ نے فرمایا جا تو آزاد ہے۔

میں نے کہا۔ اے فرزند رسول! آپ نے ایک گلدستہ کے عوض کینز کو آزاد کر دیا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ ہاں اللہ نے ہمیں یہی سکھایا۔

میں نے پوچھا۔ وہ کیسے؟

آپ نے فرمایا۔ اللہ کا ارشاد ہے۔ اگر تمہیں سلام کیا جائے تو ایسا ہی جواب دو یا اس سے اچھا۔ ظاہر ہے کہ

گلدستہ کے جواب میں عمدہ تو اسے آزاد کرنا ہی تھا۔

۴۔ مومن کو خوش کرنا افضل الاعمال ہے :

بجاری میں امام حسینؑ ہی سے مروی ہے کہ میں نے اپنے نانا کی اس حدیث کا تجربہ کیا ہے کہ نماز کے علاوہ اگر کوئی

افضل عمل ہے تو وہ مومن کو خوش کرنا ہے۔ ایک مرتبہ میں بیرون مدینہ گیا۔ راستہ میں میں نے ایک غلام کو دیکھا کہ وہ کھانا

دے خرچ کرنا ہی بہتر ہوتا ہے۔

۶۔ اکرم الناس :

بھاری مروی ہے کہ ایک شخص امام حسینؑ کے پاس آیا اور عرض کی۔

اے فرزند رسول مجھے ایک دیت ادا کرنا ہے مگر حالات ساتھ نہیں دے رہے۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ مجھے ایسا اکرم الناس بتاؤ کہ اس کے پاس جانے کے بعد مجھے کوئی دوسرا دروازہ نہ دیکھنا پڑے۔ تمام لوگوں نے مجھے آپ کا ہی نام بتایا ہے۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ میں تجھ سے تین باتیں پوچھتا ہوں۔ اگر ایک بات کا جواب دیا تو ۱/۲ اداں گا۔ اگر دو کا جواب دیا تو ۲/۲ اداں گا۔ اور اگر تینوں کا جواب دیا تو جو کہنے کا۔ اتنا اداں گا۔

عرب نے عرض کیا۔ قبیلہ میں آپ کے سوا لوگوں کا جواب دوں۔ آپ علم تہنی کے مالک ہیں اور میں ایک گنہگار عرب ہوں؟ آپ نے فرمایا۔ میرے نانا کا ارشاد ہے معرفت کے مطابق احسان ہونا چاہیے۔

عرب نے کہا۔ ٹھیک ہے آپ پوچھیں اگر جواب دے سکا تو عرض کر دوں گا۔ ورنہ آپ سے سیکھ لوں گا۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ بتا افضل الاعمال کون سا عمل ہے۔

عرب نے عرض کیا۔ اللہ پر ایمان افضل الاعمال ہے۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ مصائب میں ذریعہ نجات کیا ہوتا ہے۔

عرب نے عرض کیا۔ اللہ پر بھروسہ ذریعہ نجات ہوتا ہے۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ انسان کی زینت کیا ہے؟

عرب نے عرض کیا۔ علم کے ساتھ علم

امام حسینؑ نے فرمایا۔ اگر یہ نہ ہو تو؟

عرب نے عرض کیا۔ مردت کے ساتھ دولت

امام حسینؑ نے فرمایا۔ اگر یہ نہ ہو تو؟

عرب نے عرض کیا۔ صبر کے ساتھ فقر

امام حسینؑ نے فرمایا۔ اگر یہ بھی نہ ہو تو؟

عرب نے عرض کیا۔ پھر ایسے شخص پر آسمان سے بجلی گر کر اسے جلا دے۔

آپ مسکرا دیئے۔ اور ایک ہزار دینار اور ایک قیمتی انگوٹھی دے کر فرمایا۔ جا ہزار دینار دیت میں ادا کر دے اور انگوٹھی سے اپنے اخراجات پورے کر۔

۷- صافی:

تذکرہ الخرمین میں ابو الحسن بصری سے مروی ہے کہ امام حسینؑ کا ایک صافی نامی غلام تھا۔ جو بیرون مدینہ آپ کے باغ میں کام کرتا تھا۔ ایک مرتبہ کھجوروں کے موسم میں آپ اپنے چند صحابہ کے ساتھ باغ میں آئے۔ آپ نے دیکھا آپ کا وہ غلام ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر کھانا کھا رہا تھا۔ اور کتا اس کے سامنے بیٹھا تھا۔ وہ غلام ایک لقمہ خود کھاتا تھا اور ایک لقمہ کتے کو کھلاتا تھا۔

آپ یہ دیکھ کر غلام کی نظریں بچا کر ایک درخت کی اوٹ میں کھڑے ہو گئے۔ کھانے کے نام نہ تک آپ اسے دیکھتے رہے اور غلام اسی طرح کرتا رہا۔

جب کھانا ختم ہو گیا تو آپ سامنے ہوئے اور فرمایا۔

صافی! معاف رکھنا میں تیرے باغ میں تیری اجازت کے بغیر چلا آیا ہوں۔

صافی نے عرض کیا۔ قبلہ میں تو آپ کا غلام ہوں۔ یہ آپ کیا فرما رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ میں بعد میں بتاؤں گا پہلے تو یہ بتا کہ تو ایک لقمہ کتے کو کھلا رہا تھا اور ایک لقمہ خود کھا رہا تھا۔ اس کی کیا وجہ ہے۔

صافی نے عرض کیا۔ قبلہ! جب میں نے کھانے کی تیاری کی۔ اور کھانا اپنے سامنے رکھا تو یہ لقمہ میرے سامنے آکر

بیٹھ گیا۔ پہلے تو دو تین لقمے میں نے خود کھائے لیکن مجھے خیال آیا کہ میں بھی آپ کا غلام ہوں۔ اور یہ کتا بھی آپ ہی کا غلام ہے۔

میں نے سوچا ہم دونوں ایک ہی مالک کے دسترخوان پر ہوتے ہیں۔ جن درختوں کی میں گوڑھی کرتا ہوں اور میرا بکرتا

ہوں یہ کتا انہی درختوں کی شب دروز حفاظت کرتا ہے۔ لہذا میرا حق ہے کہ مالک کی طرف سے جو کچھ مجھے ملتا ہے۔ اس

میں اسے بھی برابر کا شریک کروں۔ یہ خیال آئے ہی میں نے ایک لقمہ خود کھانا شروع کیا۔ اور ایک لقمہ کتے کو کھلانے لگا۔

یہ سنکر آپ روڈیٹے اور فرمایا۔ اگر یہ بات ہے تو تو راہ نند آزاد ہے۔ اور میں تجھے دو ہزار دینار بھی ساتھ

دیتا ہوں۔

غلام نے عرض کیا۔ قبلہ! اگر آپ مجھے آزاد فرما رہے ہیں تو میری ایک درخواست بھی قبول فرمائیے۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ ہاں ہاں بتا کیا بات ہے۔

غلام نے عرض کیا۔ قبلہ! آج تک غلام بن کے اس باغ کی خدمت کی ہے۔ اب مجھے اجازت دے دیں کہ اب آزاد بن کر

اس باغ کی خدمت کروں۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ اور بندہ خدا! تو اسی باغ میں ہی رہے گا۔ تجھے بھول گیا ہے جب میں نے تجھے کہا ہے کہ معاف

رکھنا میں تیری اجازت کے بغیر تیرے باغ میں آ گیا ہوں۔ میں نے تو اسی وقت تجھے آزاد کر کے باغ تیرے حوالہ کر دیا تھا اب تو میں تجھے اور اپنے ان ساتھیوں کو صرف اپنے فیصلہ سے مطلع کر رہا ہوں۔ یہ باغ اور اس باغ میں جو کچھ ہے وہ میں آج کے بعد تیرا ہے۔

البتہ میرے یہ صحابی آج کچھ پھل کھانے آئے تھے۔ تو میرا اور ان کا میزبان بن جا۔ ہمیں کچھ پھل کھلا دے۔ اللہ تیرے باغ میں برکت دے گا۔

غلام نے عرض کیا۔ بلکہ آپ جیسے کریم کے لیے دل چاہتا ہے کہ جان آپ کے قدموں پر رکھ دوں۔ اگر آپ نے مجھ پر یہ کرم فرمایا ہے تو میں آپ کو اور آپ کے ان صحابہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ۔
یہ میرا باغ آج کے بعد آپ کے شیوہ اور موالیوں کے لیے وقف ہے۔

مختلف افراد سے مکالمے

۱۔ دربار شام میں خطبہ؛

اجتہاج کے مطابق ایک مرتبہ امام حسینؑ شام میں تھے۔ ایک دن دربار معاویہ میں بیٹھے تھے کہ معاویہ کے حاشیہ نشینوں میں سے کسی نے معاویہ سے کہا۔

اگر حسینؑ کو نمبر پر جانے کی اجازت دیتا۔ اور یہ بھی پھنس جاتا تو بڑا مزہ آتا۔ کیونکہ ان لوگوں کو نہ آج تک نیک نصیب ہوا ہے۔ اور نہ انہوں نے کبھی کوئی خطبہ دیا ہے۔ اسے پسینہ چھوٹ جلے گا۔ زبان لڑکھڑاہائے گی۔ اور جگہ ہتھائی ہوگی۔

معاویہ نے کہا۔ میں نہیں سمجھتا کہ تم لوگ اس قسم کے مطالبات کیوں ہوتے ہو۔ اگر مجھے ذرہ بھر بھی شگ ہو تا کہ تم میرے ہی خواہ نہیں ہوتو میں یقیناً تمہیں اپنا دشمن سمجھتا۔ تب ازیں تم لوگوں نے اس کے بڑے بھائی حسن کے سلسلہ میں بھی یہی غلط رائے قائم کی تھی۔ میں نے تمہیں منع کیا تھا۔ لیکن تم نے میری بات نہیں مانی تھی پھر جو نتیجہ سامنے آیا تھا تمہارے سامنے ہے۔ آخر کار مجھے ہی حسن کو روکنا پڑا تھا۔ تم نہیں جانتے ان لوگوں نے علم سیکھا نہیں۔ زبان رسالت سے چوسا ہے۔

انہوں نے کہا۔ اس وقت ہم موجود نہیں تھے۔ ہمیں نہیں معلوم کہ حسنؑ نے کیا کہا تھا اور کیسے کہا تھا۔ ویسے ہمیں

یقین ہے کہ حسین سے نہر پر بولا بھی نہ جائے گا۔ آپ اسے ایک مرتبہ اجازت دے دیں۔ آپ کا گھر ہے۔ آپ کا دہارا ہے آپ حکمران ہیں۔ آپ کو کابچے کا خوف ہے آپ کمزور تو نہیں ہیں۔

معاویہ نے کہا۔ تم کیا بازو کر میں کتنا طاقتور ہوں میری طاقت کا مجھے خود اندازہ ہے۔ اور میں ان لوگوں کی قوت سے بھی واقف ہوں۔

انہوں نے پھر اصرار کیا۔ بالآخر معاویہ کو ہتھیار ڈالنا پڑے۔

معاویہ نے کہا۔ اے ابو عبد اللہ! آج ذل چاہ رہا تھا کہ آپ نہر پر نہ جا کر ہمیں خطبہ دیتے۔

امام حسین نے معاویہ کی طرف دیکھا مسکرائے اور بسم اللہ کر کے نہر پر تشریف لے آئے۔ اور حمد و ثنائے الہی و درود بر محمد بھیجا تو ایک شامی داخل دربار ہوا اور امام حسین کو فضاحت و بلاغت سے حمد و ثنائے خالق بیان کر کے دیکھ کر یہ پوچھا۔

یہ کون ہیں؟

درباری نے جواب دیا۔ حسینؑ ان علیؑ و فاطمہؑ ہے۔

امام حسین نے اس شخص کو مخاطب کر کے فرمایا۔

نحن حزب الله الغالیون و معترة رسول الله الاقربون۔ و اهل بیتہ ایطیون۔

واحد الثقلین الذین جعلنا رسول الله ثانی کتاب الله الذی فیہ تفصیل کل شیء لایاتیہ الباطل من بین یدیه ولا من خلفہ و المعول علینا فی تفسیرہ و لا یبطننا تاویلہ بل نطبع حقا لفقہ فاطمہ و نانا اطاعتنا مقرونة بطاعة الله و رسولہ مقرونة قال الله عزوجل اطیعوا الله و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکون فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی الله و الرسول و قال الله عزوجل و لو رودة الی الرسول و الی اولی الامر منہم لعلم الذین یتنبطونہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَلَا تُقَاتِلُوا الرِّسَالَہِ سِوَا مَا قَاتَلُوا بِہِمْ اِنَّمَا یُرِیْدُوْنَ لِيُکْفِرُوْا بِکُمْ وَ یُکْفِرُوْا سِوَا ذٰلِکَ لَیْسَ بِہُمْ اِلٰہٌ اِلَّا اللّٰہُ سُبْحٰنَہُ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ بِہِمْ
ہم اللہ کا حزب غالب اور بنی کونین کی مہترت طیبہ ہیں۔ ہم نبی عالمین کے پاکیزہ اہل بیت ہیں۔

ہم ان دو ہمزون بوجھوں میں سے ایک ہیں جنہیں رسول کونین نے قرآن کے ساتھ دوسرا نقل فرمایا ہے۔ وہ قرآن جن میں ہر شے کی تفصیل ہے اور باطل نہ تو اس کے سامنے سے آ سکتا ہے اور نہ پیچھے ہے۔ ہم ہی وہ ہیں جن پر تفسیر قرآن میں اہتمام کیا جاسکتا ہے۔ تاویل قرآن ہم سے پوشیدہ نہیں۔ ہم حقائق قرآن سے آشنا ہیں ہماری اطاعت کرو ہماری اطاعت اطاعت خدا اور رسول سے وابستہ ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے اللہ رسول خدا اور تمہاری خاطر جنہیں اولی الامر مقرر کیا ہے اس کی اطاعت کرو۔ اگر کسی بات پر نزاع ہو جائے تو اللہ اور رسول سے پوچھو (خدا اولی الامر بناؤ) ارشاد قدرت ہے اگر یہ اپنا نزاع اللہ اور رسول سے فیصلہ کراتے اور اولی الامر سے پوچھتے تو ان میں سے جو استنباط کرنے کے اہل ہیں وہ انہیں

ولی العصر ثلاثی ولی العصر ثلاثی ولی العصر ثلاثی ولی العصر ثلاثی ولی العصر ثلاثی ولی العصر ثلاثی ولی العصر ثلاثی ولی العصر ثلاثی ولی العصر ثلاثی ولی العصر ثلاثی

ولی العصر ثلاثی ولی العصر ثلاثی ولی العصر ثلاثی ولی العصر ثلاثی ولی العصر ثلاثی ولی العصر ثلاثی ولی العصر ثلاثی ولی العصر ثلاثی ولی العصر ثلاثی ولی العصر ثلاثی

ولو لا فضل الله عليكم ورحمته لاتبعتم
الشیطان الاقبلا واحدا رکع الا صغاء
الی هتوت الشیطان بکفر فانه لکرم عدو
صیین فتکونو کا ولیاً لله الذین قال لهم
لا غالب لکم الیوم من الناس وانی
حبا لکم فلا ترائت الفستان نکص علی
عیقبیه وقال انی برئی منکم فتلقون
للسیوف ضرباً والرماح وردداً للندار
حظیاً وللهام عرضاً ثم لا یقبل من نفس
ایمانها لک تکن امننت من قبل او کسیت
فی ایمانها خیراً

بنادیتے۔ اگر اللہ کی نوازش اور رحمت تمہارے شامل نہ رہی
تو چند ایک کے سوا تم سب شیطان کے مقتدی بن جاؤ گے۔
میں تمہیں شیطان کی پکار سے خبردار کرتا ہوں وہ تمہارا حکم کھلا
دشمن ہے، اگر تم باز نہ آئے تو تمہارا شہر شیطان کے ان دہشتوں
جیسا ہو گا جن سے شیطان پہلے تو کہتا ہے تمہارا مقابلہ کون کر سکتا
ہے میں تمہارے ساتھ ہوں۔ جب آمادہ کر کے میدان جنگ میں
لے آتا ہے اور دونوں گروہ آگے سامنے ہوتے ہیں تو شیطان
اپنے پچھے قدموں پر ہٹ جاتا ہے اور کہتا ہے میرا تم سے کیا تعلق۔
نتیجہ میں تم تلوار کا لقمہ تیزوں کی خوراک، جہنم کا ایندھن، اور تیروں کا
نشانہ بن بن جاؤ گے پھر اس انسان سے ایمان قبول نہ کیا جائے گا
جس نے پہلے ایمان قبول نہ کیا ہو یا اعمال خیر نہ کئے ہوں۔

جب آپ یہاں تک پہنچے تو معاویہ نے کہا۔ فرزند رسول اتنا کافی ہے۔

۲۔ عرب کی مداح سرائی:

عوالم کے مطابق ایک مرتبہ امام حسینؑ معاویہ کے پاس تشریف فرما تھے۔ کہ ایک دیہاتی عرب معاویہ کے پاس آیا۔ اور اپنی
ضرورت پیش کی۔

معاویہ نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔

عرب نے ایک درباری سے پوچھا۔ معاویہ کے پاس یہ کون بیٹھا ہے۔

اس نے جواب دیا۔ یہ فرزند رسول حسینؑ ابن علیؑ کا بیٹا ہے۔

عرب نے آگے بڑھ کر امام حسینؑ سے سفارش کی درخواست کی۔

امام حسینؑ نے معاویہ سے سفارش کر دی۔ معاویہ نے اس عرب کا کام کر دیا۔ اس عرب نے امام حسینؑ کی توفیق میں وہی

کھڑے ہو کر یہ اشعار پڑھے۔

اتیت العثمی فلم یجد لی

الی ان هزه ابن البتول

هو ابن المصطفی کوما وجوداً

ومن بطن المطهرۃ البتول

میں اس عثمی کے پاس آیا لیکن اس سے سخاوت نہ ہو سکی حتیٰ کہ

اسے فرزند بتول نے آدھا کیا۔ کرم اور سخاوت میں یہ فرزند مصطفیٰ

ہے اور بتول طاہرہ کے صدف عصمت کا موتی ہے ویسے بھی

بنی ہاشم کو تم لوگوں پر وہی نصیبت حاصل ہے جو موسیٰ پر ان کو

وان لها اسم فضلاً عليكم - کما فضل ربیع عملى المحول
 معاویہ نے کہا۔ اے بدو! کام میں نے کیا اور تعریف حسینؑ کی کرتا ہے؟
 عرب نے کہا۔ میرا کام تو نے میری درخواست پر نہیں کیا۔ حسینؑ کی سفارش پر کیا ہے۔

۳۔ عمرو عاص سے گفتگو:

مناقب میں محاسن برقی کے حوالے سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ عمرو عاصؓ نے امام حسینؑ سے کہا۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ کی نسبت ہمارے بچے زیادہ ہوتے ہیں۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ مجھ سے پوچھنے کی کون سی ضرورت تھی۔ تمہارے عرب شاعر نے تیری اس بات کا جواب زمانہ جاہلیت میں دے دیا۔

عمرو عاص نے کہا۔ مجھے تو معلوم نہیں وہ کیا جواب ہے۔
 امام حسینؑ نے فرمایا۔ عرب کا شعر ہے۔

یعات الطیر وکثرها نراخا
 وام الصقر مقلال نزور
 یہودہ اور فضول پرندوں کی مائیں بے شمار بچے دیتی ہیں جب کہ عقاب کی ماں اولاد کے برابر ہی کم ہوتی ہے۔

عمرو عاص نے کہا۔ یہ ہماری مویچھیں کیوں جلدی سفیدی ہوتی ہیں۔ اور آپ لوگوں کی مویچھیں دیر سے سفید ہوتی ہیں؟
 امام حسینؑ نے فرمایا۔ تمہاری بیویوں کے منہ سے بدبو کے جو بھکے نکلتے ہیں انہی کی وجہ سے تمہاری مویچھیں قبل از وقت سفید ہو جاتی ہیں۔

عمرو عاص نے کہا۔ یہ تمہاری داڑھیاں گھٹی کیوں ہوتی ہیں اور ہماری داڑھیاں پتی کیوں ہوتی ہیں؟
 امام حسینؑ نے فرمایا۔ قرآن میں ارشاد قدرت ہے۔

والبلد الطیب یخرج بنات باذن رب والذی خبیث لا یخرج الا تکذابا۔
 پاکیزہ اراضی میں پیداوار اذن حکم سے وافر مقدار میں آگئی ہے اور خبیث مٹی (شور زو) میں کہیں کہیں کوئی دانہ آگتا ہے
 معاویہ نے عمرو عاص سے کہا۔ تجھے میرا واسطہ ہے اب زبان بند کرے۔ ابن علی کا بیٹا ابو طالب کا پوتا ہے کیوں دربار میں خود بھی رسوا ہوتا ہے اور تجھے بھی رسوا کرتا ہے۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔

ان عادت العقرب عدنا لها۔ وکانت المتعل لها حاضرة قد علم العقرب واستیققت ان لا لها دینا ولا آخره۔
 اگر بچھرنے دوبارہ پٹنے کی کوشش کی تو ہم بھی تیار ہوں گے اور جوتا اس کے لیے حاضر ہو گا۔ پھر کو بچھ کر بھی اس بات کا یقین ہے کہ اس کی نذر دینا ہے اور نہ آخرت۔

۴۔ مروان سے دو باتیں :

اجتاج وغیرہ میں محمد بن سائب سے مروی ہے کہ ایک دن مروان نے امام حسین سے کہا۔
اگر تم خاطر کے بیٹے نہ ہوتے تو تمہارے لیے کیا بات باعث فخر تھی۔

خیز اور لوگ بھی بیٹھے تھے۔ امام حسین نے فرمایا۔

مروان اگر کوئی دوسرا یہ بات کرتا تو اسے زہر دیتی تھی۔ لیکن مجھے تو اس طرح نہیں کہنا چاہیے تھا۔

مروان نے کہا۔ کیوں مجھے کیوں نہ کہنا چاہتے تھی؟

امام حسین نے فرمایا۔ مجھے تیرے مہمود کی قسم! تو ہی بتا۔ ابوطالب نے اس وقت نبی عالمین کو سہارا فراہم کیا جب تم تمام لوگ
نبی کونین کی شان کے دشمن تھے۔

مروان نے کہا۔ ہاں۔

امام حسین نے فرمایا۔ کیا میں اسی ابوطالب کا پوتا نہیں؟ اور کیا میرا یہ فخر میری ماں کا فخر ہے۔

مروان نے کہا۔ واقعی یہ فخر درست ہے۔

امام حسین نے فرمایا۔ مجھے معلوم ہے جب نبی کونین سے سوشل بائیکاٹ کرنے کے وقت تیرا باپ پیش پیش تھا اس دوران

تین برس تک میرے باپ کو میرا دادا نبی عالمین کے بستری پر سلاتا رہا؟

مروان نے کہا۔ مجھے معلوم ہے۔

امام حسین نے فرمایا۔ کیا میرے لیے اس علیؑ کا فرزند ہونا کم باعث فخر ہے جو شیب ابی طالب میں تین بری اور شیب ہجرت

فدیہ رسولؐ بن کر سوتا رہا؟

مروان نے کہا۔ درست ہے۔

امام حسین نے فرمایا۔ مجھے معلوم ہے کہ وہ کون سی جنگ ہے جو اسلام سے تم نے لڑی ہے اور میرا باپ اس میں شامل

شامل نہ ہوا۔

مروان نے کہا۔ ایسا کوئی جنگ نہیں ہے۔

امام حسین نے فرمایا۔ کیا میرے لیے علیؑ سے باپ کا ہونا کم باعث فخر ہے۔

امام حسین نے فرمایا۔ مروان نسب ہی کی بات کر لو۔ پورے عرب کے سردار بن قبائل میں سے وہ کون سا قبیلہ ہے۔

جس کے سردار نے نبی اکرمؐ سے بیٹی کا رشتہ نہ مانگا تھا۔

مروان نے کہا۔ تمام سرداران عرب اس رشتہ کے خواہش مند تھے۔

امام حسین نے فرمایا۔ پھر میری ماں کے لیے زوج علیؑ ہونا باعث فخر ہے یا علیؑ کے لیے زوج بتولی ہونا باعث فخر ہے وہ

میرا ہی باپ علیؑ تھا۔ جو نگاہ رسالت میں رشتہ زہرائے کے لیے منتخب ہوا تھا۔ اگر ادر کوئی شرف بھی تو تسلیم نہ کرے تو یہ سمجھے۔ ماننا ہی پڑے گا کہ جس دختر رسولؐ کے رشتہ کی خواہش تمام سرداران عرب کو تھی، ذہبی رشتہ میرے باپ کو نبی رحمنؐ نے حکم عظیم سے بلا مانگے دے دیا تھا۔

مردان نے کہا۔ درست ہے۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ مردان تجھے تیرے معبود کی قسم! کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ میرے نبی نانا نے تجھ پر تیرے باپ اور تیری فریٹ پر لعنت کی تھی؟

مردان نے کہا۔ سچ ہے۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ تجھے یہ بھی معلوم ہے کہ میرا علی بابا اہل بیت نبیؐ میں شامل ہے اور اس درود کا حصہ دار ہے جو میرے باپ کے دوست اور دشمن نمازیں پڑھتے ہیں۔

مردان نے کہا۔ ہاں معلوم ہے۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ پھر ایسا شخص جس کے باپ سے لے کر قیامت تک ہونے والی نسل بقول نبیؐ ملعون ہو۔ اس شخص کے بارے میں بھلا زبان درازی کر سکتا ہے۔ جو بشمول میرے والد کے تا قیامت فریٹ کے درود کا حصہ دار ہو۔ یہ سنکر مردان خاموش ہو گیا۔

۵۔ یزید کے لیے رشتہ!

بحار وغیرہ بن عبد الملک ابن غیر۔ حاکم اور ابن جہاس سے مروی ہے کہ معاویہ نے مدینہ میں گورنر مروان کو خط لکھا کہ کلثوم بنت عبد اللہ ابن جعفر کا رشتہ یزید کی بیٹی عبد اللہ ابن جعفر سے مانگ۔

مردان جناب عبد اللہ کے پاس آیا۔ اور مکتوب معاویہ کا تذکرہ کیا۔

جناب عبد اللہ نے فرمایا۔ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ ہم نبی ہاشم کا سردار حسینؑ ہے۔ میری بیٹیاں حسینؑ کی بیٹیاں ہیں۔ تو ان سے بات کر جہاں وہ رشتہ منظور کر لیں گے میں قبول ہوگا۔ مروان کے چلے جانے کے بعد جناب عبد اللہ نے امام حسینؑ کو بتایا پوری گفتگو سے آگاہ کر دیا۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ میں اللہ سے استخارہ کروں گا۔ جیسے حکم خدا ہوگا۔ ویسے کریں گے۔

دوسرے دن امام حسینؑ اور کچھ دوسرے معزز اہل مدینہ مسجد نبویؐ میں بیٹھے تھے

مردان آیا اور کہنے لگا۔

مجھے امیر شام نے یزید کے لیے کلثوم بنت عبد اللہ کا رشتہ مانگنے کو کہا ہے۔ اور عبد اللہ نے آپ کو فرما دیا

قرار دیا ہے۔

معاویہ نے جس طرح مجھے لکھا ہے اس کے مطابق۔

عبداللہ جتنا بہرائگے اتنا مہر دیا جائے گا۔

دونوں قبائل میں یہ سلسلہ جنگ ویدل ختم ہو جائے گا۔

عبداللہ کے تمام قرضہ جات کا ذمہ معاویہ نے لیا ہے۔

ویسے حسینؑ تو آپ کو معلوم ہے کہ آپ لوگوں کی نسبت زید پر رشک کرنے والے زیادہ ہیں میرے خیال میں تو زید کیلئے

رشتہ کا صرف پیغام آجانا ہی عزت کے لیے کافی ہے۔ اس سے مہر کا مطالبہ حیرت انگیز ہو گا۔ زید بے نظیر کفو ہے۔ زید کا واسطہ دے کر تو لوگ بارش کی دعائیں مانگتے ہیں۔

اے حسینؑ مجھے امید ہے تم مثبت جواب دو گے۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ مروان جو کچھ تو نے کہا ہے۔ مسجد میں ہر شخص موجود نے اسے خاموشی سے سنا ہے۔ اب کچھ میں کہتا ہوں تو بھی خاموشی سے سن لے۔

اس کے بعد آپ نے حمد و ثنائے باری اور درود پر محمد و آل محمد پڑھا اور فرمایا۔

مروان جہاں تک مہر کا تعلق ہے مجھے یقین رکھنا چاہیے کہ تم جتنا بھی مانگیں اس مہر سے زیادہ نہیں مانگ سکتے جو انحضرتؐ

نے سنت قائم کی ہے اور وہ ہے۔ چار سو اسی درہم۔

جہاں تک دونوں قبیلوں میں اصلاح احوال کا تعلق ہے وہ ناممکن ہے۔ کیونکہ۔

اولاً تو جو سلسلہ جنگ نسب کی بدولت ختم نہیں ہو سکا وہ انجنت کے عارضی سبب سے ختم نہیں ہوتا۔ اور۔

ثانیاً:- ہم نے تم سے آغاز جنگ نہیں کیا۔ جنگ کی ابتدا سے لے کر آج تک تم ہی جنگ کرتے چلے آ رہے ہیں۔ اور وہ

صرف اس لیے کہ تم عبود و امد کو چھوڑ نہیں سکتے اور تم عبود واحد کو مان نہیں سکتے۔ جس جنگ کی بنیاد دین ہو وہ دنیاوی سودے

بازی سے ختم نہیں ہو سکتی۔

تیسرا یہ کہنا کہ زید سے مہر کی بات باعث حیرت ہوگی۔ اس لیے غلط ہے کہ اس ہستی نے اپنی بیٹی کا حق مہر مانگا تھا

جو زید زید کے باپ اور زید کے دادا سے بہتر تھی۔

تیسرا یہ کہنا کہ زید بے نظیر کفو ہے۔ اس لیے غلط ہے کہ جو لوگ کلی زید کے کفو تھے وہی آج بھی زید کے کفو ہیں۔

حکومت سے کفو نہیں بدل جاتے۔

تیسرا یہ کہنا کہ معاویہ نے عبداللہ کے قرضوں کا ذمہ لیا ہے تو خود ہی بتا کہ ہماری بیٹیوں نے کب اپنے باپوں کے

قرض ادا کیے ہیں۔

تیسرا یہ کہنا کہ۔ ہماری نسبت زید پر رشک کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہے تو میں اس کی تردید نہیں کروں گا۔ یہ درست

ہے کیونکہ زید پر رشک کرنے والے ہوں زبر کے مرید ہیں اور جاہل ہیں۔ جن کی تعداد ہر ذریعہ میں زیادہ رہی ہے اور ہمارے ساتھ

رشک کرنے والے خوردمند اور بندگان خدا میں جو ہر زمانہ میں کم رہتے ہیں۔

تیسرا یہ کہنا کہ یزید کے واسطے سے بارش مانگی جاتی ہے تو یہ بھی اپنے گھر سے نہیں لایا، ہمارے ہی گھر کی بات ہے یہ ہے دادا ابوطالب نے میرے رسول نانا کے حق میں فرمایا تھا۔ کہ محمد وہ مبارک ہے جس کے چہرہ کے واسطے سے بارش مانگی جاتی ہے ایسا چہرہ صرف اور صرف انحضرتؐ کا ہی تھا۔

اس کے بعد آپ نے اسی محفل میں خطبہ نکاح پڑھا اور جناب کلثوم کا عقد جناب کلثوم کے چچا زاد تاسم ابن محمد ابن جعفر سے کر دیا۔

مروان نے کہا۔ حسین میرا خیال تھا کہ ہماری باہمی عداوت ختم ہو جائے لیکن تم لوگ شاید آمادہ صلح نہیں ہو۔

ذات باری

اور

شہادت امام حسینؑ کی پیشگوئیاں

۱۔ حضرت آدم:

صاحب درشین نے اپنی تفسیر میں قطعی آدم من ربہ کلمات کے ذیل میں لکھا ہے کہ جناب آدم نے سات عرش پر چارہ مسمومین کے اسمائے گرامی تحریر دیکھے۔ جبریل نے کہا۔

اگر ان چارہ مسمومین کا واسطہ دو تو ذات احدیت ترک ادلی صاف فرادے گی۔

چنانچہ جناب آدم نے عرض کیا۔ یا محمود بختی فخر۔ یا علی بختی علی یا فاطمہ۔ بختی فاطمہ یا محسن۔ بختی الحسن یا قدیم الاحسان بختی المحبین۔

جب جناب آدم نے امام حسینؑ کا نام لیا تو آپ کی آنکھوں میں بے ساختہ آنسو آگئے۔

آپ نے جبریل سے سوال کیا۔ یہ کیسا نام ہے کہ بے اختیار روئے کو جی چاہتا ہے۔

جبریل نے عرض کیا۔ آپ جی کی نسل سے یہ آپ کا وہ فرزند ہے جس پر اتنے مصائب آئیں گے کہ ان کے مقابلہ میں ہر مصیبت پیچ ہوگی۔

جناب آدم نے کہا۔ وہ کیسے مصائب ہوں گے۔

جبریل نے کہا۔ آپ کا یہ فرزند تمہارا ناصر و مددگار تین دن کا بھوکا اور پیاسا شہید ہوگا۔ اگر آپ وہ منظر دیکھ لیتے جب یہ کہہ رہا ہوگا۔ واعطشاہ۔ وواقفہ ناصرہ۔ حتی کہ پیاس کی شدت حسینؑ اور آسمان کے مابین دھواں بن کر حائل ہو جائے گی۔ اور جواب میں اسے تلواہیں نیرے۔ تیر اور پتھر میں گئے۔ آپ یہ منظر ہرگز برداشت نہ کر سکیں گے۔ پھر اسے پس گردن سے ذریعہ کیا جائے گا۔ اس کے دشمن اس کے خیام لوٹ کر جلا دیں گے۔ حسینؑ اور اس کے ساتھ جان دینے والوں کے سر نوک نیزہ پر سوار کیے جائیں گے۔ اس کی مستورات اور نیزوں پر بلند کودہ سروں کو شہر بہتر پھرایا جائے گا یہ سنکر جناب آدم پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔

۲۔ حضرت آدمؑ کو بلا میں :

بانخ سے باہر آنے کے بعد جناب آدم اور حوا کے مابین جب قدرت نے فراق ڈال دیا تو جناب آدم جناب حوا کی تلاش میں پھر رہے تھے۔ جب سرزمین کر بلا میں آئے تو آپ کا دل تنگ ہو گیا۔ طبیعت مغموم ہو گئی۔ جب مقام شہادت پر آئے تو ٹھوکر لگی آپ گر گئے اور پاؤں سے خون ٹپک پڑا۔

عرض کیا۔ بارالہا کوئی دوسرا ترک اولیٰ تو نہیں ہوا پھر کیا دجر ہے میں گرا کیوں ہوں اور میرا خون کیوں بہنے لگا ہے۔ جبریل نے کہا۔ آدم یہ سرزمین کر بلا ہے۔ یہی جگہ قتل حسینؑ ہے۔ اسی جگہ آپ کا فرزند حسینؑ مظلوم اور بیاسا ہی شہید ہوگا۔

جناب آدم نے پوچھا۔ میرے حسینؑ پر ظلم کرنے والے کا نام کیا ہوگا؟

جناب جبریل نے بتایا۔ یزید ہوگا۔

جناب آدم نے چار مرتبہ یزید اور اس کے تمام معاذین پر لعنت کی۔ بہتا ہوا خون خود بخود روک گیا۔

۳۔ حضرت نوحؑ کی کشتی :

امان الاخطار میں سید ابوالقاسم علی ابن موسیٰ نے لکھا ہے کہ۔ ذیل میں پیش کی جانے والی روایت میں نے اہلسنت ذرائع سے دیکھی ہے۔ اور صرف اس لیے نقل کر رہا ہوں کہ اس کا راوی محمد ابن بخاری مذہب اربلوہ کا متفق علیہ اور مقبول ترین راوی ہے۔

انس ابن مالک سے مروی ہے کہ نبی کو نبی نے فرمایا ہے کہ جب حضرت نوحؑ نے اپنی امت کے لیے بددعا کی جبریل نے حضرت نوحؑ کو اللہ کی طرف سے کشتی بنانے کا حکم پہنچایا اور ساتھ ایک لاکھ انیس ہزار میخ دی۔

جناب نوحؑ کشتی سازی میں شروع ہوئے۔ جب تمام کیل لگا دیئے صرف پانچ کیل بچ رہے۔ آپ نے ایک کیل کو ہاتھ میں لیا تو اس سے روشنی چھوٹنے لگی۔ آپ ہیرت سے اسے دیکھنے لگے۔ دعا کی بارالہا جبریل کو بھیج تاکہ مجھے اس کیل کا راز

راہ بتائے کہ پہلے کسی بھی کیل سے روشنی نہیں پھوٹی تھی۔ آخر اس کیل سے اس قدر روشنی کیوں پھوٹ رہی ہے۔

جبریل نے آکر بتایا۔ ارشاد قدرت ہے کہ روشنی صرف اس ایک کیل سے نہیں پھوٹی بلکہ ان پانچ کیلوں میں سے چار سے سفید رنگ روشنی پھوٹے گی اور ایک کیل سے سرخ رنگ روشنی بھی پھوٹے گی اور خون کے قطرات بھی ٹپکیں گے۔

جناب نوح نے پوچھا۔ آخر وہ جبر کیا ہے۔

جبریل نے بتایا۔ اس وقت جو کیل آپ کے ہاتھ میں ہے کہ خاتم الانبیاء محمد ابن عبد اللہ کے نام سے منسوب ہے اس نسبت کی وجہ سے یہ روشن ہے اسے آپ کشتی کے اگلے حصہ میں درمیان میں لگائیں۔ دوسری کیل خاتم الانبیاء کے بھائی، داماد وصی اور خلیفہ بافضل علیؑ کے نام سے منسوب ہے۔ اسے آپ کشتی کے اگلے حصہ میں دائیں جانب لگائیں۔ تیسری کیل دختر مصطفیٰؑ اور جبرعلیؑ اور مادر آتمہ ہدیٰ کے نام سے منسوب ہے اسے آپ کشتی کے اگلے حصہ میں دائیں جانب اس کے شوہر کے نام سے منسوب کے ساتھ لگائیں۔ چوتھی کیل۔ ان کے بیٹے حسن مجتبیٰ کے نام سے منسوب ہے اسے اگلے حصہ کے بائیں جانب لگائیں اور پانچویں کیل سبط نبی۔ فرزند علیؑ و فاطمہ اور برادر حسنؑ امام حسینؑ کے نام سے منسوب ہے۔ اسے کشتی کے اگلے حصہ میں بائیں جانب حسن کے نام سے منسوب کیل کے ساتھ لگائیں۔

جناب نوح نے پوچھا۔ جبریل آپ بتا رہے تھے کہ اس کیل سے سرخ رنگ روشنی پھوٹے گی اور قطرات خون ہی ٹپکیں گے۔

جبریل نے کہا۔ ہاں۔

حضرت نوح نے پوچھا۔ وہ کیوں؟

جبریل نے جناب نوح کو مختصر واقعات سنائے۔ جناب نوح نے واقعات کربلا سنا کر گریہ کیا۔ اور قائمان شبیر پر لعنت کی۔

جب کشتی تیار ہو گئی۔ طوفان آگیا۔ حضرت نوح کشتی پر سوار ہو کر تیرنے لگے۔ کشتی سطح آب پر بلند ہو کر پانی میں چکر لگانے لگی۔ اسی دوران جب کشتی سر زمین کربلا میں آئی تو گرداب میں گھر گئی۔

جناب نوح پریشان ہو گئے کہ۔ کہیں ڈوب ہی نہ جائے۔

دست دعا بلند کر کے عرض کی بار الہا ایک عرصہ ہو گیا ہے اس کشتی میں۔ اور ہم پورے کرہ ارض کا چکر کاٹ چکے ہیں۔ لیکن ایسا گرداب کہیں نہیں دیکھا۔

جبریل نے ذات اہدیت کی طرف سے بتایا۔ نوح! یہ سر زمین کربلا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں فرزند خاتم الانبیاء امین دن کا بھوکا اور پیاسا ہے یا رومہ دگار امت نبی کے ہاتھوں بے دردی سے شہید ہو گا۔ جب تک اس کے تاق پر تو اور تیری کشتی میں سوار تمام افراد لعنت نہیں کر دے گا اس وقت تک گرداب سے نہیں نکلے گا۔ جناب نوح نے تمام اہل کشتی کو بتایا۔ تمام نے تاق شبیر پر لعنت کی۔ اور کشتی گرداب بلا سے نکل گئی۔

۴۔ جناب ابراہیم خلیلؑ

عیون اخبار الرضا میں فضل ابن شاذان نے امام رضاؑ سے روایت کی ہے کہ جب جناب ابراہیم نے اپنے بیٹے اسماعیل کی جگہ ذبح کیا۔ تو بارگاہ خالق میں عرض کی۔

بارالہا! میری خواہش تھی کہ میں تیری رضا کی خاطر ذبح کی جگہ اپنا بیٹا ہی ذبح کرتا۔
ذاتِ احدیت نے بندہ کو وحی فرمائی کہ کیا۔

ابراہیم تجھے میری مخلوق میں سے سب سے زیادہ محبت کس سے ہے؟

جناب خلیل نے عرض کیا۔ بارالہا! مجھے محمد خاتم الابداء سے محبت ہے۔

ارشادِ قدرت ہوا۔ تجھے میرا حبیب محمدؐ زیادہ محبوب ہے یا تیری اپنی جان؟

جناب خلیل نے عرض کیا۔ بارالہا! میں محمدؐ کو اپنی جان سے زیادہ محبوب سمجھتا ہوں۔

ارشادِ جلیل ہوا۔ ابراہیم تجھے اولاد محمدؐ زیادہ عزیز ہے یا اپنی اولاد؟

جناب خلیل نے عرض کیا۔ مجھے اپنی اولاد کی نسبت اولاد محمدؐ زیادہ عزیز ہے۔

ارشادِ جلیل ہوا۔ ابراہیم تیرے لیے تیرے اپنے ہاتھوں سے تیرے بیٹے کا ذبح ہو جانا زیادہ باعثِ رنج ہوگا۔ یا

فرزند محمدؐ کا دشمنوں کے ہاتھوں بے دردی سے شہید ہونا زیادہ باعثِ تکلیف ہوگا؟

جناب خلیل نے عرض کیا۔ بارالہا! ظاہر ہے کہ فرزند محمدؐ کا دشمنوں کے ہاتھوں شہید ہونا زیادہ باعثِ تکلیف ہوگا۔

ارشادِ رب العزت ہوا۔ ابراہیم فرزند محمدؐ اپنے ایسے دشمنوں کے ہاتھوں بے دردی سے شہید ہوگا جو کچھ محمدؐ پڑھتے

ہوں گے۔ اپنے خیال میں وہ امت محمدیہ سے ہوں گے۔

وہ حسینؑ کو پس گردن سے ذبح کریں گے۔

یہ سنکر جناب خلیل بے ساختہ رونے لگے۔

ذاتِ احدیت نے فرمایا۔ ابراہیم میں نے حسینؑ پر گریہ کو تیرے بیٹے اسماعیلؑ پر گریہ کا فدیہ بنا دیا ہے۔ اور تیرے

اسماعیلؑ کا فدیہ حسینؑ کو بنا دیا ہے۔

بعد میں ایک مرتبہ جناب خلیل اپنے کسی سفر میں گھوڑے پر سوار سرزمینِ کربلا سے گزرے جب آپ مقامِ قبل پر آئے تو

گھوڑے کو ٹھوکر لگی۔

جناب خلیل زمین پر آئے سر پر چوٹ لگی اور خون بہنے لگا۔

عرض کی۔ بارالہا! کی کوئی ترکِ اولیٰ ہوا ہے۔

جبرئیل نے اگر رب جلیل کی طرف سے سلام کے بعد عرض کیا۔ جہک ادلیٰ نہیں ہوا۔ یہ مقتلِ حسینؑ ہے اس کی یاد

میں اس کے نام پر تیرا خون بہایا گیا ہے۔

ابھی قاتل حسینؑ پر لنت کر خون رک جائے گا اور زخم مندمل ہو جائے گا۔
جناب ابراہیم نے قاتل حسینؑ پر لنت کی جڑوں رک گیا۔

۵۔ جناب اسماعیلؑ:

ہمارے مروجی ہے کہ جناب اسماعیلؑ کی بچیاں دریا تے فرات پر چھا کرتی تھیں۔

ایک مرتبہ چرواہے نے عرض کیا۔ حضور! آج کتنے دن ہو رہے ہیں بچیاں دریا سے پانی نہیں پیتیں۔

جناب اسماعیلؑ نے دست دعا بلند کر کے خالق ارض و سما کی خدمت میں عرض کی۔

جناب جبریلؑ نے اگر عرض کیا۔ رب تقدیر کا حکم ہے کہ بچیوں کے پانی نہ پینے کی وجہ ہم سے نہ پوچھ خود بچیوں

سے پوچھو لو۔

جناب اسماعیلؑ نے بچیوں سے پوچھا۔ کیا وجہ ہے کہ تم پانی نہیں پیتیں۔

بچیوں نے زبان فصیح میں عرض کیا۔

اے ذبیح اللہ! یر زمین کر بلا ہے یہ دریا تے فرات ہے۔ اور آج کل ایام محرم ہیں۔ اسی دریا پر اسی جگہ آپ کا بیٹا

حسینؑ اسی عشرہ میں پیاسا شہید ہوگا۔

اس چرواہے نے تو اس مرتبہ خیال رکھا ہے لیکن ہم ہمیشہ یوم عاشورہ سے دو دن پہلے سے پانی چھوڑ دیتی ہیں۔ یہ

صرف آپ کے بیٹے کی یاد میں ایسا کرتی ہیں۔

جناب اسماعیلؑ نے پوچھا۔ کیا تمہیں بھی معلوم ہے کہ میرے اس مظلوم بیٹے کے قاتل کون ہوں گے۔

بچیوں نے عرض کیا۔

اے ذبیح اللہ! کائنات عالم میں کوئی ایسی شے نہیں جو آپ کے بیٹے کے غم میں یوم عاشورہ غمزدہ نہ ہوتی ہوگی۔ اور آپ

کے بیٹے کے قاتلوں کے ناموں سے آستانہ نہ ہوگی۔ براہ راست قاتل تو ایک ہو گا لیکن میں پردہ ایک گروہ ہوگا۔ جو زید کی طرح

شریک تھی ہوگا۔

عالمین کی ہر مخلوق قاتلین حسینؑ پر لعنت کرتی ہے۔

۶۔ اسماعیل ابن حزم قیل:

کالم میں بریدہ عملی سے مروی ہے کہ میں نے امام صادقؑ سے سوال کیا۔

تبد قرآن میں ارشاد باری ہے۔

بیتنا
بیتنا
بیتنا

واذکرفی الکتاب اسماعیل انه کان صادق الوعد وکان رسولاً نبیاً۔ کتاب میں اسماعیل کو بھی یاد کیا کرو۔ وہ وعدہ کا سچا الٰہی مرسل تھا کیا یہ اسماعیل ابن ابراہیم ہی ہے؟

آپ نے فرمایا۔ کیا اسماعیل ابن ابراہیم نبی تھا۔
میں نے عرض کیا۔ کیت سے تو یہی معلوم ہوتا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ کیا اسحاق نبی تھا۔
میں نے عرض کیا۔ وہ بھی نبی تھا۔

آپ نے فرمایا۔ امت اسحاق تو مٹی ہے۔ کیا امت اسماعیل بھی مٹی ہے۔ کیا تو بتا سکتا ہے کہ حضرت اسماعیل ابن ابراہیم خلیل کس علاقہ میں نبی تھے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ واقعاً آپ نے بہت بڑے سٹو کی طرف متوجہ فرمایا ہے۔ ہم نے تو کبھی اس طرف توجہ بھی نہیں دی تھی۔ واقعی اسماعیل ابن ابراہیم خلیل تو نبی معلوم نہیں ہوتے۔ پھر یہ کون اسماعیل ہے؟

آپ نے فرمایا۔ یہ اسماعیل ابن حزیل ہے۔ اللہ نے اسے مبعوث فرمایا۔ اس کی قوم نے اسے شہید کر دیا جب وہ لوگ اسے شہید کر رہے تھے تو اللہ نے سطا طائیل نامی ملک کو بھیجا

سطا طائیل نے آکر عرض کیا۔ اے نبی خدا اللہ نے مجھے آپ کی مدد کے لیے بھیجا ہے۔ اگر آپ فرمائیں تو میں اس پوری قوم کو معذب کر دوں۔

جناب اسماعیل نے فرمایا۔ میں قوم کو معذب نہیں کرانا چاہتا۔ اگر ذاتِ احدیت کی نظر میں میرا کوئی مقام ہے تو اسے معلوم ہے کہ میں صرف اور صرف اس کی خاطر زیرِ خنجر ہوں۔ وہ خود مجھ سے براہِ راست پوچھ لے گا۔ اور میں اپنا مدعا بیان کر دوں گا۔

ذاتِ احدیت نے فرمایا۔ اسماعیل بتا تیری کیا حاجت ہے۔

جناب اسماعیل نے عرض کیا۔

بارہا! تو نے تمام انبیاء سے اپنی برتری۔ نبوتِ محمد۔ اور ولایتِ آلِ محمد کا سہند لیا ہے۔ تو ہی نے تمام انبیاء کو حسین ابن علی و فاطمہ کی مظلومانہ شہادت کی تفسیس سے آگاہ کیا ہے۔ اور تو ہی نے بتایا ہے کہ قیامت سے قبل تو حسینؑ اور اس کے مقتول شہداء کو واپس دنیا میں مبعوث کرے گا۔ اور وہ اپنے خون کا انتقام لیں گے۔ مجھے اس زمانہ میں حسینؑ کے ساتھ مبعوث

فرمادینا تاکہ میں بھی حسینؑ کے ہمراہ ہو کر قاتلانِ حسینؑ سے انتقام لے سکوں۔
اس کے بعد ان ظالموں نے جناب اسماعیل کو بے دردی سے شہید کر دیا۔

۷۔ حضرت موسیٰ:

منتخب میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ ایک اسرائیلی نے حضرت موسیٰ کی خدمت میں عرض کیا۔
 قبلہ! مجھ سے ایک بہت بڑا گناہ سرزد ہوا ہے۔ ذاتِ احدیت سے میرے لیے استغفار فرمائیں۔
 جب حضرت موسیٰ کو وہ طور پر تشریف لے گئے۔ تو مناجات کے بعد عرض کیا۔ بارالہا! نلال اسرائیلی کے لیے یہ استغفار
 کرتا ہوں۔
 ارشادِ قدرت ہوا۔ موسیٰ! کہہ ارض کے جس گناہگار کے لیے بھی استغفار کرے میں اسے بخش دوں گا۔ صرف قاتلِ حسینؑ
 کی سفارش قبول نہیں کروں گا۔
 جناب موسیٰ نے عرض کیا۔ بارالہا! آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ ہر گناہگار کو معاف فرماتا ہے اور قاتلِ حسینؑ کی سفارش
 سے منع فرماتا ہے۔
 ارشادِ قدرت ہوا۔ موسیٰ!

اولاً:۔ تو قاتلانِ حسینؑ بعد حسینؑ کا کل پڑھتے ہوں گے۔

ثانیاً:۔ قاتلانِ حسینؑ اپنے کو وارثِ مسندِ خاتم الانبیاء سمجھیں گے۔

ثالثاً:۔ موسیٰ کا شش تو اس وقت دیکھتا۔ جب ذریتِ حسینؑ کے کم سن پیا سس سے تڑپ تڑپ کر جان دے رہے
 ہوں گے۔

اور ذریتِ حسینؑ کے بچوں کے ہرے شدتِ پیا سس سے پھٹ چکے ہوں گے۔ پھر حسینؑ پانی مانگے گا۔ اسے جواب میں
 تیر۔ تلواریں۔ نیزے۔ بھالے اور پتھر ملیں گے۔ ان کا اور اس کے تمام ساتھی شہداء کے سر کاٹ کر ٹوک ہائے نیزہ پر بلند کیے جائیں
 گے۔ ذریتِ محمدؐ کی مستورات کے خیام لٹ کر جلادیںے جائیں گے۔ بناتِ محمدؐ کو پابندِ رس کر کے بے پالان کے اونٹوں پر سوار کیا
 جائے گا۔ اور کئی دنوں تک سروں کے ساتھ انہیں بھی شہر بشتہ پھرایا جائے گا۔

اگر عظمتِ محمدؐ کا لحاظ نہ ہوتا تو میں اسی وقت زمین کو ہی تفرق کر دیتا۔ لیکن میں انہیں اس طرح معذب کروں گا کہ اہل جہنم
 ان کے عذاب کو دیکھ کر پناہ مانگیں گے کہ ماجدِ ربُّد! قاتلانِ حسینؑ جیسے عذاب سے محفوظ رہے ہیں ان پر کائناتِ عالم کی ہر
 شے لعنت کرے گی۔

۸۔ حضرت سلیمان:

منتخب میں مروی ہے کہ ایک دن جناب سلیمانؑ اپنی بساط پر بیٹھ کر محوِ پرواز تھے کہ ان کی بساط سرزمینِ کربلا کی حدود
 میں داخل ہو گئی۔ جب مقامِ شہادت پر آئی تو بساط پکڑنے لگی۔ اور ہوا رگ گئی۔

جناب سلیمان نے ہوا سے پوچھا۔ رکنے کی کیا وجہ ہے۔
ہوا نے عرض کیا۔

حضور اہیہ خاتم الانبیاء کے پارہ جگر کی متصل ہے۔ حکم خدا ہی سے میں آپ کی بساط کو اس طرف سے لے آئی ہوں۔
اور حکم خدا ہی سے میں رگ گئی ہوں۔ تاکہ آپ فرزند خاتم الانبیاء کا نم تازہ کر لیں۔ اور اس کے قاتلوں پر لعنت کر لیں۔

۹۔ جناب زکریا :

کمال الدین بن شیخ صدوق نے سعد ابن حمد اللہ سے روایت کی ہے کہ میں نے صاحب الامر کی خدمت میں عرض کیا کہ۔

اے فرزند رسول! مجھے کہیں کے متعلق بتائیے کہ ان حروف سے کیا مراد ہے؟

آپ نے فرمایا۔ یہ علم غیب ہے

ذات حدیث نے جناب زکریا کو انہی حروف میں واقعہ کرملا سے مطلع کیا۔

جناب زکریا نے جب واقعہ کرملا کی تفصیل سنی تو آپ تین دن اور تین رات مسلسل عبادت گاہ میں مصروف گریہ رہے۔

کچھ کھایا نہ پیا۔ اور نہ کسی سے بات کی۔

پھر عرض کی۔ بارالہا! مجھے بھی ایک ایسے فرزند سے نواز۔ فرزند خاتم الانبیاء کی طرح میرے سامنے شہید ہو تاکہ میرے

دل میں یاد حسین ہمیشہ تازہ رہے۔ اور میں زخمی دل سے ناامان حسین پر لعنت کرتا رہوں۔

۱۰۔ جناب عیسیٰ :

بحاری مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ اپنے کسی سفر کے دوران میدان کربلا سے گزرے۔ راستہ میں ایک شیر بیٹھا

ہوا تھا وہ گرنے سے مانع ہوا۔ آپ کے ساتھ حواری تو خوف سے کانپنے لگے۔ لیکن حضرت عیسیٰ نے انہیں حوصلہ دیا۔ اور

فرمایا۔ چلو یہ راستہ چھوڑ دیتے ہیں اور دوسری طرف سے چلے جاتے ہیں۔ جب دوسری راہ پر گئے تو دیکھا کہ شیر وہاں بھی

موجود تھا۔

آپ نے حواریوں سے فرمایا۔ میرے خیال میں شیر ہمیں کچھ کہنا چاہتا ہے۔ یہ ہمیں کسی قسم کا نقصان تو نہیں پہنچاتا کیونکہ

اگر اس کی نیت ٹھیک نہ ہوتی تو کبھی کا اس نے ہم میں سے کسی کو دبوچ لیا ہوتا۔ اس نے کوئی نقصان پہنچائے بغیر صرف ہماری

راہ روک رکھی ہے۔

حواریوں نے عرض کیا تباہ بات آپ کی درست ہے۔ آپ نبی خدا ہیں۔ خدا اس سے بات تو کریں۔ ممکن ہے قدرت نے

اسے قوت گویائی سے نوازا دیا ہو۔

حضرت عیسیٰ آگے بڑھے اور خیر سے فرمایا۔ اسخو تجھے ہمارا راستہ روکنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہمیں جانے کیوں نہیں دیتا۔ ویسے مجھی نبی خدا ہونے کی حیثیت سے مجھے حتیٰ ہے کہ میں تجھے یہ نصیحت کروں کہ راستہ چھوڑ دے اور گزرنے والے نبی آدم کو تنگ نہ کر۔

خیر نے فصیح عبرانی میں جواب عرض کیا۔
قبیہ میری ماں نے آج ہی ایک ڈیوٹی لگا لی ہے۔ آپ نینو میں رہتے وائے کسی بھی شخص سے پوچھ سکتے ہیں۔ مجھے یہاں کسی نے نہیں دیکھا۔ اور نہ اس وقت کے بعد مجھے کوئی یہاں دیکھے گا۔ بس اللہ کی طرف سے ایک فریضہ ہے وہ ادا کرنے کے بعد یہاں سے چلا جاؤں گا۔

حضرت عیسیٰ نے فرمایا کیا تیری ڈیوٹی کا تعلق ہمارا راستہ روکنے سے ہے۔

خیر نے عرض کیا۔ حضور! آپ نے درست فرمایا ہے۔

حضرت عیسیٰ نے فرمایا۔ کیا تیری ڈیوٹی میرے حواریوں میں سے کسی کو تنگ کرنا ہے۔
خیر نے عرض کیا۔ ہرگز نہیں۔

حضرت عیسیٰ نے فرمایا۔ پھر بتا تیری یہاں کیا ڈیوٹی ہے اور کیسے پوری ہوگی۔

خیر نے عرض کیا۔ قبہ میرا علاقہ صحرا نہیں ہے۔ اس صحرا میں رہنے والا خیر چند دن ہوئے مگر گیا ہے۔ رات ذات احیاء کی طرف سے مجھے کم طلب ہے۔

کل یہاں سے عیسیٰ روح اللہ گزرے گا۔ تو میدان کربلا میں جا۔ اور حضرت عیسیٰ اور ان کے ساتھیوں کا راستہ روک لے اور انہیں بتانا کہ یہ میدان کربلا ہے۔ اسی میدان میں خاتم الانبیاء کا نواسہ اپنے نانا کی امت کے ہاتھوں تین دن کا بھوکا اور پیاسا اپنے اعزاء و اقرباء کے ساتھ مظلوم شہید ہوگا۔ جب تک حضرت عیسیٰ اور اس کے حواری قاتلان حسین پر لعنت نہ کریں اس وقت تک نہیں اس صحرے سے گزرنے کی اجازت نہ دینا بڑی آسان سی بات ہے۔ آپ خود اور آپ کے حواری یہاں سے گزرتے ہوئے قاتلان حسین پر لعنت کرتے جائیں اور گزرتے جائیں حواریوں کو حکم دیں ذرا جلدی یہ کام کریں۔ تاکہ آپ بھی دن میں اپنی منزل مقصود پر پہنچ جائیں اور میں بھی ڈیوٹی پوری کر کے اپنے علاقہ میں واپس جاؤں۔

حضرت عیسیٰ نے فوراً دست دعا بلند کیے۔ اور قاتلان حسین اور معاونین قاتلان حسین پر لعنت کی تمام حواریوں نے بے شمار کہی۔

خیر یہ سن کر راستہ سے ہٹ گیا۔ جناب عیسیٰ اور آپ کے حواریوں نے خیر کو جانتے دیکھا جو کسی اور طرف جا رہا تھا۔ منتخب کے مطابق جب جناب عیسیٰ خیر سے فارغ ہو کر آگے بڑھے اور مقتل فرزند زہرا کے قریب آئے تو آپ نے چند ہریوں کو وہاں چرتے دیکھا۔ مقام مقتل پر آ کر آپ بیٹھ گئے۔ اور روزنا شروع کر دیا۔ آپ کو دیکھ کر آپ کے حواری بھی رونے میں آپ کا ساتھ دینے لگے۔ لیکن حواریوں کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ آپ کیوں رو رہے ہیں۔

آخر تک نے ہمت کر کے عرض کیا۔

اے روح اللہ! اس جگہ بیٹھ کر رونے کا مقصد کیا ہے اور وہ کون سی بات ہے جس نے آپ کو اس طرح بے ساختہ رلا دیا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ اچھا ہے تم اس حقیقت سے بے خبر ہو جسے میں اپنی چشم نبوت سے دیکھ رہا ہوں۔ آہ فرزند ہیرا تو کتنا مظلوم ہے۔ تو کتنا فریب ہے۔

آپ نے فرمایا۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں رسول کی اکوتی بیٹی کا دوسرا فرزند حسینؑ بلا جرم و خطا اپنے نانا کی امت کے ہاتھوں گرسنہ اور تشہ شہید ہوگا۔

اس جگہ اس کے اہل بیت کے خیام ہوں گے۔ فلاں جگہ اس کا اپنا خیمہ ہوگا۔ اور فلاں جگہ اس کے چند انصار کا قیام ہوگا۔

اس طرح پورا صحرا اور سائل قزاق فرج زید سے اٹا پڑا ہوگا۔

پھر آپ نے ہر نبی کی چند بیگنیاں اٹھائیں۔ اپنے دونوں ہاتھوں پر رکھیں اور دست دعا بن کر کے عرض کیا۔ بار الہا۔

ان بیگنیوں میں خاک کر بلا کی خوشبو بربسا کر انہیں اسی طرح رہنے دے۔ حتیٰ کہ اس شہید مظلوم کا باپ اگر ان بیگنیوں کو دیکھے اور اسے میری تفریت یاد آجائے۔

۱۱۔ کتب الاحبار

امالی صدوق میں کتب الاحبار سے مروی ہے کہ ہماری کتاب مقدس میں لکھا ہوا ہے کہ اولاد خاتم الانبیاء میں سے ایک ایسا شخص بھی ہوگا کہ اس کے ادراک کے ساتھیوں کے گھوڑوں کا ابھی پسینہ بھی خشک نہ ہوا ہوگا کہ وہ داخل جنت ہو کر حوریں سے خدمت لے رہے ہوں گے۔

اتنے میں امام حسنؑ وہاں سے گزرے۔ ہم نے کتب سے پوچھا۔ کہیں یہ تو نہیں ہے۔

کتب نے غصہ سے دیکھا اور فرمایا۔ نہیں اس میں ان علامات میں سے کوئی بھی نہیں جو کتب مقدس میں تحریر ہیں۔

کچھ دیر بعد امام حسینؑ وہاں سے گزرے۔ ہم نے پوچھا۔ کیا یہی وہ ہے۔

کتب الاحبار نے کافی دیر تک دیکھنے کے بعد کہا۔ بخدا! یہی وہ ہے۔ سر سے پیر تک ایک ایک علامت اس میں نظر آتی ہے۔

۱۲- نصاریٰ کے گرجا میں:

امالی صدوق ہی میں یہی اسی یمان نے نبی سلیم کے ایک مرد پیر سے روایت کی ہے کہ ہم روم میں دوران جنگ ایک گرجا میں گئے۔ ہم نے اس میں ایک پتھر پر یہ شعر کندہ دیکھا۔

اندجوامۃ قتلت حسینا
شقاۃ جده یوم الحساب۔
کیا وہ لوگ بھی قیامت کے دن بد حسینؑ کی شقاوت کی امید رکھ سکتے ہیں جنہوں نے حسینؑ کو قتل کیا ہوگا۔

ہم نے ان نصاریٰ سے پوچھا۔ گرجا میں یہ پتھر کب سے نصب ہے؟

انہوں نے جواب دیا۔ تمہارے نبیؐ کی بعثت سے تین سو برس پہلے سے نصب ہے۔

مشیر اللخزان میں سلیمان امش سے مروی ہے کہ ایک سال حج میں دوران طواف ایک شخص کو دیکھا جو غلاف کعبہ ہاتھ میں لے کر کہہ رہا تھا۔ اللهم اغفر لی۔ اے اللہ مجھے معاف کر دے۔ پھر خود ہی کہتا تھا۔ لا اراک ان تغفر لی۔ مجھے نظر نہیں آتا کہ تو بخشنے لگا۔

میں نے کہا: بندہ خدا! آج یوم عرفات ہے تو خازن خدا میں ہے۔ اور یہ کیا کہہ رہا ہے۔

اس نے کہا۔ اگر مجھے ذرہ بھر بھی امید ہوتی تو میں ایسا ہرگز نہ کہتا۔

میں نے کہا۔ آخر بات کیا ہے۔

اس نے کہا۔ کربلا سے شام تک جہن چالیس افراد کی ڈیوٹی سر منظم کر بلا پر تھی میں بھی ان میں شامل تھا۔ ہم دن کے

وقت مظلوم زہراؑ کے سر کو نیزہ پر اور رات کے وقت صدوق میں بند کر دیتے تھے۔ ایک رات اچھی تک ہم نے سر صدوق میں بند نہیں کیا تھا۔

نوک نیزہ پر بلند سر کو ہم نے ایک گرجا کی دیوار کے سہارے کھڑا کیا۔ اور خود کھانا کھانے بیٹھ گئے۔ جو نبیؐ نے

کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ گرجا کی دیوار سے ایک ہاتھ نمودار ہو کر ہمارے سامنے آیا۔ اس پر یہ شعر لکھا تھا۔ ہم حیران ہو گئے۔

ہم میں سے بعض افراد نے ہاتھ کو پکڑنے کی کوشش کی لیکن ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے ہاتھ کو ہمارے دل سے واقفیت ہو

جو نبیؐ لوگ ہاتھ بڑھاتے تھے ہاتھ ہماری نظروں سے غائب ہو جاتا تھا۔

بھلا تم ہی بتاؤ کہ میں کیا امید رکھ سکتا ہوں۔

۱۳۔ سرور انبیاء

۱۔ ماں کی بے قراری؛

کامل الزیارتہ میں امام صادق سے مروی ہے کہ کرہ ارض پر تھا ایک ماں تھی جسے یہ علم تھا کہ میرے صدف عصمت میں پرورش پانے والا بیٹی نہیں بیٹا ہے۔ مگر بایں اس نے کبھی دل میں خوشی محسوس نہیں کی تھی۔ بلکہ ہر وقت مصروف گیر و بکار ہوتی تھی۔

صحابہ نے عرض کیا۔ قبلہ اس کی کیا وجہ تھی؛

آپ نے فرمایا۔ جس وقت مظلوم کربلا کا نور مقدس جبین میں حضرت علیؑ سے منتقل ہو کر جناب زہراؑ کے صدف عصمت میں آیا۔

ذات احدیت نے اسی دن نبی کوئین کو جبرئیل کے ذریعہ تمام واقعہ کربلا سے مطلع کر دیا تھا اور آنحضرتؐ نے جناب سیدہ کو تمام حالات بتا دیئے تھے۔

جبرئیل نے ذات احدیت کی طرف آنحضرتؐ کو یہ پیغام بھی دیا تھا کہ۔ ولادت حسینؑ کے بعد حسینؑ شب و روز کے جس وقت جس چیز کی خواہش کرے اسے بلاتا ہے میرا بلا دیا کرنا اور دیر نہ کرنا۔ پھر آنحضرتؐ نے جناب سیدہ کو بھی اس طرح فرمادیا تھا کہ حسینؑ کی ہر خواہش کا بالعموم اور پیاں کا بالخصوص ہر وقت خیال رکھنا۔ کیونکہ حسینؑ پیا سا شہید ہو گا۔

۲۔ میری امت اور تین علم؛

کامل الزیارتہ ہی میں حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ ایک دن میں نبی کوئین کے پاس آیا تو آپ کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو بہ رہے تھے۔ میں نے عرض کیا۔

بابی انت دایم یارسول اللہ۔ اے رسول خدا! میرے سال باپ قربان بائیں۔ آپ رو کیوں رہے ہیں۔ کسی سے آپ کو کوئی تکلیف پہنچی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ نہیں یا علیؑ میری زندگی میں تو مجھے جو تکلیف پہنچی ہے میں برداشت کر لوں گا۔ اگر میرے بعد تجھے یا میرے بچوں کو کوئی تکلیف پہنچی تو میرے لیے برداشت کرنا مشکل ہو گا۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ ہم آپ سے زیادہ عظیم تر نہیں ہیں۔ اگر آپ اپنی تکلیف برداشت کر لیں گے تو کیا ہم اپنی تکلیف برداشت نہیں کر سکیں گے۔

اے لوگو! میں اس دنیا سے جاتے ہوئے تم میں دو وزنی چیزیں چھوڑ کر جاؤں گا ایک کتاب خدا اور دوسری میری عنقریب و اہل بیت۔ یہ دونوں میرے پاس حوض کوثر کے پہنچنے تک ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گی میں ان دونوں کا منتظر رہوں گا۔ اور تم سے صرف وہی کچھ پوچھوں گا جو مجھے حکم خدا ہوگا۔ میں تم سے مودۃ فی القربی کے بارے میں پوچھوں گا۔ دیکھ لو! میرے پاس حوض کوثر پر میرے اہلبیت کا بطنی اور میری عنقریب پر مظالم کا بوجھ لے کر آنا۔

قیامت کے دن میری امت میرے پاس تین حصوں میں بٹ کر تین علم لے کر آئے گی۔ پہلا علم مکروہ متکبر اس مقدس سیاہ ہوگا کہ اہل محشر اس کی سیاہی سے تڑپ جائیں گے۔ یہ لوگ اگر میرے سانسے کھڑے ہو جائیں گے میں ان سے پوچھوں گا۔

تم کون ہو؟

ان لوگوں کے دل سے میرا نام مٹ چکا ہوگا۔ یہ جواب دیں گے ہم اہل توحید اور آپ کی امت سے پکے توحید ہیں۔

میں کہوں گا۔ مجھے جانتے ہو میں عرب و عجم کا احمد بنی ہوں۔

یہ لوگ جواب دیں گے۔

ہاں ہاں! توحید ہونے کی وجہ سے ہم نے دنیا میں آپ کی طرف کبھی کوئی خاص دھیان نہیں دیا تھا۔ اس لیے ہم آپ کا نام ہی بھول گئے ہیں۔ ہم آپ ہی کی امت ہیں۔

میں پوچھوں گا۔ میں تم میں اپنی امانت کے بطور دو وزنی چیزیں اللہ کی کتاب اور اپنے اہل بیت چھوڑ کے آیا تھا۔ تم نے ان دونوں کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟

یہ جواب دیں گے جہاں تک کتاب خدا کا تعلق ہے تو اس میں سے تمام وہ آیات جو مشرکین اور بت پرستوں کے متعلق نازل ہوئی تھیں ہم نے آپ کی امت کے لاء اللہ اللہ پڑھ کر آپ سے اور آپ کی اہل بیت سے زیادہ وابستگی رکھنے والوں پر نثر کر کے انہیں مشرک کہہ کر خارج از اسلام کر دیا تھا۔ اور جہاں تک آپ کی عنقریب کا تعلق ہے تو ہم نے اولاً ان کے وجود کو روتے روتے ختم کرنے کی کوشش کی تھی اور ثانیاً ان کے ذکر کو برا اعتبار سے مٹانے کی کوشش کی تھی۔ کبھی بدعت کہہ کر۔ کبھی جہادِ مراد کہہ کر۔ کبھی بے فائدہ کہہ کر۔ کبھی منشاؤ مرضی اہل بیت کے خلاف کہہ کر۔ کبھی اصلاحِ مخالف و مجالس کے نام سے۔ کبھی اصلاحِ الشیعہ کے نام سے۔ کبھی نہیں طے کرنے کو حرام کہہ کر۔ غرض جیسے بھی ہو سکا۔ اور جس پلیٹ نام سے ہو سکا ہم نے آپ کے اہل بیت کے وجود اور ذکر ہر دو کو مٹانے کی ہر ممکن کوشش کی تھی۔

میں ان لوگوں سے منہ پھیر لوں گا۔ ملا لجا انہیں دھکے دے کر حوض کوثر سے دور بھگا دیں گے۔

پھر دوسرا گروہ آتے گا۔ ان کے علم کی سیاہی پہلے علم سے بھی زیادہ مہیب اور ڈراؤنی ہوگی۔ میں ان سے پوچھوں گا تم کون ہو؟

یہ جواب دیں گے ہم آپ کی امت سے ہیں۔

میں پوچھوں گا۔ جو دو وزنی چیزیں ثقل اکبر قرآن اور ثقل اصغر میری اہلیت میں تمہارے درمیان چھوڑ کے آیا تھا تم نے ان سے کیا سلوک کیا؟

یہ جواب دیں گے۔ ہم نے ثقل اکبر یعنی قرآن کے احکام کی زندگی میں ہر لمحہ اور ہر قدم پر مخالفت کی تھی۔ اور ثقل اصغر یعنی آپ کی ذریت کے لیے جگہ جگہ اتنے کاٹنے پچھاتے کہ وہ کسی ایک جگہ جمع ہو کر رہ نہ سکے (ان کی عظمت کو کم کرنے کی خاطر لوگوں کو درس دیا کہ اگر کم خدا خدا اتنا کم۔ وہی محترم ہے جو متقی ہے آپ کے رشتہ کا کوئی فائدہ نہیں ہے)

ان لوگوں سے بھی میں کہوں گا۔ دفعہ ہو جاؤ یہاں سے میرے پاس تمہارے لیے کچھ بھی نہیں ہے ان کے بعد میرا گروہ آئے گا۔ ان کے پاس بھی سیاہ علم ہی ہوگا۔ لیکن ان کے علم کی سیاہی میں جاذہت اور کشش ہوگی۔ ان کے چہرے سفید اور مکڑے نورانی ہوں گے۔ علم کی سیاہی سے روشنی کی کرنیں پھوٹیں گی۔

ان سے میں پوچھوں گا تم لوگ کون ہو؟

یہ جواب دیں گے۔ ہم کلمہ تقویٰ واے ہیں۔ ہم اہل حق میں سے باقی رہ جانے والے اہل حق ہیں ہم نے آپ کے چھوڑے ہوئے ثقل اکبر کا ہمیشہ احترام کیا۔ اس کے حلال اور حرام کو حرام سمجھا انسان ہونے کے ناطے بعض مقامات پر عمل نہ ہو سکا لیکن عقیدت میں پکے رہے، آپ کے دوسرے ثقل اصغر کی محبت میں بے دین کہلواتے۔ غالی کہلواتے۔ لیکن جہاں کہیں ضرورت ہوئی چاہیے ہم نے دل سے۔ زبان سے۔ اور ہاتھ پاؤں سے آپ کی ذریت کی عظمت اور محبت کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ اپنی جان سے زیادہ محبت اہل بیت سے کی۔

ان کے وجود کے مخالفین سے بھی لڑے اور ان کے ذکر کے مخالفین سے برسہا برس پیکار ہوئی۔ ان لوگوں سے میں کہوں گا۔ آڈ میرے قریب آؤ۔ تم میرے ہو۔ میں تمہارا نبی ہوں۔ میرے پاس تمہارا نامہ اعمال روز آتا ہے۔ دنیا میں واقعاً تم اسی طرح تھے جس طرح کہہ رہے ہو۔ ان لوگوں کو میں حوصلہ کوڑا پٹنے ہاتھ سے پلاؤں گا۔ اور یہ لوگ میرا بھوکرا داخل جنت ہوں گے۔

۳۔ ندائے ملک :

بھاریں شریل ابن ابوعون سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا جس دن میرے حسینؑ کی ولادت ہوئی۔ اس دن حکم باری سے ایک ملک نے ارض و سما کے باہن ندا کی۔

اے مخلوق خدا! بابائے غم دنیا میں آگیا ہے۔ لباس غم پہن لو۔ اور دل کو غم آتش ناکر لو۔ محمدؐ کا دنیا میں آنے والا یہ بچہ کہ ارض کا مظلوم ترین شہزادہ ہے۔

اس ندا سے نارغ ہونے کے بعد یہی فرشتہ میرے پاس آیا اور عرض کیا۔

اے حبیب خدا! آپ کا یہ بچہ کہ ارض کا مظلوم ترین فرد ہو گا۔ آپ کی امت کا بظاہر مسلمان اور باطن کا نر سرکش اور فاسق گروہ اسے زمین کر بلا پر شہید کرے گا۔ یہ اس کے مقتل کی خاک ہے۔

اس نے خاک کر بلا مجھے دی اور کہا۔ اسے اپنے پاس محفوظ رکھیں دم آخر میں کہ بھی اس خاک کا اہل بھیجیں اسے دیں اور بتادیں کہ جب یہ خاک خون بن جاتے تو وہ مجھ لے کہ آپ کا حسینؑ شہید کر دیا گیا ہے۔

پھر اس ملک نے کچھ خاک کر بلا اپنے پروں پر ڈالی اور سوتے آسمان پرواز کر گیا۔ ملائکہ کی جس صف سے بھی گزرا انہوں نے اس ملک کے پروں سے اٹھنے والی خوشبو کی محک سے متاثر ہو کر اس سے پوچھا۔ یہ خوشبو تو کس جنت سے لایا ہے۔

ملک نے جواب دیا یہ کسی جنت کی خوشبو نہیں ہے۔ یہ خاک کر بلا ہے۔ جو مقتل حسینؑ ابن علیؑ و ناظرہ ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ آپ اپنی ہر تنہائی میں اس خاک کو اپنے سامنے رکھ کر دیکھتے بھی تھے اور روتے بھی تھے ساتھ ساتھ قتال حسینؑ پر لنت کرتے تھے۔

۴۔ کاش اللہ مجھ سے طاقت پرواز سلب کر لیتا :

منتخب ہی میں مروی ہے کہ حالمین عرش میں سے ایک ملک ہمیشہ زیارت نبیؐ کو نہیں کاشا ترقی رہتا تھا۔ ایک دن اس نے ذات احدیت سے روتے ارض پر جا کر آنحضرتؐ کی زیارت کی اجازت مانگی۔

ذات احدیت نے اجازت دے دی اور فرمایا۔ جا زیارت بھی کر۔ اور میری طرف سے میرے حبیب کے نام یہ پیغام بھی لے جا۔ کہ تیرا یہ بیٹا تیرے بعد پیاسا اور مظلوم شہید ہو گا۔

آنحضرتؐ فرمایا کرتے تھے جب یہ ملک روانہ ہوا تو دل میں سوچتا کہ ہاتھ لگا کاش میں نے زیارت کی اجازت نہ لی ہوتی اب میں کیسے بتاؤں گا کہ آپ کا نومولود فرزند مظلوم شہید ہو گا۔

اسی فکر اور پرواز کے دوران اسے ندائے قدرت آئی کہ۔ تیرا کام تم نہیں۔ تیرا کام اطاعتِ مکم ہے۔

وہ ملک انحضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شوق زیارت پورا کرنے کے بعد عرض کیا۔

قبلاً! اگر اللہ میرے پروہال سلب کر لیتا تو مجھے اتنی تکلیف نہ ہوتی تھی ذاتِ احدیت کا یہ پیغام دینے میں، موری ہے کہ آپ کا حسین میدانِ کربلا میں دن کا تیز و گرم سب سے بے پروا مددگار پس گردن سے شہید ہو گا۔ اس کے تاقِ جہنم کے اس طبقہ میں، ہون کے جس سے تمام طبقاتِ جہنم گرم کیے جائیں گے۔

۵۔ امین وحی جبرئیلؑ!

سبحا میں جناب ام المومنین ام سلمہ سے مروی ہے کہ ایک دن نبی کو نبین میرے حجرہ میں تشریف لاتے ان کے پیچھے پہلے پیسے امام حسنؑ اور پھر امام حسینؑ تشریف لاتے۔

آپ نے امام حسنؑ کو دائیں زانو پر اور امام حسینؑ کو بائیں زانو پر بٹھایا کبھی آپ حسنؑ کا منہ چومتے اور کبھی حسینؑ کا گلا چومتے۔

جبرئیل آیا۔ اور عرض کیا۔ قبلیہ دونوں آپ کو بہت عزیز ہیں؟

آپ نے فرمایا۔ جبرئیل وہ کون فرد ہے جسے اپنے دل اور آنکھوں سے محبت نہ ہو۔ اگر ان دونوں کو میں دل کہوں تو ایک دل ہے اور دوسرا دھڑکن ہے، اگر ان کو آنکھوں سے تشبیہ دوں تو ایک دائیں اور دوسرا بائیں آنکھ ہے۔ بھلا کون ایسا انسان ہے جو دل کے بغیر زندہ رہ سکے اور آنکھوں کے بغیر کچھ دیکھ سکے۔

جبرئیل نے عرض کیا۔ قبلیہ اللہ کی طرف سے ایک پیغام لے کر آیا ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ کیا پیغام ہے۔

جبرئیل نے عرض کیا۔

ذاتِ احدیت کا درد و سلام کے بعد ارشاد ہے کہ حسنؑ کو تیری امت نہر ہے اور حسینؑ کو بے دردی سے پیاسا پس گردن سے شہید کرے گی۔

آپ نے فرمایا، جبرئیل! اگر اللہ مجھے بھی اپنے دین پر قربان کر دے تو میری جان حاضر ہے۔ جب یہ بھی میری

روح و دل میں تو یہ کیسے دین کی خاطر کسی قربانی سے دریغ کریں گے۔ یا میں کیسے انکار کروں گا۔ مجھے معلوم ہے کہ یہ جیسے بھی شہید ہوں گے دینِ خدا کی خاطر شہید ہوں گے۔ اور مجھے سب کچھ قبول ہو گا۔

اللہ کی طرف سے نبی کو نبین کو حضرت علیؑ، جناب زہراؑ

اور

جناب حسینؑ کی پیشگوئی شہادت

۱۔ اجزیا ت جنت؛

کابل میں جابر نے امام باقر سے روایت کی ہے کہ ایک دن نبی کو نبینؑ خانہ اہل بیت میں تشریف لائے۔ جناب ام المومنین ام سلمہ کا ہدیہ کردہ دودھ کھن۔ اور کچھ زر کے تھے۔ اہل محمد نے آپ کو پیش کیے حضور نے تناول فرمایا۔ اور معروف نوازل ہو گئے۔ جب آپ نوازل سے نارغ ہوئے اور مجدہ مشکہ میں گئے تو بے ساختہ با آواز بلند گریہ کرنے لگے۔

ہم ہجرت سے دیکھتے رہے۔ کوئی پوچھ نہ سکا با آنحضرتؐ حسینؑ اٹھا اور پہلو میں جا کر عرض کیا۔ نانا جان! جب آپ ہمارے گھر تشریف لائے تو ہم بے حد شاداں و فرحان ہوئے۔ لیکن آپ کے گریہ نے ہمیں بھی پریشان کر دیا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے۔

آپ نے مجدہ سے سراٹھایا۔ اور فرمایا بیٹے جس طرح تم مجھے دیکھ کر خوش ہوئے اسی طرح میں بھی تمہیں اکٹھے بیٹھا دیکھ کر خوش ہوا۔ لیکن امحی جبر میں نے مجھے آ کر یاد دلا دیا ہے کہ۔ محمد تیرے تمام اہل بیت شہید ہوں گے اور ان کے مزارات ایک دوسرے جنت دور ہوں گے۔

امام حسینؑ نے عرض کیا۔ نانا جان! کیا کوئی ہمارے مزاروں کی زیارت کو آئے گا؟

آپ نے فرمایا۔ ہاں بیٹے میری امت کا ایک قبیلہ گروہ تمہاری زیارت کو آئے گا۔

امام حسینؑ نے عرض کیا۔ نانا جان! کیا ہمارے ناسرین کو ہماری زیارت پر آنے کا کوئی اجر ہے؟

آپ نے فرمایا۔ بیٹے ان کام از کم اجر ہو گا کہ میں تمہارے ناسرین کی خصوصی شفاعت کروں گا تمام کو داخل جنت کروں گا

اور دشت قیامت سے انہیں محفوظ رکھوں گا۔

۲- انجام قاتل:

منتخب میں ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ میں اس قدر خشک سالی ہو گئی کہ پینے کا پانی تک نہ رہا ایک دن جناب زہراؑ اپنے دونوں بچوں کو انحصار کی خدمت میں لائیں اور عرض کیا۔ ابا جان! ہم تو طرے ہیں جیسے تیسے گزارا کر رہے ہیں۔ لیکن میرے یہ دونوں بچے پیاس برسواشت نہیں کر سکتے خصوصاً حسین کے متعلق تو آپ کو بھی معلوم ہے کہ اسے پانی کی طلب زیادہ ہی رہتی ہے۔

آپ نے دونوں کو قریب بلایا۔ پلے امام حسینؑ کے دین مبارک میں زبان نبوت دی۔ جب امام حسینؑ میرا بھوکے تو پھر امام حسنؑ کے منہ میں اپنی زبان دی امام حسنؑ بھی میرا بھوکے۔ پھر آپ نے دونوں کو اپنی گود میں بٹھالیا اور باری باری دونوں کو بوسے دینے لگے۔ آپ غیر معمولی طہر پر خوش ہو رہے تھے کہ جبرئیل آگیا۔

جبرئیل نے سلام و درود رب جلیل کے بعد عرض کیا۔ حضور! ذاتِ احیاء کا ارشاد ہے کہ تیرے یہ دونوں بچے نبی امین کے ہاتھوں شہید ہوں گے۔ حسن زہرا سے شہید ہوگا۔ اور حسینؑ پس گردن سے ذبح کیا جائے گا ان کے قاتل یوں تو اپنے کو آپ کی امت سے شمار کرتے ہوں گے لیکن ان کا تیری امت سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ آپ نے جبرئیل سے سوال کیا۔ کیا ان کے قاتل کو نجات ملے گی؟ جبرئیل نے عرض کیا۔

حبیبِ خدا! انہیں دنیا اور آخرت میں عذاب ہوگا۔ دنیا میں ان پر ایسے اتراد مسلط ہوں گے جو ان کے کم سن بچوں تک کو قتل کر دیں گے۔ اور آخرت میں زقوم کھانے کو اور جہنم سے نکلنے والا پپ پینے کو ملے گا۔ ذاتِ احیاء نے انہی کے قاتلین کے عذاب پر خود اپنی تعریف فرمائی ہے۔

فقطعوا برالقوم الذین ظلموا والحمد لله رب العالمین۔ ظالم قوم کی نسل ہی ختم کر دی گئی ہے رب العالمین

اللہ کی حمد ہے۔

اس کے بعد آپؑ کبھی امام حسنؑ کی طرف اور کبھی امام حسینؑ کی طرف دیکھ کر کافی دیر تک فرماتے رہے۔

اللہ تمہارے قاتل پر لعنت کرے۔

اللہ تمہارے غاصب حقوق پر لعنت کرے۔

۳- نبی اکرمؐ پر گندہ:

ارشاد شیخ مفید میں ام المؤمنین ام سلمہ سے مروی ہے کہ ایک رات سردی آگیا مگر سے باہر تشریف سے گئے اور اس طرح غائب ہوئے کہ تھانہ بیچہ کے بعد کسی کو بھی نہ مل سکے۔ کافی دیر کے بعد رات گئے واپس تشریف لائے تو آپ کے پاؤں خاک آلود

ادربال پریشان تھے۔ چہرہ مغمم تھا۔ اور آنکھیں کس طرح سرخ تھیں جیسے گریہ فرماتے رہتے ہوں۔ ہم نے عرض کیا۔ قبل آپ رات کے اس وقت تنہا کہاں تشریف لے گئے تھے۔ آپ کے دشمن درختوں کی نسبت زیادہ ہیں ہم تو سخت پریشان تھے؛

آپ نے فرمایا۔ میرا محافظ میرے دشمنوں پر بھی غالب ہے اور میں تنہا بھی نہیں تھا۔ جبریل میرے ساتھ تھا۔ جبریل ہی حکم رب جلیل سے مجھے میدان کر بلا میں لے گیا تھا۔ وہاں جا کر میں نے اپنی ذیبت کے مقام شہادت دیکھے۔ مقتل حسینؑ پر کافی دیر تک بیٹھ کر روتا رہا ہوں۔ یہ دیکھ کر ہاک کر بلا ہے جو میرے سر اور بالوں میں بھی موجود ہے اور میرے پاؤں بھی خاک کر بلا ہی سے آلودہ ہیں۔

یہ تیرے پیسے میں کچھ خاک کر بلا بھی لایا ہوں پہلے تیرے پاس جو خاک کر بلا ہے وہ ملا کر دے کے گئے تھے۔ اب میں خود مقتل حسینؑ سے اٹھا کے لایا ہوں اسے بھی اسی خاک میں ملا کر کو دے۔ جس دن یہ خاک خون ہو جائے مجھ لینا میرا حسینؑ شہید ہو گیا ہے۔

جس دن امام حسینؑ نے مدینہ چھوڑا اور عازم طراق ہوئے اس کے بعد میں روزانہ عین مرتبہ خاک کر بلا کو دیکھا کرتی تھی نماز صبح کے بعد۔ نماز ظہرین کے بعد اور نماز مغربین کے بعد۔ یوم عاشورہ کی صبح کو خاک کر بلا خاک ہی تھی لیکن جب ظہرین عاشورہ کے بعد میں نے شیشی کو دیکھا تو اس میں خاک کی جگہ خون جو شترن تھا۔ بے اختیار میرے منہ سے وا محمداء۔ اور داعیہا کے ہنسنے لگے۔ مگر میں نے فوراً اپنے پر صرف اس لیے قابو پایا کہ اگر اموی گورنر کو شہادت حسینؑ کا پتہ چل گیا۔ تو وہ عید منائیں گے۔ کم از کم میرے ذریعہ تو انہیں پتہ نہ چلے۔ میں نے وہ وقت لوٹ کر لیا۔ بعد میں جب شہادت فرزند رسولؐ کی اطلاع ملی۔ تو وہ وہی وقت تھا جب خاک خون میں بدلی تھی۔

۴۔ تعزیت ملائکہ؛

ارشاد میں جناب سلمان سے مروی ہے کہ ولادت امام حسینؑ کے بعد ارض و سما میں کوئی فرشتہ ایسا نہ رہا جس نے آنحضرتؐ کو ولادت امام حسینؑ پر مبارک باد دی کے علاوہ تعزیت نہ پیش کی ہو۔ فرشتہ نے قائمین امام حسینؑ پر لعنت کے ساتھ ساتھ آنحضرتؐ کو خاک کر بلا میں بھی پیش کی۔ البتہ ہر فرشتہ مختلف مقام سے خاک اٹھا کے لایا تھا۔ کسی نے ذوالجناح سے زمین پر آنے کی جگہ سے خاک پیش کی۔ کسی نے مقتل تک جانے کے لیے اسی جگہ کو رخ کیا تھا ان مقامات میں سے کسی مقام کی خاک پیش کی۔ کسی نے ہم گلابی کے بیڑیاں رگڑنے کی جگہ سے خاک پیش کی۔

جناب سلمان سے روایت کرنے والا عبدالرحمن مغنوی کہتا ہے کہ میں سلمان سے سنی ہوئی آنحضرتؐ کی بدو عایاد کرتا تھا اور قائمین حسینؑ کا انجام دیکھتا تھا تو مجھے حرف بحرف صداقت دعا پر یقین ہو جاتا تھا۔ آنحضرتؐ نے بدو عازمائی تھی۔

وَلِي الْعَصْرِ ثَرْثِثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْثِثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْثِثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْثِثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْثِثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْثِثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْثِثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْثِثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْثِثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْثِثٌ

اللهم اخذل من خذل له -
اللهم اقتل من قتله -
اللهم اذبح من ذبحه -
اللهم لا تمتعه بما طلب -

اے اللہ! میرے حسین کی رسوائی چاہنے والے کو رسوا کر دو -
اے اللہ! میرے حسین کے قاتل کو قتل فرما -
اے اللہ! جو میرے حسین کو ذبح کرے گا تو بھی اسے ذبح کرنا -
اے اللہ! میرے حسین کے قاتل کو اس کی خواہش سے نفع
اندوز نہ فرماتا -

عبداللہ کہتا ہے تم بخدا! یزید سے لے کر قتل حسینؑ میں شریک ہونے والے اور تین فرزند تک ہر ایک کا انجام میری
نگاہوں میں ہے -

یزید تو قتل شہید کے بعد انتہائی کم عمر رہا اور عین عالم شباب میں داخل بہنم ہوا رات کو تندرست سویا اور صبح کو مردہ
پایا گیا۔ اس کا چہرہ اس قدر سیاہ اور سرخ ہو گیا تھا کہ پہلی مرتبہ تو پہچانا بھی نہ گیا۔ دیگر جو افراد انتقام مختار سے بچ گئے تھے
وہ یا پاگل ہو گئے تھے۔ یا ہندام میں مبتلا ہو گئے تھے اور یا مبرص ہو گئے۔ اور میں نے دیکھا ہے کہ جنوں جذام اور برس ان کے
نسلوں میں وراثت بن گئی تھی۔ اور ان لوگوں کا ذریعہ تلف یہی ہوتا تھا کہ یہ شخص نثارِ قاتل حسینؑ کا بیٹا یا پوتا ہے -

۵۔ سرخ رنگ مٹی؛

امالی طوسی میں ام المؤمنین زینب کے غلام زید سے مروی ہے کہ مجھے ام المؤمنین نے بتایا ہے کہ ایک دن نبی کریمؐ میرے حجرہ
میں سو رہے تھے۔ اور مجھے زبایا تھا کہ کسی کو میرے پاس نہ آنے دینا -
اتنے میں شہزادہ حسینؑ آگیا۔ میں کافی دیر تک تو اسے بہلاتی رہی۔ پھر میں کسی کام میں مصروف ہوئی اور شہزادہ اندر چلا گیا
جو نبی مجھے احساس ہوا میں جلدی سے اندر آئی تاکہ حسینؑ کو باہر لاؤں۔ دیکھا تو حسینؑ سینہ زخمی پر سو رہا تھا آنحضرتؐ اسے جوم جوم
کر رہے تھے۔ مجھے فرمایا -

زینب میں نے تجھے یہ کب کہا تھا کہ میرے ان بچہ پاروں سے بھی کوئی آئے تو اسے روک دینا -
میں نے عرض کیا۔ قبلہ آپ تو رو رہے ہیں -

آپ نے فرمایا۔ ہاں زینب۔ ابھی جبرئیلؑ مجھے یہ خاک کر بلا دے کے گیا ہے -
میں نے دیکھا تو وہ سرخی مائل مٹی تھی -

میں نے عرض کیا۔ تبدیلہ کیسی خاک ہے -

آپ نے فرمایا۔ زینب یہ میرے اس حسینؑ کی مقتل کی خاک ہے جو مجھے ابھی جبرئیلؑ دے گیا ہے -
میں نے عرض کیا۔ تبدیلہ کیا حسینؑ شہید ہوگا -

آپ نے فرمایا۔ ہاں زینب شہید تو ہم سب ہوں گے۔ لیکن جس بے دردی سے میرا یہ حسینؑ شہید ہوگا وہ صرف

ذات احدیت نے فرمایا۔

محمدؐ! تجھے میرا یہ عطیہ مبارک ہو۔ میری تمام برکتیں رحمتیں اور نعمتیں اس کے لیے ہیں۔ اور میری تمام لعنت غضب اور عذاب اس کے قاتلوں کے لیے ہے۔ اسے میں نے اولین و آخرین میں سید الشہداء بنایا ہے۔ یہ جو انسان جنت کا سردار ہے اور اس کا باپ اس سے افضل اور بہتر ہے۔ میری طرف سے اپنے حسینؑ کو بشارت دے دے، میں نے اسے علم ہدایت اور مینار اولیاء بنایا ہے۔ یہ میرے دین کا محافظ اور میری مخلوق کا شاہد عادل ہے۔ میرے علم کا مخزن اور جمیع اہل سما و ارض بشمول جن و ملک تمام کے لیے میری طرف سے حجت ہے۔

۸۔ جناب زہرا کو خیر شہادت:

تفسیر فرات میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ ایک دن جناب زہراؑ نے امام حسینؑ کو اٹھایا ہوا تھا۔ نبی اکرمؐ نے جناب سیدہ سے حسینؑ لیے لیا۔ آپ کے گلے کا بوسہ لیا۔ اور فرمایا۔
اللہ تیرے قاتل پر لعنت کرے۔

اللہ تیرے لباس اتارنے والوں پر لعنت کرے۔

تیرے خلاف فوج کشی کرنے والوں کو اللہ عذاب الیم سے دوچار کرے۔ تیرے قاتلوں اور ظالموں کا مقدمہ میں خود دربار خاقی میں پیش کروں گا۔

جناب سیدہ نے عرض کیا۔ بابا جان یہ آپ کیا فرما رہے ہیں؟

آپ نے فرمایا۔ بیٹی مجھے وہ دقت یاد آگیا ہے جب نہ میں ہوں گا۔ نہ تو ہوگی۔ نہ علیؑ ہوگا اور نہ حسنؑ ہوگا۔ تنہا حسینؑ ہوگا۔ اس کے چند ساتھی ہوں گے۔ چند ازباد ہوں گے۔ اور گردن لاکھوں کی تعداد میں فوجیں ہوں گی۔ تیرے حسینؑ اور اس کے ساتھیوں کو میدان موت کی طرف لے جایا جائے گا۔ یہ اسی طرح مینار ہدایت ہوں گے جس طرح تاریک رات میں درخت سندھ ستارے میں اس دقت بھی چشم نبوت سے ان کی لشکر گاہ۔ ان کے خیام کی ترتیب اور ان کی ایڑیوں کی رگڑ سے اڑنے والی ٹی دیکھ رہا ہوں۔

بی بی نے عرض کیا۔ بابا جان یہ جگہ ہے کہاں جس کے متعلق آپ فرما رہے ہیں۔

انحضرت نے فرمایا۔ بیٹی اس مقام کو کہلاکتے ہیں۔ واقعا ہے ہی مقام کرب اور۔ بلا۔ میری امت کے بد معاش ان کے خلاف خود چ کریں گے۔

اگر ان لوگوں میں سے کسی ایک کے لیے بھی جلد ایلان ارض و سمائل کے شفاعت کریں گے تو اللہ قبول نہیں فرمائے گا۔ وہ لوگ ہمیشہ جہنم کا زندہ ہوں گے۔

بی بی نے عرض کیا۔ بابا! کیا میرا یہ حسینؑ وہاں شہید ہوگا۔

انحضور نے فرمایا۔

ہاں بیٹی تیرا یہ حسین وہی شہید ہوگا۔ اور اس طرح شہید ہوگا کہ حسینؑ سے پہلے حسینؑ کی طرح کوئی شہید نہ ہوا ہوگا اور نہ کوئی بعد از حسینؑ اس طرح شہید ہوگا۔ شہادت حسینؑ پر ارض و سما روئیں گے۔ جن دسک گریہ کریں گے وحوش و ظہور قائم کریں گے۔ پہاڑ اور سمندر غم زدہ ہوں گے۔

پھر اللہ ہمارے مجوں کا ایک گردہ پیدا کر لے گا کہ ارض پر سے معرفت خدا اور ہمارے حقوق کا تحفظ تنہا وہی جماعت کرسکی۔ کہہ ارض پر اس مخصوص گردہ کے سوا ہمارا نام تک لینے والا کوئی نہ ہوگا۔ وہ لوگ تاریخی فضائل میں چراغ ہدایت ہوں گے۔ ان لوگوں کو حق شفاعت ہوگا۔ کل وہی میرے عوض سے میرے ہاتھوں پانی پی سکیں گے۔ جب میرے پاس آئیں گے تو میں ان کی بیشافی کے نور اور سینہ پر داغ ماتم کی علامت سے پہچان لوں گا۔

بیٹی اس جماعت کا کتنا مقام ہوگا کہ ہر فرقہ اپنے نام کی تلاش میں ہوگا۔ اور میں محمدؐ ملائکہ کے ساتھ ان کی تلاش میں ہوں گا انہی کی بدولت زمین قائم ہوگی۔ انہی کی بدولت آسمان سے بارشیں برسے گی۔ یہ سن کر جناب سیدہ نے ان اللہ پڑھا اور ہائے بیٹا کر کے رونے لگی۔

انحضور نے فرمایا۔ بیٹی تیرا حق ہے تو رو۔ لیکن یہ تو مجھے معلوم ہے کہ اہل جنت میں سے افضل شہداء ہی ہوں گے۔ یہی وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے دنیا میں اپنی جان اور مال راہ خدا میں قربان کی۔ کچھ کو قتل کیا پھر خود راہ خدا میں شہید ہوئے۔

بیٹی آخر اس دار دنیا سے دار آخرت کی طرف منتقل ہونے کی خاطر کوئی صورت تو ضروری ہے۔ یا بستر کی موت۔ یا میدان جنگ کی موت۔

اے دختر نبیؑ!

وہ کتنی عظیم دقت ہوگا جب میدان محشر میں تو حکم کرے گی۔ اور تیرے ہر حکم کی اطاعت کی جائے گی

وہ کتنی عظمت کا مقام ہوگا جب تیرا یہ بیٹا عالمین عرش کے پہلو بہ پہلو کھڑا ہوگا۔

تیرے لیے کتنی عزت کی گڑھی ہوگی جب آدم سے عیسیٰ تک اور میری امت کا ہر فرد تیرے باپ کے پاس شفاعت کی درخواست کریں گے مگر میں اپنے حسینؑ کے قاتلوں پر شفاعت سے انکار کروں گا۔

وہ کتنے فخر کا مقام ہوگا جب تیرا شوہر اپنے مویلوں کو حوض کوثر سے پانی پلائے گا اور دوسروں کو پرے دھکیلیں رہا ہوگا۔

وہ کتنے مبارک لمحات ہوں گے جب تیرے شوہر کے حکم سے بہن نیزی ذریت کے دشمنوں کو اپنے شعلوں کی لپٹ میں لے رہی ہوگی۔

وہ کتنے سعید لمحات ہوں گے جب اللہ تجھ سے فرمائے گا میری زہراؑ کینا اپنے مجوں اور مویلوں کو لے کر جنت میں

میں بلی جا۔

زہراؑ تو دیکھے گی کہ تیرے شوہر نے اپنا مقدمہ دائر کر رکھا ہو گا۔ اللہ تیرے تیرے شوہر اور تیری ذریت کے قاتلوں کو دین
محشر میں ایک صف میں کھڑا کرے گا۔ اور مجرم وغیر مجرم ان پر لعنت کر رہے ہوں گے۔

بٹی کتنا عظیم ہے تیرا حسینؑ جس کی شہادت پر سور و عثمان اور ملائکہ گریہ کریں گے۔

بٹی کتنی خوش نصیب ہے تو کہ قیامت میں تیرے اور تیری ذریت کے زائر اللہ کی ضمان اور امان میں ہوں گے
بٹی کتنی خوش بخت ہے تو کہ تیری ذریت کے زائرین کو وہی اجر ملے گا جو بیت اللہ کے زائرین کو مل رہا

ہو گا۔

بٹی کتنی سعادت مند ہے تو کہ تیرا اور تیری ذریت کا مولیٰ اپنے بستر پر بھی شہادت کی موت کا درجہ حاصل

کرے گا۔

پھر آپ نے جناب سیدہ کی پیشانی اور سر پہ ہاتھ پھیر کر فرمایا۔ بیٹی میں تیرا شوہر۔ تو اور تیری مضموم ذریت سب ہی
شہید ہوں گے اور جنت میں ایک دوسرے کے پڑوسی ہوں گے۔

بی بی نے آنسو صاف کر کے عرض کیا۔ الحمد للہ علی کل حال۔

۹۔ میری ذریت اور میری امت؛

جلاس میں شیخ صدوق نے ابن عباس سے منقول روایت لکھی ہے کہ ایک دن سرور انبیاء جناب ام المومنین ام سلمہ کے
گھر میں تشریف فرما تھے کہ شہزادہ حسن آیا آپ شہزادہ کو دیکھ کر رو دیے۔ اپنی طرف بلایا۔ دائیں زانو پر بٹھایا۔ پھر شہزادہ حسینؑ
آیا۔ آپ نے اسے بھی بلایا اور بائیں زانو پر بٹھایا۔ پھر جناب سیدہ تشریف لائیں آپ نے انہیں بھی قریب بلایا اور اپنے
سامنے بٹھایا۔ آخر میں حضرت علیؑ تشریف لائے انہیں بھی قریب بلا کر جناب زہراؑ کے پہلو میں بٹھایا۔ جناب ام المومنین ام سلمہ فرماتی
ہیں کہ ان تمام وقت میں میں دیکھتی رہی آپ کی آنکھوں سے آنسو ٹپ بہتے رہے۔

جناب ام سلمہ کہتی ہیں کہ میں نے آگے بڑھ کے عرض کیا۔ قبلہ میں دیکھ رہی ہوں کہ آج آپ غیر معمولی انداز میں جو بھی
آتا ہے اسے قریب بلا کر روتے جا رہے ہیں اس کی کوئی خاص وجہ ہے۔ اسی اثنا میں چند ازواج اور ابو جعفرؑ بھی آگئے۔ ابن عباس
کا بیان ہے کہ میں بھی اسی وقت پہنچا۔

انھو نے فرمایا۔ مجھے خالق اکبر کی قسم ہے کہ ارض پر اگر کوئی میرا محبوب ہے تو یہی چاہ رہی ہیں۔

علیؑ! میرا بھائی بھی ہے۔ میرا جانشین بھی ہے۔ میرا پروردہ بھی ہے۔ میرے بعد صاحب الامر بھی ہے۔ دنیا اور
آخرت میں میرا علمبردار بھی ہے۔ میرے عوض کا نام بھی ہے۔ میری شفاعت کا مالک بھی ہے۔ ہر مسلمان کا مولیٰ اور ہر مومن کا
امام بھی ہے۔ ہر متقی کا قائد بھی۔ میرا وصی خلیفہ بھی ہے۔ اس کا محب میرا محب اور اس کا دشمن میرا دشمن ہو گا۔ اسی کی ولایت کی

وجہ سے میری امت مرحومہ اور اس کی عدوت کی بدولت میری امت ملعونہ کہلائے گی۔

جب یہ آیا تو میں اسے دیکھ کر رو دیا۔ مجھے وہ وقت یاد آ گیا جب میرے بعد میری امت اس سے دھوکا کرے گی۔ میری منداں سے چھین لی جائے گی۔ حالانکہ اللہ نے میرے بعد اسی کو میرا مسند نشین بنایا ہے۔ پھر اسی مظلومی میں اس وقت کا گڑبے گا حتیٰ کہ اس کے سر پر ضرب لگائی جائے گی۔ جس سے اس کی سفید ریش رنگیں ہو جائے گی۔ مہینوں کے اعتبار سے وہ مہینہ دنوں کے لحاظ سے وہ دن اور مقامات کی نسبت سے وہ مقام افضل ہوگا۔ مسجد کا محراب ہوگا۔ انیس تاریخ ہوگی۔ اور ماہ رمضان ہوگا۔

یہ میری نہرا ہے۔ جو نسا نے اولین و آخرین کی سردار ہے۔ میرا حصہ ہے۔ میری آنکھوں کا نور ہے۔ میرے دل کا چین ہے۔ میری پسلیوں میں دھڑکنے والے دل کی دھڑکن ہے۔ انسانی عہد ہے۔ جب محراب عبادت میں کھڑی ہوتی ہے تو ملائکہ میں اس کا نور اس طرح درخشاں ہوتا ہے جس طرح زمین پر ستارے چمکتے ہیں۔

اس وقت اللہ جل جلالہ ملائکہ سے فرماتا ہے۔ ذرا جھک کر زمین پر دیکھو۔ میری کینز کس طرح میری بارگاہ میں حاضر ہے اس کے جسم کا ایک ایک عضو میرے خوف سے لرز رہا ہے۔ خلوص دل سے میری بارگاہ میں حاضر ہے۔ میں تمہیں گواہ بنا کے کتابوں میں نے تمام شیخان نہرا کو آتش جہنم سے نجات دے دی ہے۔

لیکن جب مجھے وہ وقت یاد آ جاتا ہے جب میرے بعد اس سے راسلوک ہوگا۔ میں اب بھی اپنی نگاہ نبوت سے دیکھ رہا ہوں۔ اس کی چار دیواری کا جیاعے بغیر میری امت کے کچھ لوگ اس کے گھر میں داخل ہو رہے ہیں۔ اس کا حتیٰ غضب کر رہے ہیں اسے میری میراث سے محروم کر رہے ہیں۔ اس کے پہلو پر تلوار کی نوک رکھ رہے ہیں۔ اس کے صرف عصمت میں بچہ دم توڑ رہا ہے۔ اور یہ زیاد کر رہی ہے۔ وا محمد! لیکن کوئی فریاد رسی نہیں کر رہا۔

میرے بعد یہ ہر وقت منعم رہے گی۔ مصیبت زدہ رہے گی۔ روتی رہے گی۔ اسے رونے سے روک دیا جائے گا۔ اس کا بیت الخزان گرا دیا جائے گا۔ اسے وہ وقت یاد آ جائے گا جب اس کے گھر نزول دہی ہوتا تھا۔ کسی وقت اسے میری بدائی یاد آئے گی اور کسی وقت میری امت کے مظالم اسے رلائیں گے۔ رات کی تاریکی میں میری آواز تلاش کرے گی لیکن اسے اپنی آہوں کے سوا کچھ سنائی نہ دے گا۔ اپنے حالات کو دیکھے گی کہ میری زندگی میں اس کا کیا مقام تھا اور میرے بعد کیا ہو گیا۔

ایسے حالات میں اللہ ملائکہ کو بھیجے گا جو اس کے مونس ہوں گے اور ملائکہ اللہ کی طرف سے اسے پیغام دیں گے۔ اے فاطمہ بنت محمد! اللہ نے تجھے مصطفیٰ کیا ہے۔ اللہ نے تجھے ظاہر کیا ہے۔ اللہ نے تجھے مصطفیٰ کر کے نسلے عالمین کی سیدہ بنایا ہے۔

اسے فاطمہ اللہ کے سناٹے جھک۔ بارگاہ خالق میں سجدہ ریز ہو۔

اس کے پہلو پر نوک تلوار اور بے ہوشے دروازے کی ضرب کا درد روز بروز بڑھتا جائے گا حتیٰ کہ یہ صاحب قریش

ہو جائے گی۔

ذاتِ احدیت کی طرف سے یرم بنت عمران اس کی تیمارداری کو آئے گی۔ اس وقت یہ دست دعا بلند کر کے عرض کرے گی۔

یا رب انی قد سمعت الحیاة وبتربت یاہمل سے اللہ باین زندگی سے تھک گئی ہوں ماہ دنیا سے الٹا گئی
الدنیا فالحقیقی بابی۔ ہوں۔ مجھے میرے بابا کے پاس پہنچا دے۔

اللہ اس کی دعا قبول فرمائے گا اور میرے پاس پہنچا دے گا۔ میرے الہیت میں سے سب سے پہلے مجھ سے ملنے والی میری بی بی بچی ہوگی۔ میرے پاس آئے گی اس کا پہلو زنجی ہوگا۔ دل چھلنی ہوگا۔ چکر کباب ہوگا۔ آنسو بہتے ہوں گے۔ مغصوبہ ہوگی۔ مغصوبہ ہوگی۔ شہیدہ ہوگی۔ اسے دیکھ کر میں بارگاہِ خاتمی میں عرض کروں گا۔ باراہبا! میری بی بی کے ظالموں پر لعنت بیجے۔ اس کے غاصبوں کو مذنب فرما۔ اس کی سوائی چلبے دالوں کو رسوا کر۔ اس کے پہلو زنجی کرنے والوں کو دائمی جہنم دے۔ تمام ملائکہ میری اس دعا پر آمین کہیں گے۔

یہ میرا دل حسن ہے۔ میرا بیٹا ہے۔ میری اولاد ہے۔ مجھ سے ہے۔ میری آنکھوں کا نذر اور میرے دل کا سردار ہے۔ جو انانِ جنت کا سردار ہے۔ میری امت پر رحمت خدا ہے۔ اس کا حکم میرا حکم اور اس کا قول میرا قول ہے۔ اس کا مطیع میرا مطیع ہے۔ اور اس کا نافرمان میرا نافرمان ہے۔ میں جب اسے دیکھتا ہوں تو مجھے وہ وقت یاد آجاتا ہے جو میرے بعد اس پر بیٹے گا۔ یہ اس طرح رہے گا حتیٰ کہ اس کا خاموش بیٹھنا بھی میری امت کو گولانہ ہوگا۔ اسے نہر ہفتا سے شہید کیا جائے گا۔ اس کی شہادت پر آسمان کے ملائکہ جنت کی حویلیں سمند کی چھلیاں اور ہوا میں پرندے گریہ کریں گے۔ اس کے غم میں آنسو بہانے والے کی آنکھ قیامت میں بنا رہے گی۔ اس کی مصیبت پر غم زدہ ہونے والا دل میدانِ محشر میں غم زدہ نہ ہوگا اس کے زوار کے قدم پل صراط پر نہ ڈل سکیں گے۔

یہ میرا حسین ہے۔ یہ مجھ سے ہے میں اس سے ہوں۔ میرا بیٹا ہے۔ بھائی کے بعد افضل الخلائق ہے۔ امت مسلمہ کا امام اور مومنین کا مولیٰ ہے۔ میرا خلیفہ اور رب العالمین کی جنت ہے۔ فریاد کنندگان یا فریادوں سے پناہ خواہوں کا پناہ دہندہ ہے جو انانِ جنت کا سردار ہے۔ امت کا بابِ نجات ہے۔ اس کا حکم میرا حکم اور اس کی اطاعت میری اطاعت اور اس کی نافرمانی میری نافرمانی ہے۔

جب میں اسے دیکھتا ہوں تو مجھے وہ وقت یاد آجاتا ہے جب اسے دینہ بدر کیا جائے گا میں چشمِ نبوت سے دیکھ رہا ہوں۔ میرے حرم میں آیا ہے۔ میرے مزار کو گھس لگایا ہوا ہے۔ میں مزار سے اٹھ کر اسے گلے لگا رہا ہوں۔ اور اسے کہہ رہا ہوں بیٹے میرے شہر سے ہجرت کر جا۔ میرا دل تیرے لیے اب میرے شہر میں امن نہیں رہا بیٹے تو کر بلا جلا جا۔ میں دیکھ رہا ہوں میدانِ کربلا میں یہ تنہا ہے۔ پیاسا ہے۔ پانی مانگ رہا ہے لیکن میرے کمرہ کو اسے پانی نہیں دے رہے۔ میں دیکھ رہا ہوں۔ اس کے پاس سے خشک میری لوسہ گاہ گلوٹے نازنین پر شعبہ تیر لگے۔ گھوڑے پر سنبھل نہیں پارہا۔ کبھی دائیں اور کبھی بائیں جھک رہا ہے۔

رکابوں سے پاؤں نکال لیے ہیں زمین پر آکر ہے۔ تیروں پر سبوح خالق پڑھ رہا ہے۔ قاتل آ رہا ہے۔ اور اس کے پس گردن سے ذبح کر رہا ہے۔

پھر آپ اتار دئے کہ تمام حجرہ میں کرام مچ گیا۔ بیٹھے ہوئے تمام افراد بے ساختہ رونے لگے۔ اس کے بعد آپ اٹھے اور عرض کیا۔

اللهم انى اشكو اليك ما يلقى اهل بيتى بعدى۔ اے اللہ جو کچھ میرے اہلبیت سے میرے بعد پیش آئے گا۔ اس کا شکوہ میں تیری ہی بارگاہ میں کرتا ہوں۔ پھر آپ مسجد میں چلے آئے۔

۱۰۔ تلواروں تیروں اور نیزوں کے مقامات؛

کافل الزیارت میں امام باقر سے مروی ہے کہ نبی اکرمؐ کا معمول تھا کہ جناب زہراؑ کے گھر تشریف لائے۔ امام حسینؑ کو اٹھاتے پھر حضرت علیؑ سے فرماتے۔

یا علیؑ! تو حسینؑ کو اٹھاتا کہ میں اسے چوم لوں۔

حضرت علیؑ امام حسینؑ کو اٹھاتے۔ اور آنحضرتؐ پاؤں سے لے کر سر تک۔ اس سے بھی لیتے اور روتے بھی۔

امام حسینؑ عرض کرتے۔ تباہ آپ روتے کیوں ہیں؟

آنحضرتؐ جواب میں فرماتے تھے۔ بیٹے میں تیرے جسم کے ان مقامات کو چومتا ہوں۔ جہاں تلواریں پڑیں گی۔ اور نیزے لگیں گے۔ تیرے سر میں گے۔ پتھر آئیں گے اور گھوڑوں کے سم پڑیں گے۔

امام حسینؑ عرض کرتے۔ نانا جان! کیا میں شہید ہوں گا

آنحضرتؐ فرماتے۔ ہاں بیٹا۔ تو شہید ہوگا۔ میں شہید ہوں گا۔ تیری ماں شہید ہوگی۔ تیرا باپ شہید ہوگا۔ اور تیرا بھائی شہید ہوگا۔

امام حسینؑ عرض کرتے۔ نانا جان! ہمارے مزار کیا اکٹھے ہوں گے؟

آپ فرماتے نہیں بیٹا۔ کوئی کہیں ہوگا اور کوئی کہیں ہوگا۔

امام حسینؑ عرض کرتے۔

نانا جان! ہمارے مزاروں کی زیارت کو بھی کوئی آئے گا۔

آپ فرماتے بیٹا۔ میرے مزار کی زیارت کو تو بہت آئیں گے۔ البتہ تمہاری زیارت کو میری امت کے صرف صدیق ہی آئیں گے۔

۱۱۔ ہند مادر معاویہ کا خواب؛

بحاریں ابن عباس سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے بعد ایک دن ہند ام المومنین عائشہ کے گھر آئی اور ام المومنین سے کہا۔ میں نے ایک خواب دیکھا ہے۔ انھوں نے اس کی تعبیر پوچھنا چاہتی ہوں۔

ام المومنین نے کہا۔ پوچھ لے۔

ہند نے آگے بڑھ کر عرض کیا۔ قبلہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے اس کی تعبیر پوچھنا چاہتی ہوں۔

آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اور فرمایا۔

پوچھ کیا پوچھتی ہے۔

ہند نے کہا۔ قبلہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آسمان پر سورج چمک رہا ہے۔ اس سورج سے دو چاند نکلے ہیں۔ پھر

ایک گہرا سیاہ بادل نمودار ہوا جس سے سورج کی روشنی مانند ٹپک گئی۔ اور ہر طرف تاریکی چھا گئی۔ پھر اس بادل نے ایک چاند کو بالکل ختم کر دیا۔

پھر اس بادل سے ایک سفید وسیاہ اتمائی ڈھلوانا اتر دیا نکلا اس نے دوسرے کو نگل لیا۔ پھر چھوٹے چھوٹے سانپ

ہر طرف زمین پر ریگلتے لگنے۔ اور تمام زمین سانپوں سے ڈھک گئی۔

آپ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔ اور فرمایا۔ ہند چلی جا یہاں ہے۔ تو نے میرے غم تازہ کر دیے ہیں۔ تو نے میرے

زندوں کی خبر موت مجھے سنلائی ہے۔ اٹھ جا۔

جب ہند چلی گئی تو ام المومنین عائشہ نے عرض کیا۔ قبلہ کیا بات ہوئی۔ آپ نے کبھی آنا غصہ نہیں کیا۔ اور غصہ میں روئے

بھی نہیں آپ نے ہند پر غصہ بھی کیا ہے اور اب بے ستما شاد رہے ہیں؟

آپ نے فرمایا۔ عائشہ! ہند نے جو خواب دیکھا ہے اس کا تعلق میرے اہل بیت سے ہے۔ اور بعید نہیں کہ وہ اپنے

اس کی تعبیر کسی کا ان سے پوچھ کر آئی ہو اور مجھ سے صرف مجھے دکھ پہنچانے کی خاطر پوچھ رہی ہو۔

ام المومنین عائشہ نے عرض کیا۔ قبلہ اب ہند تو چلی گئی ہے۔ ہمیں اس خواب کی تعبیر سنا دیں۔

آپ نے فرمایا۔ ہاں تجھے بھی فرود سنا چاہیے۔ ہند نے جو سورج دیکھا ہے۔ یہ علیؑ ہے۔ سورج سے نکلنے والے

دونوں چاند میرے حسین ہیں۔ سیاہ بادل ہند کا بیٹا معاویہ ہے۔ جو علیؑ و حسنؑ کا تاقاں ہو گا۔ بادل سے نکلنے والا سفید وسیاہ

اتر دیا معاویہ کا بیٹا زید ہے۔ جو میرے حسینؑ کا تاقاں ہو گا۔ اور زمین پر ریگلتے والے چھوٹے چھوٹے سانپ بنی امیہ کے افراد

میں جو اسلامی مملکت پر چھا جائیں گے۔

۱۲۔ مقام زاترا

منتخب میں مروی ہے کہ ایک دن سرورِ انبیاؑ جناب امیر کے گھر تشریف فرما تھے آپ کے گرد جناب سیدہ حضرت علیؑ اور جناب حسین بھی تشریف فرما تھے۔

انحضرت نے فرمایا: اے میرے اہل بیت وہ کیسا وقت ہو گا جب تم ایک ایک کر کے شہید کر دیے جاؤ گے اور تمہارے مزارات ایک دوسرے سے دور دور ہوں گے۔

امام حسینؑ نے عرض کیا: بلکہ کیا ہم شہید ہوں گے؟

انحضرت نے فرمایا: بیٹے شہید تو میں بھی ہوں گا۔ تیری ماں بھی ہوگی۔ تیرا باپا اور بھائی بھی شہید ہوں گے۔ لیکن سب سے زیادہ مظلوم تو شہید ہوگا۔

تمہاری ذریت کو کہہ ارض کے مشرق و مغرب میں بکھیر دیا جائے گا۔

امام حسینؑ نے عرض کیا: نانا جان! ہمیں کون شہید کرے گا۔ کیا ہمارے قاتل یہودی ہوں گے؟ پھر نصرانی یا مشرک؟

انحضرت نے فرمایا: بیٹے تمہارے قاتل ظاہراً تو میری امت کے افراد ہوں گے لیکن باطناً یہودی بھی ہوں گے یا نصرانی بھی ہوں گے اور مشرک بھی ہوں گے۔

امام حسینؑ نے عرض کیا: نانا جان! ہماری شہادت کے بعد کوئی ہماری مزاروں کی زیارت کو بھی آئے گا۔

انحضرت نے فرمایا: ہاں بیٹے میری امت کا ایک گروہ تمہاری زیارت کو بھی آئے گا۔ تمہارے مصائب پر رونے کا بھی۔ نوحہ خوانی اور سینہ زنی بھی کریں گے۔ ماں سب کچھ سے مراد میری تربیت ہوگی۔ بیٹے قیامت کے دن جب ہر مقتدری اپنے امام کو تلاش کرتا پھر رہا ہوگا۔ میں خود تمہارے موالیوں۔ ماتیموں۔ مصائبِ محنوں اور نظر داروں کو تلاش کر کے انہیں اہوان قیامت سے نجات دلا کر فاضل جنت کروں گا۔

۱۳۔ عمر سعد قاتل ہوگا:

منتخب میں ابن مسعود سے مروی ہے کہ ایک دن ہم مسجد نبوی میں انحضرت کے پاس بیٹھے تھے کہ قریش میں سے چند افراد داخل مسجد ہوئے۔ ان میں عمر سعد بھی تھا۔ آپ نے جو نبی عمر سعد کو دیکھا تو آپ نے منہ پھیر لیا اور بے ساختہ رونے لگے ہم نے عرض کیا: قبلہ خیریت تو ہے۔ ابھی تو آپ خوش و خرم بیٹھے تھے اور اب ان لوگوں کے آنے سے آپ آبدیدہ ہو گئے؟

انحضرت نے فرمایا: اللہ نے مجھے اور میرے اہل بیت کو اپنی تمام مخلوق سے مصطفیٰ فرمایا ہے۔ ان تفریثیوں کو دیکھ کر مجھے

وہ ذلت آگیا۔ جب میرے اہل بیت سے میرے بعد رسول کوک ہوگا۔ انہیں شہید کیا جائے گا۔ در بدر کیا جائے گا۔ سب و ستم کیا جائے گا اور میرے اہل بیت سے اسلام میں پہلا سر میرے اس حسین کا ہوگا جو لوگ نیزہ پر بلند کیا جائے گا۔ امام حسین نے عرض کیا۔ نانا جان! بھلا آپ کی امت میں سے بھی مجھے کوئی قتل کرے گا؟
 آپ نے فرمایا۔ ہاں بیٹھے۔ میری امت کے لنگے متحد ہو کر تجھے قتل کریں گے اور یہ عمر سعدان کا قاتل ہوگا۔
 اس کے بعد اصحاب رسول جب بھی مسعود دیکھتے تھے تو تہمتے وہ دیکھو قاتل شبیر آ رہا ہے۔

۱۴۔ ایک زیارت نوے حج؛

کمال الزیارت میں امام صادق سے مروی ہے کہ ایک دن نبی کو نبی ام المومنین عائشہ کے حجرہ میں تشریف فرما تھے کہ امام حسین آگئے۔ اور انھوں نے سیز پر لیٹ گئے۔ انھوں نے امام حسین سے ٹوٹ کر پیار کرنے لگے۔
 ام المومنین نے کہا۔ یا رسول اللہ! میں دیکھتی ہوں۔ آپ اس بچے سے حد سے زیادہ پیار کرتے ہیں
 آپ نے فرمایا۔ ہاں عائشہ! یہ حسین مجھ سے ہننے میں حسین سے ہوں یہ میرے دل کا سرور ہے۔ میری آنکھوں کا نور ہے۔ میرے دین کا محافظ ہے۔ میرے بعد میری امت اسے شہید کرے گی۔ جو اس کے مزار کی زیارت کرے گا اسے ایک حج کا ثواب ملے گا۔

ام المومنین نے کہا۔ قبر حسین کی زیارت کا ثواب ایک حج کے برابر؟

انھوں نے فرمایا۔ دو حجوں کے برابر ہوگا

ام المومنین نے حیرت سے کہا۔ دو حجوں کا ثواب؟

آپ نے فرمایا۔ چار حجوں کا ثواب ملے گا۔

ام المومنین کی حیرت میں اضافہ ہو گیا اور کہا۔ چار حجوں کا ثواب؟

آپ نے فرمایا۔ آٹھ حجوں کا ثواب ملے گا۔

ام المومنین نے پھر حیران ہو کر عرض کیا۔ قبر حسین کی زیارت کا ثواب آٹھ حجوں کے برابر؟

آپ نے فرمایا۔ سولہ حجوں کا ثواب ملے گا۔

ام المومنین کی حیرت میں اضافہ ہوا اور کہا حد ہے قبر حسین کی زیارت کا ثواب سولہ حجوں کے برابر؟

آپ نے فرمایا۔ پینتالیس حجوں کا ثواب ملے گا

ام المومنین کی حیرانی اور بڑھ گئی اور کہا۔ یا رسول اللہ! کمال ہے قبر حسین کی زیارت کا ثواب پینتالیس حجوں کے برابر؟

آپ نے فرمایا۔ عائشہ میرے حسین کے مزار کی زیارت کا ثواب نوے حج کے برابر ہوگا۔

۱۵- قاتلان ذریت رسول؛

کامل میں جابر نے محمد ابن حنیفہ سے محمد نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ ایک دن نبی اکرمؐ ہمارے گھر تشریف فرما تھے۔

آپ نے فرمایا۔

جو شخص یہ چاہتا ہے کہ میری طرح زندگی اور میری طرح موت حاصل کرے اور میرے ساتھ جنت عدن میں رہنا چاہے تو علیؑ کا موالی بنے۔ اللہ نے جن فضائل سے علیؑ کو نوازا ہے ان کا خلوص دل سے اعتراف کر لے۔ علیؑ کے بعد میرے اولیاء کی معرفت حاصل کر لے۔ میرے دشمنوں سے تبرا کرے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں میرا فہم۔ میرا علم۔ اور میرا اوراک ہی عنایت فرمایا ہے۔

یہ میری عزت نہیں۔ میرا خون ہے۔

اے اللہ! میں ان کے دشمن کا شکوہ تیری بارگاہ میں کرتا ہوں۔ ان کے فضائل کا انکار کرنے والوں کا شکوہ تجھ سے کرتا ہوں۔ میری قطع رحمی کرنے والوں کی شکایت تجھ سے کرتا ہوں۔

بخدا! میرے اہل بیت شہید ہوں گے۔ اور قیامت کے دن ان کے قاتل میری شفاعت سے محروم ہوں گے۔

حضرت علیؑ

اور

شہادت امام حسینؑ کی پیش گوئی

۱- یزید اصحی؛

کامل الزیارت۔ ارشاد اور احتجاج طبرسی میں اصح ابن نباتہ سے مروی ہے کہ ایک دن نبر کو قرہ پر حضرت علیؑ نے دورانِ خطبہ فرمایا۔ میرے دینا چھوڑ جانے سے قبل جو چاہو مجھ سے پوچھ لو۔ میں تمہیں تاقیامت جہنم لیتے دے اسلای ملک اور غیر اسلامی سیاسی اور مذہبی جماعتوں۔ ان کے لیڈروں۔ اور مہر فرقت و جماعت کے افراد کی تعداد تک بتا سکتا ہوں۔ یزید اصحی کھڑا ہوا اور کہا۔ یا علیؑ میری داڑھی میں کتنے بال ہیں؟

حضرت علیؑ نے فرمایا۔

مجھے میرے آقائے صادق اطلاع دے چکے تھے کہ تو آج کے دن اس مسجد میں مجھ سے یہ سوال کرے گا۔ انہوں نے

مجھے تیرا جواب بھی بتا دیا تھا۔

تیرے سر کے ایک ایک بال پر ایک ایک ملک ہے جو تجھ پر لعنت کرتا ہے اور تیری داڑھی کے ایک ایک بال پر ایک ایک شیطان ہے جو تجھے کفر کی ترغیب دیتا ہے۔ تو نے نہ کبھی اسلام قبول کیا ہے اور نہ آئندہ کرے گا۔ جو سوال تو نے کیا ہے اس کا جواب آسان ہے لیکن اہل مسجد اور تیرے لیے اس کی تصدیق مشکل ہے۔ البتہ تجھے ایسی بات بتاتا ہوں جس کی تصدیق ذرا دیر بعد ہوگی۔ لیکن تجھے یقین ہو جائے گا کہ میں نے غلط نہیں کیا۔

تیرے پہلو میں بیٹھا ہوا یہ کم سن بچہ میرے اس حسینؑ کا قاتل ہوگا۔

یہی بچہ وہ غولی ہے جس نے امام حسینؑ کے سینہ میں نیزہ مارا تھا۔ جو آپ کی پشت کی طرف سے نکل گیا تھا جس کے بعد

آپ زین میں سنبھل نہ سکے تھے۔

۲۔ سعد ابن ابی وقاصؑ !

شیخ صدوق نے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ سعد ابن وقاصؑ نے حضرت علیؑ سے عرض کیا۔ میرے سر اور داڑھی میں کتنے بال ہیں۔

آپ نے جواب دیا۔ اے ابن وقاصؑ تو نے ایسا سوال پوچھا ہے۔ جس کی تصدیق تیرے لیے بھی اور حاضرین کے لیے بھی مشکل ہوگی البتہ تجھے ایک ایسی اطلاع دیئے دیتا ہوں۔ جس کی تصدیق تو بھی کرے گا اور ان حاضرین کی اکثریت بھی میرے علم کی تصدیق کرے گی۔ اور وہ اطلاع یہ ہے کہ تیرا یہ بیٹا جو اس وقت تیری گود میں کھیل رہا ہے۔ میرے اس حسینؑ کا قاتل ہوگا۔

دیئے تجھے یہ بتا دوں کہ تیرے سر اور داڑھی کے ہر بال میں ایک شیطان رہتا ہے جو تجھے ہر وقت حال میں گمراہی پر آمادہ کئے رکھتا ہے۔

۳۔ عمر ابن سعدؑ !

منتخب میں مروی ہے کہ ایک دن عمر سعدؑ حضرت علیؑ کے پاس آیا۔

آپ نے فرمایا۔ اے ابن سعدؑ وہ کبسا وقت ہوگا جب تجھے جنت اور جہنم میں سے کسی ایک کے انتخاب کا حق ملے گا اور تو جہنم کو ترجیح دے گا

عمر سعدؑ نے عرض کیا۔ قبلہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ پھر میری بات بھی اور اپنی بات بھی یاد رکھنا۔

۴۔ امام حسینؑ کا کوئیوں کو پانی پلانا؛

بکار میں عبد اللہ ابن تیس سے مروی ہے کہ میں جنگ صفین میں شامی فوج کے خلاف حضرت علیؑ کی فوج میں تھا۔ معاویہ کے حکم سے شامی فوج فرات پر قبضہ کر کے پانی بند کر دیا۔ حضرت علیؑ نے کافی کوشش کی لیکن معاویہ نہ مانا۔ ابویوب سلمیٰ کی کمان میں معاویائی فوج تھی۔ حضرت علیؑ نے کئی سالار بھیجے لیکن سب ناکام واپس آئے۔

امام حسینؑ نے از خود جانے کی پیش کش کی۔

حضرت علیؑ نے اجازت دے دی۔

امام حسینؑ ایک دستہ فوج لے کر گئے۔ ابویوب کو شکست دی اور پانی لے کر واپس آئے۔

جب حضرت علیؑ کو اطلاع ملی تو آپ رو دیئے۔ آپ سے درجہ پوچھی گئی۔ تو آپ نے فرمایا۔

کتنا عجیب اتفاق ہے کہ آج حسینؑ نے زندگی کی پہلی جنگ لڑی ہے۔ وہ بھی پانی لینے کی خاطر۔ اور پانی بھی اہل کوفہ پلایا ہے۔

اسے اہل کوفہ آج حسینؑ کا پانی پلانا یاد رکھنا۔

۵۔ حضرت علیؑ میدان کر بلا میں؛

مجالس میں شیخ صدوق نے ہرثمہ ابن ابوسلم سے روایت کی ہے کہ جنگ صفین سے واپسی کے بعد جب ہم کر بلا سے گزرے تو آپ نے وہیں قیام کیا۔ نماز صبح کا وقت تھا۔ آپ نے نماز صبح سرزمین کر بلا ہی میں پڑھی۔ پھر خاک کر بلا کو اٹھا کر سوگھا۔ اور فرمایا۔ اسے سرزمین کر بلا! تو کتنی خوش نصیب ہے کہ تیرے دامن میں ایسے لوگ دفن ہوں گے جو بلا حساب جنت میں جائیں گے۔

میں جب گھر آیا۔ تو اپنی بیوی جو حضرت علیؑ کی عقیقہ اول اور دومی رسول سمجھتی تھی اسے بتایا کہ۔

تیرا امام کر بلا میں یہ بات کہہ رہا تھا۔ بھلا یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی کسی جگہ دفن ہونے کی وجہ سے بلا حساب جنت ہو۔

جنت ہو۔

اس نے کہا۔ خدا معلوم! تجھے کیوں علیؑ سے میرے رہتا بھی اسی کے ساتھ ہے اور اس کی ہر بات میں شک بھی

کرتا ہے؟

میں نے کہا۔ پتا صرف اس لیے ہوں کہ ممکن ہے کبھی کسی جگہ کی حکومت مل جائے۔ مجھے علیؑ سے میر نہیں ہے البتہ جو کچھ

وہ کہتا ہے۔

اس کی باتوں پر اعتبار نہیں آتا۔

میری بیوی نے کہا۔ بھلا انصاف سے بتا کہ علیؑ جو کچھ کہتا ہے اس نے کبھی یہ بھی کہا ہے کہ میں اپنی طرف سے کہتا ہوں۔

میں نے کہا۔ اس نے یہ تو کبھی نہیں کہا۔ جو بھی کہتا ہے یہی کہتا ہے کہ مجھے میرے صیب اور آقا نے یہ بات بتائی تھی۔ میری بیوی نے کہا۔ اچھا یہ بتا جو کچھ آج تک میرے مولانا نے کہا ہے۔ مثال کے طور پر کچھ کوئی ایک بات ایسی یاد ہے جو غلط ثابت ہوئی ہو۔

میں نے کہا۔ میرے پاس ایسی مثال بھی نہیں ہے۔

میری بیوی نے کہا۔ انصاف سے بتا۔ یہ میر نہیں تو کیا ہے جو کچھ علیؑ کہتا ہے۔ اپنی طرف سے بھی نہیں کہتا۔ نبی اکرمؐ کے حوالہ سے کہتا ہے اور آج تک تو ایک مثال بھی پیش نہیں کر سکتا جو حضرت علیؑ نے بتائی ہو اور غلط ثابت ہوئی ہو پھر حضرت علیؑ کی ہر بات کو شک کی نگاہ سے بھی دیکھتا ہے۔

میں نے کہا۔ بھلا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی جنت میں بلا حساب چلا جائے۔

میری بیوی نے کہا۔ اگر حضرت علیؑ نے فرمایا ہے تو یقیناً ایسا ہوگا۔ مجھے یقین ہے تو میرے آقا کے اس فرمان کی صداقت دیکھ کر ہی رہے گا۔ اور میں یہ بھی یقین ہے کہ تمہاری خوش نصیبوں سے بھی نہیں ہوگا جو بلا حساب داخل جنت ہوں گے۔

میں نے بیوی کی بات کو ایک کان سے سنکر دوسرے نکال دیا۔

جب امام حسینؑ نے فرمایا اسے اور ان زیاد نے کوفہ سے آپ کے مقابلہ میں فوجیں بھیجا شروع کیں۔ تو میں بھی ان میں شامل تھا۔ جب میں اس مقام پر آیا۔ جہاں حضرت علیؑ نے وہ جملہ فرمایا تھا۔ تو عرضہ بعد مجھے وہ بات بھی یاد آگئی ہے۔

میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور سیدھا امام حسینؑ کے پاس گیا۔

انہیں جا کر وہ واقف سنایا۔

امام حسینؑ نے پوچھا یہ تو اچھا ہوا کہ تجھے یہ بات یاد ہے۔ اب یہ بتا ہمارے سخی میں ہے یا عمارت میں؟ میں نے عرض کیا۔ اگر یہ بات یاد نہ آتی تو یقیناً آپ کے مخالف ہوندا اب مخالفت میں لڑوں گا نہیں۔ اور آپ کا ساتھ بھی نہیں دے سکتا۔ کیونکہ میرے بچے چھوٹے چھوٹے ہیں اور مجھے ابن زیاد سے خطرہ ہے۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ ہر تمہارے بچے تو میرے بھی چھوٹے ہی ہیں۔ اور میرے ساتھ دوسروں کے بھی چھوٹے بچے ہیں۔ لیکن تیری بیوی تجھے بہتر ہی جانتی ہے۔

میں نے عرض کیا۔ تقدیر میری بیوی بھلا کیسے مجھے بہتر جانتی ہے۔

آپ نے فرمایا۔

تجھ یاد نہیں جب تو نے بابا کی یہی بات جو مجھے اب بتائی ہے اپنی بیوی کو واپس جاتے ہی بتائی تھی۔ اور کانی نکھار کے بعد تجھے بیوی نے کہا تھا کہ مجھے یقین ہے تو ان خوش نصیب افراد سے نہیں ہوگا جو بلا حسب داخل ہوں گے۔ واقعی تیرے نصیب ایسے ہی ہیں جیسا کہ اس نے کہا تھا۔ ہاں یہ یاد رکھنا اگر میرا ساتھ نہیں دے رہا ہے۔ تو کربلا میں نہ رہ۔ یوم عاشور اگر تو نے میرا استغاثہ سن لیا۔ اور میرا ساتھ نہ دیا تو پھر میرے نانا کے سونے کوئی بھی عذر نہ کر سکے گا۔

۶۔ زعفرانی بینگتیاں:

مجاہد میں شیخ صدوق نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ صفین پر جاتے ہوئے جب کربلا سے گزرے تو حضرت علیؑ نے فرمایا۔

اے ابن عباس بھلا بھلا ہے کہ یہ کسی زمین ہے۔
میں نے عرض کیا۔ قبلہ میں نہیں جانتا۔

آپ نے فرمایا۔ ہاں سچ ہے۔ اگر تو بھی میری طرح جانتا ہوتا تو میری طرح بلا گریہ کیے یہاں سے نہ گزرتا۔ آپ نے فرمایا۔ ابن عباس! ذرا یہاں ٹھہر جا۔ ہم ٹھہر گئے۔ آپ نے وضو کیا۔ دو رکعت نماز پڑھی۔ وہیں جائے نماز پر دروازہ ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد پریشان ہو کر اٹھے اور مجھے پکارا۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ میں یہاں ہوں۔ اتنے میں آپ کے پاس آ گیا۔

آپ نے فرمایا۔ ابن عباس! ابھی ابھی جو خواب میں نے دیکھا ہے تجھے سناؤ؟

میں نے عرض کیا۔ اے امیر المؤمنین! اللہ آپ کو خیر ہی دکھائے فرماتے۔

آپ نے فرمایا۔ ابن عباس! میں نے ابھی خواب میں دیکھا ہے کہ سرزمین کربلا خون کا سمندر بنی ہوئی ہے اور میرا حسینؑ اس میں تیر تیر کر استغاثہ بلند کر رہا ہے لیکن اسے کوئی جواب نہیں دیتا۔ آسمان سے کچھ آوازیں آئیں۔ اے فرزند رسول صبر کر۔ کہہ ارض کے شہریر لوگوں کے ہاتھوں تجھے شہادت نصیب ہو رہی ہے۔ جنت آپ کی مشتاق ہے۔

پھر میرے نام آوازیں آئیں اے بابائے شبیر اللہ آپ کے اجر میں اضافہ فرماتے۔ پھر فرماتے۔

ابن عباس! اس کے بعد میں بیدار ہو گیا۔

پھر آپ اس قدر روتے کہ آپ پر عتشی طاری ہو گئی کانی دیر تک آپ عالم غش میں رہے غش سے افاقہ ہونے کے

بعد آپ نے فرمایا۔

ابن عباس ذرا یہاں قریب قریب کی جگہ پر تلاش کر۔ تجھے ہر نیوں کی زرد رنگ بینگیاں ملیں گی۔ وہ میرا بھائی عیسیٰ میرے دیکھنے کی خاطر رکھے گیا تھا۔ اور اللہ سے دعا کی تھی کہ بارالہا انہیں میری نشانی کے بطور باقی رکھنا تاکہ اس سرزمین پر شہید ہونے والے مظلوم کا باپ ان بینگنیوں کو دیکھے اور میرا پرہیز اس تک پہنچ جائے۔

میں اٹھا اِدھر اِدھر گھوما۔ کچھ دیر بعد میں نے ایک جگہ چند کنکریاں دیکھیں جو زعفرانی رنگ کی تھیں اور اکٹھی رکھی تھیں جب میں نے انہیں اٹھا یا تو پتہ چلا یہ کنکریاں نہیں بینگیاں ہیں۔

میں نے عرض کیا۔ یا علی! بینگیاں مل گئی ہیں حضرت علیؑ اٹھ کر خود وہاں تشریف لائے اور میرے ہاتھ پر بینگیاں دیکھ کر فرمانے لگے۔ بخدا یہی ہیں یہی ہیں۔

پھر آپ نے وہ مجھے دیں اور فرمایا۔

انہیں حفاظت سے اپنے پاس رکھ لے جس دن ان بینگنیوں سے خون پینے لگے مجھ لینا میرا حسینؑ شہید ہو گیا ہے۔

پھر تین مرتبہ فرمایا۔ مالی دیزید۔ مالی دلال ابی سفیان۔ مالی دلال حزب الشیطان۔

یزید کو مجھ سے کیا لینا ہے۔ آل ابوسفیان۔ مجھ سے کیا لینا چاہتی ہے۔ آل گروہ شیطان مجھ سے کیا لینا چاہتے ہیں۔

صبرا ہدیرا یا ایا عید اللہ فقد لقی ابوک منعم
مثلاً ما تلقی۔ اے ابو عبد اللہ صبر کر تیرے باپ نے بھی ان لوگوں سے وہی تکالیف اٹھانی ہیں جو تو دیکھ رہا ہے۔

میں نے ان بینگنیوں کو اپنے پاس رکھا۔ اکٹھ بھری کے محرم میں یوم عاشور میں نے دیکھا تو ان بینگنیوں سے خون ٹپک رہا تھا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ فرزند رسول شہید ہو گیا ہے۔

۷۔ یقیناً ایسا ہوگا:

کامل الزیارت میں جابر ابن عبد اللہ سے مروی ہے کہ ایک دن حضرت علیؑ نے امام حسینؑ سے فرمایا۔ بیٹے! جو کچھ ہونے والا ہے۔ اس کے لیے اپنے ذہن کو آمادہ کر لے۔ بنی امیہ کے لنگے میدان کر بلائیں تیرا خون بہائے بغیر چین سے نہ بیٹھیں گے۔ لیکن نہ تجھ سے تیرا دین لے سکیں گے۔ اور نہ تیرا ذکر ٹھاسکیں گے۔

۸۔ براہ ابن عازب:

ارشاد میں اسماعیل ابن زیاد سے مروی ہے کہ ایک دن مسجد کوفہ میں حضرت علیؑ نے براہ ابن عازب سے فرمایا اے براہ

تو نے حسینؑ کو مہر نبوت پر سوادیکھا ہے۔

برائے عرض کیا۔ یا علیؑ دیکھا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ تو نے آنحضرتؐ سے سنا ہے! الحین منی وانا من الحینؑ؟

برائے عرض کیا سنا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ تو نے نبی اکرمؐ سے یہ سنا ہے۔ الحسن والحین سیدنا ابی الجنتہ؟

برائے عرض کیا سنا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ تو نے نبی عالمینؐ سے یہ دعائی ہے۔ کہ حسینؑ سے جنگ مجھ سے جنگ ہے اور حسینؑ کی نصرت

میری نصرت ہے۔

برائے عرض کیا سنا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ تو نے حضرت ختمی مرتبتؐ سے یہ سنا ہے۔ اے اللہ! محب حسینؑ کو اپنا محبوب اور دشمن حسینؑ کو

اپنا بیوقوف بنانا؟

برائے عرض کیا سنا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ براہ اس سب کچھ کے باوجود تجھے ایک بات بتاؤں؟

برائے عرض کیا۔ بقدر ضرورت بتائیں۔

آپ نے فرمایا۔ براہ! فرزند رسولؐ میرا پارہ بگڑ۔ اور لخت دل زہراؑ یہ حسینؑ تیری زندگی میں شہید ہوگا تو مدد کے قابل

ہوگا لیکن اس کی مدد نہ کرے گا۔

برائے عرض کہا۔ یا علیؑ پھیلا یہ کیسے ممکن ہے۔

آپ نے فرمایا۔ یاد رکھنا۔

برائے کہتا ہے کہ جب فرزند نبیؐ کر بلا میں گیا۔ میں اس وقت تمام میں تھا۔ لیکن اموی نوازشات کے حال میں اس قدر

الجھا ہوا تھا کہ میرے لیے نکلنا ناممکن تھا۔ میری ساری زندگی کی حسرت اور ندامت کے لیے یہی کافی ہے کہ میں حسینؑ کی

نصرت نہ کر سکا۔

امام حسینؑ اور شہادت امام حسینؑ کی پیش گوئی

۱۔ آسمان سے خون برسے گا؛

مجلس میں شیخ صدوق نے امام حسینؑ سے روایت کی ہے کہ ایک دن میں امام حسینؑ کے پاس گیا وہ تنہا بیٹھے تھے۔ مجھے ان کا مسکوم ہونا یاد آگیا اور میں بے ساختہ رو دیا۔

انہوں نے مجھ سے پوچھا۔ کیوں ابو عبد اللہ کیا بات ہے۔

میں نے کہا۔ مجھے آپ کا مسکوم ہونا یاد آگیا ہے جس کی وجہ سے بے ساختہ رو دیا۔

انہوں نے آہ مرد بھر کے فرمایا۔ حسین میرا زہر۔ تجھے یاد آ رہا ہے کیا تجھے میدان کربلا میں اپنی تہائی یاد نہیں آتی جب تو تنہا ہو گا۔ تیرے گرد لاکھوں کی تعدادیں اموی فوج ہوگی۔ جو بظاہر ہمارے ناما کے کلمہ گو ہوں گے۔ دین اسلام کے مدعی ہوں گے لیکن تیرے قتل پر اٹھے ہوں گے۔ تیرے اہل بیت کو پابند رسن کریں گے۔ تیرے خیم لوٹ کر جلا دیں گے۔ اس وقت اللہ کی طرف سے بنی امیہ پر لعنت برسے گی۔ آسمان سے خون برسے گا۔ محرومیں درندے۔ بوائیں پرندے اور سمندر میں ٹھھلیاں تیری شہادت پر آنسو بہائیں گی۔

۲۔ امام حسینؑ کی اپنی پیشگوئی؛

کابل الزیارت میں امام باقرؑ سے مروی ہے کہ جب امام حسینؑ احرام حج تارک کے مکہ سے تشریف لے جانے لگے تو عبد اللہ بن زبیر نے عرض کیا۔

فرزند رسول! دنیا حج پر آ رہی ہے اور آپ یہاں سے جا رہے ہیں۔

آپ نے جواب دیا۔ اے فرزند زبیر! میرے کربلا میں میرے شہید ہو جانا اس بات سے بہتر ہے کہ میری وجہ سے اللہ کا تقدس پامال ہو اور میرا خون بیت اللہ میں بہا دیا جائے۔

۳۔ بنی امیہ میرے قتل کے بغیر چین سے نہ بیٹھیں گے؛

کابل الزیارت میں امام مجاہد سے مروی ہے کہ جب امام حسینؑ سے مکہ نہ چھوڑنے کا اصرار کیا گیا تو آپ نے فرمایا اس حقیقت سے واقف ہوں کہ بنی امیہ مجھے قتل کے بغیر بے آرام رہیں گے۔ لیکن بخدا! میرے قتل کے بعد کبھی یہ آپس میں مل کر بیٹھ نہ سکیں گے۔

زانیں بیت المال کے لیے ایک پھوٹی کوڑی ہاتھ آتے گی۔ اہل بیت محمدؐ میں سے میں پہلا مقتول ہوں گا اور میرے اہل بیت ہوں گے جنہیں قتل کر کے یہ لوگ عید مناتے رہیں گے میرے قتل کے بعد جب مجھ مار سکیں گے تو میرے مٹانے کی کوشش کریں گے۔ اور ان کی یہ کوشش قیامت تک جاری رہے گی۔

۴۔ سفید داغ والا کتا :

کامل الزیارات میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ دوران سفر جب آپ عقبۃ البطن پر چڑھنے لگے تو اپنے صحابہ سے فرمایا میں اپنی شہادت کی اطلاع تمہیں دے رہا ہوں۔ صحابہ نے عرض کیا۔ بلکہ خیریت تو ہے۔

آپ نے فرمایا۔ ابھی گھوڑے پر ہی میری آنکھ لگ گئی تھی۔ اور میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرے ہر طرف کتے ہیں جو مجھ پر حملہ کر رہے ہیں اور ان سب میں سے آگے آگے ایسا کتا ہے جس کے سینہ پر سفید داغ ہے۔

۵۔ تمہاری شہادت کا اعلان ہو گیا ہے :

کامل الزیارات میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ امام حسینؑ نے یوم عاشور جب نماز پڑھائی تو اپنے پیچ جانے والے ساتھیوں سے فرمایا۔ اللہ تم پر رحم کرے۔ تمہاری شہادت کا اعلان ہو چکا ہے جو صمد سے کام لو آگے بڑھو میں بھی تمہارے نقش قدم پر آ رہا ہوں۔

۶۔ حرم کا کبوتر :

کامل الزیارات میں ابو سعید سے مروی ہے کہ جب امام حسینؑ احرام حج توڑ کے مکہ چھوڑنے لگے تو عبد اللہ بن زبیر آپ کے پاس آیا اور کافی دیر تک تنہائی میں گفتگو ہوتی رہی۔ جب ابن زبیر واپس ہوا تو امام حسینؑ نے اپنے ہی ساتھیوں سے فرمایا۔

یہ چاہتا ہے کہ میں بھی حرم کا ایک کبوتر بن جاؤں۔ لیکن اسے نہیں معلوم کہ۔ مجھے حرم میں بھی قتل کر دیا جائے گا۔ میں حوائج کربلا میں شہید ہونا پسند کروں گا لیکن بیت اللہ کے تقدس کو پامال نہیں کروں گا۔

۱۔ ابو ذر اور شہادت امام حسینؑ :

کامل الزیارات میں زورہ ابن زبیر سے مروی ہے کہ جب جناب ابو ذر کو عثمان نے مدینہ بدر کیا۔ تو صحابہ رسولؐ نے ابو ذر کو حوصلہ دینے کی خاطر کہا۔

ابوزر احوصہ رکھنا۔ اللہ کی اس جزام کے مقابلہ میں جو آپ کو اس مدینہ بدری کے عوض ملے گی یہ تکلیف بہت ہی کم ہے۔

جناب ابوزر نے فرمایا۔ تم نے سچ کہا ہے۔ لیکن یقین رکھو تمہارا یہ موجودہ کمر و ازار ایک دن تم کو وہ کچھ دکھائے گا جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ایک دن ایسا بھی آئے گا جب اس مدینہ کی تمام دیواریں رنگین ہو جائیں گی۔ آسمان سے خون برسے گا۔ کائنات عالم کی ہر چیز مصروف گیر ہوگی۔

اسے اہل مدینہ اکاشش تم وہ کچھ دیکھ سکتے ہیں جو میں دیکھ رہا ہوں۔ فرزند رسول حسینؑ شہید ہوگا۔ میری مدینہ بدری اتنی اہم نہیں ہے جتنی شہادت حسینؑ اہم ہوگی۔ تم اہل مدینہ آج میری مدینہ بدری پر آنسو بہا رہے ہو لیکن کل فرزند رسول حسینؑ کی شہادت پر تمہیں آہ سرد بھی کوئی نہ لینے دے گا۔

۲۔ یثم تمار اور شہادت کی پیشگوئی :

شیخ صدوق نے امالی میں جملہ کلمہ سے روایت کی ہے۔ جبکہ کہتی ہے میں نے جناب یثم سے سنا ہے۔ وہ کہتا تھا کہ ————— یہ وہ بد نصیب امت ہے جو اپنے نبی زادے کو قتل کرے گی۔ مہینہ محرم کا ہوگا۔ اور تاریخ دسویں ہوگی۔ ستم بالائے ستم یہ ہوگا کہ یہی امت اپنے نبی زادے کو قتل کرے اسی دن کو یوم عید کے بطور منانے گی۔ اس دن کو انتہائی مبارک دن سمجھیں گے۔

حالا کہ شہادت حسینؑ پر ارض و سما کے ملائکہ۔ رنوان جنت۔ اور عالمین عرشس گریہ کریں گے۔ آسمان سے خون کی بارش ہوگی۔ قاتلین حسینؑ پر لعنت اس طرح واجب ہوگی جس طرح مشرکین، یہود۔ نصاریٰ۔ اور مجوسیوں پر واجب ہے۔

جملہ کا بیان ہے میں نے پوچھا۔ یثم بھلا اس دن کو یہ لوگ مبارک کیسے سمجھیں گے۔

جناب یثم نے بتایا۔ ان کے درباری محدث اور عالم ایک حدیث گھڑیں گے۔ اس حدیث میں محرم کا یوم عاشور کے فضائل بیان کیے جائیں گے۔

اس حدیث میں بتایا جائے گا کہ۔

محرم کا یوم عاشور ہی تھا جس دن حضرت آدمؑ نے ترک اولیٰ سے توبہ کی تھی۔ حالانکہ حضرت آدمؑ نے ذی الحجہ میں توبہ کی تھی۔

اس حدیث میں کہا جائے گا کہ محرم کا یوم عاشور ہی تھا جس میں جناب داؤد کے ترک اولیٰ پر اللہ نے اس کی توبہ قبول کی تھی حالانکہ جناب داؤد کے ترک اولیٰ کی توبہ بھی ذی الحجہ ہی میں قبول ہوئی تھی۔

اس حدیث میں انہیں بتایا جائے گا کہ یہی محرم کا یوم عاشور ہی تھا جس میں اللہ نے حضرت یونسؑ کو شکم ماہی سے باہر نکالا تھا۔

حالا کہ جناب یونس ذی القعدہ میں شکم باہر آئے تھے۔

اس موضوع حدیث میں بتایا جائے گا کہ محرم کا یوم عاشور ہی تھا جس میں کشتی نوح کوہ جو دی پر ازلی تھی حالانکہ کشتی نوح ۱۸ ذی الحجہ کو کہہ جو دی پر ازلی تھی۔

اس عظیم حدیث میں بتایا جائے گا کہ اسی محرم کے یوم عاشور کے دن بنی اسرائیل کے لیے دیاتے نیل میں شگاف ڈالا گیا تھا۔ حالانکہ بنی اسرائیل کے لیے دیاتے نیل میں اللہ نے جب شگاف ڈالا تھا وہ ریح الاول کا مہینہ تھا۔

اسے جلد تو دیکھے گی کہ حسین اور اس کے ساتھی شہداء کا قیامت میں کتنا مقام ہوگا۔

اسے جلد جس دن حسین ابن طاہر شہید ہوگا اس دن سورج خون کی طرح سرخ ہوگا۔ جس دن بھی تجھے سورج خون کی مانند سرخ نظر آئے

سمجھ لینا اس دن زہراؑ زیادہ شہید ہوگی۔

جبکہ کہتی ہے کہ مکہ میں ایک دن دوپہر کو مجھے کچھ دھند دھند سی نظر آئی۔ میں جڑو کے اندر سے نکل کر باہر آئی تو آفتاب میں تمازت نام کو بھی نہ تھی۔ جب میں نے سوتے آسمان دیکھا تو سورج کا رنگ اس طرح سرخ نظر آیا کہ معلوم ہوتا تھا۔ سورج سے خون ٹپکتا ہے۔

یہ دیکھ کر میرا دل بیٹھ گیا۔ مجھے بیتم کی بات یاد آگئی اور میں نے باوا زہراؑ و امجادہ صاحبینہؑ کو شروع کر دیا کہ کی عورتیں میرے گرد جمع ہو گئیں اور مجھ سے پوچھا۔ کیا بات ہے؟

میں نے کہا سورج کو دیکھ رہی ہوں اس سے خون ٹپکتا نظر آ رہا ہے۔ دن اور وقت نوٹ کر زہراؑ زیادہ ابھی شہید ہو گیا ہے۔

بعد میں جب اطلاع شہادت آئی تو تصدیق ہو گئی۔ کہ اسی یوم عاشور میں اسی وقت فرزند رسول کو شہید کیا گیا تھا۔

۳۔ کامل اور عمر سعد!

منتخب میں مروی ہے کہ جب ابن زیاد نے فرزند رسول سے جنگ کے لیے لشکر جمع کیا۔ اس وقت اس کی ابتدائی تعداد ستر ہزار تھی۔

ابن زیاد نے تمام لشکر کو مخاطب کر کے کہا:

کون ہے جو فرزند رسول کو قتل کرنے پر آمادہ ہو اور جس جگہ کی حکومت چاہے ابھی ان کا معاہدہ حاصل کرے؟

ستر ہزار میں سے کسی نے جواب نہ دیا۔

ابن زیاد نے خود ہی کہا۔

اے عمر سعد! میرا خیال ہے تیرے سوا اس کام پر کوئی بھی آمادہ نہ ہوگا تو خود یہ کام کر

عمر سعد نے کہا ماسے ابن زیاد۔ اگر آپ مجھے معاف کر دیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔

ابن زیاد نے کہا۔ ٹھیک ہے کوئی جبر نہیں ہے۔ ہم تجھے کچھ نہیں کہتے۔ البتہ وہ زنی (ظہران) کی گورنری کا نکھار ہوا معاہدہ ہمیں واپس کر دے۔

یہ سنکر عمر سعد نے کہا۔ مجھے ایک رات کی مہلت دے دیں۔

ابن زیاد نے کہا۔ اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ ہمیں اتنی جلدی نہیں۔ تجھے ایک رات کی مہلت ہے سوچ لے۔ عمر سعد گھر آیا۔ اپنے اقرباء کو بلایا۔ ان سے مشورہ لیا۔ لیکن کسی نے بھی عمر سعد کو مشورہ نہ دیا۔ بلکہ ہر ایک نے شرکت جنگ ہی سے منع کیا۔

عمر کے انہی رشتہ داروں میں کامل نامی ایک شخص تھا۔ یہ فرزندِ ابر سے آیا تھا۔ مشورہ تقریباً ختم ہو چکا تھا۔ عمر سعد حیران بیٹھا تھا۔

کامل نے پوچھا۔ عمر سعد آخبات کیا ہے آج تو بہت پریشان نظر آتا ہے۔

عمر نے کہا۔ کامل! مجھے حیرت ہے میرے ان اقرباء پر۔ یہ لوگ میری ترقی سے جلتے ہیں۔ ابن زیاد مجھے فرزندِ رسولؐ کے ساتھ جنگ اور فرزندِ رسولؐ کو قتل کرنے پر اللہ شکر بنا پایا ہے اور ان میں سے کوئی بھی میری حامی نہیں بھرتا۔ حالانکہ حسینؑ کے ساتھ اولاً تو کوئی ہو گا نہیں۔ اگر چند آدمی ہوں بھی تو میرے نزدیک انہیں قتل کرنا ایسے ہے جیسے لقمہ توڑنا یا پانی کا گھونٹ حق سے آنا۔

پھر میں نے ری۔ (ظہران) کی حکومت کا پروانہ پہلے سے حاصل کر لیا ہے۔ قتل حسینؑ کے بعد میں رہے چلا جاؤں گا۔ اولاً تو معاویہ نے نبی ہاشمؑ کو بالعموم اور آل محمدؑ کو بالخصوص اتنا کچل ڈالا ہے کہ ان میں انتقام لینے کی سکت ہی نہیں ہے۔ اور اگر یہ انتقام لیں بھی تو میں یہاں سے دور رہنے میں حکمران ہوں گا وہاں میرے پاس اپنی فوج ہوگی۔ مجھے اللہ سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔

کامل حیرت سے اس کی باتیں سنتا رہا۔

جب وہ خاموش ہوا تو کامل نے کہا۔

اے ابن سعد کیا تو اپنے کو مسلمان کہلاتا ہے۔

عمر سعد نے کہا۔ تو کیا سمجھتا ہے۔ اگر میں مسلمان نہیں تو کیا ہوں۔

کامل نے کہا۔ تیرے اس اسلام پر توفیق ہے۔ تجھے معلوم بھی ہے کہ تو کس سے جنگ کی سوچ رہا ہے۔ انا للہ وانا

الیہ راجعون۔ بخدا اگر مجھے پوری دنیا کی حکومت دی جائے اور کہا جائے اس حکومت کے عوض امت محمدؑ کے کسی بیگناہ

قرد کو قتل کر دوں۔ تو میں کہہ ارض کی حکومت ٹھکرا دوں لیکن امت محمدؑ کے کسی بے گناہ کو قتل نہ کر دوں گا اور تو حسینؑ ابنِ ناظم

بت رسولؐ کے قتل کو لقمہ توڑنے یا پانی کا گھونٹ حق سے آنارنے کے برابر کہہ رہا ہے۔ حالانکہ اس وقت کہہ ارض پر تمام وہ

شخص ہے جو سید شباب اہل الجنت ہے۔ حسینؑ ابنِ دنت ہمارے لیے اپنے بھائی باپ اور نانا کا قائم مقام ہے اور واجب الاطاعت

ہے۔ اسی وقت حسین جنت کا دروازہ ہے اور زیند جہنم کا در ہے۔ جو بھی فیصد کرنا اذا سوچ سمجھ کر کرنا۔ ویسے میں تجھے اتنا بتا دوں۔

میں اللہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ۔ اگر تو نے حسینؑ سے جنگ کی یا تو نے حسینؑ کو قتل کیا یا تو نے حسینؑ کی مخالفت کی۔ یا قتل حسینؑ میں تعاون کیا۔ یا درکھنا قتل حسینؑ کے بعد تو اس دنیا میں بہت کم مدت ہی رہ پائے گا۔

عمر نے کہا۔ او کامل اکیا تو مجھے موت سے ڈرا رہا ہے۔ بھلا تجھے معلوم ہے جب میں قتل حسینؑ سے فارغ ہوں گا تو میری لکان میں ستر ہزار کاشکر ہوگا اور سو سو ریہ (پہران) کا گورنر ہوں گا

کامل نے ہنس کر کہا۔ واقعا آج تجھے بہت بڑا لشکر نظر آ رہا ہے لیکن جب اللہ کی گرفت آتی ہے تو لشکر دیکھتے رہ جاتے ہیں۔ مجھے معلوم تھا کہ تو تقریباً ارادہ کر چکا ہے۔ یہ بزم مشاوت تو نے صرف رسماً منعقد کی تھی۔ میں تیری گاہ میں دوسروں سے زیادہ برتر نہیں ہوں۔ صحیح مشورہ دینا میرا فرض ہے جو میں نے تجھے دے دیا ہے۔ اب تجھے ایک بات سنانا، ہوں۔ جو میری رسالت بھی ہے اور تیرے باپ کی روایت بھی ہے۔ لیکن یہ خیال رکھنا ہے کہ کسی دوسرے سے سستی تھی اور نہ تیرے پاس نے کسی سے سستی تھی میری بھی آپ بیٹی ہے اور تیرے باپ کی بھی آپ بیٹی ہی تھی۔ ممکن ہے وہ واقف ہو کر کچھ غور کرنے پر موفق ہو جاتے۔

میں ایک مرتبہ تیرے باپ سعد کے ساتھ شام جا رہا تھا۔ راستہ میں ایک جگہ میرا گھوڑا بدک گیا۔ اور اس نے لگام اپنے منہ میں لے لیا۔ میں بے قابو ہو گیا۔ گھوڑا بھاگ کھڑا ہوا میں نے جب اپنے ہاتھ لگام کبے فائدہ دیکھا تو میں نے اپنی پوری توجہ اپنے گھوڑے کی پیٹھ پر مضبوط رکھنے کی طرف کر لی۔ اور گھوڑے کو ال کی مرضی پر چھوڑ دیا۔ کہ جب دوڑ دوڑ کر تھک جاتے گا رک جائے گا۔ کافی دیر بعد گھوڑا بہت دور جا کر رکا۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا تو مجھے اپنا کوئی ساتھی نظر نہ آیا، ایک تو میں راستہ بھٹک چکا تھا اور دوسرا بیاس سے برا حال ہو رہا تھا۔ گھوڑے کو اپنی مرضی پر چھوڑ رکھا تھا کہ جہاں چاہے جائے چھو۔ دیر بعد مجھے دور ایک گر جانظر آیا۔ میں نے باگ گر جا کی طرف موڑ دی۔ گر بے کا دروازہ بند تھا۔ میں نے دق الباب کیا۔ چھت پر ایک بوڑھا پادری نمودار ہوا۔

سبیلی سکیپہ
جدد الفیاء ان بیت نمبر ۵۱

اس نے پوچھا۔ کون ہے اور کیا چاہتا ہے۔

میں نے کہا۔ مسلمان ہوں اور پیاسا ہوں۔

اس نے مجھے گھور کر دیکھا۔ اور کہنے لگا کیا اسی امت سے ہے جو اقدار کی خاطر ایک دوسرے کا سر کاٹ رہی ہے۔

میں نے کہا۔ میں امت محمدیہ سے ہوں۔

اس نے کہا۔ تم بد نصیب امت ہو۔ تمہارا نبی بتا ادا الو العزم تھا تم اتنے بد بخت واقع ہوئے۔ جزہ مذاہب عالم کی تاریخ سے جاکے

پوچھ کسی نبی کی امت نے اپنے نبی کے اہل بیت کو نہیں ستایا۔ لیکن تم وہ سیماہ بخت ہو جنہوں نے اپنے نبی کی عزت کو صرف

اقدار کی خاطر در بدر کر کے قتل کر دیا۔ ہماری کتب کے مطابق تم اپنے نبی کے اہل بیت کے بدترین دشمن ہو۔

میں نے کہا۔ راہب تو کیا کہہ رہا ہے۔

راہب نے کہا۔ دیکھ جذباتی ترین۔ تو دیکھ رہا ہے جہاں میں رہتا ہوں یہ ایک مہر ہے۔ یہاں تیرے جیسا کوئی پیاس سے مجبور آدمی صرف پانی کے چند گھونٹ لینے آتا ہے۔ اور پھر چلا جاتا ہے میرے پاس یہاں کوئی ذریعہ اطلاعات نہیں ہے۔ میرے پاس اپنی کتابیں ہیں۔ میں اپنی کتاب ہاتھ میں لے کر تجھ سے ایک ایک پوچھتا ہوں جو ہو چکی ہو اس کی تصدیق کر دینا۔ اگر وہ سچ ثابت ہوتی تو پھر جو ہونے والی میں وہ مجھی سچ ہی ہوں گی۔

میں نے کہا۔ ہاں یہ درست ہے۔

اس پادری نے انجیل ہاتھ میں لی اور مجھ سے پوچھا۔

کیا تمہارے نبی کی بیٹی ایک تھی؟

میں نے کہا۔ سچ ہے۔

اس نے کتاب کو بوسہ دیا۔ اور پوچھا۔ یہ سچ ہے یا نہیں کہ نبی زادی طبعی موت نہیں مری بلکہ اس کے صدق عصمت میں بچے تھا۔ اور امت نے نبی زادی کے گھر داخل ہونے کی خاطر اس کا دروازہ جلایا۔ جلتا ہوا دروازہ دختر نبی پر پھینکا۔ پھر اس کے پہلو کو نوک تلوار سے بخروج کیا۔ وہ بچہ شہید ہو گیا۔ اور اسی صدمہ اور زخم کی وجہ سے نبی زادی بھی زیادہ عرصہ تک زندہ نہ رہ سکی۔

میں نے کہا۔ سچ ہے۔

اس نے پھر کتاب کو بوسہ دیا۔ اور کہا۔ کیا یہ سچ ہے کہ اپنے نبی کے بھائی اور داماد کو تم لوگوں نے بحالت نماز محراب مسجد میں شہید کیا ہے۔

میں نے کہا۔ یہ بھی سچ ہے۔

اس نے کتاب کو بوسہ دیا۔ اور کہا۔ تمہارے نبی کے بڑے بیٹے کا نام شبیر تھا۔ اسے تم لوگوں نے زہر سے شہید کیا ہے کیا یہ سچ ہے؟

میں نے کہا۔ سچ ہے۔

اس نے کہا۔ اگر میری کتاب کے سبب واقعات سچ ہیں تو پھر یہ بھی سچ ہے کہ۔ شبیر کے شبیر بھائی کو بھی تم شہید کر دو گے۔ نبی زادیوں کو پابند رسن کر دو گے۔ آل نبی کے پیام لوڑ گے۔

میں نے کہا۔ راہب بھلا یہ کام ہم محمد کے گھر کو آل محمد سے کریں گے؟

راہب نے کہا۔ اگر دختر نبی پر مظالم کر سکتے ہو تو پھر دختر نبی کی ذریت پر ظلم کرنے سے کون سی رکاوٹ رہ جاتی ہے یاد رکھنا جس دن تم نے اس چھوٹے نبی زادے شبیر کو قتل کیا۔ اس دن ارمن و ساروسین گے۔ کوہ دھرا آسٹو بہا میں گے درندہ پرند ماتم کریں گے۔ اور ارمن و سما میں موجود ہر مخلوق تاملان شبیر پر لعنت برساتے گی۔ اور قاتل شبیر دنیا میں چند ماہ

سے زیادہ ترہ سکے گا۔

ایک شخص انتقام خون حسینؑ کا سہارا لے کر قیام کرے گا اور شبیر سے جنگ میں تمام شتر کا، کو بہت جلد واصل جہنم بھی کرے گا۔

اس کے بعد راہب نے میرا چہرہ بغور دیکھا۔ اور کہنے لگا: تیرے چہرے سے مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تو قاتل شبیر کا قریبی رشتہ دار ہے۔ بخدا! اکاش مجھے وہ وقت مل جاتا۔ میں اپنی جان! فرزند رسول کے قدموں میں رکھ دیتا۔

میں نے کہا: راہب! میں تو سوچ بھی نہیں سکتا کہ میں فرزند رسول کے مقابلہ میں آؤں۔

راہب نے کہا: میں نے تجھے بتا دیا ہے تو ان کا قریبی رشتہ دار ہے۔ میری کتاب اور میرا علم غلط نہیں ہو سکتا۔ یاد رکھنا پوری کائنات جہنم کے نصف کا عذاب اللہ نے صرف قاتل حسین کے لیے مقرر کر رکھا ہے۔ قاتل حسینؑ کا عذاب دیکھ کر فرعونؑ ہامان اللہ کی حمد کریں گے کہ انہیں قاتل حسینؑ کے عذاب سے کم عذاب ملا ہے۔

یہ کہہ کر راہب چھت پر دو الہیں پھلایا گیا۔

میں نے پانی کے لیے آواز دی۔

راہب ایک مرتبہ پھر آیا۔ اور کہنے لگا: اپنی راہ لے۔ تم لوگ نبی زادے کو پیاسا قتل کر دو گے۔ میں نے جب سے اپنی کتاب میں یہ دیکھا ہے اس دن سے ہمدرد رکھا ہے کہ کسی ایسے شخص کو پانی نہیں دوں گا جو نبی زادے کے قتل میں شریک ہوگا یا قاتل کا رشتہ دار ہوگا۔

اب یہاں سے چلا جا۔ تجھے اس گرجا سے پانی نہیں ملے گا۔

اس کے بعد میں گھوڑے پر بیٹھا۔ پریشانی میں مجھے پیاس کا خیال ہی نہ رہا تھا۔ پوچھنا چھنا خاند سے آ ملا۔

تیرے باپ نے پوچھا۔ کہاں رہ گیا تھا۔

میں نے اسے راہب کا واقعہ سنایا۔

تیرے باپ نے کہا: واقعاً درست ہے۔

ایک مرتبہ مجھے بھی اس راہب کے پاس جانے کا اتفاق ہو چکا ہے۔ مجھے تو اس نے کھلے لفظوں میں کہہ دیا تھا کہ یا تو

خود فرزند رسول کا قاتل ہے اور یا تیرا بیٹا نبی زادے کا قاتل ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ سعد نے تجھے اپنے گھر سے نکال دیا تھا اور

وہ تجھ سے کوئی تعلق نہیں رکھتا تھا۔

عمر اللہ سے ڈر۔ اپنا انجام دیکھ۔ رے کی حکومت کا ملنا یقینی نہیں ہے۔ بلکہ قتل حسینؑ کے بعد جہنم یقینی ہے۔

عمر سعد نے جا کر ابن زیاد کو مروج سالہ لگا کر کامل کا تمام واقعہ سنایا۔

ابن زیاد نے کامل کو گرفتار کرنے کا حکم دیا۔ جب کامل آیا تو ابن زیاد نے پوچھا۔

میں یہ کیساں رہا ہوں۔

کامل نے کہا۔ جو کچھ میں نے سنا تھا وہی سنا گیا ہے۔ اپنی طرف سے نہ ایک حرف کی کمی کی ہے نہ بیشی۔
ابن زیاد نے کہا۔ ٹھیک ہے آئندہ تو کبھی یہ واقعہ کسی کو نہ سنا سکے گا۔ پھر کامل کی زبان کاٹنے کا حکم دیا۔ دو دن بعد
کامل شہید کر دیا گیا۔

یوم عاشور یوم عزائم کیوں؟

علل الشرائع میں عبد اللہ ہاشمی سے مروی ہے کہ میں نے امام صادق کی خدمت عرض کیا۔ قبہ
نبی اکرم کی شہادت سے امام حسینؑ کی شہادت تک ہر شہادت اپنے مقام پر بہت بڑا المیہ ہے۔ لیکن آپ لوگ
سب سے زیادہ اہمیت صرف یوم عاشور ہی کو کیوں دیتے ہیں۔ اگر میدان جنگ کے شہداء اہم ہوں تو پھر جناب حمزہ جناب
عبیدہ اور جناب جعفر وغیرہ بھی میدان جنگ ہی کے شہداء ہیں ان کے ایام شہادت کو اتنی اہمیت کیوں نہیں دی جاتی؟
آپ نے فرمایا۔ عبد اللہ امت محمدیہ میں شہداء کی دو اقسام ہیں۔ ایک وہ شہداء ہیں جو کفار کے ہاتھوں شہید ہوتے۔
اور ایک وہ ہیں جو مسلمانوں کے ہاتھوں شہید ہوتے۔ اب تو خود ہی بتا۔ جو دشمن کے ہاتھ سے مارا جاتے دراصل کا زیادہ ہوتا
ہے یا جو اپنوں کے ہاتھ سے مارا جاتے اس کا درد زیادہ ہوتا ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قبہ واقعاً آپ کی بات درست ہے جو اپنوں کے ہاتھ سے مارا جائے اس کا درد زیادہ ہوتا ہے۔ میں
نے عرض کیا۔

قبہ پھر نبی اکرم کا یوم شہادت زیادہ اہم ہونا چاہیے تھا۔

آپ نے فرمایا۔ عبد اللہ شہادت نبی اکرم کی ہویہ یا۔ دختر بنی کی۔ اسی طرح شہادت برادر نبی علی کی ہویہ یا فرزند نبی صلوات
کی ان افراد کے بعد ایک گونہ سکون و اطمینان تھا۔ کیوں کہ امت کے پاس پانچ اصحاب کسا تھے۔ انھوں نے کے بعد چار ابھی
باقی تھے۔

جناب سیدہ کے بعد تین باقی تھے۔ حضرت علیؑ کے بعد دو باقی تھے۔ امام حسن کے بعد ایک باقی تھا۔ اور امام حسین کے بعد
تو ہی بتا کون باقی رہ گیا۔ امام حسینؑ کی شہادت سے تمام اہل کساء کی یاد مٹ گئی ہے اس لیے یوم عاشور گویا ایک امام حسینؑ کا یوم
شہادت نہیں بلکہ اصحاب کساء تمام کا یوم شہادت ہے۔

یوم عاشور یوم برکت کیوں؟

میں نے عرض کیا۔ قبہ نبی امیر یوم عاشور کو یوم برکت کے بطور کیوں مانتے ہیں؟
آپ روئیے اور فرمایا۔ عبد اللہ جس دن فرزند رسولؐ کو بلا میں پیاسا اور بھوکا شہید ہوا۔ یزید نے اطلاع ملنے کے
بعد فتح کا جشن منایا۔ امیروں سے تحفے لیے۔ غریبوں کو انعام دیتے۔ یزید اور بنی امیہ کے لیے واقعا یوم عاشور ہی یوم عید ہے

کیونکہ ان کے بدی انتقامات کی آگ یوم عاشور کو بجھی اور آل نبی کا آخری فرد انہوں نے ختم کر دیا۔ اور ایک مقصد یہ بھی تھا کہ اگر ایک طرف کچھ لوگ آل رسول کے غم میں آسوا بھانا جا رہے تو دوسری طرف سرکاری طور پر یوم عاشور یوم نوح کے طور پر منایا جائے تاکہ لوگوں کی توجہ مظلومیت آل محمد کی طرف کم سے کم ہو۔ لوگ دربار میں حاضری دیتے رہیں۔ انعامات وصول کرتے رہیں اور مظلومیت مجدد آل محمدان کے ذہن سے رفتہ رفتہ ہٹتی چلی جائے۔

ابتلاآت انبیاء

شیخ صدوق نے بہران کے ذریعہ امام صادق سے روایت کی ہے کہ مخلوق خدا میں سے سب سے زیادہ آزمائش انبیاء پراقتی ہے۔

انبیاء کے بعد اولیا اللہ۔ اولیا اللہ کے بعد مومنین مبتلائے امتحان ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ اعمال کی کمی و بیشی ہوتی ہے چونکہ اللہ نے اس دنیا کو مومن کے لیے مقام آرام و سکون قرار نہیں دیا۔ اس لیے اہل ایمان میں سے جس کے اعمال سب سے زیادہ ہوں گے۔ اس کی ابتلا بھی زیادہ ہوگی۔

شیخ طوسی نے مساتل الاولیاء میں متصل سلسلہ سند سے جابر ابن یزید جعفی کے ذریعہ جناب سلمان سے روایت کی ہے کہ ایک دن میں نے حضرت علیؑ کی خدمت میں عرض کیا۔

قبلہ آپ کب سے ہیں ؟

حضرت علیؑ نے جواب دیا۔

سلمان! یہ نہ پوچھ کر میں کب سے ہوں۔ جب سے اللہ نے سلسلہ انبیاء جاری کیا ہے۔ میں اس وقت سے ہوں۔ مہر نبی کا ناصر رہا ہوں۔ اور میں ہی انبیاء کی وجہ آزمائش رہا ہوں۔ اللہ نے تمام انبیاء سے نبی کو نبی کی رسالت کے ساتھ میری ولایت کا بیباق بھی لیا تھا۔ میں اللہ کی حجت بالذکر کلمہ باقیہ ہوں۔ میں سفیر السقاہ ہوں۔ جناب سلمان نے عرض کیا۔

اے شہید محراب! میرے ماں باپ قربان ہوں لوگوں کے دیوانہ اور مغتری کہنے کا ڈر نہ ہوتا۔ تو بخدا! جو کچھ میں نے صحف انبیاء میں پڑھا وہ سب لوگوں کو بتاتا کہ

علی وہ امیر المومنین ہے جس کے ذریعہ آدم کی توبہ قبول ہوئی۔

علی وہ امام المتقین ہے جس نے یوسف کو کنوئیں میں بحفاظت پہنچایا۔

علی وہ سید الاولیاء ہے جس کے نام سے اللہ نے ایوب کا امتحان ختم کیا۔

علی وہ وصی خاتم المرسلین ہے جس کی ولایت کا اقرار آدم سے خاتم تک ہر نبی سے لیا گیا ہے۔

۱۔ حضرت ایوب ؛

بحار کے مطابق حضرت ایوب اہل روم سے تھے۔
جناب ایوب کا شجرہ نسب اس طرح ہے۔ ایوب ابن اموس ابن رزاح ابن روم ابن عیص ابن اسحاق ابن ابراہیم۔
آپ کی والدہ لوطا بن ہاران کی اولاد سے تھی۔

ملکیت ؛

جناب ایوب پورے خط نام کے داہدا لک تھے۔ ادب کا تین۔ بیٹریں۔ بیکیاں۔ گھوڑے اور دنبے ہر قسم کے پالتو پیشی
آپ کے پاس سینکڑوں کی تعداد میں تھے۔ ہر مویشی کے بے دو نو کرتے تھے۔
اللہ نے آپ کو بارہ بیٹے اور بارہ بیٹیاں دی تھیں۔
صالح متقی یتیم پرور۔ مہمان نواز۔ مسافر نواز۔ اور نعمات الہیہ پر شاکر تھے۔
شیطان نے ذات احدیت کی خدمت میں عرض کیا۔
شکر ایوب کا راز اس بے پناہ دولت میں مٹھ رہے جو اسے دی گئی ہے اگر ایوب کے پاس دولت نہ رہے تو اسے شکر
کرنا بھول جائے گا۔

ذات احدیت نے فرمایا۔ ابلیس میں نے تجھے پہلے دن جب جنت سے نکالا تھا تو تم نے کہہ دیا تھا کہ میرے بندے تیرے
ورغلانے میں نہیں آئیں گے۔ ایوب میرے انہی مخلصین سے ہے میری نعمات رہیں یا نہ رہیں ایوب جس طرح اب شاکر ہے اسی
طرح پھر بھی شاکر ہی رہے گا۔

ابلیس نے کہا۔ ذرا ایک مرتبہ نعمت واپس لے لے پھر میں دیکھتا ہوں شکر کرتا ہے یا نہیں ؟
ذات احدیت نے فرمایا۔ ابلیس ایسی بلا و جدی ہوڈ شے واپس نہیں لیت اگر تجھے شکر ایوب میں شک ہے تو جا میں نے تجھے
دولت ایوب پر تسلط کیا ہے۔ آزما سے۔

ابلیس نے پہلے حضرت ایوب کے مویشیوں کو مارا۔ پھر زراعت کو تباہ کیا۔ پھر بیٹوں اور بیٹیوں پر رخ بہوں اور اولادوں کے
مکان گرا دیا۔

لیکن جناب ایوب کے شکر میں نہ صرف کمی نہیں آئی۔ بلکہ اور اضافہ ہو گیا۔
شیطان نے کہا۔ میرے اللہ اب مجھے حم ایوب کو آزمانے دے۔

ذات احدیت نے فرمایا۔ جا جم ایوب کو بھی آزما سے۔ البتہ ذہن اور نگاہ پر میں تجھے ہاتھ نہیں ڈالنے دوں گا۔
ابلیس نے حضرت ایوب کے جسم کو زخمی کر دیا زخم بڑھتے گئے۔

جناب ایوب کی بیوی رحیمہ خاتون جناب یوسف کی اولاد سے تھی۔ بی بی کے بال جناب یوسف ہی کی طرح سنہری اور حسین تھے۔

اہل شہر نے جناب ایوب کو شہر سے باہر ایک جھونپڑی میں لاکر سلا دیا۔ جناب رحیمہ روزانہ شہر میں مزدوری کرنے جاتی تھی۔ ایک دن مزدوری نہ ملی۔ بالوں ہو کر واپس آ رہی تھی۔ راستہ میں چند اچھے کپڑے ہوتے تھے۔ انہوں نے کہا۔ اسے زچہ ایوب آج تیری چال سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ تجھے اپنے بیمار شوہر کے لیے کچھ نہیں ملا۔ اگر تو ہمیں اپنے سر کے بال دکھا دے تو ہم تجھے آج کے گزارہ کی اجرت دینے دیتے ہیں۔

یہ سنکر جناب رحیمہ رو دی۔ گھر آ کر جناب ایوب کو بتایا۔ اس وقت جناب ایوب نے اپنے زخمی ہاتھ بند کیے اور عرض کی بار اہلہا۔ میں نے ہر امتحان شکر سے گزارا ہے۔ لیکن اب یہ امتحان میرے بس سے باہر ہے۔ تجھے ناصر انبیا۔ ایلیا کا واسطہ ہے اب میرا امتحان ختم کر دے۔

ذاتِ احدیت نے جبریل کو بھیجا۔ جبریل نے اپنے پر جناب ایوب کے جسم سے مس کیے۔ جسم تندرت ہو گیا۔ بانگاتِ ہرے بھرے ہو گئے۔

اللہ نے وہی بیٹے۔ وہی بیٹیاں بہوئیں اور دلا د زندہ کر دیتے۔ پہلے کی طرح پھر دولت اور مال سب کچھ جمع ہو گیا۔

عمر حضرت ایوب۔ آپ نے قرآن سے برس کی زندگی میں وفات پائی۔ وہی حضرت ایوب۔ حضرت ایوب نے اپنے بیٹے بشر کو وصیت کی۔ یہی بشر ہے جس کا لقب فدا کفل ہے۔ اور اسی نام سے معروف ہے۔

سجل کے
حیدرآباد ضلع آباد، پتہ: ۷۹

۲۔ حضرت شعیب یثرون ابن صیفون

جناب شعیب کا اسم گرامی یثرون تھا۔ آپ کے شجرہ نسب میں اختلاف ہے بعض مورخین آپ کو حضرت ابراہیم کے بیٹے مدین کی ذریت سے بتایا ہے۔ اور بعض مورخین کے نزدیک جناب شعیب حضرت ابراہیم کی ذریت سے نہ تھے۔

دونوں مورخین کا والدہ کے سلسلہ میں اتفاق ہے کہ آپ کی نانی جناب لوط کی صاحبزادی تھی۔ جناب شعیب خوفِ خدا سے اس قدر گریہ کرتے تھے کہ تین مرتبہ آپ کی مینا قی ختم ہو گئی۔ اسی لیے آپ کی قوم کا تذکرہ قرآن میں اس طرح موجود ہے کہ۔

شعیب تو ہمیں کزور نظر آتا ہے۔

ہر مرتبہ مینا قی ختم ہونے کے بعد خالقِ اکبر دوبارہ مینا قی عطا فرمادیتا تھا۔ جب چوتھی مرتبہ مینا قی ختم ہوئی تو جبریل نے

ذاتِ احدیت کی طرف سے پیغام دیا کہ۔

اگر تو آتشِ بہنم کے خوف سے روتا ہے تو تجھے معلوم ہے کہ تو اس میں نہیں جائے گا۔
اگر جنت کے شوق میں روتا ہے تو تجھے یقین ہے کہ تو اہل جنت سے ہے۔

جناب شعیب نے فرمایا۔

بجوہل بارگاہِ خالقِ یسٰی عرض کر دے کہ تو بہتر جانتا ہے جس لیے میں روتا ہوں۔ چونکہ تیری ذات کا اس سوال سے مقصد یہ ہے کہ میری امت میرا جواب سن لے۔ اس لیے میں عرض کیے دیتا ہوں۔

میری کثرتِ گریہ نہ بہنم کے خوف سے ہے نہ جنت کے لالچ میں ہے۔ صرف اور صرف تیری محبت میں ہے۔

دوسو بیالیس برس جناب شعیب نے اپنی امت کو تبلیغ کی لیکن انہوں نے آپ کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ جناب شعیب کو آپ کی امت نے شہر بدر کر دیا تھا۔ قرآن میں آپ کی امت کو اصحابِ الایکوبہ کہا گیا ہے۔ علاقہ بدری کے بعد یوں تو آپ نے اپنی امت کے پاس کافی مبلغ بھیجے تھے۔ لیکن تین مبلغین کا تذکرہ تاریخِ اسلام میں ملتا ہے۔

۱۔ شعیب ابن صالح؛

خراج میں ابن ابویہ سے مروی ہے کہ۔ ہسل ابن سعید کہتا ہے کہ مجھے ہاشم ابن عبدالمطلب اپنے صحیح میں کھواں کھودنے کا حکم دیا۔ میں نے جب دوسو ہاتھ (چار سو فٹ) تک کھدوایا تو ہمیں ایک انسانی سر نظر آگیا۔ ہم نے احتیاط سے اس کے ارد گرد کھودا تو ایک شخص کو پتھر پر بڑے آرام سے سوئے ہوئے دیکھا اس نے سفید لباس پہن رکھا تھا۔ اس کا دایاں ہاتھ پیشانی پر رکھا ہوا تھا۔ ہم نے ہاتھ کو پیشانی سے ہٹایا تو پیشانی پر زخم تھا جس سے تازہ خون رسنے لگا۔ ہم نے ہت کو کشش کی لیکن خون بند نہ ہوا۔

ہم نے پھر دایاں ہاتھ پیشانی پر رکھ دیا۔ زخم بھی چھپ گیا اور خون بھی رک گیا۔ بعد میں تین چار مرتبہ ایسا کیا۔ خون بہنے لگ جاتا تھا۔ بالآخر ہم نے ہاتھ کو پیشانی پر رہنے دیا۔ اس کے لباس پر رکھا ہوا تھا۔ میں شعیب ابن صالح ہوں۔ حضرت شعیب نے مجھے اپنی قوم کو وعظ کرنے کی خاطر بھیجا تھا۔ ان لوگوں نے میری پیشانی پتھر مار کر زخمی کر دی۔ اور مجھ زندہ کو اس دیرانِ کوتاہی میں ڈال کر اوپر مٹھا بھردی۔ میں نے ہاشم کو اطلاع دی۔

اس نے کہا۔ اسے ویسے ہی بند کر دو۔

حلیل سکیہ

حدیث لطیفہ آباء، پینٹ نمبر ۸-۱

۲۔ حسان ابن سنان؛

کراچی نے کفر الفوائد میں عبدالرحمن ابن زیاد افریقی سے روایت کی ہے کہ افریقہ میں اپنی بستی سے باہر ہماری مزدور اراضی تھی ایک دن میں بچا کے ساتھ وہاں گیا۔ ہمیں ایک کھواں کھودنے کی ضرورت تھی۔ میں نے ایک جگہ کی نشاندہی کی۔ مزدور

کھودنے لگے۔ مٹی ڈھیل ڈھالی معلوم ہوئی۔ یورادن جزور کھڑتے رہے شام کے قریب جب ہم کام ختم کرنے والے تھے۔ ایک کمرہ نما غار سامنے آگیا۔ جب اسے امتیاط سے ہنکرایا۔ مٹی کی دیوار کے ساتھ ایک شخص بیٹھا تھا۔ اس کے لباس پر کچھا ہوا تھا۔ میں احسان ابن سنان ہوں۔ مجھے جناب شعیب نے ان لوگوں کو تبلیغ کے لیے بھیجا۔ ان لوگوں نے مجھے اس غار میں بند کر دیا شاید قیامت سے پیسے میں پاپا نہ آسکوں۔

۳۔ حارث ابن شعیبؑ

کراہلی ہی نے کنز العمال میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ سیمان ابن عبد الملک وادی قرملی سے گزرا۔ اس نے ایک مقام پر کنواں کھودنے کا حکم دیا۔ کھودتے کھودتے ایک چٹان نکل آئی۔ جب چٹان کا ٹٹھایا گیا تو اس کے پسینے ایک شخص سو رہا تھا۔ اس نے دو ٹیٹھیں پین رکھے تھے۔ اس کا ہاتھ سر پہ تھا۔ جب ہاتھ ہٹایا گیا تو سر میں بڑا گہرا زخم لگا ہوا تھا۔ اس سے خون اپنے لگا۔ کافی کوشش کے بعد خون نرکا۔ دوبارہ ہاتھ کو سر پہ رکھ دیا گیا۔ خون رک گیا۔ اس کی ٹیٹھیں پر کچھا ہوا تھا۔ میں حارث ابن شعیب ہوں۔ مجھے حضرت شعیب نے اہل مدین کی طرف تبلیغ کے لیے بھیجا تھا۔ ان لوگوں نے مجھے قتل کر دیا ہے۔

عذاب پر قوم شعیبؑ

جناب شعیب کی امت بڑی مالدار تھی۔ کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ ان لوگوں نے تولنے کے دو قسم کے باٹ اور پائے کے دو قسم کے پیلے رکھے ہوئے تھے۔ جب کوئی چیز خریدتے تھے تو مقدار سے زیادہ وزن والے باٹوں کو تولتے تھے یا پانوں سے ماپتے تھے۔ اور جب فروخت کرتے تھے تو کم وزن والے باٹوں سے تول کر دیتے تھے۔ جب ان لوگوں نے جناب شعیب کو علاقہ بدر کر دیا۔ اور آپ کی طرف سے آنے والے مہینوں کو شدید کر دیا تو ذات اہیت نے ان پر گرمی مسلط کر دی۔

نودن اس قیامت کی گرمی رہی کہ تمام کھیتیاں جل کر رکھ ہو گئیں۔ پانی کے کنوئیں خشک ہو گئے۔ مویشی شرت پیاس سے تڑپ تڑپ کر مر گئے۔ انسانوں کے چڑے چھلکے گئے۔ دو یوں دن اٹھنے آسمان پر ایک بادل بھیج دیا۔ یہ لوگ بادل کے سایہ میں آگئے۔ جب تمام لوگ اٹھنے ہو گئے تو اس بادل سے آگ برسنے لگی۔ اس آگ نے ان تمام کو جلا کر رکھ کر ڈالا۔

قرآن میں اٹھنے اس دن کو یوم الظلہ سے تعبیر کیا ہے۔ یعنی سایہ کا دن

۳. حضرت زکریاؑ

جناب زکریا حضرت ہارون کی اولاد سے تھے۔ بیت المقدس میں سکنا تھا۔ بیت المقدس کے مولوی جناب زکریا سے جلتے تھے۔ کیونکہ بیت المقدس میں آنے والا ہر شخص جناب زکریا کا سلام کرتا تھا۔ آپ ہمیشہ تورات کی تلاوت میں مصروف رہتے تھے۔

آپ کی زوجہ کا نام حنا تھا۔ جو جناب حنا والدہ مریم کی بہن تھیں۔ ایک سو بیس برس تک آپ کے کوئی اولاد بھی نہ ہوتی۔

جب جناب مریم کی کفالت کا مسئلہ سامنے آیا تو بیت المقدس کے مولویوں نے دیکھا کہ مریم شاہی خاندان کی بیچی ہے۔ اس کی کفالت جو بھی کرے گا۔ اس کی پانچوں گھنٹی میں ہوں گی۔ کیونکہ جناب مریم عمران ابن ماثان کی پوتی تھی۔ اور اس وقت ماثان خاندان بنی اسرائیل کا حکمران خاندان تھا۔ چنانچہ ہر مولوی کی خواہش تھی کہ مریم کے کفالت میں کر دوں۔ جناب مریم کی والدہ جناب حنا کی خواہش تھی کہ چونکہ جناب زکریا بنی معصوم ہیں۔ اس لیے کفالت جناب زکریا کریں۔

انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ معصوم ہونے کے ساتھ ساتھ خاندانی اعتبار سے بھی جناب زکریا ماثان خاندان سے تھے اور وہ کسی دنیاوی لاپرواہی میں ویسے بھی نہ آئیں گے۔ لیکن مولوی آمادہ نہ ہوئے۔ بالآخر قرعہ اندازی کی گئی۔ قرعہ اندازی میں جناب حنا کی خواہش پوری ہوئی اور جناب مریم کی کفالت کا قرعہ جناب زکریا کے نام نکل آیا۔ اسی سے مولوی اور جل گئے۔

جناب زکریا ایک سو بیس برس کے ہو گئے تھے لیکن اولاد نہیں تھی۔ ذاتِ اہدیت نے قرآن کریم میں جناب زکریا کی خواہش اولاد کا تذکرہ بھی فرمایا ہے بالآخر جناب زکریا کی نوید ملی۔ مزید کچھ حالات جناب زکریا کے ذیل میں ذکر کریں گے۔ اس جگہ تو جناب زکریا کے امتحان کا تذکرہ مقصود ہے۔ ایک سو بیس برس تک اولاد سے محرومی ایک بہت ہی بڑا امتحان تھی۔ دوسرا امتحان بیت المقدس کے مولویوں کی رقابت تھی جو جناب مریم کی کفالت کے بعد روز افزوں ہی ہوتی چلی گئی۔

تیسرا امتحان مولویوں نے رقابت کا اظہار جناب مریم سے ستم کرنے میں کیا۔ یہ تمام امتحانوں سے بڑھ گیا۔ بالآخر جناب عیسیٰ کی ولادت پر مولویوں کی سبیریں گئی۔ جب ہر طرف سے شور برپا ہوا تو جناب زکریا بیت المقدس سے نکل کر باہر آ گئے۔

ایک باغ میں آئے۔ ایک درخت نے آواز دی۔ اے نبی خدا! آپ کے دشمن آپ کی تلاش میں ہیں۔ آپ میرے پاس آجائیں۔

جناب زکریا درخت کے قریب آتے درخت کے تان میں شگاف پڑ گیا۔ آپ اندر چلے گئے۔ درخت دوبارہ پہلے کی طرح ہو گیا۔

مولوی سپاہیوں کے کہ باغ میں آگئے۔ شیطان بھی ایک بزرگ منش کا روپ دھار کر ان کے پاس آ گیا۔ اور پوچھا۔

کیا تلاش کر رہے ہو؟

انہوں نے بتایا۔ وہ بیت المقدس میں ایک مقدس نہیں رہتا تھا۔ جو مدعی نبوت بھی تھا۔ اور مریم کی کفالت بھی کرتا تھا۔

اس کے سوا مریم کے پاس کوئی بھی نہ جاتا تھا۔ اب مریم کا بیٹا ہوا ہے۔

شیطان نے کہا۔ آؤ مل کر تلاش کرتے ہیں۔ جب اس درخت کے قریب آئے جس میں جناب زکریا تھے اور شیطان نے

آپ کو درخت میں داخل ہوتے دیکھا تھا۔ شیطان نے کہا۔ میرے خیال میں وہ جادوگر بھی تھا۔ میں نے ایک آدمی کو اسی درخت

میں داخل ہوتے دیکھا ہے۔ میرا خیال ہے وہی زکریا تھا۔ میں خود حیران رہ گیا کہ درخت پھٹ کیسے گیا۔ اور پھر جڑ کیسے گیا۔

سپاہیوں نے اور مولویوں نے شیطان کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ شیطان نے کہا۔ میرے قریب آؤ۔ شیطان

درخت کے قریب گیا اور سینہ کے برابر اپنا کان لگا دیا۔ پھر سپاہیوں اور مولویوں سے کہا۔ تم آؤ اور اس جگہ کان لگاؤ

اگر دل کے دھڑکنے کی آواز سناتی دے میں سچا ہوں۔ ورنہ جو چاہو سزا دے لینا۔ سب نے باری باری کان لگاتے جناب

زکریا کے دل کی دھڑکنے کو ہر ایک نے محسوس کیا۔ اور یقین کر لیا کہ یہ بزرگ سچ کہتا ہے۔

بڑھی بلاتے گئے۔ انہوں نے درخت کی شاخیں کاٹ کر درمیان میں اسرا ڈال دیا۔ جناب زکریا دو نیم ہو کر شہید

ہو گئے۔

۴۔ جناب یحییٰ

جناب یحییٰ حضرت عیسیٰ سے چھ ماہ بڑے تھے۔

جناب یحییٰ نے جناب عیسیٰ کی تصدیق نبوت دو مرتبہ کی۔ پہلی مرتبہ اس وقت کی جب جناب یحییٰ اپنی ماں جناب حنہ کے

صدف عصمت میں تھے اور جناب عیسیٰ حضرت مریم کے صدف عصمت میں تھے۔

ہو ایوں کہ جناب زکریا نے جناب مریم کے ایسے بیت المقدس کی پھت پر ایک کمرہ بنایا تھا۔ کوئی میٹرھی وغیرہ نہ تھی

صرف کھانا دینے کا خاطر جب آتے تو میٹرھی گھر سے آتے۔ میٹرھی لگا کر اوپر چڑھتے کھانا اور پانی دینے کے بعد واپس

میٹرھی گھر سے جاتے۔ جب جناب زکریا نے جناب مریم میں آثار حمل دیکھے تو آپ کو دل میں خطرہ محسوس ہوا کہ مولوی پہلے ہی

مجھ سے جلتے ہیں۔ اب انہیں زبان درازی کا موقع مل جائے گا۔ اور میرا کوئی بھی مقابل قبول نہیں ہوگا۔ کیونکہ میرے بغیر مریم

کے پاس جاتا ہی کوئی نہیں۔ اسی پریشانی میں گھر آئے۔ جناب حنہ سے تذکرہ کیا۔

جناب حزنے فرمایا۔

یہ اللہ کا کام ہے آپ کو نکر نہیں کرنا چاہتے۔ اللہ خود ہی سنبھال لے گا۔ ویسے آپ ایسا کریں ایک مرتبہ مریم کو گھرنے آئیں تاکہ میں اسے دیکھ بھی لوں اور اس سے کچھ پوچھ بھی لوں۔ جناب زکریا آئے بیت المقدس سے جناب مریم کو گھرنے گئے چونکہ جناب حزنہ عمر میں جناب مریم سے بڑی تھیں اس لیے وہ اس خیال سے جناب مریم کی تعظیم کو نہ آٹھیں۔ جب جناب مریم قریب آئیں تو جناب یحییٰ نے ماں کے صدف عصمت میں انگوٹھی لے کر عرض کیا۔

یا امہ تدخل الیک سیدۃ النساء العالمین اسے ماں اچھے پاس نساء عالمین کی مخدومہ مردمان عالمین کے مشتملہ علی سید رجال العالمین ولا تقومین لہا۔ مخدوم کو لے کر کہہ رہی ہے اور آپ ان کی تعظیم کو نہیں اٹھتی۔ جناب حزنہ گہرا کر کھڑی ہو گئیں۔ اب جناب حزنہ کو نہ تو جناب مریم سے کچھ پوچھنے کی ضرورت رہی اور نہ دیکھنے کی۔ اور دوسری مرتبہ آپ نے بعد از ولادت حضرت عیسیٰ عوام اناس کو جناب مریم کی طہارت اور جناب عیسیٰ کی نبوت کی شہادت بھی دی۔

جب جناب مریم کو تمہم کیا گیا تو جناب یحییٰ جی کی عمر چھ ماہ تھی نے گوارا سے کہا تھا۔ نہ ماں پر شک کرو نہ بیٹے پر۔ ماں ظاہر ہے۔ اور بیٹا کلمہ اللہ اور بنی خدا ہے۔ جناب یحییٰ بچنے ہی میں حمد و ثنوت پر فائز ہوئے۔ زہد کا یہ عالم تھا کہ خوف خدا سے گریہ میں رخساروں کا گوشت آتسودا کے ساتھ بہ گیا تھا۔ آپ کے دانت نظر آتے تھے رئیس ہونے کے باوجود کبھی روتی سے بنا ہوا کپڑا تک نہ پہناتا تھا۔

شہادت جناب یحییٰ

بکار۔ تفسیر فرات اور اکمال کے مطابق جناب یحییٰ کا واقعہ شہادت یوں ہے کہ جناب یحییٰ کے زمانہ میں جو بادشاہ تھا۔ اس نے اپنے سے پہلے بادشاہ کی داشتہ سے شادی کر رکھی تھی۔ اس داشتہ کی سابق بادشاہ سے بیٹی تھی جب یہ بوڑھی ہونے لگی۔ تو اس نے سوچا کہ میرے بڑھاپے میں بادشاہ کسی دوسری عورت سے شادی کرے گا۔ اور میری حیثیت ختم ہو جائے گی۔ چنانچہ اس نے اپنی بیٹی کو آمادہ کیا۔ کہ اب تو بادشاہ سے شادی کرے۔ لڑکی تیار ہو گئی۔ اس عورت نے بادشاہ کے سامنے لڑکی کو بنا سنوار کر پیش کیا۔ بادشاہ کو لڑکی پسند آگئی۔ اور بادشاہ نے پوچھا یہ کون ہے۔

اس عورت نے بتایا یہ سابق شاہ کی میرے لطن سے بیٹی ہے۔ اگر آپ کو پسند ہے تو آپ اس سے شادی کر لیں۔ بادشاہ نے کہا یہ تیری بیٹی ہے اور تو میری بیوی ہے۔ پھر میں بیوی کی بیٹی سے کیسے شادی کر سکتا ہوں۔ یحییٰ سے پوچھوں گا اگر اس نے اجازت دے دی تو شادی کر لوں گا۔ بادشاہ نے جناب یحییٰ سے پوچھا۔ آپ نے منع فرمایا۔

جب اس مکار عورت نے دیکھا کہ بادشاہ آمادہ نہیں ہو رہا تو ایک دن اس نے بادشاہ کو خوب شرب پلاتی جب بادشاہ نشہ میں رہ بوش ہو گیا تو بیٹی کو بنا سنوار کر بادشاہ کے پاس لے آئی۔ بادشاہ نے دست اندازی کرنا چاہی تو عورت نے کہا: آپ کو یہ سچائی نے منع کیا ہے۔ یہ میری بیٹی ہے۔ آپ اسے ہاتھ نہ لگائیں۔
بادشاہ مخور تھا۔

اس نے کہا: سچی کون ہوتا ہے مجھے روکنے والا۔ بادشاہ میں ہوں یا یہ سچی ہے؟
عورت نے کہا: اگر آپ بادشاہ ہیں تو پیسے یہاں سچی کا سر لایا جائے پھر یہ آپ کے پاس آئے گی۔ میں اپنے محل میں جا رہی ہوں۔ جب سچی کا سر مجھے مل جاتے گا تو میں بیٹی لے کر آپ کے پاس آ جاؤں گی۔ یہ کہہ کر وہ مکار اٹھ کر بیٹی گئی اور عورت کو بھی ساتھ لے گئی۔

بادشاہ دیوانہ ہو گیا۔ اسی وقت وزیر کو بلایا۔ حکم دیا اسی وقت جہاں کہیں سچی ہو اسے فوراً یہاں لایا جائے۔ ہر طرف سپاہی پھیل گئے۔ کچھ دیر بعد جناب سچی بادشاہ کے سامنے پیش کیے گئے۔
بادشاہ نے حکم دیا۔ سچی کا سر قلم کر کے، نہری طشت میں رکھ کر اوپر ریشم سے ڈھانپا جانے اور میری بیوی کے محل میں اسی وقت اسے یہ تحفہ پیش کیا جائے۔

جناب سچی نے فرمایا: بادشاہ تو نشہ میں بدست ہو رہا ہے۔ میرے قتل ہو جانے سے حرام خدا حلال نہیں ہو جاتے گا۔

اتنے میں سپاہیوں نے جناب سچی کو پکڑا۔ زمین پر لٹا دیا۔ طشت میں سر رکھ کر تلواریں سے سر جدا کر لیا۔ کوشش کی گئی کہ خون طشت سے باہر نہ جائے۔ لیکن ایک قطرہ خون کا چھل کر طشت سے باہر فرش پر جاگا اور چھتے کی طرح خون ابلنے لگا۔

طشت اس عورت کو پیش کیا گیا۔ وہ اس طشت کو ہاتھوں پر رکھ کر بیٹی کو ساتھ لائی۔ بادشاہ لڑکی کو دیکھ کر پھر دیوانہ ہو گیا۔ طشت میں کٹے ہوئے سر سے آواز آتی رہی۔ بادشاہ یہ تیری بیوی کی بیٹی تیرے لیے حلال نہیں ہے۔ حرام خدا کو حلال نہ کر۔

ادھر تیسرے مسلسل یہ آواز آرہی تھی۔ دوسری طرف خون فوراً کی طرح ابل رہا تھا۔ محل کے تمام لوگ مٹی ڈال رہے تھے لیکن خون بند نہیں ہو رہا تھا۔ اہل خور و عیال جمع ہو کر مٹی ڈالنے لگی۔ لیکن خون بند نہ ہوا۔ وہ محل میں رہا اس میں ہر طرف مٹی ہی مٹی کا ڈھیر بن گیا۔ بالآخر سو برس بعد سخت نصرت نے ابلتے ہوئے خون پر ستر ہزار بنی اسرائیل کو قتل کیا تو کہیں جا کر وہ خون بند ہوا۔



۵- حضرت یونسؑ؛

سجاد اور مجمع البیان کے مطابق جناب یونس کے امتحان کی مختصر تاریخ یوں ہے۔

مناقب میں ابو حمزہ ثمالی سے مروی ہے کہ عبد اللہ بن عمر جناب سجادؑ کے پاس آیا اور کہا۔

سجاد! میں نے سنا ہے تو کہتا ہے کہ چونکہ جناب یونس نے حضرت علیؑ کی دلا کو قبول کرنے میں تاثیر کی تھی اس لیے اللہ نے اس کو مچھلی کے شکم میں رکھا۔

جناب سجاد نے فرمایا۔ ہاں میں نے اسی طرح کہا ہے۔

عبد اللہ نے کہا۔ اگر تو سچا ہے تو دلیل پیش کر۔

جناب سجاد اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور عبد اللہ سے فرمایا۔ امیرے ساتھ۔ جب بیرون مدینہ آئے تو یہ فرمایا کہ آنکھیں بند کرے۔

کچھ دیر بعد فرمایا۔ اب کھول دے۔ جب اس نے آنکھیں کھولیں اور دیکھا تو سمندر کا کنارہ ہے۔ گہرا کر کہنے لگا۔

اے فرزند رسول! میری زندگی کا خیال رکھنا۔ آپ کو اپنی جد کا واسطہ۔

آپ نے فرمایا۔ اب خاموش رہ اگر میں سچا ہوں تو تجھے اپنے دعویٰ کی دلیل دکھاتا ہوں۔ پھر آپ نے سمندر کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔

ایتعا الحوت اطلعی۔ اے مچھلی باہر آ جا۔

ایک پہاڑ جیسی مچھلی نے سمندر سے سر نکالا اور عرض کیا۔

لیک لیک یا دلی اللہ۔ اے ولی خدا! میں حاضر ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ تو کونسی مچھلی ہے۔

مچھلی نے عرض کیا۔ قبلہ میں وہی مچھلی ہوں جس نے جناب یونس کو اپنے شکم میں رکھا تھا۔

آپ نے فرمایا۔ ذرا تفصیل سے بتا لوگ مجھ سے دلیل مانگتے ہیں۔

مچھلی نے عرض کیا۔ قبلہ! اللہ نے جس بھی نبی کو مبعوث فرمایا ہے۔ بعد از بخت آپ کی ولایت کے اقرار کرنے کا فرمایا ہے۔

جس جس نبی نے فوراً آپ کی ولایت کا اقرار کر لیا ہے۔ انہیں اعلیٰ مقام اور مرتبہ ملا ہے۔ اور جن انبیاء نے آپ کی ولایت

کے اقرار میں توقف کیا ہے اللہ نے انہیں تندیہ کے طور پر مبتلائے امتحان کیا ہے۔ اور جب تک آپ کی ولایت کا اقرار نہیں کیا

اس وقت تک امتحان ختم نہیں ہوا۔

جناب یونس بھی اسی انبیاء سے تھے جنہوں نے آپ کی ولایت میں توقف کیا تھا۔ اللہ نے مجھے حکم دیا اور میں چالیس دن

تک اپنے شکم میں لے کر انہیں مختلف سمندروں کی سیر کرائی رہی۔ بجز قندم، رود نیل، اور بحیرہ طبرستان میں میں نے جناب یونس کو سیر کرائی۔ آخر میں دجلہ میں آئی۔ دجلہ سے فرات میں گئی۔ اور فرات کے کنارے حکم خدا سے انہیں اپنے شکم سے باہر نکالا۔ جناب یونس کے شکم باہر میں رہنے کی مدت میں اختلاف ہے کم از کم تین گھنٹے اور زیادہ سے زیادہ چالیس دن بتائے گئے ہیں۔

حضرت علیؑ نے ایک یہودی کے سوال کے جواب میں فرمایا ہے کہ جب پھلی جناب یونس کو زریں کے پانی میں لے گئی تو قارون کے قریب سے گزری۔ حضرت موسیٰ کے حکم کے مطابق قارون کو ایک ایک اونچے کے برابر نکل رہی تھی جب قارون نے جناب یونس کی صدا سے تسبیح سنی تو زمین سے درخواست کی مدت کے بعد کسی انسان کی آواز سنی ہے مجھے اتنی اجازت دے اس سے دو باتیں کر لوں۔ دل ہر تسک گیا ہے۔ زمین نے روک دیا۔

قارون نے جناب یونس سے پوچھا۔ آپ کون ہیں؟

جناب یونس نے جواب دیا۔ امتحان باری میں مبتلا یونس ہوں۔

قارون نے پوچھا۔ غضب ذوالجلال کے مظہر حضرت موسیٰ کا کیا حال ہے۔

جناب یونس نے کہا۔ عرصہ ہوا فوت ہو گئے ہیں

قارون نے کہا رحم خالق کے نمائندہ جناب ہارون کا کیا حال تھا۔

جناب یونس نے فرمایا وہ بھی فوت ہو گئے ہیں۔

قارون نے پوچھا۔ موسیٰ و ہارون کی ہمشیرہ کلثوم میری نینگت تھی اس کا کوئی حال۔

جناب یونس نے فرمایا۔ آج کل آل عمران سے کوئی بھی معروف آدمی ایسا نہیں رہا جس کا نام لیا جاتا ہو۔

یہ سنکر قارون کی آہ نکل گئی۔

ذاتِ احدیت نے قارون کے آل عمران کے گناہ پر افسوس پر ترس کھا کے زمین کو حکم دیا۔ قارون کو مزید

نکلنا بند کر دے۔

جب جناب یونس دوبارہ اپنی قوم میں واپس آئے تو سوچنے لگے کہ لوگوں کے مطابق تو مجھے پھلی نے نکل لیا تھا اب

یہ کیسے یقین کریں گے کہ میں ہی یونس ہوں۔ تہہ سے باہر آئے دیکھا تو ایک چرواہا بکریاں چرا رہا تھا۔

آپ نے اس سے فرمایا۔ جا شہراؤں کو بتا یونس واپس آ گیا ہے اور شہر سے باہر موجود ہے۔

چرواہے نے کہا۔ جا جا تو کون ہے یونس بنے والا شاید تجھے معلوم نہیں کہ یونس کو دریا میں پھلی نکل گئی تھی۔ ابھی تک

تو وہ لوگ خود موجود ہیں جنہوں نے یونس کو پھلی کے منہ میں ڈال دیا تھا۔ انہیں تو سر لینے دیا ہوتا۔ پھر یہ دعویٰ کرتا تو کوئی

مان بھی لیتا۔

جناب یونس نے پہلے تو اور علامات بتائیں۔ لیکن چرواہے نے جب کسی بھی علامت پر یقین نہ کیا۔ تو ایک بکری کی طرف

اشارہ کر کے فرمایا۔

تجھے معلوم ہے میں نبی خدا یونس ہوں۔ اور تو دیکھ رہی ہے کہ تیرا چرواہا میری بات نہیں مان رہا تو گواہی کیوں نہیں دیتی۔ اللہ نے بکری کو قوت گویائی سے نوازا۔

بکری نے جناب یونس کو سلام کیا۔ پھر چرواہے سے کہا۔ یہی جناب یونس ہیں۔ اللہ نے تم پر انہیں دوبارہ بھیجنے کی نوازش فرمائی ہے چل مجھے ساتھ لے جا۔ میں شہر میں گواہی دوں گی۔ کہ ہمارا نبی واپس آ گیا ہے۔

چرواہا بکری کو ساتھ لے کر شہر گیا۔ جب اسی نے بتایا تو شہرواے اسے مارنے کو دوڑے۔

چرواہا نے کہا۔ دیکھو جلد بازی نہ کرو۔ میں اپنا گواہ ساتھ لایا ہوں۔

انہوں نے کہا۔ کہاں ہے تیرا گواہ؟

چرواہے نے بکری کی طرف اشارہ کیا۔

بکری نے اللہ کی عنایت کر دہ قوت گویائی سے شہر والوں کو بتایا کہ جناب یونس بیرون شہر کھڑے ہیں۔

یہ سنتے ہی سب شہر والے دوڑے دوڑے آئے جناب یونس کے قدم بوس ہوئے۔ اور احترام سے شہرے گئے۔

۶۔ جناب جبرجیس

بجاریں شیخ صدوق کے حوالہ سے ابن عباس سے مروی ہے کہ ذات احیث نے جناب جبرجیس کو شام کے واذاذ نامی بت پرست بادشاہ کو تبلیغ کیے سے بھیجا۔

جناب جبرجیس نے واذاذ سے فرمایا۔ تو کتا بڑا حکمران ہے۔ کتنا دانش مند ہے۔ جھلا کبھی کوئی دانشمند اپنے ہاتھ سے تراشے گئے پتھر کی بھی عبادت کرتا ہے؟

اللہ وحدہ لا شریک ہے۔ اسی کی عبادت کیا کرو۔ بت پرستی چھوڑ دو۔

واذاذ نے پوچھا۔ تو کہاں کا رہنے والا ہے؟

جناب جبرجیس نے فرمایا۔ میرا اصل وطن توروم میں ہے لیکن آج کل قیام فلسطین میں ہے۔ اللہ نے مجھے آپ کے

پاس بھیجا ہے۔

واذاذ نے حکم دیا کہ اللہ کے اس بھیجے ہوئے گوزندان میں ڈال دو۔

جب جناب جبرجیس زندان میں بھی تبلیغ سے نذر کے۔ تو بادشاہ نے لہبے کی کنگھیاں بنوائی اور غلاموں کو حکم دیا کہ اس تہی کا گوشت ان لہبے کی کنگھیوں سے کھریں ڈالو۔ غلاموں نے جناب جبرجیس کا گوشت لہبے کی کنگھیوں کے ذریعہ ہڈیوں سے جدا کر دیا۔ ہڈیوں پر سر کہ چھڑکا گیا۔ اوپر اونی لباس پہنا دیا گیا۔ لہبے کی سلاخیں گرم کر کے ان سے جناب جبرجیس کا جسم

داغا گیا۔ پھر لہبے کی میٹھیوں جناب جبرجیس کی رانوں۔ گھٹنوں اور پاؤں میں نصب کیں گئیں۔

آخر میں لوہے کے کیل گرم کر کے آپ کے سر میں نصب کیے گئے اور اوپر سے سپینہ پگھلا کے ڈال دیا گیا۔ اور زندان میں ایک ایسی چٹان رکھی تھی جسے اٹھاہ آدمی مل کر اٹھتے تھے۔
جناب جرجیس کو سلا کر اور وہ چٹان الٹ دی گئی جب وہ لوگ ایک طرف ہٹے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک ملک آیا اور کہا۔

جرجیس اللہ جل جلالہ کا پیغام ہے کہ یہ لوگ تجھے چار مرتبہ شہید کریں گے تو گھبراتا مت۔ میں ہر مرتبہ تجھے زندہ کروں گا۔

جب صبح ہوتی تو بادشاہ نے غلام بھیجے کہ جاؤ وہ نبی اپنے اللہ کے پاس پہنچ گیا ہو گا۔ اسے زندان سے اٹھا کر باہر دفن کر دو۔

جب غلاموں نے آکر دیکھا تو جناب جرجیس اس چٹان پر بیٹھ کر ذکر خدا میں مصروف تھے۔

سب گھبرا کر بادشاہ کے پاس آئے اور اسے بتایا کہ نبی صاحب تو چٹان پر بیٹھ کر اپنے اللہ کے نام کی تسبیح پڑھ رہے ہیں۔

فاذاذہ نے کہا۔ اسے جلدی میرے پاس لے آؤ۔ غلام آپ کو لے کر گئے۔ آپ نے فرمایا۔ فاذاذہ جن اللہ نے تجھے اتنا اقتدار دیا ہے اس کی نعمت کا شکریہ ادا کر اور سرکشی چھوڑ دے۔

فاذاذہ نے دزیروں سے مشورہ کیا۔ اور کہا۔ مجھے ایسے لگتا ہے کہ یہ شخص جادوگر ہے۔ جادو کوئی اچھا سنا قابل جادوگر تلاش کر دو جو ہی اس کا مقابلہ کرے گا۔

باہر جادوگر تلاش کیا گیا۔ اس نے آکر اپنا ہر کتب آدیا۔ لیکن جناب جرجیس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ تنگ آکر جادوگر نے آپ کو زہر کھلادیا۔

آپ نے زہر لیا اور بسم اللہ الذی یضلل عند صدقہ کذاب الفجورہ وضحیٰ لہمۃ پڑھ کر زہر کھلایا۔ آپ کو کچھ بھی نہ ہوا۔

جادوگر آپ کے قدموں میں گر گیا۔ اور کہنے لگا۔ آپ سچی ہیں۔ آپ کا مہبود سچی ہے۔ اگر اس زہر کا مہوداں حصہ میں ہزار آدمی کو کھلاتا تو ان کے جگر کباب ہو کر باہر آجاتے۔ لیکن آپ پر اثر بھی نہیں ہوا۔ مجھے اپنے مہود کا کلمہ پڑھائیں۔

جناب جرجیس نے کلمہ پڑھایا۔ اور بادشاہ نے اس جادوگر کے قتل کا حکم دیا۔ جادوگر قتل کر دیا گیا اور جناب جرجیس کو دوبارہ زندان میں بھیج دیا گیا۔

ہر قسم کی اذیت پہنچانے کے بعد جناب جرجیس کے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ایک شے میں ڈال کر اسے بند کر دیا گیا فاذاذہ اپنے دزیروں اور مشیروں کے ساتھ آکر دسترخوان پر بیٹھا تاکہ جشن مناتے۔

اللہ نے ایک سیاہ بادل بھیجا جس کی گرج۔ چمک اور گرج سے یہ لوگ دہشت زدہ ہو گئے۔ زمین میں زلزلہ آگیا۔

وَلِي الْعَصْرِ ثَرْثِثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْثِثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْثِثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْثِثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْثِثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْثِثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْثِثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْثِثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْثِثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْثِثٌ

انہیں اپنی موت کا یقین ہو گیا۔

اللہ نے میکاتیل کو بھیجا۔ جا امیرے جرجیس سے کہہ۔ اٹھ اور تبلیغ کر۔ میکاتیل نے ہلکے کے قریب کھڑے ہو کر جناب جرجیس کو ذاتِ احدیت کا پیغام دیا۔

جناب جرجیس بسم اللہ پڑھ کر کھڑے ہوئے۔ اور دسترخوان پر بادشاہ کے سامنے آکر فرمایا۔ بادشاہ اللہ نے تجھے جو صلہ دیا ہے۔ ہمت دی ہے۔ اپنی ہمت کو پتھر کے قدموں میں ضائع نہ کر۔ ایک اللہ کو معبود مان لے۔

جب پولیس انچارج نے جناب جرجیس کو دیکھا تو اسی وقت آپ کے قدموں میں گرا اور عرض کی۔ مجھ سے جو غلطی ہوئی ہے۔ آپ معاف فرمائیں آپ کو دو مرتبہ قتل کرنے کے بعد بھی زندہ دیکھ کر آپ کے اللہ کو نہ ماننا بہت بڑی خیانت ہے اور اتنی بڑی خیانت کم از کم میں تمہیں کر سکتا۔ اس کے ساتھ چار ہزار اور آدمی بھی مسلمان ہو گئے۔

فاذانہ نے حکم دیا تمام مسلمانوں کو قتل کر دو۔ شاہی حکم سے ان تمام کو قتل کر دیا گیا۔

فاذانہ نے حکم دیا کہ اب میں دیکھتا ہوں تو کیسے اٹھتا ہے اور تیرا اللہ کیسے تجھے زندہ کرتا ہے۔ اس نے حکم دیا کہ تانبے کی ایک چادر کو آگ میں سرخ کیا جائے۔ جب وہ سرخ ہو گئی تو جناب جرجیس کو اس پر لٹا دیا گیا۔ سید گھلا کر جناب جرجیس کے دہن مبارک میں ڈال گیا۔ آنکھوں اور سر میں گرم بیجین گاڑی گئیں۔ آخر میں اوپر کھڑیاں ڈال کر آگ لگا دی گئی۔ نبی خدا کی راکھ لکڑیوں کی راکھ میں مل گئی۔ اس نے حکم دیا کہ اس راکھ کو بھو امین بچھیر دو۔

ادھر اللہ نے ہوا کو حکم دیا کہ میرے نبی کی راکھ کو ایک جگہ جمع کر۔ جب راکھ جمع ہو گئی۔ تو اللہ نے جبرئیل سے فرمایا۔ جا اور میرے نبی سے کہہ۔ اٹھ اور جا کر فاذانہ کو تبلیغ کر۔

میکاتیل نے راکھ پر کھڑے ہو کر اللہ کا پیغام سنایا۔ اللہ کا نبی بسم اللہ پڑھ کر اٹھ کھڑا ہوا فاذانہ کے پاس آئے وہ اپنے وزیروں اور مشیروں کے درمیان بیٹھا نہیں ہانک رہا تھا۔ جرجیس کو دیکھ کر قلم انگشت بدندان ہو گئے۔

ایک وزیر نے کہا۔ جرجیس تو دیکھ رہا ہے، ہم جن مہروں پر بیٹھے ہیں۔ یہ سب لکڑی کے بنے ہوئے ہیں۔ اگر واقعی تیرا خدا سچا ہے تو اسے کہ جس میں درخت کی یہ لکڑیاں ہیں ابھی ابھی اسی جگہ ہری ہو جائیں اور پھل دیں۔ تو تم تجھے نبی اور تیرے خدا کو اپنا معبود مان لیں گے۔ اور بت پرستی چھوڑ دیں گے۔

جناب جرجیس نے دعا کی۔ اسکا وقت وہاں باغ لگ گیا۔ اور پھل پک گئے۔

یہ دیکھ کر فاذانہ نے حکم دیا کہ اسے پکڑ کر اسی جگہ پھٹے پر لٹاؤ۔ جناب جرجیس کو پھٹے پر لٹا کر اسے سے چیر دیا گیا۔

ایک بڑی دیگ چولہے پر چڑھا کر اس میں گندھک سیدہ اور تار کول ڈال کر انہیں کھولایا گیا۔ جب یہ کھول گئے تو جناب جرجیس کا گوشت اٹھا کر دیگ میں ڈال دیا گیا۔

اسی ماہ ذی قعدہ نبی کے پیام لوٹ کر جلاتے گئے۔

اسی ماہ رسول زاد یوں کو رسی بستہ کیا گیا۔

مسلمانوں نے نہ جاہلیت کے رواج کو سامنے رکھا اور نہ حرمت نبویہ کا لحاظ کیا۔

یوم عاشور نے آل محمد کی آنکھیں زخمی کر دی ہیں۔ ہمارے آنسو نہیں ٹھہرتے۔ قیامت تک ہم کربلا کو نہیں بھول سکتے۔

اگر کوئی روٹنا چاہے تو ہمارے مصائب کربلا پر آنسو بہاتے۔ مصائب حسین پر گریہ سے گناہان کبیرہ بھی معاف ہو جاتے

ہیں۔ میرے بابا کو پورے مشرہ محرم میں کبھی کسی نے مسکراتے نہیں دیکھا تھا۔ یوم عاشور تو بار بار پیش کر جاتے تھے۔ اور

فراتے تھے۔ یہی وہ دن ہے جس میں راکب دوش رسول اور پروردہ آغوش بتول بے گناہ بھوکا اور پیاسا شہید ہوا۔

۲۔ زیارت حسین مظلوم اور آپ پر گریہ:

عیون میں ریان ابن شیب سے مروی ہے کہ میں محرم کی حکیم کو امام رضاؑ کے پاس گیا۔ آپ نے فرمایا۔

اے پسر شیب مجھے معلوم ہے کہ ماہ محرم زمانہ جاہلیت میں بھی محترم ہوتا تھا۔ اور مشرکین و کفار کا کوئی بھی ذوق اس

ماہ نہ ہرنگ کرتا تھا۔ اور نہ کسی پر ظلم و زیادتی کرتا تھا۔ حتیٰ کہ اپنے انتقام بھی اس ماہ میں بھول جاتے تھے۔ لیکن امت مسلمہ

نے ذی قعدہ کے معاملہ میں نہ جاہلیت کے رواج کی پابندی کی نہ اسلامی احترام کا پاس کیا۔ اور نہ ہی احترام نبوی کا خیال

کیا۔ اسی ماہ آل محمد کے بے گناہ خون بہاتے گئے۔ غارت گری کی گئی۔ خیام کو نذر آتش کیا گیا رسول زاد یوں کو پابند رسی کر کے

کو چہ کو چہ لگی اور شہر بپشہر تشہیر کیا گیا۔

اے پسر شیب اگر کبھی کسی چیز پر روٹنا چاہے تو مظلوم حسین پر رویا کر۔ مظلوم زہراؑ کو پس گردن سے ذبح کیا گیا ہے

آل محمد کے اٹھارہ ایسے جوان خاک و خون میں غلطان کیے گئے کہ ارض و سما میں ان کا نظیر کوئی نہ تھا۔ شہادت شہیر پر آسمان

زمین نے آنسو بہائے ہیں۔

چار ہزار تک قیامت تک مزار حسینؑ پر نالاں و گریاں رہے گا۔

اے پسر شیب مجھے اپنے آباؤ اجداد سے یہ روایت موصول ہوتی ہے کہ یوم عاشور شہادت حسینؑ کے بعد آسمان سے

خون اور سرخ رنگ مٹی کی بارش ہوتی تھی۔

اے پسر شیب اگر غم حسینؑ میں اس قدر درد لو کہ تمہارے آنسو تمہارے رخسار سے تک بہ جائیں تو اللہ تیرا ہر کبیرہ و

صغیرہ گناہ معاف فرمادے گا۔

اے پسر شیب اگر تو چاہتا ہے کہ کسی گناہ کے بوجھ کے بغیر دہر خالق میں پیش ہو تو پھر غم حسینؑ میں رویا کر۔

اے پسر شیب اگر توجہ میں نبی اکرمؐ کا پڑوسی ہونا چاہتا ہے۔ تو تاکا حسینؑ پر لعنت کیا کر۔

اے پسر شیب اگر توجہ میں انصار حسینؑ سے مشورہ ہونا چاہتا ہے توجہ کبھی مجھے یاد حسینؑ آجائے تو کہا کر۔

آل زیاد اور آل ابوسفیان جشن فوج منارہی تھی۔ جو شخص یوم عاشور کو مبارک سمجھے گا یا اس دن روزہ رکھے گا۔ وہ مسخ شدہ دل کے ساتھ یوم حشر آل زیاد کے ہمراہ محشر ہوگا۔ جو شخص یوم عاشور کسب معاشی کرے گا۔ اس کے دل میں نفاق پیدا ہوگا جو تادم مرگ اس کے ساتھ رہے گا۔ اس کے رزق سے برکت سلب ہو جائے گی اور شیطان اس کے مال اور اولاد میں بھی حصہ دار ہوگا۔

ناثرین مغرباً نہ ہر آہ

مغرب میں مروی ہے کہ محرم کا چاند نظر آتے ہی امام صادقؑ کے گھر صف ماتم بچھ جاتی تھی۔ مجلس عزاء پر پاہوتی تھی۔ ہر طرف سے لوگ آپ کو پرستہ دیتے آتے تھے۔ گریہ و بکا اور نوحہ خوانی و سید زنی ہوتی تھی۔ بعد از مجلس عزاء آپ فرماتے تھے۔

امام حسینؑ شہید ہیں، شہید زندہ ہوتے ہیں۔ امام حسینؑ روزانہ میدان کربلا میں پہلے اپنے خیمہ پھر اپنے عزاء کے وہ مقامات جہاں سب ایک ایک کر کے گھوڑوں سے اترے تھے اور آخر میں اپنی تقصیل دیکھتے ہیں۔ پھر پورے عالم میں اپنے ناثرین۔ اپنے عزاداروں اور اپنے غم میں غم کرنے والوں کو دیکھتے ہیں۔ امام حسینؑ کے پاس ان کے عزاداروں کی ہنرت جاتی ہے۔ وہ خود بھی اپنے عزاداروں کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ نبی اکرمؐ، جناب امیرؑ، حضرت علیؑ اور امام حسنؑ سے بھی درخواست کرتے ہیں کہ میرے عزاداروں کیلئے آپ بھی استغفار کریں۔

عزائے مظلوم نہ ہر آہ میں لاوے رلائے

اور

رونے کی شکل بنانے کا ثواب

نوٹ از مترجم صاحب دوم نے اکثر روایات مع سلسلہ سند لکھی ہیں۔ لیکن ترجمہ میں ہم نے سلسلہ سند نہیں لکھا لیکن اس عنوان میں پیش کردہ روایات کے ترجمہ میں ہم سلسلہ سند بھی پیش کر رہے۔ کیوں کہ عصر حاضر میں کچھ افراد عزاداروں کو یہ کہہ کر عزاداری سے پیچھے ہٹانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ ثواب عزاداری کے سلسلہ میں مروی روایات غیر مستند ہیں۔ (مترجم)

کامل زیارات میں محمد بن مسلم نے امام باقر سے روایت کی ہے امام باقر نے امام مجاہد سے روایت کی ہے کہ غم شہادت حسینؑ میں اگر کسی مومن کی آنکھ سے آنسو بہا تو اس کے رخسار پر آجاتے تو اللہ اسے داخل جنت کرے گا ہمیں دشمنوں سے پہنچنے والی کسی بھی تکلیف پر اگر کسی مومن کی آنکھوں سے آنسو بہا تو اسے اللہ جنت میں صادقین کے ساتھ سے جگہ دے گا۔

ہماری عزا داری کے سلسلہ میں اگر کسی مومن کو ایسی تکلیف پہنچے جس سے اپنی تکلیف کی وجہ سے مومن کی آنکھ سے آنسو بہا نکلیں۔ تو اللہ اسے قیامت کے ہر مولیٰ سے محفوظ رکھے گا۔

کامل زیارات میں محمد حمیری نے اپنے باپ سے۔ محمد کے باپ نے علی ابن محمد ابن سالم سے۔ علی نے محمد ابن خالد سے خالد نے عبد اللہ ابن حماد سے۔ عبد اللہ نے عبد اللہ ابن عبد الرحمن سے۔ عبد اللہ نے مسع ابن عبد الملک کو دین بصری سے روایت کی ہے کہ۔

مسع کہتا ہے کہ مجھے امام صادقؑ نے فرمایا۔

اے مسع تو عراق کا باشندہ ہے کیا کبھی غریب زہراؑ کی زیارت کو کر بلا گیا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ تیرا آپ کو معلوم ہے کہ زیارت غریب زہراؑ سرکاری طور پر نہ ہے۔ اور میں ایک انتہائی معروف آدمی ہوں مجھے خطرہ ہے کہ اگر میں گیا تو یقیناً میری چٹلی کھائی جائے گی۔ اور میں زیر عتاب آجاؤں گا۔ آپ نے فرمایا۔ کیا مصائب غریب زہراؑ یاد کرتا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ تیرا کیا تبدیلی کی تصدیق تو میرے اہل خانہ بھی کریں گے کہ میں مصائب مظلوم زہراؑ یاد کر کے کتنا روتا ہوں اور کتنی سینہ زنی کرتا ہوں۔ حتیٰ کہ مجھ سے کھانا چھوٹ جاتا ہے۔ اور میرا جسم میرے عزا دار ہونے کی عمارت کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ تیرے آنسوؤں پر رحم فرمائے۔ تو قیامت میں ہمارے غم میں سینہ زنون کے گروہ سے محذور ہوگا۔ تو ان لوگوں میں شامل ہوگا جو ہماری خوشی میں سرور اور ہمارے غم میں غمزدہ رہتے ہیں۔ اس گروہ میں سینہ زنی کی قیمت کا بجھے اس دلت پر تہ چلے گا جب تو سکتا موت میں ہوگا

حضور آبائی لث و وصیتہم ملک الموت و ما یلقونک بہ من البشارۃ۔
میرے آبا تیرے پاس حاضر ہوں گے ملک الموت کو تیرے ساتھ
حسن و سلوک کی وصیت کریں گے اور کچھ بشارت جنت دیں گے

کلام مہموم میں لفظ حضور قابل توجہ ہے مہموم نے روایت نہیں فرمایا حضور فرمایا ہے۔ جس کا معنی یہ ہے کہ مومن صرف حضرت علیؑ اور نبی کو نبین کو دیکھے گا نہیں۔ بلکہ وہ چل کر مومن کے پاس بنقش نفس تشریف لائیں گے۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست

ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست

ان کے حکم کے بعد ملک الموت تیرے لیے تیری ماں سے بھی زیادہ شفیق ہوگا۔
یہ فرما کر آپ روڑیئے۔ میرے بھی آنسو بہنے لگے۔

پھر فرمایا۔ اس اللہ کی حمد ہے جس نے ہم پر اپنی رحمتیں نازل کی ہیں۔ اور میں بھی صفتِ رحمت سے ہی
لوانا ہے۔

اے مسیح! جب سے امیر المومنین شہید ہوا ہے اس دن سے ارضِ دوہا صرف گریہ میں
مسح! جو شخص بھی ہماری مظلومیت پر آنسو بہائے اس پر آنسو ٹپکنے سے پہلے رحمتِ خدا کا نزول ہو جاتا ہے۔
مسح! ہماری مظلومیت پر بہنے والا اگر ایک آنسو بھی جہنم میں ڈال دیا جائے تو آتشِ جہنم خاموش ہو جائے گی۔
مسح! ہمارے غم میں رونے والا دم مرگ جب ہمیں اپنے سر ہانے دیکھے گا تو اسے ہر غم بھول جائے گا۔ اور یہ خوشی ہمارے
پاس حوضِ کوثر کے پینے تک برقرار رہے گی۔

مسح! جب ہمارے محب حوضِ کوثر پر پہنچیں گے تو کوثر فرطِ مسرت سے چھلک جائے گا۔
مسح! حوضِ کوثر سے پیائیگی ایک جامِ ہمیشہ کے لیے کافی ہوگا۔ حوضِ کوثر کا ذرہ کی طرح ٹھنڈا، مشک کی طرح خوشبودار
اور زنجیل کے ذائقہ کا حامل ہوگا۔ آنسو سے زیادہ صاف۔ مکھن سے زیادہ نفیس اور شہد سے زیادہ شیرین ہوگا۔

اے مسیح! تو بھی ان افراد میں شامل ہوگا جو حوضِ کوثر سے میرا آب بول گے۔

مسح! ہمارے غم میں رونے والی آنکھ پر اللہ کی پہلی عنایت یہ ہوگی کہ وہ حوضِ کوثر کو دیکھ سکے گی۔

مسح! حوضِ کوثر پر امیر المومنین ہوگا اور اپنے اعدا کو حوضِ کوثر کے قریب تک نہ آنے دے گا۔

مسح! حوضِ کوثر پر آنے والے ایسے افراد جو ہمارے غم میں آنسو نہیں بہاتے۔ جب آئیں گے اور جناب امیر المومنین انہیں
دور بھگانیں گے۔ تو وہ عرض کریں گے۔

یا علیؑ۔ ہم اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمد رسول اللہ پڑھتے رہے ہیں۔

حضرت علیؑ جواب دیں گے مجھے معلوم ہے کہ تم پڑھتے رہے ہو۔ آج بات شہادتیں کی نہیں ہے شہادت کی ہے جاؤ جس کو
امام ہانتے تھے ان سے کوثر مانگو۔

وہ عرض کریں گے۔ آج ہمارے وہ امام تو ہم سے علیؑ ہر ہو گئے ہیں۔

آپ فرمائیں گے۔ جا انہیں تلاش کر۔ تیرے نزدیک تو وہ افضل مخلوق تھے۔ اور افضل مخلوق کی شفاعت اللہ مسترد
تہیں کرتا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) مومن سے ہم کلام ہو کر بشارتِ جنت دیں گے اور ملک الموت کو زخمی کی وصیت فرمائیں گے۔ لفظ حضور آئمہ
کے حاضر و ناظر ہونے کے لیے کافی ہے۔

دہ مڑی کرے گا۔ قبلہ امیرِ پیاس سے برا حال ہے۔

حضرت علیؑ فرمائیں گے۔ میں کیا کر سکتا ہوں۔ مجھے تو اللہ کی طرف سے صرف انہی کو کوثر پلانے کا حکم ہے جو دنیا میں صرف ہماری وجہ سے مظلوم رہے ہیں۔

تغیب میں پورے سلسلہ سنسکے ساتھ امام صادق سے منقول ہے۔ آپ نے فرمایا ہے۔

جس شخص کے سامنے ہماری مظلومیت بیان کی جائے اور اس کی آنکھ سے مکھی کے سر کے برابر آنسو نکل آئے تو اللہ اس کے تمام گناہ معاف فرما دے گا خواہ مہندہ کی جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں۔

اللہ ہمارے شیعوں پر رحم فرمائے کہ وہ تاریخ کے طویل ترین غم حسینؑ میں ہمارے شریک غم میں۔

جو شخص ہمارے غم میں خود بھی روئے اور سو افراد کو رلائے وہ داخل جنت ہوگا۔

جو شخص ہمارے غم میں خود روئے اور پچاس افراد کو رلائے داخل جنت ہوگا۔

جو شخص ہمارے غم میں خود روئے اور تیس آدمیوں کو رلائے وہ داخل جنت ہوگا۔

جو شخص ہمارے غم میں خود روئے اور دس آدمیوں کو رلائے داخل جنت ہوگا۔

جو شخص ہمارے غم میں خود روئے انصاف کو رلائے داخل جنت ہوگا۔

جس شخص کے آنسو نہیں بہتے اگر رونے کی شکل بنا جائے تو داخل جنت ہوگا۔

میرے نانا سے مروی ہے کہ شہادت حسینؑ کے بعد کوئی شخص غم حسینؑ میں صرف اتاروئے کہ مکھی کا پرتہ ہو جائے تو اس کا اجر اللہ اپنے ذمے لے گا اور اللہ جنت سے کم اجر نہیں دے گا۔

بجاری مروی ہے کہ جب سرورِ انبیاء نے جناب سیدہ کو شہادت حسینؑ کی اطلاع دی تو دخترِ رسولؐ کافی وقت تک گریہ فرماتی رہیں۔

پھر عرض کیا۔ بابا! امیرِ حسینؑ کب تہید ہوگا؟

آپ نے فرمایا۔ بیٹی! اس وقت تہید ہوگا جب زمین ہوں گا۔ نہ تو ہوگی۔ نہ علیؑ ہوگا اور نہ حسنؑ ہوگا۔

یہ سن کر بیٹی کا گریہ بڑھ گیا۔ اور عرض کیا۔ بابا جان! کیا میرے حسینؑ کو کوئی رونے والا بھی ہوگا۔

سرورِ انبیاء نے فرمایا۔ ہاں بیٹی! اللہ میری امت سے ایک گروہ پیدا کرے گا جو ہر سال تیرے حسینؑ کی یاد تازہ کریں گے گریہ کریں گے۔ نوحہ خوانی کریں گے اور سینہ زنی کریں گے اور یہ سلسلہ ان کی نسلوں میں جاری رہے گا ان کے مرد ہمارے مردوں کے غم میں اور ان کی عورتیں ہماری عورتوں کی مظلومیت پر آنسو بہائیں گی۔

قیامت کے دن تو بھی عزادارانِ حسینؑ کی شفاعت کرے گی اور میں بھی سزا داروں کی شفاعت کروں گا۔ بیٹی قیامت کے دن ہر آنکھ اشکبار ہوگی لیکن جو آنکھ غم حسینؑ میں روئی ہوگی وہ سرورِ شاداں ہوگی۔

غریب زہر کی عزا داری میں شعر لکھنا

شیخ صدوق نے امالی میں اور ابن قویہ نے کامل الزیارات میں پورے سلسلہ سند کے ساتھ ابوعمارہ شاعر کے ذریعہ امام صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے مجھے فرمایا۔

اے ابوعمارہ مجھے مظلومیت حسینؑ کے چند اشعار سناؤ۔

میں نے ایک مرثیہ سنایا۔ آپ ٹوٹ کر روئے۔ میں چپ ہو گیا۔ آپ نے فرمایا۔ نہیں ابوعمارہ تو مرثیہ خوانی کرتا رہ۔ اور میں ایک کے بعد دوسرا مرثیہ پڑھتا رہا۔ اور امام صادقؑ دھڑلے مار کر روئے رہے حتیٰ کہ پس پردہ سے بھی رونے کی آوازیں آنے لگیں۔

آپ نے فرمایا۔ ابوعمارہ جو غم مظلوم کر بلا میں شعر لکھ کر پچاس آدمیوں کو لائے وہ داخل جنت ہو گا۔

جو غم حسینؑ میں شعر لکھ کر تیس آدمیوں کو لائے وہ داخل جنت ہو گا۔

جو غم حسینؑ میں شعر لکھ کر دس آدمیوں کو لائے وہ داخل جنت ہو گا۔

جو غم حسینؑ میں شعر لکھ کر ایک آدمی کو لائے داخل جنت ہو گا۔

جو غم حسینؑ میں شعر لکھ کر خود رونے داخل جنت ہو گا۔

جو غم حسینؑ میں شعر لکھ کر رونے کا شکل بنا لے داخل جنت ہو گا۔

کامل الزیارات میں ابو ہارون کوفی سے مروی ہے کہ میں امام صادقؑ کے پاس گیا۔ امام عزاتھے آپ اور آپ کے گرد بیٹھنے والے تمام صحابہ مغموم تھے۔

آپ نے مجھے فرمایا۔ ابو ہارون غم مظلوم کر بلا میں اشعار سنا۔

میں نے کوئی نہی تحت اللفظ شعر پڑھا۔

آپ نے فرمایا۔ ان طرح نہیں۔ بلکہ جس طرح تم اپنی مجالس عزایں موز خوانی کرتے ہو اسی طرح سنا۔

میں نے ایک مرثیہ پڑھا۔ آپ نے دوسرے کا حکم دیا۔ میں نے دوسرا مرثیہ پڑھا۔ آپ خود روئے رہے۔ پس پردہ سے ملنے

گریہ بلند ہوئی۔

جب مستورات کی آواز بلند ہوئی تو آپ نے فرمایا۔

اے ابو ہارون جو شعر لکھ کر دس آدمیوں کو لائے داخل جنت ہو گا۔ جو ایک کو لائے داخل جنت ہو گا اور جو خود روئے

داخل جنت ہوگا۔

منتخب میں دلیل خزانگی سے مروی ہے کہ میں ایام عزاء میں امام رضاؑ کے پاس گیا۔ مجھے آتا ہوا دیکھ کر آپ نے فرمایا۔
مرحباً بک یا دعبل

مرحباً بنا صرنا بیداد ولسانہ اپنے ہاتھ اور زبان سے ہماری مدد کرنے والے خوش آمدی۔
آپ نے مجھے اپنے قریب بیٹھنے کو جگہ دی اور فرمایا۔ دلیل تجھے معلوم ہے آج کل ایام عزاء میں۔ مرثیہ خوانی کرتا کہ کچھ
آنسو بہہ جاتیں۔

دلیل یہ وہ دن ہیں جو آل محمد کے لیے باعث غم اور دشمنان آل محمد کے لیے بالعموم اور بنی امیہ کے لیے بالخصوص ایام
سرت ہیں۔

دلیل جو شخص ہمارے غم میں روئے یا رلائے اس کا اجر اللہ اپنے ذمہ لے لیتا ہے۔
دلیل جو شخص ہماری مظلومیت پر آنسو بہائے وہ قیامت میں ہمارے ساتھ محشور ہوگا۔
دلیل جو شخص غریب زہراؑ کے غم میں روئے گا اللہ لا محالہ اس کے گناہ معاف فرما دے گا۔
پھر فرمایا۔ ہاں دلیل اب مرثیہ خوانی کر۔ تو جب تک زندہ ہے ہماری مدح سراغی اور مرثیہ خوانی کرتا رہے گا کبھی اس
سے نفرت نہ کرنا۔

پھر میں نے دو مرثیے پڑھے۔ امام رضاؑ اپنی پر وہ اہلیت نے بے تماشائی گریہ کیا۔
منتخب میں زید شہام سے مروی ہے کہ ہم اہل کوفہ کا ایک اچھا خاصا گروہ امام صادقؑ کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ جعفر ابن
عقنان آگیا۔

آپ نے جعفر کو اپنے قریب بٹھایا اور فرمایا۔
جعفر میں نے سنا ہے تو مظلومیت غریب زہراؑ پر شعر کہتا ہے اور اچھے کتاب ہے؛
میں نے عرض کیا۔ قبلہ جہاں تک شعر کہنے کا تعلق ہے تو وہ میں کہتا ہوں جہاں تک اچھے اشعار کہنے کا تعلق ہے تو
میں کچھ عرض کر نہیں سکتا۔ ویسے لوگ کہتے ہیں کہ اچھے اشعار کہتا ہوں۔ قبلہ اگر اچھے ہوں بھی سہی تو لوگوں کے لیے ہوں
گے۔ آپ کے سامنے میرے اشعار کی کیا حیثیت ہے۔

آپ نے فرمایا۔ بھلا کوئی مرثیہ سنا۔
جعفر نے مرثیہ پڑھا۔ ہم نے دیکھا کہ آنسو آپ کے رخساروں پر بہ کریش مبارک کو تر کر رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ بخدا! تیرے اس ذکر حسینؑ کو لانا کہ نے بھی سنا ہے اور وہ ہم سے زیادہ روتے ہیں۔ اللہ نے تیرے تمام
گناہ معاف کر دیئے ہیں۔ اور تیرے لیے جنت واجب کر دی ہے۔

جعفر! جو بھی غریب زہراؑ کی مظلومیت پر ایک شعر کہے کہ ایک شخص کو بھی زلا دے اللہ اس کے لیے جنت واجب قرار

دے دیتا ہے۔

ہر یوم عاشور آسمان سے ملائکہ نازل ہوتے ہیں ان کے پاس شیشیاں ہوتی ہیں۔ ہر گھر میں اور ہر مجلس عزائمیں جا کر ان شیشیوں کو عزاداروں کے آنسوؤں سے پر کرتے ہیں۔ قیامت کے دن جب لوگ پل صراط سے گزریں گے اور عزاداران حسینؑ کے گناہوں کی وجہ سے آتش جہنم کے شعلے عزاداروں کی طرف پلکیں گے تو ملائکہ انہی آنسوؤں کے چھٹے آتش جہنم پر ماریں گے آتش جہنم ساٹھ ہزار فرسخ کے فاصلہ تک دور چلی جائے گی۔

قتیل العبرة

کامل الزیارات میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ ایک دن حضرت علیؑ نے امام حسینؑ کی طرف دیکھا اور فرمایا: اے ہر مومن کے آنسو۔

کامل ہی میں ابو حمزہ سے مروی ہے کہ جس دن امام صادقؑ کے سامنے امام حسینؑ کا نام لے لیا جاتا تھا۔ اس دن نام لیے جانے کے بعد کبھی کسی نے امام صادقؑ کو مسکراتے نہیں دیکھا تھا۔ فرمایا کرتے تھے حسینؑ ہر مومن کا آنسو ہے۔

کامل الزیارات میں ابو سعید سے مروی ہے کہ امام صادقؑ نے فرمایا ہے۔ امام حسینؑ اکثر فرمایا کرتے تھے: میں کشتہ عبرت ہوں۔ جو مومن بھی میرا نام لے گا یا سنے گا اس کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو نیک پڑیں گے۔

کامل الزیارات میں ہارون ابن خارجہ سے مروی ہے کہ ایک دن امام صادقؑ کے پاس بیٹھے تھے۔ امام حسینؑ کا تذکرہ چل نکلتا تھا۔

امام صادقؑ گریہ فرمانے لگے۔ ہم بھی روئے پھر آپ نے فرمایا۔ امام حسینؑ فرمایا کرتے تھے: میں کشتہ عبرت ہوں۔ جو مومن بھی میرا نام لے گا یا میرا نام لے گا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو نیک پڑیں گے۔

کامل الزیارات میں ہارون ابن خارجہ ہی سے مروی ہے کہ امام صادقؑ نے فرمایا ہے۔ امام حسینؑ بالعموم فرمایا کرتے تھے: میں کشتہ عبرت ہوں۔ میں کشتہ عبرت ہوں۔ میں انتہائی غربت اور بے کسی میں شہید کیا جاؤں گا۔ میرا حق ہے کہ میرے پاس جو بھی مصیبت کا مارا آئے میں اسے واپس خوش و مخم لوٹاؤں۔

عزاداری غریب زہرا میں خراج :

مقتل طرحی میں مروی ہے کہ جناب موسیٰ نے ایک مرتبہ مناجات میں عرض کیا۔ بارالہا! تو نے امت محمد کو کس بنا پر دیگر امتوں سے افضل قرار دیا ہے۔

ذات احدیت نے یہ جواب دیا کہ۔ امت محمد کے پاس دس ایسی خصوصیات ہوں گی جو اور کسی نبی کی امت میں ہی نہیں ہیں۔

جناب موسیٰ نے عرض کیا۔ وہ دس خصوصیات کون سی ہیں؟
ذات احدیت نے فرمایا۔

- ۱۔ نماز۔ ۲۔ زکوٰۃ۔ ۳۔ روزہ۔ ۴۔ حج۔ ۵۔ جہاد۔ ۶۔ جمعہ۔ ۷۔ جماعت۔ ۸۔ قرآن۔ ۹۔ علم۔ ۱۰۔ عاشورہ۔

جناب موسیٰ نے عرض کیا۔ بارالہا! دوسری چیزوں سے تو میں متعارف ہوں۔ لیکن یہ عاشورہ کیا ہے۔
ذات احدیت نے فرمایا۔ عاشورہ سبب محمد پر فناء اور لانا۔ فرزند مصطفیٰ کے غم میں نوحہ اور ماتم کرنا ہے۔

موسیٰ! اس زمانہ میں میرے بندوں میں سے جس نے بھی ذریت محمد کے غم میں سوگ منایا۔ صفا ماتم بچائی۔ اور نوحہ دیکھا کیا میں اسے جاحساب داخل جنت کروں گا۔

موسیٰ! امت محمد میں سے جس نے فرزند مصطفیٰ کے غم میں کسی کو کھانا کھلایا۔ یا مراسم عزائم میں ایک درہم خرچ کیا۔ میں دنیا میں اس کے مال میں ستر گناہ برکت دوں گا۔ جاحساب داخل جنت کروں گا اور اس کے تمام گناہ معاف کر دوں گا۔
موسیٰ! مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم ہے اگر فرزند مصطفیٰ کے غم میں یوم عاشورہ یا سال کے کسی دن کسی نے ایک آنسو بھی بہایا میں اسے سو شہید کا ثواب دوں گا۔

مقتل طرحی میں مدینہ کی ایک طوائف اور اس کے پڑوسیوں سے منقول ہے کہ میں پیشہ در طوائف تھی اور میرے پڑوسی میں ایک شیخ عزادار کا گھر تھا۔ عزادار کے مکان میں بالعموم صفا ماتم کا انتظام رہتا تھا۔ گرمی کے موسم میں ایک ایسا ہی دن تھا عزادار کے مکان میں صفا ماتم بچھی تھی۔ باہر سے آئے ہوئے چند شہداء (ذکر مصائب پڑھ رہے تھے۔ صاحب خانہ نے ان ذاکر دل اور مجلس عزائم شریک افراد کے لیے نیاز پکانے کا حکم دے رکھا تھا۔ نیاز کی دیگ چولہے پر تھی اور وہ مصروف عزاداری تھے۔ مجھے آگ کی ضرورت ہوئی میں آگ لینے کی خاطر عزادار کے گھر آئی۔ دیکھا تو آگ تقریباً بجھ چکی تھی۔ میں نے چنگاریوں کو بیٹھو کنا شروع کیا۔ میرے منہ اور سر پر راکھ پڑ گئی میرے ہاتھ سیاہ ہو گئے۔ آگ جل گئی۔ میں آگ سے کچل چکی تھی۔ آگ کے نیچے آگ جل رہی تھی۔

میں نے گھر آکر اپنا کام کیا۔ اور دوپہر کو تیلو لہ کے لیے سو گئی۔ عالم خواب میں میدان مختصر دیکھا۔ ہر طرف العطش العطش

کی صدائیں تھیں۔ کچھ ملائکہ آئے انہوں نے مجھے بازوؤں سے پکڑا۔ اور جہنم کی طرف بے جانے لگے۔ میں فریاد کرنے لگی۔ لیکن وہاں میری فریاد سننے والا کون تھا۔ جب وہ ملائکہ جہنم کے کنارے پہنچ گئے۔ تو پیچھے سے ایک آواز آئی ٹھہر جاؤ اسے جہنم میں نہ ڈالنا۔

ملائکہ رک گئے۔ انہوں نے پلٹ کر دیکھا تو ایک انتہائی حسین و جمیل اور خوش پوش شخص دوڑتا آ رہا تھا۔ ملائکہ نے عرض کیا کہ۔

اسے فرزند رسول! کیا آپ نے اس کی شفاعت کی ہے؟

اس نے کہا۔ ہاں کی ہے۔

ملائکہ نے کہا۔ کیا شفاعت قبول ہو گئی ہے۔

اس نے کہا۔ کیا شفاعت قبول ہونے کے بغیر میں تمیں روک سکتا ہوں۔

ملائکہ نے عرض کیا۔ قبلہ! ہمیں بتانے کی ضرورت تو نہیں کہ یہ عورت کون ہے۔ کیا ہم پوچھ سکتے ہیں کہ آپ نے اس کی شفاعت کیوں کی۔

اس نے کہا۔ تم اس کے ہاتھ دیکھو رکھ سے سیاہ ہیں۔ اس کا سر دیکھو رکھ سے اٹا ہوا ہے۔ اور اس کا چہرہ دیکھو رکھ سے اورد ہے۔

ملائکہ نے عرض کیا۔ قبلہ یہ سب کچھ تو ہے لیکن اس کا اس کی شفاعت سے کیا تعلق ہے۔

اس نے کہا۔ اس کے پڑوس میں میرے فلاں عزادار کا مکان ہے۔ آج اس نے صف ماتم بچھا رکھی تھی۔ اور نیاز پکا رہا تھا۔ وہ میرے ماتم میں مصروف ہو گئے اور آگ بجھ گئی۔ نیاز ابھی تک بچی نہ تھی۔ اس کو آگ کی ضرورت ہوئی یہ آگ لینے کی خاطر پڑوسی عزادار کے گھر گئی۔ اس نے آگ دوبارہ جلائی۔ اس کے آگ جلانے سے نیاز میں جو خامی تھی وہ پوری ہو گئی۔ اگرچہ اس نے آگ اپنی خاطر جلائی تھی لیکن میرے نام پکینے والی نیا رکھ جو فائدہ ہوا ہے وہ اسی کی آگ جلانے سے ہوا ہے اور میں کسی کا عرض نہیں رکھتا چاہتا۔

یہ سنکر ملائکہ نے مجھے چھوڑ دیا۔ میں اس شخص سے مخاطب ہوئی اور عرض کیا آپ نے اس کڑے وقت میں مجھ پر احسان کیا ہے۔ آپ کون ہیں۔

اس نے کہا میں کشتہ حضرت علی وزیر کا فرزند حسین مظلوم ہوں۔

میں اسی وقت آپ کے قدموں میں گر گئی اور عرض کی۔ قبلہ جو بدکاری کر چکی ہوں۔ وہ آج آپ نے معاف کرادی ہے آج کے بعد میں بدکاری سے توبہ کرتی ہوں۔ کیونکہ آپ جیسے کریم کی زیارت کے بعد کسی بدعاش سے بات کرنا بھی میری توہین ہوگی۔ میں نیند سے بے دار ہوئی۔ دیکھا تو ابھی تک مجلس عزاء مجال تھی۔ میں فوراً وہاں آئی اور ان سوگواروں کو مقام واقعہ سنایا۔ گریہ اور زور و بکا وہ چند ہو گیا۔ پھر میں نے ان تمام کے سامنے اپنے جرم بدکاری سے توبہ کی۔

بجاریں سید حسینی سے مروی ہے کہ میں ایک دستہ کے ساتھ شہد میں امام رضاؑ کے ڈروس میں رہ رہا تھا۔ محرم کے ایام تھے۔ روزانہ مجلس سزا ہوتی تھی۔ میرے ہی ساتھیوں میں سے ایک شخص ڈاکر تھا جو مجلس پڑھتا تھا۔ یوم عاشورا اس ڈاکر نے امام باقرؑ کی یہ روایت پڑھی کہ۔

سزائے مظلوم زہرا میں اگر پھر کے پر کے برابر بھی آنسو آجائے تو اگرچہ اس کے گناہ سمندر کی جھاگ کے برابر بھی ہوں گے اللہ سے معاف فرمادے گا۔

میرے انہی ساتھیوں میں ایک مولوی تھا۔ جو صرف دنو تو شاید بہت پڑھا ہوا تھا لیکن معرفت سے خالی تھا اس نے کہا کہ یہ روایت خلاف عقل ہے۔ میں نہیں مانتا۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ اتنے بڑے گناہ صرف ایک آنسو سے ہی معاف ہو جائیں۔

ہماری کافی بحث و محاور ہوتی۔ لیکن وہ نہ مانا۔ ہماری مجلس سزا محفل بھکار بن گئی۔ سب لوگ بے لطف ہو کر اٹھ گئے۔ شام کے وقت وہی عالم نما جاہل قیام گاہ پر آ گیا۔ اور ہم سب سے اس نے پتے فردا فردا اپنی اس غلطی کی معافی مانگی پھر بارگاہ خالق میں توبہ کی۔

ہم نے پوچھا۔ آخروج کیا ہے؟ صبح تو اتنا گرم تھا کہ راوی اور روایت کو دیوار پر مار رہا تھا اور اب اتنا نرم ہے کہ ہم سے بھی معافی مانگتا ہے اور دوبار خالق میں بھی توبہ کرتا ہے۔

اس نے کہا۔ جب مجلس برخواست ہوئی۔ آپ لوگوں کی طرح میں بھی پریشان تھا۔ آپ لوگ میرے انکار سے پریشان تھے اور میں آپ کے اس اصرار سے پریشان تھا۔ میں اٹھا اور حرم امام رضاؑ کے باہر نکلاں جگہ تھائی دیکھ کر لیٹ گیا۔ مجھے پتہ بھی نہ چلا کہ مجھے نیند آگئی۔

عالم خواب میں میں نے دیکھا عثر پیاس ہے۔ بڑا وسیع میدان ہے۔ ایک طرف آگ دکھ رہی ہے۔ اس پر ایک پل بنا ہے ایک طرف میزان نصب ہے۔ لوگوں کے نامہ ہائے اعمال تل رہے ہیں۔ ہر ایک پیاس سے بد حال ہے۔ میں بھی پیاس سے جان بلب تھا۔ کہیں پانی نظر نہ آ رہا تھا۔ بہت دور مجھے ایک جگہ پانی کی چمک دکھائی دی۔ میں اس طرف دوڑا جب قریب گیا تو ایک بہت بڑا حوض تھا۔ اس پر دو مرد اور ایک بڑا توپوش مستور تھی۔

میں نے کسی سے پوچھا۔ یہ کون ہیں؟

اس نے جواب دیا۔ یہ حوض کوثر ہے اور مرد حضرت رسول اکرمؐ اور حضرت علیؑ ہیں۔ اور عورت دختر رسول ہے۔

یہ سن کر میں خوش ہو گیا۔ جب حوض کے قریب گیا تو دیکھا حضرت نبی اور حضرت علیؑ کے لباس سیاہ تھے۔ اور ان کی صورت ایسی پرہیزگاری تھی کہ مجھے ان سے پانی مانگنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ میں نے سر جھکا کے۔ جناب میدہ کی خدمت میں عرض کی۔ بی بی مجھے ایک گھوٹ پانی پلا دو۔ میں بہت پیاسا ہوں۔

دختر رسول نے فرمایا۔ مجھے ایسے محسوس ہو رہا تھا جیسے بی بی زور رہی ہوں۔ جب تو اس بات سے انکار

کتاب ہے کہ حسینؑ پر گریہ کے ایک آنسو کے عوض اللہ جنت نہیں دیتا تو پھر پانی کس بات پر مانگتا ہے۔ تجھے کیا معلوم کہ حسینؑ مجھے کتنا عزیز تھا۔ حسینؑ رسول عالمین کو کتنا پیارا تھا۔ اور حسینؑ علیؑ کا کتنا محبوب تھا تو میرے حسینؑ کی مظلومیت اپنی عقل پر تو کتنا ہے

اللہ میرے حسینؑ کے قاتلوں پر لعنت کرے۔ تجھے کیا معلوم کہ میرا حسینؑ کس عزت۔ کس بے کسی اور کس مظلومیت سے شہید ہوا ہے۔

تو کیا جانے کہ میرے حسینؑ پر گریہ کر دوکنے کی خاطر ظالموں نے کتنی پابندیاں لگائی ہیں۔ یاد رکھیے حسینؑ پر رونا ہر عمل سے افضل و اشرف ہے اور انہیدہ میرے مظلوم بیٹے کے گریہ کو کسی عمل سے توڑنے کی کوشش نہ کرنا۔ یہ سنکر میں گھبرا گیا۔ اور گھبرا کر میدار ہو گیا۔ مسیحاں وہاں بیٹھ کر اپنی نگر پریشیمان ہوتا رہا۔ استفغار پڑھا رہا۔ ادراپ آپ کو اپنی توبہ کا گواہ بنانے آیا ہوں۔

اصحاب مظلوم کربلا

علل اشراق میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ عمارہ نے آپ سے پوچھا۔ قبلہ آج تک جتنے بھی واقعات کربلا جس سے بھی سنئے ہیں سب یہی بتاتے ہیں کہ۔ اصحاب امام حسینؑ شہادت میں ایک دوسرے پر برکت لے جانے کی کوشش کرتے تھے نہ انہیں تیروں سے خوف آتا تھا۔ نہ تلواروں سے ڈرتے تھے۔ انہیں اس کی وجہ کیا تھی؟

آپ نے فرمایا۔ شب عاشور جب امام حسینؑ نے ان سے فرمایا۔ کہ دیکھو نبی امید صرف اور صرف میرے دشمن ہیں۔ تم اس بات کی تاریکی میں میدان چھوڑ کر چلے جاؤ۔ نہیں کوئی بھی کچھ نہیں کہنے گا۔ سب نے عرض کیا۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مصیبت کی اس گھڑی میں ہم آپ کو چھوڑ کر چلے جائیں۔

آپ نے سب سے فرمایا۔ پھر یہ میری انگلیوں کے درمیان دیکھو۔ جب انہوں نے دیکھا تو انہیں جنت میں اپنے اپنے محلات نظر آئے۔ امام حسینؑ ایک ایک کو فرماتے تھے یہ تیرا مکان ہے۔ یہ فلاں کا مکان ہے۔ چونکہ وہ جنت میں اپنے مقامات دیکھ چکے تھے۔ اس لیے صبح عاشور ہر ایک کی یہ خواہش تھی کہ میں جلد از جلد اپنے مقام پر جاؤں۔

خصال صدوق میں ثمالی سے مروی ہے کہ ایک دن امام مجاہد نے عبید اللہ ابن عباس کو دیکھا اور رو دیکھے۔ آپ نے آہ سرد بھر کر فرمایا۔

آل محمد پر تین دن سب سے زیادہ سخت آئے۔

پہلا دن جب جناب حمزہ شہید ہوئے۔

دوسرا دن جب جناب جعفر طیار شہید ہوئے۔

اور تیسرا یوم عاشور کا دن تھا۔ جب جناب عباس شہید ہوئے

لیکن یہ تیسرا دن بہت سخت تھا۔ کیونکہ جناب حمزہ اور جناب جعفر کی شہادت کے بعد آل محمد کے پاس بہت کچھ بچ رہا تھا لیکن جناب عباس کی شہادت کے بعد آل محمد کے پاس کچھ بھی نہ تھا۔

جناب حمزہ اور جناب جعفر کی شہادت کے وقت مسنورات آل محمد اپنے گھروں میں محفوظ تھیں لیکن جناب عباس کی شہادت کے وقت ذریت رسول لق و دق صحرا میں بے ہمدان تھی۔

تفسیر امام حسنؑ عسکری میں مروی ہے کہ ایک دن نبی کو نبی نے صحابہ سے فرمایا کہ جب اللہ نے یہودیوں سے یہ عہد لیا تھا کہ تم ایک درسے کا خون نہ بہاؤ گے۔ اور انہوں نے عہد کر کے اسے توڑ دیا۔ رسول خدا کی تکذیب کی۔ اولیائے خدا کو شہید کیا۔

اگرچہ یہودیوں میں اپنی امت کے یہودیوں سے بھی آگاہ کر دوں۔
صحابہ نے عرض کیا۔ قبلہ ضرور آگاہ فرما دیں۔

آپ نے فرمایا۔ میرے امت سے ایک گروہ ایسا ہو گا جو میرا لکھ پڑھیں گے۔ لوگوں کو دھوکا دیں گے کہ ہم امت محمد سے ہیں۔ لیکن میری ذریت کے ناضق ترین اور میری نسل کے پاکیزہ ترین افراد کو بے گناہ شہید کریں گے۔ میری سنت اور شریعت کو بدل ڈالیں گے۔ میرے حسین کو شہید کریں گے۔ اللہ ان پر اسی طرح لعنت کرے گا جس طرح ذکر یا اور سچی کے قاتلوں پر لعنت کرتا ہے۔ اللہ ان کی بقیہ نسل کے لیے میرے حسین کی ذریت سے مہدی بھیجے گا۔ اللہ قاتلین حسینؑ، مجتہدین قاتلین حسینؑ، انصار قاتلان حسینؑ اور قاتلان حسینؑ پر لعنت کرنے میں خاموش رہنے والوں پر لعنت کرے۔ اللہ جہان حسینؑ، عزاداران حسینؑ، اعدائے حسینؑ پر لعنت کرنے والوں، ان کے محلوں اور ممالیان حسینؑ پر رحمت نازل کرے۔ یقین رکھو قاتل حسینؑ پر راضی ایسے ہوں گے جیسے قاتل حسینؑ میں شریک ہوں۔ قاتلان حسینؑ اور ان کی طرف داری کرنے والے دین خدا سے بری ہیں ان پر اللہ ملائکہ اور تمام مخلوق کی لعنت ہوگی۔

اللہ ملائکہ کو حکم دے گا کہ عزاداران حسینؑ کے آنسو جمع کر کے حوض کوثر میں ڈالیں۔ اس سے حوض کوثر کے پانی کی تیسری نفاست اور لذت میں ہزار گنا اضافہ ہوگا۔

اور ملائکہ کو حکم دے گا کہ قاتل حسینؑ پر خوش ہونے والوں اور قاتل حسینؑ پر خاموش رہنے والوں کے آنسو جمع کر کے جہنم میں ڈالو۔

جب وہ جہنم میں ڈالے جائیں گے تو آتش جہنم میں اضافہ ہوگا۔

عبد اللہ دہروی نے تھے داؤد ابن سلیمان قرا ذریعہ امام رضاؑ سے روایت کی ہے کہ نبی کو نبی نے فرمایا ہے۔ قاتل حسینؑ کے ہاتھ اور پاؤں باندھ کر آگ کے تابوت میں ڈالا جائے گا۔ تمام اہل جہنم کا نصف عذاب قاتل حسینؑ پر ہوگا۔ کامل الزیارات میں خالد ربیع نے کتب سے روایت کی ہے کہ۔

سب سے پہلے قاتل حسینؑ پر جناب ابراہیم نے لعنت کی ہے۔ پھر انہوں نے اپنی اولاد سے تا دم زلیست قاتل حسینؑ پر

لنت کرنے کا ہمدیا ہے۔

دوسرے نمبر پر حضرت موسیٰ نے خود بھی قاتل حسین پر لنت کی ہے اور اپنی امت کو بھی قاتلان حسین پر لنت کرنے کا حکم دیا ہے۔

تیسرے نمبر پر حضرت داؤد نے قاتلان حسین پر لنت کی ہے اور بنی اسرائیل کو بھی قاتلان حسین پر لنت کرنے کا حکم دیا ہے۔

پھر انہیں فرمایا۔ اگر اللہ تمہیں وہ زمانہ نصیب کرے تو نصرت حسین میں نصرت یا کوتاہی نہ کرنا۔ یقین رکھو حسین ابن علیؑ کے ساتھ شہادت میں وہی مرتبہ ہو گا جو کسی نبی کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے شہادت میں یدِ لہ سے گامیں اپنی چشم نبوت سے اس وقت بھی نبی زادے حسینؑ ابن فاطمہؑ کو تنہا صحرائے کربلا میں زخموں سے چوریاں یا مانگتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔ کوئی نبی ایسا نہیں جس نے کربلا کی زیارت نہ کی ہو۔ اور مقتل مغرب زہراؑ پر کھڑے ہو کر یہ نہ کہا ہو۔ کہ اسے زمین کربلا تو وہ مقدس اور مبارک مقام ہے جس کے دائرے میں زہراؑ کا چاند آرام کرے گا۔

کامل الزیارات میں امام صادق سے مروی ہے کہ جناب یحییٰ کا قاتل ولد الزنا تھا۔ امام حسینؑ کا قاتل ولد الزنا تھا ہر معصوم کا قاتل ولد الزنا ہی ہوتا ہے۔ البتہ آسمان صرف انہی دو کی مظلومانہ شہادت پر رویا ہے۔ حسن ابن زیاد کہتا ہے قبلہ آسمان کیسے روتا ہے؛

آپ نے فرمایا۔ گریہ آسمان کی علامت یہ ہے کہ سورج خون میں ڈب کر چڑھتا ہے اور خون میں ڈوب کر ہی غروب بھی ہوتا ہے۔

کامل الزیارات میں ہے کہ امام صادق سے کسی نے پوچھا۔ قبلہ فرعون جناب موسیٰ کا سخت ترین دشمن تھا۔ مگر بایں ہمزخون نے کبھی حضرت موسیٰ کو نہ قتل کی دھمکی دی تھی اور نہ ہی قتل کی کوشش کی تھی۔ اس کی کیا وجہ ہے؛

آپ نے فرمایا۔ انبیاء اور اولیائے انبیا کو قتل صرف وہی بد نصیب کرتے ہیں جو ولد الزنا ہوتے ہیں۔ فرعون کا فر تھا۔ مشرک تھا۔ مدعیِ خدائی تھا لیکن ولد الزنا نہ تھا۔

عقاب الاعمال میں بجا بن احمد سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ مجھے مکہ سے مدینہ تک امام صادق کے ساتھ آنے کا اتفاق ہوا۔ ہم معمول کی راہ سے بٹ کر غیر معروف راستہ پر آ رہے تھے۔ راستہ میں ایک عسکری نامی جگہ پر قیام کیا۔ دوسرے ہی دن ہم ایک پہاڑ کے قریب سے گزرے جو راستہ کے بائیں جانب تھا یہ پہاڑ بہت وحشت ناک اور سیاہ تھا۔ اسے دیکھ کر ڈر لگتا تھا۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ دوسرے بھی کافی لوگوں نے محسوس کیا ہے اور میں بھی محسوس کرنا ہوں کہ پہاڑ اپنی نوعیت کا پہلا پہاڑ ہے۔

کبھی کسی پہاڑ سے گزرتے ہوئے خوف یا ڈر محسوس نہیں ہوا۔ لیکن اس پہاڑ کے قریب سے گزرتے ہوئے خوف، ہراس

اور وحشت ہوتی ہے۔ بعض لوگوں کی سواریاں اس پہاڑ کے قریب سے گزرنے سے انکار کر دیتی ہے۔ اور یہاں سے دور بھاگ جاتی ہے۔

اور اس وحشت کو بھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے، ہم سنتے ہیں کہ ایک زائرین میں یہ پہاڑ بڑا امر ہنر و شاداب تھا۔ لیکن اب تو اس میں نہ گھاں اگتی ہے اور نہ کوئی پرندہ رہتا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ ہاں! تو نے سچ کہا ہے۔ اس پہاڑ کا نام کتب انبیاء میں مکد ہے۔ یہ پہاڑ جہنم کی دادیوں میں سے ایک دادی پر ہے۔ اگر کبھی اس کے قریب سے گزرا کرتا اللہ سے پناہ مانگ کے گزرا کر۔ اس پہاڑ میں تاتان حسینؑ کو رکھا گیا ہے۔

اس کے نیچے آب جہنم کی نہریں اور۔۔۔ البتہ ہوا پانی بتاتا ہے۔ آتش جہنم کے اٹھنے والے شعلوں نے اسے سیاہ کر دیا ہے۔ نقلی۔ حطلہ۔ مقرر حجیم۔ باوید۔ خیال اور سعیر یہ جہنم کے سات طبقات ہیں اور ان میں سے جو بھی غبار اٹھتے ہیں وہ سب جمع ہو کر اس کو کھد پر پڑتے ہیں۔

میں ہمیشہ جب بھی مکہ آتا ہوں واپس اسی راہ سے آتا ہوں۔ مجھے تاتان حسینؑ اس میں جلتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ انہیں آتش جہنم میں تڑپتا دیکھ کر دل کو کچھ تسکین ہوتی ہے۔ اور میں انہیں مخاطب کر کے کہتا ہوں۔ جو کچھ تم نے لیا تھا یہ سب اسی کا پھل ہے۔ اب کھاؤ اور نہ ختم ہونے والی زندگی میں ہمیشہ کھاتے رہو۔ تم نے فریت رسول پر ترس نہیں کھایا تھا۔ اب کون تم پر ترس کھاٹے گا۔

سکونی نے امام صادق سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے۔ گھر بگو کہ تو اپنے گھروں میں رکھا کر دیر تاتان حسینؑ پر لنت کرتے ہیں۔

داؤد ابن فرقہ کہتا ہے کہ میں امام صادقؑ کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ کہ کبوتر منڈیر پر بیٹھا۔ اور کافی دیر تک قزرتا رہا۔

آپ نے فرمایا۔ داؤد پتہ یہ کبوتر کیا کہہ رہا ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ اگر ہم پرندوں کی زبان سمجھ لیتے تو پھر ہم بھی حجت خدا ہوتے۔

آپ نے فرمایا۔ تاتان حسینؑ پر لنت کر رہے ہیں۔ اپنے گھروں میں یہی کبوتر رکھا کر ویہ تاتان حسینؑ پر لنت کرتے رہتے ہیں۔

داؤد رقی سے مروی ہے کہ میں امام صادقؑ کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ آپ نے پانی پیا۔ میں نے دیکھا تو آپ کی آنکھوں

میں آنسو آگئے تھے۔ پھر فرمایا۔ اللہم العن قتلۃ الحسینؑ۔ پھر مجھے فرمایا۔ داؤد جو مومن بھی پانی پینے کے

بعد تاتان حسینؑ پر لنت کرے گا اللہ اس کے نامہ اعمال سے سوگنا، شادے گا۔ سونکیاں درج کر دے گا۔ اور سو درج

بڑھا دے گا۔

بجاریں جن ابن ابوناختہ سے مروی ہے کہ میں نے امام صادق کی خدمت میں عرض کیا تبکہ کبھی کبھی خلوت میں یاد حسین آجاتی ہے۔

اگر یاد حسین آجائے تو میں کیا کہوں۔

آپ نے فرمایا۔ تین مرتبہ صلی اللہ علیک یا ابا عبد اللہ۔ کہا کر۔

عیون میں ریان ابن شیب سے مروی ہے کہ امام رضا نے مجھے فرمایا۔ اے ابن شیب اگر جنت الفردوس میں رہنا چاہتا ہے تو تا ملان حسین پر لعنت کیا کر۔

اے ابن شیب۔ اگر انصاریں کے ساتھ مختور ہونا چاہتا ہے تو جب بھی یاد حسین آئے کہا کر۔

ظہر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس۔

فضل نے امام رضا سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ جب کبھی شطرنج یا شراب کو دیکھا کر تیزید اور زیادہ پر لعنت کیا کر اگر تیرے گناہ آسمان کے ستاروں کے برابر بھی ہوں گے تو اسد معاف فرما دے گا۔

طوسی نے منتخب اور علامہ مجلسی نے بحار میں کب الامار سے روایت کی ہے جب کب دور عمر میں مسلمان ہوا تو صحابہ اس سے آنے والے حالات پوچھنے لگے۔ اور کب بتانے لگا۔

کب نے کہا کہ ارض پر بہت بڑے فسادات ہو چکے ہیں اور بہت بڑے ہونے والے ہیں۔ جو ہو چکے ہیں ان میں عظیم تر ظلم قابل نے کیا تھا۔ کہ اس نے اپنے بھائی ہابیل کو بے گناہ شہید کر دیا۔ اور جو ہونے والے ہیں ان میں عظیم تر فساد وہ ہے جس کا تذکرہ اللہ نے قرآن میں ان لفظوں سے کیا۔ ظہر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس۔ لوگوں کے اپنے کرتوتوں کی بدولت بحروب میں فساد رونما ہو گیا ہے۔ اور یہ فساد تمہارے زمانہ کے بالکل قریب ہے۔ ممکن ہے تم میں سے کچھ افراد اس فساد کے وقت زندہ موجود ہوں۔

صحابہ کا شوق بڑھ گیا۔

انہوں نے پوچھا۔ بھلا یہ فساد کیسا ہو گا؟

کب نے کہا۔ یہ فساد قتل حسین ابن زہرا کا ہو گا۔ اس دن آسمان خون روئے گا۔ حسن دن آسمان پر سرخی چھائی ہوئی دیکھو بھولنا۔ فرزند زہرا شہید ہو گیا ہے۔

صحابہ نے کہا۔ کب اتنے بڑے بڑے انبیاء شہید ہوئے ہیں ان کی شہادت پر تو آسمان نہیں رویا۔ بھلا شہادت حسین پر آسمان کیوں خون روئے گا۔

کب نے کہا۔ جس نبی کو بھی شہید کیا گیا ہے وہ اپنی امت کے ہاتھوں شہید نہیں ہوا۔ اسے زمانے والوں نے شہید کیا تھا اور جو زمانے والے ہوں ان سے ہر ظلم کی توقع کی جاسکتی ہے۔ جب کہ حسین کو دن دھاڑے۔ اس کے ناما کے کلمہ گو۔ بھوکا اور پیاسا شہید کریں گے۔

تا تلکان حسینؑ نہ تو سرور انبیاء کے ارشادات دیکھیں گے اور نہ نبی کریمؐ کی وصیت ان کے پیش نظر ہوگی۔ ان کی نگاہ میں صرف اور صرف انتقام ہوگا۔ جہلا خود بتاؤ۔ کسی نبی کو کسی کا فر کے خون کے انتقام میں کس کی امت نے شہید کیا ہے۔

جب کہ حسینؑ سے کفار بدر کے خون کا انتقام کھ گولینے والے ہوں گے جلا نکہ حسینؑ کے متعلق ارشاد نبوی ہے۔ حسینؑ ہی دانا من الحسین جس ذات کے قبضہ قدرت میں کعب کی جان ہے اس کی قسم! شہادت حسینؑ پیر ملائکہ روئیں گے۔ اور تا قیامت روتے رہیں گے۔

سرمزین کر بلا میں دفن ہوگا۔ تمام انبیاء غم حسینؑ میں روئیں گے۔ زیارت حسینؑ کو آئیں گے۔ روزانہ جن دن تک کر بلا میں فریح حسینؑ کی زیارت کو آئیں گے۔ ہر شب جمعہ نوے ہزار فرشتہ شام سے صبح تک مغرب زہرا کی فریح پر رونے آئے گا۔

آسمان میں حسینؑ کو حسینؑ مذکورح کہا جائے گا اور زمین پر حسینؑ کو حسینؑ مقول کہا جائے گا۔ بخدا شہادت حسینؑ پر سورج کو گرہن لگے گا۔ تین دن تک لوگ تاریکی میں ڈوبے رہیں گے۔ آسمان سے خون کی بارشیں ہوگی۔ پہاڑ لرز جائیں گے۔ سمندروں میں طغیانی و طوفان ہوگا۔

اگر حسینؑ کے ماننے والے چند افراد نے ذبح نہ ہوتا۔ اور اگر انہی نے حسینؑ کا انتقام اور عزا داری نہ کرنا ہوتی تو اللہ آسمان سے آگ نازل کر کے کہہ ارض کو جلا ڈالتا۔

تم حیران ہو کر میرا منہ دیکھ رہے ہو۔ حالانکہ اللہ نے قیامت تک ہونے والے واقعات جس طرح حضرت موسیٰ کو بتادیئے تھے اور انہوں نے اپنے وحی کو بتائے اور وہ سینہ بیسنہ منتقل ہوتے ہوئے مجھ تک پہنچے ہیں۔ اسی طرح اللہ نے قیامت تک ہونے والے تمام واقعات نبی اکرمؐ کو بھی بتادیئے تھے۔ انہوں نے بھی بعض افراد کو ان تمام واقعات سے آگاہ فرمادیا تھا لیکن تم ان افراد کے قریب نہیں جاتے۔ بلکہ تمہیں جانے نہیں دیا جاتا۔

سہیل سیکینہ
حیدرآباد، سندھ، پاکستان

مدینہ سے روانگی

بجاء امالی بابویرہ۔ تنظیم الزہراء۔ مہوف۔ ارشاد اور کامل الزیارات سے جو کچھ ملاحظہ ہے اس کے مطابق امام حسینؑ کے مدینہ چھوڑنے کی تفصیلات کچھ یوں ہے۔

۶؎ جب کو شام میں معاویہ کا دنیا میں آخری دن اور آخرت کا پہلا دن تھا جب معاویہ کا آخری وقت آیا تو اس نے زیند کویر وصیت کی۔

دیکھ زید میں نے اپنی زندگی بھر کی مشقت سے پورے عالم اسلام کو زیر کر کے تیرے قدموں میں ڈالا ہے۔

نہ جھکنے والی گردنوں میں سے کچھ کو زہر سے کچھ کو تلوار سے ختم کر دیا ہے۔ کچھ کو خوف سے، کچھ کو لاپرواہی سے خاموش کر دیا ہے اور بچنے والوں کو خرید لیا ہے۔ جھڑندہ ہیں اور ہمیں نہیں چاہتے ان میں نے آئی سکت ہی نہیں چھوڑی کہ وہ زبان تک ملا سکیں۔ پوری اسلامی مملکت کا بلا شرکت غیرے تو تھا حکمران ہے۔ اس سلسلہ میں اگر مجھے کسی سے خطرہ ہے تو وہ صرف تین آدمی ہیں جو اگر لوگوں کو اکٹھا کرنا چاہیں تو لوگ ان کے گرد جمع ہونے پر آمادہ ہو جائیں گے۔

ایک عبد اللہ ابن عمر ہے۔ اس سے تجھے کسی قسم کا خطرہ نہیں ہونا چاہیے۔ یہ تیرا ساتھ دے گا دوسرا عبد اللہ ابن زبیر ہے۔ یہ شخص شیر کی طرح بہادر اور لوطی کی طرح مکار ہے۔ موقع ملنے پر شیر کی طرح حملہ کرے گا۔ اور ویسے لوطی کی طرح دھوکا دے گا۔ اس پر جب بھی موقع ملے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالنا ایک منٹ کی محنت نہیں تیرا تیرا جیٹھا ابن علی ہے۔ اس کی رگوں میں علی کا خون ہے۔ اور اس کے خون میں لعاب رسول اور شیر بتول شامل ہے۔ میں نے اپنی سیاست سے اسے خاموش کیے رکھا۔ لیکن میرے بعد اس کا خاموش رہنا مشکل ہے تیری راہ کا یہ بہت بڑا پتھر ہے۔ سرور انبیاء کا نواسہ بھی ہے اور از روئے قرآن بیٹا بھی ہے۔ ان کے اثرات ناقابل انکار ہیں۔ اسے اپنی راہ چلنے میں جلد بازی نہ کرنا۔ ابھی لوگوں کے دلاں میں نبی اکرم سے عقیدت اور محبت باقی ہے۔

اہل عراق اگر روز گور زبید نے کا مطالبہ کریں تو پورا کیے رکھنا۔ اگر حسین کو تیرے سامنے آنے پر کسی نے آمادہ کیا تو وہ صرف اہل عراق ہوں گے۔ اگر چہ میں نے اپنے طور پر کوفہ اور بصرہ میں کوئی شیخ زندہ نہیں چھوڑا۔ لیکن پھر بھی تیرے اعمال کو بہانہ بنا کر لوگوں کو تیری مخالفت اور حسین کی حمایت پر آمادہ ہی کرنا آسان ہوگا۔

اس کے بعد معاویہ خاموش ہو گیا۔ اس کی آنکھیں بند ہو گئیں اور ہمیشہ کے لیے اپنے دائمی مقام کی طرف منتقل ہو گیا۔ زبید نے حاکم مدینہ ولید ابن عقبہ کو خط لکھا۔ کہ باہوم تمام اہل مدینہ سے اور بالخصوص عبد اللہ ابن عمر عبد اللہ ابن زبیر اور حسین ابن علی سے میری بیعت لے۔

رات کا کافی وقت گزر چکا تھا۔ جب ولید کا قاصد امام حسین کو بلانے آیا۔ امام حسین مسجد نبوی میں مصروف عبادت تھے۔ عبد اللہ ابن زبیر بھی مسجد ہی میں بیٹھا تھا۔ جب قاصد نے آکر ولید کا پیغام دیا تو دونوں نے کہا تو چل ہم آ رہے ہیں۔ جب قاصد واپس چلا گیا تو عبد اللہ ابن زبیر نے پوچھا۔

سبیل سگینہ
حیدرآباد، سندھ، پاکستان

رات کے اس وقت ہمیں کیوں بلایا گیا ہے؟
امام حسین نے فرمایا۔ معاویہ مر گیا ہوگا۔ زبید تخت نشین ہوا ہوگا۔ اور زبید کی بیعت لینے کی خاطر ہی ہمیں بھی بلایا جا رہا ہوگا۔

عبداللہ نے کہا۔ اگر یہ بات ہے تو پھر میں نہیں آؤں گا۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ میں چونکہ وعدہ کر چکا ہوں اس لیے میں توہر صورت جاؤں گا۔

عبداللہ ان زبیر اسی وقت اٹھ کر گیا۔ ہتھیار لگائے اور گھوڑے پر بیٹھ کر مکہ کی راہ لی۔

امام حسینؑ کو تشریف لائے۔ بنی ہاشم کو جمع کیا۔ اور انہیں بتایا کہ ولید نے اس وقت بلایا ہے۔ اور شاید مجھ سے زبیر

کی بیعت لینا چاہتا ہے۔ جب کہ میں زبیر کی بیعت پر آمادہ نہیں ہوں۔ تم میرے ساتھ چلو۔ دروازہ پر باہر رک جانا۔ اندر

میں تمہا جاؤں گا اگر وہاں کسی نے شرارت کی تو میں بکسر آہوں گا تم اندر آ جانا۔ اگر خاموشی سے گفتگو ہو گئی تو میں بھی واپس

آ جاؤں گا۔

ان ہاشمی جوانوں نے خنجر کمر سے لٹکائے اور آپ کے ساتھ چلے گئے جب دربار میں پہنچے تو تمام ہاشمی نوجوان دروازہ

پر رک گئے۔ امام حسینؑ تمہا اندر گئے۔ ولید نے اٹھ کر استقبال کیا۔ پھر موت معاویہ کی اطلاع دی۔ اور زبیر کا خط آپ

کے سامنے رکھ دیا۔

آپ نے خط کو پڑھ کر فرمایا۔

ولید پہلی بات تو یہ ہے کہ۔ میں اہل بیت نبوت اور معدن رسالت سے ہوں۔ زبیر ہر قسم کے شوق و غم میں مبتلا رہتا

ہے۔ میرے جیسا شخص زبیر جیسے کی بیعت کیسے کر سکتا ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ میری رات کی تاریکی میں بیعت کو

تو جی تو پسند کرے گا۔

ولید نے کہا۔ یہ تو درست ہے۔ میری خواہش ہوگی کہ آپ دربار میں لوگوں کے سامنے بیعت کریں۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ پھر ٹھیک ہے صبح ہو لینے دو دیکھیں گے۔

ولید نے کہا۔ جیسے آپ کی مرضی۔

امام حسینؑ اٹھ کھڑے ہوئے مروان جو خاموش بیٹھا تھا۔ اس نے کہا۔

ولید اگر حسینؑ اس وقت بیعت نہیں کرتا تو اسے اپنے پاس نظر بند کرے۔ صبح بیعت کے بعد گھر جانے کی اجازت بھی

دے دیتا۔

اگر بھورت آزادی حسینؑ اب گھر چلا گیا تو پھر کبھی تم لوگ حسینؑ سے بیعت نہ لے سکو گے۔ بہت سی خونریزی کے بعد یہ بھی

بیعت ناممکن ہو جائے گی۔

اگر تیری جگہ میں ہوتا تو اسی وقت بیعت یا سر الیک نیکلہ کرتا۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ بابن الزرقاء انت تغتلبی ام ہو۔ اسے نیلی آنکھوں والی ماں کے بیٹے مجھے تو

قتل کرے گا یا یہ!

یہ کہہ کر آپ اٹھے۔ مروان نے تلوار نکال لی۔ اور ولید سے کہا۔ اپنے جلاذ کو حکم دے کہ اسے ابھی اور یہیں

قتل کر دے۔

امام حسین نے صدائے تکبیر بلند کی دروازے پر کھڑے ہوئے انہیں ہاشمی خنجر بکف اللہ اکبر اللہ اکبر کہتے ہوئے جب اندر داخل ہوئے تو مروان کے ہوش اڑ گئے بہت سے آگے جناب عباس تھے۔

آپ تمام کو لے کر واپس آئے مروان نے ولید سے کہا: دیکھا تو نے میری بات نہیں مانی۔ اب یہ بیعت کتنی خونریزی لے گی اس کا اندازہ کیجئے نہیں۔

ولید نے کہا: مروان تو بھی سچ کہتا ہے۔ لیکن کیا میں فرزند رسول کو صرف اس لیے قتل کروا دیتا کا کہ اس نے بیعت یزید سے انکار کر دیا ہے۔ اگر مجھے پوری دنیا کی حکومت دی جائے اور اس کے عوض مجھ سے سر حسینؑ کا مقابلہ کیا جائے تو میں دنیا کی حکومت کو ٹھکرا دوں گا۔ لیکن فرزند زہراؑ کو قتل نہیں کروں گا۔ کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ اگر کوئی شخص پوری دنیا کے گناہ لے کر جائے اور اس کے مقابلہ میں ایک شخص صرف قتل حسینؑ کا جرم لے کر جائے۔ تو قاتل حسین کے جرم کا وزن پوری دنیا کے گناہوں کے وزن سے زیادہ ہوگا۔

مروان نے کہا: اگر یہ بات تھی تو پھر تو نے درست کیا ہے۔

دوسری صبح امام حسین گھر سے باہر آئے تاکہ حالات معلوم ہوں مروان سے ملاقات ہو گئی۔ مروان نے کہا: حسین یزید کی بیعت کر لے۔ دین و دنیا ہر دو اعتبار سے بہتر ہوگا۔

امام حسین نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور فرمایا: مروان میں اس اسلام کو سلام کرتا ہوں۔ جس کا نگران یزید ہو۔

بھلا کیا تو اسی دین کی بات کر رہا ہے جو نبی خدا محمد لائے ہیں یا اور کسی دین کی؟

مروان نے کہا: اور کونسا دین ہوگا۔ وہی دین جو آپ کا نانا لایا ہے۔

آپ نے فرمایا: تو نے میرے نانا نبی کا یہ فرمان سنا ہے۔ ان الخلافہ۔ محمد علی آل ابی سفیان۔ خلافت آل ابی سفیان کے لیے حرام ہے۔

مروان یہ سنا غضب سے پیر پٹختا ہوا چلا گیا۔

۷ ہر جب سنت چھ گزرات امام حسینؑ فرزند رسول پر آئے۔ فرزند رسول کو گلے لگایا اور عرض کیا۔

نانا میں آپ کا حسین ہوں۔ میں آپ کا سبط ہوں۔ میں آپ کے نخت دل زہراؑ کا جگر گوشہ ہوں۔ نانا۔ آپ کی امت مجھ سے آپ کا جوار چھیننا چاہتی ہے۔ آپ گواہ رہیں۔

پھر آپ صرف عبادت ہو گئے۔

ساری رات فرزند رسول کے پہلو میں بیٹھ کر عبادت میں گزار دی۔ صبح کو واپس گھر تشریف لائے۔ دن گھر میں گزارا۔ تانہ زہراؑ کے ساتھ بیٹھے باتیں کرتے رہے۔

۲۸ رجب ۶۱ھ کی رات پھر روضہ رسول پر آئے۔ روضہ رسول کو گلے لگا کر پہلے نانا کی امت کا شکوہ کیا۔ پھر عرض کیا۔

اے اللہ! تجھے معلوم ہے حالات میرے بابا اور بھائی کے وقت سے کتنے بدل چکے ہیں۔ اب ضرورت ہے کہ نانا میری ماں میرے باپ اور میرے بھائی کے روضہ پر وہ قاتلوں سے پردہ اٹھایا جائے۔ اس خوابیدہ امت محمدی کی آنکھیں کھولی جائیں۔ انہیں خوابِ سرگوشی سے بیدار کیا جائے تو بہتر جانتا ہے کہ اگر اب یہ کام نہ ہوا تو پھر قیامت تک کبھی نہ ہو سکے گا۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی کی محنت و ایقانات تاریکی کی گردیں دب کر رہ جائے گی۔ اس وقت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے علاوہ تیری توجید اور میرے نانا کی تجدید تبلیغ کی جتنی ضرورت ہے اس سے تو آگاہ ہے۔ اگر یہ کام میرے حصہ میں ہے تو مجھے تو ہی صراحت سے بتاتا کہ میں اسے انجام دینے کی فکر کروں۔ تو ہی موفّق اور علام الغیوب ہے۔ آپ نے تمام رات ہزار رسول کو گلے لگا کر گزاری۔ طلوع صبح کے قریب اسی حالت میں آپ کی آنکھ لگ گئی۔

آپ نے عالمِ نبویؐ دیکھا کہ نبی کو نبین مزار سے باہر آگئے۔ انہوں نے آپ کو سینہ سے لگایا۔ پہلے منہ چومنا پھر گلے کا بوسہ لیا اور فرمایا۔ حسین بیٹے! نہیں۔ میں تو بچنے میں بھی تیرا گریہ برداشت کر سکتا تھا اب مجھ سے تیری آنکھوں میں آنسو کیسے دیکھے جائیں گے۔

میرے پیارے تیرے لیے اللہ نے جنت میں جس جگہ کا انتخاب کیا ہے وہ تیری ہی ملکیت ہے خواہ تو اب آجائے یا تشدید ہو کر آئے۔ لیکن بیٹے! جیسا کہ تجھے معلوم ہے میری تیشیں برس کی محبت تیرے بابا کی پیکشیں برس کی کوشش اور تیرے بھائی کی دس برس کی تبلیغ اسی وقت کامیاب ہوگی جب تو اس موتی ہوئی میری فائل امت کو جگائے گا۔ حسین بیٹے! زمین کو بلا خاک شفافیت کی خاطر تیری منتظر رہے۔

میں دیکھ رہا ہوں تو کہ بلا میں پانی مانگ رہا ہے۔ تیرے بچے پیاس سے بک رہے ہیں۔ لیکن جواب میں میری امت تجھے تیرا در تلواریں پیش کر رہی ہے۔

میرے بچے اللہ تمہارے ظالموں کو میری شفاعت نصیب نہ کرے گا۔ تیری ماں۔ تیرا باپ۔ تیرا بھائی جنت میں تیرے منتظر ہیں۔

آپ بیدار ہوئے، انا اللہ والیہ را جھون پڑھا۔ نماز صبح سے نارغ ہوئے۔ گھر تشریف لائے تمام بنی ہاشم کو جمع کیا اور انہیں خواب سنایا۔

بنی ہاشم کے ہر گھر میں صف ماتم بچھ گئی۔

آپ سے محمد حنیف نے عرض کیا۔ آپ میرے بھائی بھی ہیں اور واجبِ اطاعت امام بھی ہیں۔ میں اپنے کو اس قابل نہیں سمجھتا کہ آپ کو کوئی مشورہ دوں۔ صرف دل میں ایک خواہش ہے اگر اجازت دیں تو پوری کر لوں۔ امام حسین نے فرمایا۔ بیجا ہر خواہش پوری کر لو۔

جناب محمد نے عرض کیا۔ آپ ایسا کریں پسے کہ تشریف لے جائیں۔ اللہ کا گھر ہے آپ ہر قسم کے ہر خطرہ سے باہر رہیں گے۔ اگر خدا نخواستہ وہاں کوئی خطرہ پیش آجائے تو آپ یمن چلے جائیں وہاں جمان ابن بیت کی کمی نہیں ہے۔ اگر یمن میں بھی امن نہ رہے تو آپ صحراؤں میں چلے جائیں۔

امام حسین نے فرمایا۔ بھیا! آپ بیمار ہیں۔ آپ تو یسین مدینہ میں قیام فرمائیں۔ میں آپ کو مختصر سی بات بتا دوں کہ میں کسی قیمت پر یزید کی بیعت نہیں کروں گا۔ اور یزید کسی قیمت پر بیعت کے بغیر آرام سے نہ بیٹھے گا۔ اگر میں کسی پہاڑ کی غار میں بھی جا کر چھپ جاؤں تو وہ میری اس خاموشی کو بھی برداشت نہیں کرے گا۔ اور نجی امیر مجھے قتل کیے بغیر نہ چھوڑیں گے اب وقت ہے کہ میں اپنی قربانی دے کر توحید و رسالت کے علاوہ نانا۔ ماں۔ بابا۔ اور بھائی کے تاتلوں کو بے نقاب کروں فی الحال تو میں کہہ ہی جا رہا ہوں۔ پھر دیکھیں گے کہ حالات کیا رخ اختیار کرتے ہیں۔

اس کے بعد آپ نے تم دوات اور کاغذ منگوا کر وصیت لکھی۔ محمد حنیفہ کے سپرد کی۔
وصیت یہ ہے۔

یہ وہ وصیت ہے جو حسین ابن علی وناطلہ نے مدینہ سے روانگی کے وقت محمد ابن حنیفہ اپنے بھائی سے کی ہے۔ میں توحید خدا کی گواہی دیتا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کا رسول اور خاتم الانبیاء ہے۔ جو کچھ وہ اللہ کی طرف سے لائے دین حق ہے۔ جنت حق ہے۔ جہنم حق ہے۔ قیامت حق ہے۔ اللہ قبروں میں سے ہر ایک کو اٹھا کر حساب و کتاب کے لیے محشور کرے گا۔ میں کسی تخریب کاری کی غرض سے مدینہ نہیں چھوڑ رہا۔ نہیں کسی فتنہ و فساد کے ارادہ سے مدینہ سے باہر جا رہا ہوں میرا مقصد صرف اور صرف اصلاح امت ہے۔ توحید و رسالت کا تحفظ ہے۔ امر بالمعروف اور نہی منکر میرا نصب العین ہے میں اپنے نانا۔ بابا اور بھائی کے نقش قدم پر چل کر زندگی گزارنا چاہتا ہوں۔ اگر لوگوں نے میری حق بات کو قبول کر لیا۔ تو فہما در نہ ہر مصیبت اور دکھ میں صبر کروں گا اللہ میرے اور نانا کی امت کے مابین بہترین ثالث ہے وہی فیصلہ فرمائے گا۔

یہ وصیت لکھ کر آپ نے سر بھر کی اور خباب محمد کے سپرد کی۔ اور اعلان کوچ کر دیا۔ جب ام المؤمنین ام سلمہ نے سنا تو آپ کو اپنے پاس بلا بھیجا۔

آپ تشریف لائے۔ بنی بنی نے فرمایا۔ بیٹے اور جس طرف بھی جا ہو جاؤ لیکن عراق نہ جانا میں نے جس وقت سے سنا ہے آپ جا رہے اسی وقت سے میرے دل میں ہول اٹھ رہے ہیں اور آپ کے نانا کی ایک ایک بات یاد آ رہی ہے عراق میں کہ بلاناہی ایک علاقہ ہے۔ نبی اکرمؐ فرمایا کرتے تھے میرا حسینؑ کہ بلا میں بے یار و مددگار شہید ہو گا۔

آپ نے فرمایا۔ نانی! ماں۔

میں اس مقام کو بھی جانتا ہوں جہاں مجھے دفن ہونا ہے۔

میں ان افراد کے نام بھی جانتا ہوں جو میرے ساتھ شہید ہوں گے۔
میں اپنے قاتل اور اس کے نام کو بھی جانتا ہوں۔

اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو اپنا مدفن اور اپنی مفضل دکھا دوں۔ آپ نے اشارہ انگشت کیا۔ زمین کر بلا بلند ہو گئی۔
درمیانی فاصلہ سمٹ گیا۔ اب آپ نے انگلی کے اشارہ سے ایک ایک جگہ بتانا شروع کی۔ ہمارے یہاں خیام ہوں گے
یہاں عباس کا ایک بازو قلم ہوگا۔ یہاں دوسرا بازو قلم ہوگا۔ یہاں شہید پیر زین سے زمین پر آئے گا۔ پھر آپ نے مٹھی میں
خاک کر بلا اٹھائی اور جناب ام المومنین ام سلمہ کو دے کر عرض کیا۔

اسے اس خاک کے ساتھ ملا دیں جو نانا نے آپ کو دی تھی۔ جس دن یہ مٹی خون بن جائے سمجھ لینا آپ کا حسین
شہید ہو گیا ہے۔

۲۹ جب شہ کی رات ہو چکی تھی۔ آپ روزِ رسول پر آئے۔ کافی دیر تک مزارِ رسول کو گلے لگا کر الوداع کرتا رہے پھر
مزارِ زہرا پر آئے۔

آخر میں مزارِ امام حسن پر آئے ہر ایک سے الوداع کیا۔

ادھر تازیانہ ہر آنے بھی ہاشمی مستورات کے حلقہ میں ایک ایک مزار سے الوداع کہی۔ اور رات کی تاریکی میں مدینہ کو الوداع
کہہ کر عازم مکہ ہوئے۔

پورے مدینہ میں کھرام ماتم مچا ہوا تھا۔ مورخین کے بقول شہادتِ رسولِ عالمین کے دن اور دعا گج فرزند زہرا کے
دن مدینہ میں جتنا گریہ و ماتم ہوا نہ پہلے کبھی ہوا تھا اور نہ پھر کبھی ہوگا۔

مدینہ سے مکہ میں :

ارشادِ ادرہ حمار کے مطابق۔ آپ مدینہ سے روانہ ہو کر مکہ کی عمومی راہ پر روانہ ہوئے آپ کے بعض ساتھیوں نے یہ
مشورہ دیا کہ ابن زبیر کی طرح ہمیں بھی خفیہ راستے سے چلنا چاہیے کہیں ایسا نہ ہو کہ ولید ہماری تلاش میں ہی فوج
بیجھ دے۔

آپ نے فرمایا۔ میں ہرگز نہ کسی خفیہ جگہ قیام کروں گا اور نہ ہی کسی خفیہ راستے سے چلوں گا۔ میرا نصب العین صرف اپنے
قاتل کو بے نقاب کرنا نہیں میرا مقصد تمام اہل بیت کے قاتلوں کو بے نقاب کرنا ہے۔

راستہ میں آپ کے پاس ملائکہ کی فوج آئی اور انہوں نے عرض کیا۔ فرزندِ رسول! اس وقت آپ۔ نانا۔ بابا اور بھائی
کے بعد کہہ ارض پر حجت خدا ہیں اللہ نے جس طرح کئی مقامات پر آپ کے نانا کی ہمارے ذریعہ امداد فرمائی تھی اسی طرح
اللہ نے ہمیں آپ کی نصرت کی اجازت دی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ یہاں نہیں۔ کہ بلا میں یوم عاشور آ جانا۔ اگر میں نے ضرورت محسوس کی تو تم سے مددے لوں گا۔

ملائکہ نے عرض کیا حضور! ہمیں آپ کی اطاعت کا حکم ہے۔ جیسے ارشاد ہو ہم حاضر ہیں۔ اگر راستہ میں کوئی خطرہ ہو تو ہم آپ کے ساتھ ہی رہیں۔

آپ نے فرمایا۔ نہیں مجھے معلوم ہے یہ لوگ اور کسی بھی جگہ مجھ پر ہاتھ نہیں ڈالیں گے۔ ایک دن جنات کا لشکر آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کی۔

حضور! آپ واپس مدینہ تشریف لے جائیں۔ آرام سے گھر بیٹھیں ہم آپ کے دشمنوں کو ان کے گھروں میں ایک ایک کر کے اپنے انجام کو پہنچا دیں گے۔

آپ نے فرمایا۔

کیا تم نے قرآن میں نہیں پڑھا۔ ایما تکونوا یدرکم الموت۔ جہاں بھی روموت تمہیں اگر رہے گی پھر ارشاد رب العزت ہے۔ لیلو الذین کتب علیہم القتال میضا جہم جن کی شہادت جہاں ہے وہ اپنی مقتل کی طرف خود چل کر آتے ہیں۔

اگر آپ میرے دشمنوں کو ان کے گھروں میں مار دیں۔ تو بعد میں آنے والی نسوں کو کیسے پتہ چلے گا حتیٰ پر کون تھا اور باطل پر کون تھا۔

اس خواب غفلت میں غمور امت کو کیسے پتہ چلے گا کہ سلطان الانبیاء کو کس نے اور کب شہید کیا انہیں کیسے معلوم ہو گا کہ دختر رسول کے قاتل کون ہیں؟

انہیں کیسے پتہ چلے گا کہ امیر المؤمنین کے اصل قاتل کون خارجی تھے۔

انہیں کیسے معلوم ہو گا کہ سید شباب اہل الجنۃ حسن ابن علیؑ کے قاتل کون ہیں؟

اللہ نے کربلا کو میرے لیے اسی دن سے نتیجہ کر لیا تھا جس دن زمین کو بچایا آدم سے لے کر عیسیٰؑ تک ہر نبی نے میری مقتل کی زیارت کی ہے۔

میرا دین میرے شیعوں کا مرکز ہو گا۔

وہاں ہمارے شیعوں کی دعائیں قبول ہوں گی۔

میرا دین دنیا اور آخرت میں ہمارے شیعوں کے لیے جائے امن ہو گی۔

یوم عاشورہ کربلا میں آجانا۔ اگر مجھے ضرورت محسوس ہوئی تو تم سے درد لے لوں گا۔

سزا و جنت نے عرض کیا۔

تبد اگر آپ کی اطاعت فرض نہ ہوتی تو ہم ضرور آپ کی مخالفت کر کے آپ کے دشمنوں کو ہلاک کر ڈالتے لیکن مجبوری ہے۔ جیسے آپ ارشاد فرمائیں ہمارے سر تسلیم خم ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ جیسی موت تم ماننا چاہتے ہو۔ اگر میں چاہوں تو اس سے بھی زیادہ پر تاد رہوں لیکن مصلحت الہیہ

اسی میں ہے کہ زندہ رہنے والے بالہیت ہو کر زندہ رہیں اور مرنے والے بالہیت ہو کر مریں۔

شب جمعہ ۳ شعبان ۶۱ھ آپ پانچویں دن مدینہ سے مکہ میں پہنچے۔ اہالیان مکہ اور حج پر آنے والے اطراف و نواح سے لوگ جیسے جیسے سنتے گئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے گئے۔ پھر دوسرے دن عبد اللہ ابن زبیر بھی آپ کے پاس آتا تھا۔ آپ کا مکہ میں قیام سب سے زیادہ عبد اللہ ابن زبیر کے لیے بوجھ تھا۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ فرزند رسول کی موجودگی میں میری بیعت کوئی بھی نہ کرے گا۔

اہل کوفہ کے خطوط :

جب اہل کوفہ کو پتہ چلا کہ معاویہ مر گیا ہے اور فرزند رسول حسینؑ نے بیعت یزید سے انکار کر دیا ہے اور مدینہ چھوڑ کر مکہ آگئے ہیں۔ تو سلیمان ابن مردخوائی کے گھر جمع ہوئے اور باہمی صلاح مشورہ کیا۔ طے پڑا کہ فرزند رسول کو کوفہ آنے کی دعوت دی جائے۔

سلیمان ابن مردخوائی نے کھڑے ہو کر کہا۔

یہ تو آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ معاویہ اپنے انجام کو پہنچ چکا ہے اور یزید تخت حکومت پر بیٹھ گیا ہے۔ اور یہ بھی سن چکے ہو کہ فرزند رسول نے بیعت یزید سے انکار کر کے مدینہ کو چھوڑ کر مکہ میں ٹھکانا بنا لیا ہے۔ میں کافی دیر سے تمہاری باتیں سن رہا ہوں۔ تم فرزند رسول کو کوفہ میں بلانا چاہتے ہو۔ تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ اس وقت کوفہ میں شعیبان علیؑ بن ابی سفیان سے ابن زیاد نے کسی کو نہیں چھوڑا۔ اکثریت شہید ہو چکی ہے اور کچھ پس دیوار زندان موت کے منتظر ہیں۔ تم لوگ صرف یزید سے نفرت کی بنا پر یہ سوچ رہے کہ فرزند رسول کو دعوت دی جائے۔ اپنی حیثیت کو دیکھ لو۔ اگر تو اس کی مدد کر سکو تو انہیں دعوت دو۔ اور اگر وہ آجائیں اور تم خوف یا لالچ میں آکر اسے تنہا چھوڑ دو تو پھر وہ جہاں ہیں ٹھیک ہیں۔ اور نہ انہیں بلاؤ اور نہ سوائی لو۔

سب نے کہا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم انہیں تنہا چھوڑ دیں گے۔ جب بلائیں گے تو پھر ہر لحاظ سے ان کا ساتھ دیں گے۔

سلیمان نے کہا۔ میں یہ صرف اسی لیے کہہ رہا ہوں کہ مجھے آج بالکل نئے چہرے نظر آ رہے ہیں جو لوگ حضرت علیؑ اور امام حسنؑ کے ساتھ مخلص ہوا کرتے تھے۔ ان میں سے ایک فرد بھی مجھے نظر نہیں آ رہا۔ اگر آپ ناراض نہ ہوں۔ تو تم میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو حضرت علیؑ اور امام حسنؑ کے خلاف برسر پیکار رہے ہیں یا پھر گھروں میں دہک کے بیٹھے رہے ہوں۔

سب نے کہا۔ وہ اور وقت تھا۔ اب بھلا یزید کی بیعت کیسے کی جاسکتی ہے۔ کافی بحث و تمحیص کے بعد آپ کو دعوت دینے کا فیصلہ ہو گیا۔

اور پہلا خط جو لکھا گیا وہ یہ تھا۔

اللہ کی حمد ہے کہ اہل نے آپ کے جبار دشمن کو اپنے پاس بلایا ہے۔ وہ جابر جس نے امت محمدیہ کے ہر نیک کو تشدید کیا تھا۔ اور ہر برسے کو مقرب بارگاہ بنایا تھا۔ مال خدا کو اپنی جاگیر سمجھ کر رکھا تھا۔ اس وقت ہم بلا امام ہیں ہمارا کوئی راہنما نہیں۔ ہم نے یزید کی بیعت نہیں کی۔ اگر ہمیں کچھ بظرف سے یقین ہو جائے تو ہم عامل یزید نعمان ابن بشیر کو نکال باہر کریں گے۔

یہ خط عبد اللہ ابن مسیح ہمدانی اور عبد اللہ ابن دال کو دے کر روانہ کیا۔ یہ پہلا خط امام حسینؑ کو مکہ میں دس ماہ و رمضان کو موصول ہوا۔ اس کے بعد خطوط کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ عبد اللہ ابن مسیح کی رواجی کے دو دن بعد ایک سو پچاس خط تھے۔ ابن مسیح کی رواجی۔ عبد الرحمن ابن شداد ارجی۔ اور عمارہ ابن عبد سلوی کو دے کر بھیجا گیا۔ یہ سلسلہ شروع رہا۔ ایک ایک دن میں چھ چھ سو خطوط بھی آپ کو موصول ہوئے۔

وقد ثبت ابن ربیع۔ جبار ابن البر۔ یزید ابن حارث۔ عمروہ ابن قیس۔ عمرو ابن جحان زبیدی اور محمد ابن عمر تیمی پر شتمل تھا مجموعی طور پر بارہ ہزار خط پہنچ گئے آخری وفد ہانی ابن ہانی اور سعید ابن عبد اللہ حنفی کا تھا۔ آپ نے ان تمام خطوط کو سنبھال کر رکھنے کا حکم دیا۔

اور اہل کوفہ کو اس مضمون پر شتمل خط لکھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حسین ابن علی کی طرف سے مومن اشراف کوفہ کے نام آپ کی طرف سے میرے پاس آنے والوں میں سے ہانی اور سعید آپ کے آخری نامہ بر ہیں۔ جو کچھ تم نے لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم بلا امام ہیں۔ آپ تشریف لے آئیں۔ ہم آپ کے منتظر ہیں۔ اگر آپ نہ آئے تو یوم حشر ہمارے اعمال کے آپ ذمہ دار ہوں گے۔ ہم نے تمام حجت کر دیا ہے۔

چونکہ تم لوگوں نے تمام حجت کی بات کی ہے اس لیے اللہ کی طرف سے مجھے پروا جب ہو جاتا ہے کہ تمہاری دعوت کو قبول کروں۔ میں ہمیشہ بیعتی کے بطور اپنا بھائی۔ اپنا چچا زاد۔ اور اپنا معتمد خاص اپنے اہل بیت سے مسلم ابن عقیل تمہارے پاس بھیج رہا ہوں۔ اگر مسلم نے مجھے لکھا کہ جو کچھ تم نے لکھا تھا تم اس پر قائم ہو تو میں بہت جلد تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔

والسلام

جناب مسلم کوفہ میں!

ارشاد اور بخار کے مطابق :-

امام حسینؑ کے حکم سے جناب مسلم تیس ابن مضر اور عمارہ ابن عبد اللہ کے ساتھ مکہ سے روانہ ہوئے۔ مدینہ آئے۔

بن افراد سے ملتا تھا۔ انہیں ملے بنی قیس سے دور اہتالیے اور کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ چونکہ پوشتیدہ ہزارہ پر سفر کرنا تھا۔ اس لیے عام راستہ سے ہٹ کر سفر شروع کیا۔ دونوں راہنما راستہ ہٹ گئے۔ موسم گرمی کا تھا۔ پیاس کی شدت سے دونوں جاں بلب ہو گئے اور مرتے مرتے انہوں نے جناب مسلم کو ایک جانب سفر جاری رکھنے کا اشارہ کیا۔ جناب مسلم بڑی مشکل سے مقام فصیق پر پہنچے۔

آپ نے قیس ابن مسرہ کو خط دے کر ایک مرتبہ پھر مکہ واپس بھیجا۔ امام حسینؑ کو لکھا۔ آپ کے حکم کے مطابق میں مدینہ سے کوفہ کی طرف دور اہتالیوں کی راہنمائی میں جا رہا تھا۔ راہنما راستہ ہٹ گئے۔ ممکن ہے کہ اللہ کی طرف سے یر کاوٹ اس بات کا اشارہ ہو کہ میں کوفہ نہ جاؤں۔ جواب آنے تک میں مقام فصیق پر مقیم ہوں۔ جیسے حکم ہو گا۔ ویسے میں عمل کروں گا۔

جب قیس نے مکہ پہنچ کر امام حسینؑ کو خط دیا۔ تو آپ نے جواب میں لکھا۔ پریشانی کی کوئی ضرورت نہیں۔ اللہ کا نام لے کر سفر جاری رکھو۔

جناب پنہنچنے کے بعد جناب مسلم نے دوبارہ سفر شروع کر دیا۔ کوفہ پہنچ گئے۔ مختار کے گھر قیام کیا۔ یہی وہ گھر ہے۔ جو اس وقت سلم ابن مسیب کے گھر کے نام سے معروف تھا۔ اہل کوفہ آنے لگے۔ جناب مسلم بیعت لینے لگے۔

جب اٹھارہ ہزار افراد بیعت کر چکے۔ تو جناب مسلم نے امام حسینؑ کو کوفہ آنے کے لیے لکھا اور تمام حالات سے بھی آگاہ کیا۔

شیعیان معاویہ کی تیزید کو اطلاع

جب نعمان ابن بشیر گورز کوفہ کو جناب مسلم کی آمد اور لوگوں کے بیعت کرنے کا علم ہوا تو اس نے فوراً اہل کوفہ کو خطبہ دیا۔

دیکھو اختلاف کی کوشش نہ کرو۔ میں جنگ کی ابتداء نہ کروں گا۔ جو مجھ سے برسر پیکار نہ ہو گا۔ میں اسے کچھ بھی نہ کہوں گا۔

اگر تم نے تلوار اٹھائی تو پھر مجھے بھی مجبوراً طاعت استعمال کرنا پڑے گی۔

عبداللہ ابن مسلم ابن ربیعہ حضرمی نے اٹھ کر کہا۔

گورز صاحب آپ کی پالیسی درست نہیں ہے۔ اس طرح تو کام خراب ہو جائے گا اور عزت برباد ہو جائے گی۔

نعمان نے جواب دیا۔ اطاعت خدا میں کمزوری کو میں اللہ کی نافرمانی کی طاعت سے بہتر سمجھتا ہوں۔ اور معصیت خالق میں عزت کو اطاعت الہی میں ذلت سے بدتر سمجھتا ہوں۔

یہ کہہ کر نعمان مہر سے نیچے آ گیا۔
عبد اللہ ابن مسلم فوراً گھر آیا۔
اور یزید کو خط لکھا۔

مسلم ابن عقیل کو ذمہ میں آچکا ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے والد نے کوفہ میں کوئی بھی شیعوں کو نہیں چھوڑا تھا۔ لیکن اب وہ تمام افراد جن سے تیرے والد نے علی اور حسن کے خلاف کام لیا تھا۔ آل محمد کی جھولی میں گر رہے ہیں۔ تمام شیعیان معاویہ مسلم کے پاس جمع ہو رہے ہیں۔ اگر یہ سلسلہ یزید نہیں رہا تو چند دنوں میں کوفہ تیرے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ نعمان انتہائی کمزور آدمی ہے۔ اگر کوفہ کی ضرورت ہے تو کسی اور مضبوط آدمی کو بھیج۔

دوسرا خط عمادہ ابن عقبہ نے اور تیسرا خط عمر ابن سعد نے لکھا۔ جب یزید کو یہ خطوط موصول ہوئے تو اس نے معاویہ کے غلام خاص یہودی المسک سرجون سے مشورہ کیا۔

چونکہ یزید کی ابن زیاد سے ان بن تھی۔ اس لیے سرجون نے براہ راست ابن زیاد کا نام لینے کی بجائے معاویہ کے حوالے سے یوں بات کی۔

اگر آج معاویہ زندہ ہوتا اور وہ تجھے اس وقت کوئی مشورہ دیتا تو اس کا مشورہ قبول کر لیتا۔
یزید نے کہا۔ یقیناً قبول کر لیتا۔

سرجون نے کہا۔ معاویہ کو پہلے سے اہل کوفہ کے متعلق کچھ شبہات تھے کہ وہاں نعمان کی گرفت ڈھیلی ہے۔ اس لیے اس نے مرنے سے صرف دو دن پہلے ابن زیاد کے نام بصرہ کے ساتھ کوفہ کی گورنری کا حکم بھی لکھ دیا تھا۔ لیکن شدت مرض کی بدولت وہ یہ حکم بھیج نہ سکا۔ یہ دیکھ کر یہ حکم نامہ لکھا ہوا ہے۔ اس پر ہنر بھی مثبت ہے۔ تو اس ہنر کے ساتھ ہی اپنی مہر بھی لگا دے۔

اور یہی حکم نامہ ابن زیاد کو بھیج دے۔ نعمان کو معزول کر دے۔ ابن زیاد کو کوفہ کو کنٹرول کر لے گا۔

یزید نے سرجون سے کہا۔ ٹھیک ہے تو اسی وقت یہ حکم نامہ بصرہ بھیجنے کا انتظام بھی کر۔ اور ساتھ ہی ایک خط بھی لکھ دے۔

سرجون نے مسلم ابن عمر و باہلی کو بلا یا۔ اور اسے معاویہ کے حکم نامہ کے ساتھ حسب ذیل مضمون کا خط دیا۔ اور اسے بصرہ بھیج دیا۔

یزید ابن معاویہ کی طرف سے گورنر بصرہ ابن زیاد کی طرف۔ بصرہ سے ہمارے مخلص شیعوں کی اطلاع کے مطابق مسلم ابن عقیل حسین ابن علی کی نمائندگی کے لیے کوفہ پہنچ چکا ہے۔ اور ہمارے سادہ لوح شیعوں کو درغلا کر حسینؑ کے لیے بیعت لے رہا ہے۔ اس حکم کے پہنچنے ہی تو کوفہ روانہ ہو گیا۔ اور مسلم

کو گرفتار کر کے قتل کر دے۔ یا قید کر دے یا کوڑے نکال دینے اور یہ سب ہی تیری صواب دید پر ہے
مسلم ابن عمر و باہلی یہ خط لے کر بصرہ روانہ ہوا۔ جو نہیں بصرہ پہنچا۔ ابن زیاد نے فوراً تیاری کا حکم دیا۔ اپنے بھائی
عثمان ابن زیاد کو بصرہ میں نائب بنایا اور خود کو ذی طرف روانہ ہو گیا۔

امام حسین کی طرف سے اہل بصرہ کو خط :-

جناب مسلم کو کو ذی روانہ کرنے کے بعد امام حسین نے اشراف بصرہ کے نام خط لکھا۔ مومنین کو جن افراد کے نام معلوم ہو سکے
ہیں وہ یہ دور ہیں۔

بنی نضیل سے یزید ابن مسعود اور بنی عید سے منذر ابن جبار و۔

آپ نے اہل بصرہ کے یہ خطوط اپنے غلام سلیمان جس کی کنیت ابو زین تھی کو دے کر بصرہ روانہ کیا۔ ابو زین نے
پہلے یزید ابن مسعود نشئی کو خط پہنچا یا بعد میں منذر ابن جبار کو دے پاس خط لایا۔

چونکہ منذر ابن زیاد کا سسر تھا۔ اور اس کے مظالم سے خائف رہتا تھا اس لیے منذر نے اس خیال سے کہ ممکن ہے
یہ شخص ابن زیاد ہی کا جاسوس ہو۔ ابو زین اور خط دونوں کو ابن زیاد کے پاس لے آیا۔ ابن زیاد نے خط پڑھ کر بھاڑ دیا
اور ابو زین کے قتل کا حکم دے دیا۔

اس لحاظ سے کہا جاسکتا ہے کہ کربلا کا پہلا شہید ابو زین ہے۔

یزید نے بنی تمیم۔ بنی حنظلہ اور بنی مسعود کو بلایا۔ اور ان سے کہا۔

پیسے تو آپ پر۔ بتائیں کہ تم لوگ مجھے کیا سمجھتے ہو۔

تیمیز قبیلوں کے افراد نے کہا۔ آپ ہمارے سردار بھی ہیں۔ اور ہم آپ کے پسینہ پر خون گرانے کو اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔

یزید نے کہا۔ دو کچھ معاویہ میرا گدا ہے۔ جو کچھ اسلام اور امت کے ساتھ وہ کر گیا۔ ہر ایک کے سامنے ہے۔ مرتے مرتے
شرابی۔ رئیس الجورہ۔ یزید کو امت مسلمہ کے سر تھوپ گیا ہے۔ جس میں نہ علم ہے۔ نہ علم نہ حتیٰ اشتہاب سے اور نہ حتیٰ جو میں اللہ
کی تعظیم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ یزید سے جہاد شروع کن کے جہاد سے افضل ہے۔

اس کے مقابلہ میں حسینؑ ابن علیؑ عورتوں۔ آغوش رعات کا پروردہ ہے۔ صاحب حب و نسب ہے۔ علم کا سمندر اور
حلم کا کوہ گراں ہے۔ ہر وہ صفت جو کسی انسان میں ہونا چاہیے۔ فرزند رسولؐ میں موجود ہے۔ نہ حتیٰ سے روشنی حاصل کر دے۔
اور قیس ابن صخر نے جنگ جمل میں مخالفت علیؑ میں لڑا کہ جو ہمیں رسوا کیا تھا اس داغ کو دھو ڈالو اور حسینؑ کی تدابیر
بیک ہو۔

جہاں تک میرا تعلق ہے تو میں نے ذرہ پہن لی ہے۔ ترکش بنگھال لیا ہے۔ توار کر سے لشکالی ہے۔ یقین رکھو

ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست

جو قتل ہونے سے بچ جاتے ہیں موت سے ہرگز نہیں بچتے۔ جو میدان جنگ سے بھاگ جاتے ہیں موت انہیں بھی پکڑ ہی لیتی ہے۔

اللہ آپ پر رحم کرے۔ اچھا اور مناسب جواب دو۔

بنی سعد نے کہا۔ آپ ہمارے سردار ہیں۔ آپ کی بات ہم ٹال نہیں سکتے۔ لیکن جنگ جمل سے شکست کے بعد تیس ابن صحز نے ہمیں مرتے وقت وصیت کی تھی کہ ہمیشہ جنگ سے دور رہنا۔ جب سے ہم نے قیس کی وصیت پر عمل شروع کیا ہے۔ آرام سے کھا رہے ہیں اور وقت اطمینان سے پاس ہو رہا ہے۔

یزید نے کہا ٹھیک ہے کوئی حرج نہیں۔ لیکن میری بات یاد رکھنا آج کا اس جنگ سے تو بچ جاؤ گے۔ لیکن تمہاری تلوار کبھی نیام میں نہیں جائے گی۔

بنی حنظلہ اور بنی تمیم نے جواب دیا۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ جنگ کریں اور ہم ان سے گھروں میں بیٹھے رہیں۔ بسم اللہ جہاں آپ قدم رکھیں گے وہاں ہمارے سر ہوں گے۔ صرف ہمیں تیاری کے لیے کچھ مہلت دے دیجئے۔

پھر یزید نے امام حسینؑ کو خط لکھا۔ بسم اللہ۔ آپ جہاں فرمائیں بنی تمیم اور بنی حنظلہ کے سر آپ کے قدموں میں ہوں گے اس وقت آل محمد میں سے ایک آپ ہی تو ہیں تو ہمارا سراہا اور جنت خدا میں۔ ہم انشاء اللہ جنگ جمل کا داغ بھی دھو ڈالیں گے۔

جب امام حسینؑ کو یزید کا خط ملا۔

تو آپ نے حسرت سے فرمایا۔

یزید! تو میری مدد کو پہنچ تو نہیں پائے گا ویسے تیری اس نصرت کا میں۔ میرا بابا۔ اور میرا نانا ممنون ہیں۔ اللہ تجھے قیامت کے بول سے محفوظ رکھے۔ اللہ تجھے پیاس کے دن سیراب کرے۔ اور اللہ تجھے معزز رکھے۔ تیری بیک میری موصول افزائی ہے اور تیرے خلوص کی علامت ہے۔

ابن زیاد نے قاصد امام حسینؑ کو سولی پر چڑھانے کے بعد فہر پر بجا کر خطبہ دیا۔ اہل بصرہ کو نصرت آل محمد سے باز رکھنے کی خاطر خوب ڈرایا اور دھمکایا۔ راتوں رات تیاری کی اور صبح کو کوفہ کے لیے روانہ ہو گیا۔

ابن زیاد کو کوفہ میں :-

ابن زیاد کو کوفہ میں رات کے وقت داخل ہوا۔ اس کے ساتھ اپنے اہل خانہ اور غلاموں کے علاوہ مسلم ابن عمر و باہلی اور شریک ابن عمرو جاتے تھے۔

ابن زیاد نے سپاہ عمامہ سر پر رکھا ہوا تھا۔ منہ چھپایا ہوا تھا۔ لوگوں نے سمجھا فرزند رسولؐ آگیا ہے۔ دیکھنے

دالوں نے فرزند رسول کی حیثیت سے مرجاہک یا بن رسول اللہ۔ کہہ کر استقبال کیا۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ یہ دارالعمارہ آیا۔

نعمان ابن بشیر نے دارالعمارہ کا دروازہ اندر سے بند کر دیا۔ دارالعمارہ کی چھت سے نعمان نے کہا۔
اے فرزند رسول! نہ تو میں آپ سے جنگ کی خواہش رکھتا ہوں۔ اور نہ ہی یہ امانت آپ کے سپرد کر سکتا ہوں۔ آپ یہاں سے چلے جائیں۔

کافی دیر بعد اسے پتہ چلا کہ فرزند رسول نہیں بلکہ ابن زیاد ہے۔ اس نے دروازہ کھولا۔ ابن زیاد اندر آیا۔ رات آرام سے سو گیا۔ صبح ایلوۃ جامعہ کی منادی کرائی۔ جب لوگ مسجد میں جمع ہو گئے تو اس نے یہ خطبہ دیا۔

ابالعد! مجھے یزید نے تمہارے اس شہر کا گورنر بنایا ہے۔ تمہاری سرحدوں کی حفاظت ادبیت المال کی نگرانی میرے سپرد کی ہے۔ میں مظلوم سے انصاف کروں گا۔ محروم پر نوازش کروں گا۔ ہر اطاعت شعار کے ساتھ مہربان باپ کا ناسلوک کروں گا۔

ہاں میرا کوٹا اور میری تلوار ضرور ایسے افراد کے خلاف ہوں گے جو میرے حکم کی نافرمانی کریں گے۔ تمہیں اپنی زندگی سے محبت ہونا چاہئے اپنی جان کے دشمن نہ بنو۔ میں صرف دھمکیاں دینے کا قائل نہیں ہوں۔ میں اپنے قول کی صداقت اپنے عمل سے پیش کروں گا۔

تم سب میرے معتمد ہو، ہر شخص مجھے ایسے افراد کے نام اور ٹھکانے بتائے جو یزید کے باغی ہیں۔ جو جو شخص ایسے افراد کے نام اور ٹھکانے بتاتا جائے اپنا ماہانہ وظیفہ ابھی آکر لیتا جائے۔ اور اب میں اس وظیفہ کو دگانا کر رہا ہوں۔ جن لوگوں نے ایسے افراد کے نام اور ٹھکانے نہ بتائے۔ یا جن لوگوں نے ایسے افراد کو اپنے ہاں پناہ دی ان کے نام وظیفہ خواروں کی فہرست سے ہمیشہ کے لیے خارج کر دیئے جائیں گے۔

اب جاؤ اور جو میں نے کہا ہے اس پر عمل کرو۔
ابن زیاد نے اپنے غلام معقل کو بلا یا اسے تین ہزار درہم دے اور کہا جا کہ مسلم ابن عقیل کا کوچ لگا۔
جب جناب مسلم کو پتہ چلا کہ ابن زیاد نے آتے ہی ان کی تلاش شروع کر دی ہے۔ تو انہوں نے جناب مختار کا مکان چھوڑ کر جناب ہانی کے مکان کو اپنا ٹھکانا بنایا۔

ابو تمامہ صیلائی آپ کی طرف سے ہتھیار جمع کرنے پر مامور تھا۔ جب پچیس ہزار افراد نے بیعت کر لی تو جناب مسلم نے ابن زیاد کے خلاف جنگ لڑنے کا فیصلہ کر لیا۔

جناب ہانی نے مشورہ دیا کہ ابھی آپ جنگ شروع نہ کریں۔ ابن زیاد نے آج صبح جو تقریر کی ہے۔ اور لوگوں کو وظیفہ دگانا کرنے کا لالچ بھی دیا ہے، ساتھ ہی نافرمانی سے دھمکیاں بھی ہے اس کا رد عمل دیکھ لیں۔ کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ فریق شیعیان علی صرف چند افراد میں جو انگیختوں پر گئے جاسکتے ہیں۔ یہ اکثریت شیعیان معاویہ ہے۔ یہ لوگ صرف معاویہ اور یزید

کے گورنروں سے تنگ تھے۔ ان کے دل میں محبت آج بھی معادہ اور زید سے ہے۔

جناب مسلم ابن عوج مجھ جناب مسلم ابن عقیل کی طرف سے بیعت لیتے تھے۔ ابن عوج مسجد کوفہ میں بیٹھے تھے کس نے دوسرے سے کہا۔

یہ شخص ابن عقیل کے لیے بیعت لے رہا ہے۔

معتقل غلام زیاد نے یہ بات سن لی۔

ابن عوج کے قریب آیا۔ اندر کھنے لگا۔ اسے سردار کوفہ ایمن شام سے آیا ہوں۔ سنا ہے فرزند رسول تشریف لارا ہے ہیں۔ اللہ نے محبت آل محمد کا انعام کیا ہے۔ میں بھی فرزند رسول کی جماعت میں شامل ہونا چاہتا ہوں۔ میں کوئی ایسا آدمی تلاش کر رہا تھا لیکن کوئی بھی مجھے سفیر حسین کی نشاندہی نہ کر پا رہا تھا۔ ابھی مسجد میں میں نے آپ کے متعلق سنا ہے کہ آپ سفیر حسینؑ کی طرف سے بیعت لے رہے ہیں۔

مجھ سے یہ تین ہزار بھی لے لیں۔ انہیں ہتھیاروں میں خرچ کریں اور مجھ سے بیعت بھی ابھی لے لیں۔ جب مناسب سمجھیں تو مجھے صرف ایک مرتبہ سفیر حسین کی زیارت کرائیں۔

ابن عوج نے بیعت لے لی اور فرمایا۔ درہم اپنے پاس رکھ۔ میں سفیر حسینؑ سے اجازت لے لوں۔ اگر انہوں نے تیری ملاقات کی اجازت دے دی تو پھر درہم اس کو دینا جس کا وہ فرمائیں۔

معتقل نے بیعت کر لی۔ دو دن بعد معتقل جناب مسلم کے پاس پہنچ گیا۔ صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک یہ مکینہ ابن زیاد کے خلاف ہر منصوبہ میں پیش پیش رہتا تھا۔ جب بھی وقت ملتا تھا ابن زیاد کو رپورٹ پہنچا دیتا تھا۔ جناب مسلم کے حکم سے اس نے وہ تین ہزار درہم اہتمامہ ہمدانی کے حوالہ کر دیئے تھے۔

شریک ابن امور حدی بصرہ سے ابن زیاد کے ساتھ آیا تھا۔ لیکن شیعین آل محمد سے تھا۔ کوفہ پہنچ کر عمار ہو گیا جناب ہانی کے گھر قیام کیا۔

ابن زیاد اس کی عیادت کو آیا۔ شریک نے جناب مسلم سے کہا کہ ابن زیاد میری عیادت کو آ رہا ہے۔ جب وہ آجائے تو اسے قتل کر دینا۔ جب میں موقع سمجھوں گا تو میں پانی مانگو گا۔ میرا پانی مانگنا اس بات کی علامت ہوگی۔ کہ وقت مناسب ہے۔

ابن زیاد شریک کی عیادت کو آیا۔ شریک نے پانی مانگا۔ لیکن کسی نے نہ دیا۔ جب اس نے اصرار کیا اور کوئی بھی پانی دینے نہ آیا تو شریک پریشان ہو گیا۔

ابن زیاد بھی سمجھ گیا۔ ابن زیاد فوراً اٹھ کر واپس چلا گیا۔

ابن زیاد کے جانے کے بعد جب جناب مسلم شریک کے پاس آئے تو شریک نے پوچھا۔ کیا ہوا آپ نے کیوں اس خبیث کو قتل نہیں کیا۔

جناب مسلم نے فرمایا۔ ہم آل محمدؑ پر ایمن نبوی پر عمل کرتے ہیں۔ نبی عالمین کا ارشاد ہے کہ مومن کسی کو دھوکا نہیں دیتا ویسے میں خود بھی آمادہ نہیں تھا۔ لیکن جب ابن زیاد آگیا۔ تو نہ درجہ ہانی کو بھی آپ کے منصوبہ کا علم تھا۔ وہ میرے قدموں پر گر گئی۔ اور مجھے نبی اکرمؐ کا واسطہ دے کر کہنے لگی کہ آپ ہمارے گھر میں اسے نہ لاریں۔

یہ سنکر جناب ہانی نے فرمایا۔ اللہ عورتوں کو عقل دے۔ جس بات سے وہ ڈری ہے اسی میں گر گئی ہے۔ اس نے اپنا گھرتا ہ کر دیا ہے۔ اور مجھے قتل کر دیا ہے۔

جناب ہانی کی شہادت:

بحار کے مطابق جناب مسلم نے امام حسینؑ کو کوفہ آنے کے لیے خط لکھ دیا تھا۔ ادھر ابن زیاد کو معقل کی طرف سے لمحہ بلحہ تازہ اطلاعات موصول ہو رہی تھیں۔

ابن زیاد نے محمد بن اشعث۔ اسماء ابن خارجہ۔ اور عمرو بن حجاج زبیدیؑ جناب ہانی کے متعلق پوچھا کہ اس وقت روٹے کوفہ میں سے ہانی مجھے ملنے نہیں آیا۔

عمر نے کہا۔ وہ بیمار ہے۔

ابن زیاد نے کہا۔ بیمار نہیں ہے۔ اب تو تندرست ہے اور روزانہ گھر کے دروازہ پر بیٹھ کر منصوبہ بندی کرتا ہے۔ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ وہ بیمار ہے تو میں اس کی عیادت پر بھی چلا جاؤں۔

یہ تینوں افراد ہانی کے پاس آئے اور اسے بتایا کہ ابن زیاد کو آپ ملنے نہیں گئے۔ وہ پوچھ رہا تھا۔

ہانی نے کہا۔ میں کچھ بیمار ہوں۔

انہوں نے کہا۔ اسے بیماری کا بھی علم ہے۔ اور بیماری کے بعد تندرستی کا بھی علم ہے۔ آپ ہمارے ساتھ چلیں۔

جناب ہانی نے لباس بدلایا اور اپنے نچر پر سوار ہو کر ابن زیاد کی طرف روانہ ہو گئے۔ دارالعمارہ کے دروازہ پر پہنچ کر ہانی نے حسان ابن خارجہ سے کہا۔

میری چھٹی حس کہتی ہے کہ مجھے اس خبیث سے خطرہ ہے۔ مجھ نے جاؤ تو بہتر ہے۔ اگر میں اس کے ساتھ پہنچ گیا تو پھر تم بھی بے بس ہو جاؤ گے۔

حسان نے کہا۔ آپ کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔

جناب ہانی ابن زیاد کے پاس آئے۔

ابن زیاد نے دیکھ کر کہا۔ اکثر اوقات ہر خائن کو اس کی اپنی ٹانگیں ہی کھینچ کر لاتی ہیں۔ پھر ابن زیاد نے قاضی شریح جو اس کے ساتھ ہی بیٹھا تھا کی طرف متوجہ ہوا اور کہا۔ کتنے تعجب کی بات ہے میں جس شخص کی زندگی کا خواہشمند ہوں وہ میری موت کی تجویز ہی کرتا پھر تا ہے۔

ہانی نے کہا۔ اسے امیر آپ کیا رہے ہیں۔

ابن زیاد نے کہا۔ ہانی تو کچھ کرتا پھر رہا ہے کیا میری زندگی کے لیے کر رہا ہے؛ تو نے مسلم ابن عقیل کو اپنے گھر بٹھا رکھا ہے۔ لوگ تیرے گھرتے جاتے ہیں جنگ کے منصوبے بنتے ہیں۔ اسلحہ جمع ہو رہا ہے۔ حسینؑ کو خط لکھ دیا گیا ہے اور اب اس کی آمد کا انتظار کیا جا رہا ہے۔ کیا تو سمجھتا ہے کہ مجھے کچھ بھی معلوم نہ ہوگا۔

ہانی نے کہا۔ جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں ان میں سے میں نے کچھ بھی نہیں کیا۔

ابن زیاد نے کہا۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں تو اس سے بھی زیادہ کر رہا ہے۔

ہانی نے پھر کہا۔ میں نے کچھ بھی نہیں کہا۔

ابن زیاد نے مقتل کو بلایا۔ جب جناب ہانی نے مقتل کو دیکھا تو وہ سب کچھ سمجھ گئے کہ یہ شخص ابن زیاد کا جاسوسی تھا۔ جو ہم میں شامل ہوا ہے۔ ادیب ہمارے کافی رازوں سے واقف ہے۔ اب چونکہ انکار کی کوئی صورت نہ تھی اس لیے ہانی نے کہا۔

میں نے نہ تو مسلم ابن عقیل کو دعوت دی ہے اور نہ اسے بلایا ہے۔ مسلم نے مجھ سے پناہ مانگی اور میں نے سب دستور کے مطابق اسے پناہ دی ہے۔

آپ اگر اجازت دیں تو میں ابھی جا کر اسے گھر سے نکال دیتا ہوں۔ اور اسے کہہ دیتا ہوں کہ جہاں چاہیں چلے جائیں میری پناہ ختم ہو جائے گی۔

ابن زیاد نے کہا۔ اب تو اس وقت جا سکے گا جب مسلم میرے حوالہ کر دے گا۔

ہانی نے کہا۔ یہ تو بڑا مشکل ہے کہ میں آپ کو اپنا جہان اپنے ہاتھوں لاکر اس لیے دوں کہ آپ اس کو قتل کر دیں۔

ابن زیاد نے کہا۔ بخدا تجھے لانا ہوگا۔

ہانی نے کہا۔ بخدا میں اسے تیرے حوالے نہ کروں گا۔

جب بات گرم ہو گئی تو مسلم ابن عمرو ہارلی نے ابن زیاد سے کہا۔ آپ ذرا مجھے اس سے علیحدگی میں بات کرنے دیں ابن زیاد نے کہا۔ اسے لے جا اور مجھا۔ یہ اپنی زندگی کو خطر میں نہ ڈالے۔

مسلم نے ہانی کو ایک طرف لے جا کر کافی کوشش کی آپ مسلم ابن زیاد کے سپرد کر دیں۔

ہانی نے ایک جواب دیا۔ مسلم اگر میرا پاؤں آل محمدؑ میں سے کسی فرد کے اوپر پڑا اور مجھے کہہ دیا جائے کہ پاؤں ہٹا لے تاکہ آل محمدؑ کے فرد کو نکال کر قتل کر دیا جائے۔ تو میں پاؤں کٹوانا تو گوارا کروں گا لیکن قدم نہ ہٹاؤں گا۔ جیت تک میں زندہ ہوں میں مسلم ابن زیاد کے حوالہ نہیں کر سکتا۔

ابن زیاد نے یہ بات سن لی۔ اس نے حکم دیا۔ ہانی کو میرے قریب لاؤ۔ ہانی کو ابن زیاد کے قریب لایا گیا۔ اس ظالم

نے جناب ہانی کے چہرہ پر چھڑی مارنا شروع کی۔ جناب ہانی کے رخساروں سے گوشت گرنے لگا۔ اور ناک کی ہڈی ٹوٹ گئی۔

جب تک چھڑی نہ ٹوٹی یہ باز تارہا۔ تمام کپڑے لہو لہان ہو گئے۔ جناب ہانی کو گرفتار کر کے زندان میں ڈال دیا گیا۔ مشہور ہو گیا کہ ہانی شہید ہو گئے۔

جب عمر ابن ججاج کو شہادت ہانی کی اطلاع ملی تو اس نے نبی مذبح کو تیار کیا۔ اور سح ہو کر دار العمارہ کا گھیراؤ کر لیا۔

جب ابن زیاد کو علم ہوا تو اس نے قاضی شریح سے کہا۔ جا ہانی کو دار العمارہ کی چھت پر لے جا اور نبی مذبح کو دکھا دے کہ ہانی زندہ ہے۔ قاضی شریح جناب ہانی کو چھت پر لے گیا۔ اور دار العمارہ کی چھت سے دکھا یا نبی مذبح واپس ہو گئے۔

شہادت جناب مسلم

امالی صدوق۔ ہونف۔ ارشاد مغید اور منتخب کے مطابق جناب مسلم کو جب ہانی کی اطلاع ملی۔ آپ نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا۔ چند افراد نے ساتھ دیا۔ انہیں لے کر آپ نے دار العمارہ پر حملہ کر دیا۔ ابن زیاد نے دار العمارہ کا دروازہ بند کر دیا۔ غروب آفتاب تک گھیراؤ جاری رہا۔

ابن زیاد کے مبلغین دار العمارہ کی چھت سے ان لوگوں سے کہتے رہے۔

آج تمہیں کیا ہو گیا ہے ابن زیاد نے تمہارا وظیفہ دگنا کر دیا ہے۔ بھلا تم مٹھی بھرا فراڈ کیا کر سکو گے۔ کل تک تم

علیؑ اور حسنؑ کے خلاف معاویہ کا ساتھ دیتے رہے ہو۔

دوسری طرف لوگ آنے لگے۔ عورت آکر بیٹھے سے کہتی اتنے سارے لوگ موجود ہیں۔ اگر تو نہ لڑا تو کونسا پہاڑ

ٹوٹ جائے گا۔ چل میرے ساتھ۔ بھائی بھائی کو لے گیا۔ باپ بیٹے کو لے گیا۔ جب شام کا اندھیرا چھا گیا تو جناب مسلم

کے ساتھ صرف دس آدمی رہ گئے۔ آپ مسجد میں آئے نماز پڑھی۔ جب فارغ ہوئے۔ تو وہ دس بھی جا چکے تھے

آپ تنہا گلیوں میں چلنے لگے۔ ایک مقام پر آپ کو پیا سن لگی۔ ایک دروازہ پر کھڑے ہو کر پانی مانگا۔ طوع نامی عورت نے

آکر پانی دیا۔ آپ پانی پی کر وہیں بیٹھ گئے۔

اس نے کہا۔ بندہ خدا! آپ نے پانی پی نہیں لیا۔

آپ نے فرمایا۔ پی لیا ہے۔

طوع نے کہا۔ جب پانی پی لیا ہے تو گھر کی راہ لیں میرے دروازہ پر نہ بیٹھیں۔

آپ نے سر جھکایا اور فرمایا میرا یہاں نہ گھرے اور نہ قبیلہ۔

طوع نے کہا۔ تو کون ہے۔

ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست

ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست

آپ نے فرمایا۔ میں مسلم ابن عقیل ہوں۔

طوع نے کہا۔ اگر آپ مسلم ہیں تو پھر باہر نہ بیٹھیں اندر تشریف لائیں۔

آپ اندر تشریف لے گئے۔ اس نے علیحدہ کمرہ میں بٹھایا۔ اور عرض کی اسے آل رسول آپ ان میں کیسے پھنس گئے۔

میں عورت ہوں۔ میں بہت کچھ سنتی رہی ہوں۔ یہ لوگ تو آپ کے دشمن ہیں۔ معاویہ نے بھرے کوزے سے چن چن کر شیعیان علی کو شہید کر دیا تھا۔ اکثر لوگ تو کوزہ چھوڑ کر ترک وطن کر گئے ہیں۔ یہ لوگ دل و جان سے شیعیان معاویہ ہیں۔ صرف معاویہ کے گورنروں سے نالاں ہیں اور نرید کو یہ سب دے رہے ہیں کہ ہم اہل کوفہ مخالفت بھی کر سکتے ہیں ان لوگوں نے تمہارا سہارا لیا ہے۔ پورے کوفہ میں گنتی کے چند افراد کے سوا آل محمد کا کوئی بھی خیر خواہ نہیں۔ اور جو آپ کے شیعی ہیں وہ بھی ابھی تک پیچھے ہوئے ہیں۔ ان لوگوں کو ان پر کوئی بھروسہ نہیں ہے۔ مسلم ابن جعوف اور ابو تمامہ حیدادی کے سوا آپ کے ساتھ کوئی بھی شخص نہیں ہے۔ لیکن یہ دو آپ کی کیا مدد کریں گے اور کہاں تک مدد کریں گے ان کے قبیلے معاویہ کے وظیفہ خوار ہیں۔

جناب مسلم نے فرمایا۔ تو ٹھیک کہتی ہے۔ اس کے بعد آپ صرف عبادت ہو گئے۔

طوع کا بیٹا محمد ابن اشعث کے دست میں پناہی تھا۔ رات گئے گھر آیا۔ اور سو گیا۔ صبح کو جب اس نے ماں کو دوسرے کمرے میں پانی لے جاتے دیکھا تو اس نے پوچھا۔ وہ ان کون ہے؟

طوع نے پہلے تو انکار کیا۔ لیکن جب اس نے زیادہ اصرار کیا تو قسم لے کر اسے بتا دیا۔ وہ ضحیت چپ کر کے باہر آیا اور محمد کو بتا دیا۔

ادھر ابن زیاد نے حصین ابن نمیر جو پولیس انچارج تھا کو سختی سے حکم دیا کہ کوفہ کے ہر کوچہ میں پہرہ بٹھا دے۔ مسلم اگر کوفہ سے نکل گیا تو تیری خیر نہیں۔ مجھے وسیع اختیارات ہیں۔ جس گھر میں مجھے شک ہو اہل خانہ سے اجازت لینے بغیر اندر چلا جا۔ صبح کو طوع کے بیٹے نے اس وقت محمد کے کان میں آکر اطلاع دی جب محمد ابن زیاد کے پاس بیٹھا تھا۔ ابن زیاد نے اندازہ لگایا کہ مسلم ہی کی اطلاع ہے۔

ابن زیاد نے محمد سے کہا۔ ابھی جا اور مسلم کو گرفتار کر کے لے آ۔

محمد پانچ سو کا دستہ لے کر جناب مسلم کی گرفتاری کے لیے چلا گیا۔

طوع نے جناب مسلم سے پوچھا۔ میں سمجھتی ہوں کہ آپ ساری رات معروف عبادت ہی رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا توڑی دیر کے لیے سویا تھا۔ آکھنگ گئی تھی۔ حضرت علیؑ نے خواب فرمایا ہے۔ مسلم ہم تیرا انتظار کر رہے ہیں جلدی آ۔

میرا اندازہ ہے کہ بس آج میری زندگی کا آخری دن ہے۔ یہی بات فرما رہے تھے کہ باہر گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز

آئی۔ آپ اٹھے۔

طوع سے فرمایا۔ آپ کے بیٹے نے اطلاع دے دی ہے اور اب ابن زیاد کے سپاہی مجھے گرفتار کرنے کی خاطر آرہے ہیں۔

آپ نے ذرہ پہنی۔ تلوار میان سے نکالی اور گلی میں آگئے۔ کئی مرتبہ آپ نے ان کا حملہ کوپا کیا۔ بجوابن حران کی ایک ضرب آپ کے چہرہ پر لگی جس سے آپ کا ایک بونٹ اور دو دانت کٹ گئے۔ دوسری ضرب وہ لگانا چاہتا تھا کہ آپ نے اسے واصل جہنم کر دیا۔ آپ ایک ایک کو اٹھا کر پھینکتے تھے۔ مکانات کی چھتوں کے اوپر سے ہو کر دوسری جانب جا گرتے تھے۔

جب انہوں نے دیکھا کہ ایسے تابو میں نہیں آ رہا۔ تو انہوں نے چھتوں پر آگ اور پتھر برسانا شروع کر دیئے۔ آپ نے کافی یزیدوں کو واصل جہنم کیا۔

جب محمد بن اشعث ابو بکر کے بھانجے نے دیکھا کہ میرے سپاہی کم ہو گئے ہیں تو اس نے ابن زیاد کو کمک بھیجنے کا پیغام بھیجا۔

ابن زیاد نے جواب میں کہا۔

تجھے شرم نہیں آرہی ہے۔ تنہا ایک آدمی ہے اور تیرے ساتھ پانچ سو تھے۔

محمد نے جواب دیا۔ کیا تو مسلم کو کوفہ کا بھڑی فروش سمجھ رہا ہے۔ یہ محمد بن عبد اللہ کی تواریخ میں سے ایک تلوار ہے۔

ابن زیاد نے اور کمک بھیجی۔

اسی اثنا میں جناب مسلم کو دم لینے کا موقع مل گیا تھا۔ آپ نے ایک مرتبہ پھر ذرہ درست کی۔ اور تلوار لے کر پھر ان پر حملہ کیا۔ جناب مسلم کا جسم تیروں سے چھلنی ہو گیا تھا۔ جب دوسری کمک بھی ناکام ہوئی تو محمد نے تیسری مرتبہ پھر مدد مانگی۔

ابن زیاد نے تیسری مرتبہ کمک بھیجنے کے ساتھ محمد کے نام پیغام بھیجا۔ ظالم یہ تو کیا کہ رہا ہے لڑنے والے تو وہی ہیں جو تو مسلم کے ہاتھوں مروادے گا۔ حسین اور عباس سے کون لڑے گا۔ مسلم کو فریب دے۔ محمد نے جناب مسلم کو امان کی پیش کش کی۔ لیکن عبید اللہ ابن عباس سلمی نے کہا۔ مسلم امان کی بات انہی سے کرنا میں کوئی ذمہ داری قبول نہیں کروں گا۔

جناب سلم نے محمد سے فرمایا۔

تو مجھے دھوکا سے گرفتار کرنا چاہتا ہے بخدا جب تک میری جان میں جان ہے میں اس وقت تک اپنا ہاتھ کس فاسق کے ہاتھ میں نہیں دوں گا۔

اور اس وقت تمہارے ہاتھ اڑوں گا جب کوفہ کے ہر محلہ میں میرے ہاتھ سے مقتول کی صف ماتم بچھی ہوگی۔ یہ کہہ کر آپ نے پھر حملہ کر دیا۔

آخر محمد نے جب دیکھا کہ جنگ سے قابو میں نہیں آئے گا۔ ایک کوچہ میں گڑھا کھدوایا۔ اور سے اسے ڈھانپ دیا اور جناب مسلم کو دوسری طرف سے گھیر کر اس کوچہ میں لانے کی کوشش کرنے لگے۔ جب جناب مسلم اس کوچہ میں آئے تو لڑتے لڑتے چاہک گڑھے پر آ گئے۔ اور گڑھے میں گر گئے۔

اب ان لوگوں نے جناب مسلم کو گھیر لیا۔ محمد نے آگے بڑھ کر آپ کے چہرہ پر توار سے وار کیا۔ پھر گرفتار کر لیا۔ اور ساتھ ہی امان کا وعدہ بھی کیا۔

جب گرفتار کر کے آپ کو دارالعمارہ کے دروازہ پر لاکر بٹھایا گیا۔ سامنے ایک پانی کا مشینہ رکھا تھا۔ آپ نے بیٹھے ہوئے فرمایا۔

پانی تو پلا دو۔

مسلم ابن عمرو باہلی نے کہا۔ مسلم پانی تو بڑا ٹھنڈا ہے لیکن تجھے نہ ملے گا۔

جناب مسلم نے فرمایا۔ آج تک کسی ماں نے تجھ سے زیادہ سنگدل بچہ نہ جنا ہوگا۔ اور محمد نے ابن زیاد سے اجازت مانگی۔

اتنے میں اجازت مل گئی۔

جناب مسلم کو ابن زیاد کے سامنے لے جایا گیا۔ آپ خاموش ہو کر کھڑے ہو گئے۔

ایک غلام نے کہا۔ مسلم امیر کو سلام تو کر لیا ہوتا۔

جناب مسلم نے فرمایا۔ جب میں نے اسے امیر بنایا۔ نہیں تو سلام کا ہے کو کروں۔

ابن زیاد نے کہا۔ سلام کر یا نہ کر۔ تو قتل سے نہیں بچ سکتا۔

جناب مسلم نے فرمایا۔ اگر زندگی اور موت تمہارے بس میں ہوتی تو شاید میں پہلے ہر چکا ہوتا۔

ابن زیاد نے کہا۔ یہ تو نے کیا کیا ہے۔

جناب مسلم نے کہا۔ میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔

ابن زیاد نے کہا۔ یہ حسین کے یہ بیوت لیتا پھر تا ہے یہ کیا بات ہے۔

جناب مسلم نے فرمایا۔

اے کجاوب میرے متعلق تو نہیں تھا۔ لیکن میں تجھے بتائے دیتا ہوں کہ ان لوگوں نے فرزند رسول کو خطوط سکھے کہ

آپ آئیں ہم اموی مظالم سے تنگ آچکے ہیں۔ اور شریعت محمدیہ کے مطابق عدل و انصاف کریں۔

ابن زیاد نے حکم دیا۔ یہ ہاشمی ہے ہاتھ کی طرح ان کی زبان بھی تیز ہوتی ہے اسے ایسی موت دو کہ اسلام میں

پینے کبھی کسی کو نہ دے گئی۔

جناب مسلم نے فرمایا۔ تو نے سچ کہا ہے۔ اسلام میں ایجاد بدعت تھی ہی زیب دیتی ہے اور کون ہے جو اسلام میں کسی بدعت کو رائج کر سکے۔

محمد نے جنگ کا تمام واقعہ سنایا۔ یہ بھی بتایا کہ بچہ ابن حمران نے پہلا وار کیا تھا۔ اور میں نے بھی مسلم سے امان کا وعدہ بھی کیا ہے۔

ابن زیاد نے کہا۔ تیرا امان سے کیا تعلق ہے۔ میں نے تجھے مسلم کی گرفتاری کی خاطر بھیجا تھا یا امان دینے کی خاطر جا اپنا کام کر۔

پھر بچہ ابن حمران سے کہا۔ چونکہ مسلم پر پہلا کامیاب وار تو نے ہی کیا تھا اس لیے آخری وار بھی تو ہی کر۔ اسے وارا العمارہ کی چھت پر لے جا اور منڈیر پر کھڑا کر کے پہلے سر زین پر بیچنا پھر جسم۔ جناب مسلم نے فرمایا۔ اگر اجازت ہو تو میں وصیت کر لوں۔ ابن زیاد نے کہا۔ وصیت کرے۔

جناب مسلم نے ابن زیاد کے ہاتھ نشینوں میں دیکھا تو عمر سعد بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ اے عمر مجھے وصیت کرنا ہے لیکن علیحدگی میں کروں گا۔

عمر نے کہا۔ مجھے آپ سے کیا تعلق ہے۔ اور اگر وصیت تجھے کرنا ہی ہے تو یہیں ابن زیاد کے سامنے ہی کر دے۔ ابن زیاد نے کہا۔ عمر جا اور اس کی وصیت سن لے۔

عمر سعد اٹھا۔ جناب مسلم اسے ایک طرف لے آئے۔ اور فرمایا۔ جب میں کوفہ میں آیا ہوں۔ تو سات سو درہم کا مقروض ہوں۔

میری توار اور ذرہ فروخت کر کے میرا قرض ادا کر دینا۔

میری شہادت کے بعد میرا جسم ابن زیاد سے لے کر دفن کر دینا اور میں نے فرزند رسول کو کوفہ آنے کے متعلق لکھا تھا میری طرف سے اسے خط لکھ کر بھیج دینا کہ وہ نہ آئیں۔

یہ کہہ کر آپ گریہ کرنے لگے۔

عبداللہ ابن عباس سلمی نے کہا۔ مسلم آپ جیسے بہادر موت کا سنکر روتے تھے ہیں آپ کیوں رورہتے ہیں۔ جناب مسلم نے فرمایا۔

میں اپنی موت پر ذرا بھی نہیں رورہا۔ میں تو مکہ سے موت کے لیے تیار ہو کر چلا تھا۔ میں صرف اس لیے رورہا ہوں کہ بیٹے فرزند رسول کو کوفہ آنے کا لکھ دیا تھا۔ اور ان کے ساتھ نجات رسول ہیں۔

بکر آپ کو دلا العمارہ کی چھت پر لے گیا۔

اس نے تلوار علم کی۔ نضائیں لہرائی اس کا ہاتھ خشک ہو گیا۔

ابن زیاد نے دوسرا آدمی بھیجا وہ مر گیا۔

پھر تیسرا آدمی بھیجا اس نے آپ کو شہید کیا۔

ابن زیاد نے پوچھا۔ جب پھت پر لے جا رہے تھے تو کیا کہتا تھا۔

قاتل نے بتایا۔ جب میں نے پہلا دار کیا۔ تو مسلم نے کہا۔

الحمد للہ کتنی باعزت اور قابلِ فخر موت ہے۔

جناب مسلم کی شہادت کے بعد محمد نے ابن زیاد سے کہا۔ ہانی کو میں لے آیا تھا۔ ورنہ ہانی نہیں آتا تھا۔ آپ ہانی کو

میری خاطر چھوڑ دیں۔

ابن زیاد نے کہا۔ تو وہ بات کیوں کرتے ہیں جس کا مجھے اختیار نہیں ہوتا۔ تو اپنی نوکری کو اور تنخواہ لے۔ امان وغیرہ

کے چکروں میں نہ پڑا کر۔ محمد اپنا سامنے لے کر رہ گیا۔

ابن زیاد نے حکم دیا کہ ہانی کو بازار میں لے جا کر قتل کر دو۔

جناب ہانی کو رکن بستہ بازار لے گئے۔ اور کہا کہ سر آگے کر۔

جناب ہانی نے فرمایا سر کے معاملہ میں کبھی سچی نہیں رہا۔ بالآخر ان لوگوں نے جناب ہانی کو شہید کر دیا۔ اور سر ان زیاد

کے پاس لے آئے۔ ابن زیاد نے جناب مسلم اور جناب ہانی دونوں کے سر زید کو بھیجے۔ ساتھ کوثر پر کتھڑوں کا کھانا اور زید

ہدایات مانگیں۔

زید نے جب دونوں سر دیکھے تو خوش ہوا۔ اور جناب میں ابن زیاد کی حوصلہ افزائی کے علاوہ اسے کھا کہ میں

نے سنا ہے حسین بھی کوفہ کی طرف آ رہا ہے۔ اور اس سے باخبر رہ۔ مجھے مطلع کرتا رہ۔ اور جب بھی موقع ملے اسے

قتل کر دے۔

جناب ہانی اور جناب مسلم کے لاشے پاؤں میں رسی ڈال کر کوفہ کی گلی بازاروں میں تشہیر کرائے گئے جب ہی اندر

کہ جناب ہانی کی شہادت کی اطلاع ملی تو وہ آئے۔ دونوں لاشے لیے اور دفن کر دیا۔

۸ ذی الحجہ۔ بروز بدھ ۶۱ھ جناب مسلم اور جناب ہانی دونوں شہید ہوئے۔

فرزندان جناب مسلم

امالی صدوق - بخار - ابرار شاہ و مفید کے مطابق - جناب مسلم کے کوثر میں شہید ہونے والے دونوں بچوں میں بھی اختلاف ہے۔

بعض مورخین کے بقول دونوں بچے جناب مسلم کے ساتھ آئے تھے۔

اور بعض کے بقول یوم عاشور جب تارا جی خیام ہوئی اس وقت دونوں بچے خیام سے باہر بھاگے۔ راستہ بھٹک گئے تھے۔

پھر فوج یزید کے ہاتھ آئے ابن زیاد نے دونوں کو قید کر دیا۔

دونوں قسم کی روایات میں واقعہ شہادت ایک جیسا ہے۔

جو یوم عاشور گرفتاری کہتے ہیں ان کے مطابق جناب مسلم کا اس مشکل سفر میں دو کم سن بچوں کو ساتھ لانا بھی ناممکن ہے۔

جو یہ کہتے ہیں کہ جناب مسلم کے ساتھ تھے۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ۔

اولاً۔ تو قافلہ اہل بیت جب کم و بیش بعد از عاشور ایک ماہ تک کوثر میں رہا اس وقت ان بچوں کو اس قافلہ میں

شامل کیوں نہ کیا گیا۔

ثانیاً۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ دونوں بچے قافلہ اہل بیت کے شام کی طرف جانے کے بعد ابن زیاد نے قیدی کے تھے

تو پھر ان زیاد نے انہیں شام کیوں نہ بھیجا۔

بہر صورت میری حقیقی کے مطابق دونوں روایات میں سے جو روایت بھی پڑھ لی جائے گی۔ اس میں کوئی

صحیح نہیں ہے۔ (نثار جہادی)

ابن زیاد نے دار و فرزند ان کو ہدایت کی کہ۔ دونوں بچوں کو نہ ٹھنڈا پانی دینا اور نہ پیٹ بھر کھانا دینا۔ جتنا

ہو سکے قید میں سمجھی کر اڑاؤ بیٹھیں ایک ہی اسی حالت میں گزر گیا۔

ایک دن چھوٹے شہزادے نے کہا۔ بھیا ہمیں ایک برس ہو گیا ہے اور لگتا ہے شاید ہماری ساری زندگی

اسی زندان میں گزر جائے آج دروغ کو اپنا تئاف تو کرادیں۔ ممکن ہے اس کے دل میں رحم آجائے۔ جب شام کو

حسب معمول ایک روٹی جو کی اور ایک جام گرم پانی کا لیا۔

تو بڑے شہزادے نے کہا، اسے زندہ خدا ایک برس ہو گیا ہے۔ آپ نے ہم پر ہر ممکن سختی کر لی ہے لیکن تجھے معلوم ہے، ہم نے کبھی شکوہ نہیں کیا۔

داروغہ نے کہا، تم سچ کہتے ہو۔ میں خود کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ آخر تم دونوں کس ہو۔ تمہارا کیا قصور ہے کہ ابن زیاد نے تم پر اس قدر سختی کرنے کو کہا ہے۔

شہزادے نے کہا، کیا تو محمد بن عبداللہ کو پہچانتا ہے؟

داروغہ نے کہا، بھلا یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے۔ اسی کا تو میں کلمہ پڑھتا ہوں۔

شہزادہ نے کہا، کیا جعفر ابن ابی طالب کو بھی پہچانتا ہے۔

داروغہ نے کہا، اسے بھی پہچانتا ہوں۔ اسے جنت میں باروؤں کے عوض دو پرٹے ہوئے ہیں اسی لیے اسے طیار بھی کہتے ہیں۔

شہزادہ نے کہا، کیا علی ابن ابی طالب کو بھی پہچانتا ہے؟

داروغہ نے کہا، علی کو پہچانتا ہوں۔ داماد نبی اور برادر رسول تھا۔

شہزادہ نے کہا، شاید مجھے معلوم نہیں کہ ہم ذریت محمد، اولادِ مسلم اور علی کے نواسے ہیں۔

داروغہ یہ سنتے ہی دونوں کے قدموں میں گر گیا۔ اٹھا اور تیدِ قائمہ کا دروازہ کھول کر کہنے لگا، یہ در زندان کھلا ہے۔

میں اپنی سزا بھگت لوں گا لیکن آج کے بعد تمہیں اپنی قید میں نہیں رکھ سکتا۔ جیسے کوشش کرنا رات کو سفر کرنا اور دن میں چھپ رہنا۔

دونوں شہزادے اللہ کا نام لے کر زندان سے نکلے لیکن کسئی اور نادانانہ کیفیت کی وجہ سے کوئی راستہ تلاش نہ کر سکے۔ چل چل کے جب تھک گئے تو ایک مکان کا دروازہ کھٹکھٹایا۔

اندر سے ایک بڑھیا نکلی۔

اکن نے پوچھا، کون ہو اور کیا چاہتے ہو۔

شہزادوں نے کہا، ہم کم سن مسافر ہیں۔ ہمارا سفر لمبا ہے، صرف آج کی رات گزارنا چاہتے ہیں۔ اگر مہربانی کر کے۔

بڑھیا نے کہا، تمہارے جسم سے عجیب قسم کی خوشبو ہونگے رہی ہے ایسی خوشبو میں نے کبھی نہیں سونگھی تم پورا تعارف کرو کون ہو۔؟

شہزادوں نے بتایا، ہم ذریت رسول سے مسلم ابن عقیل کی اولاد ہیں۔

بڑھیا نے کہا، زمانہ تمہارا دشمن ہے۔

میرا داماد خارجی ہے۔ اگر اس کو پتہ چل گیا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم میرے ہی گھر میں شہید کر دیے جاؤ۔ میرا گھر میرا نہیں تمہارا ہے آؤ بسم اللہ

دونوں شہزادے اندر داخل ہوئے۔ بڑھیا نے کھانا پیش کیا۔ شہزادے کھانا کھا کے اور پانی پی کے سو گئے۔ رات بڑے شہزادے نے کہا۔

بھیا مجھے ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے یہ رات ہماری زندگی کی آخری رات ہو۔ امیر سے سینہ سے لگ جا۔ تو مجھے لگے لگائے میں تجھے گلے لگاؤں۔ پھر ممکن ہے قیامت کو ملاقات ہو۔ دونوں شہزادے ایک دوسرے کے گلے میں بازو حائل کر کے سو گئے۔

نصف شب کے قریب بڑھیا کا دق اباب ہوا۔ اس نے پوچھا کون ہے۔

جواب ملا میں آپ کا داماد ہوں۔ تھکن سے برا حال ہے۔ دروازہ جلدی کھول۔

بڑھیا نے کہا۔ یہ کہاں تو رات کو مارا مارا پھر رہا ہے۔ یہ بھی کوئی دقت ہے آنے کا نہ خود آرام کیا اور نہ دوسروں کو آرام کرنے دیا۔

بڑھیا نے دروازہ کھولا۔ یہ اندر داخل ہوا۔ شہزادے اسی ہی کمرے میں سو رہے تھے۔

اس نے چراغ جلائے گا کہا۔

بڑھیا نے جواب دیا نہ آگ ہے اور نہ تیل ہے۔

بڑھیا نے کھانا دیا۔ یہ کھا پی کر سو رہا۔

بڑھیا نے کہا۔ یہ کہاں پھر رہا ہے۔

اس نے کہا زندان سے ابن زیاد کے دو قیدی بھاگ گئے ہیں۔

ابن زیاد نے اعلان کیا ہے کہ اگر کوئی ایک کولائے گا تو ایک ہزار درہم اور اگر کوئی دو کولائے گا تو دو ہزار

درہم انعام ملے گا۔

بڑھیا نے کہا یہ قیدی کون ہیں؟

اس نے کہا۔ مسلم کے کسے ہیں۔

بڑھیا نے کہا۔ تمہے شرم نہیں آتی؟ مجھ کو کیا جواب دے گا۔ ان بچوں کو قتل کر کے تجھے کیا مل جائے گا۔

اس نے کہا۔ کہیں تجھے علم تو نہیں ہے۔ وکالت تو ایسے کر رہی ہے جیسے تجھے معلوم ہو۔

بڑھیا نے کہا۔ بڑ بڑ کر اب سونے دے۔

جب خاموشی ہوئی تو اسے محسوس ہوا کہ بڑھیا کے علاوہ بھی کوئی سانس لے رہا ہے۔ یہ چپکے سے اٹھا اور اندھیرے

میں دیوار کا سہارا لے کر ٹٹولنے لگا۔ اچانک اس کا ہاتھ چھوٹے شہزادہ کے بالوں میں جا اٹکا۔ اس نے جھٹکا دے کر پوچھا

کون ہے؟

شہزادہ نے بھائی کو جگایا۔ اور کہا۔ بیابا اب اٹھ جا کافی سوچئے۔ دوسرا شہزادہ بھی جاگ گیا۔ اس نے دوسری مرتبہ پوچھا کون ہے؟

شہزادہ نے کہا اگر یہ سچی بات بتادیں تو امان ہے۔

اس نے کہا۔ امان ہے۔

شہزادہ نے کہا۔ اللہ اور رسول کی امان؟

اس نے کہا۔ اللہ اور رسول کی امان۔

شہزادہ نے کہا۔ محمد ابن عبد اللہ اس امان کے گواہ ہیں۔

اس نے کہا۔ محمد گواہ ہے۔

شہزادہ نے کہا۔ جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں اللہ اس کا وکیل اور شاہد ہے؟

اس نے کہا۔ ہاں اللہ شاہد ہے۔

شہزادہ نے کہا۔ ہم عزت نبی۔ اولاد علی اور قرظندان مسلم ہیں۔

یہ سنتے ہی یہ ظالم پھر گیا اور کہنے لگا میں تمہاری خاطر کہاں کہاں مارا مارا پھر اہوں۔ شکر ہے کہ پھر بھی تم مجھے ہی مل گئے ہو اور انعام میرا ہی مقدر ہے۔

اس نے دونوں کے بالوں میں ہاتھ ڈالا اور اتنا تشدد دیا کہ دونوں کے رخساروں سے خون بہنے لگا۔ پھر اس نے دونوں شہزادوں کے دونوں ہاتھ پس گردن باندھے اور ستون کے ساتھ کھڑا کر کے باندھ دیا۔ اور رات کھڑے ہوئے گزر گئی۔

صبح کو یہ اٹھا۔ دونوں کو ساتھ لیا۔ بڑھیلے چھڑانے کی کوشش کی اس نے تلوار ماری وہ وہیں اٹھ کر پیاری ہو گئی پھر اس نے اپنے غلام سے کہا۔ ان دونوں کو دریا کے کنارے لے جا۔ قتل کر کے لاشیں دریا میں ڈال دینا اور سر میرے پاس لے آنا۔

جب غلام دونوں شہزادوں کو لے کر چلا۔ تو بڑے شہزادے نے کہا۔ تیرا رنگ ہمارے نانا کے غلام ہلال جیسا ہے کیا تجھے ڈر نہیں لگتا کہ جہنم میں جائے۔

اس نے پوچھا۔ آپ کون ہیں۔

شہزادوں نے کہا۔ تیرے نبی کی عزت۔ علی کے نواسے اور مسلم کے بیٹے ہیں۔

یہ دونوں کے قدموں میں گر گیا۔ پاؤں کو چوم کر تلوار دور پھینک دی اور عرض کیا۔ نام محمد پریری جان قربان ہو میں آپ کے خون سے ہاتھ رنگیں نہیں کرتا۔ اس نے دریا میں پھلانگ لگا لیا اور دور چلا گیا۔

حارث نے کہا۔ تو نے غلام ہو کے میری نافرمانی کی ہے اچھا نہیں کیا۔

غلام نے کہا۔ جب تک تراشد کی اطاعت میں تھا۔ اس وقت تک میں آپ کا مطیع تھا۔ اب جب کہ آپ نے اللہ کی اطاعت چھوڑ دی ہے تو میں نے دنیا اور آخرت میں تجھ سے بری ہوں۔

پھر اس نے بیٹے سے کہا۔ تو ارے اور جا کر ان کو قتل کر دے تاکہ میں ابن زیاد سے انعام لے آؤں۔ حارث کا بیٹا دونوں کو لے کر چلا۔

شہزادوں نے کہا۔ تو کتنا حسین ہے اور کتنا جवान ہے۔ کتنا افسوس ہو گا جب تیرا یہ حسین جسم آتش جہنم کے شعلوں میں جلے گا۔

اس نے پوچھا تم کون ہو۔

شہزادوں نے کہا۔ ہم نبی مصطفیٰ کی ذریت علی کے نواسے اور سلم کے بیٹے ہیں۔

اس نے بھی تلوار پھینک دی اور شہزادوں سے معافی مانگ کر دریا میں کود گیا۔ حارث نے کہا بیٹا ہو کر تو بھی نافرمانی کر رہا ہے۔

اس نے جواب دیا تیری نافرمانی کر کے اللہ کی اطاعت کر لینا اس بات سے بہتر ہے کہ اللہ کی نافرمانی کر کے تیری اطاعت کی جائے۔

حارث نے کہا۔ مجھے نظر آ رہا ہے کہ میرے بغیر تمہیں کوئی بھی قتل نہ کرے گا۔ اس نے تلوار اٹھائی اور دونوں کو لے کر دریائے فرات پر آیا اور عواریان سے نکالی۔

جب دونوں شہزادوں نے برہنہ تلوار دیکھی تو دونوں کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اور دونوں نے کہا۔ ایسا کہ ہمارے خون سے ہاتھ سرخ نہ کر۔ تجھے دولت کی ضرورت ہے ہمیں غلام بنا لے۔ بازار میں جا کر ہمیں فروخت کر دے۔ تجھے دو ہزار درہم سے زیادہ مل جائیں گے۔ محمد کو قیامت میں اپنا مدی بنانا۔

اس نے کہا۔ میں تمہیں قتل کر کے وہی دو ہزار درہم ابی زیاد سے انعام لینا چاہتا ہوں۔

دونوں شہزادوں نے کہا۔ کیا تجھے ہماری قربت نبویہ کا خیال نہیں آ رہا۔

حارث نے کہا۔ تمہارا رول سے کوئی رشتہ نہیں ہے۔

شہزادوں نے کہا۔ اچھا ایسا کر ہمیں زندہ ابن زیاد کے پاس لے جا جسے وہ مناسب سمجھے گا۔ وہ خود فیصلہ کرے گا۔

حارث نے کہا۔ مجھے ابن زیاد کے دربار میں جو تقرب تمہارے مرے جانے سے حاصل ہو گا وہ زندہ لے جانے میں نہیں ہو گا۔

شہزادوں نے کہا۔ ہماری کشتی پر ترس کر۔

حارث نے کہا۔ میرے دل میں تمہارے لیے رحم پیدا ہی نہیں ہوا۔
شہزادوں نے کہا۔ اگر تو خواہ مخواہ ہمیں قتل کرنا ہی چاہتا ہے تو پھر ہمیں چند رکعت نماز پڑھ لینے دے۔
حارث نے کہا۔ اگر تمہیں نماز فائدہ دیتی ہے تو بے شک پڑھ لو۔
دونوں شہزادوں نے چار رکعت نماز پڑھی اور یہ دعا مانگی۔

یا حی یا حکیم یا احکم الحاکمین احکم بیننا و بینہ بالحق فاستوت . سقنا منہ فی اللہ نیا والاخرہ .
حارث نے بڑے شہزادے پر وار کیا۔ اس کا سر تلم کر کے تھیلے میں رکھا اور لاشہ دریا میں ڈال دیا۔ اس نے دیکھا
کہ لاشہ دریا کی سطح پر اس طرح رک گیا جس طرح زمین پر رکھا ہو۔

پھر یہ چھوٹے شہزادے کے پاس آیا۔ دیکھا تو شہزادہ اپنے بھائی کے خون سے اپنے بالوں کو رنگین کر رہا تھا اس
نے وار کے ارادہ سے تلوار کو لہرایا۔ شہزادہ نے بھائی کا سر سینہ سے لگا رکھا تھا۔

شہزادے نے کہا مجھے اپنے معبود کا واسطہ ہے مجھے اپنے بھائی کا خون اپنے چہرہ پر مل لینے دے۔
حارث نے کہا۔ اس سے مجھے کیا فائدہ ہوگا۔

شہزادے نے کہا۔ میری خواہش ہے کہ میں اسی طرح نانا کے پاس جاؤں۔

شہزادہ بھائی کے سر پر جھکا ہوا تھا۔ حارث نے ایک دوسرے کہا۔ شہزادہ نے سزہ اٹھایا تو اس نے شہزادہ کو پس
گردن سے شہید کر دیا۔ شہزادہ کے ہاتھوں سے بھائی کا ہر جھوٹ گیا۔ اس نے دونوں سراٹھا کر تھیلے میں ڈالے چھوٹے
شہزادہ کا لاشہ بھی دریا میں ڈالا۔ دونوں لاشے ایک دوسرے کی طرف چل کر ایک دوسرے سے بگیر ہو گئے۔ ایک
روایت کے مطابق پانی میں غائب ہو گئے۔ اور ایک روایت کے مطابق شمال کی جانب بنے گئے۔

اس نے دونوں سراٹھائے۔ ابن زیاد کے پاس آیا۔ دونوں سر تھیلے سے نکال کر ابن زیاد کے سامنے رکھے۔

جب ابن زیاد نے سروں کو دیکھا تو فرط جذبات سے تین مرتبہ کرسی سے اٹھا اور بیٹھا اور پوچھا۔
یہ کس کے سر ہیں؟

حارث نے کہا۔ سلم کے بچوں کے جو قید سے بھاگ گئے تھے۔

ابن زیاد نے کہا۔ میں نے پہلے بھی دونوں کے چہرے دیکھے تھے۔ چاند کی طرح تھے لیکن اب ان پر یہ نیلے داغ
کیسے ہیں؟

حارث نے کہا۔ چونکہ میں گل ان کی تلاش میں پھر پھر کے تھک گیا تھا اس لیے جب مجھے ملے تو میں نے اپنا غصہ
ان کے چہروں پر ٹھنڈا کیا۔

ابن زیاد نے کہا۔ ظالم تو نے بڑی بے دردی سے طمانچے مارے ہیں۔ تجھے کہاں ملے تھے۔

حارث نے کہا۔ میری سانس کے مہان تھے۔

ابن زیاد نے کہا۔ تو نے عرب مہمان نوازی کا پاس نہ کیا۔
 حارث نے کہا۔ وہ بڑھیا مہمان نوازی کے پاس میں میرے ہاتھوں لاری گئی ہے۔
 ابن زیاد نے پوچھا۔ شہزادوں نے تجھے کچھ کہا بھی تھا۔
 حارث نے کہا۔ ہاں انہوں نے کہا تھا۔ ہمیں قتل کر کے محمد کو اپنا مدعی نہ بنا بازار میں لے جا کر فروخت کر دے تجھے
 دولت مل جائے گی۔

ابن زیاد نے پوچھا۔ تو نے کیا کہا؟
 حارث نے جواب دیا۔ میں نے انہیں یہی کہا کہ جو لذت مجھے ابن زیاد سے ملنے والے انعام میں نصیب ہوگی۔ وہ
 تمہاری قیمت میں کب ہوگی۔

ابن زیاد نے پوچھا۔ پھر انہوں نے کیا کہا۔
 حارث نے جواب دیا۔ پھر انہوں نے کہا کہ ہمیں ابن زیاد کے پاس زندہ لے جا جو چاہے وہ فیصد کرے۔
 ابن زیاد نے پوچھا۔ تو نے کیا کہا۔
 حارث نے کہا۔ میں نے کہا۔
 کہ جو تقرب مجھے تمہارے سر لے جانے سے حاصل ہوگا وہ تمہارے
 زندہ لے جانے سے نہیں گا۔

ابن زیاد نے کہا۔ اگر تو زندہ لانا تو میں تجھے چار ہزار درہم انعام دیتا۔
 حارث نے کہا۔ اگر مجھے علم ہوتا تو میں ضرور زندہ لاتا۔
 ابن زیاد نے پوچھا۔ انہوں نے پھر کیا کہا۔
 حارث نے کہا۔ انہوں نے کہا۔ ہمارے نبی اکرمؐ سے رشتہ کا لیا نظر کرے۔
 ابن زیاد نے کہا۔ تو نے کیا کہا؟
 حارث نے کہا۔ میں نے کہا۔ تمہارا رسولؐ سے کوئی رشتہ ہی نہیں ہے۔
 ابن زیاد نے کہا۔ ظالم تو نے رسولؐ سے رشتہ کی کیسے نفی کی ہے۔ حالانکہ دینا کو معلوم ہے کہ وہ رسولؐ کے شہید دار
 تھے پھر انہوں نے کیا کہا۔

حارث نے کہا۔ انہوں نے کہا۔ ہماری گمنی پر ترس کر۔
 ابن زیاد نے پوچھا۔ تو نے کیا کہا۔
 حارث نے کہا۔ میں نے کہا۔ تمہارے لیے میرے دل میں رحم پیدا ہی نہیں ہوا۔
 ابن زیاد نے پوچھا۔ پھر انہوں نے کیا کہا۔
 حارث نے کہا۔ انہوں نے کہا۔ اگر تو ہمیں قتل ہی کرنا چاہتا ہے تو ہمیں چند رکعت نماز پڑھ لینے دے۔

ابن زیاد نے پوچھا۔ تو نے کیا جواب دیا۔

حارث نے کہا۔ میں نے ان سے کہا۔ اگر نماز تمہیں فائدہ دیتی ہے تو پڑھ لو۔

ابن زیاد نے پوچھا۔ پھر انہوں نے کیا کہا۔

حارث نے کہا۔ پھر انہوں نے دریا نے فرات سے وضو کی اجازت مانگی۔ لیکن میں نے اجازت نہ دی۔ انہوں نے

وہیں تیمم کیا اور چار رکعت نماز پڑھی۔

ابن زیاد نے پوچھا۔ نماز کے بعد انہوں نے کیا کہا۔

حارث نے کہا۔ نماز کے بعد انہوں نے دعا مانگی۔ اے جی۔ اے ذانا۔ اے حاکم اللہ۔ ہمارے اور اہل کے درمیان

توہمی فیصلہ فرما۔ اور دینا آخرت میں ہمارا حق اس سے وصول فرما۔

ابن زیاد نے کہا۔ ان کی دعا قبول ہو گئی ہے۔ اللہ نے فیصلہ کر دیا ہے۔ پھر اس نے اپنے ارد گرد بیٹھنے والوں

کو دیکھا ایک شاہی شہید علی بیٹھا تھا۔ اس سے کہا۔ اسے لے جا اور جہاں اس نے شہزادوں کو شہید کیا ہے۔ وہیں اسے

واصل جہنم کر۔

اسن مومن کا بیان ہے کہ اگر اس دن ابن زیاد میرے لیے ایک طرف تخت شام اور دوسری طرف حارث کا

قتل رکھ کر مجھے حق انتخاب دیتا تو بھی میں تخت شام ٹھکرا کر بھی قتل حارث کو ترجیح دیتا۔ میں اتنا خوش ہوا جس

کی حد نہیں۔

جب میں حارث کو لے کر جانے لگا۔

تو ابن زیاد نے کہا۔ ایک بات کا خیال رکھنا۔ اس کے نحس خون کو ان کے پاکیزہ خون میں نہ ملنے دینا۔

میں اسے لے کر گیا۔ راستہ میں حارث نے مجھ سے کہا۔ ایسا کر مجھ سے دس ہزار دینار لے لے اور سب مجھے چھوڑ

دے میں چھپ جاؤں گا۔

میں نے کہا۔ ظالم تو دس ہزار دینار کی بات کرتا ہے اگر اس وقت کوئی مجھے تیرے عوض کرہ ارض کی حکومت دے

تو بھی میں اسے ٹھکرا دوں۔

میں اسے لے کر دریا نے فرات پر آیا۔ وہاں چند لوگ پہلے سے جمع ہے۔ میں نے دیکھا وہاں ایک عورت

کی لاش پڑھی تھی۔

میں نے اس سے پوچھا۔ یہ کس کی لاش ہے۔

حارث نے کہا۔ یہ میری سائل کی لاش ہے۔ جوان کی میزبان تھی۔

میں نے اسے قتل کیا۔ اور لاش کو دریا میں پھینکا۔ دریا نے لاش کو باہر پھینک دیا میں نے تین مرتبہ لاش کو دریا

میں پھینکا۔ اور ہر مرتبہ دریا نے لاش کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

میں نے ابن زیاد کو اطلاع دی

اس نے حکم دیا کہ اسے زمین میں دبا دو۔ دوسرے چند افراد کی مدد سے میں نے گڑھا کھودا۔ جب لاش کو گڑھا میں رکھا تو زمین نے باہر اگل دیا۔ تین چار مرتبہ ایسے کیا مگر مرتبہ زمین نے باہر اگل دیا۔

میں نے پھر ابن زیاد کو اطلاع دی۔ اس نے حکم دیا کہ اسے جلا ڈالو۔ چنانچہ ہم نے ٹکڑیاں جمع کیں۔ اس کی لاش پر ڈھیر کر دیا۔ اور آگ لگا دی۔

ابن زیاد کے حکم سے میں نے شہزادوں کے سر دریا میں ڈالے۔ کافی آدمی کھڑے ہوئے تھے۔ تمام نے دیکھا کہ دونوں شہزادوں کے لاشے پانی سے باہر آئے۔ اپنے اپنے سر کے ساتھ لگے اور پھر غائب ہو گئے۔ میں واپس آیا تو ابن زیاد نے مجھے دس ہزار درہم دیئے

میں نے کہا۔ اگر امیر ناراض نہ ہو، تو میں اس ظالم کے قتل کے عوض ایک کوڑی بھی قبول نہ کروں گا۔ میرے لیے آپ کی یہ عنایت کیا کم ہے کہ آپ نے مجھے اس ظالم کے کینہ گردار کو پہنچانے کی سعادت بخشی ہے۔ امیر آپ یقین کریں میرے پاس وہ الفاظ نہیں جن سے میں آپ کی اس نوازش کا شکریہ ادا کروں۔

ابن زیاد نے کہا۔ یہ معاوضہ نہیں بلکہ اس عطا کے بعد دوسری عطا ہے۔ اپنے پاس رکھ لے۔

مکہ سے کربلا

۲ شعبان ۶۰ھ مکہ میں آئے تھے۔ ۸ ذی الحجہ ۶۰ھ مکہ سے کربلا کی طرف روانہ ہوئے۔ اگر روز آمد اور روز روانگی سے ہٹ کر حساب لگایا جائے تو فرزند رسول نے مکہ میں چار ماہ اور چار دن قیام کیا۔ جس دن سفیر حسین کو فرم میں مصروف پیکار تھے اسی دن یعنی ۸ ذی الحجہ کو امام حسینؑ مکہ سے سفر کی تیاری میں مصروف تھے۔

ارشاد مفید منتخب۔ لہوٹ۔ دلائل الامارہ۔ غیر الاخباران اور امالی صدوق کے مطابق مکہ سے روانگی کے حالات۔ اس

طرح میں

مکہ میں دوران قیام امام حسین کو دو اطلاعات موصول ہوئیں۔

۱۔ عمر سعد یزید کی طرف سے امیر حج بن کر مکہ آیا اور اسے حکم تھا کہ جیسے بھی ہو فرزند رسول کو اولاً گرفتار کیا جائے اور اگر گرفتاری کا موقع نہ ملے تو متقی کیا جائے

۲۔ تیس اموی فنگوں کو احرام حج میں بھیجا گیا جن کے لباس احرام میں تلواریں بھیجی تھیں کہ جہاں موقع سے خواہ دوران

طواف کعبہ کے اندر کیوں نہ ہو فرزند رسول کو قتل کیا جائے

ان اطلاعات کے بعد امام حسینؑ کا مکہ میں مزید قیام ناممکن ہو گیا تھا۔ چنانچہ آپ نے حج کو عمرہ میں بدلا۔ احرام حج توڑ دیا اور عراق کی طرف کوچ کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔ تیاری مکمل ہونے کے بعد آپ نے خطبہ دیا۔

الحمد لله وما شاء الله ولا حول ولا قوة الا بالله
وصلى الله على رسوله خط الموت على ولد آدم
مخط القلاوة على جيد الفتاة وما اولهتي
الى اسلافى اشتياق يعقوب الى يوسف
وخيرلى مصرعاً انا لاقيه كاتى باوصال
تقطعهما عسلات الفلوات بين التوا
النوايس وكر بلا فيملات فى اكراشاً
جونا واجربة سغب لا محيص عن يوم
خط بالقلم رضى الله رضانا اهلبيت
نصبر على بلائه ويوفينا اجرا الصابرين
لحمنا من لحمه يضع بنا ما صنع به
معه نجتمع فى حظيرة القدس يقربهم
عينته وينجز بهم وعده

مشیت خالق پر حمد ہے۔ اللہ کے سوا کوئی قوت نہیں رسول خدا پر اللہ کی رحمتیں ہوں۔ گوئے انسان میں موت کو اس طرح پہنایا گیا ہے جس طرح لڑکی کے گلے میں مالا ہوتی ہے میں اپنے چمے جانے والوں کی ملاقات کا اس طرح مشتاق ہوں جس طرح یعقوب یوسف کا شائق تھا ہر ایک کی طرح میرے لیے بھی اللہ نے مقرر فرمایا ہے اور میری منزل بھی ہے۔ میں آج بھی دیکھ رہا ہوں کہ نوادیس اور کربلا کے باپین بھوکے بدو میرے جسم کو تیروں اور تلواروں سے اس طرح تجھوڑ رہے ہیں جس طرح بھوکے بھیڑیے گوشت نوچتے ہیں۔ اور میرے قتل کے انعام سے اس طرح گھر بھر رہے ہیں جس طرح بھوکے درندے اپنا خالی پیٹ بھرتے ہیں۔ موت کا مقررہ دن ہے۔ ہم اہل بیت رضائے خدا پر راضی ہیں۔ اس کے برمتحان میں صبر کریں گے۔ اور وہ ہمیں جزائے کامل دے گا۔ ہم نبی کو نبی کا گوشت پر پشت میں اور جو سولک ان سے ہوا ہے وہی ہم سے ہونا ہے۔ جنت القدس میں ہمیں انہی کے ساتھ رہنا ہے ہمیں دیکھ کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی اور اللہ اپنا وعدہ پورا کرے گا۔ جس نے ہمارے ساتھ قربانی دینا ہوا اور دربار خالق میں حاضری پر اپنے کو مطمئن سمجھا ہو ہمارے ساتھ چلے ہم انشاء اللہ گل صبح کو کوچ کر رہے ہیں

ابو محمد اقدی اور زرارہ نے عرض کیا۔ فرزند رسول آپ کہاں تشریف لے جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ امام حسینؑ نے فرمایا۔ عراق۔

وَالْعَصْرُ ثَرْثُثٌ وَالْعَصْرُ ثَرْثُثٌ وَالْعَصْرُ ثَرْثُثٌ وَالْعَصْرُ ثَرْثُثٌ وَالْعَصْرُ ثَرْثُثٌ وَالْعَصْرُ ثَرْثُثٌ وَالْعَصْرُ ثَرْثُثٌ وَالْعَصْرُ ثَرْثُثٌ وَالْعَصْرُ ثَرْثُثٌ وَالْعَصْرُ ثَرْثُثٌ

وَالْعَصْرُ ثَرْثُثٌ وَالْعَصْرُ ثَرْثُثٌ وَالْعَصْرُ ثَرْثُثٌ وَالْعَصْرُ ثَرْثُثٌ وَالْعَصْرُ ثَرْثُثٌ وَالْعَصْرُ ثَرْثُثٌ وَالْعَصْرُ ثَرْثُثٌ وَالْعَصْرُ ثَرْثُثٌ وَالْعَصْرُ ثَرْثُثٌ وَالْعَصْرُ ثَرْثُثٌ

انہوں نے عرض کیا عراق میں آپ کے شیعہ کہاں رہ گئے ہیں۔ آپ کو بھی معلوم ہے اور ساری دینا جانتی ہے کہ معاویہ نے زیاد کے فریو کو فر اور بصرہ میں آپ کا ایک بھی شیعہ نہیں چھوڑا۔ ہمیں اطلاع ملی ہے کہ آپ کو کوثر والوں نے آنے کی دعوت دی ہے۔ لیکن ان میں آپ کے شیعوں کی تعداد چند افراد پر مشتمل ہوگی۔ کچھ شیعہ تو ہمیں معلوم ہیں لیکن وہ ان دعوت دینے والوں کا ساتھ نہیں دیں گے کیونکہ ان میں کوئی بھی بھروسہ کا آدمی نہیں ہے۔ دعوت دینے والوں میں مسلم ابن عوجبہ۔ اور ابونعمان صامدی کے علاوہ چار یا پانچ آدمی مخلص ہیں۔ دیگر تمام وہ افراد ہیں جو اس وقت بھی معاویہ کے وظیفہ خواہ تھے۔ جب حضرت علیؑ کی حکومت تھی اور آج بھی معاویہ کے وظیفہ پر پڑتے ہیں۔ چونکہ حضرت علیؑ اور امام حسنؑ کے وقت معاویہ نے ان سے جو کام لینا تھا اسے یہ کام نکل جانے کے بعد معاویہ نے ان کے وظائف کم کر دیے تھے۔ اب وہ لوگ بھی آپ کو دعوت دے کر صرف اپنے وظائف میں اضافہ کرنا چاہتے ہیں اور بس۔

آپ نے فرمایا۔ تمہیں معلوم ہے کہ میں فرزند رسول ہوں۔

انہوں نے کہا۔ معلوم ہے۔

آپ نے فرمایا۔ یہ بھی جانتے ہو کہ میں لعاب رسول پر پلا ہوں۔

انہوں نے کہا جانتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ تم نے سنا ہے کہ خاتم الانبیاء نے میرے اور میرے بھائی کے حق میں فرمایا تھا کہ ہم جو انسان جنت کے سردار ہیں۔

انہوں نے کہا سنا بھی ہے اور لوگوں کو سناتے بھی رہتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ یہ بھی تمہیں معلوم ہے کہ میں علم نبی کا وارث بھی ہوں۔

انہوں نے کہا۔ معلوم ہے۔

آپ نے فرمایا۔ کوثر سے میرے پاس بارہ ہزار خط آئے ہیں اور ہر خط پر خط لکھنے والے کے علاوہ کم و بیش چار چار پانچ آدمیوں کے دستخط ہیں۔ اور انہوں نے مجھے لکھا ہے کہ۔ اگر آپ نے ہماری دعوت قبول نہ کی تو کل بروز محترم دربار خالق میں آپ کے نانا سے احتجاج کریں گے۔ کہ ہم نے حسینؑ کو بلایا تھا۔ حسینؑ نے ہماری دعوت قبول نہیں کی تھی اگر ہمارے اعمال پر ریزیدت کی چھاپ لگی ہوئی ہے تو اس میں ہمارا کیا قصور ہے۔ اب ان خطوط کے بعد دنیاوی فکر سے ہٹ کر تم بتاؤ شرعاً میرا کیا فریضہ ہے۔

انہوں نے کہا۔ ظاہر ہے شرعاً تو آپ کا فریضہ یہی ہے کہ آپ وہاں تشریف لے جائیں کیونکہ ان لوگوں نے تحریری طور پر اتمام حجت کر دیا ہے۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ اگر آپ کی نظروں میں میرا شرعی فریضہ یہی ہے تو پھر ہر حالت میں مندی ہی کہے گا کہ میرا شرعی فریضہ یہی ہے۔

انہوں نے کہا بے شک آپ درست فرماتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ میں صرف اور صرف اپنے نانا کی طرف سے عائد ہونے والے فریضہ کی انجام دہی کے لیے جا رہا ہوں۔ درنہ میں اس وقت مکہ میں بیٹھ کر تمہیں بتا رہا ہوں کہ وہ لوگ میرا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ میرے خلاف نبرد آزما ہوں گے۔ اور میرے ساتھ جتنے افراد بھی ہوں گے۔ وہ سب شہید ہو جائیں گے۔ میری اپنی اولاد میں سے صرف میرا علیؑ بیٹا بچ جائے گا۔
ذرا سراٹھا کر دیکھو۔

انہوں نے سراٹھا کر دیکھا تو آسمان کے دروازے کھلے ہوئے تھے۔ اور مسلح ملائکہ امام حسینؑ سے اذن جہاد مانگ رہے تھے۔

آپ نے فرمایا۔ تم نے دیکھ لیا ہے۔ اگر میرا مقصد جنگ برائے جنگ اور حصول اقتدار ہوتا تو مجھے نہ کوڑا جانے کی ضرورت تھی نہ مکہ آنے کی مدینہ میں بیٹھ کر ان کو تباہ کر سکتا تھا۔ لیکن ایسا کرنے سے ایک نو سلسلہ جزا و سزا ختم ہو کر رہ جاتا ہے۔ اور دوسرے قیامت تک آنے والی نسوں کے سامنے میرے نانا اور میری ماں کی شہادت چھپی رہے گی۔ میرے بابا کے قاتلوں کا پتہ چلے گا۔ نہ میرے بھائی کے قاتل طشت ازبام ہوں گے۔ تمہیں معلوم ہے کہ اصحاب تطہیر میں سے میں آخری فرد ہوں۔ چار شہید ہو گئے ہیں مگر آج تک امت کو معلوم نہیں ہے کہ وہ شہید ہوئے بھی ہیں یا نہیں۔ اور اگر شہید ہوئے ہیں تو ان کے قاتل کون ہیں۔

جہاں اہل کوڑے خطوط کا ظاہری تقاضا یہ ہے کہ میں وہاں جاؤں۔ وہاں میرے نانا۔ میری ماں۔ میرے بابا۔ اور میرے بھائی کی مطلوبانہ شہادت کا بھی تقاضا ہے کہ ان کے قاتل طشت ازبام ہوں۔ اور کم از کم آنے والی نسوں کو علم ہو سکے کہ کون کس کا قاتل ہے۔

محمد حنفیہ ۱

جناب محمد حنفیہ کے سامنے طشت رکھا تھا۔ آپ اس وقت وضو کر رہے تھے جب آپ کو اطلاع ملی کہ امام حسینؑ نے کہہ جانے کا اعلان کر دیا ہے۔ وضو چھوڑ دیا اور امام حسینؑ کے پاس آئے عرض کیا۔

بھیا آپ بیت اللہ جو جائے امن ہے کو چھوڑ کر کیوں جا رہے ہیں۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ محمد! بیت اللہ جائے امن تھا۔ لیکن اب بالخصوص ہم اہل بیت کے لیے بیت اللہ جائے امن نہیں رہا۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں اموی مجھے دھوکا سے بیت اللہ ہی میں شہید نہ کر دیں۔ اور میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے تقدس کعبہ کو کوئی نقصان پہنچے۔

جناب محمد نے عرض کیا۔ اگر بیت اللہ میں اس قسم کا کوئی خطرہ ہے تو پھر آپ یمن چلے جائیں۔ یا پھر صحرا میں

چلے جائیں۔

امام حسینؑ نے فرمایا، ٹھیک ہے اس سلسلہ میں میں غمخوار کروں گا۔
محمد واپس چلا گیا۔

دوسری صبح جب محمد کو اطلاع ملی کہ امام حسینؑ نے سامان بندھ لیا ہے۔ مستورات کجاووں میں بیٹھ گئی ہیں۔ اور امام حسینؑ کو راجہ ہو چکے ہیں۔ جناب محمد جلدی سے آئے۔ گھوڑے کی بانگ پر ہاتھ رکھا اور عرض کیا کہ آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا پھر اتنی جلدی کیوں؟

امام حسینؑ نے فرمایا۔ مجھے یاد ہے میں نے وعدہ کیا تھا۔ لیکن آپ کے جانے کے بعد جب میں سویا اور میری آنکھ لگی تو نانا نے مجھے فرمایا۔
بیٹے شہادت تیری منتظر ہے۔

مجھ نے عرض کیا۔ اس علم کے باوجود آپ ان مستورات کو ساتھ لے جا رہے ہیں، آپ انہیں تو واپس مدینہ بھیج دیں۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ یہ بھی نانا کا حکم ہے کہ میرے ساتھ جائیں گی۔ میری بے گناہ شہادت کو چھپانے کی کوشش کی جائے گی۔ یہ مستورات رن بستہ ہو کر کوفہ سے شام تک میری بے گناہی اور خوابیدہ امت محمد کو بے دلہ کر یں گی۔

عبداللہ ابن عباس اور عبداللہ ابن زبیرؓ۔

جب آپ تیار ہو چکے تو عبداللہ ابن عباس اور عبداللہ ابن زبیرؓ نے آکر مشورہ دیا کہ آپ کوفہ نہ جائیں بیت اللہ ہی میں رکے رہیں۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ عبداللہ ابن زبیرؓ مجھے میرے نانا کی پیش گوئی یاد ہے انہوں نے فرمایا تھا کہ بیت اللہ کا تقدس ایک قریشی کے خون سے پامال ہوگا۔
عبداللہ ابن زبیرؓ نے کہا۔ یاد ہے۔

آپ نے فرمایا۔ میرے لیے کربلا کے صحرائیں دفن ہونا اس بات سے بہتر ہے کہ میری وجہ سے کعبہ کا تقدس پامال ہو پھر ابن عباس سے فرمایا۔

مجھے نانا نے حکم دیا ہے اور میں ان کے حکم کی تعمیل بہر صورت کروں گا۔
ابن عباس نے یہ سن کر وا محمد راہ اور وحسیناہ کر کے گریہ کیا۔

عبداللہ ابن عمرؓ

عبداللہ ابن عمر نے بھی اگر مشورہ دیا کہ اس وقت بدرمعاشرین کا غلبہ ہے آپ کہیں بھی نہ جائیں۔ اور مکہ میں ہی قیام رکھیں۔

امام حسین نے فرمایا اے ابوعبدالرحمن! تجھے معلوم ہے کہ دنیا کتنی ظالم اور بے انصاف ہے کہ یہ سچی ابن زکریا جیسے زاہد اور پاک باری کا سر بنی اسرائیل کی ایک بدکار اور طوائف کی خواہش پر ایک شرابی، زانی اور ناجربادشاہ کو تحفہ پیش کیا گیا تھا۔

آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ بنی اسرائیل شام سے لے کر صبح تک ستر ستر نبی کو شہید کر دیتے تھے۔ اور پھر سارا دن بازاروں اور دکانوں میں اس اطمینان سے خرید و فروخت کرتے تھے جیسے کچھ ہوا ہی نہ۔ لیکن اللہ نے ان پر عذاب میں جلدی نہیں کی۔

اے ابوعبدالرحمن! میں تجھے دعوت دیتا ہوں میری نصرت سے دور نہ رہو اور میری مدد کرو۔

عبداللہ ابن عمر آگے بڑھا۔ گلوئے امام حسین کا بوسہ لیا اور کہنے لگا۔

اے فرزند رسول آپ کو شہادت مبارک ہو۔

فرزوقؓ

عرب کے معروف شہ فرزوق کا بیان ہے کہ میں اپنی ماں کو حج کرنے کی خاطر مکہ لارہا تھا میں جب مکہ کے قریب آیا تو ایک قافلہ کو مکہ سے باہر نکلتے دیکھا

میں نے پوچھا یہ مکہ سے باہر کون جا رہا ہے۔

مجھے بتایا گیا۔ فرزند رسول حسین ابن علیؑ ہے۔

میں نے کہا۔ جیسے حسین تو پیدل حج کو آیا کرتا تھا اور آج عین وقت حج پر مکہ سے باہر جا رہا ہے کیا وجہ ہے میرے ہاتھ میں ناکہ کی ہمارے تھی۔ میری ماں ناکہ پر تھی میں قریب گیا۔ سلام کیا اور عرض کیا فرزند رسول ان دنوں آپ مکہ سے باہر جا رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ ہاں! تقدس بیت اللہ کا تحفظ ضروری ہے۔

میں نے عرض کیا۔ آپ کے حج کرنے سے تقدس کو کیا خطرہ تھا۔

آپ نے فرمایا۔ کچھ حاجی صاحبان احرام کے لباس میں مجھے حرم خدا میں متل کرنا چاہتے ہیں۔

میں نے عرض کیا۔ اب کہاں کا ارادہ ہے۔

آپ نے فرمایا۔ فی الحال تو عراق کا ارادہ ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ عراق میں مجھے تو نظر نہیں آتا کہ آپ کا کوئی معاون ہو۔

آپ نے فرمایا تجھے کیا نظر آیا ہے۔

میں نے عرض کیا۔ وہی جو ہر ایک کو نظر آتا ہے۔ اہل عراق کی زبانیں آپ کے ساتھ ہیں۔ دل بنی امیہ کے ساتھ ہے

الفاظ آپ کے ساتھ ہیں اور تواریس بنی امیہ کے ساتھ ہیں۔

آپ نے فرمایا یہ تو مجھے بھی معلوم ہے۔ ویسے تیرا تجزیہ بڑا اچھا صاف ستھرا اور بے لاگ ہے۔

مجھے کچھ حج کے مسائل پوچھنا تھے میں نے وہ پوچھے۔ آپ نے بتایا اس سے زیادہ مجھ سے کوئی بات نہیں ہوئی میں

نے مصافحہ کیا اور آگے بڑھ گیا۔

عبد اللہ ابن جعفر طیار اور یحییٰ ابن سعید

جب آپ بیرون مدینہ آئے۔ جناب عبد اللہ کو ظم ہوا تو اللہ نے اپنے عون و محمد کو آپ کی خدمت میں بھیجا۔ اور پیغام بھی دیا۔ قبلہ اگر آپ عراق نہ جائیں تو ہتر ہوگا۔ آپ کے بعد روئے ارض فزہدایت سے خالی ہو جائے گا۔ اگرچہ میں سخت مریض ہوں۔ لیکن کوشش کر کے آپ کی خدمت میں پہنچوں گا ضرور۔

اس کے بعد جناب عبد اللہ مکہ آئے۔ وہاں سے عمر دابن سعید سے ایک معاہدہ لکھوایا۔ عمرو کے بھائی یحییٰ کو ساتھ لے کر امام حسینؑ کو اس وقت آکر ملا جب آپ مدینہ سے عازم عراق ہو چکے تھے۔

جب جناب عبد اللہ اور یحییٰ ابن سعید کو آپ کو ملے۔ اور جناب عبد اللہ نے اصرار کیا کہ آپ عراق نہ جائیں واپس مکہ تشریف لے جائیں۔

تو امام حسین نے فرمایا۔

عبد اللہ! جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں آپ کو نظر نہیں آ رہا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ بنی امیہ لاکھ امان دین ان کی امان ویسی ہوگی جیسی معاویہ نے امام حسنؑ کو دی تھی۔ یہ مجھے اسی طرح قتل کریں گے جس طرح پہلے میرے بزرگ شہید کر چکے ہیں۔ اور آج تک امت کو پتہ بھی کہ ان کا اصل قاتل کون ہے؛ اور دوسری بات یہ ہے کہ مجھے نانات نے خواب میں جو حکم دیا ہے میں بہر صورت اسی پر عمل کروں گا

جناب عبد اللہ نے عرض کیا۔ قبلہ ہمیں بھی تو وہ حکم بتادیں۔

آپ نے فرمایا۔ نہیں یہ نہیں ہو سکتا۔

میں نے نہ پہلے کہی کہ بتایا ہے اور نہ اب بتاؤں گا۔

جب جناب عبد اللہ یا یوس ہو گئے تو انہوں نے عون و محمد سے فرمایا۔ فرزند رسولؐ کا ساتھ نہ چھوڑنا مجھے افسوس ہے

کہ آج میری صحت میرا ہاتھ نہیں دے رہی۔ مجھے امید ہے کہ اگرچہ تم کس ہوں لیکن میری نجات کرو گے۔ اگر ضرورت پڑ جائے تو فرزند رسول کے ساتھ ایسا جہاد کرنا کہ تمہارا جہاد تاریخ کا جھنڈا بن جائے

۲۔ ذاتِ عِرق :-

مکہ سے روانگی کے بعد آپ کا پہلا قیام بیرونِ مدینہ تھا۔ مدینہ سے روانگی کے بعد دوسرا قیام ذاتِ عِرق میں ہوا۔ اس جگہ آپ کو بشر ابن غالب عراق سے آتا ہوا ملا۔

آپ نے پوچھا۔ سنا عراق میں کیا حال ہے۔

بغز نے عرض کیا۔ فرزند رسول اہل عراق میں جو آپ کے شیعوں تھے وہ تو معاویہ نے زیاد کے ذریعہ چنوا دیے تھے اب صرف وہی لوگ ہیں جن کی زبانیں آپ کے ساتھ اور تواریخ بنی امیہ کے ساتھ ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ تو نے بالکل مناسب تجزیہ کیا ہے۔

۳۔ تعلیمیہ :-

ذاتِ عِرق کے بعد تیسرا قابلِ ذکر مقام تعلیمیہ ہے۔ جہاں آپ نے قیام کیا۔ اسل جگہ ابوہریرہ ازدی نے آکر سلام کیا اور عرض کیا کہ آپ نے اپنے نانا کا حرم کیوں چھوڑ دیا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ بنی امیہ نے ہمارے مال پر قبضہ کر لیا۔ ہم نے صبر کیا۔ بنی امیہ نے ہمیں مغربوں پر سب و شتم کیا ہم نے برداشت کیا بنی امیہ نے ہمارے شیعوں کو علی الاعلان قتل کیا ہم خاموش رہے۔ بنی امیہ نے ہمیں ایک ایک کر کے فریب سے شہید کیا۔ پہلے تو ہم برداشت کرتے رہے لیکن اب فریب سے قتل میں برداشت نہیں کر سکتا۔ میری کوشش یہی ہوگی کہ جنگ نہ کرنا پڑے۔ میں نے آبادیاں چھوڑ دی ہیں۔ صحراؤں میں وقت گزار رہا ہوں۔ اہل کوفہ نے دعوت دی ہے۔ وہاں جا رہا ہوں۔

امکانی حد تک میں لڑائی سے گریز کروں گا۔ مجھے معلوم ہے کہ یہ لوگ میرے قاتل ہیں اور میرے قتل کے بعد یہ لوگ ذلیل ہوں گے۔

۴۔ غریب :-

تعلیمیہ کے بعد تیسری منزل غریب ہے جہاں آپ نے قیام کیا۔ آپ تھوڑی دیر کے لیے سوئے۔ پھر بیدار ہو کر اٹھے اور گریہ فرمانے لگے۔

شہزادہ علی اکبر نے عرض کیا۔ بابا جان خیریت تو ہے کچھ پریشان نظر آ رہے ہیں؟

آپ نے فرمایا بیٹے ابھی میری آنکھ لگ گئی تھی۔ میں نے خواب میں دیکھا ہے ایک ہاتف غیبی آواز دے رہا تھا یہ قافلہ آگے جا رہا ہے اور موت اس قافلہ کی طرف آ رہی ہے۔

شہزادہ نے عرض کیا یا اتباہ الیبتنا علی الحق بابا جان ایک ہم حق پر نہیں ہیں۔

امام حسینؑ نے فرمایا بیٹے علی الحق بیٹا ہم ہی تو حق پر ہیں۔

شہزادہ نے عرض کیا۔ بابا جان اذن لانیالی وقعنا علی الموت ام الموت وقعت علینا یا اگر ہم حق پر ہیں تو پھر کوئی پروا نہیں۔ ہم موت کے پاس جاؤں یا موت چل کر ہمارے پاس آئے۔

امام حسینؑ نے فرمایا جزاک اللہ احسن الجزاء بما یجزی اولاد من والدہ بیٹے اللہ جو جزائے خیر کسی باپ کی طرف سے بیٹے کو دیتا ہے۔ تجھے اللہ عنایت فرمائے۔

اسی منزل پر طراح ابن حکیم سے روایت ہے کہ میں کوفہ پہنچا کچھ سودا سلف خریدنے کی خاطر جا رہا تھا راستہ میں میں نے نیچے نصب دیکھے۔

میں نے ایک شخص سے پوچھا۔ یہ کس کے نیچے ہیں۔

اس نے کہا۔ حسین ابن علیؑ کے۔

میں نے پوچھا۔ حسین ابن علیؑ کی عذرا طہ بنت رسول اللہؐ کے؟ اس نے کہا۔ ہاں۔

میں فرزند رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوا سلام عرض کیا۔ قبلہ آپ کوفہ ہرگز نہ جائیں۔ میں کبھی کبھی وہاں جاتا رہتا ہوں۔ وہاں ہر شخص آپ کا دشمن ہے۔ اگر آپ کو اور کہیں تحفظ نہیں تو آپ ہمارے پاس کوہ آجا میں آجاؤں۔ وہاں بری نیت سے آنے والا کبھی جان سالم لے کر واپس نہیں گیا۔ میرا تمام قبیلہ آپ کے قدموں پر سر رکھنے کو فرمے گا۔

آپ نے فرمایا۔ طراح۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔ میں وعدہ کر چکا ہوں۔ اور عہد شکنی مجھے پسند نہیں ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ میرے پاس سامان ہے جو مجھے گھر پہنچانا ہے۔ انشاء اللہ یہ سامان گھر پہنچانے کے بعد میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔ میں انتہائی سرعت سے کوفہ گیا۔ سودا سلف خریدنا۔ اور واپس کوہ آجا میں گھر پہنچایا۔ اور واپس آگیا ابھی راستہ میں تھا سماعہ ابن زید راستہ میں ملا اور اس نے بتایا کہ فرزند رسولؐ شہید ہو گیا ہے۔

ولید ابن عقبہ کا ابن زیاد کو خط :-

جب امام حسینؑ اسی سفر میں تھے۔ ولید جو حاکم مدینہ تھا کو اطلاع ملی کہ امام حسینؑ عازم عراق ہیں۔ ولید نے ابن زیاد

کو خط لکھا۔

میرے معلومات کے مطابق حسین عراق کی طرف متوجہ رہے۔ تجھے معلوم ہے کہ حسینؑ ناظمہ کا بیٹا ہے اور ناظمہ رسول اللہؐ کی بیٹی ہے۔ ابن زیاد خیال رکھنا کہیں تیرے ہاتھ سے حسین کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ ورنہ تیرے اور پورے بنی امیہ کے لیے ایک ایسی آفت کڑی ہوگی جسے دنیا کی کوئی طاقت ورنہ کر سکے گی۔ اس نقصان کو نہ ہمارے دوست برداشت کریں گے اور نہ دشمن۔ رہتی دنیا تک نہ ختم ہونے والی لعنت بنی امیہ اور تیرے سر ہے گی۔

ابن زیاد نے خط کو پڑھ کر ایک طرف رکھ دیا اور کوئی پروا نہ کی۔

اسی اثنا میں ابن زیاد نے اپنے پولیس انچارج حصین ابن نمیر کو حکم دیا کہ کوفہ کی تمام راہیں اس طرح بند کر کہ کوفہ کا کوئی باشندہ قادیسہ سے باہر نہ جاسکے۔ اور نہ ہی اس طرف سے کوئی شخص کوفہ میں آسکے۔

چنانچہ حصین ابن نمیر نے قادیسہ سے خفان تک اور قادیسہ سے قطیف تک ناکہ بندی کر دی۔ اور اعلان عام کر دیا کہ حسین ابن علیؑ کو فوجا جانا پاتا ہے۔ نہ کوئی اسے جا کر ملے اور نہ ہی اس کی طرف سے کوئی کسی کو جا کر ملے اگر ایسا کوئی آدمی پکڑا گیا تو اس کا متعلق حکومت کے لیے جائز ہوگا۔

۴۔ حاجز ۱۔

عذیب سے چل کر آپ حاجز پر تشریف لائے۔ اسی جگہ سے آپ نے قیس ابن مسرہمیدوی کو اہل کوفہ کے نام خط لکھ کر دیا۔

قیس قادیسہ کی سرحد پر گرفتار ہو گیا۔ حصین ابن نمیر اسے ابن زیاد کے پاس لایا۔ راستہ میں حصین نے قیس کی تماشی لی تو قیس سے امام حسین کو لکھا ہوا خط نکل لیا۔

جب ابن زیاد کو پیش کیا گیا تو۔

ابن زیاد نے پوچھا۔ تو کون ہے؟

قیس نے کہا۔ امیر المؤمنین علیؑ کے شیعوں سے ہوں۔

ابن زیاد نے کہا۔ تو نے خط کیوں غائب کر دیا ہے۔

قیس نے کہا۔ یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے اس لیے غائب کیا ہے تاکہ جو کچھ اس میں لکھا ہے۔ تجھے اس کا پتہ نہ چلے۔

ابن زیاد نے کہا۔ خط کس کا تھا اور کس کے نام تھا۔

قیس نے کہا۔ فرزند رسول کی طرف سے تھا اور اشراف کوفہ کے نام تھا۔

ابن زیاد نے کہا۔ کن کے نام تھا۔ ان کے نام بتا، یا نمبر پرجا کر حصین اور اس کے باپ پر سب کر

قیس نے کہا۔ جہاں تک ناموں کا تعلق ہے تو وہ قطعاً نہ بتاؤں گا۔ جہاں تک نمبر پر جا کر سب کرنے کا تعلق ہے تو میں ابھی کیسے دیتا ہوں۔

ابن زیاد نے لوگوں کو جمع ہونے کا حکم دیا۔ جب لوگ جمع ہو گئے۔ تو ابن زیاد نے قیس سے کہا۔ جا نمبر پر چڑھ کر سب کر۔

قیس نمبر پر گیا۔

اور کہا۔ کم و بیش اسی وقت اس مجمع نما میں وہ افراد موجود ہیں جنہوں نے فرزند رسول کو یہاں آنے کی دعوت دی تھی۔ میں انہی کی طرف سے آپ لوگوں کے پاس قاصد ہوں۔ وہ تشریف لا رہے ہیں۔ اپنا وعدہ پورا کرو اور فرزند رسول نے تمہاری دعوت پر یہاں کی ہے تو اب تم بھی ان کی دعوت پر لیک کر دو۔

اس کے بعد قیس نے بنی امیہ۔ معاویہ۔ یزید اور زیاد اور آل زیاد پر لعنت کی۔

ابن زیاد نے حکم دیا۔ اس کے ہاتھ پس گردن باندھ دیں دارالعمارہ کی پھت پرے جاؤ اور وہاں سے نیچے گرا دو چنانچہ قیس کو اسی طرح شہید کیا گیا۔

نمبر کے لحاظ سے قیس کو بلا کا چوتھا شہید ہے۔ پہلا ابو زین جو بصرہ میں شہید ہوا تھا۔ دوسرا جناب مسلم پسر جناب ہانی۔ اور چوتھا قیس ابن مسرہیادی۔

۵۔ چاہ عرب!

حاجر کے بعد آپ نے پانچواں پیام ایک عرب کو نہیں پر کیا۔ یہاں عبد اللہ ابی مطیع عدوی آپ سے ملا اور اس نے عرض کی فرزند رسول! آپ بنی امیہ کے تصادم سے بچیں۔ ان کے جلاب ختم ہو چکے ہیں، اگر تصادم ہو گیا تو آپ یقیناً شہید ہو جائیں گے اور جب آپ شہید ہو گئے۔ تو پھر ان کی تکلیف نکل جائے گی۔ اور کوئی مظلوم نہ بچے گا۔ ہر طرف اموی ظلم کی تلوار کا خوف دہرا س ہو گا۔ اور مظلوموں کی آہیں ہوں گی۔

امام حسین نے فرمایا۔ عبد اللہ! تو بھی سچ کہہ رہا ہے۔ لیکن میں اب مجبور ہوں، آج تک ہمارے جتنے بھی اموی ہاتھوں سے قتل ہوئے ہیں وہ پوشیدگی کے غبار میں دب کر رہ گئے ہیں۔ اب میں بھی جاہتا ہوں کہ میرے قتل کے ساتھ کم از کم میرے آباء کے قاتل بھی تو واضح ہوں۔

اسی جگہ چند بدوی عربوں نے بتایا کہ کوفہ کی طرف ناکہ بندی ہو چکی ہے قاصد میرے سے شام کی راہ اور قاصد میرے سے بصرہ کی راہ سب بند ہے۔ نہ کوئی اندر جاسکتا ہے اور نہ کوئی باہر آسکتا ہے۔

زہیر ابن قیس کی شمولیت :-

بنی فزارہ اور بنی بھیل کے افراد نے بتایا ہے کہ حج سے واپسی پر ہم زہیر ابن قیس کے ساتھ تھے۔ چونکہ ہجرت سفر ایک تھی اس لیے امام حسینؑ کے ساتھ ساتھ ہی چل رہے تھے۔ لیکن ہماری کوشش ہوتی تھی کہ جہاں حسینؑ کے خیم ہوں ہم وہاں سے کافی فاصلہ پر خیمہ زن رہیں۔

ہم سفر حسینؑ پر بصرے بھی کرتے تھے۔ اور آپس میں کہتے تھے کہ۔ دیکھیں اس سفر کا کیا انجام ہو اسی مقام پر ایک دن ہم نے دسترخوان بچھایا۔ کھانے پر بیٹھے کہ ایک شخص نے آکر کہا۔
زہیر آپ کو فرزند رسولؐ نے بلا یا ہے۔

یہ پیغام سنتے ہی ہمارے تو ہاتھ پاؤں سے مثل ہو گئے۔ ہم میں سے کسی میں جواب دینے کی سکت نہ تھی۔ زہیر کی زور دینے نے زہیر سے کہا۔

زہیر کیا تیرا خون سفید ہو گیا ہے۔ تو پہلے تو کبھی ایسا نہ تھا۔ مجھے حیرت ہے کہ فرزند رسولؐ تجھے بلاتا ہے اور تو جواب تک نہیں دیتا۔ وہ تجھے وہاں باندھ کر تو نہ رکھ لیں گے۔ بات سن لینے میں کیا حرج ہے۔

زہیر یہ سن کر اٹھا۔ کچھ دیر بعد واپس آیا مسکرا رہا تھا۔ اپنے ساتھیوں سے کہا۔ دیکھو میں فرزند رسولؐ کے ساتھ جا رہا ہوں۔ اگر تم میں سے کوئی میرا ساتھ دینا چاہے تو میرے ساتھ آجاؤ۔ ورنہ میری طرف سے تمہیں اجازت ہے واپس اپنے اپنے گھر کو جا سکتے ہو۔

پھر اپنے ایک رشتہ دار سے کہا۔ میری بیوی و بچے کو گھر آرام سے پہنچا دینا۔

ہم نے پوچھا۔ زہیر آخر یہ بات کیا ہے کہ پہلے تو صرف بات سننے پر آمادہ نہیں تھا۔ اور اب تو ساتھ بھی جا رہا ہے۔

زہیر نے کہا۔ بھلا ہو۔ میری بیوی و بچے کا۔ جس نے مجھے فرزند رسولؐ کی بات سننے کی ترغیب دلائی ہے۔ جب میں گیا تو فرزند رسولؐ نے مجھے ایک ایسی بات یاد دلا دی ہے جو میں بھول چکا تھا۔ اس بات کے یاد دلانے سے ایک تو میری اس لیے آنکھیں کھل گئیں ہیں کہ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ فرزند رسولؐ ہی امام حق ہے۔ کیونکہ اس وقت فرزند رسولؐ نہیں تھا جب بات ہوئی تھی اور دوسرا میری خواہش اسی میں ہے کہ میں فرزند رسولؐ کے ساتھ رہوں۔

ہم نے پوچھا۔ ایسی کون سی بات ہے جو آپ بھول چکے تھے اور فرزند رسولؐ نے آپ کو یاد دلائی ہے۔

زہیر نے بتایا کہ ایک مرتبہ ایک جنگ میں ہمیں فتح ہوئی تو اس میں سلمان فارسی بھی موجود تھا، ہمیں بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا تھا۔ اور ہم بہت خوش تھے۔

سلمان نے وہاں کہا تھا۔ کیا اللہ کی اس فتح پر بہت خوش ہو۔

ہم نے کہا تھا۔ مسلمان بھلا اللہ کی اتنی عظیم نعمت پر کون خوش نہیں ہوگا۔
مسلمان نے کہا۔ اگر یاد رکھو تو ایک دن اس سے بھی زیادہ خوشی کا وقت تمہیں بتاؤں۔
ہم نے کہا۔ مسلمان ضرور بتا۔

مسلمان نے کہا تھا۔ اگر کسی دن سید شباب آل محمد کے ساتھ جنگ کا موقع مل جائے تو اس جنگ میں شرکت پر
زیادہ خوش ہونا کیونکہ فرزند رسول کے ساتھیوں کی فہرت بڑی مختصر ہے۔ جسے موقع مل جائے وہ اپنے کو دنیا کا خوش نصیب
ترین فرد سمجھے۔

یہی بات مجھے غریب زہرائے یاد دلائی ہے۔

اس کے بعد زہیر نے ہم سے الوداع کیا۔ زہیر کی بیوی دیلم نے زہیر سے کہا۔ زہیر ممکن ہے تجھے مجھ سے
پہلے خدمت رسول میں پہنچنے کا موقع مل جائے تو ایک تو میرا تذکرہ بھی آنکھنور سے کر دینا۔ اور دوسرے قیامت میں مجھے
بھول نہ جانا۔

۶۔ خیر زیمیہ

چاہ عرب کے بوہد آپ نے مقام خیر زیمیہ پر قیام فرمایا۔ یہاں بنت زہرائے ایک ہراناک خواب دیکھا امام حسینؑ کو بتایا
دونوں بہن بھائی تنہا بیٹھ کر کافی دیر تک روتے رہے۔

شہادت جناب مسلم کی باقاعدہ اطلاع

سبیل سکینہ

حیدرآباد الحنف آباد، پرنٹ نمبر ۱۰۸

لہوف، ارشاد، منتخب، کامل الزیارات، بحار، امالی صدوق اور عقاب الاعمال کے مطابق۔

۷۔ فرودہ

جب امام حسینؑ خیر زیمیہ سے چل کر مقام فرودہ پر پہنچے اور قیام کا حکم دیا تو عبد اللہ بن سلیمان اور منذر ابن مشعل دونوں
بھی اس سے تھے۔ اور حج سے فارغ ہو کر انتہائی سرعت سے آ رہے تھے۔ ان کا مقصد بھی فقط یہ دیکھنا تھا کہ فرزند رسول کے
معاہدہ کی انتہا کہاں تک پہنچتی ہے۔ مقام فرودہ پر پہنچ گئے۔

انہوں نے دیکھا کہ کوفہ سے ایک فائقہ سوار آ رہا ہے۔ جب وہ خیام امام حسین کے قریب آیا تو اس نے وہ راہ چھوڑ دی اور ایک طرف ہو گیا۔
 دونوں امیدیوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ یہ شخص کوفہ سے آ رہا ہے اس کے پاس کوئی حال ہوگا چل کر پوچھیں۔ یہ دونوں اس کے قریب گئے۔ اور پوچھا۔
 کیا کوفہ سے آ رہا ہے۔
 اس نے کہا۔ تم کون ہو اور کیوں پوچھتے ہو۔
 انہوں نے کہا۔ ہم بنی اسد سے ہیں۔ حج سے فارغ ہو کر آ رہے ہیں۔ ہم نے اندازہ کیا ہے کہ تو کوفہ سے آ رہا ہے تیرے پاس کوئی تازہ اطلاع ہوگی۔
 اس نے کہا۔ اگر تم بنی اسد سے ہو تو پھر میں تمہیں بتاتا ہوں کیونکہ میں بھی بنی اسد سے ہوں میرے پاس واقعاً نئی خبر ہے۔

جب میں کوفہ سے نکلا اس وقت جناب مسلم اور ہانی شہید ہو چکے تھے۔ اور دونوں کے لاشے پاؤں میں رسی سے بازار میں تشہیر کیے جا رہے تھے۔
 یہ بتا کر وہ چلا گیا۔
 ہم رات کے وقت امام حسین کے پاس آئے اور عرض کیا۔

اے فرزند رسول ہمارے پاس کوفہ سے نئی خبر ہے۔ اگر آپ حکم دیں تو ان تمام کے سامنے وہ بتادیں۔ اگر پسند فرمائیں تو تنہائی میں سن لیں۔
 آپ نے پہلے اپنے ارد گرد دیکھا۔ پھر ہمیں دیکھ کر فرمایا۔ ان سے میرا کیا راز ہے۔ جو بھی خبر ہے ہم سب سنے کے لیے تیار ہیں۔ سب کے سامنے بتا دو۔

انہوں نے بتایا کہ آج جو ناقہ سوار جا رہا تھا۔ اور اس نے آپ کے خیام دیکھ کر راستہ چھوڑ دیا۔ وہ کوفہ سے آ رہا تھا۔

بنی اسد سے ہے۔ ہم نے اس سے جا کر حالات دریافت کیے ہیں۔ اس نے بتایا ہے کہ جب وہ کوفہ سے چلا اس وقت جناب مسلم اور ہانی دونوں شہید ہو چکے تھے۔ اور ان کے لاشے بازار میں پھرانے جا رہے تھے۔
 یہ اطلاع سنا کر پہلے تو سناٹا چھا گیا۔ امام حسین کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ تین مرتبہ۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔

پھر تمام حاضرین رونے لگے۔
 امام حسین بنی تمیم کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ میرا خیال ہے تمہاری طرف سے تمہاری قربانی کافی ہے تم ایسا

کرواپس چلے جاؤ۔

بنی عقیل نے عرض کیا۔ اگر آپ حکم نہیں دے رہے اور ہماری مرضی پر چھوڑ رہے ہیں تو ہم آپ کو چھوڑ کر ہرگز نہ جائیں گے۔

ہم آپ سے بتر نہیں ہیں۔ ہماری وہ زندگی کس کام کی ہوگی جو آپ کے بغیر گزرے گی۔

پھر آپ اٹھے خیام میں گئے۔ جناب ثانیہ زہرا فرماتی ہیں کہ آپ کا چہرہ ادا اس تھا کہ آپ جناب رقیہ کے خیمہ میں آئے۔ جناب مسلم کی بچوں کے سر پہ ہاتھ پھیرا۔ چھوٹی بچی نے عرض کیا۔ آتا آج تو آپ ایسے سلوک کر رہے ہیں جیسے یتیموں سے کیا جاتا ہے، کہیں ہم یتیم تو نہیں ہو گئے؛

آپ برداشت نہ کر سکے۔ بے ساختہ رونے لگے اور بچوں کے سر جوم کر فرمایا۔ آج کے بعد میں تمہارا باپ ہوں اور سکیہ و فاطمہ تمہاری بہنیں ہیں۔

۸۔ وادی زبالہ :-

ذرو سے چل کر آپ وادی زبالہ میں آئے۔ وادی زبالہ میں آپ کو جناب تیس ابن مہر حیدادی کی شہادت کی اطلاع ملی۔

آپ نے وہاں اپنے ساتھ آنے والوں کو جمع کیا اور فرمایا۔

آپ لوگ سن چکے ہیں کہ حالات بدل گئے ہیں۔ مسلم۔ ہانی اور تیس شہید ہو گئے ہیں۔ اب ہمارے ساتھ وہی رہے جو شہادت کو پسند کرتا ہو۔ میری طرف سے تم سب کو اجازت ہے اگر جانا چاہو تو چلے جاؤ۔

جب آپ نے یہ فرمایا۔ تو آپ کے ساتھ آنے والوں کی اکثریت ادھر ادھر ہو گئی۔ اور رقیہ زینبہ اپنی اپنی سزا لے کر جانے لگے۔

۹۔ بطن عقبہ :-

وادی زبالہ کے بعد آپ نے بطن عقبہ میں قیام کیا۔ یہاں عمرو ابن ہوزان سے ملاقات ہوئی۔ عمرو نے عرض کیا۔ تباہی کو فر کیوں جا رہے ہیں۔ قسم بخدا! جن لوگوں نے آپ کو بلایا ہے وہ صرف یزید سے اپنا وظیفہ دلنا کرنا چاہتے ہیں۔ وہ آپ سے مخلص نہیں ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ مجھے سب معلوم ہے لیکن ایک وعدہ جو مجھے لے جا رہا ہے۔ میں اس حد تک جانتا ہوں کہ نبی امیر اس وقت تک چہن سے نہ بیٹھیں گے جب تک یرے سینے سے میرا دل نکال نہ لیں گے۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ

میرے قتل کرنے کے بعد یہ لوگ ایسی ذلت سے دوچار ہوں گے جو قیامت تک ان سے زائل نہ ہوگی۔
امام حسین نے اپنے صحابہ سے فرمایا۔ کہ مجھے اپنی شہادت کا یقین ہے۔
صحابہ نے عرض کیا۔ قبذہ کیسے۔

آپ نے فرمایا۔ جو خواب میں پہلے ایک مرتبہ دیکھ چکا ہوں وہی خواب یہاں بھی دیکھا ہے۔ میں نے دیکھا ہے
کہ ہر طرف سے بھوکے کتوں نے مجھے گھیر رکھا ہے۔ اور میرا جسم بھنچھوڑ رہے ہیں۔ ان سب سے زیادہ سفید داغ والا
ایک کتا ہے جو بڑھ بڑھ کر حملہ آور ہوتا ہے۔

۱۰۔ وادی شراف اور آمد حمزہ

دادی عقبہ سے چل کر آپ منزل شراف میں آئے۔ آپ نے اپنے غلاموں اور جوانوں کو حکم دیا کہ یہاں سے پانی کا
جتنا ممکن ہو سکے ذخیرہ کر لو۔ جب پانی کا ذخیرہ ہو گیا تو آپ نے کوچ کا حکم دیا۔ کافی دن چڑھ گیا۔ دوران سفر آپ کے
ساتھیوں میں سے ایک نے باواز بلند اٹھا کر کہا۔

امام حسین نے فرمایا۔ واقفاً۔ اٹھا کر۔ ہی ہے لیکن اس وقت اس تکبیر کا مقصد کیا ہے۔
اس نے عرض کیا۔ قبذہ مجھے وہ دور گھوڑیں نظر آ رہی ہیں۔

تمام صحابہ نے گردنیں اٹھا کر اس طرف دیکھا پھر دوسرے صحابہ نے کہا۔ آج تک ہم نے اس جگہ گھوڑا کوئی
درخت نہیں دیکھا۔

فرزند رسول نے پوچھا۔ تمہیں کیا نظر آتا ہے۔

انہوں نے جواب دیا۔ ہمیں تو نیزوں کی انیاں اور گھوڑوں کی کونٹیاں معلوم ہوتی ہیں۔

فرزند رسول نے فرمایا۔ مجھے تمہارا اندازہ ہی درست نظر آتا ہے۔ جہاں یہاں کوئی ایسی جگہ ہے جہاں ہم پناہ لے
سکیں۔ اور آنے والے کا مقابلہ صرف ایک طرف سے کیا جاسکے؟

صحابہ نے عرض کیا۔ آپ کے پہلو میں کوہ ذو حتم ہے۔ آپ بائیں طرف مڑ کے چلیں اگر ہم ان سے پہلے پہنچنے میں
کامیاب ہو گئے تو پھر ہمیں ہر طرف سے خطرہ نہیں رہے گا۔

آپ نے محلوں اور سواریوں کی رفتار تیز کرنے کا حکم دیا۔ ہم راستہ سے مڑے ہی تھے کہ آنے والے سپاہیوں
کے اگلے حصے کے گھوڑے ہمارے قریب پہنچ گئے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ ہم نے راستہ چھوڑ دیا ہے تو وہ بھی راستہ
چھوڑ کر ہمارے پہلو پہ پہلو چلنے لگے۔ ان کے نیزے بائیں اور علم پرندوں کے پروں کی طرح لہرا رہے تھے۔ ہم کوہ ذی حتم
کے دامن میں ان سے پہلے پہنچ گئے

۱۱۔ کوہ ذی جشم

فرزند رسولؐ نے خیم لگانے کا حکم دیا۔ ہمارے نیچے لگ گئے تو تقریباً ایک ہزار سوار بھی پہنچ گیا۔ جن کی قیادت ہو کر رہا تھا۔

یہ اپنے لشکر سمیت کرکتی دھوپ میں امام حسینؑ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ تمام سپاہیوں نے سروں پر خود پہن رکھے تھے اور تلواریں کمر سے لگا رکھی تھیں۔

امام حسینؑ نے دیکھا کہ لشکر چریاس سے بے تاب ہے اپنے اپنے جوانوں کو حکم دیا کہ انہیں اور ان کے گھوڑوں کو پانی پلاؤ۔

تمام سپاہیوں اور گھوڑوں کو جب پانی پلایا جا چکا۔

علی ابن طعان کا بیان ہے کہ میں بھی لشکر چریاس سے اگرچہ میں خود بھی بے حال تھا لیکن میرا اونٹ مجھ سے بھی بد حال تھا۔ اس لیے سب سے آخر میں پہنچنے والا میں ہی تھا۔

جب امام حسینؑ نے مجھے اور اونٹ کو چریاس سے بے حال دیکھا خود میرے قریب آئے اور فرمایا۔

بیٹے اونٹ بٹھا۔

میں نے اونٹ بٹھایا۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ پانی پی لے۔

میں اگے بڑھا۔ پانی پینے لگا۔ لیکن مشکیزہ میرے تابو میں نہیں آ رہا تھا۔ پانی میرے منہ سے کبھی دائیں اور کبھی بائیں بہ جاتا تھا۔

امام حسینؑ آگے بڑھے۔ مشکیزہ اٹھایا۔ اور میرے منہ سے لگایا۔ میں نے پانی پیا۔ (اگرچہ ابن طعان نے بتایا تو نہیں ہے لیکن ممکن ہے امام حسینؑ نے فرمایا ہو۔ آج کا دن یاد رکھنا۔ کبھی مجھے پانی کی ضرورت ہو اور تیرے بس میں ہو تو مجھے دے دینا۔ مترجم)

ابن زیاد نے سو کو قادیسیہ سے بھیجا تھا۔ اور قادیسیہ پر حسینؑ ابن نمیر کا پہرہ لگا رکھا تھا کہ نہ تو کسی کو کوہ ذی جشم دیا جائے اور نہ ہی کوہ ذی جشم سے کسی کو باہر جانے دیا جائے۔

جب نماز ظہر کا وقت ہوا تو آپ نے حجاج ابن مسروق کو اذن کہنے کا حکم دیا۔ جب اتاقت کا وقت ہوا تو امام حسینؑ عبا بردوش ہو کر خیمہ سے باہر آئے۔

حمد وثنائے الہی کرنے کا بعد فرمایا۔

تمہیں اچھی معلوم ہے کہ میں یہاں از خود نہیں آیا۔ تم نے مجھے بلایا ہے۔ تم نے خط لکھے ہیں۔ اپنی طرف

سے تمام حجت کیا ہے۔ اگر آج بھی تم اپنی اسی دعوت پر قائم ہو تو میں آگیا ہوں۔ اور اب تم اپنا عہدہ اس طرح پورا کرو کہ میں مطمئن ہو جاؤں۔ اگر میرا آنا تمہیں ناگوار ہے تو میں واپس جہاں سے آیا ہوں چلا جاتا ہوں۔

ان لوگوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ اور خاموش رہے۔

آپ نے اقامت کہنے کا حکم دیا۔ جب اقامت ہو گئی تو۔

آپ نے حسرت سے فرمایا۔ کیا تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ علیحدہ نماز پڑھنا پسند کرے گا یا پھر ہمارے ساتھ ہی شامل ہوگا؟

حسرت سے کہا۔ ہم آپ کے ساتھ ہی نماز پڑھیں گے۔

امام حسین نے نماز پڑھا لی۔ تمام لشکر حسرت نے آپ کی امتداد میں نماز پڑھی۔ نماز کے بعد آپ اپنے خیمہ میں تشریف لے گئے۔

آپ کے صحابہ اپنے اپنے خیم میں اور حرا اپنے لشکر سمیت اپنی جگہ کی طرف چلے گئے۔

لشکر کے پاس چونکہ خیم نہیں تھے۔ اس لیے صرف حرا اپنے خیمہ میں چلا گیا۔ اور بقیہ لشکر والے اپنے اپنے گھوڑوں کی باگیں پکڑ کر ان کے سایہ میں بیٹھ گئے۔

عصر کے وقت آپ نے کوچ کا حکم دیا اور لشکر حرا کی طرف مخاطب ہو کر خود شانے الہی کے بعد فرمایا۔

اے لوگو! اگر تم تقویٰ اختیار کرو۔ اور اہل حق کو پہچان لو تو خوشنودی خالق اسی میں ہے ہم اہلبیت

محمد ہیں۔ امامت ہمارا حق ہے۔ جو لوگ اس وقت تم پر مسلط ہیں۔ یہ نہ تو امامت کے حق دار ہیں اور

نہ ہی تم سے عدل و انصاف کرتے ہیں۔ اگر تم تمہیں گوارا نہ ہوں۔ تم ہمارا حق نہ پہچانو۔ اور اگر اب تمہاری

رانے بدل گئی ہے اور وہ نہیں رہی جو تم نے اپنے خطوط میں لکھی تھی۔ اور جسی خطوط کی وجہ سے میں تمہارے

پاس آیا ہوں۔ تو میں واپس پلٹ جاؤں گا۔

حسرت نے کہا۔ بخدا مجھے ان خطوط کے متعلق کچھ بھی معلوم نہیں ہے۔

امام حسین نے عقیدہ ابن سہمان سے فرمایا۔ خطوط سے پر دونوں تھیلے لے آ۔

عقیدہ دونوں تھیلے لے کے آگیا۔ امام حسین نے دونوں تھیلوں سے خطوط نکال کر ان کے سامنے پھیلا

دیے

حسرت نے کہا۔ ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس نے آپ کو کوئی خط لکھا ہو کہ ہمیں تو اب زیادہ کی طرف

سے یہ حکم ملا ہے کہ ہم جہاں آپ سے ہیں۔ اس کے بعد اس وقت تک آپ سے جدا نہ ہوں۔ جب تک کہ کوئی آپ کو

ابن زیاد کے پیش نہ کریں۔

امام حسین نے فرمایا۔ بہت دور کی بات ہے جو کر رہا ہے۔ مجھے تو اس وقت کی نسبت موت تیرے زیادہ قریب نظر آ رہی ہے۔

پھر آپ نے اپنے صحابہ سے فرمایا۔ اٹھو اور سوار ہو جاؤ

سب اٹھے۔ خود سوار ہوئے اور دختران رسول کے سوار ہونے کا انتظار کیا۔ جب تمام مستورات سوار ہو گئیں تو آپ نے فرمایا۔

واپس پلٹو۔

جب قافلہ مظلوم واپس پلٹنے پر آمادہ ہوا تو لشکرِ حرہ درمیان میں حائل ہو گیا۔

امام حسین نے فرمایا۔ اے خرتیری ماں تیرے ماتم میں روئے تو مجھ سے کیا چاہتا ہے۔

حرنے کہا۔ اگر عرب کا کوئی باشندہ ایسی حالت میں جس میں آپ ہیں میری نام کا نام لیتا تو جو ابائیں بھی ویسے ہی کہتا لیکن میں آپ کی دختر رسولِ خالدہ کا نام کسی بھی مقام پر نہیں لے سکتا۔

امام حسین نے فرمایا۔ بھلا تو مجھ سے کیا چاہتا ہے۔

حرنے کہا۔ میں صرف آپ کو ابن زیاد کے پاس لے جانا چاہتا ہوں۔

امام حسین نے فرمایا۔ اس صورت میں تو میں کبھی تیری پیروی نہیں کروں گا۔

حرنے کہا۔ پھر میں کبھی آپ کو نہیں چھوڑوں گا۔

یہی تکرار تین مرتبہ ہوا۔

حرنے کہا۔ مجھے آپ سے جنگ کا حکم نہیں ہے مجھے صرف یہی حکم ہے کہ آپ کو ابن زیاد کے پاس لے جاؤں اگر آپ ابن زیاد کے پاس نہیں چلتے تو پھر انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ آپ ایسی راہ پر چلیں جو نہ کوڑہ جاتی ہو اور نہ واپس مدینہ۔ میں ابن زیاد کو اس صورت حال سے آگاہ کرتا ہوں جو حکم دے گا پھر اس پر ویسے ہی عمل کروں گا۔ ممکن ہے اللہ مجھے آپ کے معاملہ میں کوئی راہ عاقبت دکھا دے۔

امام حسین بائیں ہاتھ پر غریب اور تادوسیر کی راہ سے ہٹ کر روانہ ہوئے حرج بھی ایک طرف ہو کر آپ کے ساتھ چلنے لگا۔

راستہ میں حرا آپ سے کہتا رہا۔ اے فرزند رسول! اگر آپ نے جنگ کی تو یقیناً آپ شہید ہو جائیں گے۔

امام حسین نے فرمایا۔ حرا! تو میں کسی بھی مقام پر آغاز جنگ نہ کروں گا۔ اگر جنگ کی گئی تو دفاع کروں گا جہاں تک موت کا تعلق ہے اس سے مجھے نہ کوئی خوف ہے اور ڈر دینے پر یاد رکھو اگر تم نے مجھے قتل کر دیا تو تینا تک تمہیں بھی عین نصیب نہ ہو گا۔

پھر امام حسین نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا۔ تم میں سے کوئی اور راہ جانتا ہے۔

طراح ابن عدی نے عرض کیا۔ قبلہ میں جانتا ہوں۔ طراح نے رہنمائی شروع کر دی۔ عزیز البجانات تک پہنچ گئے۔

۱۲۔ عزیز البجانات؛

عزیز البجانات پر تھوڑا سا قیام کیا۔ اور وہاں سے آگے بڑھ گئے۔

۱۳۔ قصر بنی مقاتل؛

عزیز البجانات سے چل کر آپ قصر بنی مقاتل پہنچے۔ وہاں پہلے سے کسی کے خیمے لگے ہوئے تھے۔

آپ نے پوچھا یہ کس کے قیام ہیں۔

بتایا گیا۔ عبید اللہ ابن حمر جعفی کے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ ذرا اسے بلا کر تولاؤ۔

قاصد نے جا کر کہا۔ آپ کو فرزند رسول نے بلایا ہے۔

عبید اللہ نے پیغام سنتے ہی کہا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون میں کوفہ سے نکلا ہی اس لیے تھا کہ جب فرزند رسول

کوفہ میں آئے تو میں وہاں موجود ہی نہ ہوں۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ میرا فرزند رسول سے آمناسا بنا ہو۔

قاصد نے اگر امام حسین کا اطلاع دی۔

یہ جواب سنا کہ امام حسین بخود آٹھے اور عبید اللہ کے پاس اس کے خیمہ میں آئے۔ اس نے استقبال کیا

آپ کو بٹھایا۔

امام حسین نے عبید اللہ کو اپنے ساتھ شمولیت کا دعوت دی۔ عبید اللہ نے وہی بات دہرائی جو قاصد سے کہی تھی

اور حضرت کی کہ میں آپ کا ساتھ نہیں دے سکتا۔

امام حسین نے فرمایا۔ دیکھ عبید اللہ! اگر تو ہمارا ساتھ نہیں دیتا تو تیری مرضی۔ لیکن ہمارے خلاف لڑنے والوں

میں شامل نہ ہونا جس نے بھی ہماری مظلومیت کی فریاد سنی۔ اور فریاد سنی کی اس کی نجات کی کوئی بھی راہ نہ بچ سکے گی

عبید اللہ نے کہا۔ میں جب آپ کا ساتھ نہیں دے رہا تو آپ کے خلاف کیوں لڑوں گا۔ اگر میں آپ کے ساتھ ہوتا

تو آپ کے قدموں میں اول مقتول میں ہی ہوتا۔ آپ میرا یہ گھوڑا لے جائیں اس نے کسی بھی مقام پر کبھی بھی مجھے یا اس

نہیں کیا۔

امام حسین نے رخ پھیر لیا اور فرمایا۔ مجھے تیرے گھوڑے میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں کسی گم کردہ راہ کو کچھ حوصلہ دار

نہیں بنانا چاہتا۔

شیخ صدوق کی عقاب الاعمال کے مطابق عمرو ابن تیس مشرفی سے مروی ہے کہ میں اور میرا بچا زاد قمر بنی مفضل اور امام حسین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کی ریش مبارک سیاہ تھی۔

میرے چچا زاد نے پوچھا۔

کیا یہ آپ کے بالوں کا حقیقی رنگ ہے یا خضاب؟

آپ نے فرمایا خضاب ہے۔ تمہیں معلوم ہے کہ ہم بنی ہاشم کے بال جلد سفید ہو جاتے ہیں یہ فرمانے کے بعد آپ نے ہمیں اپنے ساتھ دعوت شمولیت دی۔

میں نے عرض کیا۔

میں سن رسیدہ بکثیر المال اور کثیر العیال ہوں۔ میرے پاس بہت سے لوگوں کی امانتیں رکھی ہیں۔ خدا معلوم آپ کے ساتھ دینے کا کیا انجام ہو میں نہیں چاہتا کہ لوگوں کی امانتیں ضائع ہوں۔ میرے چچا زاد نے بھی یہی جواب دیا۔

امام حسین نے فرمایا۔ اچھا ایسا کرو۔ یہاں سے جلدی سے دور چلے جاؤ۔ نہ ہماری مظلومیت دیکھنا اور نہ ہماری صدائے استغاثہ سنانا۔ اگر ہماری مظلومیت دیکھ کر یا ہمارا استغاثہ سنا کر جس نے بھی ہماری مدد نہ کی اللہ قیامت کے دن اسے اوندھے منہ داخل جہنم کرے گا۔

۱۲۔ نینو میں نزول :-

شیخ مفید کے مطابق قمر بنی مفضل پر دوران قیام ایک رات کے آخری حصے میں آپ نے اپنے بھائیوں کو حکم دیا کہ زیادہ سے زیادہ پانی کا ذخیرہ کر لو۔ جب پانی بھر لیا گیا تو آپ نے حکم کوچ دیا۔ عقبہ ابن معان سے مروی ہے کہ دوران سفر آپ کی گھوڑے پر آنکھ لگ گئی۔ پھر آنکھ کھولی اور فرمایا۔

انا لدوانا الیر راجعون والحمد للرب العالمین۔

یہ سنکر آپ کا فرزند علی اکبر آپ کے قریب آیا اور عرض کی۔ ابا جان! آپ نے پہلے انا اللہ پڑھا ہے پھر حمد خدا کی ہے۔

کوئی خاص وجہ ہے۔

آپ نے فرمایا۔ بیٹے! گھوڑے کی پشت پر آنکھ لگ گئی تھی ایک سوار کو دیکھا ہے جو کہہ رہا تھا یہ لوگ آگے چل رہے ہیں اور موت ان کی طرف بڑھ رہی ہے۔

علی اکبر نے عرض کیا۔ ابا جان! اللہ آپ کو کبھی ناپسندیدہ معاملات سے دوچار نہ فرمائے کیا ہم سختی پر نہیں؟

آپ نے فرمایا بیٹے! مجھے اس اللہ کی قسم ہے جو مرجع مخلوق ہے ہم ہی سختی پر ہیں۔

علی اکبر نے عرض کیا۔ ابا جان! اگر حق پر ہمیں موت آ بھی جائے تو کیا پروا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ بیٹے! اللہ تجھے ہر وہ جنائے خیر دے جو ایک صالح بیٹے کو آپ کی طرف سے ملتی ہے۔ آپ کو شش کر رہے تھے کہ بائیں ہوتے چلے جائیں۔ جب کہ حرکی کوشش تھی کہ آپ کو کوزے قریب سے قریب تر کیا جائے اس خاموش اور سرد مشراحت میں بعض اوقات فریقین کی سواریاں ایک دوسرے سے ٹکرا بچھا جاتی تھیں۔ حتیٰ کہ آپ مینٹا تک پہنچ گئے، اور نیزا ہی میں خیام لگانے کا حکم دیا۔

کوزہ کی طرف سے ایک سائڈ پی سوار آنا دکھائی دیا جس نے نیزہ عوار کھا ہوا تھا۔ سب اس کی طرف دیکھنے لگے۔ جب وہ قریب آ گیا تو اس نے حواریت کر کر سلام دیا۔ فرزند رسول کو سلام تک نہ دیا۔ اور ابن زیاد کا خط حر کو دیا خط میں حر کے نام یہ حکم تھا۔

حسین کو بے آب و گیاہ جگہ پر گھیرنے کی کوشش کر۔ میں نے قاصد کو حکم دیا ہے کہ یہ تیرا نگران رہے گا اور دیکھے گا کہ تو نے میرے حکم کی تعمیل کی ہے۔ یا نہیں پھر یہی مجھے بھی اطلاع دے گا۔ امام حسین کے ساتھیوں میں سے ابن ہباجر کنڈی نے ابن زیاد کے قاصد کو دیکھا اور پہچان لیا۔ پھر اس سے کہا۔

تیری ماں تیرے غم میں روئے تو کیا لایا ہے۔

اس نے کہا میں نے اپنے امام کی اطاعت کی ہے اور بیعت کو پورا کیا ہے۔

ابن ہباجر نے کہا۔ اللہ تجھے ہدایت دے، واقفا تو نے اپنے امام کی اطاعت کی ہے۔ لیکن یہ بھی سوچا ہے کہ

اس امام کی اطاعت سے اللہ کی ناراضگی خریدی ہے۔ اپنے کواہل جہنم بنایا ہے۔ ہمیشہ کی لعنت خریدی ہے تیرا امام بدترین امام ہے، اگر تو نے قرآن پڑھا ہے تو قرآن کی یہ آیت کبھی یاد ہونا چاہیے۔

جعلنا ہم آمة یدعون الی النار و یوم القیامة لا ینصرون۔ ایسے اکٹھے ہیں جو جہنم کی دولت

دیتے ہیں۔ قیامت کے دن ان کی کوئی مدد نہ کی جائے گی۔

تیرا امام بھی انہی میں سے ہے۔

حس نے اپنے سپاہیوں کو اسی جگہ قیام کا حکم دیا۔ یہ پیشیل صحر تھا۔ نہ اس جگہ بمنزہ تھا اور نہ پانی۔

امام حسین نے فرمایا جرایسا کہ ہمیں غاضبہ یا شقیینہ میں اترنے دے۔

حس نے کہا۔ اب تو ایسا نہیں ہو سکتا۔ آپ دیکھ رہے ہیں نگران میرے سر پر مسلط ہے۔

زہیر ابن قیس نے عرض کیا۔ فرزند رسول! آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس وقت ان مٹھی بھرا فرادے سے لڑنا ہمارے لیے

آسان ہے لیکن جب ان کے اور لشکر آگئے تو ہمارے لیے معاند مشکل ترین ہو جائے گا۔ اس لیے اگر حکم دیں تو ابھی ان سے دو دو ہاتھ کر لیں۔

ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست

ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست

امام حسین نے فرمایا۔ زہیر بات ہزار یا لاکھ کی نہیں ہے۔ بات آغاز کی ہے۔ ہم اپنی طرف سے آغاز جنگ نہیں کریں گے۔

جب کوئی مارے گا تو دفاع کریں گے۔ اگر یہ لوگ ابتدا کریں تو ہماری مجبوری ہوگی۔

یہ دو محرم بدھ کا دن ۱۱ھ ہجری تھا۔ امام حسین نے اسی صحرا میں خیمہ لگوائے۔ اور کھڑے ہو کر اس طرح خطبہ دیا۔

حمد وثنائے الہی اور درود پر محمدؐ اور آل محمدؑ کے بعد آپ نے فرمایا۔

حالات وہی ہیں جو تم لوگ بھی دیکھ چکے ہو۔ زمانہ کے بدلتے دیر نہیں لگتی۔ اپنے بیگانے ہو جاتے ہیں۔ اب وقت بدل چکا ہے۔ اچھائی کو برائی کہا جانے لگا ہے اور برائی کو نیکی بنا دیا گیا ہے۔ نیکی تو اب تلچھٹ کی طرح کہیں کہیں نظر آتی ہے۔ آج کل کیسوں کی پانچوں گھئی ہیں۔ سخی کو باطل سمجھ کر چھوڑا جا رہا ہے اور باطل کو سخی سمجھ کر ساج کیا جا رہا ہے۔ ان حالات میں ہر مومن کا سخی ہے کہ وہ سخی پرست ہو کر دربار خانی میں پیش ہونے کی کوشش کرے جہاں تک میرا تعلق ہے تو میں شرافت کی موت کو عزت اور ظالمین کے ساتھ زندگی کو بد نصیبی سمجھتا ہوں۔

زہیر ان تین نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔

فرزند رسولؐ! ہم نے آپ کی بات سننے کے ساتھ ساتھ سمجھ بھی لی ہے۔ آپ یقین کریں۔ اگر ہمیں کبھی نہ مرنے کا یقین ہوتا اور اس وقت بھی آپ کے ساتھ موت کا موقع مل جاتا تو بھی ہم آپ کے قدموں میں موت کو دائمی زندگی پر ترجیح دیتے۔ اب جب کہ ہمیں یقین ہے کہ آج نہیں تو کل بہر صورت مرنا تو ہے ہی۔ پھر ہم اسی چند روزہ زندگی کو کب تک بچا کر رکھیں گے۔

ہلال ابن فائق بجلی نے کھڑے ہو کر کہا۔

بخدا! ہم نے زندگی بھر ایک لمحہ کے لیے بھی دربار خانی میں حاضری کو ناکار نہیں سمجھا۔ ہم نے اپنی بصیرت اور خلوص کے ساتھ آپ کا ساتھ دینے کا انتخاب کیا ہے۔ ہم آپ کے دوست کو اپنا دوست اور آپ کے دشمن کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔

بریر ابن خضیر نے کھڑے ہو کر اپنے خیالات کا اظہار یوں کیا۔

فرزند رسولؐ! ہماری خوش نصیبی ہے کہ اللہ نے ہمیں آپ کی قیادت نصیب فرمائی ہے۔ آپ کی قیادت میں اگر ہمارے اجسام کے ٹکڑے بھی کر دیئے جائیں تو ہماری خوش نصیبی بخنی ہوگی کیونکہ ہمیں یقین ہے کہ دنیا کے بعد ہم آپ کے جدا مجد کے روبرو سرخرو ہو کر جائیں گے۔

زہیر ان تین نے عرض کیا۔

قبہ ہمیں بہر صورت کربلا میں پہنچنا چاہیے کیونکہ ہمارے ساتھ مستورات اور بچے ہیں۔ ہمیں دشمن کی نسبت پانی کی

زیادہ ضرورت رہے گی۔ اور اگر کربلا میں ہم پانی کے قریب ہوں گے آرمیں جنگ کا سامنا بھی ہوا تو اللہ کی ہمدانی سے ہمیں وہاں سہولت ہوگی۔

بحار کے مطابق کربلا کا نام سنکر امام حسین کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو گئیں۔ اور فرمایا۔
میں مصائب اور تکالیف میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

آپ نے وہیں قیام فرمایا۔ اشرف کوفہ کے نام خط لکھا۔ حرنے اپنے ایک ہزار کے لشکر کے ساتھ آپ کے کمانے
بھی پڑا ڈال دیا۔

فرزند رسول نے اپنے تمام اقربا کو جمع کیا اور دست دعا بلند کر کے یوں دعا مانگی۔

اللهم انا عترۃ نبیك محمد صلی اللہ علیہ وآلہ قد اخرجنا وطردنا وازعجنا عن حرم جدنا
وتعدت بنا وایمة علینا لخذلنا بحقنا وانصرنا علی القوم الظالمین۔

اے اللہ! ہم تیرے نبی محمدؐ کی عترت ہیں۔ ہمیں اپنے جدا مجد کے حرم سے ڈرا۔ دھمکا اور خوف زدہ کر کے
نکالا گیا ہے۔ نبی امیرؐ کی چیرہ دستیال حد سے تجاوز کر چکی ہیں۔ تو ہی ہمارا انتقام لے اور ظالمین کے
خلاف ہماری مدد فرما۔

پھر آپ اپنے صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔

آپ کو معلوم ہے کہ یہ لوگ دنیا کے بندے ہیں۔ دین کو صرف زبانی چٹھارے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے
دین کو ذریعہ معاش بنالیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب دین پر کوئی حادثہ ہوتا ہے تو متدین افراد نال خال نظر
آتے ہیں۔

آپ نے پھر پوچھا۔ کیا یہی کربلا ہے۔

صحابہ نے عرض کیا۔ ہاں فرزند رسولؐ یہی کربلا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ ہاں اسی جگہ ہمارا پڑاؤ ہوگا۔ اسی سرزمین پر ہمارے جوان۔ بچے۔ اور بوڑھے شہید ہوں گے۔ اور
اسی جگہ ہمارا خون بہے گا۔

مقتل ابو مخنف کے مطابق آپ وادی نینوا سے چلے۔ جب سرزمین کربلا پر آئے تو آپ کا گھوڑا رک گیا آپ
اس گھوڑے سے اترے دوسرے پر سوار ہوئے لیکن وہ بھی نہ چلا۔ آپ نے سات گھوڑے بدلے لیکن کوئی گھوڑا بھی
قدم آگے بڑھانے پر راضی ہوا۔

جب آپ نے یہ دیکھا تو آپ نے صحابہ سے پوچھا۔

اسی سرزمین کا نام کیا ہے۔

صحابہ نے عرض کیا۔ حاضر یہ۔

آپ نے فرمایا۔ صرف غاضریہ ہے یا کوئی اور نام بھی۔
صحابہ نے عرض کیا۔ اسے نینوا بھی کہا جاتا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ غاضریہ اور نینوا کے علاوہ بھی کوئی نام ہے؟
صحابہ نے عرض کیا۔ قبلہ اسے شط فرات بھی کہا جاتا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ غاضریہ۔ نینوا اور شط فرات کے علاوہ بھی کوئی نام ہے؟
صحابہ نے عرض کیا۔ قبلہ اسے کربلا بھی کہتے ہیں۔

آپ نے ایک آہ سرد بھری۔ اور فرمایا۔ ہاں یہی سرزمین ہی مصائب اور امتحان کی سرزمین ہے۔ اس سے آگے
ایک قدم بھی نہ اٹھانا۔ سچا! بس اسی جگہ ہمارے خیم نصب ہوں گے۔ یہی سرزمین ہمارے خون کی منتظر ہے۔ اسی زمین
کا آسمان نبی زادوں کو بے موقع و چادر دیکھے گا۔ اسی زمین کو ہمارے کم سن بچوں کے خون کی ضرورت ہے۔ اسی جگہ ہمارے
ناشرین آئیں گے۔ یہی ناک ناک شغابے گی۔ مجھے میرے نانے اسی زمین کے متعلق بتایا تھا۔ اور یہ فرما کر آپ گھوڑے
سے اترے۔

حزنے ابن زیاد کو اطلاع دی کہ فرزند رسولؐ نے کربلا میں خیم لگا دیئے ہیں۔
ابن زیاد نے امام حسین کو یہ خط لکھا۔

اھا بعد! یا حسین! فقد بلغنی نزولک بکر بلاء. وقد کتب الی امیر... یزید ان لا توسد الوشیر
ولا اشبع عن الخیر او المحقک باللطیف الخیر وترجع الی حکمی وحکم یزید ابن معاویہ۔

اے حسین۔ آپ کے کربلا میں نزول کی اطلاع بھی مجھے مل چکی ہے اور ساتھ ہی امر۔ . . . یزید کا یہ
حکم بھی مل چکا ہے کہ میں۔ کچھ لطیف و خیر اللہ کے دربار میں پہنچانے تک نہ نیکمہ پر سر رکھوں اور نہ پیٹ پھر کر شراب پیوں یا
آپ میری اور یزید ابن معاویہ کی اطاعت قبول کر لیں۔

جب یہ خط امام حسینؑ کو ملا تو آپ نے اسے پڑھ کر ایک طرف رکھ دیا اور فرمایا۔
وہ قوم کبھی بھی نجات حاصل نہیں کر سکتی۔ جو رضائے الہی کے عوض انسانوں کی خوشنودی حاصل کرنے پر
کل جاتے۔

قاصد نے عرض کیا۔ فرزند رسولؐ! خط کا جواب۔

آپ نے فرمایا۔ بھلا اس خط کا کیا جواب ہے۔ اس میں تو صرف مجھے قتل کی دھمکی دی گئی ہے۔ اور ابن زیاد
نے یزید اور اپنی اطاعت کا لکھا ہے۔ جب میں نے اطاعت یزید نہیں کی تو میں ابن زیاد کی اطاعت کیسے کر
سکتا ہوں۔

جب ابن زیاد کو قاصد نے جا کر بتایا۔ تو اس کا پارہ چڑھ گیا۔ اور اس نے عمر سعد سے کہا:

رے بعد میں جانا۔ پہلے فرزند رسول سے جنگ لڑے۔
 عمر سعد نے کہا۔ آپ اس جنگ سے مجھے معاف رکھیں۔
 ابن زیاد نے کہا۔ کوئی حرج نہیں ہے۔ حکومت رے کا پروانہ مجھے واپس کر دے۔
 عمر سعد نے کہا۔ مجھے موپھنے کی مہلت دو۔

ابن زیاد نے کہا۔ جاسوچ لے۔
 عمر سعد کو کال کی نصیحت اور کال کی زبان کا کٹنا یہ تفصیل سابقہ پیش کی جا چکی ہے۔
 امام حسینؑ نے کربلا سے جناب محمد حنیفہ کو یہ خط لکھا۔

من کربلا۔ بسم الله الرحمن الرحيم من الحسين ابن علي الی محمد ابن علی ومن قبله من بنی ہاشم
 اما بعد فکان الدنيا لم تکن وكان الاخرة لم تنزل۔ والسلام۔
 سرزمین کربلا سے۔ حسین ابن علی کی طرف سے۔ محمد ابن علیؑ اور دیگر بنی ہاشم کو۔
 گویا دنیا کبھی آئی نہ تھی۔ اور آخرت کبھی گئی نہ تھی۔

والسلام

ابن زیاد کی جنگی تیاریاں

جب عمر سعد نے حامی بھری تو ابن زیاد نے عمر سعد کو فرزند رسول کے مقابلہ میں لڑنے والے لشکر کا امیر اور سالار
 مقرر کر دیا۔

ہم محرم کو عمر سعد چار ہزار سپاہی کے ساتھ میدان کربلا میں آ گیا۔
 ارشاد شیخ مفید کے مطابق امام حسین کے پاس عروہ ابن تیس جسے کو عمر سعد نے یہ پوچھنے کو بھیجا کہ آپ کربلا میں
 کس لیے آئے ہیں اور کیا چاہتے ہیں؟

عروہ چونکہ ان افراد سے تھا جنہوں نے امام حسینؑ کو کوفہ آنے کی دعوت دی تھی۔ اور خط لکھا تھا۔ اس لیے عروہ
 نے عمر سعد سے معذرت کی۔ عمر سعد نے پہلے تو تمام ان افراد سے کہا۔ جنہوں نے امام حسینؑ کو کوفہ آنے کی دعوت دی تھی
 لیکن ان سب نے معذرت کر لی۔

کثیر ابن عبد اللہ شیبی نے اپنے کو پیش کیا۔ یہ شخص انتہائی بے باک اور نڈر تھا کہنے لگا۔ انہیں کیوں تنگ کر
 رہا ہے۔ اگر کوئی۔ پیغام دینا ہے یا پیغام کے بہانہ سے فرزند رسول کو قتل کرنا ہے۔ تو تو مجھے بھیج تیرا ہر مقصد

پورا ہو جائے گا۔

عمر سعد نے کہا۔ اس وقت میرا صرف ایک مقصد ہے اور وہ یہ کہ فرزند رسول سے یہاں آنے کی وجہ اور مقصد پوچھا جائے۔

کثیر وہاں سے چلا۔ جب ابو تمامہ حید اوی اور اسے جاننے والے دیگر اصحاب امام حسینؑ نے آتے ہوئے دیکھا۔ تو امام حسینؑ کی خدمت میں عرض کیا۔

قبل اس وقت بات نہ گان روئے ارض سے بدترین نڈر اور بے ہاگ شخص آپ کے پاس آ رہا ہے۔

یہ کہہ کر جناب ابو تمامہ اٹھے۔ خیمہ کے دروازہ پر کھڑے ہو گئے۔ جب یہ درخیمہ تک پہنچا تو۔

جناب ابو تمامہ نے فرمایا۔ کس لیے آیا ہے۔

کثیر نے کہا۔ عمر سعد کا پیغام لے کر آیا ہوں۔

جناب ابو تمامہ نے فرمایا۔ تلوار یہاں رکھ دے۔ پھر اندر چلا جا۔

کثیر نے کہا۔ یہ تلوار مرنے کے بعد ہی میرے جسم سے جدا ہوگی۔

جناب ابو تمامہ نے کہا۔ اگر تو خیمہ میں جانا چاہتا ہے تو پھر اس کا قبضہ میں کھڑا ہونا چاہیے۔

کثیر نے کہا۔ آج تک میرے ہاتھ کے علاوہ کسی نے اس کا دستہ نہیں کپڑا۔ میں صرف پیغام لے کر آیا ہوں اگر سن لو

تو ٹھیک ہے ورنہ میں واپس چلا جاؤں گا۔

جناب ابو تمامہ نے فرمایا۔ اگر صرف پیغام ہی پہنچانا ہے تو مجھے بتا دے میں پیغام پہنچا دوں گا۔ لیکن تجھے مسلح

فرزند رسول کے قریب نہیں جانے دوں گا۔ تو خیمہ کی فطرت ہے۔ مجھے اعتماد نہیں ہے۔

کثیر نے کہا۔ مجھے ابیر لشکر کی طرف سے کسی اور کو پیغام میں واسطہ بنانے کی اجازت ہوتی تو ضرور ایسا کرتا۔ اب

واپس جاتا ہوں اور سارا لشکر کو سب کچھ بتا دیتا ہوں۔

یہ کہہ کر کثیر واپس چلا گیا۔ اور عمر سعد کو جا کر تمام صورت حال سے مطلع کر دیا۔

عمر سعد نے قرہ ابن قیس حنظلی کو بھیجا۔ اور کہا کہ۔ جا کر فرزند رسولؐ سے پوچھ۔ آپ یہاں کیوں آئے ہیں؟

جب امام حسینؑ نے قرہ کو آتے دیکھا تو صحابہ سے فرمایا۔

اسے پہچانتے ہو۔ کون ہے؟

جناب حبیب نے فرمایا۔ قبل نبی تمیم سے ہے ہمارا بھانجا ہے۔ بندہ بڑا امتدین اور دانا تھا۔ میں تو سوچ بھی نہیں

سکتا تھا کہ یہ بھی اس موقع پر نبی امیرؐ کا ساتھ دے گا۔ خدا معلوم اسے کیا ہو گیا ہے۔

قرہ نے اگر امام حسینؑ کو سلام کیا۔ اور عمر سعد کو پیغام دیا۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ عمر سعد سے جا کر کہہ دے۔

میں خود سے نہیں آیا۔ اہل کوفہ نے مجھے آنے کو کھنکھایا۔ میں آ گیا ہوں۔ اگر اب بھی تمہیں میرا آنا ناگوار ہے تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔

جناب حبیب نے فرمایا۔ قرہ! تجھے کیا ہوا ہے۔ بنی امیہ جیسے ظالموں کا ساتھ دے کر تجھے کیا ملے گا۔ فرزند رسولؐ کی نصرت کیوں نہیں کرتا۔ یہی وہ گھر ہے جس کی بدولت امڈ نے ہمیں اسلام کی عظمت سے نوازا ہے۔
قرہ نے کہا۔ حبیب تجھے معلوم ہے، اس وقت میں صرف پیغام لے کر آیا ہوں جو اب پیغام پہنچانے کے بعد میں غور کروں گا۔ کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔

قرہ نے جا کر عمر سعد کو بتایا۔ عمر سعد کہنے لگا۔ امید ہے کہ میں نواسہ رسولؐ کی جنگ سے بچ جاؤں گا۔
عمر سعد نے ابن زیاد کو یہ خط لکھا۔

اب بعد! کہ بلا آنے کے بعد میں نے فرزند رسولؐ کے پاس تاحد بھیجا تھا۔ تاکہ جا کر پوچھے کہ وہ کیوں آئے ہیں۔ اور کیا چاہتے ہیں۔ امام حسین نے جواب دیا ہے کہ مجھے اہل کوفہ نے نہ صرف یہاں آنے کی بذریعہ خطوط دعوت دی ہے بلکہ کافی افراد خود بھی میرے پاس گئے تھے اور مجھے یہاں آنے کی دعوت دی ہے۔ اب اگر وہ میرا آنا گوارا نہیں کرتے اور ان کی رائے تبدیل ہو گئی ہے تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔

حسان ابن زائد عیسیٰ کا بیان ہے کہ جب عمر سعد کا خط ابن زیاد کے پاس آیا۔ میں اس وقت ابن زیاد ہی کے پاس بیٹھا تھا۔ جب اس نے خط پڑھا تو کہنے لگا۔

اب کہاں واپس جائے گا۔ اب تو ہمارے قابو میں آیا ہے۔
پھر اس نے عمر سعد کو لکھا۔

اب بعد! مجھے تیرا خط ملا ہے۔ جو کچھ تو نے لکھا ہے میں نے اسے پڑھ بھی لیا ہے۔ اور مجھ بھی لیا ہے۔
فرزند رسولؐ سے کہہ کہ اپنے تمام ساتھیوں سمیت یزید کی بیعت کرے۔ جب بیعت کرے گا تو پھر ہم سوچیں گے کہ اس کے ساتھ کیا سلوک کرنا ہے۔ والسلام۔

جب عمر سعد کو جواب ملا۔ تو کہنے لگا۔ مجھے ڈر ہے کہ میں جنگ ناگزیر ہی نہ ہو جائے۔ کیونکہ اب ابن زیاد بیعت سے کم پر راضی نہ ہوگا۔ اور فرزند رسولؐ آمادہ بیعت نہ ہوگا۔

علامہ مجلسی کے مطابق عمر سعد کو چونکہ یقین تھا کہ کچھ بھی ہو جائے فرزند رسولؐ یزید کی بیعت نہیں کرے گا اس لیے اس نے ابن زیاد کی طرف سے بیعت کا مطالبہ فرزند رسولؐ کو بتایا ہی نہیں۔

عمر سعد کہ حکم بیعت دینے کے بعد ابن زیاد نے منادی کا حکم دیا کہ تمام اہل کوفہ کو مسجد میں جمع ہونے کا حکم دے منادی نے اہل کوفہ کو ابن زیاد کا حکم سنایا۔ جب تمام اہل کوفہ مسجد میں جمع ہو گئے۔ تو ابن زیاد نے منبر پر اگریہ خطیبہ دیا۔

ولی العصر ثریث ولی العصر ثریث ولی العصر ثریث ولی العصر ثریث ولی العصر ثریث ولی العصر ثریث ولی العصر ثریث ولی العصر ثریث ولی العصر ثریث ولی العصر ثریث

لوگو! تم نے آل ابوسفیان کی حکومت کو آزما یا اور دیکھا ہوا ہے۔ معاویہ کے بعد اس کا بیٹا یزید تمہارا حکمران ہے۔ اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمہارے وظائف کو دو گنا کر دوں اور اضافی رقم اسی وقت تمہیں دے دوں یزید کا دشمن تمہارے پڑوسی میں بیٹھا ہے۔ اپنا اپنا اضافی وظیفہ وصول کرتے جاؤ اور دشمن یزید سے جنگ کی تیاری کر کے عمر سعد کی نصرت کے لیے کربلا روانہ ہوتے جاؤ۔

اس اعلان کے بعد ابن زیاد نبر سے اترا۔ اور اندر چلا گیا۔ لوگ وظائف وصول کرنے گئے

شمر ابن ذی الجوشن چار ہزار کا لشکر لے کر روانہ ہوا۔

یزید ابن رکاب کبھی دو ہزار کا لشکر لے کر روانہ ہوا۔

حصین ابن نمیر چار ہزار کا لشکر لے کر چلا۔

بنی مازن سے تین ہزار کا لشکر آیا۔

نصر دو ہزار کا لشکر لے کر آیا۔

جب قبائل سے بیس ہزار کی فوج میدان کربلا میں جمع ہو گئی تو ابن زیاد نے شبث ابن ربیعہ کو پیغام بھیجا کہ فرزند رسول سے جنگ کی خاطر کربلا جا۔

شبث نے بیماری کا بہانہ بنایا۔

جب ابن زیاد کو پتہ چلا۔ تو اس نے شبث کو لکھا

مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو نے بیماری کا صرف بہانہ بنایا ہے۔ میرے خیال میں تیرا ظاہر و باطن ایک نہیں ہے۔ تو

ایک طرف آل محمد کا طرف دار ہے اور دوسری طرف آل ابوسفیان کو بھی خوش رکھنا چاہتا ہے۔ اب یہ بہانے چھوڑو کہ اگر تو ہمارے ساتھ ہے تو میرا خط ملتے ہی فوراً چلا آ۔

شبث رات کے وقت آیا۔ تاکہ بیماری کا راز نہ کھلے۔

ابن زیاد نے کہا۔ میں چاہتا ہوں تو جنگ میں عمر سعد سے تعاون کر۔

شبث نے کہا۔ میں ضرور کروں گا

چنانچہ شبث بھی آ گیا

ابن زیاد لشکر کے بعد لشکر بھیجتا رہا۔ حتیٰ کہ تیس ہزار تک تعداد پہنچ گئی۔

ابن زیاد چھ حرم سے ہی عمر سعد کو جنگ پر آمادہ کر رہا تھا لیکن عمر سعد ٹالتا چلا آ رہا تھا۔

مقتل ابومخنف کے مطابق فرزند رسول کی جنگ کے لیے فوج یزید سے جو پہلا علم برآمد ہوا وہ چھ ہزار کا

لشکر تھا۔

دوسرا لشکر شبث ابن ربیعہ کا تھا۔ جن کے زیر کمان چار ہزار فوجی تھے

تیسرا لشکر سووہ ابن قیس کی زیر سرکردگی بھیجا اس کے پاس بھی چار ہزار سپاہی تھے
چوتھا گروپ ستان ابن انس مخفی کا اسے بھی چار ہزار کا سالار بنایا گیا تھا۔

اسی طرح یکے بعد دیگرے سرداران قبائل کو سالار لشکر بنا کر بھیجتا رہا۔ حتیٰ کہ اسی ہزار یزیدی فوج جمع ہو گئی۔

یہ خیال رہے کہ یہ اسی ہزار صرف عراقی فوج تھی۔ شامی اور حجازی فوجیں ان کے علاوہ تھیں۔
بحار کے مطابق جناب حبیب نے فرزند رسول کی خدمت میں عرض کیا کہ یہاں قریب ہی بنی اسد کی ایک شاخ
رہتی ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں جا کر انہیں آپ کی نصرت پر آمادہ کروں۔ اگر وہ مان گئے تو آپ کی عسکری تعداد
میں بھی کچھ تو اضافہ ہو جائے گا؛

فرزند رسول نے فرمایا۔ حبیب تجھے اجازت ہے۔

جناب حبیب رات کی تاریکی میں مخفی طور پر ان کے پاس گئے۔ جب انہوں نے آپ کو پہچان لیا تو پوچھا۔ کس
یسے آئے ہیں؟

جناب حبیب نے فرمایا۔

جس طرح کسی قوم کا کوئی خیر خواہ اپنی قوم کے پاس دینا و آخرت کی فلاح کے جاتا ہے۔ اسی طرح میں بھی
تمہارے پاس فلاح دینا و آخرت کے آیا ہوں۔
انہوں نے پوچھا۔ ذرا تفصیل سے بتائیں۔

جناب حبیب نے فرمایا۔ تمہارے پڑوس میں دختر رسول کا فرزند خیمہ زن ہے۔ اس کے ساتھ اہل ایمان کی ایک
مختصر سی تعداد ہے۔ لیکن ہر مومن ایک ہزار پر بھاری ہے۔ ان میں سے کوئی بھی انہیں چھوڑ کر جانے والا نہیں ہے
دوسری طرف سے فوج یزیدی نے آپ کو گھیر رکھا ہے۔ آپ میرا قبیلہ اور میری قوم ہیں۔ میری بات مانیں فرزند رسول
کا ساتھ دیں۔

بجدا تم میں سے جو بھی فرزند زہرا کے قدموں میں قربان ہو گیا دینا و آخرت کے شرف سے مشرف ہو گا۔ اور آخرت
میں جو اربتی میں ہو گا

ان لوگوں میں سے جدا شدہ ان بشر نے رجز پڑھتے ہوئے جناب حبیب کی دعوت پر لبیک کہی۔ اور جو ان بھی ساتھ
دینے لگے۔ نوسے آدمی ہو گئے۔

جناب حبیب انہیں لے کر چلے۔

اسی قبیلہ کا ایک بد نصیب اٹھا اور عمر سعد کو جا کر مطلع کر دیا۔ عمر سعد نے ازرق نامی شخص کو پانچ سو سواردے کر
ان کے مقابلہ میں بھیجا۔ یہ لوگ لشکر فرزند رسول میں شمولیت کی خاطر آ رہے تھے۔ کہ ازرق راستہ میں حائل ہو گیا دونوں

گروہ آپس میں مصروف پیکار ہو گئے۔

جب بنی اسد نے دیکھا کہ ہر ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ تعداد میں یہ لوگ زیادہ ہیں۔ اگر انہیں بھگا بھی دیں تو انہیں نئی کمک مل جائے گی۔ تو انہوں نے پشیمانی اختیار کر لی۔ جناب حبیب نے ازرق سے فرمایا بھی کہ ظالم تو کیوں درمیان میں حائل ہو رہا ہے۔

ہٹ جا۔ ہمیں آگے جانے دے۔

لیکن ازرق نے سختی سے انکار کر دیا۔ اور کہا میں اپنے امیر کی بہ نوح اطاعت کروں گا۔ اور ایک آدمی کو بھی فرزند رسولؐ کے پاس نہیں جانے دوں گا۔

جب بنی اسد واپس چلے گئے تو جناب حبیب نے آکر فرزند رسولؐ کو تمام واقعہ کہہ سنایا۔

آپ نے فرمایا۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

علامہ مجلسی نے ہمارے ہاتھ میں لکھا ہے کہ اس کے ابن سعد نے درپائے فرات پر پہرہ بٹھا دیا۔ تاکہ خیام آل رسولؐ میں پانی نہ جائے۔ جب خیام فریت رسولؐ میں پانی ختم ہو گیا تو امام حسینؑ دختر زہراؑ کے خیمہ کی پشت پر گئے وہاں سے آپس قدم گئے۔ اور کونائ کھودنے کا حکم دیا۔ کچھ ناصبہ پر پانی نکل آیا۔ امام حسینؑ نے خود بھی پی اپنے صحابہ کو بھی پلایا۔ تمام خیام میں بھی بھجوا دیا۔

پھر وہ کٹواں غائب ہو گیا۔

جب ابن زیاد کو اطلاع ملی تو اس نے عمر سعد کو لکھا کہ۔

میں نے سنا ہے حسینؑ کو تیرے کھود کر پانی پی رہا ہے۔ میرے اس خط کے بعد پانی پر پہرہ بھی سخت کر دے اور فرزند رسولؐ کو کٹواں وغیرہ کھودنے سے روک دے۔

چنانچہ سات محرم کو عمر ابن سعد نے عمر ابن حجاج زبیری کو پانچ سو سپاہیوں کے ہمراہ فرات پر متعین کر دیا۔

ارشاد شیخ مفید کے مطابق اس نئی صورت حال کے بعد فریت رسولؐ کے خیام میں شدت پیاس بڑھ گئی اور سات محرم کے بعد سے عصر عاشورہ تک خیام حسینؑ میں پانی کا ایک قطرہ تک موجود نہ رہا تھا۔ عبد اللہ ابن حسینؑ ازرقی نے باوا زبند پیکار کر کہا۔

اے فرزند رسولؐ! دیکھ رہے ہو میری پانی کتنا حسین اور پیارا ہے۔ لیکن فریت رسولؐ اس بیٹھے پانی کا ایک قطرہ جہک نہیں چکھ سکتی۔ یا حکم امیران لو۔ ورنہ پیاس سے موت کا انتظار کرو۔

فرزند رسولؐ نے اس کی یہ بات سکر دست دعا بلند کر کے عرض کیا۔ اللہھ اقمئہ عطشاء ولا تقفرلہ، بار اہا! اسے پیاس کی موت سے دوچار فرما اور کبھی معاف نہ فرما۔

حمید ابن مسلم کہتا ہے کہ یہ دعا سننے کے بعد میں نے عبد اللہ کو اپنی نگاہوں میں رکھا۔ مجھے لاشریک محمود کی قسم ہے میں نے اسے اس طرح پیسا دیکھا کہ وہ پانی پی پی کر کیا بن جاتا تھا پانی اس کے منہ سے پینے لگتا تھا لیکن اس کی پیاس ختم نہیں ہوتی تھی۔ اور اسی حالت میں ہی اس کا پیٹ پھٹ گیا تھا۔ اور وہ اصل جہنم ہوا۔

علامہ مجلسی کے مطابق آٹھویں محرم کی شب امام حسینؑ نے جناب عباس کو تیس آدمیوں کے ساتھ میں مشکیزے دے کر پانی لانے کو بھیجا۔

جناب عباس جب دریائے فرات پر پہنچے تو عمر و ابن حجاج نے پوچھا۔ کون ہو؟
جناب عباس کے ساتھیوں میں سے ہلال ابن نافع۔ بجلی نے کہا۔ ہمیں پیاس نے ستایا ہوا ہے۔ پانی پینے آئے ہیں۔

عمر و نے کہا۔ آؤ بے شک پی لو۔
ہلال نے کہا۔ ظالم مجھے شرم نہیں آتی۔ تو ہمیں تو اجازت دے، اراہ ہے۔ لیکن ذریت رسول سے تو پانی روکتا ہے۔

عمر و نے کہا۔ تیری بات درست ہے۔ لیکن ہماری مجبوری ہے۔ ہم حکم کے بندے ہیں۔ اور میں بہر صورت تمہیں حکم کرنا ہے۔

جناب عباس نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا۔ جاؤ مشکیزے پھو کر لو۔
جناب عباس کے اشارہ سے آپ کے ساتھی دریائے کو دو گئے۔

دوسری طرف سے عمر و نے اپنے سپاہیوں کو مقابلہ کا حکم دیا۔ جناب عباس کے ساتھی دو حصوں میں تقسیم ہو گئے۔ کچھ نے فوج یزید کا مقابلہ جاری رکھا اور کچھ نے مشکیزے پر کرنا شروع کر دیئے۔ جب مشکیزے پر ہو گئے۔

تو ہلال نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ اب آ جاؤ۔ ہم نے پانی لے لیا ہے۔ یہ لوگ پانی لے کر آ گئے۔ جب پانی ختم امام حسین میں پہنچ گیا۔ اس وقت سے جناب عباس کو سفائف حسین کہا جانے لگا۔

پھر امام حسین نے عمر سعد کے نام پر پیغام بھیجا کہ میں تجھ سے علیحدگی میں ملنا چاہتا ہوں۔ دونوں لشکروں کے مابین ملاقات کر لیتے ہیں۔

عمر سعد اپنے ساتھ بیس سپاہی لے کر آیا۔ امام حسین بھی اپنے ساتھ بیس صحابی لے کر آئے۔ دونوں لشکروں کے درمیان ایک ٹیپے پر پہنچ کر امام حسین نے جناب عباس اور ہم شکل نبی فرزند کے علاوہ دوسرے صحابہ سے فرمایا کہ آپ ایک طرف علیحدہ بیٹھ جائیں۔ عمر سعد نے بھی اپنے غلام اور بیٹے حفص کے علاوہ دیگر سپاہیوں کو علیحدہ کر دیا۔

امام حسین نے فرمایا۔

اسے عمر سعد کیا تجھے خوف خدا نہیں ہے، کیا تو مجھ سے جنگ لڑے گا، جب کہ تجھے معلوم ہے کہ میں کس کا بیٹا ہوں، میرا ساتھ دے۔ میرا ساتھ تجھے بارگاہ خانی کے قریب کرے گا

عمر سعد نے کہا۔ مجھے ڈر ہے کہیں آپ کا ساتھ دینے سے ابن زیاد میرا گھر ہی پھونک دے۔

امام حسین نے فرمایا۔ اگر ایسا ہوا تو اس کی تعمیر میرے ذمہ ہے۔

عمر سعد نے کہا۔ مجھے اپنی جائیداد کے ضبط ہونے کا خطرہ ہے۔

امام حسین نے فرمایا۔ حجاز میں اپنی جائیداد سے تجھے اس جائیداد کی نسبت زیادہ دوں گا۔

عمر سعد نے کہا۔ مجھے اپنی اولاد پر زیادہ کے تشدد کا خطرہ ہے۔

امام حسین نے فرمایا۔ تیری کن اولاد پر تشدد کا انتقام اللہ سے لے گا۔

عمر سعد نے کوئی جواب نہ دیا۔

امام حسین نے نصرت سے فرمایا۔

عمر سعد خدا معلوم تجھے کیا ہو گیا ہے، ماں تھے تیرے لستر پر بختجر سے دو چار کرے۔ اور تجھے کبھی معاف نہ فرمائے ویسے میں دیکھ رہا ہوں کہ تو زیادہ دیر تک عراق کی گند نہ کھاسکے گا۔

عمر سعد نے مذاق کے انداز سے کہا۔ اگر گند نہ ملے تو جو پیر گزارہ کروں گا۔

شیخ مفید کے مطابق عمر سعد واپس اپنے خیم میں پلٹ کے آیا۔

اور ابن زیاد کو یہ خط لکھا۔

۱۔ اما بعد! جہاں تک میں سمجھتا ہوں۔ صلح کے امکانات روشن ہو گئے ہیں۔ اور خداوند عالم ہمیں نواسہ رسولؐ کی جنگ سے محفوظ رکھنا چاہتا ہے۔ کیونکہ۔

فرزند رسولؐ نے میرے سامنے تین باتیں پیش کی ہیں۔

۱۔ وہ جہاں سے آیا ہے واپس وہیں جانے دیا جائے۔

۲۔ اسے کسی دور افتادہ سرحدی مقام پر جانے کا اجازت دی جائے وہ کسی قسم کی بھی سیاحت میں حصہ نہیں لے گا۔

۳۔ اسے زید کے پاس جانے دیا جائے جو سلوک زید چاہے کرے۔

میرا خیال ہے ان تین باتوں میں سے ہم کسی ایک بات کو منتخب کر سکتے ہیں۔ حتیٰ انتخاب آپ کو ہے۔ جو بات آپ پسند کریں۔ مجھے لکھیں تاکہ میں فرزند رسولؐ کو اس سے آگاہ کروں۔

جب ابن زیاد نے خط پڑھا۔ کہنے لگا۔ اگر حسینؑ ان باتوں میں سے کسی ایک پر راضی ہو کر عراق چھوڑ دیتا ہے

تو اچھا ہے۔

شمر نے کھڑے ہو کر کہا۔ ویسے آپ کی مرضی ہے۔ آپ نہیں ہیں۔ میرے خیال میں تو یہ قطعاً درست نہیں ہے کیونکہ۔

اس وقت فرزند رسول آپ کے علاقہ میں ہے۔ آپ کے قبضہ میں ہے۔ صرف آپ سے جان چھڑانا چاہتا ہے۔ سرزمین عراق پر آپ حاکم ہیں۔ اگر حسین اس علاقہ میں آپ کی اطاعت نہیں کرتا تو پھر یہاں سے نکل کر وہ کسی ایسی جگہ جائے گا جہاں سے وہ دوسری مرتبہ ایسی مکمل تیاری کے ساتھ آئے گا کہ حالات موجودہ صورت حال کے برعکس ہو جائیں گے۔

اس وقت آپ مضبوط ہیں اور حسین کمزور ہیں۔ دوسری مرتبہ جب آپ کی حسین سے ملاقات ہوگی تو وہ مضبوط ہوگا اور آپ کمزور ہوں گے۔ حق تو یہ ہے کہ اس وقت حسین اپنے تمام ساتھیوں سمیت آپ کی بیعت کرے۔ اگر آپ مزید اپنا چاہیں تو اسے قبول کرے اور اگر معاف کرنا چاہیں تو اس کا شکریہ ادا کریں۔

ابن زیاد نے کہا۔ آپ کا مشورہ بہت عمدہ ہے۔ اور میں اسی پر عمل کرتا ہوں۔ جا کر تیاری کر۔ میں عمر سعد کے نام تجھے خط دے کر بھیجتا ہوں جس میں لکھوں گا کہ۔

حسین اور اس کے ساتھیوں کو کھلے لفظوں میں کہہ دے کہ اگر وہ میری اطاعت کریں تو بلا جنگ انہیں میرے پاس

بھیج دے۔

اور اگر انکار کریں تو ان سے جنگ کر۔

اگر عمر سعد میرے اس حکم کی تعمیل کرے تو نبھا تو اس کے ماتحت ہوگا۔ اور اگر وہ تعمیل حکم نہ کرے تو میری طرف سے تو سالار لشکر ہوگا اور عمر سعد کا سر تجھے بھیج دینا۔ چنانچہ ابن زیاد نے عمر سعد کو یوں خط لکھا۔

ابا عبد۔ میں نے تجھے حسین کے مقابلہ میں نہ تو اس لیے بھیجا ہے کہ تو باقتدیر ہاتھ دھر کے بیٹھ جا نہ اس لیے بھیجا ہے

کہ تو اسے زیادہ سے زیادہ صدمت دے۔ نہ اس لیے بھیجا ہے کہ اسے سلامتی کی امید دلا نہ اس لیے بھیجا ہے کہ تو

حسین کی طرف سے کوئی مفدت کر۔ اور نہ ہی اس لیے بھیجا ہے کہ تو حسین کا سفارشی بن جا۔ سیدھی سی بات ہے اگر

حسین میری اطاعت قبول کرتا ہے تو جو دست۔ اسے مع اس کے جملہ ساتھیوں کے میرے پاس بھیج دے۔ اگر میری اطاعت

سے انکار کرتا ہے۔ تو جنگ کر۔ جنگ کے بعد ان کے لاشوں کا مشہد کر۔ قتل حسین کے بعد لاشہ حسین کو گھوڑوں سے

پا مال کر۔ میرے خیال میں ہمیں ان کاموں کے لیے قیامت وغیرہ جیسے کسی وہم سے خائف نہیں ہونا چاہیے۔ یعنی اگر تو

اسے قتل کرنے پر کامیاب ہو جائے تو ایسا ضرور کرنا۔

اگر تو نے ہمارے اس حکم کی اطاعت کی تو تم تجھے وہی جزا دیں گے جو ایک اطاعت شعار کو دی جاتی ہے اور

اگر تجھے تعمیل حکم سے انکار ہو تو پھر اپنے کو موزول سمجھ۔ شمر امیر لشکر ہوگا۔ اور وہی کرے گا جو حکم ہم نے اسے

رے دیا ہے۔

والسلام

جب شمر نے خط لاکر عمر سعد کو دیا اور عرض کرنے سے پڑھا تو شمر سے کہا۔

اللہ تجھے زہوا کرے۔ یہ تو نے کیا کیا ہے۔ اللہ تجھے تیرے اس خط کے ساتھ ذلت سے دوچار کرے۔ بخدا! مجھے یقین ہے کہ جو کچھ میں نے ابن زیاد کو دکھا تھا تو نے ہی اس پر عمل کرنے سے روک دیا ہے۔ اور جس چیز کی مجھے امید تھی تو نے اسے برباد کر دیا ہے۔ میں جانتا ہوں حسین کی رگوں میں اپنے باپ کا خون ہے وہ کبھی بھی وہ نہیں کرے گا جو ابن زیاد چاہتا ہے۔

شمر نے کہا۔ زیادہ باتیں نہ بنا۔ مجھے تو یہ بتا۔ کہ کیا تو اپنے امیر کے حکم کی اطاعت کرنے پر آمادہ ہے یا نہیں؟ اگر آمادہ ہے اور اس کے دشمن سے جنگ کرتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ ایک طرف ہو جا۔ حسین جانے اور میں جانوں۔ عمر سعد نے کہا۔ تو سالاری لشکر کے خوب دیکھ کر آیا ہے میں تیرا براہِ خواب کبھی پورا نہیں ہونے دوں گا۔ میں خود ہی لڑوں گا۔ ہاں پیادہ کی کمان تو سنبھال لے۔

تظلم الزہراء میں منقول ہے کہ عمر سعد حکومت رے کا معاہدہ ہوا تھا۔ جب یہ آمادہ جنگ ہوا تو اس نے یہ اقرار کیا۔

۵۱ بخدا! مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا اور میں خود حیران ہوں میں اپنے

بارے میں دو باتوں میں سے ایک کے بارے میں سوچ رہا ہوں

(۱) فوائده ما ادری وانی لحاثر

(۲) انکرفی اموی علی خطین۔

(۳) ام ارجع فدموماً بقتل حسین۔

(۴) نفی قتله النار المتی لیس دو تھا حجاب و

ملک الرے قرۃ عینی۔

شیخ مفید کے مطابق عمر ابن سعد نو محرم بروز جمعہ آمادہ جنگ ہو گیا۔ اس کے بعد شمر نے خیام امام حسین کے باہر آکر

کوازدی۔

جناب عباس! جعفر عثمان اور عون باہر آئے اور پوچھا۔ کیا بات ہے۔

شمر نے کہا۔ تم میرے قیدی کی بیٹی کی اولاد ہو میں تمہارے لیے ابن زیاد سے امان لایا ہوں۔

جناب عباس نے فرمایا۔ ظالم اللہ تجھ پر لعنت کرے۔ تو اپنے قیدی کی بیٹی کی اولاد کو امان دیتا ہے اور دیت

رکول کے لیے امان نہیں ہے۔ ہم ایسی امان پر اور امان لانے والے دشمن خدا پر لعنت بھیجتے ہیں۔ کیا تو یہ سمجھتا

ہے کہ ہم تیری پناہ میں آکر زندہ رہ جائیں اور اپنے آقا و سردار اور بھائی کو تجھ جیسے ملائین کے درمیان میں تنہا

چھوڑ دیں۔

اس جواب پر شمر غصہ سے باہر ہو کر واپس پلٹ گیا۔

اس کے بعد عمر ابن سعد نے اپنی فوج کو مخاطب ہو کر کہا۔ اب اٹھو اور ذریت رسولؐ سے دو دو ہاتھ کر لو۔

یزیدی مسلمان گھوڑوں پر سوار ہوئے اور خیام آل محمدؑ کی طرف بڑھے۔

مظلوم کربلا قبضہ تلوار کا بہارا ایسے درخیمہ پر بیٹھے تھے۔ آپ کو اونگھ آگئی۔ بنت زہراؑ نے جب گھوڑوں کی ٹاپیں سنیں تو بی بی نے آکر راکب دوش نبی کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور عرض کیا۔

بھیا دشمن کی فوج تو خیام کے قریب آگئی ہے۔

آپ نے آنکھ کھولی اور آہ حسرت بھر کے کہا۔

بن ابی اسی اونگھ میں نانا رسولؐ کو باا علیؑ ماں زہراؑ اور بھائی حسنؑ کو دیکھا ہے وہ کہہ رہے تھے حسینؑ کی تو

ہمارے پاس ہو گا۔ ہم تیرے انتظار میں ہیں۔

یہ سنتے ہی بنت زہراؑ نے اپنے چہرہ پر طمانچے مارے اور کہا۔

بھیا اکیا بہن کو خبر موت دے رہے ہو۔

انہی باتوں میں جناب عباس نے بھی آکر آپ کو نئی صورت حال سے مطلع کیا۔

آپ نے فریاد عباس جاؤ۔ ان سے پوچھو کہ جب سلسلہ گفتگو چل رہا تھا تو پھر اچانک یہ کیا ہو گیا ہے؟ کس لیے

آ رہے ہیں؟ اور کیا چاہتے ہیں؟

جناب عباس میں سواروں۔ حسن میں جناب زہیر ابن قیس اور حبیب ابن مظاہر بھی تھے کہ ساتھ گئے۔ اور یزیدی

فوج سے پوچھا کیا بات ہوئی ہے۔

انہوں نے جواب دیا کہ۔ ہمیں حکم امیر ابن زیاد سے۔ یا اس کی اطاعت کرو اور یا جنگ کرو۔

جناب عباس نے فرمایا۔ کچھ دیر کے لیے ہمدردی میں فرزند رسولؐ کو مطلع کر دوں۔ جو فرمائیں گے۔ تمہیں آکر

بتائے دیتا ہوں۔

یزیدی فوج حرکت گئی۔

جناب عباس نے آکر فرزند رسولؐ کو اطلاع دی۔

آپ نے فرمایا۔ ایک مرتبہ پھر جاؤ اور عمر سعد سے کہو کہ میں کل تک کی ہمدردی سے دین۔ تاکہ آج کی رات ہم عبادت

خدا اور تلاوت قرآن کر لیں۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ مجھے عبادت اور تلاوت سے کتنا پیار ہے۔

جناب عباس نے جا کر عمر سعد سے کہا۔

عمر سعد نے ہمدردی دینے میں تامل کیا۔

عمر و ابن حجاج زبیدی نے کہا۔ اے پسر سعد! تجھے کس بات میں تامل ہے بخدا اگر ترک و ولیم کے لوگ بھی ہم سے ایک رات کی مہلت مانگتے تو ہم دیدیتے یہ تو فرزند رسولؐ ہے۔
 عمر سعد نے بناب عباس کے ساتھ اپنا غلام بھیجا کہ جا کر فرزند رسولؐ سے کہہ دے کہ ہم نے تمہیں ایک رات کی مہلت دی ہے تاکہ تم مزید سوچ لو، اگر تم نے اطاعت ابن زیاد قبول کر لی تو ہم آپ کو ابن زیاد کے پاس لے جائیں گے۔ اور اگر اطاعت قبول نہ کی تو پھر کوئی مہلت نہیں دیں گے۔
 دوسری طرف سے عمر نے اپنی فوج میں منادی کرادی کہ ہم نے آل محمد کو ایک رات کی مہلت دی ہے کل ان سے جنگ ہوگی لہذا اپنی اپنی سواریاں باندھ دو۔

مجلس

شب عاشور

ارشاد مفید۔ امالی صدوق اور لہوف کے مطابق نماز عشاء کے بعد امام حسینؑ نے اپنے اہل بیت اور انصار کو یوں

خطبہ دیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔
 اثنی علی اللّٰہ احسن الثناء و احمدہ
 علی السراء و الضراء ۔ اللّٰہم انی
 احمدک علی ان اکرمتنا بالنبوۃ
 و علمتنا القرآن و فهمتنا فی الدین
 و جعلت لنا اسماعاً و ایصنا سراً
 و افئدۃ فاجعلنا من الشاکرین ۔ اما بعد
 فانّی لا اعلو اصحاباً و حقاً
 و لا خیراً من اصحابی و اہلیت
 اوفی و ابر من اہل بیتی

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو رحمن و رحیم ہے۔ اچھی سے اچھی تعریف خدا کرتا ہوں۔ مصائب اور غمشہ ہر حالت میں حمد خدا ہے۔ اے اللہ! اس بات پر تیری تعریف کرتا ہوں کہ تو نے ہمیں نبوت سے نوازا ہے۔ تم القرآن دیا ہے اور تعلیم دین دے کے دنیا میں بھیجا ہے۔ ہمیں سننے والے کان دیکھنے والی آنکھیں اور سوچنے والے دل دیے ہیں۔ ہمیں اپنے شکر گزاروں سے قرار دے۔ اما بعد مجھے آج تک اپنے صحابہ سے اچھے اور صالح اصحاب نظر نہیں آئے۔ اور نہ ہی میں تے اپنے اہل بیت سے زیادہ وفادار اور خیر خواہ کسی کے اہلیت کو دیکھا ہے اللہ آپ کو میری طرف سے جنازے خیر دے۔ میرا خیال ہے

فَإِذَا كَفَرْنَا لِلَّهِ عِيقًا خَيْرًا وَأَنَّهُ يَوْمًا لَنَا
مَنْ هُوَ لَاءُ أَوْلَادِنَا قَدْ أَذِنَتْ لَكُمْ فَانْطَلِقُوا
جَمِيعًا فِي حُلِّ لَيْسَ عَلَيْكُمْ حَرَجٌ مَعَى وَلَا ذَمَامٌ هَذَا
الذَّلِيلُ قَدْ عَشْنَاكُمْ فَاتَّخَذُوا جَمَلًا وَتَقَرَّفُوا فِي
سَوَادِهِ قَانَ الْقَوْمِ أَمَا يُطَلَبُونَ وَلَوْ ظَفَرُوا بِي
لَنَا هَلْوَاعِنَ طَلَبٍ غَيْرِي -

ان لوگوں کی طرف سے ہمارے پاس صرف آج کا دن ہے یہ
تم سب کو اجازت دیتا ہوں چلے جاؤ میری طرف سے چھی ہے
میری تم پر کوئی ناراضگی نہیں اور نہ ہی آپ کسی معاہدہ کے باندی
رست کی تار کی چھاپکی ہے اسے پردہ بناؤ اور تاریکی میں بکھر جاؤ
یہ لوگ صرف مجھے تلاش کرتے ہیں۔ جب میں انہیں مل جاؤں گا
تو پھر یہ کسی اور کو تلاش نہیں کریں گے۔

سب سے پہلے جناب عباس نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔

آپ کو جو کچھ فرماتا تھا فرمائیے۔ آپ کا حق بھی یہی تھا۔ جو آپ نے ادا کر دیا ہے۔ اب میری درخواست یہ ہے کہ آپ ہمیں
بحیثیت امام کے جانے کا حکم نہ دیں۔ ہماری مرضی پر چھوڑ دیں۔ جہاں تک ہم بھائیوں کا تعلق ہے ہماری آرزو یہ ہے کہ آپ کے
قدموں پر سر رکھ کر قربان ہو جائیں۔

ہم مشکل بنی شہزادہ علی اکبر نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔

اباجان! بھلا وہ اولاد زندہ رہ سکتی ہے جو فرزند رسولؐ جیسے باپ کو دشمنوں میں چھوڑ کر اپنی جان بچا کر چلی جائے
اگر یہ یقین بھی ہوتا کہ کبھی نہ مریں گے پھر بھی آپ کو چھوڑ کر نہ جاتے۔
اب جب کہ یہ یقین ہے کہ ایک نہ ایک دن مر ہی جانا ہے۔ اگر آج نہیں تو کل پھر اس عارضی زندگی کا بوجھ لے کر کب
تک پھرتے رہیں گے۔

اولاد کے بعد فرزندان امام حسن میں جناب حسن ثانی نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔

قید! بھلا یہ ممکن ہے کہ ہم میں سے کوئی بھی آپ کو چھوڑ کر چلا جائے۔ میں یہ تو عرض نہیں کر سکتا کہ ہم کیا کریں گے
کیونکہ یہ سب کچھ قبل از وقت ہوگا۔

پھر صورت وقت بتائے گا کہ ہم کیا کریں گے۔

جناب عون و محمد نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔

قید! آپ کو معلوم ہے کہ ہمیں ہمارے بابا جان! اس وقت آپ کی خدمت میں لائے چپ اپ مکہ سے واپس آکر عازم عراق
ہوتے تھے۔ ہمیں تو ہمارے بابائے ہی فرمایا تھا کہ۔ بیٹو میں بیمار ہوں در نہ میں خود تمہارے ماموں پر جان قربان کرتا اگر چہ تم
دوسروں کی نسبت کم سن ہو۔ لیکن پھر بھی اس قابل ضرور ہو کہ میری نیابت کر سکو۔ کیا آپ سمجھتے ہیں اگر ہماری جگہ ہمارے باپا
ہوتے اور وہ آپ کو اس حال میں دیکھتے تو کیا وہ آپ کو یوں تنہا چھوڑ کر چلے جاتے۔ پھر ہم آپ کی اس بہن کا دودھ رہیں
جس سے آپ مدینہ میں۔ اور مدینہ سے یہاں کہ بلا تک تنہا بیٹھ کر گفتگو کرتے رہے ہیں اور ہم نے اکثر اوقات دیکھا ہے کہ
دوران گفتگو آپ ہماری ماں کا سر اور ہاتھ چومتے رہے۔ اور ہماری ماں آپ کا گلا چومتی رہی۔ اب ہمیں بھی سب کچھ

سمجھ کر ہا ہے۔ اور ہم آپ کو ان دشمنان دین کے ترغیب میں نہا چھوڑ کر ہرگز نہیں جا سکتے۔ صحابہ میں سے مسلم ابن عوسجہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔

فرزند رسول! اگر ہم آپ کو چھوڑ کر سبے جانیں تو بھلا ہم دربار خالق میں کس منزل سے جانیں گے اور آپ کے ادائے حق کی کیا سعادت کریں گے۔

بخدا! اس وقت تک یہ لوگ آپ کے قریب نہیں آئیں گے۔ جب تک میرے ہاتھیں نیزہ سے گا اور میں نیزہ زنی کرتا رہوں گا۔ جب نیزہ ٹوٹ جائے گا تو میں تلوار سے آپ کا دفاع کروں گا۔ جب تلوار ٹوٹ جائے گی اور کوئی ہتھیار نہ ملا تو میں ان پر سنگباری کروں گا۔

اس وقت تک ہم آپ کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے جب تک نفاق کونین کو اپنے اس طغوی کا ثبوت پیش نہ کر دیں۔ جب تک ہمارے نامہ اعمال میں یہ نہیں لکھ دیا جاتا کہ ہم نے فریت نبویہ کے تحفظ میں اپنی جان قربان کر کے نبی کونین کو راضی کر دیا ہے۔ بخدا! اگر مجھے یقین ہو کہ آل محمد کی محبت میں مجھے قتل کیا جائے گا۔ پھر مجھے جلایا جائے گا۔ پھر زندہ کر کے قتل کیا جائے گا اور جلا کر میری راکھ ہوا میں بکھیر دیا جائے گا۔ اور ترم ترم میرے ساتھ یہی سلوک ہوگا تو بھی میں آپ کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔

اس کے بعد دیگر صحابہ نے بھی اسی تم کی گفتگو کر کے اپنی دنا کا یقین دلایا۔

سید نے روایت کی ہے کہ محمد بن بشیر حضرت علی کو اطلاع ملی کہ زبیر سے بیٹے کو سرحد پر قید کر لیا گیا ہے۔ تو محمد نے کہا اگر اسے قتل کر دیا گیا تو میری زندگی مشکل ہی سے گزرے گی۔

جناب سید الشہداء نے محمد کو بلا کر فرمایا۔ تیرا بیٹا! اگر نثار ہے۔ میں اپنی بیعت تجھ سے اٹھا تا ہوں تو چلا جا اور بیٹے کو آزاد کرانے۔

محمد نے کہا میرا گوشت دندوں کی غذا بن جائے اگر میں آپ کو اس حالت میں چھوڑ کر چلا جاؤں۔ میرا بیٹا ہے فرزند رسول تو نہیں ہے۔ مجھے کلہ کیا فائدہ دے گا اگر میں فرزند رسول کو دشمنوں میں چھوڑ کر اپنے بیٹے کی فکر آزادی کروں گا۔

سید کے مطابق آل محمد نے یہ تمام لذت پیا سے لبوں سے عبادت خدا اور تلاوت قرآن میں گزار دی۔

تفسیر امام عسکری میں ہے کہ جب امام حسین کے مقابلہ میں فوج زید الگئی تو آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا۔

آپ لوگ میری طرف آنا نہیں۔ میں اپنی بیعت تم سے اٹھا تا ہوں۔ اپنے اپنے گھروں اور قبیلوں میں واپس

چلے جاؤ۔ پھر بنی ہاشم سے فرمایا۔ میری طرف سے تمہیں بھی اجازت ہے۔ تمہاری تعداد اتنی نہیں جو کہ زیدی

مسلمانوں کا مقابلہ کر سکے۔ اور ترم ہی وہ لوگ میرے علاوہ کسی اور سے لڑیں گے ان کا مقصد دو مطلب صرف اور

صرف میں ہوں۔ مجھے ان میں نہا چھوڑ دو۔ اللہ میرے ساتھ ہے۔ اور جس طرح اس نے ہمارے اسلامی کوڑنا

نہیں چھوڑا اسی طرح مجھے بھی بے سہارا نہیں کرے گا۔

اکثر سپاہی قویہات سن کر ایک ایک اور دو دو کر کے اٹھ کر جانے لگے۔ لیکن مخلص صحابہ اور بنی ہاشم نے جانے سے انکار کر دیا۔

اور عرض کیا۔ ہم آپ کو تنہا چھوڑ کر کہیں نہیں جائیں گے۔ اگر مریں گے تو بھی اکٹھے اور اگر جنیں گے تو بھی ایک ساتھ۔ ہم آپ کو دیکھ رہے ہیں کہ آپ کے قدموں میں ہمیں جو قرب الہی حاصل ہو رہا ہے وہ آپ سے دور رہ کر نہ ہمیں حاصل ہوگا اور نہ کسی اور کو۔

یہ جواب سن کر آپ نے فرمایا۔

اگر تم اس بات پر آمادہ ہو جس پر میں آمادہ ہو چکا ہوں تو پھر یقین رکھو۔ اللہ علو مراتب برداشت مصائب کے مطابق دیتا ہے۔

اگرچہ ذاتِ احدیت نے مجھے اپنے تمام اسلاف کی نسبت کچھ خصوصیات سے مخصوص کیا ہے۔ اور میں تمہیں بھی اپنی ان خصوصیات سے چند ایک ایسی کرات عنایت کروں گا جو تمہارے سوا کسی بھی نبی یا ولی کے صحابی میں نہیں ہوگی۔

جناب سید بنت الحسین سے مروی ہے کہ شبِ عاشور میں بھی اگرچہ کم سن تھی۔ لیکن چونکہ میں دختر حسین تھی اس لیے تمام دوسرے بچے مجھ ہی سے پانی کا کتے تھے۔ بچوں کے اس مطالبہ سے بچ کر میں اپنے بابا کے خیمہ کی پشت کے سایہ میں بیٹھ گئی۔ میں نے سنا میرے بابا۔ اپنے صحابہ کو جانے کی چھٹی دے رہے تھے۔ جو سہی میرے بابا نے چھٹی دی۔ میں نے دیکھا میرے بابا کے خیمہ سے دل در میں ہیں۔ میں نے گردہ میں صحابہ نکل کر جانے لگے۔

یہ منظر دیکھ کر میں گھبرا گئی۔ اور بے ساختہ میری آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ کرنے لگے۔ میں اس جگہ سے اٹھی اور اپنی بوچی ام کلثوم زینب کے خیمہ کی طرف دوڑی تاکہ ان ہی صورت حال سے انہیں آگاہ کر دوں۔

جو نبی میں خیمہ کے دروازہ پر آئی پھوپھی پہلے ہی درخیمہ پر کھڑی ہوئی تھیں۔ میں نے خیمہ میں قدم رکھا تو پھوپھی نے آگے بڑھ کر میرے آنسو پونچھے اور پوچھا۔ بیٹی کیا بات ہے؟

کیا پیاس زیادہ ستا رہی ہے؟

میں نے عرض کیا۔ پھوپھی جان۔ پیاس تو جیسے تیسے گزر رہی تھی۔ اب تو ہمیں ہمارے ساتھی چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ پھر میں نے تمام واقعہ سنایا۔

بنت زہرا نے اسی وقت وا محمداء، واجداه، داعلیاہ، واحسناء، واحسیناہ۔

واقعة ناصحراہ کے بین کئے اور فرمایا!

اب ہم زہرا زایاں کہاں جائیں گی۔ کاشش یہ لوگ مجھ سے فرزند رسول کا فدیرے لیتے ہیں اپنے تمام زیورات اور بابا کی دی ہوئی ساری زمین دے دیتی۔ ہم تو نانا کا مزار چھوڑ کر دور کے سفر پر ہیں۔

میرے بابائے جب صدائے نوحہ و بکا سنی تو خیمہ سے باہر آئے اور پوچھا کیا بات ہے؟ دختر زہرا نے پوچھا۔ اسے فرزند زہرا میں یہ کیا سن رہی ہوں؟

اپنے فرمایا۔ کیا پوچھنا چاہتی ہو۔

بنی نے پوچھا۔ کیا سچ ہے کہ کل جنگ ہوگی۔

اپنے فرمایا۔ ہاں ہوگی۔

بنی نے پوچھا۔ اس جنگ کا انجام کیا ہوگا؟

اپنے فرمایا۔ وہی انجام ہوگا جو قلت و کثرت اور حق و باطل کا ہوتا ہے۔

کیا آپ شہید ہو جائیں گے؟

اپنے فرمایا۔ صرف سجاد اور باقرؑ بیچ جائیں گے۔

بنت زہرا نے عرض کیا۔ کیا آپ ہمیں حرم رسولؐ تک پہنچا سکتے ہیں۔

اپنے فرمایا۔ اب تو مشکل ہے۔ کیوں کہ میرے وعدہ کا دن ہی کل ہے۔ میں تمہیں صبر کی وصیت کرتا ہوں۔

ارشاد میں شیخ مفید نے روایت کی ہے کہ۔ ہلال ابن نافع سے مروی ہے۔ شب عاشورا امام حسینؑ میر دن خیمہ نکل کر صحرا کے ٹیلوں میں گئے۔ میں اس خیال سے کہ کہیں دشمن

موقعہ پا کر وار نہ کرے۔ میں بھی آپ کے پیچھے چلا گیا۔ آپ کئی ٹیلوں کے ارد گرد پھیرے۔ میرا پاؤں ایک جگہ ٹکرا گیا۔ آپ نے مڑ کر پیچھے دیکھا اور پوچھا۔ کیا ہلال ہے؟

میں نے عرض کیا۔ ہاں قبد۔ آپ نے میرا بایاں ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا۔ ہلال میں چاہتا ہوں کہ اطمینان کر لوں۔ تاکہ

کہیں دشمن ٹیلوں میں چھپے ہوئے نہ ہوں۔ اور کل جب ہم سامنے کی طرف سے معروف ہوں۔ تو یہ عقب سے وار

نہ کر دیں۔

اطمینان کے بعد جب واپس آئے تو راستہ میں مجھے فرمانے لگے۔

ہلال میری خواہش تھی کہ تو اس وقت رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھا کر اپنے بچوں میں نکل جاتا۔

میں نے عرض کیا۔ قبد۔ اگر میں اس وقت آپ کو چھوڑ جاؤں۔ بھلا مجھ جیسا بد نصیب بھی کوئی ہوگا؟ کہ فرزند رسولؐ

کو زعفر اعدا میں تنہا چھوڑ کر اپنے گھر چلا جاؤں۔

انہا باتوں میں ہم خیاں تک پہنچ گئے۔ آپ بنت زہرا کے خیمہ کے اندر چلے گئے۔ کافی دیر تک تو اندر سے

سے کوئی آواز نہ آتی۔ بعد میں دختر زہرا کے پہلے گر کر رہ گئے اور پھر چند سوالات کی آوازیں سنیں۔

بی بی نے کہا حسین! کیا میں کل تیری لاش دیکھ سکوں گی؟

کیا میں ان یتیم بچوں اور بیوہ مستورت کو سنبھال لوں گی؟

کیا میں ان جوانوں کو خاک و خون میں تڑپتا دیکھوں گی۔

کیا یہ ہاشمی چاند گل پیاسے خاک و خون میں نہا جائیں گے۔

بھیا کیا آپ نے اپنے پیچ رہنے والے ساتھیوں کو ازیلیا ہے؟

کیا یہ سب مکمل دغا دار ہیں۔

ہلال کتاب ہے کہ میں نے جو نئی یہ بات سنی میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اور میں جلدی جلدی جناب حبیب کے خیمہ

میں آیا۔ مجھے رات کے اس حصہ میں رقتا دیکھ کر حبیب پریشان ہوا اور پوچھا۔

ہلال۔ کیا کوئی نیا واقعہ ہوا ہے؟

میں نے پورا واقعہ حبیب کو سنایا۔ حبیب فوراً اٹھا۔ تمام انصار کو جمع کیا۔ ان میں بنی ہاشم بھی تھے۔

حبیب نے بنی ہاشم سے کہا۔ تم سب واپس چلے جاؤ۔ مجھے غیر ہاشمیوں سے ایک بات کرنا ہے۔ تمام بنی ہاشم ایک

طرف ہو گئے۔

حبیب نے انصار سے مخاطب ہو کر کہا کہ مجھے ہلال نے یہ بات بتائی ہے کہ عقیدہ بنی ہاشم اور وارثہ مسند زہرا آپ

لوگوں سے مطمئن نہیں ہے۔ دختران زہرا کو نکر ہے کہ کہیں ہم لوگ کل جنگ کے وقت نواسہ رسولؐ کو تنہا چھوڑ کر نہ

چلے جائیں

تمام انصار نے بیک زبان کہا۔

حبیب اگر آتما اجازت دیں تو ہم اپنا سر ان کے قدموں پر اسی وقت رکھ کر اپنے ہاتھ سے قربان کر دیتے کو تیار ہیں۔

یہ سر آل محمد کا صدقہ ہیں۔ چاہیں تو اس وقت لے لیں اور چاہیں کل لیں۔

بجاریں مروی ہے کہ شب عاشور وقت بحر امام حسینؑ نے کچھ دیر کے لیے آنکھیں بند کر دیں۔ پھر آنکھیں کھول کر

لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ پڑھا۔ صحابہ نے عرض کیا۔ قبلہ خیریت تو ہے۔

آپ نے فرمایا۔ میں نے ابھی خواب میں دیکھا ہے کہ مجھ پر کئی کتوں نے حملہ کیا ہے۔ اور ایک سفید سیاہ کتاب

جو سب سے زیادہ بڑھ بڑھ کر مجھ پر حملہ آور ہو رہا ہے۔ اس سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ میرا تامل مبروں شخص ہو گا کچھ دیر

بعد مجھے اپنے چند صحابہ کے ساتھ میرا نانا مجھے ملا۔ اور انہوں نے فرمایا۔ حسین ہم تیرے انتظار میں ہیں آج انظار ہمارے

ہاں کرنا۔

ذرا جلدی کر اب دیر نہ کر۔ یہ ملک ہے جسے اللہ نے تیرا خون ایک شیشی میں لاسنے پر موکل کیا ہے۔

خواب کے ان دونوں واقعات سے میں سمجھتا ہوں کہ میرا اور میرے ساتھیوں کا وقت کوچ اب قریب تر ہو چکا ہے۔

یوم عاشور

صبح عاشور:

شیرالازمان کے مطابق فرزند رسولؐ کے ساتھ تیس تھسوار اور چالیس پیادہ تھے۔ آپ نے اپنی مختصر سی سپاہ کو یوں مرتب کیا۔

چوہ یوم عاشور ۶۱ ہر

زیربان عین کو میمنہ کا سالار بنایا۔

حبیب بن مظاہر کو میسرہ کا سالار مقرر کیا۔

قلب لشکر حضرت عباس کے سپرد کیا اور علم بھی انہیں دیا۔

خیام کے سامنے جیسی سپاہ تیار ہوئی۔ یعنی دشمنان نہر اٹکے خیام حسینی سپاہ کی پشت پر تھے۔

دوسری طرف زیدی مسلمان کے سالار اعلیٰ عمر ابن سعد نے جس کے لشکر کی تعداد ابوحنیف کے مطابق اسی ہزار تھی

اپنے لشکر کو یوں مرتب کیا۔

میمنہ شمر کو دیا اور اسے بیس ہزار سوار دیا۔

میسرہ پر بیس ہزار سوار کے ساتھ غولی کو مقرر کیا۔

قلب لشکر پر بقیہ فوج کو متعین کیا۔

امام سجادؑ سے مروی ہے کہ جب فرزند رسولؐ نے اپنے اور اپنی مختصر سی فوج کو مرتب کر لیا تو دست دعا بلند

کر کے یہ دعا مانگی۔

اللہم انت ثقتی فی کل کرب۔ ورجائی فی کل شدۃ وانت لی فی کل امر نزل فی تقۃ وعدۃ کد من کرب یقعن

فیہ الفواد وتقل فیہ الجیلہ ویجذل فیہ الصدیق ویثمت فیہ العدا وتزلتہ بک وشکرتہ الیک رعبۃ صحتی

الیک عن سواک ففرجتہ وکشفته وانت ولی کل نعمتہ وصاحب کل حسنتہ وفتہی کل رعبۃ۔

اس کے بعد زیدی مسلمانوں نے خیام ذریت رسولؐ کے گرو گھوڑوں کو جولان دینا شروع کیا۔ جب انہوں نے دیکھا

کہ فرزند رسولؐ نے تین طرف سے خندق کھود کر اس میں آگ جلا رکھی ہے اور صرف ایک طرف خالی ہے اور اسی طرف

فرج حسین ہے۔ تو شمر غضب ناک ہو کر کہنے لگا۔

اے فرزند رسول! کیا آخرت سے پہلے دنیا ہی میں آگ تاپنے کا انتظام کر لیا ہے؟
آپ نے اپنے انصار سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہیں یہ شمر تو نہیں ہے۔

انہوں نے عرض کیا۔ قبہ شمر ہی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ ظالم یہ تو مرنے کے بعد ہی پتہ چلے گا کہ آتشِ آخرت کس کا مقدر ہے۔ ویسے آتشِ آخرت تیرا ہی مقدر ہے۔

جناب مسلم بن عوف نے دیکھا کہ میرے تیر کی زد میں ہے۔ چلو مکان میں تیر چڑھا کر نشانہ لینے لگا۔
امام حسینؑ نے فرمایا۔ مسلم یہ کیا کر رہے ہو۔

مسلم نے عرض کیا۔ قبہ! میرے تیر کی زد میں ہے۔ اجازت دے دیں اس دشمنِ خدا اور رسولؐ سے تو نجات حاصل کر لیں۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ نہیں مسلم۔ ابتداءً قطعاً ہماری طرف سے نہیں ہوگی۔

اسی اثنائیں عمر سعد اپنے چند سپاہیوں کے ساتھ سوار ہو کر سپاہِ حسین کے قریب آیا۔ امام حسینؑ نے بریر ابن خضیر سے فرمایا۔

بریر ان سے ایک مرتبہ چہر بات کرو۔

جناب بریر نے زیدی مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔

اے لوگو! خاتم الانبیاء محمدؐ کی ذریت تمہارے سامنے ہے۔ دشرانِ مصطفیٰ ان پیام میں موجود ہیں۔ اور فرزندِ مصطفیٰ تمہاری دعوت پر آیا ہے بھلا ان جنگی ارادوں سے تم کیا چاہتے ہو؟ اللہ سے ڈرو۔ اگر ان کی امداد نہیں کر سکتے تو کم از کم ان سے جنگ تو نہ کرو۔

ان لوگوں نے ہمدردی کا ایک مقصود ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم انہیں بہر صورت اپنے امیر ابن زیاد کے پیش کریں۔ وہ جو چاہے ان سے سلوک کرے۔

جناب بریر نے فرمایا۔ کیا تم ان کا یہ مطالبہ نہیں ملتے کہ ان کی راہ سے ہٹ جاؤ۔ تاکہ یہ لوگ جہاں سے آئے ہیں۔ وہیں واپس چلے جائیں۔

اے اہل کوفہ! تم اپنے وہ غلط بھول گئے، ہو تو تم نے فرزندِ رسولؐ کو کھکھے تھے۔ اور جن میں تمہیں کھا کھا کر وعدہ کیا تھا کہ ہم اپنا خون آپ کے قدموں میں گرائیں گے۔ تم وہ وعدے اور تمہیں بھی بھول گئے، ہو جب فرزندِ رسولؐ تمہارے وعدوں اور تمہوں پر اعتبار کر کے تمہارے پاس آ گیا ہے تو اب سے ابن زیاد کے سپرد کرنا چاہتے ہو۔ تم نے دریائے فرات کا پانی تک ان سے روک دیا ہے۔ اللہ تمہیں یومِ قیامت پانی سے محروم رکھے تم لوگوں نے ذریتِ رسولؐ

سے کتنا بدترین سلوک کیا ہے۔

چند لوگوں نے کہا۔ بریر ہمیں تو کچھ بھی معلوم نہیں ہے تو کیا کہہ رہا ہے۔

جناب بریر نے فرمایا۔ اللہ کا شکریہ ہے کہ اس نے تمہارے متعلق میری بصیرت کو روشن کر دیا ہے۔ اسے اللہ! میں

ان لوگوں کے عمل سے اعلان برات کرتا ہوں۔

اسے اللہ! انہیں ایک دوسرے سے مشغول فرما دے۔ اسے اللہ! جب یہ لوگ تیرے حضور پیش ہوں تو تیرا غضب

ان پر نازل ہو۔

ان لوگوں نے جناب بریر پر تیرا انداز شروع کر دی۔ یہ دیکھ کر جناب بریر پیچھے ہٹ کر امام حسینؑ کے پاس

آگئے۔

امام حسینؑ خود آگے بڑھے اور یزیدی مسلمانوں کے سامنے کھڑے ہو کر دیکھا۔ یہ لوگ سیلاب کی مانند آگے بڑھنے کو

بے چین تھے۔ عمر سعد رو سائے کوڈ کے درمیان کھڑا تھا۔

آپ نے فرمایا۔

اے اہل عراق! جلدی نہ کرو۔ میری بات سن لو۔ میں اپنا فرض ادا کر لوں۔ تمہارا ہر قسم کا عذر ختم کر لوں۔ اگر تم نے میرے

ساتھ انصاف کیا تو تم روئے ارض کے سوا تمہارا کھلاؤ گے۔ اور اگر انصاف نہ کیا تو کم از کم معاملہ تمہارے سلسلے پر شیعہ تر

رہے گا۔ پھر جو چاہو کرو۔ میرا ولی وہ اللہ ہے جس نے قرآن نازل کیا ہے۔ وہی ولی صالحین ہے۔ حمد و ثنائے الہی اور

حمد و آل و محمد پر درود کے بعد آپ نے فرمایا۔ ابا بعد۔

دیکھو پہلے میرا نسب یاد کرو۔ پھر اپنے گریبان میں جھانکو اور سوچو کیا تمہارے لیے مجھ سے جنگ جائز ہے؟

کیا میری ہتک عزت کا جو جواز ہے؟ کیا میں تمہارے رسولؐ اور اس وحی رسول کا بیٹا نہیں ہوں۔ جس نے سب سے پہلے

تصدیق رسول کا شرف حاصل کیا۔ کیا خزہ سید الشہداء میرا دادا نہیں ہے کیا جو حفصہ طیار میرا چچا نہیں ہے؟ کیا تم نے یہ حدیث

رسولؐ نہیں سنی کہ حسن اور حسین جو انان جنت کے سردار ہیں۔

اگر جو کچھ میں نے کہا۔ تم اس کی تصدیق کرتے ہو۔ اور یقیناً کرو گے۔ کیونکہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں سچی ہے۔

نجد احب سے میں نے بوشل سنبھالا ہے آج تک جھوٹ نہیں بولا۔ اگر تم کو میری بات میں شک ہو تو تم میں ایسے

افراد موجود ہیں جنہوں نے اپنے کانوں سے نبی اکرمؐ سے سنا ہے اور اگر تم ان سے پوچھو تو وہ میری باتوں کی تصدیق ضرور

کریں گے۔

اگر وہ تصدیق کر دیں۔ تو تمہارے لیے مجھ سے جنگ لڑنا جائز نہیں ہوگا۔

شمر نے کہا۔ حسین تو جو کچھ بھی کہہ رہا ہے ہمارے لیے کچھ نہیں پڑ رہا۔

جناب حبیب نے فرمایا۔

شمر میں گواہی دیتا ہوں کہ جو کچھ حسین کہہ رہا ہے تو اس سے ناواقف ہے۔ کیونکہ تو نے کبھی اسلام کو بطور دین کے محمد کو بطور نبی کے۔ اور قرآن کو بطور کتاب خدا کے نہیں دیکھا۔

امام حسین نے فرمایا۔ اگر تمہیں اس میں شک ہو تو کم از کم اس بات کا تو تمہیں یقین ہے کہ اس وقت کہ ارض پر سے سوا کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو نواسہ رسول ہونے کا دعویٰ کر سکے۔

بھلا مجھے یہ بتاؤ کہ۔

کیا تم مجھ سے کسی ایسے قتل کا قصاص لینا چاہتے ہو جو میں نے کیا ہو۔

یا کیا میں نے کسی کا مال غصب کیا ہے جن کا تم مجھ سے مطالبہ کرنے آئے ہو۔

یا میں نے کسی کو کوئی زخم لگایا ہے جس کا بدلہ چکانے آئے ہو۔

اس کے بعد آپ نے نام لے کر فرمایا۔

اے شیت ابن ربیعہ۔ اے جبار ابن الجراحے قیس ابن اشعث اے یزید ابن مہزیار کیا تم نے مجھے خطا نہیں کھینے کی میں کو ذراؤں۔

قیس ابن اشعث نے کہا۔ اے فرزند رسول! پرانی باتیں بھول جاؤ اب زیاد کا حکم ماننا ہے تو ہم جنگ سے دست کش ہوتے ہیں ورنہ جنگ ناگزیر ہے۔

امام حسین نے فرمایا۔ اب زیاد جیسے کی اطاعت و غلامی تو تم جیسے ہی کر سکتے ہیں۔ اے بندگان خدا! میں اپنے اور تمہارا رب کی ہر حکم اور ایسے جبار سے پناہ مانگتا ہوں جو قیامت پر ایمان نہیں رکھتے۔

اس کے بعد آپ نے اپنی نافرمانی کو بھجایا اور عقبہ ابن سمان کو حکم دیا کہ اسے ہاتھ دے

سبط ابن جوزی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ اس کے بعد یزیدی مسلمانوں نے آپ کے گرد گھیرائی کرنا شروع کر دیا

جب فرزند رسول نے انہیں اپنے قریب تر ہوتے ہوئے دیکھا۔ تو۔

آپ نے قرآن کریم کھولا۔ اپنے سر پر رکھا۔ اور فرمایا۔

اے لوگو! میرے اور تمہارے درمیان یہ کتاب خدا اور میرا نانا محمد مصطفیٰ ہے۔ مجھے اتنا بتا دو کہ کس بنا پر تم میرا

قتل جائز سمجھتے ہو؟

کیا میں تمہارے نبی کی اکوتی بیٹی کا بیٹا نہیں ہوں۔ کیا تم نے اپنے نبی کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ حسن اور حسین جو انان

جنت کے سردار ہیں۔

شمر نے کہا۔ حسین! اب جنگ کے لیے تیار ہو جا۔ ان باتوں کو چھوڑ۔

امام حسین نے فرمایا۔ انڈیا کبڑ مجھے میرے نبی نانا نے خبر دے رکھی ہے کہ میرے اہل بیت کے خون میں ایک سفید

سیاہ لگا ہوا ہوگا۔ میرا خیال ہے تو ہی وہ ہے۔

پھر آپ نے فرمایا۔ عمر سعد کہاں ہے۔ اسے تو بلاؤ تاکہ میں اس سے ایک بات کر لوں۔ عمر سعد انتہائی بے بسی سے آپ کے سامنے آیا۔

آپ نے فرمایا۔ اسے فرزند سعد! کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ یہ ناجائز باپ کا ناجائز بیٹہ ہے۔ تجھے رے اور جرجان کی حکومت سے دے گا۔ بخدا ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ میری بات یاد رکھنا۔ تجھے ایک دن کے لیے بھی یہ حکومت نصیب نہ ہوگی۔ میرے بعد تو ایک دن بھی چین سے نہ رہ سکے گا۔ نہ دنیا میں امن سے رہے گا۔ اور نہ آخرت میں تجھے سکون میسر آئے گا۔ میں اس وقت چشم امت سے دیکھ رہا ہوں کہ تیرا سر ٹوک نیزہ پر سوار ہے جسے کوئی بچہ پتھر مار رہے ہیں۔ عمر یہ سن کر غصہ میں پھر گیا۔ امام حسین سے منہ پھیر لیا۔ کمان میں تیر رکھا اور فرزند رسولؐ کی طرف تیر چلا کر اپنی فوج سے کہا۔

ابن زیاد کے سامنے گواہی دینا کہ فرزند رسولؐ پر پہلا تیر میں نے چلایا تھا۔ اور ہاں دیکھو اب دیر نہ کرو۔ یہ مٹھی بھر افراد تمہارے سامنے زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتے۔ آگے بڑھو۔ ان کا کام تمام کر دو۔ تاکہ جلد از جلد فارغ ہو کر ہی اپنے گھروں کو جائیں۔

امام حسین نے حکم دیا کہ میرے لیے نبی اکرمؐ کا گھوڑا مرنے تک لایا جائے۔ آپ مرتجز پر سوار ہوئے۔ امالی صدوق کے مطابق۔ ابن ابی جویریہ مرنے کے جب خیمہ آل محمدؐ کے گرد خندق اور اس میں آگ دیکھی تو تالی بجا کر کہنے لگا۔

اے کوئیو! مبارک ہو۔ انصار حسینؑ نے دنیا میں ہی آگ کا انتظام کر لیا ہے۔ امام حسین نے جب یہ بات سنی تو پوچھا۔ یہ کون ہے؟ انصار نے عرض کیا۔ قبدا! ابن ابی جویریہ مرنے کے۔

آپ نے دست دعا بلند کر کے فرمایا۔ بار الہا! اسے آخرت سے نسل دنیا ہی میں عذاب آتش سے دوچار فرما۔

ابن ابی جویریہ کا گھوڑا ابد کا۔ اور یہ ملعون اسی خندق میں گرا اور جل کر رکھ ہو گیا۔ فوج یزید سے تیم ابن حصین نے آگے بڑھ کر امام حسینؑ کو مخاطب کیا۔ اور کہنے لگا۔

اے فرزند رسولؐ! دیکھ رہا ہے۔ یہ اب فرات کتنا ٹھنڈا اور میٹھا ہے۔ لیکن یاد رکھو تمہیں یہ نہیں ملے گا اس کے عوض موت ہی تمہارا نصیب ہے۔

امام حسین نے یہ سن کر دست دعا بلند کر کے عرض کیا۔ بار الہا! اسے پیاسا ہی موت سے دوچار فرما۔ خداوند عالم نے دعائے فرزند رسولؐ قبول کی۔ اسے پیاس لگی۔ پانی پیتے پیتے تھک گیا۔ لیکن پیاس ختم نہ ہوئی

گھوڑے سے گرا اور پھر اٹھ نہ سکا۔ گھوڑوں کے سموں میں کچل کر رہ گیا۔

ابو بکر کا بھانجا محمد ابن اشعث آگے بڑھا اور کہنے لگا: اے حسین ابن فاطمہ! بھلا دوسرے لوگوں کی نسبت وہ کونسی چیز ہے جو تجھ میں اضافی ہو اور دوسرے لوگوں میں نہ ہو۔

آپ نے فرمایا: قرآن کی اس آیت میں میرا امتیاز موجود ہے۔ ارشاد قدرت ہے ان اللہ اصطفیٰ آدم و نوحاً و آل ابراہیم و آل عمران علی العالمین ذریعہ بعضہا من بعض۔ محمد آل ابراہیم سے تھے۔ اور میں بھی آل محمد سے ہوں۔

اس حدیث نے کہا: یہ کون سی فضیلت ہے۔

امام حسین نے اپنے انصار سے فرمایا: یہ محمد ابن اشعث تو نہیں؟ انصار نے عرض کیا: جلد وہی ہے۔

آپ نے دست و عاقلندہ کر کے فرمایا: میرے اللہ! اسے ایسی ذلت سے دوچار فرما کہ یہ اس بھرے لشکر میں عبرت بن جائے۔

محمد کو پیشاب کی ضرورت محسوس ہوئی۔ شکر سے الگ پیشاب کرنے بیٹھا تو مقام مخصوص پر پھونکنے ڈس لیا۔ اسی درد میں مبتلا رہ رہتے حالت میں داخل جہنم ہو گیا۔

امالی صدوق کے مطابق یزید ابن حصین ہمدانی نے عرض کیا: فرزند رسول! اجازت دین میں بھی ان سے دباؤ میں کر لوں۔ آپ نے اجازت دے دی۔

یہ آگے بڑھے اور فرمایا:

اے لوگو! اللہ نے محمد کو اپنا نبی بنا کر اپنی مخلوق میں بھیجا اس محمد کے طفیل ہمارا اقوام عالم میں سر بلند ہے۔ اور یہ حسین اسی محمد کا بیٹا ہے۔ آج تم نے بتے ہوئے دریا کے کنارے اسے پانی سے محروم کر رکھا ہے۔ یزیدی مسلمانوں نے کہا:

اے فرزند حسین! یہ باتیں ہم بہت سن چکے ہیں۔ دریا نے فرات یونہی بہتا رہے گا لیکن آج حسین اس کی ذیت اور اس کے انصار کو ایک قطرہ تک اس سے نصیب نہ ہوگا۔

یہ سنا کہ امام حسین نے تلوار کا ہمارا لیا اور یزید سے فرمایا: اب واپس آ جاؤ۔ یزید واپس ہوا۔ آپ خود آگے بڑھے اور فرمایا:

میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ مجھے پہچانتے ہو کہ میں خاطرہ بنت محمد نبی کا بیٹا ہوں۔ سب نے کہا: پہچانتے ہیں۔

آپ نے فرمایا: تمہیں اللہ کی قسم! کیا مجھے پہچانتے ہو کہ میں علی ابن ابی طالب کا بیٹا ہوں۔

سب نے کہا۔ ہم پہچانتے ہیں۔ آپ علی کے بیٹے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔

تمہیں اللہ کی قسم! یہ بتاؤ کہ اسلام کی قانون اول ضد بجز بنت خویلد میری نانی ہے۔

سب نے کہا۔ ہم پہچانتے ہیں۔ آپ فدیکر کے نواسے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔

تمہیں اللہ کی قسم! یہ بتاؤ کہ کیا مجھے پہچانتے ہو کہ میں فاطمہ بنت اسد کا پوتا ہوں۔

سب نے کہا۔ پہچانتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ تمہیں اللہ کی قسم! کیا تمہیں معلوم ہے کہ سید الشہداء حمزہ میرے باپ کا چچا ہے؟

سب نے کہا۔ پہچانتے ہیں کہ حمزہ آپ کے باپ کا چچا سید الشہداء ہے۔

آپ نے فرمایا۔ تمہیں اللہ کی قسم! کیا مجھے پہچانتے ہو کہ جعفر طیار کا بھتیجا ہوں؟

سب نے کہا۔ پہچانتے ہیں۔ جعفر طیار آپ کا چچا تھا۔

آپ نے فرمایا۔ تمہیں اللہ کی قسم! سچ سچ بتاؤ۔ جو تلوار میں نے حائل کر رکھی ہے۔ یہی تلوار رسول ہے؟

سب نے کہا۔ ہم پہچانتے ہیں۔ یہی تلوار رسول ہے۔

آپ نے فرمایا۔ تمہیں اللہ کی قسم! میرے سر پر عمامہ دیکھ کر بتاؤ کہ کیا یہی وہ عمامہ نہیں جسے تم نے نبی اکرمؐ کے

سر پر دیکھا تھا؟

سب نے کہا۔ ہاں ہم پہچانتے ہیں یہی نبوی عمامہ ہے۔

آپ نے فرمایا۔ تمہیں اللہ کی قسم! مجھے بتاؤ کہ کیا میرا باپ علیؑ نہ تھا جو اول المسلمین تھا۔ علم میں محور صحابہ تھا اور علم

میں بے مثال تھا؟ ہر مومن اور مومن کا ولی تھا؟

سب نے کہا۔ ہمیں معلوم ہے یہ تمام اوصاف آپ کے باپ میں تھے۔

آپ نے فرمایا۔ تمہیں اللہ کی قسم۔ کیا کھیل رسول ابوطالب میرا دادا نہ تھا؟

سب نے کہا۔ ہمیں معلوم ہے آپ ابوطالب کے پوتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ تمہیں اللہ کی قسم! اب یہ بتاؤ کہ کس بنیاد پر میرے قتل کو جائز سمجھتے ہو۔ جب کہ تمہیں یقین

ہے کہ کل فرزندے مختصر حوض کوثر میں سے باپ کے ہاتھ میں ہوگا۔ اور حائل ابومیرا ہی باپ ہوگا۔

سب نے کہا۔ حسین! ہمیں یہ سب کچھ معلوم ہے۔ لیکن ہم اس وقت تک نہ تو تجھے ایک گھوٹ پانی دیں گے اور نہ ہی تیرے

ساتھ جنگ سے دست بردار ہوں گے جب تک تو اطاعت ابن زیاد کا اعلان نہیں کرتا۔

آپ نے اپنا بائیاں ہاتھ اپنی ریشم مبارک پر رکھا۔ دایاں ہاتھ موئے آسمان بلند کیا۔ اور فرمایا۔

وَالْعَصْرُ ثَرْسُثٌ وَالْعَصْرُ ثَرْسُثٌ وَالْعَصْرُ ثَرْسُثٌ وَالْعَصْرُ ثَرْسُثٌ وَالْعَصْرُ ثَرْسُثٌ وَالْعَصْرُ ثَرْسُثٌ وَالْعَصْرُ ثَرْسُثٌ وَالْعَصْرُ ثَرْسُثٌ وَالْعَصْرُ ثَرْسُثٌ وَالْعَصْرُ ثَرْسُثٌ

لوگو! تمہیں معلوم ہے جب عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کو فرزند خدا کہا۔ نصاریٰ پر غضب الہی نازل ہوا۔ جب یہودیوں نے جناب عزیر کو فرزند خدا کہا۔ غضب خدا یہودی قوم پر نازل ہوا۔ جب مجوسیوں نے آتش پرستی شروع کی غضب الہی ان پر نازل ہوا۔ اور بنی کوشہید کیا گیا اس وقت امت پر غضب خالق نازل ہوا۔ اور اب جب بلا جرم و خطا تم فرزند نبیؐ کے درپے قتل ہوئے صرف اس لیے کہ وہ ایک ناسق و ناجر کی اطاعت سے انکار کر رہا ہے تو غضب خدا تم پر نازل ہوگا۔

جب آپ نے یہ خطبہ دیا۔ آپ کی صدائے خطبہ خیام میں پہنچی تمام ذریت رسولؐ نے گریہ شروع کیا اور رونے کی آواز خیام سے باہر تک آگئی۔

آپ نے جناب عباس اور ہم شکل نبیؐ شہزادہ علیؑ کو بھیجا۔ اور فرمایا۔ جا کر انہیں بتاؤ کہ ہماری زندگی تک نہ روئیں۔ انہیں بہت طویل عرصہ رونے سے۔

پھر آپ نے فرمایا۔ بخدا! جو کچھ تم چاہتے ہو۔ وہ میرے بسن سے باہر ہے۔ میں اپنی خون آلودہ ریش کے ساتھ تیار گاہ خالق میں پیش ہوں گا۔

ابن طاووس نے لکھا ہے کہ اس خطبہ کے بعد ذات اہدیت کی طرف سے نفرت کی پیش کش کی گئی کہ اگر ملائکات خالق چاہو تو شہادت سامنے ہے اور اگر دشمنان دین کے خلاف نفرت کی ضرورت ہو تو وہ بھی حاضر ہے۔ امام حسین نے ملائکات خالق کو نفرت پر ترجیح دی۔

انصار حسینؑ کی شہادت

فضائل جہاد:

امام صادقؑ نے نبی اکرمؐ سے روایت کی ہے کہ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ صرف مجاہدین کے لیے مخصوص ہوگا۔ اس کا نام بھی باب المجاہدین ہے۔ اور تمام مجاہدین اسی دروازہ سے داخل جنت ہوں گے۔ ان کی تلواریں ان کے گلے میں حائل ہوں گی۔

ملاکہ درجنت پر ان کے استقبال کی خاطر کھڑے ہوں گے جو شخص جہاد سے کئی کترائے گا اللہ اس کے رزق میں تنگی اور دین سے بے نیازی سے دوچار کرے گا۔

وسائل میں امام باقرؑ سے مروی ہے کہ مجھے میرے بابا جناب سجادؑ نے اپنے باپا کے واسطے سے نبی اکرمؐ سے روایت سنائی ہے کہ روئے زمین پر گرنے والے قطرے میں سے بارگاہ خالق میں عزیز ترین وہ قطرہ خون ہے جو جسم مجاہد سے گرتا ہے۔

وسائل ہی میں آنحضرتؐ سے مروی ہے کہ شہید راہ خدا میں سات خصوصیات ایسے ہوتے ہیں جو کہ اور کسی میں نہیں ہوتے۔

۱۔ جسم شہید سے گرنے والے پہلے قطرہ خون سے اس کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

۲۔ شہید کا سردیانی ہی میں اپنی زوجہ حورالین کی آغوش میں ہوتا ہے۔ وہی اس کے چہرے سے غبار صاف کر کے شہید کو خوش امید کرتی ہے۔

۳۔ شہید کو قبر میں لباس جنت پہنا دیا جاتا ہے۔

۴۔ رضوان جنت، جنت سے ہر قسم کی خوشبو شہید کے پاس لے کر حاضر ہو جاتا ہے۔

۵۔ شہید قبل از پرواز روح دنیا میں ہی اپنی منزل جنت دیکھ لیتا ہے۔

۶۔ جنت میں روح شہید سے کہہ دیا جاتا ہے کہ جس جنت میں چاہے سکونت اختیار کرے۔

۷۔ شہید الہید رحمت کے پاس مخصوص سایہ میں قیام کرتا ہے جس میں انبیاء ہوں گے۔

وسائل میں نبی کوئینؑ سے مروی ہے کہ ہر نیکی کے اوپر دوسری نیکی ہوتی ہے۔ لیکن جب ایک شخص مقام شہادت حاصل کر لیتا ہے تو پھر اس سے اوپر کوئی نیکی نہیں ہوتی۔

جب امام حسینؑ نے آخری مرتبہ اتمام حجت کر لیا۔ مہر تجزیر پر سوار ہو گئے۔ اور عمر سعد نے پہلا تیر مارا۔ اس کے بعد زیدی مسلمانوں کی طرف سے تیروں کی برسات شروع ہو گئی۔

امام حسینؑ نے اپنے انصار سے فرمایا۔

اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ اٹھو اور وہ موت حاصل کرو جو ہر زندہ کا آخری انجام ہے۔ یہ تیر آپ کے لیے دربار خالق میں حاضری کے پیغام ہیں۔

پہلی طرف سے انعام جت ہو چکا ہے۔ اور ان کی طرف سے ابتداء ہو چکی ہے اب ہمارے لیے صرف باعزت موت ہی کی راہ ہے۔

بحار کے مطابق زیدی مسلمانوں کی اس پہلی تیر اندازی میں انصار فرزند رسولؐ میں سے کوئی بھی ایسا نہ پجا جو تیر سے گھاٹل نہ ہوا ہو۔ یہ تیر اندازی اتنی شدید تھی کہ اس میں پچاس انصار حسینؑ داخل بھی ہو گئے۔

آمد جناب حرہ:

جب عمر سعد نے امام حسین کی طرف سے صلح کی پیش کش کو ٹھکرا دیا۔ اور جنگ کو ضروری بنا دیا۔ اور حرنے دیکھ لیا کہ یہ لوگ نواسہ رسول کے قتل سے کم پر راضی نہیں ہو رہے تو۔

سوتے عمر سعد سے پوچھا۔

کیا تو فرزند رسولؐ سے ختماً جنگ کرنا چاہتا ہے۔

عمر سعد نے کہا۔ ہاں بخدا! ایسی جنگ جس کا کم از کم انجام یہ ہوگا کہ اس میں سزاورد کاٹیاں ہوا میں اڑیں گی۔

حرنے کہا۔ حسینؑ نے تو ہر بات ایسی کی ہے جس میں مصالحت ہے تم اس کی کوئی بات بھی ماننے پر آمادہ نہیں ہو؟

عمر سعد نے کہا۔ اگر معاملہ میرے بس میں ہوتا تو کئی دن پہلے سے صلح ہو چکی ہوتی اور ہم بلا جنگ اپنے اپنے گھروں کو واپس جا چکے تھے۔ لیکن تجھے معلوم ہے کہ معاملہ میرے ہاتھ میں نہیں ہے ابن زیاد کے ہاتھ میں ہے۔ اور جس طرح تو ابن زیاد کے حکم سے فرزند رسولؐ کو گھیر کر لانے کا پابند تھا۔ اسی طرح میں بھی اب فرزند رسولؐ سے جنگ پر مجبور ہوں۔

عمر سعد کا یہ جواب سکر حروگوں کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ حر کے ساتھ قیدیہ حر سے قرہ ابن تیس نامی ایک شخص بھی تھا۔

حرنے قرہ سے پوچھا۔ کیا آج تو نے گھوڑے کو پانی پلایا ہے۔

قرہ نے کہا۔ نہیں۔

حرنے کہا۔ کیا تو گھوڑے کو پانی نہیں پلائے گا۔

قرہ کہتا ہے میں نے دیکھا حرا نہائی پریشان اور حیران تھا۔

میں نے حر کی گفتگو سے انداز لگایا کہ وہ اس جنگ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا نہیں چاہتا بلکہ ایک طرف ہٹ کر بیٹھ جانا چاہتا ہے۔

میں نے کہا۔ پیہے تو مجھے بھی خیال نہ تھا۔ اب آپ نے یاد دلادیا ہے تو پانی پلانے جاتا ہوں۔

ابو مخنف کے مطابق حرنے قرہ سے کہا۔

اسے پچھاؤ! وہ آواز سن رہا ہے؟

میں نے پوچھا۔ کونسی۔

حرنے کہا۔ فرزند رسولؐ کہہ رہا ہے۔ ہے کوئی جو میری مدد کرے۔ ہے کوئی جو حضرتان زہراء کے پر وہ کا

تحفظ کرے۔

لیکن کوئی بھی نواسہ رسولؐ کی امداد نہیں کر رہا۔

میں نے کہا یہ آواز تو سن رہا ہوں۔

حزن نے کہا۔ تیرے دل میں یہ خیال نہیں آ رہا کہ اس وقت فرزند رسولؐ اس قابل ہے کہ اس کی مدد کی جائے۔

اس نے جنگ ٹانے کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔ لیکن یزیدی مسلمانوں نے اس کی ہر مصالجانہ کوشش کو رو کر کے جنگ اس

پر مسلط کر دی ہے۔ تجھے معلوم ہے یہ دینا چند روزہ ہے۔ اس کی ہر نعمت فانی ہے۔ اگر ہم نے حسینؑ کا ساتھ دیا تو

یقیناً ہم دہرہ شہادت پر فائز ہو کر آخرت کی سعادت سے مشرف ہو جائیں گے۔

قرہ نے کہا۔ حرب مجھے اس شہادت کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے۔

اس کے بعد حرد ہاں سے چل کر اپنے بیٹے کے پاس آیا۔ اور اس سے کہا۔

بیٹے! میں آتش جنم اور غضب الہی کی تاب نہ لا سکوں گا۔ اور نہ ہی میں اپنے نبی کو نبین کی مخالفت کا بوجھ برداشت

کر سکتا ہوں۔

بیٹے نے عرض کیا۔ ابا جان! کوئی بھی یہ چیز میں برداشت نہیں کر سکتا۔

حزن نے کہا۔ بیٹے! فرزند رسولؐ کو جب بلا وجہ اور بلا جرم و دخطا قتل کیا جائے گا اور ہم اس قتل میں شریک ہوں

گے تو بھلا ان چیزوں سے کیسے بچ سکتے ہیں۔

بیٹے نے عرض کیا۔ ابا جان! میں تو صرف آپ کی وجہ سے یہاں رکا ہوا ہوں ورنہ میں تو اس وقت سے

نصرت حسینؑ کا ارادہ کر چکا ہوں۔ جب سے ابن زیاد نے فرزند رسولؐ سے اپنی اطاعت کا بھی مطالبہ

کیا ہے۔

حزن نے کہا۔ بیٹے پھر کیا خیال ہے۔ میرے ساتھ فرزند رسولؐ کے پاس چلو گے تاکہ ان کے قدموں میں اپنا سر

قربان کر کے نبی کریمؐ کے سامنے سرخرو ہو جائیں۔

بیٹے نے عرض کیا۔ ابا جان! اگر آپ چلتے ہیں تو میری اس سے زیادہ اور خوش قسمتی کیا ہوگی۔ بسم اللہ

ارشاد مفید کے مطابق حرم آہستہ آہستہ فوج فرزند رسولؐ کے قریب ہونے لگا۔

ہماجر ابن اوس نے کہا۔ حریکا حملہ کرنا چاہتا ہے۔

حزن نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ اور آہستہ آہستہ آگے بڑھتا رہا۔

حواکجہم لڑ رہا تھا۔

ہماجر نے کہا۔ حواج مجھے مشکوک نظر آ رہا ہے۔ تجھ جیسے ہمارے کوہین نے کبھی میدان جنگ میں اس طرح

کا پتے نہیں دیکھا۔

حالانکہ اگر مجھ سے پورے کوفہ کے متعلق پوچھا جائے کہ اس بھرے کوفہ میں بہادر ترین شخص کون ہے تو میں تیرے علاوہ کسی کا نام نہ لوں

حونے کہا۔ ہاں جو واقعات ایسی ہی ہے۔ لیکن آج میں اپنے کو دورا ہے پر کھڑا دیکھ رہا ہوں اور اس چیز نے مجھے حیران کر رکھا ہے۔ مجھ سے یہ فیصلہ نہیں ہو رہا کہ میں کیا کر دوں۔ اور مجھے فرزند رسول کی طرف دائمی جنت اور عمر سعد کی طرف دائمی جہنم نظر آ رہی ہے۔ اور میں یہ سوچ رہا ہوں کہ ان میں سے کس کا انتخاب کروں۔

یہ کہہ کر حونے اپنے دونوں ہاتھ اپنے سر پر رکھے۔ اور گھوڑے کو ایڑ لگائی اور فوج مظلوم حسین کی طرف نکل گیا۔

جب لشکر حسین کے قریب آیا تو اس وقت حویوں کہہ رہا تھا۔

اللهم اليك ابدت فتي علي
فقد ارعيت قلوب اوليائك و
اولاد بنت نبيك۔
اے اللہ میں تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں میری توبہ قبول فرما۔ میں نے تیرے اولیاء اور بنت رسول کی اولاد کو بہت پریشان کیا ہے۔

جب لشکر حسین میں پہنچ گیا۔ تو فرزند رسول کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کیا۔

اے فرزند رسول! آپ کا وہ مجرم ہوں جس نے آپ کی واپسی کو ناممکن بنایا۔ میں وہ بد نصیب ہوں جس نے آپ کی راہ روکی۔

میں وہ سیاہ بخت ہوں جس نے آپ کو حرم رسولؐ نہ جانے دیا۔

میں وہ تیرہ بخت ہوں جس نے آپ کو بے آب و گیاہ صحرا میں آنے پر مجبور کیا۔

مجھے تیری اس مظلومیت کی قسم!۔ مجھے یہ خیال تک نہ تھا کہ یہ لوگ اس حد تک آگے بڑھ جائیں گے۔ اور آپ کی ہر مصالحتہ کوشش کو مسترد کریں گے۔

اگر مجھے سہرا بھی یہ گمان ہو جاتا کہ ان کا مقصد صرف اور صرف آپ کا قتل ہے تو کم از کم میں آپ کو یہاں آنے پر مجبور نہ کرتا۔

میں بارگاہ خالق۔ اور آپ کے حضور اپنے بہت بڑے جرم کی امید توبہ سے کر آیا ہوں۔ کیا میرے پیسے بھی کوئی گنجائش ہے۔

فرزند رسولؐ نے فرمایا۔ سو کبھی تو نے دیکھا ہے کہ جو عمارے پائے آیا ہو۔ ہم نے اسے بایو کس کیا ہو۔ جب ہم اللہ کے نمائندے ہو کر اتنی قلبی دست رکھتے ہیں تو خود خالق کتنا کریم ہے اس کا اندازہ تو خود کر سکتا ہے۔ تو نے بروقت اقدام کیا ہے۔ اللہ یقیناً تیری توبہ قبول کرے گا۔ اب جب آہی گیا ہے تو گھوڑے سے اتر آ۔

حوسنے عرض کیا۔ قید! اگر میری توبہ قبول ہے تو پھر میرا گھوڑے پر سوار رہنا اترنے کی نسبت زیادہ بہتر ہے میں درخواست کروں گا کہ آپ مجھے اجازت دیں تاکہ میری توبہ کا عرق ندامت خشک ہونے سے قبل ہی میں عملاً ثبوت توبہ پیش کر دوں۔

بیشرا الاحزان میں ابن نمانے روایت کی ہے کہ اس کے بعد حوسنے عرض کیا۔ قبلہ جب میں ایک ہزار کا سالار بن کر آپ کی راہ روکنے کی خاطر گھر سے نکلا تو میرے عقب سے ایک آواز آئی
ابشر یا حرم بخیبر۔

میں نے ہر طرف دیکھا لیکن مجھے کوئی آواز دینے والا نظر نہ آیا۔ میں حیران رہ گیا کہ میں نواسہ رسولؐ کے مقابلہ میں جا رہا ہوں اور جنت کی بشارت کیسی؛ یہ بات اس دن سے رات تک میں سوچتا رہا۔ اب مجھے سمجھ آرہی ہے کہ جنت کی بشارت سچی تھی۔

مقتل ابو مخنف کے مطابق اس کے بعد حوسنے اپنے بیٹے سے فرمایا۔ بیٹا آگے بڑھ اور میرے ساتھ منے فرزند رسولؐ پر اپنی جان قربان کر دے۔

حوسنے نے حملہ کیا۔ ستریزیدیں کوئی اندر کر کے شہادت حاصل کی۔ حویہ دیکھ کر فرط سمرت سے جھوم اٹھا اور بیٹے سے کہا۔

الحمد لله الذی رزقك الشهادة
بین یدی صولانا الحسینین۔

اس کے بعد حوسنے فرزند رسولؐ سے اجازت مانگی۔ جب اجازت مل گئی تو زیدیں مسلمانوں کے ساتھ گھڑے ہو کر فرمایا۔

تمہاری مائیں تمہارے ماتم میں بیٹھیں۔ تم نے اس نبی زادے اور اللہ کے اس نیک بندے کو قسمیں کھا کھا کر بلایا۔ تم نے اس سے وعدہ کیا کہ ہم اپنا سر آپ کے قدموں میں قربان کریں گے۔ اب جب وہ آگیا۔ تو تم نے اسے تہا پھوڑ دیا۔ اس کے قتل کی خاطر اب سوار اور پیادہ بن کر جمع ہو گئے ہو۔ ہر طرف سے اسے گھیر لیا ہے۔ اسے نہ اپنے گھرواپس جانے دیتے ہو اور نہ کسی دوسری جگہ جانے دیتے ہو۔ تم نے اسے گھیر کر اپنا قیدی بنا لیا ہے۔ اور وہ آب فرات جس سے یہودی۔ مجوسی۔ نصرانی اور جنگل کا ہر حیوان پی رہا ہے۔ فرزند رسولؐ کے لیے بند کر رکھا ہے۔ جب کہ ان کے ساتھ ذریت رسولؐ کی مخلدات عفت اور کس بچے بھی ہیں۔ آل محمدؑ کا ہر ذی روح پیاس سے جان بلب ہے۔ بخدا! کسی نبی کی امت نے اپنے نبی کی ذریت سے ایسی بد سلوکی نہیں کی جو تم کر رہے ہو۔ اللہ تمہیں قیامت کے دن میرا ب نہ کرے۔

جواب میں یزیدی مسلمانوں نے تیر جہانا شروع کر دیئے۔ جناب حروالیس امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

امام حسین نے اپنے انصار سے فرمایا۔ ان سے مبارز طلبی کرو۔
چنانچہ انصار نے مبارز طلبی کی۔

زیاد کا غلام یسار میدان میں آیا۔ اس کے مقابلہ میں فوج حسینؑ سے عبداللہ ابن عمیر باہر آیا۔
یسار نے کہا۔ آپ کون ہیں اپنا نسب بتائیں۔

جناب عبداللہ نے اپنا نسب بتایا۔

یسار نے کہا۔ میں آپ کو نہیں پہچانتا۔ میرے مقابلہ میں زمین پر جا حبیب کو بھیجو۔

جناب عبداللہ نے کہا۔ اسے نا تحقیق لطفے۔! بھلا تو بھی اسن تال ہے کہ اپنے مد مقابل کا انتخاب کرے۔
یہ کہہ کر اس پر تلوار سے وار کیا۔ یہ گھوڑے سے گر کر ٹھنڈا ہو گیا۔ آپ اسی میں مشغول تھے کہ جناب عبداللہ پر
ابن زیاد کے غلام سالم نے حملہ کر دیا۔

انصار حسین نے پکار کر کہا۔ اے ابن عمیر اس غلام نے اچانک حملہ کر دیا ہے۔ ذرا پیچ کے رہنا۔ جناب عبداللہ
نے اس کا وار روکنے کی خاطر اپنا ہاتھ سامنے کیا۔ اس سے آپ کی انگلی کٹ گئی۔ پھر آپ نے اسے واصل جہنم
کر دیا۔

عمر دان حجاج یزیدی جو یزیدی فوج کے میمنہ پر نخلے فرزند رسولؐ کے میمنہ پر حملہ کیا۔ انصار حسینؑ نے ان لوگوں
کو اپنے قریب آنے دیا۔ جب بالکل قریب آگئے تو انہوں نے گھوڑوں کے سامنے نیزے کر دیئے۔ نیزوں کی بدولت
گھوڑے آگے بڑھنے کی بجائے پیچھے کو ہٹنے لگے جب گھوڑے پیچھے کو ہٹے تو انصار حسین نے تیر اندازی
شروع کر دی۔

بجاریں محمد ابن ابوطالب سے مروی ہے کہ جناب خرنے فرزند رسولؐ کی خدمت میں درخواست یوں پیش
کی تھی۔

چونکہ سب سے پہلے میں نے ہی جہارت ادگ تانگی کی ہے اس لیے میری خواہش ہے کہ مبارز طلبی کرنے والوں
میں سے سب سے پہلے اذن جنگ مجھ ہی کو دیا جائے۔ تاکہ آپ کے جدا محمد سے ملاقات کر کے اپنے گناہ کی معافی
مانگ لوں۔

جب جناب حروف یزیدی سے نکل کر فرزند رسولؐ کے ساتھ آئے تو فوج یزیدی کے ایک سالار یزید ابن صفیان
تیمیسی نے کہا۔

اگر حروف مجھے مل جائے تو میں اسے اپنے نیزہ کا منہ کچھا دوں

جب جناب جنگ کر رہے تھے، آپ کے گھوڑے کی کان اور آنکھیں تک زخمی ہو چکی تھیں۔ فرزند رسولؐ کے سامنے زید آ گیا۔

آپ نے فرمایا۔ زید تیری خواہش تھی کہ اگر حمل جاتا تو اسے نیزہ سے درجہ شہادت دیتا۔ وہ دیکھ کر تیرے ہی لشکر میں زید پر یہ سن کر غصہ میں پھر گیا اور جناب حر پر حملہ آور ہوا۔ جناب حر نے اسے واصل جہنم کیا۔ پھر خود بھی چالیس سواروں کو واصل جہنم کر کے جام شہادت نوش فرمایا۔

انصار حسینؑ لاشہ حراٹھا کر امام حسینؑ کے سامنے لائے۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے بخار صاف کیا اور فرمایا۔

انت الحر کہا سمتک امک انت الحر فی
الدنیا انت الحر فی الاخرہ۔

پھر آپ نے لاشہ حر پر یہ مرثیہ پڑھا۔

(۱) لنعم الحر حر بنی س یا ح
صبور عند مختلف الرماح

(۲) ونعم المر اذ تادلی حسینا
فجاد بنفسه عند الصبا ح۔

تمام مورخین نے لکھا ہے کہ۔ انصار امام حسینؑ میں سے جو بھی میدان جنگ میں جاتا تھا۔ فرزند رسولؐ سے اجازت لے کر اور اوداع کر کے ہی جاتا تھا۔ فرزند رسولؐ جانے والے مجاہد کے سلام کا جواب دے کر اس آیت گئی تلاوت کرتے تھے۔

نحن خلقک۔ بسم اللہ قدم بڑھاؤ ہم آپ کے پیچھے ہیں۔

اس کے بعد آپ اس آیت کی تلاوت فرماتے۔

فمنهم من قضی نجبه ومنهم
من ینتظر وما بد لوا
تبدیلا۔

انصار فرزند رسولؐ میں سے پچاس تو زیدوں کے پہلے حملہ میں شہید ہو گئے تھے۔ مبارک طلبی کر کے شہید ہونے والوں میں سے پہلا جناب حر تھا۔

۲۔ بریر ابن خضیر مدانی :-

جناب خرقہ کے بعد جناب بریر میدان جنگ میں آئے۔ اہل کوفہ میں جناب بریر قاری کوفہ کے نام سے معروف تھے۔ ان کی شجاعت کا یہ عالم تھا کہ کوئی بھی ان کے قریب نہیں بھٹکتا تھا۔ یہ اپنے گھوڑے کو جولان دے کر زلنے لگے۔

اے موتین کے قاتلو! اد میرے قریب تو آؤ۔

اے اصحاب بدر کی اولاد کے قاتلو! میرے قریب آؤ۔

اے ذریت رسول عالمین کے قاتلو! میرے قریب آؤ۔

اس جولان میں آپ نے تین سو اردو اصل جہنم کیے۔ فوج یزیدیں سے یزید ابن منقل نامی شخص نے آگے بڑھ کر کہا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو گمراہ کنگان میں سے ہے۔

جناب بریر نے فرمایا۔ اگر ایسی بات ہے تو آجا بلہ کر لیتے ہیں۔ ہم میں سے جو جھوٹا ہے اس پر اللہ لعنت کرے اور ہم میں سے جو سچی پر ہے وہ باطل فواز کو قتل کر دے۔

دونوں میں مقابلہ ہوا۔ پہلا وار یزید نے کیا۔ جناب بریر نے اسے روکا۔ دوسرا وار جناب بریر نے کیا۔ جو یزید کے سر میں تنگاف کر کے دماغ تک پہنچا۔ اور وہ داخل جہنم ہو گیا۔

یزیدی فوج میں سے بحیران اس نے جناب بریر پر حملہ کر کے آپ کو شہید کیا۔ پہلے تو اس نے بڑا فخر کیا بعد میں بحیر کے چچا زاد نے جب اسے یاد دلایا کہ ظالم تو نے قاری کوفہ اور اپنے استاد کو قتل کیا ہے۔ اور اب فخر کر رہا ہے۔

اسے جب اپنی غلطی کا احساس ہوا تو وہ پشیمان ہوا اور پھر اپنی پشیمانی کا اظہار اشعار میں کیا۔ اور پوری زندگی جناب بریر کے شہید کرنے پر کف انھوں ملتا رہا۔

۳۔ وہب ابن علی اللہ کلبی :-

وہب مذہباً عیسائی تھا۔ اپنی ماں اور بیوی کے ساتھ سسرال سے آ رہا تھا۔ دوران سفر امام حسینؑ سے ملاقات ہوتی۔ آپ نے وہب کو معجزہ دکھایا۔ وہ بے صداقت اسلام کو دیکھ کر امام حسینؑ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا اور آپ کے ساتھ رہا۔

یوم عاشور وہب کی ماں حسینؑ کا نام پڑھانے لگا۔ بیٹے! دیکھ نہیں رہا کہ فرزند رسولؐ پر ہر ایک شخص قربانیاں پیش کر رہا ہے تو کب تک کھڑا دیکھتا رہے گا۔

دہب نے عرض کیا۔ ماں! انشاء اللہ آپ کی ہر خواہش پوری ہوگی۔ جیسے ہی اجازت ملتی ہے۔ میں میدان میں چلا جاؤں گا۔

جناب بریر کے بعد فرزند رسولؐ نے جناب دہب کو اجازت دی۔ اس خوش نصیب نے تیسرا شہسوار اور تیرہ پیدل زیدی واصل جہنم کیے۔ خود گرفتار ہو گیا۔ جب عمر سعد کے پیش کیا گیا تو اس نے کہا۔ اسے دہب تیرا جملہ بڑا جارحانہ ہوتا تھا۔ اب بتا کیا منرادوں۔

دہب نے کہا۔ اگر تین دن کی پیاس نہ ہوتی تو پتہ پھر چلتا۔ بہر صورت اب بھی مجھے انہوں نے نہیں ہے کیونکہ ایسے ہی نہیں جا رہا۔ میرے ایک گھریں ماتم ہو گا۔ اور میں نے کم از کم تیس گھروں کو اتنی کیا ہے۔ عمر سعد نے جلا دیکھ دیا۔ جلا دے جناب دہب کا سر قلم کر دیا۔

عمر کے حکم سے جلا دے جناب دہب کا سر ان کی ماں کے سامنے ڈال دیا۔ اس مخدرہ نے سر کو گود میں لیا پھر پوسہ دیا اور ایک زیدی پر سر سے حملہ کر کے اسے واصل جہنم کر دیا۔

پھر خیمہ کی چوبلی اور زیدیوں پر حملہ کر دیا۔ فرزند رسولؐ نے فرمایا۔

اے قرۃ اللہ آپ کو میری طرف سے جنازے خیر دے۔ واپس پٹ امور توں پر جہاد نہیں ہے۔ اتنی دیر میں یہ مخدرہ دوزیدیوں کو واصل جہنم کر چکی تھیں۔ حکم امام سکر داپس آگئی۔

زوجہ جناب دہب نے سراٹھا کر اپنی گود میں لیا اور غبار صاف کر رہی تھی کہ ٹھمرنے اپنے ایک غلام کو بھیجا جس نے ایک ہی وار سے اس مخدرہ کو شہید کر دیا۔ میدان کربلا میں پہلی خاتون شہیدہ زوجہ دہب ہی ہے۔

۴۔ عمر و ابن خالد ازوی :-

جناب دہب کے بعد عمر و ابن خالد ازادی کو اذن ملا۔ انہوں نے بھی کافی سے زیادہ زیدیوں کو واصل جہنم کر کے مقام شہادت حاصل کیا۔

۵۔ خالد ابن عمرو ازوی :-

عمر کے بعد ان کے بیٹے خالد نے اذن جہاد مانگا متعدد تعداد کو واصل جہنم کرنے کے بعد جام شہادت نوش کیا۔

۶۔ عمیر ابن عبد اللہ مذہبی

عمیر ابن عبد اللہ نے رجز خوانی کرتے ہوئے فوج یزید پر حملہ کیا۔ بہت سے یزیدیوں کو داخل جہنم کرنے کے بعد مسلم صبا بنی اور عبد اللہ بھٹی کے ہاتھوں داخل جہنم ہوئے۔

۷۔ مسلم ابن عوسجہ

عمیر کے بعد جناب مسلم ابن عوسجہ میدان میں آئے رجز خوانی کی مبارز طلبی کی۔ لیکن مقابلہ پر کوئی نہ آیا۔ حمد کیا یزیدیوں کی مقدار کثیر کو جہنم رسید کر کے زمین پر آئے۔ جناب سید الشہداء اور حبیب ابن مظاہر بیک وقت پہنچے مظلوم کربلا نے مسلم کے چہرہ سے غبار صاف کیا۔ اور فرمایا۔ مسلم اللہ تجھے جزائے خیر دے۔ اور ہم بھی ساتھ آ رہے ہیں۔

آپ ایک طرف ہوئے تو جناب حبیب نے آگے بڑھ کر جناب مسلم کا سر گود میں لیا اور کہا۔ مسلم میرے لیے تجھے اس حالت میں تڑپتے دیکھتا۔ اتنا ناشاق ہے۔ اگر مجھے یہ یقین نہ ہوتا کہ میں بھی تیرے بعد آ رہا ہوں تو تجھے یقیناً وصیت کے بارے پوچھتا اور تیری ہر وصیت پورا کرتا۔ مگر یاں ہم پھر بھی اگر تو کوئی وصیت کرے تو میں اسے پورا کرنا سعادت سمجھوں گا۔

جناب مسلم نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور کہا۔ حبیب اوصیک بهذا الرجل۔ حبیب میں تجھے فرزند زہرا کی وصیت کرتا ہوں اسے تنمانہ چھوڑنا۔ اس کے قدموں میں قرآن ہونا۔ جناب حبیب نے فرمایا۔ مسلم۔ تجھے اس سلسلہ میں مطمئن ہو کر جانا چاہیے اور میری طرف سے تجھے کبھی ایسی نہ ہوگی۔

اس کے بعد روح مسلم قتل معصری سے پرواز کر گئی۔

جناب مسلم کی ایک کینز نے یوں فرمایا۔ یا سیداہ، یا بنی عوسجہ۔

یہ نوحہ سکر یزیدی فوج خوشی سے تالیاں بجا کر کہنے لگی۔ ہم نے ان عوسجہ کو قتل کر دیا ہے۔

ثبث ابن ربیع نے انہیں جھڑک کر کہا۔ ظالمو! جیسا کہ وہ مسلم جیسے شخص کے قتل پر فخر کرتے ہوئے شرم آنی چاہیے بخدا میں نے زندگی بھر کبھی مسلم کو مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اور اس کی شجاعت کا یہ عالم تھا کہ جنگ تاؤبہ میں اسلامی سپاہ ابھی تک تیار ہو رہی تھی کہ مسلم نے چھوٹے کینز کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ بھرے کوفہ میں مسلم جیسا کہ شخص ڈھونڈنے سے بھی نہ ملے گا۔

۸۔ ہلال ابن نافع بجلی ۱۔

جناب مسلم کے بعد ہلال ابن نافع بجلی میدان میں آئے۔ اور رجز پڑھا۔ مقابلہ میں مزاحم ابن حریت آیا اس نے رجز میں اپنے دین کا اعلان کیا۔ کہ میرا دین یہ ہے۔ کیونکہ ہلال نے اپنے رجز میں یہ کہا تھا۔ کہ میں دین احمد نبی پر ہوں۔

جواب میں مزاحم نے دین احمد کے مقابل دین یزید کا نام لیا۔ اور ہلال پر حملہ کیا۔ ہلال نے اس کا حملہ روک کر جوابی حملہ کیا اور اسے داسل جہنم کر دیا۔

یہ دیکھ کر عمرو ابن ججاج نے پیچ کر کہا۔

اے احمق! تمہیں معلوم ہے کہ کس سے جنگ ہے۔ اگر ایک ایک جاتے رہتے ہو گے تو سب کے سب مارے جاؤ گے۔ یہ سب جان بچ کر میدان میں آئے ہیں۔ موت ان کی تمنائے اور جو مرنے کی خاطر لڑتے ہیں ان کے ہاتھوں سے بچ نکلنا ممکن نہیں ہوتا۔

یہ کہہ کر عمرو ابن ججاج سپاہ مظلوم کو بلا کے قریب آیا۔ اور فوج یزید سے کہنے لگا۔ اے یزید یو! آگے بڑھو اپنے امام کے مخالفین کے قتل میں کسی قسم کا شک نہ کرو۔ تم اپنے دین پر قائم ہو۔

امام حسین نے فرمایا۔ اے ابن ججاج کل میدان محشر میں پتہ چل جائے گا کہ دین پر ثابت قدم کون تھا۔ عمرو ابن ججاج نے فرزند رسول کے میمنہ پر حملہ کر دیا۔ لیکن اس تللیں فوج کے قدم نہ اٹھ سکے ایک گھنٹہ کے اس حملہ سے جب عمر دوپہے بٹا اور بنار چھٹا تو اسے فوج حسین میں صرف چند افراد زخمی نظر آئے جب کہ اس کی اپنی فوج کی لاشوں کے انبار لگے ہوئے تھے۔

اس کے بعد شمر نے میسرہ پر حملہ کر دیا۔ میسرہ میں صرف بتیں سوار باقی تھے شمر کا بیس ہزار کاشکران تیس جابنازوں کے قدم نہ اکھاڑ سکا۔

آخر کار عمر سعد نے تیر اندازوں سے کہا کہ تم ان کے گھوڑوں کو تیر اندازی کا نشانہ بناؤ۔ کئی ہزار تیر انداز نے بیک وقت تیروں کی بوچھاڑ شروع کر دی تیروں کی اس برسات میں تمام گھوڑے کام آگئے۔ اور حسینی سپاہی پیدل ہو گئے۔

عمر سعد نے حکم دیا کہ ان کے سامان کو آگ لگا دو۔ انصار حسین نے اپنے سامان کے تحفظ کی طرف توجہ کی۔ تو امام حسین نے فرمایا۔ اللہ آپ پر رحم کرے۔ کس سے تحفظ کرتے ہو۔ انہیں جلانے دو۔ ان کی لگائی ہوئی آگ خود تمہارا تحفظ کرے گی۔ اور یہ لوگ تم تک نہ پہنچ پائیں گے۔ آگ لگانے دو۔

جب انصاریں کے سامان کو آگ لگائی گئی۔ تو اس تدبیر سے پناہ یزید خود محصور ہو گئی۔ اب ان کے لیے آگے بڑھنے کا راستہ بند ہو چکا تھا۔

پھر ہر طرف سے حملہ شروع ہو گیا۔ لیکن ان لوگوں کی جلا گئی آگ کی وجہ سے وہ صرف ایک طرف سے حملہ کرنے پر مجبور تھے۔

امام حسین کے انصاریں سے ایک ایک کر کے جام شہادت نوش کرنے لگے۔ چونکہ ان کی تعداد میں نمایاں فرق تھا۔

اس لیے اگر لشکر حسین میں سے ایک بھی کم ہوتا تھا تو اس کی کمی محسوس کی جاتی تھی لیکن فوج یزید سے سو بھی داخل جہنم ہوتے تھے۔ قاتل کی کمی محسوس نہ ہوتی تھی۔

جب ان ملائین کا گھیراؤ تنگ ہو گیا۔ تو اب تمام حیدادی نے آگے بڑھ کر سوش کیا۔ قیدان لوگوں کا گھیراؤ تنگ ہوتا جا رہا ہے۔ جب تک ہمارے جہم میں روج ہے اس وقت تک یہ لوگ آپ کے قریب نہ آسکیں گے۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ آج کی آخری نماز آپ کی اقتداء میں پڑھ کر دربار خالق میں پیش ہوں۔

آپ نے سوئے آسمان دیکھا۔ اور فرمایا۔ تو نے نماز یاد کی ہے اللہ تجھے نمازیوں سے محشور کرے۔ یہ نماز کا اول وقت ہے۔

ان سے ملت مانگو تاکہ ہمیں نماز پڑھنے دیں۔

جناب حبیب نے نماز کا وقفہ کرنے کا رخصت مانگی۔

حسین ابن نمیر نے کہا۔ بھلا تمہاری نماز بھی قبول ہوگی۔

جناب حبیب نے فرمایا۔ اسے ناجوہ ماں کے بیٹے! فرزند رسولؐ کی نماز قبول نہیں ہوگی۔ تو تیری قبول ہوگی۔

حسین نے آپ پر حملہ کر دیا۔ جناب حبیب نے حسین کے گھوڑے کے منہ پر وار کیا۔ گھوڑا بک گیا۔ حسین

گر گیا۔

حسین کے سپاہیوں نے آگ سے اٹھایا یا۔

فرزند رسولؐ نے زہرا بن قین اور سعید ابن عبد اللہ سے فرمایا۔ تم میرے ساتھ کھڑے ہو جاؤ۔ تاکہ میں نماز ادا کروں

یہ دونوں کھڑے ہو کر تیروں کو اپنے جسم پر لینے لگے۔ فرزند رسولؐ نے نماز خوف ادا کی۔ جب آپ نے سلام پڑھا۔ تو

سعید ابن عبد اللہ نیزوں۔ تلواروں کے علاوہ ستر ہواں تیر سینہ پر لے کر آپ کی آغوش میں آگرا۔ دم توڑتے ہوئے عرض

کیا۔

یا بن رسول اللہ! حاصل و فیتا۔ اے فرزند رسولؐ! کیا میں نے وفا کی ہے۔

آپ نے جھک کر سعید کی پیشانی کا بوسہ لیا اور فرمایا۔ سعید اللہ تجھے جنازے خیر دے۔ میرا ناما اور میرا باپا میرے

استقبال کی خاطر موجود ہیں۔

جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے اپنے صحابہ سے فرمایا۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے آگے بڑھو۔ اور حرم رسول کا دفاع کرو۔

۹۔ عبد الرحمن ابن عبد اللہ مزینی :-

جب فوج یزید اپنے ان تین پے در پے حملوں میں بھی اس پیاسی فوج کو ختم نہ کر سکی۔ اور نماز کی اجازت نہ دی۔ پھر یہ بھی دیکھ لیا کہ فرزند رسولؐ نے ہماری ہرزاحت کے باوجود نماز ادا کر لی ہے۔ تو اپنی فوج کو تازہ دم کرنے کی خاطر کچھ دیر کے لیے پیچھے ہٹ گئے۔ اس دوران جناب عبد الرحمن ابن عبد اللہ مزینیؓ جو جز خوانی کرتے ہوئے میدان میں آکر مبارز طلحی کی مقابلہ میں کوئی بھی نہ آیا۔ آپ نے حملہ کر دیا۔ لاکھوں یزیدیوں کو واصل جہنم کرنے کے بعد جام شہادت نوش کیا۔

۱۰۔ عمرو ابن قرظہ انصاری :-

جناب عبد الرحمن کے بعد عمرو ابن قرظہ انصاری میدان میں آئے۔ فوج یزید کی طرف سے نیزہ زنی اور تیر اندازی شروع ہو گئی۔ اس نے چوکھی لڑائی لڑ کر اپنے جسم کو فرزند رسولؐ کی ڈھال بنا دیا۔ جو تیر آیا اس نے اپنے جسم پر لیا جو نیزہ آیا اس نے اپنے جسم پر لیا۔ حتیٰ کہ زخموں سے چھلنی ہو کر زمین پر گرا۔ اور عرض کیا۔

اے فرزند رسولؐ! میری قربانی قبول ہے؛

آپ نے فرمایا اے عمرو بنی قربانی دنیا میں تاریخ کا حصہ اور آخرت میں قابل رشک رہے گی۔ بسم اللہ جنت تیری منظر ہے۔ نانا کو سلام عرض کرنا اور بتا دینا کہ ہم بھی آیا ہی چاہتے ہیں۔

عمرو نیا جذبہ سے کرایک مرتبہ پھر اپنے قدموں پر کھڑا ہوا۔ اور صرف جہاد ہو گیا۔ بے شمار یزیدیوں کو واصل جہنم کرنے کے بعد آغوش شہادت میں سکون سے سو گیا۔

۱۱۔ جون حبشی :-

عمرو کے بعد جون اجازت کی خاطر سامنے آیا اور اذن جہاد مانگا۔

فرزند رسولؐ نے فرمایا جون تو ہمارے ہاں سکون کی خاطر آیا تھا۔ ہماری اس آزمائش میں اپنے کو نہ ڈال تجھے میری طرف سے اجازت ہے جہاں جانا چاہے جان بچا چلا جا۔ تجھے کوئی بھی کچھ نہیں کہے گا۔ جون نے اُسوہا کو عرض کیا۔ قبلہ بھلا جیت اور غیرت اسی کا نام ہے کہ خوشحالی میں آپ کی کاسہ لیس کروں اور

مہیبت کے وقت آپ کو چھوڑ کر جان بچا جاؤں۔ میرے آقا میں جانتا ہوں۔ میرے پسینہ سے بولاتی ہے۔ اور کہا میں غلام ہوں۔ اور میرا رنگ بھی کالا ہے۔ شاید آپ یہ گوارا نہیں فرما رہے کہ میرا سیاہ خون آپ کے منور خون میں مل جائے۔ یا آپ کے حسین لاشوں میں میرا سیاہ جسم پٹا ہو۔ اور آپ کے خوشبودار جسموں میں میرا یہ بدبودار جسم شامل ہو۔

میرا درخواست ہے آپ مجھے جنت سے نہ روکیں۔ مجھے اجازت دیں تاکہ میرے پسینہ کی بدبو جنت کی خوشبو میں تحلیل ہو جائے۔ میرے کردار کی بلندی میرے نسب کی پستی پر چھا جائے۔ میرا کالا رنگ جنت کی نضا میں گورا ہو جائے اور میرا سیاہ خون اسی مٹی میں مل جائے جس میں آپ کا نوزاد خون شامل ہو رہا ہے کہ۔

امام حسینؑ نے اٹھ کر خون کو گلے لگایا۔ اس کی پیشانی کا بوسہ لیا۔ اور فرمایا۔ جون دل چھوٹا نہ کر۔ تیری زندگی شاہد ہے کہ ہم نے کبھی تجھ سے تیرے رنگ۔ نسب اور پسینہ کے پیش نظر کوئی سلوک نہیں کیا۔ تیرا دل منور ہے تیری فکر روشن ہے۔ اور تیرا کردار مثالی ہے۔ جا۔ بسم اللہ! اللہ تیرے پسینہ کو معطر تیرے رنگ کو منور۔ اور تیرے نسب کو اعلیٰ فرمائے گا۔

جون فرط مست سے جھوم اٹھا۔ فرزند رسول کے قدموں میں بیٹھ کر بوسہ دیا۔ اور میدان جہاد میں آیا۔ جز خوافی کی۔ اور فوج زید پر حملہ کر دیا۔

یزید کی فوج کا یہ بھی خاصی تعداد کو داخل جہنم کرنے کے بعد راہی جنت ہوا۔

فرزند رسول نے جون کی لاش پر کھڑے ہو کر ایک مرتبہ پھر دست دعا بلند کیے اور عرض کی۔ بار اہا۔ جون کا چہرہ سفید کر دے۔ جون کے جسم کو خوشبودار بنا دے۔ جون کو زمرہ ابرار سے محضو فرما۔ جون کو قیامت کے دن اکل محمڈ سے متعارف فرما۔

امام باقرؑ سے مروی ہے کہ جون کی لاش دو سو دن ملی تھی۔ اس سے کس تیزی کی طرح خوشبو بہک رہی تھی۔

۱۲۔ عمر و ابن خالد حید اوی

جون کے بعد عمر و ابن خالد حید اوی فرزند رسولؐ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا۔ قبلہ ایک طرف پھرنے والے ساتھیوں کی کشش کہتی ہے کہ جلد از جلد ان سے جا ملوں اور دوسری طرف آپ کی تنہائی کہتی ہے کہ کیسے فرزند رسولؐ کو زخم اعدا میں کیا چھوڑوں۔

آپ نے فرمایا۔ بسم اللہ آگے بڑھو۔ بس اب ہمارا بھی تھوڑا سا وقت رہ گیا ہے۔ ہم عنقریب تم سے آئیں گے۔

اجازت لے کر عمر و میدان میں آیا۔ جز خوافی کر کے مصروف جہاد ہوا۔ بہت سے یزیدیوں کو لاش جہنم چکھا کر جام

شہادت سے سرشار ہو گیا۔

۱۳۔ حنظلہ ابن سعد شامی :-

عمر ابن خالد کے بعد جناب حنظلہ نے اپنے کو امام حسینؑ کی ڈھال بنا دیا اور تیروں۔ نیزوں۔ تلواروں اور پتھروں کو اپنے جسم پر لینے لگا۔

اسی اثنائیں فوج یزید سے مخاطب ہو کر کہا۔

اے لوگو! مجھے ڈر ہے کہ میں تم پر یوم احزاب جیسا عذاب نازل نہ ہو جائے۔

اے لوگو! مجھے فکر ہے کہ میں قوم نوح۔ قوم عاد اور ثمود جیسے عذاب سے دوچار نہ ہو جاؤں۔

اے لوگو! مجھے خطر ہے کہ میں دیگر امتوں کی طرح مذبح نہ ہو جاؤں۔ ویسے یقین رکھو اللہ بندوں پر کبھی ظلم نہیں کرتا۔

اے لوگو! فرزند رسولؐ کو قتل نہ کرو۔ عذاب خدا سے بچو۔

علامہ مجلسی کے مطابق فرزند رسولؐ نے فرمایا۔ اے ابن سعد یہ لوگ مستحق عذاب ہو چکے ہیں۔ یہ تو اس وقت

سے عذاب کے حق دار ہو چکے ہیں جب پہلی مرتبہ تم نے انہیں دعوت دی تھی اور ان لوگوں نے تمہیں گالیاں دی تھیں

اور تمہارا مذاق اڑایا تھا۔

اب تو ان کے ہاتھوں سے تیرے ساتھیوں کا خون ٹپک رہا ہے۔ اب کیا ہو گا۔ اب تو کچھ بھی نہیں ہو سکتا اب یہ

لوگ اپنا انجام نہیں بدل سکتے۔

حنظلہ نے عرض کیا۔ فرزند رسولؐ آپ سچ فرما رہے ہیں۔ آقا کیا اجازت ہے کہ میں اپنے ساتھیوں کے پاس بارگاہ

خالق میں چلا جاؤں۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔

بسم اللہ آگے بڑھو اس سمت قدم اٹھاؤ جو تیرے لیے دینا و بانہا سے بہتر ہے۔

حنظلہ نے قدم میدان کی طرف بڑھائے اور عرض کیا۔ السلام علیک یا بن رسول اللہ صلی اللہ علیک و علیٰ اہلبیتک

اللہ مجھے اور آپ کو جنت میں ایک جگہ رکھے۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ آمین۔

جناب حنظلہ میدان میں گئے اور اس شدت سے جنگ لڑی کہ جس طرف رخ کرتے تھے فوج یزید ہکریوں کی

طرح آگے بھاگتی پھرتی تھی۔ دور دور سے تیر اندازی کرتے تھے۔ کوئی قریب نہ آتا تھا۔ بالآخر جناب حنظلہ نے جام

شہادت پیا۔

۱۴۔ سوید ابن عمرو :-

جناب حنظلہ کے بعد جناب سوید ابن عمرو میدان میں آئے۔ اور ٹوٹ کر جنگ کی زخموں سے چور ہو کر ایک جگہ گھوڑے سے زمین پر آ گئے۔ منے کی طاقت نہ تھی۔ اسی طرح زخموں سے نڈھال پڑے تھے کہ ایک لخت زمین کربلا میں زردے آنا شروع ہو گئے۔ قصا تاریک ہو گئی۔ آندھیاں چلنے لگیں۔ یزیدی ایک دوسرے کو مبارکبادیاں دیتے گئے اور گلے مل کر کرکٹے گئے۔ قتل حسین مبارک ہو۔

جناب سوید نے جب سنا کہ فرزند رسول شہید ہو گیا ہے تو اپنی ٹانگ کے ساتھ بندھ ہوئے خنجر کو جیسے تیسے کھولا۔ اور ایک مرتبہ پھر یزیدیوں پر پل پڑے۔ اسی عالم میں شہید ہو گئے۔

۱۵۔ یحییٰ ابن سلیم مازنی :-

جناب سوید کے بعد یحییٰ ابن سلیم مازنی میدان میں آئے۔ اور حق جہاد ادا کر کے مقام شہادت حاصل کیا۔

۱۶۔ قرہ ابن ابوقرہ غفاری :-

جناب یحییٰ کے بعد جناب قرہ میدان میں آئے اور فوج یزید کو واضح نقصان پہنچانے کے بعد شہادت کی آغوش میں سو گئے۔

۱۷۔ انس ابن حارث کاہلی :-

انس نے اٹھارہ سو اوروں کو تہ تیغ کیا۔ اور شہید ہو گئے۔

۱۸۔ عمرو ابن مطاع جعفی :-

انس ابن حارث کے بعد عمرو میدان میں آیا۔ شجاعت کے جوہر دکھا کر درجہ شہادت حاصل کیا۔

۱۹۔ محزون سبط پیغمبر حجاج ابن مسروق :-

عمرو ابن مطاع کے بعد حجاج میدان میں آیا اور شجاعت سے کرشمات کی سعادت حاصل کی۔

۲۰۔ زہیر ابن قین :-

حجاج کے بعد زہیر ابن قین میدان میں رجز خوانی کر کے نکلا۔ ایک سو بیس زیدیوں کو اپنے کبوتر کو دانت تک پہنچا کر کثیر ابن عبد اللہ اور مہاجر ابن اوس کے ہاتھوں جام شہادت نوش کیا۔ جناب سید الشہداء نے زہیر کی لاش پر کھڑے ہو کر کہا۔ زہیر تو ہمیشہ ہمارے قریب رہے گا۔ اللہ تیرے قاتل پر لعنت کرے۔

۲۱۔ حبیب ابن مظاہر :-

جناب زہیر کے بعد جناب حبیب ابن مظاہر میدان جنگ میں آئے رجز خوانی کی۔ باسٹھ زیدیوں کوئی انار کیا ایک تیبھی کے نیزہ سے زمین پر گرے اٹھ رہے تھے کہ سر پر حصین ابن فیمر نے تلوار سے وار کیا۔ پھر اٹھ سکے۔ بدیل ابن حریم نے آپ کا سر کاٹ کر گھوڑے کے گلے میں لٹکایا۔ جب یہ شخص اسی حالت میں کوفہ آیا۔ تو جناب حبیب کے نوخیز بچے نے گھوڑے کے گلے میں اپنے باپ کا سر دیکھ کر پہچان لیا۔ بدیل کے ساتھ ہو گیا۔ کئی دن بعد اسے موقع ملا۔ اور بدیل کو واصل جہنم کر کے باپ کا سر لے لیا۔

۲۲۔ ہلال ابن نافع :-

یہ باہر تیر انداز تھا۔ حضرت علیؑ نے اس کی تربیت کی تھی۔ جناب حبیب کے بعد ہلال میدان میں آیا۔ اور تیر اندازی شروع کی۔ ہلال ہمیشہ اپنے ہر تیر پر اپنا نام لکھا کرتا تھا۔ اس نے اپنی تیر اندازی سے ستر شہسوار کو واصل جہنم کیا جب اس کا ترکش خالی ہو گیا تو اس نے تلوار اٹھ کر تلوار سے جنگ شروع کر دی۔ تلوار سے تیرہ زیدیوں کو واصل جہنم کیا۔

۲۳۔ ایک نوخیز :-

جناب ہلال کے بعد ایک ایسا نوخیز لڑکا میدان میں آیا۔ جس کا باپ پہلے شہید ہو چکا تھا۔ پھر امام حسینؑ نے فرمایا۔

بٹے باپ کے بعد تو ہی ماں کا سارا ہے واپس چلا جا۔

اس نے عرض کیا۔ قبلہ تلوار میرے گلے میں میری ماں ہی نے عمال کی ہے۔ اور اس نے بڑی آرزو کے ساتھ مجھے میدان میں بھیجا ہے۔

آپ زہری ماں کا دل توڑیں اور نہ مجھے شہادت سے محروم فرمائیں۔ مجھے دعا فرمائیں۔

یہ کہہ کر اس بچے نے ریزخوانی کی اور میدان میں کود گیا۔ اپنی عمر سے زیادہ داد و تحاموت دے کر شہید ہوا۔ یزید یوں نے اس کا سر کاٹ کر خیام آل محمد کی طرف اچھال دیا۔ اس کی ماں درخیمہ پر کھڑی ہوئی تھی۔ وہ آگے بڑھی۔ بیٹے کا سر اٹھایا۔ بوسہ دیا۔ اور کہا بیٹے تو نے ماں کو سزا دے کر دیا ہے۔

سر کو زمین پر رکھ دیا اور خیمہ کی چوب لے کر یزید یوں پر حملہ کر دیا۔ جب تک سید الشہداء اسے واپس کرتے اس وقت تک دو یزید یوں کو داخل جہنم کر چکی تھی۔ پھر حکم امام سے واپس خیام میں چلی گئی۔

۲۴۔ جابر ابن عمروہ غفاری :-

یہ صحابی رسول تھا بدی صحابہ سے تھا۔ انصوری کی زندگی میں آپ کے ساتھ رہا۔ آپ کے بعد حضرت علیؑ کے ساتھ رہا۔ بڑھاپے نے اس کی کمر کو جھکا دیا تھا۔ اور بیٹے آنکھوں پر گر چکے تھے۔ اس مردانہ کمر کو ٹپکا سے باندھا۔ اور بیٹوں کو پٹی سے اوپر باندھا۔ مظلوم کربلا نے یہ دیکھ کر فرمایا۔ شکر اللہ سیک یا شیخ۔ اسے بزرگ اللہ تیری اس سعی کا مشکور ہوگا۔ پھر ریزخوانی کر کے فوج یزید پر حملہ کیا۔ ساتھ یزید یوں کو داخل جہنم کر کے شہید ہوا۔

۲۵۔ مالک ابن داؤد :-

جابر کے بعد مالک ابن داؤد میدان میں آئے پندرہ سو اوروں کو جہنم رسید کرنے کے بعد شہید ہو گئے۔

۲۶۔ طرمح ابن عدی :-

مالک کے بعد طرمح ابن عدی ابن حاتم طائی آئے انہوں نے بھی فوج یزید سے اپنا دامن حصہ وصول کیا زخموں سے چور ہو کر گھوڑے سے زمین پر آئے۔

۲۷۔ جنادہ ابن حارث انصاری :-

جناب طرمح کے بعد جنادہ انصاری آئے یزید یوں کو تیغ کرنے کے بعد شہید ہوئے۔

۲۸۔ عمرو ابن جنادہ :-

جناب جنادہ کے بعد عمرو ابن جنادہ میدان میں آیا۔ اور خاصی تعداد کو جہنم پہنچا کر شہید ہوئے۔

۲۹۔ عبد الرحمن ابن عروہ:

جناب عمرو کے بعد عبد الرحمن نے میدان سنبھالا اور داد شجاعت دے کر راہی جنت ہوئے۔

۳۰۔ عابس ابن شیب شاکری:

جناب عبد الرحمن کے بعد عابس نے گھوڑے کو آگے بڑھایا۔ ان کا غلام تھا۔ جس کا نام شوذب تھا۔ آپ نے غلام سے پوچھا۔

آج کیا کرنے کا ارادہ ہے؟

غلام نے عرض کیا۔ دل تو چاہتا ہے کہ اللہ زندگی اتنی دے دے کہ فوج یزید کا ایک سپاہی بھی میدان میں باقی نہ رہے۔

عابس نے کہا۔ مجھے ہمیشہ تجھ سے یہی امید رہی ہے۔ امیرے ساتھ۔ آج یوم حساب ہے۔ اور آج یوم کسب ثواب ہے۔

عابس آگے بڑھا۔ فرزند رسول کو سلام کر کے عرض کیا۔

میرے آقا! روئے زمین پر دور و نزدیک میں سے مجھے ایسی کوئی ذات نظر نہیں آتی آپ کے سوا جس پر میں اپنی جان اور خون قربان کروں۔ جذبات تو چاہتے ہیں کہ اس وقت جسم میں جان رہ جائے جب تک اس صحرا میں ایک بھی یزیدی سانس لے رہا ہے۔ دیکھے مقدر کتنے تک ساتھ دیتا ہے۔ اگر میرے پاس میری جان سے زیادہ کوئی بھی عزیز متاع ہوتی تو آپ سے دفاع میں وہ بھی قربان کرتا۔ لیکن میری جان کے سوا اور کوئی ایسی متاع عزیز نہیں ہے یہ جان حاضر ہے۔

السلام علیک یا ابا عبد اللہ۔ اشہد انی علی

اے ابو عبد اللہ میرا سلام ہو۔ گواہ رہنا میں آپ کے

هدا الشہدای ابیک۔

اس کے بعد وارد میدان ہوا۔

ربیع ابن تمیم کہتا ہے کہ میں نے جب عابس کو میدان میں آتے ہوئے دیکھا چونکہ میں اسے پہچانتا تھا۔ اس لیے میں نے فوج یزید کو مطلع کر دیا اور کہا۔ لوگو! بیچ کے رہنا شیب کا سپوت آرہا ہے۔ جو شیروں کا شیر ہے کوئی تھا اس کے مقابلہ میں جانے کی غلطی نہ کرے۔

میری یہ بات سنا کر عمر سعد نے حکم دیا۔ کہ اسے دور سے پتھروں سے نشانہ بناؤ۔ جب عابس کے مقابلہ میں کوئی نہ آیا۔ تو کافی دیر تک ایک جگہ کھڑے ہو کر کہتا رہا۔ کیا تم میں کوئی مرد نہیں ہے؟ ہر طرف سے سنگباری

شروع تھی۔ جب عباس نے دیکھا کہ کسی طرف سے کوئی نہیں آ رہا۔ تو اس نے ذرہ آنا دیکھنی اور تلوار سے کراٹنا شروع کر دیا۔

بھدا! میں دیکھ رہا تھا دو دو سو کا جتنا بہنہ ستم عباس کے آگے یوں دوڑتا تھا۔ جیسے بھیڑیے کے آگے بکریاں دوڑتی ہیں۔ اسی حالت میں زخموں سے چور ہو کر عباس زمین پر آیا۔ پھر تو قریب آ کر نیزوں سے اس بہادر کا پورا جسم چھلنی کر دیا گیا۔

ایک کہتا تھا میں نے عباس کو شہید کیا ہے اور دوسرا کہتا تھا میں نے کیا ہے۔ جب نزاع بڑھنے لگا۔ تو عمر سعد نے کہا۔ بک بک نہ کرو میں بھی موجود تھا اور تمہاری جو انرو دی دیکھ رہا تھا۔ کسی ایک نے عباس کو شہید نہیں کیا بلکہ ہر شخص خون عباس میں شریک ہے۔

۲۱۔ شہود ۱

عباس کا غلام تھا۔ اور جناب عباس ہی کے ساتھ اور شجاعت دے کر شہید ہوا۔

۲۲-۲۳۔ عبد اللہ اور عبد الرحمن مخفاری :-

جناب عباس و شہود کے بعد یہ دونوں بیک وقت امام حسینؑ کی خدمت میں آئے اور دھاڑیں مار کر رو رہے تھے۔ آپ نے دونوں کو اپنے پاس بلایا اور۔

پوچھا۔ اگر واپس جانا چاہو تو میری طرف سے اس وقت بھی اجازت ہے جاسکتے ہو۔
دونوں نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا۔

قبلہ ایسی بات نہیں ہے۔

آپ نے فرمایا۔ پھر کس بات پر رو رہے ہو۔

دونوں نے عرض کیا! اتنا رو تو صرف اس لیے رہتے ہیں کہ ہم نے اپنی طرف سے ہر ممکن کوشش کی ہے لیکن آپ کا دفاع نہیں کر سکے۔

ہمیں تو صرف ہمارے بعد آپ کی تنہائی اور دختران رسولؐ کی یا یوسی اور بے چارگی رلا رہی ہے کاش ہمارے بس میں کچھ ہوتا۔

آپ نے فرمایا۔ مت گھبراؤ۔ بہت کم وقت میں میں بھی تمہارے ساتھ آملوں گا۔ دختران رسولؐ کا بھی اللہ حافظ ہے۔

بسم اللہ آگے بڑھو۔ اللہ تمہیں جزائے خیر دے۔ تمہارے بس میں جو کچھ تھا۔ تم نے کیا ہے۔

دونوں نے عرض کیا۔ السلام علیک یا ابا عبد اللہ! پھر میدان میں آ کر فوج یزید میں گھس گئے اور اپنا حصہ وصول کر کے جام شہادت نوش کیا۔

۳۲۔ ترکی غلام ۱۔

دونوں عفری بھائیوں کے بعد امام حسینؑ کا یہ ترکی غلام میدان میں آیا۔ مدینہ کا معروف قاری تھا۔ ریز خوانی کی۔

دار شجاعت دے کر گھوڑے سے زمین پر آیا۔ امام حسینؑ اس کے قریب آئے۔ ابھی رتی جان باقی تھی آپ اس کے قریب بیٹھ گئے۔ اس کی پیشانی کا بوسہ لیا۔ غلام نے آنکھ کھولی۔ مسکرایا اور پھر جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

۳۵۔ یزید ابن زیاد شعشا ۱۔

ترکی غلام کے بعد یزید ابن زیاد میدان میں آیا۔ یہ بھی تیر انداز تھا۔ اسے صرف آٹھ تیر چلانے کی فرصت ملی۔ ان آٹھ تیروں سے میں ایک بھی خالی نہ گیا۔ پھر یزیدی فوج نے یلغار کر دی اور یہ مجاہد راہ خدا سراہی جنت ہوا۔

۳۶۔ ابو عمرو ہنشلی ۱۔

یزید کے بعد ابو عمرو ہنشلی میدان میں آئے۔ دار شجاعت دے کر عامر ابن ہنشلی کے ہاتھوں جام شہادت پیا۔

۳۷۔ سیف ابن حارث ۱۔

۳۸۔ مالک ابن عبد اللہ ۱۔

ابو عمرو کے بعد سیف اور مالک دونوں چچا زاد بھائی ایک ساتھ میدان میں آئے اور دار شجاعت دیکر راہی جنت ہوئے

صرف اولاد ابو طالب

ان کے بعد انصار غریب کر بلا میں سے کوئی بھی باقی نہ رہا۔ صرف ذریت رسولؐ رہ گئی۔

بجارج کے مطابق انصار مظلوم کر بلا کے بعد صرف آپ کے اقربا ہی میدان میں پہنچ گئے۔ اقربا میں یہ تین

خاندان تھے۔

۱۔ اولاد حضرت علیؑ - اولاد امام حسن - اولاد امام حسین اور دیگر اولاد حضرت علیؑ۔

۲۔ اولاد جعفر طیار۔

۳۔ اولاد عقیل۔

گویا ب دین کے لیے صرف اور صرف اولاد ابو طالب رہ گئی تھی۔

ان میں کچھ نوجوان تھے۔ کچھ نوجنرتھے۔ اور کچھ کمسن تھے۔ یہ سب ایک دوسرے کو گلے مل کر ایک دوسرے سے الوداع کرنے لگے۔ اور باری باری میدان میں آنے لگے۔

۱۔ عبداللہ ابن مسلم ابن عقیل :-

کر بلا کا شہید اول جناب مسلم کا فرزند تھا۔ جناب رقیہ بنت علیؑ کا نوت جگر تھا۔ میدان جہاد میں آکر اٹھانوسے زیدیوں کو واصل جہنم کیا۔ ایک ظالم نے تیر مارا۔ جس کا نشانہ شہزادے کی پیشانی تھی۔ شہزادے نے تیر کو روکنے کی خاطر ہاتھ کو سامنے کیا۔ تیر اس شدت سے آیا تھا کہ تیر ہاتھ سے گزر کر پیشانی میں پیوست ہو گیا۔ اور ہاتھ بھی پیشانی پر تیر کے ساتھ چبٹ گیا۔ شہزادہ ہاتھ علیحدہ کرنے کی کوشش میں مصروف تھا کہ ایک ظالم نے دل کا نشانہ لیکر نیزہ مارا۔ اور شہزادہ گھوڑے پر زنجیل سکا۔ تیر مارنے والا عمرو ابن صبیح حیدری تھا۔

۲۔ محمد ابن مسلم :-

عبداللہ کے بعد اس کا بھائی اور جناب مسلم کا دوسرا بیٹا محمد میدان میں آیا۔ اس کی والدہ ام ولد تھیں۔ وافر مقدار میں زیدیوں کو قتل کیا۔ بالآخر ابو جہم اسبی۔ اور لقیط ابن ایام جہنی کے ہاتھوں شہید ہوا۔

۳۔ جعفر ابن عقیل :-

محمد کے بعد جناب جعفر ابن عقیل میدان میں آئے۔ پندرہ زیدیوں کو اپنے کیفر کردار تک پہنچا کر عمرو ابن عبداللہ حشقی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ آپ کی والدہ عامر عامری کی بیٹی ام الشتر تھیں۔

۴۔ عبدالرحمن ابن عقیل :-

محمد کے بعد ان کا بھائی عبدالرحمن ابن عقیل میدان میں آیا۔ سترہ زیدی اس کے ہاتھوں جہنم پہنچے اور عثمان ابن خالد جہنی کے ہاتھوں جام شہادت نوش کیا۔

۵- عبد اللہ ابن عقیل :-

جناب عبدالرحمن کے بعد عبد اللہ اکبر ابن جناب عقیل میدان میں آئے داد شجاعت دے کر خالد ابن ولیدؓ جہنی اور لشکر ابن حوطؓ کاٹھنی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

۶- محمد ابن ابوسعید ابن عقیل :-

جناب عبد اللہ کے بعد محمد ابن ابوسعید میدان میں آئے فوج حیدر سے کافی حصہ وصول کر کے لفظ ابن یاسرؓ جہنی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

۷- جعفر ابن محمد ابن عقیل :-

جناب محمد کے بعد جناب جعفر ابن محمد میدان میں آئے اور زیدیوں سے اپنی شجاعت کا لوہا منوا کر شہید ہوئے۔

۸- محمد ابن عبد اللہ ابن جعفر طیار :-

جناب جعفر کے بعد محمد ابن عبد اللہ میدان میں آئے دس زیدیوں کو داخل جہنم کر کے عامران نیشل تمبی کے ہاتھوں شہادت کی سعادت حاصل کی۔

۹- عون ابن عبد اللہ ابن جعفر طیار :-

محمد کے بعد شترادہ عون ابن عبد اللہ میدان میں آیا تین سو اردوں اور اٹھارہ پیادوں کو داخل جہنم کیا۔ اور عبد اللہ ابن یطر طائی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

۱۰- عبید اللہ ابن عبد اللہ ابن جعفر :-

جناب عون کے بعد عبید اللہ ابن عبد اللہ میدان میں آئے اور داد شجاعت دے کر شہید ہوئے۔ جب اولاد جعفر و عقیل شہید ہو گئی تو منتخب کے مطابق مظلوم کے بلانے والی بائیں دیکھا اور فریاد کی داغرتاہ۔ واآله ناصراہ

أما من معین یعیسنا أما من ناصر ینصرنا۔ أما من خائف من عذاب اللہ فیدب عتا۔

کیا کوئی بھی ایسا نہیں جو ہماری اعانت کرے؟ کیا کوئی بھی ایسا نہیں جو ہماری مدد کرے؟ کیا کوئی بھی ایسا نہیں جو عذاب خدا سے خوف کھا کر ہماری مدد کرے۔

اس استغاثہ کے بعد بیک وقت دو شہزادے خیم سے اس طرح باہر نکلے جس طرح چاند طلوع کرتا ہے۔

۱۱۔ احمد ابن حسن :

عمر سو لہ برس۔ عبداللہ ابن عقبہ غنوی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

یہ شہزادہ امام حسینؑ کی خدمت میں آیا اور عرض کی قبلہ اے مجھے اجازت مرحمت فرمائیے۔ امام حسینؑ نے شہزادہ کو گلے لگایا اور بستے آنسوؤں سے رخصت کیا۔ شہزادہ میدان جنگ میں آیا۔ مبارز طلبی کی لیکن مقابلہ میں کوئی نہ آیا باہر طرف سے تیروں اور پتھروں کی بارش شروع ہو گئی۔ شہزادہ فوج یزید میں گھس گیا اور یزیدی ادھر ادھر دوڑنے لگے تیروں اور پتھروں کی اس برسات میں شہزادہ گھوڑے سے زمین پر آیا اور موٹے خیم منہ کر کے عرض کیا۔ علیک السلام یا عماء۔ چچا میرا سلام قبول کرنا۔

خدا حافظ۔

۱۲۔ قاسم ابن حسن :

احمد ابن حسن کے بعد شہزادہ قاسم میدان میں آیا۔ ابو الفرج۔ محمد ابن ابوطالب۔ منتخب اور حکار کے مطابق شہزادہ قاسم ابھی کم سن تھے۔ جب اجازت کی خاطر زہراؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے شہزادہ کو گلے لگایا۔ چچا بھتیجا دونوں اس قدر روئے کہ غش کھا گئے۔

کافی دیر کے بعد جب غش سے افاقہ ہوا تو شہزادہ نے اذن جہاد مانگا۔ مظلوم کربلا نے اجازت دینے سے انکار کر دیا۔

شہزادہ نے اپنا سر مظلوم مصطفیٰ کے قدموں پر رکھ کر قدموں کو بوسے دینے شروع کر دیئے۔ جب سید الشہداء شہزادہ کے چہرہ کو قدموں سے اٹھاتے تھے اور شہزادہ اپنی آنکھیں قدموں سے ملتا تھا۔ بالآخر آپ نے اجازت دی اور انتہائی شہزادہ لہرے سے پوچھا۔

بیٹے بھلا کیا تجھ جیسا لال بھی موت کی طرف اپنی مرضی سے چل کر جاتا ہے۔

شہزادہ نے عرض کیا۔ جب آپ جیسا شریف آتا۔ شفیق امام اور مہربان چچا مظلوم اور بے یار مددگار ہو جائے تو پھر مجھ جیوں کا اندر بیٹھنا دائمی عار کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

امام حسین نے شہزادہ کا عمامہ اتار دیا۔ اسے دو حصوں میں تقسیم کیا۔ دھوپ کی شدت کی بدولت ایک حصہ شہزادہ کے سر پہ باندھا۔ دوسرا حصہ نقاب کی صورت میں چہرہ پر ڈالا۔ قمیص کے دونوں پہلو کفنی کی صورت میں چاک کیے اور فرمایا بیٹے جاؤ۔ خدا حافظ۔

شہزادہ جنگ سے پہلے عمر سعد کے سامنے اکھڑا ہوا اور فرمایا۔
کیا تجھے خوف خدا نہیں؟ کیا تیرے دل میں قربت رسول کا کوئی خیال نہیں؟ کیا تیرے دل کے ساتھ تیری آنکھ کا
پانی بھی مرجھا ہے۔

عمر سعد نے کہا۔ اگر ابن زیاد و زید کی اطاعت کرو تو تو بھی ہر سہولت میسر ہوگی۔
شہزادہ نے کہا۔ اللہ تجھے جزائے خیر سے محروم رکھے۔ تو جس نبی کی نبوت کا کلمہ پڑھتا ہے اسی نبی کی اہل پیاس سے
جان بلب ہے اور پھر بھی تو کہتا ہے کہ میں مسلمان ہوں۔

یہ کہہ کر شہزادہ وسط میدان میں اکھڑا ہوا اور میدانِ طلہ کی
مقابلہ میں ایک ہزار سے تھپاڑنے والا شام کا معروف جنگجو آیا۔ شہزادہ نے جنگی حکمت عملی کی اس کے گھوڑے
کے منہ پر چابک مارا گھوڑا بد کہ یہ گھوڑے پر نہ سنبھل سکا۔ شہزادے نے جھٹ سے اس پر وار کر کے فی النار کر دیا۔
پھر فوجِ زید پر حملہ کیا۔ کئی سواریوں کو فی النار کیا۔ جب تھک گئے تو واپس پلٹنا چاہا۔ لیکن ارزق راستہ روک کر کھڑا
ہو گیا۔ شہزادے نے ارزق کو بھی واصل بہنم کیا۔ اور ان دو گرامی پہلوانوں کے قتل ہونے سے میدان کربلا میں بھی
تھمکے چمچ گیا۔ ہر طرف شہزادہ کی شجاعت کے قصے ہونے لگے۔ اور ساتھ ہی زیدی فوجیوں میں آتشِ انتقام
بھڑک اٹھی۔

شہزادہ نے غیام سے باہر آکر عرض کیا۔

یا عماء العطش العطش ادرکتی
بشربة من الماء۔
چچا جان! پیاس نے مار ڈالا ہے کاش ایک گھونٹ
پانی مل جاتا۔

مظلوم کربلا نے فرمایا۔ بیٹا صبر کرو۔ آپ کا بابا۔ دادا۔ اور نبی کو نبین جام بدست تیرے انتظار میں ہیں۔
شہزادہ واپس میدان میں آیا اور اپنا نصب العین زیدی علمبردار کو بنا کر اسی کی طرف رخ کیا۔ جو نبی شہزادہ
علمبردار کے سر پر پہنچا۔ ہر طرف سے تیروں کی ایسی بارش ہوئی کہ شہزادہ کے لیے آگے کسی طرف بھی نکلنا ممکن
نہ رہا۔

حمید ابن مسلم کا بیان ہے کہ میں آج بھی آئینہ تصویر میں جب میدان کربلا کو دیکھتا ہوں تو سب سے پہلے جس
شخص کا عکس نظر آتا ہے وہ بھی حسن کا لالہ ہے۔ جس کے بائیں جوتے کا تسمہ ٹوٹ چکا ہے اور وہ اتھالی بے تیزی
سے داد شجاعت دے رہا ہے۔

عمر ابن سعد زدی میرے پہلو میں کھڑا تلملارہا تھا۔ کہنے لگا اس بچے نے فوج کا ستیاناس مار دیا ہے۔ میں
اس سے انتقام ضرور لوں گا۔

میں نے کہا۔ تو کتنا سنگدل ہے۔ یہ بچہ تو اپنا دفاع کر رہا ہے۔ بخدا! اگر میں اس کے مقابلہ میں ہوتا تو اس کی

کستی کے پیش نظر اس کا ہر دار برداشت کر لیتا لیکن اس پر ہاتھ نہ اٹھاتا۔ اتنی فوج ہے تمٹ لیں گے۔ تو اس پیاسے کمن کے معصوم خون سے ہاتھ سرخ نہ کر۔

اس ملعون نے کہا۔ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ مجھے ضرور موقع کی تلاش میں رہنا چاہیے۔ جو نہی موقع ملا میں ہاتھ سے جانے نہ دوں گا۔

اس ظالم نے چھپ کر شہزادہ کے سر کا نشانہ لیا۔ تلوار کا اچانک حملہ تھا۔ شہزادہ گھوٹے پر نہ سنبھل سکا۔ منہ کے بل زمین پر آیا۔ تین پر تڑپتے کس کو شیبہ ابن سعد شامی نے پشت میں نیزہ مارا جو سینہ کی طرف سے باہر نکل آیا۔ اس کے بعد یہ ملا عین اپنا غصہ نکالتے رہے۔ ۲۵ تیر شہزادہ کے جسم میں بیورست ہو گئے۔ سعید ابن عمر نے تین دن کے بھوکے اور پیاسے شکم میں نیزہ مارا جس سے شکم دو نیم ہو گیا۔ پھر یحییٰ ابن وہب نے دائیں پھلیں اس زور سے نیزہ مارا جو بائیں طرف سے نکل آیا۔

شہزادہ صرف اتنا کہہ سکا۔ اور کئی یا عمامہ۔ چچا امداد فرایئے۔ اس کے بعد شہزادہ کی آواز تیروں، نیزوں، تلواروں اور گھوڑوں کے نمول میں دب کر رہ گئی۔

جب غبار چھٹا اور امام حسینؑ نے شہزادہ کی لاش دیکھی تو کئی حصوں میں تقسیم ہو چکی تھی۔
مظلوم زہرانے فرمایا۔ بیٹے کتا بے بس ہے تیرا بچا کہ تو بلاتے اور میں تیری امداد نہ کر سکوں۔
تیری آواز کا جواب دوں لیکن نصرت نہ کر سکوں۔

تیری نصرت کرنا چاہوں لیکن دقت گزر چکا ہو۔

حمید کہتا ہے میں نے دیکھا مظلوم کو بلانے بڑی مشکل سے لاشہ قاسم کے ٹکڑوں کو جوڑ کر چادر میں جمع کیا اور اس خیمہ میں لائے جہاں دیگر اہل بیت کے لاشے رکھے تھے۔

۱۳۔ محمد اکبر ابن علیؑ۔

اولاد حضرت علیؑ سے پہلا اور بنی ہاشم سے تیر ہواں شہید ہے۔ یزیدوں کی خاصی مقدار کو فی انار کرنے کے بعد زجران بدلتی تھی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

۱۴۔ عمرو ابن علیؑ۔

محمد اکبر کے بعد عمرو ابن علیؑ میدان میں آئے پہلے اپنے بھائی کے قاتل زجر کو داخل جہنم کیا۔ پھر دوسرے یزیدوں کے خون سے تلوار کو میراب کیا اور شہید ہو گئے۔

۱۵۔ عثمان ابن علیؓ

جناب ام البنین کا فرزند ہے۔ اکیس برس کا سن تھا۔ رجز خوانی کے فوج یزید پر حملہ آور ہوئے بے شمار یزیدیوں کو تیرتھ کرنے کے بعد خولی کے تیر سے گھائل ہو کر گھوڑے سے زمین پر آئے۔ ابان ابن حازم نے سر کاٹ لیا۔

۱۶۔ جعفر ابن علیؓ

عثمان کے بعد جعفر ابن علی میدان میں آئے یہ بھی ام البنین کے فرزند تھے۔ ان کا سن انیس برس تھا۔ وافر مقدار میں یزیدیوں کو داخل جہنم کیا اور شہید ہوئے۔ انہیں بھی خولی کے تیر نے شہید کیا ہے۔ جو دائیں آنکھ میں پیوست ہو گیا تھا۔

۱۷۔ عبد اللہ ابن علیؓ

ان کا سن پچیس برس تھا۔ یزیدی فوج سے خاصی تعداد کو فی النار کر کے ہانی ابن شیبہ حضرمی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

۱۸۔ محمد اصغر ابن علیؓ

اپنے بھائی عبد اللہ کے بعد میدان میں آئے رجز خوانی کی۔ یزیدی فوج میں سے کوئی بھی تمنا مقابلہ پر نہ آیا۔ تیروں کی بارش میں گھوڑے سے زمین پر آئے۔ ابان ابن حازم کے ہاتھوں راہی جنت ہوئے۔

۱۹۔ ابراہیم ابن علیؓ

محمد صفر کے بعد جناب ابراہیم میدان جہاد میں آئے داد و تحامت دے کر شہید ہوئے۔

۲۰۔ عبید اللہ ابن علیؓ

جناب ابراہیم کے بعد عبید اللہ میدان میں آئے یزیدیوں کی متعدد تعداد کو داخل جہنم کرنے کے بعد راہی جنت ہوئے۔

۲۱۔ عباس ابن علیؑ:

عمر ۲۲ برس۔

بھار کے مطابق اولاد حضرت علیؑ سے آخری وہ شہید ہے جس نے فرزند رسولؐ پر اپنی جان قربان کی۔ جب جناب عبید اللہ ابن علیؑ شہید ہوئے تو جناب ابو الفضلؑ غریب زہراؑ کی خدمت میں آئے اور عرض کی۔

هل لي من رخصة - آقا کیا مجھے بھی اجازت مل جائے گی۔

امام حسینؑ نے فرمایا: عباس تجھے معلوم ہے کہ تو میرا علمبردار ہے۔ جب کسی فوج کا علمبردار چلا جاتا ہے تو سپاہ کے سوجھے پشت ہو جاتے ہیں۔

جناب عباس نے پرسکو دائیں بائیں اور آگے پیچھے دیکھا آپ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اور عرض کی۔ آقا! علمبردار تو موجود ہے۔ لیکن اس وقت وہ فوج کہاں ہے جس کا میں علمبردار ہوں۔ آقا مجھ سے نہ تویر لاشے دیکھے جاتے ہیں اور نہ خیام سے بچوں کی صدائے العطش سن سکتا ہوں۔ آپ ایک مرتبہ اجازت دے دیں تاکہ میں اپنا انتقام تو لے سکوں۔

مظلوم کو بلائے فرمایا۔ عباس! ایسا کرو۔ اس وقت انتقام کا خیال چھوڑ دو۔ اگر ہو سکتا ہے تو بچوں کے لیے پانی لا دو۔

جناب عباس نے ایک نیزہ اٹھایا۔ تین دن کا خشک مشکیزہ لیا اور لذت کا رخ کیا۔ مقابلہ میں چار ہزار یزیدیوں نے راستہ روکا۔ لیکن جناب عباس نے راستہ صاف کر لیا اور دریائے فرات میں گھوڑا ڈال دیا۔ چلو میں پانی پینے کو لیا۔ لیکن جب خیام اہل بیت میں صدائے العطش کا خیال آیا تو فوراً دریا میں چینک دیا۔ اور مشکیزہ پر کیا۔ گھوڑے پر سوار ہوئے اور راستہ صاف کرتے ہوئے خیام کی طرف روانہ ہوئے۔

لیکن مقابلہ میں چار ہزار تھے۔ اس طرف ایک تھا مگر بایں ہمہ کسی کو قریب آنے کی ہمت نہ ہو رہی تھی۔ زید ابن ورقانے ایک ٹیلے کے دامن میں چھپ کر وار کیا۔ جس سے آپ کا دایاں بازو جدا ہو گیا۔ آپ نے علم بائیں ہاتھ میں لیا اور آگے بڑھے۔ حکیم ابن طفیل نے چھپ کر دوسرا وار کیا۔ جس سے بایاں بازو جدا ہو گیا۔ جناب عباس نے مشکیزہ کو دانتوں میں لیا۔ مشکیزہ کی ڈھال اپنے سینہ کو بتایا۔

یزیدی فوج کی طرف سے تیروں کی بارشیں ہو رہی تھی۔ ایک تیر مشکیزہ میں آکر لگا۔ پانی بہ گیا۔ ایک تیر عین دل میں آکر بیوست ہو گیا۔ آپ گھوڑے پر نہ سنبھل سکے جو نہی زمین پر آئے۔ ایک ظالم نے سر پر گرز کا دار کیا۔ امام حسینؑ نے جب دیکھا کہ علم جھک گیا ہے۔ میدان میں تلاش کرتے ہوئے آئے دریا سے قریب ہی شہناز خاک و خون میں غلطان ترپ رہا تھا۔

سید الشہداء نے ارادہ کیا کہ لاشہ عباس کو خیم میں لے چلوں۔ لیکن جناب عباس نے عرض کیا: اتنا اگر بچوں نے پوچھ لیا یا سکنے پانی مانگ لیا تو میں کیا جواب دوں گا۔ علاوہ ازیں میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ آپ میرا لاشہ اٹھا کر تکلیف کریں۔

۲۲۔ ہمشکل پیسہ شہزادہ علی اکبرؑ۔

عمر اٹھارہ برس۔

بھار۔ بیچ الاسنان۔ لہوف اور مقفل الی مخفف کے مطابق۔

یہی بنت عروہ کے اٹھارہ سالہ نوجوان ہمشکل نبی نے اس وقت جنگ کی اجازت مانگی جب جناب عباس شہید ہو گئے۔ ویسے اکثر مورخین اور شہزادہ کی زیارت کے مطابق نبی ہاشم میں سے اول شہید جناب یسلی کا یہ لال ہے۔ تمام اہل مدینہ جب زیارت پیغمبر کے شائق ہوتے تھے تو درحسینؑ پر آکر اس شہزادہ کی زیارت کرتے تھے۔ بڑی مشکل سے جناب سید الشہداء نے اجازت دی۔ جب شہزادہ میدان میں جانے لگا تو جناب سید الشہداء نے دونوں ہاتھوں کی انگشت شہادت سوئے آسمان بلند کر کے عرض کیا۔

اے اللہ گواہ بننا اب ان کے سامنے وہ جوان جارہا ہے جو بھری دنیا میں صورت یرت اور گفتگو میں تیرے نبی کے مشابہ ہے، ہم جب بھی تیرے نبی کی زیارت کے شائق ہوتے تھے اس کا چہرہ دیکھ لیتے تھے۔ اے اللہ! اس قوم کو زمین کئی برکتوں سے محروم فرما۔ ان کی جماعت کو پراگندہ کر۔ انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔ ان کے راستوں کو پارہ پارہ کر دے ان کے حکمران کبھی ان پر خوش نہ رہیں۔ ان لوگوں نے ہمیں بلایا اور وعدہ کیا کہ ہماری مدد کریں گے، جب ہم آگے تو اب ہمیں قتل کر رہے ہیں۔

اللہم اشہد علی ہؤ لاء القوم
فقد برز الیہم غلام اشبه الناس
خلقاً و خلقاً و منطقاً برسرك
کنا اذا اشتقنا الی رسولک نظرنا
الی وجهہ اللہم امنعہم برکات
الارض وفرقہم تفریقاً ومزقہم تمزیقاً
واجعلہم طرائق قد دا ولا ترضی الولاة
عنہم اید افا تم دعونا لیتصرونا شو
عد و اعلینا ایقا تلوننا۔

اس کے بعد فرزند رسولؐ نے عمر سعد سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

اے عمر سعد تجھے کیا ہو گیا ہے، اللہ تیری رحم کو قطع کرے۔ اللہ تیرے معاملات سے برکت اٹھالے۔ اللہ تجھ پر ایسے شخص کو مسلط کرے جو میرے بعد تجھے تیرے بستر پر ذبح کر دے۔ تیرے پیری قرابت نبویہ کا بھی خیال نہیں رکھا۔

شہزادہ میدان میں آیا۔ ایک سو بیس زیدی سواروں کو داخل جہنم کیا۔ واپس آئے اور عرض کیا۔

اباجان! شدت پر پاس۔ سورج کی رستی ہوئی گرمی اور لوہے کے اس بو بھرنے بہت تکلیف دے رکھی ہے۔ کاش ایک گھونٹ پانی مل جاتا۔

امام حسینؑ تے قریب بلایا۔ گلے لگایا۔ پیشانی کا بوسہ لیا۔ اور فرمایا بیٹے اپنی زبان میرے منہ میں رکھ جو نہی شہزادہ نے اپنی زبان مظلوم کر بلا کے منہ میں رکھی۔ فوراً پیچھے ہٹے۔ مظلوم کر بلا نے پوچھا بیٹے کیا ہوا؟

شہزادہ نے عرض کیا۔ اباجان! آپ کی زبان تو میری زبان سے بھی زیادہ خشک ہے۔ شہزادہ پھر واپس میدان میں آیا دو یوزبیدیوں کو فی الزاریا کیا۔ مسلسل حملے کر رہے تھے کہ مرہ از۔ منقذ عیدی تے چھپ کر دل کا نشانہ لیا اور پوری قوت سے نیزہ اچھال دیا۔ نیزہ کی انی ذرہ سے پار ہو کر ہم شکل نبی کے دل میں پیوست ہو گئی۔ انی ٹوٹ گئی۔ شہزادہ گھوڑے پر نہ سنبھل سکا۔ دونوں بازو گھوڑے کے گلے میں جامل کر دیئے۔ یزیدیوں نے ہر طرف سے گھیر لیا۔ اور گھوڑے کی زین پر جھولتے ہوئے تو خیز ہم شکل نبی پر تلواروں۔ نیزوں اور تیروں سے ٹوٹ پڑے۔

جب شہزادہ نے دیکھا کہ اب خیمہ تک نہیں پہنچ سکتا زخموں کی کثرت سے آہستہ آہستہ ہاتھوں کی گرفت ڈھیلی پڑ رہی ہے۔ تھوڑا سا سرائٹھا کر خیمہ کی طرف رخ کیا۔ اور عرض کیا۔

عليك السلام يا اباة ادرکنی۔ بابا میرا آخری سلام ہو۔ بیٹے کی امداد کیجئے۔ حمید کہتا ہے کہ میں دیکھ رہا تھا۔ مظلوم کر بلا بیٹے کی لاش پر آنے کی خاطر قدم قدم پر ڈگمگا رہے تھے۔ اور خیمہ سے ایک ستور باہر آئیں جن کی عیان کے قدموں سے الجھ رہی تھی۔ مظلوم کر بلا سے پہلے لاشہ شہزادہ پر پہنچی جب جناب سید الشہد اپنے اور دیکھا تو کہا۔ زینب میرے جیسے جی تو اور خیمہ سے باہر۔

اس مخدرہ نے کہا۔ حسینؑ آپ تو خیمہ سے باہر تھے۔ تمام بی بیوں در خیمہ پر کھڑی ہیں۔ اور ہر بی بی باہر آنے کو بے تاب ہے۔ میں سب کی بناہت سے آئی ہوں تاکہ تو اپنے بیٹے کا غم بھول کر میری طرف متوجہ ہو جائے۔ جناب سید الشہد انے اس مخدرہ کے بازو سے پکڑا اور خیمہ میں چھوڑ کر آئے۔ پھر بیٹے کے سر ہانے بٹھ گئے سرائٹھا کر افوش میں لیا۔ چہرہ کو اپنی جاکے دامن سے صاف کیا۔ پھر اٹھے بیٹے کو اس طرح اٹھایا کہ ہم شکل نبی کا سینہ اپنے سینے سے لگایا۔ ایک ہاتھ سر کے نیچے دوسرا کمر کے نیچے رکھ کے سوتے خیمہ چلے۔ تمام فوج دیکھ رہی تھی کہ حسینؑ کس عزم اور ہمت سے اپنے جوان بیٹے کا لاشہ اٹھا کر لے جا رہے ہیں۔ ہم دیکھ رہے تھے کہ شہزادہ کے قدم زین چومتی جا رہی تھی۔

روانگی سے قبل میں نے ام المؤمنین ام سلمہ کے پاس رکھے تھے واپسی پر وہ سنبھال لینا۔

جناب سجاد سے الوداع کیا واپس اپنے خیمہ میں آئے تمام مستورات اسی خیمہ میں جمع ہو گئیں۔ فواجحاح پر سواری کا ارادہ کیا۔ دائیں بائیں دیکھا کوئی نظر نہ آیا۔ بے ساختہ آپ کے منہ سے نکلا۔

این این یا حبیب این مظاهر۔ این این یا زہید این قین۔ این این یا مسلم این عوسجہ۔ این اتم یا قرسان الہجاء انا دیکم ولا تجیبون۔ اسے میدان شجاعت کے سوار! آج میں ایک ایک کا نام لے کر لپکار رہا ہوں تم جواب تک نہیں دیتے۔

جناب لہابہ زوہبہ جاس تے رکاب پکڑ لی اور عرض کیا۔
آقا سوار ہو جائیے۔

آپ نے پوچھا کون ہے۔

بی بی نے عرض کیا۔ آپ کے غلام کی کنیز ہوں۔

آپ سوار ہوئے۔ درخیمہ پر کھڑے ہو کر کہا۔ یا سکینہ۔ یا ناظمہ۔ یا ام کلثوم زینب۔ علیکن منی السلام۔ کس سکینہ نے کہا۔ یا ابتہ استسلمت للموت۔ بابا! کیا موت کے لیے تیار ہو گئے ہیں۔

فرمایا۔ کیف لایستسلم من لانا۔ مرلہ ولا معین۔ بھلا وہ کیسے موت کی طرف نہیں جائے گا جس کا کوئی ناصر رہا ہونہ مددگار۔

شہزادی نے عرض کیا۔ یا ابتہ روتنا الی حرم جدنا۔ بابا! ہمیں تو اپنے نانا رسول کے حرم میں پہنچا دیں۔

فرمایا۔ بیٹی! اگر نانا کی امت کے دل میں حرم رسول کا احترام ہوتا تو میں وہاں سے تمہیں ساتھ لے کر چلتا ہی کیوں۔

آپ میدان میں آئے اور یوں استغاثہ بلند فرمایا۔

اللہم اناک تری ما یضع بولد نبیک هل

من راحم یرحم آل الرسول المختار و

هل من ناصر ینصر الذریۃ الاطہار۔

هل من مجیز لا بناء البتول۔

هل من ذاب یدب عن حرم الرسول

هل من موحد ینجات اللہ

هل من مغیث یرجو اللہ فی اغاثتنا۔

اسے اللہ تو دیکھ رہا ہے تیرے نبی کی ذریت ہے جو

سلوک کیا جا رہا ہے آل رسول پر تو جس کھانے والا کوئی ہے

پاکیزہ آبا و اجداد کی طاہر ذریت کی مدد کرنے والا کوئی ہے

اولاد بتول کو پناہ دینے والا کوئی

حرم رسول کی حفاظت کرنے والا کوئی ہے۔

کوئی ایسا خدا پرست ہے جسے ہماری مظلومیت پر ترس آئے۔

کوئی فریادیں ہے جو نبی سبیل اللہ ہماری فریادیں کرے۔

جب جواب میں تیروں کی بارش اور سنگ باری ہوئی تو آپؑ اگے بڑھے اور رجز خوانی کی۔

ملائکہ کی آمد :-

امالی صدوق کے مطابق منصور نامی فرشتہ کی زیر قیادت چار ہزار ملائکہ استغاثہ مظلوم زہراؑ سے شکوہ کر کے منصور نے عرض کیا۔

قبیلہ !۔ اللہ کی طرف سے ہمیں آپ کی مدد کی اجازت ملی ہے۔ آپ اجازت دیں۔ تاکہ ان ملائین کو بھی فی النار کر دیں۔

آپ نے فرمایا۔ اگر حکم خدا ہے تو مجھ سے اجازت کی ضرورت نہیں اگر میری اجازت کی ضرورت ہے تو پھر میں نے اپنے نانا کی امت سے مدد مانگی ہے جو انسان ہیں۔ تم سے مدد کی درخواست نہیں کی جب درخواست کروں گا تو پھر آ جانا۔

منصور اپنی فوج کے ساتھ پیچتم گریاں واپس چلا گیا۔

بعد از شہادت اسی منصور کو انہی ملائکہ کے ساتھ قبر غریب کربلا پر تاقیامت قائم و گریہ کے لیے مقرر کر دیا گیا۔

جنات کی آمد :-

ملائکہ کے بعد قوم جن نے آ کر عرض کیا۔ قبیلہ ! ہمیں اجازت دیں تاکہ ہم ان ملائین کو واصل جہنم کر دیں۔

آپ نے فرمایا۔ اگر میں تمہاری مدد سے نانا کی امت سے لڑنا چاہتا تو ملائکہ ہی کافی تھے۔

سردار جنات نے فرمایا۔ فرزند رسول آپ نے استغاثہ فرمایا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ ہاں استغاثہ کیا ہے۔ لیکن نانا کی امت سے۔ اللہ نے ہمیں اتنی قدرت دے رکھی ہے۔ اگر

چاہوں تو پیچتم زون میں ان تمام کو ہضم کر دوں۔ یہ ان کا بھی امتحان ہے۔ اور میرا بھی امتحان ہے۔ تم جاؤ۔

مقتل الجحش کے مطابق امام حسینؑ عمر سعد کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔

عمر سعد تو دیکھ رہا ہے اس میدان میں میرا ہر لاشہ تڑپ رہا ہے۔ مجھے جینے کی ضرورت ہے نہ خواہش

لیکن ایک تو اس لیے کہ تم لوگ میرے قتل سے بچ جاؤ۔ دوسرا ذیت رسولؐ کی تہذیبوں کا پروردہ مجھے مجبور کر رہا ہے

کہ میں تجھے ایک موقع دوں تب میں سے ایک بات مان لے۔

عمر سعد نے کہا۔ کون سی تین باتیں ہیں۔

فرزند رسولؐ نے فرمایا۔ مجھے واپس اپنے نانا کے حرم میں جانے دے۔

عمر سعد نے کہا۔ ناممکن ہے۔

فرزند نہرا نے فرمایا۔ مجھے پانی کا صرف ایک گھونٹ دے دو شدت پیاس سے میرا جگر کیاب ہو رہا ہے
عمر سعد نے کہا۔ یہ نہیں ہو سکتا۔

نعت دل بتول نے فرمایا۔ دستور عرب کی طرح ایک ایک میرے مقابلہ میں آؤ۔
عمر سعد نے کہا۔ ہاں یہ ممکن ہے۔

پھر آپ نے فرمایا۔ اسے اہل کوفہ و شام مجھے اتنا تو بتا دو کہ تم کیوں مجھے قتل کرنا چاہتے ہو۔
کیا میں نے حکم خدا سے نافرمانی کی ہے؟
کیا میں نے سنت نبویہ کو ترک کیا ہے؟
کیا میں نے شریعت میں کوئی تبدیلی کی ہے؟

یزید یوں نے بیک وقت کہا۔ ان میں سے کوئی بات بھی نہیں ہے۔ ہمیں صرف اور صرف تیرے باپ کے
عداوت جنگ پر آمادہ کیے ہوئے ہے۔ بدر و حنین میں تیرے باپ نے ہمارے اسلاف کو قتل کیا۔ آج آپ کے باپ سے
بغض کا انتقام آپ سے لیا جا رہا ہے۔

پھر آپ نے فرمایا۔ میری مقابلہ میں ایک ایک کی پیش کش موجود ہے۔ لیکن یہ نہ سمجھو کہ میں کمزور ہوں تم تازہ دم
ہو۔ اور میں تین دن سے بھوکا اور پیاسا ہوں۔ پھر بھی تم سے جنگ کی تاب باقی ہے۔ فرمایا میرے ایک حملہ کا مقابلہ
تو کر دیجھو۔ یہ کہہ کر آپ نے حملہ کیا۔ ڈھائی ہزار یزیدیوں کو داخل جہنم کیا۔ پھر اپنی جگہ آکر کھڑے ہو گئے اور فرمایا۔
عمر سعد! اب ایک ایک کو میرے مقابلہ میں بھیج۔

ایک ایک ہو کر یزیدی مقابلہ میں آنے لگے۔ اور پورے تول کے ہاتھوں واصل جہنم ہو گئے۔ آخر یزیدیوں میں سے کوئی بھی
مقابلہ میں آنے پر آمادہ نہ ہوتا تھا۔

ہوف میں یزیدی یعنی شاہدوں کا بیان ہے کہ بخدا آج تک ایسا زخمی نہیں دیکھا جس کی اولاد اور انصار
ریزار پر پڑے ہوں۔ اور اس جرات و ہمت سے لڑ رہا ہو کہ جس طرف حملہ کرتا تھا یزیدی سپاہی اس طرح بھاگتے تھے
جس طرح شیر کے سانسے بکریاں بھاگتی ہیں۔

حمید ابن مسلم کہتا ہے کہ تیروں کی برسات کی وجہ سے غریب رسول کا جسم نظر نہیں آتا تھا۔ جہم مقدس سے نکتے
وے خون سے ذرہ پر ایک تہ جم چکی تھی۔

مقتب کے مطابق جب شمر نے دیکھا کہ جو بھی مقابلہ میں جاتا ہے قتل ہو جاتا ہے۔ عمر سعد سے کہا۔ جناب
اس صورت حال میں تو اگر پورا خطہ عرب بھی آجائے تو یہ تمام کونسا کر دے گا۔ تجھے معلوم تو ہے کہ اس کی رگوں میں
علی کا خون اور بنت رسول کا دودھ ہے۔ کبھی میمنہ پر حملہ کرتا ہے۔ کبھی میسرہ کو تتر بتر کر دیتا ہے اب تک ہمارے
ہزاروں سپاہی مارے جا چکے ہیں۔

عمر سعد نے کہا۔ پھر کیا کریں ؟

شمر نے کہا۔ تمام فوج کو حکم دے کہ چاروں طرف سے گھیرا ڈالے۔ ہمارے پاس چار ہزار تیر انداز ہیں وہ تیر اندازی کریں۔ تیر اندازی سے کمزور ہوگا۔ جب زمین پر بیٹھنے کے قابل نہیں رہے گا تو پھر تمام فوج نیزوں اور تلواروں سے حملہ آور ہو جائے گی۔ جتنے اس کے بہتر جانثاروں نے مارے ہیں ان سے زیادہ یہ تنہا مار چکا ہے۔ ذرا میدان میں دیکھ لائیں ہی لاشیں نظر آتی ہیں۔ دس ہزار سے اوپر کی راہ تو لے چکا ہے زخمی ان کے علاوہ ہیں۔

عمر سعد نے کہا۔ ٹھیک ہے ایسا ہی کرتے ہیں۔

اس نئی جنگی تدبیر سے چار ہزار تیر اندازوں کو حکم دیا گیا کہ تیر برسوں کی بارش میں ایک طرف سے سوار آگے بڑھنے لگے اور ان سواروں نے منگول ٹبر کو خیم سے کاٹ دیا۔

فرزند رسولؐ نے باوا بلند فرمایا۔ اگر تمہیں قیامت کا خوف نہیں اور دین کو کچھ نہیں سمجھتے تو کم از کم اپنی عرب حیت کا ساتھ نہ چھوڑو۔

شمر نے کہا۔ اسے فرزند نہ ہر گیا کہہ رہے ہو۔

آپ نے فرمایا۔ میں تم سے جنگ لڑ رہا ہوں۔ مستورات خیم کے اندر ہیں۔ اپنے وظیفہ خواروں سے کہدو جب تک میں زندہ ہوں اس وقت خیم کی طرف نہ جاؤ۔

شمر نے حکم دیا کہ خیم کی طرف مت جاؤ۔ مردوں کی طرح اس تنہا کا مقابلہ کرو۔

فرزند رسولؐ کو دیارے فرات پر جانا چاہتے تھے۔ لیکن درمیان میں زیدی ٹڈی دل حائل ہو جاتا تھا۔ بالآخر آپ نے عمرو ابن جراح اور عمرو بھی جو چار ہزار کے ساتھ دریائے فرات پر ماہور تھے۔ حملہ کر کے کنارہ دریا خالی کیا۔ اور گھوڑے کو دریا میں ڈال دیا۔ جب گھوڑے پانی کی خشکی محسوس کی تو پانی پینے کو سر جھکایا۔

امام حسین نے گھوڑے سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ انا عطشان وانت عطشان والله لا ذقت الماء حتی تشرب تو بھی پیسا ہے اور میں بھی پیسا ہوں۔ لیکن جب تک تو پلے نہیں پی لے گا میں نہیں پیوں گا۔ ذوالجناح نے زبان حال سے سر ہلا کے اشارہ کیا۔

جب تک آتما نہیں پی لے گا میں منہ تک نہ لگاؤں گا۔

چنانچہ آپ نے چلو میں پانی لیا۔ اور پینے کے لیے چلو کو منہ کے قریب کیا۔ حسین ابن نمیر نے نشانہ لے کر تیر مارا۔ جو آپ کے دائیں رخسار میں پیوست ہو گیا۔ پانی ہاتھ سے گر گیا۔ آپ نے اسی ہاتھ میں رخسار سے ہتہا ہوا خون لیا اسے آسمان کی طرف اچھال کر کہا۔ بار اہبا! گنواہ رہنا۔ ان لوگوں نے مجھے پانی نہیں پینے دیا۔ آپ نے پھر دوسری مرتبہ چلو میں پانی لیا۔

عمر سعد نے سپاہیوں سے کہا۔ تمہیں بیعت زیدی کی قسم ہے۔ اگر حسین نے پانی کا ایک گھوٹ بھی پی لیا۔ تو پھر

تم میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑے گا۔

چنانچہ غولی نے کہا۔ حسین تو پانی پی رہا ہے اور سپاہیوں نے تیرے خیام کو آگ لگا دی ہے۔ آپ نے پانی پھینک دیا۔ اور دریا سے باہر آئے خیام میں پہنچے دیکھا تو خیام سالم تھے جو نہی بچوں نے آپ کو دریا سے پلٹتے دیکھا سمجھے پانی لائے ہیں دوڑ کر در خیام پر آئے لیکن جب زخمی رخسار دیکھا تو بچوں کی چیخیں نکل گئیں۔ مستورات نے گریہ کرنا شروع کیا۔

فرزند رسولؐ نے فرمایا۔ اب خاموش ہو جاؤ۔ رونے کا وقت بہت ہے۔

دختر زہراؑ نے سوال کیا۔ بھیا کیا آپ کو اپنی شہادت کا یقین ہو چکا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ زینب میں شہادت کا یقین ہے کہ ہی مدینہ سے چلا تھا اور اب تو حالات آپ کے سامنے ہیں جس شخص کا نہ کوئی ناصر ہو اور نہ مددگار دشمن سامنے ہو پھر کیسے یقین نہیں ہوگا جی بی نے عرض کیا۔ بھیا ہمیں واپس مدینہ کون لے جائے گا۔

آپ نے فرمایا۔ بن مدینہ تمہیں سجاؤ لے جائے گا۔ میں چشم امامت سے دیکھ رہا ہوں۔ تمہارے سروں پر چادریں نہیں۔ تمہارے ہاتھوں میں رسیاں ہیں اور کربلا سے کوفہ۔ اور کوفہ سے شام تک تمہیں بے پالان کے اونٹوں پر لے جایا جا رہا ہے۔ تمہیں شہر بشہر تشہر کیا جا رہا ہے۔ یہ سن کر بنت زہراؑ نے بن یکے سر اور منہ پر طمانچوں سے بھی ماتم کیا۔

آپ نے صبر کی تلقین کی۔ اللہ کے سپرد کیا۔ اور اللہ اداع کر کے رخصت ہوئے۔ میدان میں آئے۔ شمر سے پانی مانگا۔

شمر نے کہا۔ حسین تمہارے بقول تیرا با با ساقی حوض کوثر ہے۔ اب یہ دنیا کا پانی پی کر کیا کرو گے۔ اب کوثر پینا۔

ابوالمخوق جحفی نے آپ کو تیرا مارا۔ جو پیشانی میں پیوست ہو گیا۔ آپ نے خون پورے پھرے پر مل دیا۔ اور عرض کیا۔

بار اہبا! جو کچھ تیرے نبی کی فدیت سے ہو رہا ہے تو اچھی طرح واقف ہے۔

اس کے بعد آپ نے زید یوں پر حملہ کر دیا۔ جو بھی تلوار کی زد میں آجاتا تھا۔ واصل جہنم ہوتا تھا۔ زید یوں کی طرف سے تیروں کی موسلا دھار بارش بھی جو آپ اپنے سینہ پر لے کر آگے بڑھتے تھے اور فراتے تھے۔

اسے بدترین امت۔ کسی نبی کی امت نے اپنے نبی کے اہل بیت سے یہ سلوک نہیں کیا جو تم عترت مصطفیٰ سے کر رہے ہو۔

یاد رکھو! میرے قتل کے بعد تمہارا کسی کا قتل کوئی قیمت نہیں رکھے گا۔ قتل کا ایسا باب کھلے گا جو قیامت ربیکا

اور اللہ تم سے میرا انتقام اس طرح لے گا کہ تمہیں خبر بھی نہ ہوگی۔

اس اثنا میں آپ کا جسم زخموں سے پھلنی ہو چکا تھا۔ ایک ہزار نو سو زخم تیر سے لگا تھا۔ علامہ مجلسی نے زخموں کی تعداد یوں لکھی ہے۔

۵ تیروں کے زخم چار ہزار۔

۵ نیزہ و تلوار کے زخم ایک سو اسی تھے۔ ابو مخنف نے نیزہ کے ایک سو چھیالیس زخم۔ اور تلوار کے ۳۳ زخم بتائے ہیں۔

امام محمد باقرؑ سے مروی ہے کہ آپ کے جسم پر تیروں کے چار ہزار زخموں کے علاوہ تین سو ساٹھ زخم نیزوں کے تھے زخموں کی تعداد میں اختلاف کے باوجود اس بات میں اتفاق ہے کہ جتنے بھی زخم تھے سب کے سب جسم کے سامنے ولے حصے پر تھے جو پیشانی سے پاؤں تک تھے۔ پشت پر ایک زخم بھی نہ تھا۔

آپ کچھ دیر ستانے کے لیے کھڑے ہوئے ایک ظالم نے پتھر مارا۔ جو پیشانی پر تیر کے زخم کے دائیں لگا۔ خون بہنے لگا۔ آپ دامن عباس سے خون صاف کر رہے تھے کہ ایک سہ شعبہ زہرا لود تیر آپ کے سینہ میں آپ بوست ہوا۔

اس وقت آپ نے کہا۔ بسم اللہ وباللہ دعی ملۃ رسول اللہ آپ نے رخ سوئے آسمان کیا اور عرض کیا۔

بارا ہما! تجھے معلوم ہے کہ سیاہ بخت اس شخص کے درپے قتل ہیں کہ کہہ ارض پر اس کے سوا تیرے نبی کی دختر کا فرزند اور کوئی نہیں ہے۔

پھر آپ نے وہ تیر پشت کی طرف سے نکالا۔ خون کا فوراً پھوٹ نکلا۔ آپ نے دائیں ہاتھ پر خون لیا اور سوئے آسمان اچھال دیا۔ اس خون سے ایک قطرہ بھی زمین پر نہ گرا۔ پھر آپ نے دوسرا چلو خون سے بھرا اور اپنے سر اور ریش مبارک پر مل دیا اور فرمایا۔ اپنے نانا۔ بابا۔ ماں اور بھائی سے اسی حالت میں ہی ملاقات کروں گا۔

آپ یونہی کھڑے تھے کہ ایک کنڈی نے آکر آپ کے سر پر تلوار سے وار کیا۔ آپ نے فرمایا۔ ظالم اللہ تجھے اس ہاتھ سے کھانا پینا نصیب نہ کرے۔ اس کے دونوں ہاتھوں سے سردیوں میں خون ٹپکتا تھا اور گرمیوں میں کٹڑی کی مانند خشک ہو جاتے تھے۔

جب آپ اسی حالت میں کھڑے تھے شمر نے فوج کو آواز دی۔ اب کیا کھڑے دیکھ رہے ہو۔ زخموں سے نڈھال ہو چکا ہے۔

آگے بڑھو۔ تاکہ فارغ ہو کر اور کام کریں۔ ہر طرف سے ظالم آگے بڑھنے لگے۔ حسین ابن غیر نے بورد گاہ نبوی کا نشانہ لے کر تیر مارا۔

ابو ایوب مخوفی نے حلقوم مبارک کا نشانہ لے کر تیر مارا۔ اس وقت آپ نے کہا۔ بسم اللہ وبالله لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ یہ رضائے خدا میں شہادت ہے۔

زرعہ ابن شریک نے آپ کے بائیں کندھے پر تلوار سے وار کیا۔

عمر ابن خلیفہ جمیفی نے دائیں کندھے پر تلوار لگائی۔

سنان ابن انس نخعی نے سینہ میں تیر مارا۔

صالح ابن وہب منزلی نے کمر میں نیزہ مارا۔

اس نیزہ کے بعد آپ زین فدا الجناح پر نہ سنبھل سکے۔ آپ زمین پر دائیں رخسار کے بل آئے۔ اور پڑھا۔

بسم اللہ وبالله وعلی ملة رسول اللہ۔

پھر آپ اٹھ کر شیعے حلقوم مبارک سے تیر نکالا۔ اس سے بہنے والا خون ہاتھ میں لے کر اپنے سر اور ریش مبارک پر خضاب کر لیا۔

حمید ابن مسلم کہتا ہے کہ اس عالم میں خپام سے ایک ستور بڑی تیزی سے باہر آئی۔ اس کے پاؤں چادر میں الجھ رہے تھے۔

فریاد کر رہی تھی۔ واسیداہ۔ واہل بیتاہ۔ لیت السماء طبقت علی الارض آسمان گر کیوں نہیں جاتا۔

لیت الجبال تدکدک علی السہل پہاڑ نیزہ نیزہ کیوں نہیں بوجھتے؟

بحار کے مطابق اس مخدرہ نے عمر سعد سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

یا بن سعد یقتل ابو عبد اللہ وانت تنظر الیہ۔

اے سعد زادے ابو عبد اللہ کس بے دردی سے شہید ہو رہا ہے اور تو دیکھ رہا ہے۔

عمر سعد نے رنج پھیر لیا اور کوئی جواب نہ دیا۔

اس مخدرہ نے تمام زیدیوں سے فرمایا۔

و یحکم اما فیکم مسلو۔

اس کا بھی کسی نے جواب نہ دیا۔ میں نے زیدیوں سے پوچھا۔ یہ کون مستور ہے؟ ایک نے کہا۔ اس بی بی کا

ہجر حضرت علیؑ سے ملتا جلتا ہے۔ اندازہ یہی ہے کہ یہی علیؑ کی بڑی بیٹی اور جعفر طیار کی بہن ہے۔

ہوف میں سید نے آپ کے فدا الجناح سے زمین پر آنے کے بعد کا تذکرہ یوں کیا ہے۔

شمر نے باواز بلند کیا۔ ذلیل ہو جاؤ۔ اب کس بات کا انتظار کر رہے ہو۔ اب تمہیں کس بات کا ڈر ہے اب تو فرزند

نہرٹنے کے قابل نہیں رہا۔

شمر کی یہ آواز سنا کر تمام فوج آگے بڑھی۔

ذرعہ ابن شریک نے آپ کے کندھے پر تلوار سے وار کیا۔ دوسرا وار بائیں کندھے پر کیا۔ آپ اٹھتے تھے پھر سنبھل نہ سکتے تھے۔ چند قدم اسی طرح چلے کہ سامنے سے سنان ابن انس نے منسلی پر نیزہ مارا۔ وہاں سے نیزہ نکال کر دوسرا نیزہ سینہ میں مارا۔ نیزہ نکال کر پھر حلق مبارک میں تیرا مارا۔ اس تیر کے بعد آپ سنبھل نہ سکے اور گر گئے۔ پھر اٹھ کر بیٹھے حلق سے بہنے والا خون دونوں ہاتھوں پر سے کمر اور ریش پر خضاب کیا اور فرمایا۔ اسی حالت میں نانا بابا بھائی اور ماں سے ملکر بارگاہ خالق میں جاؤں گا۔

پھر آپ بیٹھ بھی نہ سکے۔ غش کھا گئے۔ کافی دیر تک عالم غش میں رہنے کے بعد اٹھ کر بیٹھے۔ پھر اٹھنے کا ارادہ کیا لیکن نہ اٹھ سکے۔ اس وقت بے ساختہ کہا۔ واجدہ۔ واحمداء۔ وابتاہ۔ واعلیاہ۔ پھر بیٹھ نہ سکے غش کھا گئے تین گھنٹے مسلسل غش میں رہے۔

غش سے افاقہ ہوا۔ اٹھ کر بیٹھے قبضہ تلوار کا سہارا لیا۔ پیشانی قبضہ تلوار پر رکھی۔ بعض روایات کے مطابق اس وقت کفن سیکھ دوڑ کر آئی۔ اور سلام کیا۔

آپ نے سراٹھا کر فرمایا۔ سیکھتے اس وقت کہاں آئی ہو؟

شمر ذبی نے عرض کیا۔ لا تزودھنک فی آخر وقتک۔ ائدہ ن لی ان اعانقک آپ کے اس آخری وقت کی دل میں تصویر بنانے آئی ہوں۔ اجازت دیں تاکہ ایک مرتبہ گلے لگا لوں۔

آپ نے اجازت دی۔ بچے نے کوشش کی لیکن گلے نہ لگا سکی۔

منظوم کر بلائے فرمایا۔ بیٹی کیا بات ہے گلے کیوں نہیں لگاتی۔

بچے نے عرض کیا۔ بابا۔ کوشش کر رہی ہوں۔ لیکن کیا کروں۔ میرے ہاتھ چھوٹے ہیں اور تیرے لیے ہیں۔ ہاتھ نہیں پہنچ رہے۔

آپ نے جسم سے تیر نکالے۔ گود خالی کی۔

بچی کو گود میں بٹھایا۔ سر جو ما۔

اتنے میں شمر آیا اور کہا۔ حسین بچی کو الگ کر دے۔

آپ نے فرمایا۔ بیٹی اب خیام میں چلی جا۔ میرے شیعوں کو میرے سلام کہہ دینا اور انہیں بتا دینا۔

ان ابی صالت غریبیا فانتا بواۛ - میرا بابا مسافر شہید ہوا ہے اس کا ماتم کرو۔

ان ابی مضمی شہیدا فابکواۛ - میرا بابا شہید ہوا ہے اس پر گریہ کرو۔

کیفیت شہادت

ارشاد شیخ مفید کے مطابق بچی کی واپسی کے بعد شمر بھی واپس ہوا۔ کچھ دیر ان ملائین نے انتظار کیا پھر آپ کے گرد جمع ہو گئے۔

اسی اثناء میں امام حسن کا گیارہ سالہ عہد امتداد بن حن نیام سے دوڑ کر آیا۔ امام مظلوم کے پہلو میں کھڑا ہو گیا۔ اس کے پیچھے ایک مستور بڑی سرعت سے آئی چادرا اس کے پاؤں میں الجھ رہی تھی۔ ایسے معلوم ہوتا تھا کہ ابھی گرجائے گی کوئی نہیں جانتا تھا کہ یہ کون ہے؟

اس وقت پتہ چلا کہ جعفر طیار کی بہو ہے جب امام مظلوم کے قریب آئی شترادہ کے ہاتھ سے پکڑا اور مظلوم کو بلانے فرمایا۔ یا اختی ارحمہ۔ بہن اسے واپس لے جا۔

لیکن بچے نے واپس لانے سے انکار کر دیا اور کہا پھوپھی۔ بخدا! میں اپنے آقا کو چھوڑ ہرگز نہ جاؤں گا۔ اسی دوران ابجر ابن کعب نے تلوار بلند کی۔ بچے نے اسے دیکھ کر کہا۔

یا بن النجیثہ اقتل ابن رسول اللہ خبیث ماں کے بیٹے کیا فرزند رسول کو قتل کرتے ہو۔ اس ظالم نے تلوار ماری۔ بچے نے ہاتھ آگے کو دیا۔ کلائی سے ہاتھ کٹ گیا۔ بچے نے بے ساختہ داعیہ کہا امام حسین کی گود میں گر گیا۔ آپ نے فرمایا۔ بیٹے صبر کر۔ آپ ابھی بچے کو تسلی دے رہے تھے کہ حملہ نے تیر مارا مظلوم کو بلانے کی گود میں بچے کے سینہ سے پار ہو گیا۔ بچہ تڑپ کر مظلوم زہرا کے سینہ سے چمٹ گیا۔ اور روح نے تفس عسری کو چھوڑ دیا۔

بجائے مطابق شمر نے پھر آواز دی۔

ظالمو! کیا دیکھ رہے ہو جلدی تھو تم کرو۔

ذرعہ ابن شریک نے تلوار سے وار کیا۔ جس سے آپ کی بائیں کلائی سے بائیں ہاتھ جدا ہو گیا۔ پھر اس ظالم نے ہی بائیں بازو پر دوسرا وار کیا۔ اس کے بعد ایک مرتبہ زینیدی سب ہٹ گئے۔ اور مظلوم زہرا کی عزت اور بے کسی دیکھنے لگے۔

آپ اٹھتے تھے پھر گرجاتے تھے اٹھتے تھے پھر گرجاتے تھے۔ بعض مورخین کے مطابق اس حالت میں آپ نے اسی کو روک دیکھا۔

ابوحنیف کے مطابق تین گھنٹے غریب زہرا اسی عالم میں سوئے آسمان دیکھتے رہے اور فرماتے رہے۔
صبراً علی قضائک یارب لا الہ سواک اسے فریاد کنندگان کے وادرس تیرے سوا کوئی معبود نہیں
یاغیاث المستغیثین۔ تیری ہر تضرع پر صبر کروں گا۔

عمر سعد نے کہا۔ ظالمو! اب جلدی کرو اور سر کاٹ لو۔
سب سے پہلے شہنشاہ ابن ربیعہ سر کاٹنے کو آگے بڑھا جو نبی آپ کے قریب آیا۔ آپ نے اس کی طرف ایسے
انداز میں دیکھا کہ اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی اور یہ جھاگ گیا۔

پھر سنان ابن انس آگے بڑھا۔ یہ بھی جب قریب آیا اور آپ نے دیکھا تو تلوار پھینک کر جھاگ گیا۔
عمر سعد نے کہا۔ جو عمر حسین کاٹے گا اسے خصوصی انعام دیا جائے گا۔

شمر نے کہا۔ اگر یہ بات ہے تو پھر میں خود ہی یہ کام کروں گا۔
عمر نے کہا۔ آگے بڑھ۔ جلدی کر۔ تجھے خصوصی انعام دلاؤں گا۔

بحار کے مطابق شمر اور سنان دونوں ایک ساتھ آئے۔ دیکھا تو امام حسین زبان کوتالوسے چھڑانے کی کوشش میں
مصرف تھے لیکن شدتِ پیاس سے زبان چپک گئی تھی۔ دونوں کچھ دیر تک کھڑے دیکھتے رہے۔ پھر شمر نے آپ کو میدھا
کیا۔ ایک سبز پر بیٹھ گیا۔
مظلوم کربلا نے فرمایا۔

من انت فقد ارتقیتم مرتقا عظیما۔ تو کون ہے۔ بڑی عظیم جگہ پر انتہائی جہارت سے اگر بیٹھا ہے
شمر نے کہا۔ میں شمر ہوں۔
مظلوم کربلا نے فرمایا۔ مجھ پہچانتا ہے کہ میں کون ہوں؟
شمر نے کہا۔ حسین بھلا تجھے کون نہیں پہچانتا۔ تو ناظمہ کا بیٹا ہے۔ محمد کا نواسہ ہے۔ اور تو علیؑ کا
نخت جگر ہے۔

مظلوم کربلا نے فرمایا۔ جب تو میرا حب و نسب جانتا ہے پھر مجھے قتل کیوں کرتا ہے؟
شمر نے کہا۔ اگر تجھے قتل نہ کروں تو پھر زینب سے انعام کیسے ملے گا۔
مظلوم زہرا نے فرمایا۔ تجھے انعام زیادہ تر زینب سے یا میرے نانا کی شفاعت
شمر نے مذاق اڑانے واسے انداز میں کہا۔

یہ تو نے کیا کہا کہ دیا ہے۔ میری نگاہ میں انعام کی ایک کوڑی تیری ذات اور تیرے نانا کی ذات سے کہیں
افضل ہے۔
مظلوم کربلا نے فرمایا۔ اگر لالچا مجھے قتل کرنا ہی ہے تو ایک گھونٹ پانی ہی پلا دے۔

شمر نے کہا، کیا تمہارا یہ ایمان نہیں کہ تیرا بابا حوض کوثر کا ساتی ہے اور اپنے مجوں کو حوض کوثر سے میرا ب کرے گا۔

بس تھوڑا صبر کرے پھر حوض کوثر سے جا کے پی لینا
غریب نہر اٹنے فرمایا۔ ذرا اپنا چہرہ اور سینہ تو دکھا۔
شمر نے چہرہ سے کپڑا ہٹایا۔ پھر سینہ خالی کیا۔
مظلوم کو بلانے فرمایا۔ صدق جدی رسول اللہ۔ نانا نے پج فرمایا تھا۔
شمر نے پوچھا۔ آپ کے نانا نے کیا کہا تھا۔

غریب کو بلانے فرمایا۔ میرے نانا نے میرے بابا کو بتایا تھا۔ یا علی تیرے اس بیٹے کا قاتل مروص ہو گا اس کے سینہ پر برص کا داغ ہو گا اور اس کا چہرہ کتے اور خنزیر سے ملتا جلتا ہو گا۔
شمر نے غصہ میں آکر کہا۔

تو نے مجھے کتے اور خنزیر سے تشبیہ دی ہے اب میں تجھے پس گردن سے ذبح کروں گا۔ چنانچہ اس نے مظلوم کو بلا
کو اور دھڑے منہ اٹھایا۔ دائیں جانب بیٹھ گیا۔ اور کند خنجر سے وارہ کرنا شروع کیے۔ ایک ایک کر کے رگ ہائے گلو کاٹنے
لگا۔ ہر رگ کاٹنے پر مظلوم کو بلا۔ ہانے نانا۔ ہانے بابا۔ ہانے عباس اور ہانے حضرت کاہن کرتے تیر ہوئی ضرب سے سر
جدا کر کے اس ظالم نے صدائے تکبیر بلند کی۔

شمر کی صدائے تکبیر سن کر پورے یزیدی لشکر نے تین مرتبہ اللہ اکبر کہا۔
زمین کو بلا میں زلزلہ آگیا۔ پوری فضا تاریک ہو گئی۔ ہر شخص تھر تھر کانپنے لگا۔ سورج گہنا گیا۔ اور ستارے
نکل آئے تھے۔

لوگوں نے سمجھا کہ قیامت آگئی۔ سرشیں الٹی کانپ گیا۔ ستارے ٹوٹنے لگے۔ ملائکہ سے عبادت چھوڑنا
گئی۔ حوروں نے سنگار چھوڑ دیا۔ ایک گھنٹہ تک یہی کیفیت رہی۔ تمام یزیدی کانپ گئے۔ اور ایک دوسرے کو
علامت کرنے لگے۔

ایک گھنٹہ کے بعد جب حالات معمول پر آنے لگے۔ یزیدیوں کے حوصلے پھر بلند ہو گئے۔ اور لاشہ مظلوم کو بلا
لوٹنے کی خاطر دوڑ پڑے۔

اسحاق خضرمی نے تمبھیں آتا رہا۔ اس پر سوسے اوپر تیروں کے سوراخ تھے۔ تلواروں کی ضربات تھیں۔ اور
نیزوں کے چھید تھے۔

ابحرا بن کعب نے چادر لے لی۔

انہوں نے عثمانہ لے لی۔

مالک بن لیسر کنڈی نے ذرے لی۔
اسود بن خالد نے نعلین لیں۔
انگوٹھی بجدل بن سلیم انگلی کے ساتھ لے گیا۔
تلوار جمیع بن خالق ازدی نے لی۔

ذوالجناح :-

جب ذوالجناح نے اپنے سوار کو سر بریدہ دیکھا تو اپنی پیشانی خونِ مظلوم سے سرخ کی۔ انظیر العظیم کی دل دوز
آواز بند کرتا براخیام آل محمد کی طرف آیا۔ جب مخدراتِ عصمت نے گھوڑے کی آواز سنی تو درخیمہ پر آئیں لیکن جب
بنی یوں نے دیکھا کہ زین خالی ہے۔ اور گھوڑے کی پیشانی خون آلود ہے اور گھوڑے کی آنکھوں سے آنسو بہہ
رہے ہیں۔

بنی یوں کو یقین ہو گیا کہ راکبِ دوشش نجی اب کبھی نہیں آئے گا۔ اتنے میں جبریل نے آسمان وزین کے
باہن ندا دی۔

الاقدم قتل الحسين بالعراء

بنت زہرا نے اپنے دونوں ہاتھ سر پر رکھے اور یوں بین کیا۔

واحمد اہ هذا الحسين بالعراء
ہائے نانا۔ اپنے حسین کو محراب میں آکر دیکھیں جس کے سر بریدہ
لاشہ سے تمام اور چادر بھی اتار لے گئی ہے۔

مسلوب العمامة والرداء۔
جب تمام بنی بیاں بصورتِ حلقہ ذوالجناح کے گرد کھڑی تھیں تو ان میں سے کمن سیکنے نے آگے بڑھ کر دونوں
بازو گھوڑے کے گلے میں جمائے کر کے پوچھا۔ یا مرکب ابی هل سقی ام قتل عطشانا۔ اسے گھوڑے بچھے تو
صرف یہ بتا دے کہ میرے بابا کو مسلمانوں نے پانی دیا تھا۔ یا فرزند رسول یا سائیدہ شہید ہوا ہے۔ گھوڑے ننگے گردن ہلا کے
بتایا کہ غریب زہرا یا سائیدہ شہید ہوا ہے۔

اطلاعت دینے کے بعد ذوالجناح واپس میدان میں آیا تمام شہداء کے لاشوں پر آیا۔ ایک ایک لاشہ کے قریب
کھڑا ہو کر اسے دیکھتا تھا۔

پھر دوسرے لاشہ پر آجاتا تھا۔ سب سے آخر میں غریب بتوں کے لاشہ پر آکھڑا ہوا۔ عمر سعد نے اپنے سپاہیوں سے
کہا جاؤ نجی کو نین کی سواری ہے پکڑ لاؤ۔

جب ذوالجناح نے دیکھا کہ سواری میری طرف بڑھ رہی ہے۔ جو نہی قریب آئے کسی کو سر سے کسی کو اگلی
ٹانگوں سے اور کسی کو پھیلی ٹانگوں سے واصل جہنم کرنے لگا۔ چالیس سوار اور دس گھوڑے جب ذوالجناح کے ہاتھوں سرچکے

تو عرسود نے کہا یہ تمہیں پکڑائی نہیں دے گا۔ چھوڑ دو۔ اور دیکھیں کہ یہ کیا کرتا ہے۔

جب ذوالجناح نے دیکھا کہ اب تمام لوگ دور جا کھڑے ہیں تو اس نے اپنا منہ لاشہ فریب پر رکھا اور اس غضب سے رویا کہ آنکھوں سے سیل اشک بہنے لگا۔ تمام زیدی حیرت سے ایک دوسرے کا منہ متکئے گئے۔

اس کے بعد ذوالجناح نے دریائے فرات کا رخ کیا۔ زیدیوں نے سمجھا کہ پیاسا سب سے پانی کی خاطر جا رہا ہے۔ تمام نے راستہ دے دیا۔ سب نے دیکھا کہ ذوالجناح نے اپنے کو دریا میں ڈالا۔ پانی پئے بغیر تیرا چلا گیا۔ اور پھنر غائب ہو گیا۔

تارا جی خیام

منتخب کے مطابق جناب فاطمہ صفری بنت امیر المؤمنین سے منقول ہے کہ جب مظلوم کربلا کی شہادت کے بعد رونما ہونے والے ارضی و سماوی انقلاب ہوئے زیدی نئے عرصہ کے ساتھ خوشی منانے لگے۔ یہ درخیمہ پر کھڑی اپنے بھائیوں اور اقرباء کے لاشے دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ اب یہ ملائین کیا سلوک کریں گے کیا ہمیں بھی قتل کیا جائے گا۔ یا قید کیا جائے گا۔

میں کھڑی سوچ ہی رہی تھی کہ میدان کی طرف سے گھوڑوں کے دوڑنے کی آواز آئی چاروں طرف سے ہمارے خیام کو گھیر لیا گیا۔

پھر عرسود نے آواز دی جو کچھ ان خیام میں ہے لوٹ لو اور خیام کو آگ لگا دو۔ حکم ملتے ہی زیدی ہمارے خیام میں داخل ہو گئے۔ جسے جو کچھ ملا اس نے اٹھا لیا۔ پھر انہوں نے ہمارے سروں سے چادریں اتارنا شروع کیں۔ میں دیکھ رہی تھی خودی نامی ظالم نے پہلے میری بہن زینب کے سر سے چادر چھینی پھر گوشوارے اس طرح کھینچے کہ خون کا فوارہ پھوٹ نکلا۔ میں ڈر کے مارے دوسرے خیمہ کی طرف کی دوڑی وہ ظالم میرے تعاقب میں آیا۔ انہیں زیادہ دیر نہ دوڑ سکی زمین پر بیٹھ گئی۔ وہ قریب آیا میرے پاؤں سے کڑے اتارنے لگا۔

میں نے دیکھا وہ رو رہا تھا۔

میں نے پوچھا۔ روتی کیوں ہے۔

اس نے کہا۔ تمہاری غربت اور بیکسی پر روتا ہوں۔

میں نے کہا۔ اگر غربت پر روتا ہے تو پھر لوٹتا کیوں ہے۔

کہنے لگا لوٹنا اس لیے ہوں کہ اگر میں نہ لوٹوں تو کوئی اور لوٹے گا۔

پھر اس نے میرے گوشوارے بھی اسی بے دردی سے چھینے۔ اگر وہ کہہ دیتا کہ مجھے اتار دے تو بھی میں انکار نہ کرتی۔ لیکن اس نے ظلم سے دونوں گوشواروں میں ہاتھ ڈال کر اس زور سے کھینچا کہ میرے دونوں کان پھٹ گئے۔ میں غش کھا گئی۔ جب مجھے ہوش آیا تو میری بہن میرے سر ہاتے بیٹھی فرما رہی تھی۔

بہن اب اٹھ۔ فرما پل کے سجاد کا پتہ کریں۔ تمام خیام کو آگ لگی ہوئی ہے۔

میں نے کہا۔ میرے سر پر چادر نہیں ہے۔ بی بی نے فرمایا۔ ذرا میرا سر بھی دیکھو اس وقت تمام زہرا زادیاں بے چادر ہیں۔

امالی صدوق میں جناب ناظم بنت حسین سے مروی ہے جب غارت گری میں زہرا زادیوں نے رونا شروع کیا تو ہر سعد نے آواز دی۔ جلدی کرو۔ اور خیام کو آگ لگا دو۔

انہی زیدیوں میں سے ہی ایک شخص نے ہر سعد سے کہا۔ کیا تجھے ذریت رسول کا قتل کافي نہیں اب خیام میں بچ جانے والے بچوں اور ستمت کو بھی جلانا چاہتا ہے تو کیا چاہتا ہے کہ اسی کر بلا ہی میں غضب خدا نازل ہوا درہم میں سے کوئی بھی گم زندہ نہ جاسکے۔

دختر زہرا سے مروی ہے کہ میں خیمہ سجاد میں کھڑی تھی کہ ایک نیلی آنکھوں والا شخص آیا۔ پہلے اس نے میرے سر سے چادر چھین لی پھر میرے گوشوارے اس طرح چھینے کہ میرے دونوں کان زخمی ہو گئے۔

اس کے بعد بیمار کے قریب آیا جس فرسش پر سوراہا تھا وہ فرسش اس زور سے کھینچا کہ بیمار خاک کر بلا ہوا ہوا گیا میں نے بے ساختہ کہا۔

اللہ تیرے دونوں ہاتھ اور پاؤں قطع کرے۔ اللہ تجھے آخرت کی آگ سے پہلے دنیا کی آگ نصیب کرے۔

مقتل ابو مخنف کے مطابق اس وقت تویترہ نہ چل سکا کہ یہ ظالم کون تھا۔ بعد میں جب مختار نے غولی کو گرفتار کیا اور اس سے پوچھا کہ کر بلا میں تو نے کون سے مظالم کیسے تھے تو اس نے من جلد دیگو مظالم کے دختر زہرا کے سر سے چادر اور کانوں سے گوشوارے چھیننے کا واقعہ بتایا تو تیرہ چلا کہ یہ ظالم غولی ہی تھا۔

مختار نے پوچھا۔ اس حذرہ نے کیا کہا تھا۔

غولی نے جب بی بی کی بددعا بتائی تو جناب مختار نے کہا۔

بخدا میں اس مظلوم کی دعا پوری کروں گا۔ پھر غولی کے ہاتھ اور پاؤں کاٹنے کا حکم دیا۔ جب کٹ چکے تو ابلتے ہوئے گرم تیل میں ڈالنے کا حکم دیا۔

اس کے بعد جناب سجاد کو گرفتار کیا گیا۔ حمید ان مسلم کی روایت ہے کہ شمر نے جناب سجاد کے قتل کا حکم دیا۔

جو نہی۔ اس نے یہ حکم دیا میں نے دیکھا ایک سر برہنہ جاتون آئی۔ اور بیمار کے اوپر گر گئی۔ اور کہا۔ اسے اس وقت قتل

کیا جائے گا جب پہلے مجھے قتل کیا جائے گا۔ میں نے شمر سے کہا۔ ظالم بھلا اس یار سے تمہیں کیا خطرہ ہے۔ اسے چھوڑ دو ورنہ میں دیکھ رہی ہوں کہ اس کے قتل سے تمہیں کئی ایک مستورات کو بھی قتل کرنا پڑے گا۔ شمر نے اپنا حکم واپس لے لیا۔

حیدر ابن مسلم ہی سے روایت ہے کہ جب خیام اہل بیت لڑنے جا رہے تھے اس وقت بنی بکر ابن دائل کی ایک خاتون جو زینب کی شکر میں اپنے شوہر کے ساتھ آئی، مرنی تھی نے خیمہ کی چوب اٹھائی اور کہنے لگی۔

اے اک بنی بکر ابن دائل اتنی اندھیر لگی بھی ہوتی ہے۔ کہ پہلے ذریت رسول کے مردوں کو بھوکا اور پیاسا شہید کیا گیا۔ اب دختران زہر کے سروں سے چادریں تک اتار دی جا رہی ہیں کیا تمہاری عرب حمیت اس حد تک ختم ہو چکی ہے کم از کم جس نبی کا کلمہ پڑھتے ہو اسی کا جیسا ہی کرو۔

جب اس کے شوہر کو پتہ چلا تو وہ آیا اور اس کے ہاتھ سے چوب خیمہ لے کر پھینک دی اور اسے پکڑ کر اپنے خیمہ میں لے گیا۔

لہف کے مطابق تمارا جی خیام اور خیام کو نذرا نش کرنے کے بعد عمر سعد نے اپنے سپاہیوں سے پوچھا۔ ہے کوئی جو لاشہ حسین کو پامال سم اسپاں کرنے کی ذمہ داری قبول کرے۔ دس آدمیوں نے کہا اگر ہمیں اجازت مل جائے تو یہ کام ہم کر دیں گے۔

۱۔ اسحاق ابن جوبیر۔

۲۔ انص بن مرشد

۳۔ عمرو ابن صبیح۔

۴۔ حکیم ابن طفیل

۵۔ مرہ ابن نقعد

۶۔ سالم ابن خلیثمہ

۷۔ صالح ابن وہب

۸۔ داخط ابن ناظم

۹۔ ہانی ابن شہب

۱۰۔ اسید ابن مالک

ان لوگوں نے گھوڑوں کے سموں سے فرزند رسول کے لاشہ کو پامال کر دیا۔

جب ابن زیاد کے پیش ہوئے تو اسید ابن مالک نے اپنا تعارف یوں کرایا

مخون رضقنا الصند بعد الظہر بکل ہم نے نبی کے پارہ جگر کے سینہ اور پشت کو اپنے

حکیم سکیہ

حیدر ابوالطفیل آباد، پت نمبر C1-A

يعجوب شدت ید الاسر - تیز رو گھوڑوں کے سموں سے پیس ڈالا تھا۔

ابن زیاد نے پوچھا تم کون ہو؟

ان سب نے جواب دیا۔ ہم وہ ہیں جنہوں نے فرزند رسول کے سینہ کو گھوڑوں سے پسیا تھا۔

ابن زیاد نے بہت معمولی سا انعام دیا۔

ابو عمرو زہد کہتا ہے کہ جب ہم نے ان دس کے حالات کا پتہ کیا تو معلوم ہوا کہ سب کے سب معروف ولد الزنا تھے۔

بعد میں جناب مختار نے ان دسوں کو ایک قطار میں لٹا کر ان کے ہاتھوں اور پاؤں میں کیل لگوائے اور ان پر گھوڑے دوڑائے کا حکم دیا۔

کافی میں ادیس اودی سے مروی ہے اگرچہ یوم عاشور لاشہ مظلوم کر بلا کو پامال سم اسپاں کیا گیا تھا۔ لیکن ابن زیاد کا حکم تھا کہ لاشہ حسین کا نام و نشان تک نہ رہنا چاہیے۔

چنانچہ جب ان دس ملائین نے لاشہ پر گھوڑے دوڑائے اور عمر سعد نے آکر دیکھا تو اس نے کہا۔ حکم امیر کی کما حقہ تعمیل نہیں ہوئی۔ لاشہ ٹکڑے ٹکڑے تو ہو گیا ہے لیکن ختم تو نہیں ہوا۔ ابن زیاد کا حکم یہ ہے کہ لاشہ حسین کا نام و نشان تک باقی نہیں رہنا چاہیے۔ پھر ایک مرتبہ گھوڑے دوڑائے جائیں۔

جب نبات رسول کا معلوم ہوا کہ کل پھر گھوڑے دوڑائے جائیں گے تو جناب فہر نے دختر زہرا کی خدمت میں عرض کیا۔

بی بی۔ آپ کے نانا کا غلام سفیہ جب راستہ بھٹک گیا تھا تو اس نے ایک شیر کو ابو الحارث کہہ کر اس سے مدد مانگی تھی۔ اور شیر سے اپنی پشت پر اٹھا کر راستہ پر چھوڑ گیا تھا۔ رات میں نے یہاں شیر کی دھاڑ سنی ہے میرا خیال ہے یہیں کہیں قریب ہی شیر رہتا ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں شیر کی تلاش کر کے اس سے مدد کو ہوں تاکہ کم از کم فرزند زہرا کا لاشہ دوسری پامالی سے تو بچ جائے۔

بی بی نے اجازت دی۔ جناب فہر صحرائیں آئیں ایک ٹیلے کے سایہ میں شیر کو بیٹھے دیکھا۔ اور مخاطب ہو کر کہا۔ اے ابو الحارث مجھے معلوم ہے کہ فرزند رسول کے لاشہ کا نام و نشان مٹانے کی خاطر کل دوسری مرتبہ گھوڑے دوڑائے جائیں گے۔

یہ سنتے ہی شیر اٹھ کھڑا ہوا اور میدان کا رخ کیا۔ اپنے دونوں بازو لاشہ جناب شیر پر پھیلا کر کھڑا ہو گیا۔ دوسرے دن جب یہ ملائین گھوڑے لے کر آئے اور شیر کو دیکھا کہ لاشہ کی گولائی کر رہا ہے۔ تو عمر سعد نے کہا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اب اس طرف رخ کرنا۔ فتنہ کو جگانا ہے۔ واپس آ جاؤ۔

جناب فاطمہ صغریٰ کو مدینہ میں اطلاع :-

عوالم اور بخاریں علی ابن احمد عاصمی نے اسماعیل ابن احمد یہیہی سے اسماعیل نے اپنے باپ احمد سے۔ احمد نے ابو عبد اللہ حافظ سے، ابو عبد اللہ نے یحییٰ ابن محمد علوی سے۔ یحییٰ نے حسین ابن محمد علوی سے۔ حسین نے ابو علی طرکوسی سے ابو علی نے حسن ابن علی حلوانی سے۔ حسن نے علی ابن یمر سے۔ علی نے اسحاق ابن عبدلہ سے۔ اسحاق نے مفضل ابن عمر جعفی سے مفضل نے امام جعفر سے امام جعفر نے امام باقر سے۔ امام باقرؑ امام سجاد سے روایت کی ہے کہ جب کربلا میں نواسہ رسولؐ کی شہادت ہو گئی تو میدان کربلا میں ایک کو آیا۔ اس نے اپنے پر خون شہید سے رنگین کیے۔ اڑ کر مدینہ آیا۔ امام حسین کے مکان کی ٹیڑھ پر بیٹھا اس گھر میں تھا فاطمہ صغریٰ بنت حسین رستی تھی۔

شہزادی کو کوسے کے پروں سے پٹکنے داے خون سے اپنے بابا کی خوشبو آئی۔ اور بے ساختہ رودی اور ساتھ ہی یہ مرتیہ پڑھا۔

نعب الغراب فقلت من

تنعاه و یلیک یا عتراب

قال الامام فقلت من

قال الموفق للصواب

ان الحسين بکر بلا بین

الاستة والضراب

قابکی الحسين بعبرة

ترجی الاله مع الثواب

قلت الحسين قتال لی

حقا وقد سکن التراب

ثم استقل به الجناح فلم یطق رد الجواب

کوسے نے خبر موت دی میں نے پوچھا

اے کوسے کس کی خبر موت دینے آیا ہے۔

کوسے نے کہا۔ امام کی خبر شہادت ہے میں نے پوچھا کونسا امام

کوسے نے کہا۔ وہی جو ہمیشہ راہ حق کا ساک رہتا تھا

کربلا میں حسین نیزوں اور تلواروں میں تقسیم ہو گیا ہے

حسین پر آشوب ہاے

ثواب کے ساتھ اللہ سے امید رحمت بھی ہے۔

میں نے کہا۔ کیا حسین شہید ہو گیا ہے۔

کوسے نے کہا۔ حقیقت یہی ہے کہ حسین خاک و خون

میں غلطان ہو چکا ہے۔

پھر اس نے پر پھڑ پھڑانے اور مزید جواب نہ دے سکا

جناب ام سلمہ کا خواب :-

سرکار طوسی نے امالی میں جناب ابن عباس سے روایت کی ہے کہ میں اپنے گھر لیٹا ہوا تھا کہ ام المؤمنین ام سلمہ کے گھر سے گریہ و ماتم کی بہت اونچی آواز سنی میں اپنے غلام کو ساتھ لے کر بی بی کے گھر آیا میری طرح مدینہ کی تمام عورتیں اور مرد بھی آ رہے تھے۔

میں نے کہا۔ ام المومنین اس گریہ و ماتم اور داد و فریاد کا کیا سبب ہے۔
بی بی نے مجھے کوئی جواب نہ دیا۔ ہاتھی مستورات کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے عبدالمطلب زاریاں آؤ
میرے ساتھ زحور و بکا اور ماتم میں تعدادن کرو۔

نجداً! تمہارا آقا شہید ہو گیا ہے۔ سید شباب اہل جنت مارا گیا ہے۔ سبط پیمبر کو قتل کر دیا گیا ہے حسین
ہم سے جدا ہو گیا ہے۔

ان ہاتھی مستورات نے سوال کیا۔

اے ام المومنین! آپ کو کیسے پتہ چل گیا ہے۔

بی بی نے بتایا۔ میں نے ابھی ابھی نیند میں سرور انہیا کو دیکھا ہے۔ ان کا گریبان چاک تھا۔ سر میں خاک تھی
اور آنکھوں میں آنسو تھے۔

میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا۔

میرے آقا یہ کیا حال بنا رکھا ہے؟

انہوں نے فرمایا۔ ام سلمہ! میں تجھے کچھ خاک دے کے گیا تھا۔ اور تجھے بتایا تھا کہ اسے دیکھتی رہنا جس دن یہ
خاک خون میں تبدیل ہو جائے سمجھ لینا میرا حسین شہید کر دیا گیا ہے۔ لیکن تو اسے بھول گئی۔ میرا حسین تمام انصار
اور اقربا کے ساتھ میدان کربلا میں تین دن کا پیاسا انتہائی بربریت سے شہید کر دیا گیا ہے۔ میں ابھی کربلا سے آ رہا
ہوں۔ ان کی قبریں کھودتا رہا ہوں۔

میں پریشان ہو کر اٹھی۔ اندر گئی۔ وہ شیشی اٹھائی جس میں میں نے بنی کونین کی دی ہوئی خاک رکھی ہوئی تھی
اسے دیکھا تو میرا دل بکھر پھٹ گیا۔ تمام خاک خون بن کر اس طرح ابل رہی تھی جس طرح آگ پر پانی ابلتا ہے۔
پھر ام المومنین نے اس شیشی سے خون ہاتھ پر لیا اور اپنے سر اور چہرہ کو خضاب کیا اور صرف ماتم و
نوحہ ہو گئیں۔

اس کے بعد جب مدینہ میں شہادت حسین کی اطلاع آئی تو پتہ چلا کہ ام المومنین ام سلمہ کا خواب بھی
درست تھا۔

میرزا احزان میں ابن نما اور بہوف میں سید نے روایت کی ہے کہ۔

عصر عاشور کو تارا جی پیام اور بے رکے لاشوں کی پامالی سے فارغ ہونے کے بعد عمر سعد نے شمر تبیس ابن اشعث
اور عروان حجاج زبیدی کو سر فریب زہرا سے کران زیاد کے پاس کو فر روانہ کیا اور دوسری فوج سے دیگر شہداء کے
سرجع کرنے کو کہا۔ جب سرجع ہو گئے اور انہیں شمار کیا گیا تو ستاسی مرتھے۔
کسی نے کہا۔ ایک سر کم ہے۔

عمر سعد نے کہا۔ کس کا سر نہیں ہے۔

اس نے کہا۔ میرا خیال ہے جس کس کو حسین دمِ آخریانی پلانا چاہتے تھے۔ اور حرملہ نے اسے تیرے ذبح کیا تھا۔ اس شیر خوار کا سر نہیں ہے۔

عمر سعد نے کہا۔ وہ کہاں گیا ہے۔

اس نے کہا۔ میں نے حین کو دیکھا تھا وہ اسے ایک ٹیلے کے دامن میں تلوار سے قبر کھود کر دفن کر رہے تھے۔

عمر سعد نے حکم دیا۔ کہ علی اصغر کا لاشہ تلاش کر کے سر لایا جائے۔

یزیدی نیزہ بدست ہو کر تمام صحرا میں پھیل گئے اور زمین کر بلا میں نیزوں سے تلاش شروع کر دی۔ بالآخر ایک ظالم نے جب نیزہ اوپر اٹھایا تو لاشہ شبے شبیر اس کے ساتھ برآمد ہو اور سر قلم کر کے عمر سعد کے پاس لایا گیا۔

شہزادہ علی اصغر کا سر مل جانے کے بعد سروں کی تعداد اٹھاسی ہو گئی۔ ان سروں کو ابن زیاد اور یزید سے تقرب کی خاطر جنگ کر بلا میں شریک قبائل کے مابین یوں تقسیم کیا گیا۔

بھی کندہ تیرہ سر۔ اشعث ابن قیس ان کا سالار تھا۔

نبی ہوازن بارہ سر۔ شمر ذی الحوشن ان کا سردار تھا۔

بنی تمیم کو تیرہ سر

بنی اسد کو سولہ سر

بنی مدج کو تیرہ سر

دیگر شتر کاٹے جنگ کے حصے میں تیرہ سر آئے۔

التبر المذنب کے مطابق جب شمر سر مظلوم سے کر کو ذمہ آیا تو دیر ہو چکی تھی۔ دارالعمارہ کا دروازہ بند ہو چکا تھا۔

چنانچہ اپنے گھر آیا۔ مگر کوٹی پر رکھ کر اسے طلشت سے ڈھانپ دیا اور سو رہا۔

اس کی بیوی نے اسے دیکھا تو پوچھا۔ بڑے دن باہر رہ آیا ہے کچھ لایا۔ بھئی ہے یا نہیں؟

اس نے کہا۔ ہاں بہت کچھ لایا ہوں۔ صبح دے دوں گا۔

یہ کہہ کر سو رہا۔ رات کے کسی وقت زوجہ شمر اٹھی۔ اسے اپنے گھر میں غیر معمولی روشنی نظر آئی۔ اس نے دیکھا تو صبحی

میں رکھے ہوئے طلشت کے نیچے سے نور کی ایک کرن پھوٹ کر سونے آسمان جا رہی تھی۔ حیرت و تعجب سے زوجہ شمر طلشت

کے قریب آئی دیکھا تو زبیر طلشت سے گریہ کی آواز آ رہی تھی۔ یہ طلشت کے قریب بیٹھ گئی۔

اسے محسوس ہوا کہ طلشت کے نیچے کچھ ہے۔ واپس آئی۔ شمر کو جگایا۔ اور اسے پورا واقف بنا کر پوچھا طلشت کے

نیچے کیا ہے۔

شمر نے کہا۔ ایک خارجی کا سر ہے آلم سے سونے دے۔

بیوی نے پوچھا۔ اس کا نام کیا ہے۔

شمر نے کہا۔ حسین نام تھا۔

بیوی نے پوچھا۔ اس کے باپ کا کیا نام ہے؟

شمر نے کہا۔ علی

بیوی نے کہا۔ تجھ پر اللہ کی لعنت ہو، فرزند علی کو خارجی کہتے ہوئے تجھے شرم نہیں آتی۔ یہ کہتے ہی شش کھا کر گر گئی جب انا ذرا ہوا تو اٹھ کر کھینے لگی۔

اسے جو کس سے بدتر انسان تجھے اس نبی سے حیاء نہ آئی جس کے نام کا کلمہ پڑھنا ہے۔ اسی کے بیٹے کو تو خارجی کہتا ہے۔ یہ کہہ کر یہ مندرہ اٹھی۔ طشت کے قریب آئی زمر کو اٹھایا۔ گود میں رکھا۔ سینے سے لگایا۔ بوسے لیے۔ پھر پشوس کی عورتوں کو بلایا۔ اور انہیں تمام واقف بنایا۔ تمام نے قائلین حسین پر لعنت کی اور گریہ و بکا بھی شروع کر دیا۔

زوجہ شمر کا بیان ہے کہ جب رات کا کافی حصہ گزر گیا تو میں نے محسوس کیا جیسے میرے گھر کی دیوار میں ٹنگا ہو گیا ہے۔ کچھ ستوت اس گھر میں آئیں۔ دو بی بیوں بیابا بیابا میں بلوس تھیں۔ ایک نے بڑھ کر میرے ہاتھ سے سر لیا۔ میں نے ایک عورت سے پوچھا یہ کون ہے؟

اس نے بتایا۔ یہ ام المومنین خدیجہ ہے اور اس کے ساتھ اس غریب کی ماں دختر رسول زہرا ہے۔

پھر کچھ مرد آئے ان کے درمیان میں ایک انتہائی حسین و وجیہ شخص تھا۔ جس کا گریبان چاک تھا۔ سر میں خاک تھی اور پٹ آٹھو بہہ رہے تھے۔

زوجہ شمر نے کسی سے پوچھا۔ یہ کون ہے۔

اسے بتایا گیا۔ درمیان میں سرور انبیاء ہیں دوسرے جناب حمزہؓ۔ جعفر علیؓ اور حسنؓ ہیں۔ انہوں نے بھی باری باری سر کو اٹھایا۔ بوسے لیے۔ اور کافی دیر تک روتے رہے۔

اس کے بعد جناب خدیجہ میرے قریب آئی اور فرمایا۔ بی بی! جو مالگنا ہوا مالگ تو نے ہم پر احسان کیا ہے؟ اگر جنت میں ہمارے ساتھ رہنا چاہتا ہے تو تیار ہو جو جام تیرا انتظار کریں گے۔

میں بیدار ہوئی دیکھا تو سر حسینؑ میری گود میں تھا۔

شمر اٹھا۔ اس نے مجھ سے سر مالگنا اور کہا صبح ہو رہی ہے میں ابن زیاد کے پاس سر لے جاؤں گا۔

میں نے کہا۔ ظالم تو یہودی ہے پہلے مجھے طلاق دے۔ پھر دوسری بات ہوگی۔ اب میں تیرے ساتھ بھی نہیں رہ سکتی۔

شمر نے فوراً طلاق دے دی۔ پھر سر مالگنا۔

اس مخدرہ نے کہا اب تو مجھے طلاق دے چکا ہے، تیرا اور میرا کیا رشتہ تھا۔ اب میں یہ سر تھکے زردوں کی مجھے قتل کر کے ہی سرے سکتا ہے۔

اس ظالم نے توار سے دار کر کے اس مخدرہ کو شہید کر دیا۔

ابو مخنف نے طراح ابن عدی سے روایت کی ہے کہ گیارہ محرم کی رات میں زخموں سے چور لاشوں میں پڑا تھا کہ میں سوار آئے میں سمجھا۔ ابن زیاد اپنی نوح کا یقین کرنے آیا ہے، یہ سب سوار تھے، جب لاشہ مظلوم کر بلا کے قریب آئے تو پیدل ہو گئے۔

ایک شخص لاشہ مظلوم کے قریب آیا، ساتھ بیٹھ گیا، اپنے ہاتھوں سے بے سر لاشہ کو مہاراد سے کر بٹھا لیا، پھر کوفہ کی طرف ہاتھ بڑھایا، میں نے دیکھا تو اس کے ہاتھوں پر سر مظلوم تھا، اس نے سر کو جسم سے جوڑا، مظلوم نے عرض کیا نا تا میرا سلام میں سمجھ گیا کہ نبی اکرمؐ ہیں۔

آپ نے مظلوم کر بلا کو گلے لگایا، اور فرمایا۔

بیٹا ان ظالموں نے تجھے بیدردی سے قتل کر دیا ہے، بیٹے انہوں نے تجھے دم آخریانی تک نہیں دیا، بیٹے کیا تجھے پہچانتے نہ تھے، اللہ کے حضور انہوں نے کتنی بڑی جرات کی ہے۔۔۔ پھر ساتھ والوں سے فرمایا، اے بابا ابراہیم اے باپ اسماعیل، بھائی موسیٰ ذرا دیکھو ان ظالموں نے کس طرح میرے تخت جگر کو شہید کیا ہے پھر تمام انبیاءؑ نے باری باری پر سر دیا۔

بعد از شہادت معجزات

اس سلسلہ میں یوں تو اس قدر معجزات اور کمالات منقول ہیں کہ اگر ان سب کو جمع کیا جائے تو ایک مستقل کتاب مرتب ہو۔ ہم بطور نمونہ صرف چار ایسے واقعات پیش کر رہے ہیں جن میں عظمت مظلوم کر بلا کے علاوہ عبرت کے آشوبھی ہیں۔

ار پر بندے کو وضع رسول پر آکر پرسمہ دیتے ہیں :-

عوالم منتخب اور بجا کے مطابق۔۔۔۔۔ فضائے کربلا پر مظلومیت برسی رہی ہے۔۔۔۔۔ عصر کا وقت ہے۔۔۔۔۔ ایک طرف چند ٹھی ہوئی مستورات اور ظلم و بربریت سے سمے ہوئے چند بچے خاموش بیٹھے ہیں۔۔۔۔۔ ان کے سامنے کسی کے باپ۔۔۔۔۔ کسی کے بھائی۔۔۔۔۔ کسی کے چچا۔۔۔۔۔ کسی کے ماموں۔۔۔۔۔ اور کسی کے چچا زاد کے مظلوم لاشوں کے بھرے ہوئے بے گور و کن ٹکڑے ہیں۔۔۔۔۔ دوسری طرف دریائے فرات کے کنارے عید کا سماں ہے جشن کی کیفیت ہے۔۔۔۔۔ ڈھول ہیں۔۔۔۔۔ بلبلے ہیں۔۔۔۔۔ بھاٹ ہیں۔۔۔۔۔ فہتے ہیں۔۔۔۔۔ شراب ہے۔۔۔۔۔ شہاب ہے۔۔۔۔۔ گانے ہیں۔۔۔۔۔ اور خورتیاں ہیں۔۔۔۔۔ حوا ایک ہے۔۔۔۔۔ زمین ایک ہے۔۔۔۔۔ فضا ایک ہے۔۔۔۔۔ آسمان کی چھت ایک ہے۔۔۔۔۔ لیکن زیر چھت دو متضاد حالات کی آمیزش ہے۔۔۔۔۔ مظلوم کی فریاد سننے والا کوئی نہیں ہے اور ظالم کو پوچھنے والا کوئی نہیں۔۔۔۔۔ مظلوموں کے خیام جلنے کا بھی ابھی تک کچھ کچھ دھواں اٹھ رہا ہے۔ آگ کی چنگاریاں سلگ رہی ہیں۔۔۔۔۔ ظالم ابھی تک اپنی بربریت پر سیر نہیں ہوئے۔۔۔۔۔ ہی ترکیبیں سوچی جا رہی ہیں۔

اسی ابدیہ فضا میں ایک سفید رنگ پرندہ آتا ہے۔۔۔۔۔ دونوں طرف دیکھتا ہے۔۔۔۔۔ زینوشی کی انتہا ہے زینوشی کی حد ہے۔۔۔۔۔ دونوں کیفیات کے درمیان لاشوں کے ٹکڑے جا بجا بکھرے پڑے ہیں۔ کسی جگہ بازو ہیں۔ کہیں مہرے ہیں۔۔۔۔۔ کہیں سر ہے۔ کہیں سینہ ہے۔۔۔۔۔ سفید رنگ پرندہ پرواز شروع جاتا ہے۔ اپنے چاروں طرف نظر دوڑاتا ہے۔۔۔۔۔ کہیں کوئی دوسرا پرندہ نظر نہیں آتا۔۔۔۔۔ آہستہ آہستہ نیچے آتا ہے۔ مظلوموں کے قریب اترتا ہے۔ مظلوموں کو دیکھتا ہے۔۔۔۔۔ وہی وہی سسکیاں ہیں۔۔۔۔۔ بچھی بچھی آنیں آئیں۔۔۔۔۔ اور گھٹے گھٹے آنسو ہیں۔۔۔۔۔ اگر کسی بچے کے رونے کی آواز بلند ہوتی ہے تو نگران ان کو ڈالے کر دوڑتا ہے۔۔۔۔۔ اگر کسی مسترد کی صدائے گریہ بلند ہوتی ہے تو نگران کے نیزہ کی انی برہنہ سر لوزنجی کر دیتی ہے۔

پرندہ یہ کیفیت دیکھ کر آہستہ آہستہ آگے بڑھتا ہے۔۔۔۔۔ پرندہ کو دیکھ کر ایک مستور کا دل بھر آتا ہے اور بے ساختہ اس کے منہ سے داحیناہ۔۔۔۔۔ وائحہاہ۔۔۔۔۔ وعلیہاہ۔۔۔۔۔ داحیاساہ کی غم ناک فریاد نکل جاتی ہے۔ پرندہ سب کچھ سمجھ جاتا ہے۔۔۔۔۔ وہاں سے اڑ کر لاشوں میں آتا ہے۔۔۔۔۔ ایک ایک لاش کے قریب جا کر بیٹھتا ہے۔۔۔۔۔ بالآخر اسے اپنا مقصود مل جاتا ہے۔۔۔۔۔

یہودی نے پوچھا۔ نشانیاں تو تونے ایسی دی ہیں کہ مجھے یقین کرنا پڑتا ہے کہ تو ہی میری بی بی ہے۔ لیکن میں کیسے مان لوں۔ میں نے اپنے امکان سے بھی زیادہ قابلِ علماء سے تیرا علاج کرایا ہے اور سب نے جواب دے دیا تھا تو لا علاج تھی اور لا علاج مرض ایک رات میں کیسے ختم ہو جاتا ہے۔

لڑکی نے اس پرندے کی تمام داستان سنائی باپ کو لے کر اس درخت کے نیچے آئی۔ باپ کو دکھایا۔ یہ ہے وہ پرندہ جس کے پروں سے ٹپکنے والے خون کے قطرات نے مجھے شفا دی ہے۔ یہودی نے کہا۔

اے پرندے میں تجھے تیرے خالق کا واسطہ دے کر کہتا ہوں مجھ سے بات کر اور مجھے بتا کر یہ کیسا خون ہے پرندے نے بتے ہوئے آنسوؤں سے اپنی تمام داستان سنائی اور شہادتِ مظلوم کر بلا کا واقعہ بتا کر بتایا کہ میں دوسرے پرندوں کے ساتھ رسولِ کونین کو پر سر دینے آیا تھا۔ چونکہ رات ہو گئی تھی۔ واپس اپنے علاقہ میں نہیں جاسکتا تھا اس لیے تیرے باغ میں قیام کر لیا۔

یہودی اپنی لڑکی کو لے کر شہر میں آیا۔ اور اپنی تمام برادری کو جمع کر کے تمام واقعہ بھی سنایا اور لڑکی بھی دکھائی۔ یہ معجزہ خونِ مظلوم دیکھ کر پانچ سو یہودی مسلمان ہو گئے۔

۳۔ سر بریدہ کا کلام :-

شرح شافیہ میں ہلال ابن معاویہ سے مروی ہے کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا جس نے تو بڑے میں سر مظلوم زہراؑ کو رکھا تھا۔ سر سے آواز آ رہی تھی۔ جو میں نے اپنے کانوں سے سنی ہے اور آج تک میرے ذہن میں گونج رہی ہے۔ میں مرتے دم تک نہ تو وہ آواز بھول سکتا ہوں اور نہ وہ منظر بھول سکتا ہوں۔

فرقت بین رأسی و جسدی فرق
اللہ بین لحمک و عظمک و جعلک
ایۃ و نکالاً للعالمین۔

تو نے میرے سر اور جسم میں جدائی ڈالی ہے۔ اشد تیرے گوشت اور ہڈیوں کو ایک دوسرے سے جدا کرے اور تجھے عالمین کے لیے عبرت بنائے۔

اس نے سر کو تو بڑے سے نکالا زمین پر رکھا اور چابک لے کر سر پر برسانا شروع کیے۔ اس نے اتنے چابک برسائے کہ سر خاموش ہو گیا۔ پھر میں نے اسی شخص کو مختار کے سامنے دیکھا۔ مختار نے حکم دیا کہ اس کے زندہ جسم سے گوشت جدا کیا جائے اور کتوں کے آگے ڈال دیا جائے۔

جب بھی اس سے گوشت کا ایک ٹکڑا کاٹا جاتا تھا وہ بیچتے کہ بیہوش ہو جاتا تھا۔ مختار کہتا تھا اسے ہوش

میں آنے دوپہر کا تھا۔ جب ہوش میں آتا تھا تو پھر ٹکڑا کا ٹٹا جاتا تھا حتیٰ کہ اس کے جسم میں صرف ہڈیاں ہی بڑیاں رہ گئیں۔ پھر مختار نے حکم دیا کہ اب اس کے جسم کے جوڑ جدا کیسے جائیں۔ جب وہ مر گیا تو میں نے مختار کو اس ظالم کا وہ کرتوت بتایا جو اس نے سر سے کیا تھا۔

۴۔ سر مظلوم اور شمر :-

شرح شافعیہ میں چیمبری سے مروی ہے کہ میں نے بعض قابل اعتماد راویوں سے سنا ہے کہ جس دن امام حسینؑ کو شہید کیا گیا اس دن امام حسینؑ کے سر کے ارد گرد اتنی بلند آواز سے بے شمار رونے کی آوازیں سنی گئیں کہ آج حکمت تاریخ میں ایسی مثال نہیں ملتی۔

جب شمر نے سر مظلوم جدا کر لیا تو سر مظلوم نے فرمایا۔

یا شمر یا شقی الاشقیاء، یا عدا اللہ
ورسولہ فرقت بین رأسی وجسدی
فرق اللہ بین لحمک وجسدک
نکال للعالمین۔

اے شمر! اے بد نصیبوں کا بد نصیب! اے دشمن خدا و رسول! تو نے میرے سر اور جسم کو جدا کیا ہے۔ اے اللہ تیرے گوشت اور ہڈیوں کو جدا کرے اور تجھے عالمین کے لیے بہت بنائے۔

یہ آواز سن کر اس ظالم نے چابک ہاتھ میں لیا اور سر غریب پر برسانا شروع کیے۔ اس وقت تک چابک مارتا رہا جب تک سر مظلوم خاموش نہ ہو گیا۔

میں نے لاسحل ولا قوۃ پڑھا۔ اور دل میں کہا۔

اب کیا کروں میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے کہ اس ظالم سے انتقام لوں پھر میں یہ سوچ کر خاموش ہو گیا کہ حکم الٰہی کین ہی سے اس سے انتقام لے گا۔

بجدل ابن سیم کا موزن واقعہ بھی انہی بہت ناک واقعات میں سے ایک ہے۔

دفن شہدائے کربلا :-

بعض مقبر ترین کتب میں میں نے دیکھا ہے کہ جب ابن سعد و خضران آل محمد کورسن بستہ کر کے اور سر ہائے شہدائے کربلا کو کوہ کوفہ چلا گیا۔

تو بنی اسد کا جو قبیلہ شب عاشور ابن زیاد کے خوف سے وہ جگہ چھوڑ گیا تھا۔ دوبارہ اپنی جگہ آکر آباد ہو گیا مردوں نے خیمے نصب کیے۔ محرم میں دریائے فرات سے پانی لینے آئیں۔ جب انہوں نے دیکھا کہ اولاد رسول کے لاشے بے گور و کفن پڑے ہیں تو پانی بے نیز روٹی اور ماتم کرتی، بوٹی واپس آئیں۔ مردوں نے اپنے ہتھیار سنبھال لیے۔ اور

ولی العصر ثلاثی ولی العصر ثلاثی ولی العصر ثلاثی ولی العصر ثلاثی ولی العصر ثلاثی ولی العصر ثلاثی ولی العصر ثلاثی ولی العصر ثلاثی ولی العصر ثلاثی ولی العصر ثلاثی

پوچھا کیا بات ہے۔

عورتوں نے کہا، ہتھیار رکھ دو۔ جب وقت تھا اس وقت بھاگ گئے تھے۔ اب ہتھیار اٹھا کر کیا کرو گے۔ مردوں نے پوچھا تم اس قدر ماتم کیوں کر رہی ہو۔ کچھ تو ہمیں بتاؤ۔

عورتوں نے کہا۔ تم مسلمان کہلاتے ہو۔ اور جس کا کلمہ پڑھتے ہو اس کا فرزند تمہارے پڑوس میں شہید ہوتا ہا اس وقت تم نے اس کی کوئی امداد نہ کی۔ اب اس کا بے گور و کفن لاشہ خاک و خون پر پڑا ہے۔ تمام آل محمد کے لاشے بے گور و کفن ہیں۔ آخر مرنے کے بعد محمد عربیؐ کو کیا منہ دکھاؤ گے؟ یزید یوں نے تو اپنے لاشے ذبح کر دیئے ہیں۔ لیکن ذیت رسول کے مظلوم لاشے یوں نہیں پڑے ہیں۔

مردوں نے کہا۔ ہمیں ابن زیاد سے خطرہ ہے۔ اگر اسے پتہ چل گیا تو وہ ہمیں نہ چھوڑے گا۔

عورتوں نے کہا۔ تمہیں ابن زیاد سے ڈر ہے اور نبی کو نہیں سے شرم نہیں آتی تو ہمیں نہ ابن زیاد سے ڈر ہے اور نہ ہم اس حالت میں بروز مختصر و خضر نبی کے سامنے جانا چاہتی ہیں۔ ہم خود دفن کرتی ہیں۔ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔

یہ کہہ کر عورتوں نے شکیزہ رکھے اور گور کئی کے لیے سیلے وغیرہ اٹھالیے۔ جب مردوں نے دیکھا تو ان کی جمعیت جوش زن ہو گئی اور انہوں نے عورتوں سے کہا۔

ٹھہر ہم خود جاتے ہیں۔

انہوں نے پہلے منصوبہ بندی کی کہ کچھ آدمی راستہ پر مقرر کر دو جو ننگانی کریں تاکہ اگر یزید یوں سے کوئی آئے تو ہم مطلع ہو کر دور چلے جائیں۔

اس مشورہ کے بعد تمام مرد ضروری سامان لے کر میدان میں آئے۔ صرف لاشہ مظلوم کر ملا ایسا تھا جو سر نہ ہونے کے باوجود بھی قابل شناخت تھا کیوں کہ ہر عہود بن سے ندر کی ایک کرن پھوٹ کر آسمان تک جا رہی تھی۔ ان لوگوں نے قبر کھودی اور لاشہ کو اٹھانے کی خاطر جمع ہوئے لیکن کوششیں بے بار کے باوجود تمام مل کر بھی لاشہ کو اٹھانہ سکے۔

پھر بیٹھ کر مشورہ کیا کہ شاید مظلوم کر بلا یہ نہیں چاہتے کہ اپنے انصار اور اقرباء سے پہلے مجھے ذبح کیا جائے اس لیے آپہلے دوسروں کو دفن کر لیں بعد میں غریب رہزما کو دفن کریں گے۔

اس مشورہ کے بعد کسی نے کہا۔

اگر ان کو دفن کرو گے اور بعد میں کسی نے پوچھا کہ کونسی قبر کس شہید کی ہے تو کیا بتاؤ گے۔ کسی لاش کے

سر تو ہے نہیں اور سر کے بغیر شناخت ناممکن ہوتی ہے۔

اسی نکر و ترود میں بیٹھے تھے کہ اچانک ایک عرب سواران کے سامنے آ گیا۔ وہ عرب سوار کو ابن زیاد کا جاسوس

کچھ کر گھبرا گئے۔

اور ایک طرف بڑھ گئے۔ وہ سواری لاشوں سے کافی فاصلہ پر گھوڑے سے اترا اور لاشہ مظلوم کو بلا کی طرف متوجہ ہو کر چلا جیسے جیسے لاشہ کے قریب آتا گیا وہ جھکتا گیا۔ جب لاشہ پر آگیا اپنے کو لاشہ پر گرادیا۔ لاشہ کو گلے لگا کر بے تحاشہ رویا۔ پھر لہراٹھا کر بنی اسد سے پوچھا۔

تم یہاں کیوں جمع ہو؟

انہوں نے ہمارے بنایا۔ کہ ہم تفریح کے لیے یہاں آئے تھے۔

اس نے کہا۔ جس مقصد کے لیے آئے تھے وہی تاؤ۔

انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کہنے لگے۔ اگرچہ ہم تجھے نہیں پہچانتے۔ ہمیں سچ کی جو سزا بھی ملے گی ہم بھگت لیں گے۔

لیکن حقیقت بتاتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ ہم ان لاشوں کو دفن کرنے آئے تھے۔ لیکن مظلوم کو بلا ہزار کوشش کے باوجود ہم سے اٹھ نہ سکے اور دوسری لاشوں کی عدم شناخت کی وجہ سے ہم حیران تھے کہ کہا کریں مائی مکروریشانی میں بیٹھے تھے کہ آپ آگئے۔

وہ بیمار اٹھا۔ ایک جگہ نشان لگا کر کہا۔ اس جگہ کو کھودو۔ بنی اسد نے وہ جگہ کھودی۔ اس نے حکم دیا کہ یہ سترہ لاشے اس ایک قبر میں رکھ دو۔ بنی اسد نے وہ سترہ لاشے دفن کیے۔ پھر دوسری جگہ نشان لگایا۔ اور کہا یہاں کھودو۔ بنی اسد نے وہ جگہ کھودی۔ اس نے حکم دیا کہ باقی تمام لاشے اس ایک قبر میں دفن کر دو۔ بنی اسد نے تمام لاشے اس ایک قبر میں دفن کر دیئے۔

پھر اس نے حکم دیا کہ اب اس جگہ کھودو۔ ہم نے تیسری جگہ کھودی۔ اس نے کہا کہ اس قبر میں صرف یہی ایک لاشہ دفن کیا جائے گا۔

بنی اسد آگے بڑھے تاکہ اس کی مدد کریں۔ اس نے کہا۔ نہیں میں تمہارا دفن کروں گا۔

بنی اسد نے کہا۔ ہم سب نے مل کر کوشش کی اور کسی ایک عضو کو بھی نہ اٹھا سکے۔ آپ تنہا کیسے دفن کریں گے۔

اس نے کہا۔ تم پریشان نہ ہو میرے ساتھ معاون ہیں جو میری مدد کریں گے۔

پھر اس نے تمام گلوں سے ایک ڈری پر جمع کیے اور اٹھا کر بڑی آسانی سے جوڑ کر دکھ دے۔ جب وہ تمام گلوں کو ترتیب سے رکھ چکا تو اس نے اپنا دایاں رخسارہ اس مظلوم کے سینے پر رکھا اور بے ساختہ رویا اور کہا۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَفِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَعَلَى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ -

هَذَا مَا وَعَدَ تَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ وَوَعَدَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ -

ما شاء الله لا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم۔

طوبی لارض تضمنت جسدك الشريف
اما الدنيا بعدك مظلمة واما
الآخرة فتورك مشرفه۔

خوش نصیب ہے وہ سرزمین جو آپ کے پاکیزہ جسم کی امین ہے۔
دنیا آپ کے بعد تاریک اور آخرت آپ کے بعد نور سے
منور ہوگی۔

اما الحزن فسرمد واللیل فمسهد
حتى يختار الله لي دارك التي انت
فقيم بها فعليك مني السلام يا ابن رسول الله:
پھر ٹی ڈالی۔ قبر کے تعویذ پر انگلی سے لکھا۔

اب غم دائمی ہوگا۔ اور راتیں جاگ کر گزریں گی۔
حتیٰ کہ اندھیرا بھی فیصلہ مناسب فرمائے اور آپ کی جائے
قیام دیکھوں۔ اسے فرزند رسول میرا آخری سلام ہو۔

هدا قیر حسین ابن علی ابن ابی طالب
الذی قتلوه عظمنا ناعزینا۔

یہ اس حسین ابن علی ابن ابی طالب کا مزار ہے جسے سفر
میں پیاسا شہید کیا گیا۔

بتے آنسوؤں سے کھرا ہوا اور ہم سے پوچھا۔ کیا اور بھی کوئی لاش ہے؟

بنی اسد نے عرض کیا۔ ہاں دریا کے کنارے تین لاشے پڑے ہیں۔ ایک تو اس قدر زخمی ہے کہ ہم اگر ایک طرف سے
اٹھتے ہیں تو دوسری طرف زمین پر رہ جاتی ہے۔

اس نے کہا۔ چلو وہاں چلتے ہیں۔ جب وہاں آئے۔ جو نبی اس کی نظر پڑی بے ساختہ لاشہ پر گر گیا اور لاشہ کو
پہچان کر کہنے لگا۔

علی الدنيا بعدك العقبا یا قریبنا ہاشم
فعلیک منی السلام۔

اے قریب ہاشم میرا آخری سلام ہو آپ کے بعد دنیا
میں خاک ہی خاک ہے۔

بنی اسد کو حکم دیا کہ قبر کھودیں۔ جب قبر کھد چکی تو اس نے تنہا سپرد قبر کیا۔ اس کا تعویذ قبر بنا کر بنی اسد
کو ایک اور قبر کھودنے کا حکم دیا۔ اور اس میں ان دو لاشوں کو دفن کرنے کا حکم دیا۔ جب دونوں لاشے دفن ہو چکی۔ تو
اپنے گھوڑے کی طرف چلا۔

تمام بنی اسد پیچھے گئے اور جا کر عرض کیا۔ پہلے تو آپ اپنا تلافی کر لیں کہ کون ہیں۔ پھر ہمیں بتائیں کہ ان مزاروں
میں کون کون ہیں تاکہ اگر ہم سے کوئی پوچھے تو ہم جواب تو دے سکیں۔

اس نے کہا۔ فرزند رسول کا مزار تو تمہیں معلوم ہے۔ دوسرا مزار جس میں سترہ شہید دفن کیے ہیں وہ شہدائے بنی
ہاشم ہیں تیسرا مزار جس میں دیگر شہداء دفن کیے ہیں وہ انصار غریب کر بلا ہیں۔ فرزند رسول کے مزار میں پاؤں کی طرف جو
دو دفن کیے ہیں دائیں طرف، مشکل بنی علی اکبر اور بائیں طرف شیر خوار علی اصغر ہے۔

دریائے فرات کے کنارے جو تہا مزار ہے وہ متعائے سیکہ کا ہے اور جس مزار میں دو رکھے ہیں یہ دونوں

فرزند ان علی ہیں۔

اور میں تمہارا چوتھا امام امیر ابن زیاد علی ابن حسین ہوں۔ یہ کہہ کر وہ ہماری نظروں سے غائب ہو گیا۔
ابن قولویہ نے کامل الزیارات میں زائدہ سے روایت کی ہے کہ
میں امام سجادؑ کی زیارت کو گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔

زائدہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ تو گاہے بگاہے فرزند رسول کے مزار کی زیارت کو کر بلا جاتا ہے۔
میں نے عرض کیا۔ قبذہ یہ اطلاع درست ہے۔

امام سجادؑ نے فرمایا۔ تو ایسا خطرہ کیوں مول لیتا ہے جب کہ تیرے دربار میں کافی اچھے مراسم ہیں اور حکمران ہماری
محبت۔ ہما زاد کر۔ ہمارے فضائل اور ہمارے امت پر حق واجب کو ناپسند کرتے ہیں۔

میں نے عرض کیا۔ قبذہ! میں جو کچھ کرتا ہوں صرف اور صرف خوشنودی خدا اور رسول کی خاطر کرتا ہوں اور اس سلسلہ
میں مجھے کسی اور ناراضگی یا ر ضامنڈی کی کوئی فکر نہیں ہے۔ اور تیرے میں نے کبھی ایسی باتوں کو اپنے ذہن پر مسلط کیا ہے
کیونکہ اس سلسلہ میں پتہ چلنے والی ہر تکلیف اور اذیت کے لیے میں نے اپنے ذہن کو تیار کر رکھا ہے۔

امام سجادؑ نے فرمایا۔ کیا واقعاً ایسے ہی ہے جیسے کہ رہا ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قبذہ! بالکل ایسے ہی ہے۔

آپ نے تین مرتبہ یہی سوال دہرایا اور میں نے تین مرتبہ یہی جواب دیا۔

امام سجادؑ نے فرمایا۔ اے زائدہ مجھے بشارت ہو۔ مجھے بشارت ہو۔ تجھے بشارت ہو اور اس کے بعد آپ نے
بنت زہراؑ کی روایت سے ایک طویل حدیث سنائی جو انھوں نے ذات احیاء کی زبانی سنائی تھی۔ اس میں ذات احیاء
نے فرمایا ہے کہ۔

حسین اور اس کے انصار و اقربا کے مزارات اہل حق کی علامت۔ مومنین کی کامیابی و کامرانی کا باعث ہوں گے
آسمان سے ایک لاکھ ملک نازل ہو کر ان مزاروں کا طواف کریں گے۔ نوحہ و بکا کریں گے۔ حسین اور اس کے ساتھی
شہداء پر درود و سلام بھیجیں گے۔ زائرین حسین کے لیے استغفار کریں گے۔ تیری امت سے جو بھی ان کی زیارت
کو آئے گا ان کے نام درج کریں گے۔ ان کے آبار اور ان کے تمام اقربا کے نام لکھیں گے۔ ان کی پیشانی پر علامت لگائیں
گے۔ قیامت کے دن وہ علامت اس تحریر میں بدل جائیں گے۔ ہذا اثر قبر خیر المشہد اعدا بن خیر الابداء
قیامت کے دن زائرین حسین کا نور اس طرح چمکے گا کہ اہل محشر کی آنکھیں خیرہ کریں گی۔ اسی نور سے ان کا تعارف
ہوگا۔

کربلا میں شہدائے اہلبیت

نجد اور ابن شمر آشوب کے مطابق چونتیس شہدائے اہلبیت ہیں۔

بہی عقیل سے سات

۱۔ جناب مسلم ابن عقیل

۲۔ جعفر ابن عقیل۔

۳۔ عبدالرحمن ابن عقیل

۴۔ محمد ابن مسلم ابن عقیل

۵۔ عبداللہ ابن مسلم ابن عقیل

۶۔ جعفر ابن محمد ابن مسلم ابن عقیل

۷۔ محمد ابن ابوسعید ابن عقیل۔

ابن شمر آشوب نے مزید دو بھی کھے ہیں۔

۸۔ عون ابن عقیل۔

۹۔ محمد ابن عقیل۔

جناب جعفر طیار کی اولاد سے تین شہدائے کربلا ہیں۔

۱۔ محمد ابن عبداللہ ابن جعفر

۲۔ عون اکبر ابن عبداللہ ابن جعفر

۳۔ عبید اللہ ابن عبداللہ ابن جعفر

اولاد امیر المومنین میں سے نو شہدائے کربلا ہیں۔

۱۔ حسین ابن علی

۲۔ عباس ابن علی

۳۔ محمد ابن عباس ابن علی۔

۴۔ عمرو ابن علی۔

۵۔ عثمان ابن علی۔

۶- جعفر ابن علی -

۷- ابراہیم ابن علی -

۸- عبداللہ اصغر ابن علی

۹- محسن اصغر ابن علی -

امام حسن کی اولاد سے چار شہدائے کربلا ہیں -

۱- محمد ابن حسن -

۲- عبداللہ ابن حسن

۳- قاسم ابن حسن

۴- عمرو ابن حسن

امام حسینؑ کے نو فرزند میدان کربلا میں شہید ہوئے -

۱- علی اکبر ابن حسینؑ

۲- ابراہیم ابن حسینؑ

۳- محمد ابن حسینؑ

۴- حمزہ ابن حسینؑ

۵- علی اصغر ابن حسینؑ

۶- جعفر ابن حسینؑ

۷- عمرو ابن حسینؑ

۸- زید ابن حسینؑ

۹- عبداللہ ضعیف ابن حسن

اولاد اور ازواج غریب کربلا :-

ازواج :-

۱- جناب شہر بانویا - شہزادہ زنات بنت کسری -

۲- ام لیلیٰ بنت ابو مرہ ابن عروہ ابن مسعود ثقفی -

۳- رباب بنت امرو القیس

۴- ام اسحاق بنت طلحہ ابن عبداللہ

بیٹیاں :-

۱۔ فاطمہ کبریٰ یازینب -

۲۔ فاطمہ صغریٰ -

۳۔ رقیہ

۴۔ سکینہ

نوٹ از مترجم۔۔۔۔۔ جناب سید الشہداء بکے تمام آئمہ اہل بیت بشمول سید الانبیاء کی اولاد کا مسئلہ تاریخ میں بڑا پیچیدہ ہے۔ امت مسلمہ سے آج تک بناٹ رسول کا فیصلہ نہیں ہو سکا۔ ایک سچی یا چارہ سہی طرح حضرت علی سے لے کر امام حسن عسکری تک تمام آئمہ اہل بیت کی ازواج اور اولاد میں اس قدر شدید اختلاف ہے کہ حقیقت تلاش کرتے ہوئے سر جھکا جاتا ہے۔ لیکن پھر بھی زبانِ قلم کا پسینہ آتشِ تحقیق بجھانے میں کامیاب نہیں ہوتا۔ وجہ واضح ہے کہ جب خود نبی کریمؐ کی کردار کشی میں امت رسولؐ نے اتنا کام کیا ہے۔ راجعاً چارہ اور سلمان رشتہ جیسے دریدہ قلم مصنفین کو ایسا مواد دستیاب ہو گیا جسے بنیاد بنا کر ان جیسے تیرہ بحثوں نے ان حضورؐ کے خلاف وہ زہر اگلا جس سے امت مسلمہ کی پیشانی سے سرتی شرم و کم مائیگی ٹپکنے لگا۔ کسی مثال کی ضرورت نہیں صحاح ستہ ہی کافی ہیں۔

پھر جس کتاب کو قرآن کے بعد دوسرا مقام دیا گیا ہے اس بخاری شریف کا مطالعہ کر کے ہی ہمارے دعویٰ کی تصدیق کی جاسکتی ہے۔ اس میں سرخیل انبیاء کی میرت و کردار کی جو تصویر کشی کی گئی ہے۔ اسے دیکھ کر کوئی غیر مسلم تو خیر وائبرہ اسلام میں داخل ہونے کی کیا جرات کر سکے گا خود مسلمان کے لیے اپنا اسلام بچانا مشکل ہو جاتا ہے۔

جس امت۔۔۔۔۔ اہل بیت کے مورث اعلیٰ اور کلمہ اسلام کے محوری نقطہ اپنے نبی کا کردار اور میرت نہ سنبھال سکی ہو۔ اس امت سے اسی نبی کے اہل بیت کے سلسلہ میں کیا توقع کی جاسکتی ہے۔

تاریخ شاید ہے کہ امت مسلمہ نے اہل بیت رسولؐ کو مٹانے کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔ اور یہ کوشش آج تک بدستور جاری ہے۔

شیعیان اہل بیت کو نابود کرنے کی کوشش کا مقصد ہر دور میں یہی رہا ہے کہ اہل بیت کا نام لینے والا کوئی نہ رہے بہر صورت یہ ایک الگ موضوع ہے۔ چونکہ تاریخ ہر دور میں دربار سے وابستہ افراد نے لکھی ہے۔ اس لیے ہر مورخ نے اپنے وظیفہ کو بحال رکھنے یا وظیفہ میں مزید اضافہ کی خاطر اور دربار سے مکمل وابستگی کے اظہار کے بطور تاریخ آل محمدؐ کی کوشش کرنے پر زور دیا۔ اور اس کوشش میں وہ کامیاب بھی رہے۔

ان حقائق کے پیش نظر آل محمد کے سلسلہ میں قاتل ہی مورخ ہے۔ اور کبھی کوئی قاتل مقتول کے صحیح حالات

سے آگاہ نہیں کیا کرتا۔ وفات رسولؐ سے لے کر نبی عباس کے دور اقتدار کے خاتمہ تک کا عرصہ جو حکم و بیش نصیروں پر پھیلا ہوا ہے۔ آل محمد اور شیعیان آل محمد کو ختم کرنا ہی اسلام کا مرکزی نقطہ رہا ہے۔ لہذا کسی ایک تاریخ کو ختمنا صحیح ماننا اور دوسری کو یقین سے ٹھکرا دینا انصاف کے قتل کے مترادف ہوگا۔ البتہ کچھ واقعات ایسے ہیں جو مسلمہ میں۔ ان سے انکار بدہیات سے انکار ہوگا۔

ان حالات میں حقیقت پتہ کی کا تقاضا یہ ہے کہ جو واقعات تمام مورخین کے نزدیک مسلمہ ہیں انہیں نہ موضوع بنایا جائے اور نہ ہی ان میں مشکوک و شبہات پیدا کیے جائیں۔ مثلاً نبی اکرم کی ایک بیٹی۔ حضرت علی کی معروف اولاد امام حسن کی معروف اولاد امام حسین کی معروف اولاد علی ہذا القیاس۔

سابق شہدائے اہل بیت کے زیر عنوان امام حسین کے نو بیٹے میدان کربلا میں شہید بتائے گئے ہیں۔ اگر اس تعداد کو درست مانا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ امام حسین کے دس بیٹے تھے۔ نو میدان کربلا میں شہید ہوئے اور دسواں امام سجادؑ جو زندہ رہا۔

لیکن جو مسلمہ ہے وہ یہ ہے کہ آپ کے تین بیٹے۔ علی اوسط۔ جو کربلا میں شہید ہونے والے علی نام کے دو بیٹوں سے بڑا تھا۔ اس لیے اس مناسبت سے علی اکبر مشہور ہو گیا۔ علی اصغر اور عبد اللہ رضیع۔ دیگر بیٹے جن میں مورخین کا اتفاق نہیں ہو سکا ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا جائے۔

اسی طرح یہ بھی مسلم ہے کہ امام سجادؑ جناب شہر بانو یا شاہ زنانہ کے مدفن عفت سے تھے۔ میدان کربلا میں شہید ہونے والے علی اکبر کی ماں ام لیلیٰ ثقیفہ تھیں۔ علی اصغر باب بنت امروالقیس کے ششما سے ولادت ہوئے اور نو مولود۔ عبد اللہ رضیع کی والدہ ام اسحاق تھیں۔ اس کے علاوہ والدہ عالم بالصواب۔

جہاں تک بیٹیوں کا تعلق ہے ان کے معاملہ میں تو تاریخ بہت زیادہ الجھ کر رہ گئی ہے۔ جناب فاطمہ صغریٰ کے متعلق اگرچہ اور کچھ نہیں ملتا۔ لیکن آنا ضرور ملتا ہے کہ مدینہ میں سب سے پہلے خبر شہادت ام المومنین ام سلمہ اور فاطمہ صغریٰ بنت حسین کو ہوئی۔ جناب ام المومنین ام سلمہ کو خواب میں نبی کونین کے ذریعہ اور جناب فاطمہ صغریٰ کو پرتے کے ذریعہ خبر شہادت موصول ہوئی۔

اس سے یہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ جناب فاطمہ صغریٰ بہر صورت دختر حسین تھیں اور مدینہ میں رہ گئی تھیں۔

اب یہ سوالات کہ کیوں رہ گئی تھیں؟ یہ ہماری اپنی فکری اختراع ہے جسے روایت میں روایت کے نام سے ناآشنائے تاریخ افراد پر مسلط کیا جاتا ہے۔ جو قطعاً خلاف انصاف ہے۔

کیونکہ خود ساختہ دلائل دونوں طرف موجود ہیں۔ جب کہ جناب فاطمہ صغریٰ کے مدینہ رہ جانے کے قائل افراد کے پاس دیگر دلائل کے علاوہ تاریخ بھی ہے اور اس کے مقابلہ میں اس واقعہ سے انکار کرنے والوں کے پاس سوائے اپنے

ذہنی قیاسی اور خانہ ساز دلائل کے علاوہ کچھ نہیں۔

ہاں اس سلسلہ میں جناب فاطمہ صغریٰ کے مدینہ میں رہ جانے کے خلاف جو دلائل دیے جاتے ہیں ان میں ایک دلیل یہ بھی پیش کی جاتی ہے۔ کہ فاطمہ صغریٰ بنت حسین کے نام سے کوفہ سے شام تک خطبات موجود ہیں جو اس بات کی نفی کرتے ہیں کہ جناب فاطمہ صغریٰ مدینہ میں رہ گئی تھیں۔

لیکن وہ لوگ دوسری طرف اس حقیقت کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ محدثات آل محمد میں سے ایک سے زیادہ خواتین کے نام فاطمہ تھے۔ اور فاطمہ نامی کافی خواتین میدان کربلا میں موجود تھیں۔ فاطمہ بنت علیؑ بھی تھی۔ اب ظاہر ہے فاطمہ بنت علی کے ہوتے ہوئے جو فاطمہ بھی ہوگی خواہ وہ فاطمہ دختران امام حسین میں سے فاطمہ کبریٰ ہی ہو۔ فاطمہ بنت علی کے مقابلہ میں فاطمہ صغریٰ ہی کہلائے گی۔

اسی طرح جناب سکیئہ بنت الحسین کے متعلق جو مسلم ہے وہ یہ ہے کہ یہ بی بی جناب رباب کی بیٹی تھی۔ مورخین کا اس میں اختلاف ہے کہ زندان شام میں امام حسین کی جو بچی فوت ہوئی ہے۔ وہ سکیئہ بنت حسین تھی یا رقیبہ بنت حسین تھی۔

یہ تو متفق ہے کہ نام جو بھی تھا وہ تھی دختر حسین۔ بقول سیدالعلماء علامہ علی نقی شام میں جو بچی بھی فوت ہوتی ہے وہی سکیئہ تھی۔ اس کو موضوع بحث بنا کر کسی کو باہل اور کسی کو محقق اعظم کہنا بھی ہے۔ خون انصاف ہے۔

صاحب دمعۃ السابک نے اولاد امام حسین کے سلسلہ میں متعدد روایات پیش کر کے کسی بھی روایت کو ترجیح نہیں دی۔

اسی لیے ہمیں آپ کا دقت لینا پڑا اور یہ چند سطور لکھ دی ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص جناب سکیئہ کی وفات زندان شام میں پڑھتا ہے تو جو افراد اس کے قائل نہیں ہیں انہیں اس کے خلاف اصول شریعت کے مطابق کسی قسم کا فتویٰ دینے کا حق نہیں ہے۔ اگر وہ حضرات ان روایات کو ترجیح دے سکتے ہیں جو روایات جناب سکیئہ کے زندان شام میں وفات کے خلاف ہیں تو ان کا شرعی وظیفہ ہے کہ وہ ان دوسرے افراد کو بھی یہ حق دیں کہ وہ اپنی تحقیق کے مطابق ان روایات کو ترجیح دیں جن میں جناب سکیئہ کی وفات زندان شام میں بتائی گئی ہے۔

اولاد امام حسین کے سلسلہ میں سابقاً پیش کردہ دیگر روایات کے علاوہ یہ بھی مسلم ہے کہ امام حسین کا سلسلہ نسل صرف اور صرف جناب سجاد سے چلا ہے۔ اور آپ کا کوئی ایسا بیٹا زندہ نہیں بچا تھا جس سے سلسلہ نسل چلا اور نہ ہی کسی بیٹے کی اولاد باقی تھی جس سے سلسلہ نسب چلتا۔

کوفہ میں داخلہ سے شام روانگی تک :-

ہونے کے مطابق جب امیران آل محمد کا تانہ کوفہ کے قریب پہنچا تو ابن زیاد اور عمر سعد کی منصوبہ بندی کے مطابق اس تانہ کا استقبال کرنے کی خاطر کوفہ اور اطراف کوفہ سے آنے والے تمام تماش بین جمع ہو گئے۔ اس تانہ میں امام سجادؑ کے علاوہ کچھ بچے بھی تھے۔ امام محمد باقرؑ، زید بن حسنؑ، عمر دین حسنؑ اور زینبوں سے جو رحمن ثنی ابن حسنؑ۔ جب تانہ بازار میں آیا۔ تو چھت سے ایک عورت نے پوچھا۔

تم کس علاقہ اور قبیلہ کی قیدی عورتیں ہوں۔

من ای الاساری انا تن

ایک بی بی نے جواب دیا۔

من اساری آل محمد

ہم آل محمد کی قیدی بیٹیاں ہیں۔

وہ عورت یہ سن کر جلدی سے نیچے اتری چادریں اٹھائیں اور چھت پر آ کر خدشات عصمت میں تقسیم کیں۔ ابھی تک بی بیوں نے چادریں سروں پر نہیں کی تھیں کہ شمر نے سپاہیوں کو حکم دیا جنہوں نے نیزوں سے چادریں چھین لیں۔ اہل کوفہ آل محمد کی یہ مظلومی دیکھ کر رونے لگے۔

جناب سجادؑ نے اہل کوفہ سے فرمایا۔

تجرب ہے کل ہمیں قتل کرنے میں پیش پیش تھے اور آج رونے میں بھی پیش پیش ہو اگر ہمیں تم نے قتل نہیں کیا تو پھر کس نے کیا ہے۔

اگر تم ہی نے قتل کیا ہے تو اب روتے کس بات پر ہو۔

استیجاب میں مدام ابن بشیر اسدی سے مروی ہے کہ جب امیران آل محمد کا تانہ وسط بازار میں پہنچا تو دختر علیؑ نے اپنے مجبور ہاتھوں سے لوگوں کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ پھر فرمایا۔

لوگو! خاموش ہو جاؤ۔

ایرہا الناس اُسکُمُتُوا۔

مدام کہتا ہے۔ بخدا! میں نے کسی بے بسی۔ مجبور اور تم رسیدہ مرد کو بھی اس جرات اور ہمت سے خطبہ دیتے نہیں دیکھا جس ہمت سے بنت علیؑ نے خطبہ دیا۔

مجھے حیرت ہے کہ جو بھائی امی خدر نے

چپ ہو جاؤ۔ کہا ایسے معلوم ہوا کہ علیؑ نے کوفہ پر آگئے ہیں اور اس

آواز میں اتنا رعب تھا کہ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے پوری کائنات پر سناٹا چھا گیا ہو۔

کسی ذمی روح کے نفس کی آواز تک نہیں کہہ سکتی تھی مدہ سے کہ اذان کے گنگے میں ٹنگی گھنٹیوں کی آواز تک

ختم ہو گئی۔

حمد و ثنائے الہی اور صلوات بر محمد و آل محمد کے بعد۔
نبی نے فرمایا ابا بعد۔

اے بد نصیب کو فیو! اے غدار کو فیو! اے ذلیل کو فیو! اے فریب کار کو فیو! اب تو تمہاری آنکھوں سے آنسو کبھی خشک ہوں گے اور نہ ہی تمہاری آہیں ختم ہوں گی۔۔۔۔۔ تم اس عورت کی مانند ہو جو سارا دن موت کا تکرار کرتے ہوئے کے ٹکڑے کر دے۔۔۔۔۔ تمہارے پاس خوشامد چا پوسی اور یاد دہانہ گوئی کے سوا کیا ہے!۔۔۔۔۔ بھوٹ تمہارا اور ہنا بچھونا ہے۔۔۔۔۔ اور کینزوں جیسی جی حضور ہی تمہارا سرمایہ حیات ہے۔۔۔۔۔ تم طوطا جستم ہو۔۔۔۔۔ تم گندگی کے ڈھیر پر اگنے والی بنری اور کھوٹا سکے ہو۔۔۔۔۔ بخدا! تم نے آخرت کے لیے انتہائی بدترین سامان کیا ہے۔۔۔۔۔ تم اللہ کے دائمی عذاب کے مستحق ہو چکے ہو۔۔۔۔۔ کیا آج میرے بھائی کے غم میں روتے ہو؟۔۔۔۔۔ ہاں رولو۔ تمہیں ہی تو روننا چاہیے۔۔۔۔۔ تم لو زیادہ اور ہنوکم۔۔۔۔۔ تم نے ایسی لعنت لیا ہے۔۔۔۔۔ تم نے ایسی مذمت خریدی ہے۔۔۔۔۔ تم نے ایسا داغ لیا ہے جو قیامت تک زائل نہیں ہوگا۔۔۔۔۔ بھلا خاتم الانبیاء کے فرزند۔۔۔۔۔ کان رسالت کے گوہر۔۔۔۔۔ جو انان جنت کے سردار۔۔۔۔۔ ایام جنگ میں تمہارا ہمراہ۔۔۔۔۔ تمہارے گروہ کا حامی۔۔۔۔۔ تمہاری صلح کا مرکز۔۔۔۔۔ ہر غریب کا نم گسار۔۔۔۔۔ مصائب کے وقت ہائے امن۔۔۔۔۔ وقت قتال مقام پناہ۔۔۔۔۔ تمہاری دیلیوں کا محور۔۔۔۔۔ اور تمہاری راہ کے چراغ کا قتل کیسے بھول سکتا ہے۔ اور تمہارے دامن سے یہ داغ کیسے دھل سکتا ہے۔ اپنی قیامت کے لیے تم نے بہت پراکاشت کیا ہے۔ توف ہو تم پر۔۔۔۔۔ توف ہو تم پر۔۔۔۔۔ لعنت ہو تم پر۔۔۔۔۔ بار بار لعنت ہو تم پر۔۔۔۔۔ تمہارے ہاتھ ٹوٹ جائیں۔۔۔۔۔ تم نے بہت گھائے کا سودا کیا ہے۔۔۔۔۔ تم نے غضب الہی کو دعوت دی ہے۔۔۔۔۔ ہمیشہ کی ذلت اور رسوائی کو اپنا مقدر بنایا ہے۔۔۔۔۔ رسوا ہو جاؤ کسی وقت سوچا بھی ہے کہ تم نے اپنے نبی کا جگر پارہ کیسے ٹکڑے ٹکڑے کیا؟۔۔۔۔۔ تمہیں معلوم ہے کہ تم نے کونسا کیا ہوا وعدہ توڑا ہے۔۔۔۔۔ کیا جانتے ہو کہ کس کی بیٹیوں کو بے متنع و چا و در کر کے تشہیر کر رہے ہو۔۔۔۔۔ تم نے ایسی سیاہ بختی کا مظاہرہ کیا ہے جس سے آسمان لرز گئے۔ زمین کانپ گئی۔ پہاڑ دہل گئے۔ کیا اس بات پر حیران ہو چکے ہو کہ آسمان سے خون کی بارش ہوتی ہے۔۔۔۔۔ قیامت کا عذاب بہت سخت ہوگا۔۔۔۔۔ اس مہلت کو چھٹی نہ سمجھو۔۔۔۔۔ اللہ جلد بازی نہیں کرتا۔۔۔۔۔ اور نہ ہی تاخیر سے اسے انتقام کے فوت ہو جانے کا خدشہ ہوتا ہے۔۔۔۔۔ یقین رکھو اللہ ہمارا اور تمہارا سب کا نگران ہے۔

اشعار کا ترجمہ۔

اس وقت کیا جواب دوگے جب نبی کو نبین نے تم سے پوچھا کہ تم تمام امتوں کی نسبت آخری امت تھے۔ تم نے میرے اہل بیت سے کیا سلوک کیا۔ میری اولاد کو ذبح کیا۔ میری بیٹیوں کو بے متنع و چادر کر کے رن بستہ کیا۔

اگر میں تمہیں اپنے اہل بیت سے بد سلوکی کی دھیت کر جاتا تو کیا اس سے بڑھ کر بھی کچھ کر سکتے تھے حالانکہ میں نے حسن سلوک کی منتیں کی تھیں۔

اس کے بعد امام سجاد نے فرمایا۔ چھو پھی اماں اتنا ہی کافی ہے۔ حمد خدا ہے آپ عالمہ غیر معلمہ ہیں۔ یہ سنتے ہی دختر زہرا خاموش ہو گئیں۔

خدا م کتاب سے کہ میرے پہلو میں ایک بوڑھا کھڑا ہے تماشا درد رہا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھ موئے آسمان اٹھا رکھے تھے اور کہہ رہا تھا۔

میرے ماں باپ تمہارے قدموں پر شاہ موں۔ تمہارے بوڑھے بوڑھوں سے۔ جوان جوانوں سے۔ اور عورتوں سے افضل ہیں۔

اجتجاج ہی میں زید ابن موسیٰ نے اپنے باپ کے ذریعہ امام سجاد سے روایت کی ہے کہ اس کے کچھ دیر بعد دوسری جگہ جناب فاطمہ صغریٰ نے خطبہ دیا۔

اس سے اگلے چوک پر پھر جناب ام کلثوم زینب نے خطبہ دیا۔

خدا م ابن بغیر سے اجتجاج میں مروی ہے کہ آخر میں امام سجاد نے خطبہ دیا۔

مقتل کی بعض معتبر کتب میں میں نے دیکھا ہے کہ ہبل ابن سعید شمر زوری سے مروی ہے کہ بد قسمتی سے میں اس دن کو ذی میں تھا جس دن امیران آل محمد کا فائدہ داخل کو ذہ ہوا۔

میں نے خواتین کو ذہ کو فوجوں لگا اور ماتم کرتے دیکھا۔ میں نے ایک سن رسیدہ سے پوچھا کہ یہ کیا مورہا ہے کچھ لوگ جشن منا رہے ہیں اور کچھ فوج خوانی اور ماتم کر رہے ہیں۔

اس بوڑھے نے کہا۔ کہیں تو مسافر تو نہیں۔

میں نے کہا۔ اگر میں مقامی ہوتا تو مجھے پوچھنے کی کیا ضرورت تھی یا جشن منانے والوں میں ہوتا اور بار دنے والوں میں ہوتا۔

اس نے کہا۔ وہ دیکھو فرزند رسول کا سر نوک نیزہ پر آ رہا ہے اور بے پالان کے اونٹوں پر ذریت رسول کی مستورات رن بستہ بازار میں لائی جا رہی ہیں۔

اتنے میں سروں والے نیزے اور اونٹ قرب آگئے۔ میں نے دیکھا کسی بھی خاتون کے سر پر نہ کوئی چادر تھی

اور نہ متنع۔ ہر ستور کے ہاتھ پس گردن بندھے ہوئے تھے۔ بالوں سے پردہ بنائے ہوئے تھیں۔ کوزہ کی مستورات نے بچوں پر کھجوریں صدقہ کیں۔

ایک مستور نے باواز بند بچوں سے کہا۔ کھجوریں پھینک دو۔

پھر ان مستورات سے فرمایا۔ صدقہ ہم پر حرام ہے۔

ایک مستور نے کہا۔ صدقہ تو آل محمد پر حرام ہے کیا تم آل محمد ہو۔

اس بی بی نے جواب دیا۔ کہ ہاں ہم آل محمد ہیں۔ اور ان روئے زمین پر ہمارے سوا کوئی عورت یہ دعویٰ نہیں کر سکتی۔

کئی اونٹ پر ایک کسی پردہ اور کسی پر تین تین بیجاں اور خواتین سوار تھیں۔

منتخب میں مسلم جصاص سے مروی ہے کہ مجھے ان زیادخوار الامارہ کے اس حصہ کی نقلی کرنے کو کہا۔ جس میں وہ دبار لگاتا تھا میں نقلی میں مصروف تھا کہ نعروں۔ ڈھولوں۔ گاؤں اور تالیوں کا شور بلند ہوا۔ میرے ساتھ مزدور تھا میں نے اسے بھیجا معلوم کر یہ کیا ہے۔

کچھ دیر کے بعد آیا۔ اور بتایا کہ لوگ کہہ رہے ہیں زید کے باغی کا سر ہے۔

میں نے پوچھا۔ انہوں نے باغی کا نام نہیں بتایا۔

مزدور نے کہا۔ کہہ رہے تھے حسین ابن ناظر ہے۔

یہ سنتے ہی میں نے کام چھوڑ دیا۔ روتا بیٹا نیچے اترا۔ وہاں آیا جہاں اسیران آل محمد کا قافلہ آ رہا تھا۔ میں نچالیس اونٹ لگنے۔ جن پر مستورات سوار تھیں۔ نہ کسی اونٹ پر پالان تھا اور نہ کسی بی بی کے سر پر چادر تھی۔ ہر بی بی تے بالوں سے پردہ بنایا ہوا تھا۔

کوئی عورتوں نے چھتوں سے بچوں کو صدقہ کی کھجوریں دیں۔ ایک بی بی نے بچوں سے فرمایا۔ یہ ہمارے لیے کھانا ہائز نہیں پھینک دو۔

میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب ان بھوکے بچوں نے اس مستور کا حکم سنتے ہی کھجوریں منہ سے نکال کر بھی پھینک دیں۔ پھر اسی خندہ نے کوئی عورتوں سے فرمایا۔ نحن آل محمد والصدقة علینا حرام۔ ہم آل محمد ہیں۔ ہم پر صدقہ حرام ہے۔

ابو قطفان نے اپنی تالیف میں لکھا ہے کہ ایک شیوہ کا کہنا ہے کہ مجھ سے ایک ایسا جرم سرزد ہوا ہے اگر مجھے اسی جگہ معاف نہ کر دیا جاتا تو میں اپنے جہنمی ہونے میں ذرا بھی شک نہ کرتا۔

راوی نے پوچھا۔ وہ کیا جرم ہے۔

اس نے بنایا کہ میں نے کوفہ میں دختران علی دہرہ کو بے پالان کے اونٹوں پر دیکھا ہے۔ ہوا یوں کہ میں کوزہ

ہی میں تھا لیکن مجھے کچھ علم نہ تھا کہ فرزند رسول کے ساتھ امت نے کیا سلوک کیا ہے۔ ایک دن میں بازار کو ذمہ میں بیٹھا تھا۔ میرا ذہن کسی غیر شعوری خوف سے سہما ہوا تھا۔ مجھے شب و روز میں بڑی تبدیلیاں نظر آرہی تھیں۔ دنیا تار یک تار ایک نظر آتی تھی۔ کو ذکی دیواریں اس طرح معلوم ہوتی تھیں جیسے ان پر خون کا پلستر چڑھا دیا گیا ہو۔ ہر شخص کا لباس ایسے نظر آتا تھا جیسے اسے خون میں ڈبو کر نکالا گیا ہے۔

ہر شخص مجھے حیران و پریشان۔ ڈرا ہوا اور سہما سہما سا نظر آتا تھا۔ ہر طرف وحشت برس رہی تھی میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا ہو گیا ہے یا ہونے والا ہے۔

اسی اثنا میں یکایک تکبیر و تمہیل کی آواز گونجی پھر بہت بڑا شور و غل مچا ہوا گیا۔ میں پتہ کرنے کی خاطر اٹھا کر دیکھوں کیا ہے۔

میں نے دیکھا کچھ سر نیزوں کی نوک پر بلند تھے۔ کچھ ستورات برہنہ سر بے پالان کے اونٹوں پر تھیں ان ستورات میں بڑی بڑی ٹوکی بھی تھیں اور کمن پیمیاں بھی تھیں۔ تمام ستورات نے بالوں سے منہ چھپائے ہوئے تھے۔ ان کے آگے آگے ایک نوجوان ایک موٹے تازے اونٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ جوان بیمار نظر آتا تھا۔ اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات جاری تھی۔ اس کے دونوں پاؤں اونٹ کے پیچھے سے بندھے ہوئے اور ٹانگوں سے خون بہہ رہا تھا۔ اس کے سر پر کوئی کپڑا نہ تھا۔ اور نہ ہی ٹانگوں پر کوئی کپڑا تھا۔

نیزہ برداروں میں ایک شخص کے ہاتھ بہت لبا نیزہ تھا۔ اس کی نوک پر ایک سر تھا۔ سر پر قتل وغیرہ کے کوئی آثار نہ تھے۔ نیزہ بردار بڑے فخریہ اشعار پڑھ رہا تھا۔ کہہ رہا تھا۔

انا صاحب الرصح الطویل - میں لمبے نیزے والا ہوں۔

انا صاحب السیف الصقیل - میں چمکتی تلوار والا ہوں۔

انا قاتل الدین الاویل - میں دین کی بنیادوں کا قاتل ہوں۔

اونٹوں پر سوار ٹورتوں میں سے ایک مستور نے اس ظالم سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ اس کے آگے یوں بھی تو کہہ۔

من ناغاة فی المہد جبرائیل - میں اس کا قاتل ہوں جسے گوارے میں جبریل لوری دیتا تھا

ومن خدامہ میکائیل واسراقیل - میں اس کا قاتل ہوں جس کے میکائیل اور اسرافیل نوکرتھے

ومن عتقا نہ صلصائیل - میں اس کا قاتل ہوں کہ صلصائیل نرستہ جس کا آزاد کردہ

غلام تھا۔

ومن اہنز لقتلہ عرش - میں اس کا قاتل ہوں جس کے قتل سے رب جلیل کا عرش

ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست

الجلیل -

کانپ گیا۔

تل یا ویک۔ اللہ تجھ پر لعنت کرے یوں کہہ۔

میں محمد مصطفیٰ علی مرتضیٰ فاطمہ زہرا حسن مجتبیٰ آمنہ لائی۔ ملائکہ سہار۔ انبیاء اور اولیاء کا قاتل ہوں۔

الزہراء حسن المزی و الہدی و ملائکہ السماء والانبیاء والاولیاء

میں ایک اونٹ کے قریب گیا۔ اور ایک بی بی سے پوچھا۔

یہ سر کیسے ہیں اور تم قیدی کہاں سے ہو۔

اس بی بی نے جھٹک کر فرمایا۔

تجھے شرم نہیں آتی کہ ہماری طرف نظر اٹھا کر دیکھتا ہے۔

اس آواز میں ایسا عجب تھا کہ میں غیر ارادی طور پر بیٹھ گیا۔ میرا سر چکرانے لگا۔ مجھے سنبھلنے میں کافی وقت لگا جب تک میں سنبھلتا وہ قافلہ آگے جا چکا تھا کہ میں غیر ارادی طور پر اپنے سر اور منہ پر ٹلپے مارتا ہوا آگے بڑھا۔ اسی اونٹ کے قریب جا کر سر جھکایا۔ اونٹ کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ میں بے ساختہ دھاڑیں مار کر رو رہا تھا۔ اب پوچھنے کی ہمت نہ تھی۔

میری صدائے گریہ سنکر اس مخدرہ نے پوچھا۔ کیوں رو رہا ہے؟

میں نے عرض کیا۔ آپ کی عزت۔ آپ کی مظلومیت۔ آپ کی کسمپرسی۔ اور آپ کی بے چارگی پر رو رہا ہوں

لیکن مجھے معلوم نہیں کہ آپ کون ہیں؟

اور یہ سر کس کے ہیں؟

اس مخدرہ نے کہا۔ میں زینب بنت علی ابن ابی طالب ہوں۔ دیگر تمام قیدی مستعدت نبات رسولؐ ہیں۔

دختران علی وزہرا ہیں۔ ایسے نیزہ پریر سے بھائی حسین کا سر ہے جسے کربلا میں تین دن کا پیاسا ذبح کیا گیا ہے۔

دوسرے سر ذریت رسول کے ہیں۔ جو نصرت حسین میں پیاسے شہید کیے گئے ہیں۔ ہمارے آگے اونٹ پر جو نوجوان

بیمار سوار ہے۔ وہ علی ابن حسین اور اس وقت امام وقت اور حجت خدا ہے۔

یہ سنتے ہی میں نے دیوار سے ٹکرائی۔ گریبان چاک کر ڈالا۔ منہ اور سینہ پر ماتم کرنے لگا۔ اور عرض کیا۔

میری آقا زادی میں نے پہلی مرتبہ بھی آپ کی عزت اور مظلومیت پر ترس کھاتے ہوئے دیکھا تھا میں آپ کے شیعوں

سے ہوں۔ میرے ایسے یہ سنکر زندگی بھر ماتم کرنا بھی سو دمنہ نہیں ہوگا۔

بی بی نے فرمایا۔ اگر تو ہمارا محب ہے تو پھر ہماری مدد کیوں نہ کی۔

میں نے عرض کیا۔

بی بی میری سیاہ بختی اور بد نصیبی نے مجھے توفیق نہیں دی۔

شیخ مفید کے مطابق جب ابن سعد سر اور امیران آل محمد کو لے کر کوفہ پہنچا تو ابن زیاد نے حکم دیا کہ آج دیر ہو چکی ہے کل صبح سر اور قیدیوں کو پیش کیا جائے۔ دوسرے دن اس خبیث نے دربار عام میں اعلان کیا۔ اور اذن عام دے دیا کہ جو چاہے داخل دربار ہو کسی قسم کی پابندی نہیں ہے جب دربار لگ گیا تو اس نے حکم دیا کہ غریب نہرہ کا سر اور دیگر شہداء کے سر لائے جائیں۔

جب فرزند رسولؐ کا سر سونے کے ٹشت میں رکھ کر اسے پیش کیا گیا تو اس نے اپنے سامنے سر رکھا۔ سر دیکھ کر مسکرایا۔ اس کے ہاتھ میں چھڑی تھی چھڑی مظلوم کے بلا کے دندان مبارک پر مار کر کہنے لگا۔ اے ابو عبد اللہ! بہت جلد بولڑھے ہو گئے تھے۔ دربار میں سے ایک شخص نے کہا۔

ظالم اب بس بھی کر۔ بوسہ گاہ نبوی سے چھڑی اٹھالے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے سرتاج انبیاء کو انہی لبوں اور دانتوں کو چوستے دیکھا ہے۔ اس نے کہنے والے کی بات کی پرداہ نہ کی۔ اور اسی انداز میں چھڑی مارتے ہوئے کہنے لگا۔ یوم یوم بدر حسین بدر کے مقتولین کا بدلہ کر بلا میں پورا ہو گیا ہے۔

پھر صحابی رسولؐ زید ابن ارقم نے کہا۔ دونوں لبوں سے چھڑی اٹھالے ظالم۔ جس اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کی قسم میں نے اپنی آنکھوں سے رسولؐ کو دیکھا ہے وہ ان لبہاے مبارک کو کافی دیر تک جوم جوم کر روتے تھے۔ ابن زیاد نے کہا۔ اگر بڑھائیے آپ کی عقل نہ چاٹ لی ہوتی اور تو اپنے ہوش میں ہوتا تو میں ابھی جلا کو تیری گردن مارتے کا حکم دیتا۔

زید ابن ارقم اٹھ کھڑا ہوا۔ دربار سے باہر آنے لگا۔ اور آتے ہوئے کہتا رہا۔ اے لوگو! یاد رکھو تم نے فرزند زہرا کو قتل کر کے ابن مرجانہ کے ہاتھ میں اپنی باگ دے دی ہے آج کے بعد تم سے بدتر غلام کوئی نہ ہو گا۔ تمہارے شرفاء کو یہ قتل کرے گا اور کمیوں کو زور خرید غلام بنائے گا۔ لعنت ہے ان لوگوں پر جو اس ذلت اور سوائی کو قبول کریں گے۔

پھر چیخے پلٹے۔ مگر ابن زیاد کے قریب آگیا میں تجھے ایک حدیث سناتا ہوں ممکن ہے تجھے وہ پہنچے نہ آئے اور تیرے ذہن کے لیے گراں ہو۔

ایک دن مسجد نبویؐ میں سرتاج انبیاء تشریف فرما تھے۔ دیگر صحابہ میں امیر المؤمنین علیؑ بھی بیٹھے تھے۔ دونوں شہزادے آئے آپ نے اٹھ کر دونوں کو اٹھایا۔ سندرنات پر بیٹھ گئے۔ حسن کو دائیں اور حسین کو بائیں زانو پر بٹھا کر پہلے دونوں کے لب چوستے پھر دست دعا بلند کر کے عرض کیا۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْتَوْدِعُكَ أَيَّاهُمَا وَمَا لِحَقِّهِمَا
الْمُؤْمِنِينَ -
اسے ابن زیاد بھلا تو خود سوچنا کہ تو نے امانت نبویہ سے کیا سلوک کیا ہے -

اس کے بعد ابن زیاد نے دختران نبوی کو پیش کرنے کا حکم دیا -

ثانیہ زہراؑ بوسیدہ لباس میں تھی داخل دربار ہونے کے بعد بی بی ایک طرف خاک پر بیٹھ گئی - دیگر مستورات
نے ہر طرف سے گھیر لیا -

ابن زیاد نے کہا - یہ کون ہے جو دربار میں امیر ہونے کے باوجود میری اجازت کے بغیر بیٹھ گئی ہے -
ثانیہ زہراؑ نے کوئی جواب نہ دیا -

ابن زیاد نے دوسری مرتبہ پوچھا - پھر تیسری مرتبہ پوچھا - جب دختر علیؑ نے کوئی جواب نہ دیا تو شمر نے آگے بڑھ کر
کہا یہ دختر علیؑ زینب ہے -

ابن زیاد نے کہا - اس اللہ کی حمد ہے جس نے تمہیں رسولؐ کیا ہے - تمہیں موت سے دوچار کیا ہے اور تمہاری اسلامی
بدعت کو نابود کیا ہے -

بنت زہراؑ نے فرمایا - اس اللہ کی حمد ہے جس نے ہمیں اپنے نبیؐ کی سعادت بخشی ہے اور ہمیں ہر جس سے
اس طرح پاک رکھا ہے جس طرح پاک رکھنے کا حق ہے - رسولؐ اور شمر مسافر ہوتے تاجر اور جھوٹے ہوتے ہیں جہاد
وہ ہمارے انبار ہیں -

ابن زیاد نے کہا - دیکھ لیا ہے اللہ نے تم اہل بیت سے کیا سلوک کیا ہے -
بی بی نے فرمایا - شہادت میرے اہل بیت کا مقدر تھی - وہ اپنی مقتل میں آئے شہادت کی سعادت حاصل کی -
کل بروز خضرؑ اٹھے ان کے سامنے پیش کرے گا - ان کی شہادت کا مقدمہ چلے گا - پھر پتہ چل جائے گا کہ اللہ نے میرے
اہل بیت سے کیا سلوک کیا ہے -

ابن زیاد غصے سے پھر گیا - اس نے ارادہ قتل کیا -
عمر و ابن حریث نے کہا -

اسے امیر یہ درو رسیدہ اور تم دیدہ عورت ہے عورتوں کا باتوں پر ان کا مواخذہ نہیں کیا جاتا اور نہ ہی انکی
خدمت کی جاتی ہے -

ابن زیاد نے کہا - تیرے سرکشوں اور تیرے اہل بیت کے قتل سے میرا دل ٹھنڈا ہوا ہے -
یہ سنکر بنت زہراؑ کی آنکھوں کے بندھن ٹوٹ گئے - بے ساختہ رو کر بی بی نے فرمایا - تو نے میرے بوڑھے

قتل کر دیتے -

میری شاخیں کاٹ ڈالیں۔ میری بنیادیں ہلا دیں۔ میری مخدرات کو سر رہنہ تشہیر کرایا اگر انہی اعمال سے تیرا دل ٹھنڈا ہونا تھا تو واقعاً آج تیرا دل ٹھنڈا ہوگا۔

ابن زیاد نے کہا۔ یہ بڑی فصیحہ اور بلینڈ سے اس کا باپ بھی بڑا اویب تھا۔

بنی بنی نے فرمایا۔ عورت اور تافہ بند کی کاکیا تعلق ہے۔ اس تافہ بندی کے علاوہ میرے غم اور تفکرات بہت زیادہ ہیں۔ یہ تو دل کیے پچھوئے تھے جو جل اٹھے اور میں نے کسی تضحیک کے بغیر جو حقائق تھے تجھے ان سے مطلع کر دیا ہے ممکن ہے کسی وقت تجھے اس خواب غفلت سے ہوش آجائے۔

اس کے بعد جناب علی ابن حسین زین العابدینؑ کو ابن زیاد کے پیش کیا گیا۔

ابن زیاد نے کہا۔ تو کون ہے؟

امام سجادؑ نے فرمایا۔ میں علی بن حسین ہوں۔

ابن زیاد نے کہا۔ کیا اللہ نے علی ابن حسین کو قتل نہیں کر دیا۔

امام سجادؑ نے فرمایا۔ میرا بھائی تھا جس کا نام علی تھا۔ اسے لوگوں نے قتل کر دیا ہے۔

ابن زیاد نے کہا۔ لوگوں نے نہیں اللہ نے قتل کیا ہے۔

امام سجادؑ نے فرمایا۔ اللہ تو اس وقت وفات سے دو چار کرتا ہے جب کسی کی زندگی کے ایام پورے

ہو چکے ہوں۔

ابن زیاد غضب ناک ہو گیا۔ اور کہنے لگا۔

کیا تجھ میں یہ جرات ہے کہ مجھے ترکی ترک کی جواب دے۔ اور تجھ میں یہ ہمت ہے میری بات کو رد کر سکے۔ اسے

ابھی لے جاؤ اور قتل کر دو۔

بنت زہراؑ نے جب ابن زیاد کا یہ حکم سنا تو اٹھ کھڑی ہوئیں اور فرمایا۔ ابن زیاد تجھے معلوم ہے کہ تو نے اس بیمار کے علاوہ میرا کوئی بھی نہیں چھوڑا اگر اسے قتل کرنا ہی ہے تو پھر تجھے اس کے ساتھ ہی مجھے بھی قتل کرنا ہوگا۔

امام سجادؑ نے فرمایا۔

پھوپھی جان! مجھے اس سے ایک بات کہنے دیں۔ پھر فرمایا۔

ابن زیاد۔ کیا تو مجھے قتل کی دھمکیاں دیتا ہے۔ ابھی تک مجھے یقین نہیں ہوا کہ قتل ہماری عادت ہے اور شہادت

ہمارا فخر ہے۔

بنت زہراؑ اپنے مجبور ہاتھوں کے باوجود جناب سجادؑ سے چٹ گئی اور فرمایا۔

ابن زیاد۔ ہمارے جو قتل کر چکا ہے انہیں کافی سمجھ۔ میں مزید قتل برداشت نہیں کروں گی اور اس وقت تک

اسے نہیں چھوڑوں گی جب تک اپنا حکم واپس نہیں لے گا۔

ابن زیاد نے ایک مرتبہ بی بی کو اور دوسری مرتبہ جناب سجادؓ کو دیکھا اور کہنے لگا۔ تعجب ہے خون میں کتنی کشش ہوتی ہے مجھے یقین ہے کہ یہ عورت اپنی جان دے دے گی۔ اسے چھوڑو۔

نتخب اور شرح شافینہ میں ہے کہ دربار میں موجود عینی شاہدوں کا بیان ہے کہ اسی اتنا میں محل کے ایک طرف سے آگ کا ایک شعلہ ابن زیاد کی طرف لپکا۔ تمام دربار میں بھگدڑ مچ گئی۔ ابن زیاد منبر سے اٹھ کر اندر چلا گیا۔

سر مظلوم جو طشت میں رکھا تھا۔ اس سے آواز آئی۔ جسے دربار میں موجود ہر شخص نے سنا۔ اسے ملعون کہاں تک بھاگے گا یہ آگ تیز مقدر ہے اب نہ بھاگ تجھے صرف تنبیہ کے طور پر آگ دکھائی گئی ہے۔ اگر اللہ چاہے تو بھاگ نہ سکے۔

اس کے بعد آل محمد کو زندان میں لے جانے کا حکم دیا۔ دوسرے دن ابن زیاد نے حکم دیا کہ سر مظلوم کو کوفہ کی تمام گلیوں اور کوچوں میں پھرایا جائے۔

تظلم الزہراء میں حارث ابن وکیدہ سے مروی ہے کہ میں اپنے کمرہ میں بیٹھا تلاوت قرآن کر رہا تھا۔ کہ میں نے انتہائی دلکش انداز میں ان اصحاب اکہف والرقیم کا نوا میں ایاتنا عجبا کی تلاوت سنی۔ میرے دل میں شک سا گرا کہ یہ سر کیسے تلاوت کرتا ہے کہیں کوئی پکڑ نہ ہو۔ اس شک کے ساتھ ہی سر نے کہا۔

اے ابن وکیدہ آئمہ اور انبیاء کے متعلق ایسا شک جائز نہیں ہوتا۔ اللہ کی طرف سے ہمیں جو قوت زندگی میں میسر ہوتی ہے بیدار شہادت وہ سلب نہیں ہو جاتی۔ قدرت خالق کے اظہار کی خاطر اس قسم کے تصرفات کا حق ہمیں ہر وقت رہتا ہے۔

ابن وکیدہ کہتا ہے۔ میں نے کہا۔ فرزند رسول! آپ نے درست فرمایا ہے۔ اور آپ کا قصہ اصحاب اکہف سے کہیں زیادہ عجیب تر ہے۔ پھر میں نے خیال کیا کہ کسی طریقہ سے سر کو ان ملائین کے قبضہ سے نکالا جائے خواہ چھوڑ ہی کرنا پڑے۔

سر مظلوم کو بلانے فرمایا۔ ابن وکیدہ ایسا کبھی نہ کرنا۔ یہ تیرے بس کی بات نہیں ہے۔ میرے سر کی اس تشہیر کی نسبت میرا قتل زیادہ گھناؤنا جرم ہے۔ انہیں اپنے حال پر چھوڑو انہیں اس وقت پتہ چلے گا جب ان کے گلے میں آتشیں طوق ڈال کر انہیں جہنم کی طرف لے جایا جائے گا۔

اہل بیت میں ابن طاووس نے لکھا ہے کہ جب سر مظلوم کو ہر گلی دو چہر میں تشہیر کیا جا رہا تھا اسی وقت ابن زیاد منبر پر آیا اور اپنی فتح کے سلسلہ میں اپنی یزید کی اور بنی امیہ کی تالیف کرنے لگا۔ اور آل محمد کے خلاف لائف زنی کرنے لگا۔ مسجد میں عبد اللہ بن عقیف ازہدی بیٹھا ہوا تھا۔ یہ شخص حضرت علیؑ کے صف اول کے شیعوں سے تھا

اس کی دائیں آنکھ جنگ جمل میں اور بائیں جنگ صفین میں تربان ہو چکی تھی۔ ہر وقت مسجد اعظم میں مصروف عبادت رہتا تھا۔

جب ابن زیاد نے آل محمد کے خلاف ہرزہ سرائی کی تو ابن عقیف اٹھ کھڑا ہوا اور فرمایا۔
اسے ابن زیاد اب خاموش بھی ہو جا اولاد انبیاء کو قتل کر کے امت مسلمہ کے منبر پر بیٹھ کر یہ لاف زنی کرتے ہوئے شرم نہیں آ رہی۔

ابن زیاد نے کہا۔ یہ کون ہے؟

جناب عقیف نے فرمایا۔ میں ہوں اسے دشمن خدا اور رسول اس ذریت کے خون سے ہاتھ رنگے ہیں جن سے اللہ نے ہر قوم کے جس کو دور رکھ کے اس طرح پاکیزہ رکھا جس طرح پاک رکھنے کا حق ہے۔ کاش آج مہاجرین و انصار کی نیور اولاد ہوتی۔ وہ تجھے بتاتی کہ خدا اور رسول کی زبان سے شجرہ ملعونہ کی حمایت کرنے والے کا کیا انجام ہوتا ہے۔

ابن زیاد حضرت سے پھر گیا۔ اس کے گلے کی رگیں پھول گئیں۔ اس نے حکم دیا کہ اسے میرے پاس لاؤ۔ یزیدی سپاہی جناب ابن عقیف کو گرفتار کرنے کی خاطر آگے بڑھے۔ بنی ازد کے لوگ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے جناب ابن عقیف کو اپنی حفاظت میں لے کر ان کے گھر پہنچایا۔

کافی دیر بعد ابن زیاد نے اپنے ایک سالار کو پانچ سو سپاہی کے ساتھ بھیجا کہ جاؤ اور اس ازدی کو گرفتار کر لاؤ۔

یہ لوگ جناب ابن عقیف کے دروازہ پر آئے اور دروازہ توڑنے کی کوشش کرنے لگے۔

جناب عقیف کی ایک فوجیر بیٹی تھی اس نے بتایا ابا جان! فوج اسٹھیا آگئی ہے۔

ابن عقیف نے فرمایا۔ بیٹی پریشان نہ ہو۔ مجھے میری تلوار دے دے میرے قریب کھڑی ہو جا اور جس طرف سے کوئی حملہ کرے مجھے بتاتی جانا۔

جناب ابن عقیف رجز خوانی کرنے لگے اور ان ملائین سے لڑنے لگے۔ سچی بتاتی رہی ابا جان اس طرف سے حملہ ہو رہا ہے اور اس طرف سے حملہ ہو رہا ہے۔ دافز مقدار میں یزیدیوں کو فانی النار کرنے کے بعد بالآخر گرفتار ہو گئے۔ اور ابن زیاد کے پاس لائے گئے۔

ابن زیاد نے کہا۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے تجھے گرفتار کر دیا ہے۔

جناب ابن عقیف نے فرمایا۔ اگر میری آنکھیں سالم ہوتیں تو تجھے پتہ چلتا کہ میں کیسے گرفتار ہوتا ہوں ویسے اب بھی اپنے سالار شکر سے ذرا پوچھ لے کہ ایک نابینا مج علی کو گرفتار کرنے کی خاطر سے کتنی لاشوں سے گزرنا پڑا۔

ابن زیاد نے کہا۔

اے دشمن خدا! تیا عثمان کے بارے تیرا کیا خیال ہے۔

جناب ابن عقیف نے فرمایا۔ اسے بنی علاج کے غلام اسے مر جانہ زادے تجھے عثمان سے کیا واسطہ اچھا تھا یا برا اور مصلح تھا یا مفسد اللہ اپنی مخلوق کا دلی ہے۔ وہ فیصدہ کرے گا اور جو بھی فیصدہ کرے گا۔ وہ سخی ہو گا تو تجھ سے اپنے متعلق پوچھ اپنے باپ کے متعلق پوچھ۔ یزید کے متعلق پوچھ اور یزید کے باپ کے متعلق پوچھ۔ ابن زیاد نے کہا۔ میں تجھ سے کچھ بھی نہیں پوچھوں گا۔

تو اپنے انجام کے لیے تیار ہو جا۔

جناب ابن عقیف نے فرمایا۔ کس بات کی تیاری کر دن گا۔ میری خواہش مجھے مل رہی ہے۔ جب میری بازاری مال نے تجھے حرم نہیں دیا تھا میں اس وقت سے شہادت کی دعا مانگ رہا تھا۔ کہ میرے اللہ مجھے اپنی مخلوق کے ملعون اور مغضوب ترین انسان کے ہاتھوں شہادت نصیب کرنا لیکن جب سے آنکھوں سے معذور ہوا تھا ماہوس ہو چلا تھا۔ لیکن آج یقین ہو گیا ہے کہ اللہ نے میری دعا قبول کر لی ہے۔

ابن زیاد نے حکم دیا کہ اس کی گردن اڑادو۔

چلا دے تبیل حکم کی۔ اور ابن عقیف شہید ہو گیا۔

عمر ابن سعد کی ندامت ۱۔

منتخب میں ہے کہ جب ابن سعد سر ہائے شہداء اور امیر آل محمد ابن زیاد کے پیش کش کر چکا اور اپنے فرائض سے سبکدوش ہو گیا۔

تو ابن زیاد کے پاس آ کر کہا۔ اب مجھے حکومت رے کا پروانہ بھی دیجئے اور اجازت بھی دیجئے۔

ابن زیاد نے کہا۔ پیسے میرا وہ حکم مجھے واپس کر جو حسین سے جنگ کے سلسلہ میں میں نے تجھے دیا تھا۔

ابن سعد نے کہا۔ وہ تو میں نے کہیں رکھا ہے اور اب مجھے بھی یاد نہیں آ رہا ہے کہ کہاں رکھا ہے اس کا ملنا مشکل ہے۔

ابن زیاد نے کہا۔ میں تجھے اچھی طرح جانتا ہوں تو نے اسے چھپا دیا ہے تاکہ قتل حسین کا داغ مجھ پر لگائے

جب تک وہ پروانہ نہیں لائے گا۔ اس وقت تک نہ تجھے انعام ملے گا اور نہ حکومت رے کا حکنامہ۔ اور مجھے معلوم ہے

حسین سے جنگ کے سلسلہ میں تو آخر تک کئی کتر اتار ہا تو نے اپنی خوشی سے ہر جنگ نہیں لڑی بلکہ میرے دباؤ کی بدولت

قبول کی ہے۔

ابن سعد نے کہا۔ محمد! اے امیر فرزند رسول سے جنگ کے سلسلہ میں میں نے آپ کو وہی مشورہ دیا تھا جو

شورہ میں اپنے باپ سعد کو دیتا۔ اس سلسلہ میں میں نے کسی قسم کی غداری نہیں کی۔ لیکن آپ نے اس وقت میری بات نہ مانی اور اپنے ساتھ مجھے بھی لے ڈبے۔

ابن زیاد نے کہا۔ گویا تو اب بھی قتل حسین پر پشیمان ہے۔

ابن سعد نے کہا۔ میں تو پہلے بھی نہیں چاہتا تھا۔ لیکن میرے سر میں ایک خواہش تھی جیسے جیسے وہ ٹھنڈی پڑتی جائے گی ویسے ویسے اس بے فائدہ ملامت میں اضافہ ہوتا جائے گا۔ اور اس ملامت سے آپ بھی محفوظ نہیں رہ سکیں گے۔ اور وقت کے ساتھ ساتھ آپ اس حقیقت کو تسلیم کرتے جائیں گے کہ قتل حسین سے اموی حکومت کی کوئی خدمت نہیں ہوئی بلکہ اس کی چولیں مل گئی ہیں۔

عبید اللہ نے کہا۔ ہم نے درست کیا ہے۔ عبید اللہ کے ساتھ اس کا بھائی عثمان ابن زیاد بھی بیٹھا تھا۔ اس نے کہا۔

بھیا آپ کے جبر و استبداد کی بدولت کوئی شخص آپ کے سامنے نام نہیں لیتا۔ ورنہ عمر ابن سعد کی بات درست ہے۔ فرزند رسول کے قتل سے جو کنک کا ٹیکہ بنی زیاد۔ اور بنی امیہ کی پیشانی پر لگ چکا ہے۔ یہ کبھی زائل نہ ہوگا۔ آپ کی کوشش کے باوجود حسین نہیں مر سکا وہ آج تک بھی زندہ ہے اور جب تک دنیا ہے اس وقت تک زندہ رہے گا۔ تاریخ ہمیشہ حسین کی مظلومیت اور ہمارے ظلم کو یاد کر کے حسین پر رحمت اور ہم پر لعنت ہی کرتے رہے گی۔

ابن سعد نے کہا۔ اے امیر! میں یہ سمجھ چکا ہوں آج تک اتنا خسارے کا سودا کسی نے نہ کیا ہوگا جتنا میں نے کیا ہے۔ ابن زیاد نے کہا۔ وہ کیسے۔

ابن سعد نے کہا۔ میں نے ابن زیاد کی اطاعت میں اللہ و رسول کی نافرمانی کی ہے۔ فرزند رسول کو دسوا کرنے کی کوشش کی ہے اور اس کے مقابلہ میں دشمنان خدا اور رسول کی نصرت کی ہے۔ میں نے حسین سے قطع رحمی کر کے اپنے دشمن سے ناظر جوڑا۔ اپنے اللہ کی نافرمانی کی۔

مجھے معلوم ہے کہ میں نے کتنے عظیم گناہ کا ارتکاب کیا ہے اور جس لاپرواہی کی خاطر کیا ہے آپ کی باتوں سے اندازہ ہو رہا ہے کہ وہ بھی پورا نہیں ہوگا۔

ابن سعد اپنے کو ملامت کرتا ہوا ابن زیاد کے پاس سے اٹھ کر چلا گیا۔

مدینہ میں اطلاع :-

لہو میں ابن طاؤس نے لکھا ہے کہ ابن زیاد جب اپنا جشن فتح مناجحکا تو اس نے عبد الملک ابن ابوالحارث

سلی سے کہا کہ مدینہ میں جا کر عمرو ابن سعید ابن عاص کو قتل حسین کی بشارت دینی۔

عبدالملک کہتا ہے کہ جب میں مدینہ پہنچا تو عمرو سے پہلے ایک قریشی سے ملاقات ہوئی اس نے پوچھا کہ کوئی

نئی بات ہے۔

میں نے کہا ہاں امیر کے پاس چلے آؤ۔ نئی بات ہے۔

اس نے وہیں۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر کہا۔ تیرا انداز یہ بتا رہا ہے کہ فرزند رسول کو شہید کر

دیا ہے۔

میں جب عمرو ابن سعید کے پاس گیا تو اس نے پوچھا۔

کیا خبر ہے؟

میں نے کہا۔ وہ خبر جس سے امیر کا دل ٹھنڈا ہو جائے۔ فرزند رسول قتل ہو گیا ہے۔

عمرو نے کہا۔ جیسے یہ خوشخبری تو نے مجھے سنائی ہے۔ اہل مدینہ کو بھی تو ہی اسی طرح سنا سکتا ہے۔ جا اور

منادی کر دے۔

میں نے مدینہ کے گلی کوچوں میں جب قتل حسین کی منادی کی۔ تو بخدا پورے مدینہ میں ماتم کا ایک طوفان اٹھا۔

برگھر سے نوحہ و بکا کی دلدوز صدا میں آنے لگیں۔ محمد بنی ہاشم تو بالخصوص ماتم کدہ بن گیا۔ مدینہ کے تمام نزن و مرد ام

المومنین ام سلمہ اور جناب عبداللہ ابن جعفر طیار کے پاس یرسہ کو آنے لگے۔

میں واپس عمرو کے پاس آیا۔

جب اس نے محمد بنی ہاشم سے ہمدانے نوحہ و بکا سنی تو مسکرا کر کہنے لگا۔ چلو حساب برابر ہو گیا۔ جنگ بدر کے بد

ہمارے گروں میں بھی تو ایسے ہی نوحہ و بکا ہوا تھا۔

عبداللہ ابن سائب نے کھڑے ہو کر کہا۔

اے عمرو اگر آج دختر رسول ہوتی تو کیا کہتی۔

عمرو نے کہا۔ تجھے کیا ہے کیا کہتی۔

جنگ بدر کے بد ہمارے مستورات نے کیا کہا تھا۔ کسی کے کہنے سے کیا ہوتا ہے۔ جس طرح ہماری مستورات کو

ایک وقت کے بعد حوصلا آ گیا تھا اسی طرح دختر رسول بھی ایک عرصہ تک رو کر چپ ہو جاتی۔ ابتدا تو اسی کے باپ نے

کی تھی۔ ہم نے تو اپنا بدلہ ہی لیا ہے۔

ارشاد شیخ مفید کے مطابق جناب عبداللہ ابن جعفر کے ایک غلام ابوالاس نے جناب عبداللہ کی خوش آمد

کرتے ہوئے کہا۔

دیکھے حضور! حسین کی وجہ سے ہمارے دو پاتر سے لال بھی ذبح ہو گئے

جناب عبداللہ نے جوائے کو اس کی مرمت کی اور فرمایا۔

ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے تو شریف ماں کا بیٹا نہیں ہے۔ بخدا اگر میں حسین کے ساتھ ہوتا تو میں بھی ہرگز چھپے نہ رہتا۔ اگر مجھے ایک طرف سے انسو س ہے کہ میں کیوں وہاں موجود نہ تھا۔ تو دوسری طرف سے مجھے یہ اطمینان بھی ہے کہ میرے بچوں نے میرا بھرم رکھ لیا ہے۔ اور میرا بھی حسین کے ساتھ حقہ موجود ہے۔ اور کہا جادفع ہو جا یہاں سے۔

امالی طوسی اور بکار کے مطابق یزیدی فوج نے خیام آل محمد سے جو کچھ بھی لوٹا تھا کسی کو نصیب نہ ہوا۔ جس نے کپڑے لیئے وہ پاگل ہو گیا۔ جس نے زعفران استعمال کیا وہ مبروں ہو گیا۔ جس ناقہ پر سوار ہو کر امام حسین نے فوج یزید کے سامنے آخری خطبہ دیا تھا۔ اس اونٹنی نے جب خیام کو جلتا ہوا دیکھا تو دھاڑیں مار کر رونے لگی۔ اپنے تمام جسم کو اپنے دانتوں سے کاٹ کاٹ کر بہو بہا کر دیا۔

یزیدی سپاہی اسے پلانے کو آئے اونٹنی کو بانگنے لگے انہوں نے بہت کوشش کی کہ اپنے کیمپ میں لے جائیں لیکن اونٹنی پہلے تو خیر مظلوم کو بلا کی جگہ آئی۔ جب دیکھا کہ خیمہ جل چکا ہے تو بیٹھ گئی۔ اس جگہ کو سو گھڑوں گھوڑوں پر زمین پر مانے لگی۔ اور انسو بہانے لگی۔ یزیدیوں نے چابکوں سے تشدد کی انتہا کر دی۔ لیکن اونٹنی نہ اٹھی۔

بالاخر اپنی مرضی سے اٹھ کر سونے مقفن زدانہ ہوئی۔ ایک ایک لاشہ کو منو گھنٹی ہوئی فرزند رسول کے لاشہ پر آئی۔ اور قریب بیٹھ گئی۔ اس زور سے دھاڑیں مار کر روئی کہ پورا کربلا کانپ گیا۔ یزیدیوں نے اسی جگہ سے نحر کیا۔ اور گوشت آپس میں تقسیم کر لیا۔ جب گوشت کو پکا یا۔ اور کھانے بیٹھے۔ تو ان کے منہ میں گوشت پتھر بن گیا۔

کوہ سے سوتے شام

لوف بکار۔ ارشاد مفید۔ البتر المذاب۔ منتخب۔ مقتل الامم و خراج کے مطابق ابن زیاد نے کوہ میں تشہیر آل محمد کے دوسرے دن یزید کو فوج کی مبارک باد، ہجوئی۔ اور مزید ہدایات طلب کیں۔ یزید نے جواب میں ابن زیاد کو لکھا کہ تمام شہداء کے سر اور امیران آل محمد کو میرے پاس شام بھیج دے۔ اس پورے عرصہ میں امیران آل محمد زندان کو ذمہ رہے یزید کا حکم آنے کے بعد ابن زیاد نے امیران آل محمد کو رات بستر اور سر ہائے شہداء کو نیزوں پر سوار کیا جناب سجاد کے ہاتھوں میں رسیاں۔ پاؤں میں بیڑیاں اور گلے میں طوق ڈولائے اور زجران میں کوسروں کا انچارج۔ مختصر ان تقلید اور شمر کو امیروں کا نگران بنا کر شام روانہ کیا۔ اور ساتھ ہی حکم دیا کہ کوہ سے شام تک ہر جگہ ہر ممکن انتظام کر کے۔

۱۵ اس مدت پر مفصل تبصرہ نے منالی السبغین کے ترجمہ میں پیش کر دیا ہے شائقین تحقیق وہاں رجوع فرماتے ہیں۔ ایشہ جلدوی۔

ذیت رسول کی تشہیر کرائی جائے۔

پہلی منزل پر جہاں انہوں نے قیام کیا۔ کھانے کو بیٹھے۔ ایک ویران مکان تھا۔ بوسیدہ دیوار سے ایک بھیلی بنا دی ہوئی جس پر یہ شعر لکھا تھا۔ کیا وہ امت جس نے فرزند رسول کو تشہید کیا ہے۔ جد حسین کی امید شفاعت رکھ سکتی ہے۔

بچا ہا ایسے ہرگز نہ ہوگا یہ لوگ محروم شفاعت ہوں گے اور دائمی عذاب ان کا مقدر ہوگا۔
یہ اشعار دیکھ کر ہم گھبرا گئے۔ اداسی و تڑپ وہاں سے کوچ کیا۔

قادسیہ پہنچے۔ قادسیہ سے آگے تکریت آئے۔ تکریت کے حاکم نے ان کی خواہش کے مطابق ان کے استقبال کی تیاری کی تکریت کا ایک عیسائی کو ذمہ دیا تھا۔ جب سر مظلوم کو ذمہ لایا گیا۔ وہ تمام حالات سے واقف تھا۔ اس نے تمام عیسائی برادری کو جمع کر کے بتایا۔

کہ جن سروں اور قیدیوں کا تماشہ کیا جائے وہ اللہ سے یہ باغی نہیں ہے بلکہ ذیت رسول ہیں۔ جب تکریت کے پادریوں کو اس بات کا علم تو انہوں نے تو سب بجا کر تمام عیسائیوں کو جمع کیا اور انہیں حقیقت حال سے مطلع کر کے کہا۔ کہ خبر دار تم میں سے کوئی ذیت نبویہ کے تماشہ میں نہ جائے۔ ہم ذیت نبویہ کے قاتلوں سے اعلان برات کرتے ہیں جب یزیدیوں کو یہ اطلاع ملی تو وہ گھبرا گئے اور تکریت میں داخل ہوئے بغیر آگے بڑھ گئے۔
تکریٹ سے آگے دیر عروہ پر آئے۔

دیر عروہ سے صلینا آئے۔

صلینا سے وادی نخدہ آئے۔

وادی نخدہ میں ایک رات قیام کیا۔ اس جگہ ساری رات جنت کی نوحہ خوانی اور فرزند رسول پر ماتم سے سو نہ سکے۔ وادی نخدہ سے چل کر یہ لوگ لینا میں آئے یہ بڑا آباد شہر تھا۔ جب یہاں کے مکینوں کو پتہ چلا تو سب گلیوں میں نکل آئے حسینؑ اور ذیت رسولؑ پر درود و سلام اور ان کے قاتلین پر لعنت کرنے لگے اور انہوں نے یزیدیوں سے کہا کہ اسے اولاد انبیاء کے قاتلوں ہمارے قصبہ کو فریق نہ کرو یہاں سے نکل جاؤ۔

لینا سے آگے بڑھ کر کھیل آئے اور کھیل سے چل کر آقصابہ۔ بھیندے سے ان لوگوں نے والی موصل کو پیغام بھیجا کہ ہمارے پاس فرزند رسولؑ کا سر اور ذیت رسولؑ کے قیدی ہیں۔ والی موصل نے چھ میل باہر جا کر ان کا استقبال کیا۔ جب ان موصل کو پتہ چلا کہ فرزند رسولؑ کا سر اور آل محمدؑ کے قیدی ہیں تو وہ سب جمع ہو گئے اور انہوں نے فیصلہ کیا کہ اگر داخل شہر ہوئے تو سر اور قیدی ان سے پھین لیں گے۔ یزیدیوں کو اہل موصل کے اس مشورہ کا پتہ چل گیا۔

چنانچہ موصل میں آئے بغیر آگے بڑھ گئے۔

تل انقر پر اٹے تل انقر سے آگے جبل سنجار کے قریب سے گزرے۔ کوہ سنجار سے گزر کر نصیبین آئے۔ نصیبین کا حکمران پکا زیدی تھا۔

اس نے زیدیوں کو خوداک۔ رہائش اور دیگر ضروریات مہیا کرنے کے ساتھ ساتھ سیران آل محمد اور سروں کی تشہیر کا بھی انتظام کیا۔ نصیبین سے چل کر عین الورد آئے۔ عین الورد سے آگے۔ دعوات میں آئے۔ دالی دعوات کو پہلے سے اطلاع ہو چکی تھی۔

چنانچہ اس نے جشن منایا۔ استقبال کیا۔ سر مظلوم کربلا کو ایک چوک پر نصب کر لیا۔ آج تک وہ جگہ جہاں سر مظلوم نصب کیا گیا تھا۔ زیارت گاہ بنی ہوئی ہے اور جو بھی اپنی کوئی حاجت وہاں طلب کرتا ہے اس کی ہر حاجت پوری ہوتی ہے۔ یہاں زیدیوں نے بڑے اطمینان پوری طرح، غمور ہو کر رات گزارا۔

دعوات کے بعد قمرین آئے۔ جب قمرین کے لوگوں کو حقیقت حال علم ہوا تو انہوں نے شہر کے دروازے بند کر دیئے۔ شہر پناہ پر چڑھ کر ان لوگوں نے زیدیوں کی سنگساری، لعنت اور ملامت سے تواضع کی۔ یہ لوگ وہاں سے بھاگے قمرین سے باہر ایک راہب کا عبادت خانہ تھا۔ اس کے باہر انہوں نے قیام کیا۔ راہب نے چھت پر چڑھ کر دیکھا تو اسے ایک صندوق سے لور کی کرن تا آسمان پھوٹی نظر آئی۔ وہ چھت سے نیچے اترا۔ یہ لوگ مصروف سے خوشی تھے۔ وہ سراگنگا چاہتا تھا لیکن انہوں نے خود مشکل آسان کر دی کہنے لگے ہمارے پاس زید کے باغی کا سر ہے اور ہمیں دشمنوں سے خطرہ ہے

راہب نے کہا۔ اگر اعتقاد آئے تو مجھے دے دو صبح لے لینا۔ انہوں نے سر دے دیا۔ راہب سر کو لے کر گرجا میں آیا۔

صاف جگر پائیزہ چادر بچھائی کو اس پر رکھا اور دونوں ہو کر بیٹھا۔ بارگاہ خالق میں عرض کی۔ اے رب عیسیٰ تجھے حضرت عیسیٰ کا واسطہ سر کو مجھ سے گویا کر۔

سر مظلوم نے فرمایا۔ بتا کیا چاہتا ہے۔
راہب نے عرض کیا۔ مجھے اپنا تئاف کرائیں۔
سر مظلوم نے فرمایا۔

میں محمد مصطفیٰ کا بیٹا ہوں۔

میں علی مرتضیٰ کا نخت جگر ہوں۔

میں ناظم زہراؑ کا نور دیدہ ہوں۔

میں کربلا کا مقتول ہوں۔

میں کر بلا کا مظلوم ہوں۔

میں وہ ہوں جسے پس گردن سے پیاسا شہید کیا گیا ہے۔

راہب نے اپنے شاگردوں اور دیگر قریبا کو بلا کر اپنے قریب بٹھایا۔ اپنا منہ سرغریب پر رکھا اور کہنے لگا اس وقت تک سر نہیں اٹھاؤں گا جب تک میرے ساتھ وعدہ شفاعت نہ کرے۔

سر مظلوم نے فرمایا۔ میری شفاعت صرف ان افراد کیلئے ہے جو محمد رسول اللہ کے قائل ہیں اور تو نے ابھی تک کلمہ نہیں پڑھا۔

جیسے ہی راہب کے شاگردوں اور آثارب نے یہ بات سنی راہب کی طرف دیکھ کر راہب نے ان کی طرف دیکھا اور کہا۔ اشہد ان لا الہ و اشہد ان محمد رسول اللہ۔ راہب کے ساتھ دوسرے تمام موجود افراد نے بھی کلمہ پڑھا۔

دیر راہب سے آگے معرۃ النعمان آئے۔ معرۃ النعمان کے لوگ ان کے ساتھ جشن فتح میں شریک ہوئے۔ یہاں ایک دن قیام کے بعد تین راتے۔ تین رات کے ایک ہی رسیدہ شخص نے تمام افراد کو جمع کر کے بتایا کہ جسے یزیدی خارجی کہہ رہے ہیں فرزند رسول حسین کا سر ہے۔ تین رات کے تمام لوگوں نے اتفاق کر لیا کہ اپنے گاؤں میں انہیں داخل نہیں ہونے دیں گے۔

چنانچہ یہ لوگ تین راتیں داخل ہوئے بغیر کفرطاب میں آئے۔ اہالیان کفرطاب نے اپنے دروازے بند کر دیئے تو ان نے ان سے پانی مانگا انہوں نے جواب دیا۔ اگر تمہارے پاس فرزند رسول کے لیے پانی نہیں تھا تو پھر تمہارے پاس تمہارے لیے بھی لعنت کے سوا کچھ بھی نہیں جاؤ بھاگ جاؤ یہاں سے۔

کفرطاب سے آگے سپور آئے۔ سپور کے لوگوں کو جب پتہ چلا کہ ذریت رسول کو قتل کیا گیا ہے اور ذر خان نہر امیر میں نوجوان پھر گئے۔ اور انہوں نے کہا۔ ہمارے گاؤں میں تو ان کا قدم بھی نہیں آئے گا۔ بڑے بوڑھوں نے مصلحت اندیشی کا سبق دیا کہ کوڑ سے لے کر یہاں تک ہر جگہ تشہیر ہوتی رہے کسی جگہ کے لوگوں نے انہیں منع نہیں کیا۔ عیس بھی خاموشی سے وقت گزرا لینا چاہیے فتنہ اچھا نہیں ہوتا۔

لیکن جوانوں نے کہا، ہرگز ایسا نہیں ہو گا۔ جوانوں نے تمہارا لگایے۔ تمہارے باہر خندق پر چوہلی تھا اسے کاٹ دیا اور یزیدیوں پر حملہ کر دیا۔ اچھی خاصی لڑائی ہو گئی۔ یزیدیوں سے چھ سو آدمی فی الناب ہو گئے۔ اہل سپور سے پانچ آدمی شہید ہوئے۔

بنت زہرا ام کلثوم زینب نے شہر کا نام پوچھا۔ جب بتایا گیا تو بی بی نے دکھی دل سے دعا دی۔

بارا لہا ان لوگوں نے ذریت رسول کا احترام کیا ہے۔ ان کا پانی ہمیشہ میٹھا ہے۔ ان کے رخ ہمیشہ ارزاں رہیں اور کبھی کوئی ظالم ان پر موفقی نہ ہو۔

تاریخ یہ بتاتی ہے کہ اس واقعے کے بعد اگر پردے کے دروازے بند کر دیئے فیصل پر چڑھ گئے۔ اور کہنے لگے جب تک ہم میں سے ایک سپہور سے آگے جھارے۔

اہالیانِ حمار نے شہر پناہ کے دروازے بند کر دیئے فیصل پر چڑھ گئے۔ اور کہنے لگے جب تک ہم میں سے ایک شخص بھی زندہ ہے اس وقت تک اس شہر میں تم داخل نہ ہو پاؤ گے۔

حمار سے آگے جھس آئے۔

دالی حصّہ خالد بن شیطنے بن میل پر جا کر استقبال کیا۔ شہر کو سجایا لیکن جب اہالیانِ شہر کو حقیقت کا علم ہوا تو انہوں نے شہر میں داخل ہوتی ہوئی یزیدی فوج کی راہ روک دی۔ اور سنگباری شروع کر دی۔ چھبیس یزیدی اس سنگباری میں داخل جہنم ہو گئے۔ ان لوگوں نے فیصلہ کیا کہ غولی کو قتل کر کے سر منگھولم اس سے لے کر کر بلا میں جا کر دفن کریں گے۔

یزیدی اس منصوبے سے واقف ہو گئے۔ اور وہاں سے نکل بھاگے۔

حصّہ سے چل کر یہ لوگ بلبک آئے۔ بلبک کے حکمران نے ان کا خوب استقبال کیا۔ اس جگہ ان لوگوں نے انتہائی اطمینان سے شربِ خوری کی۔

جناب ام کلثوم زینب نے شہر کا نام پوچھا۔

جب بتایا گیا تو نبی نے دست دعا بلند کر کے عرض کیا۔

بار اہبا! اس شہر کو ہمیشہ ویران رکھو! انہیں آبِ شیرین نصیب نہ ہو۔ اور کبھی بھی ظالموں کے ہاتھوں سے نجات نہ پائیں۔

تاریخ شاہد ہے کہ آج تک بلبک کے لوگ امن کا منہ نہیں دیکھ سکے۔

بلبک سے چل کر ایک جگہ کے قریب آئے یہاں انہیں وافر مقدار میں پانی مل گیا۔ ان لوگوں نے اسی جگہ قیام کا فیصلہ کیا۔

سر منگھولم کو لوگ نیزہ پر بلند کر کے گر جاکی دیوار کے ساتھ کھڑا کر دیا۔

جب رات کافی گزر گئی تو گر جگے پادری نے سر سے کچھ آواز سنی۔ اور پیشانی سے نور کی کرن تار آسمان دیکھی۔

پادری کو ایسے معلوم ہوا جیسے آسمان کے دروازے کھل گئے ہیں اور ملائکہ گروہ درگروہ نازل ہو کر سر کا طواف کر کے کہتے ہیں۔

السلام علیک یا بنی رسول اللہ

السلام علیک یا ابا جبرائیل

پادری یہ دیکھ کر رونے لگا۔ جب صبح کو قافلہ نے کوچ کے لیے تیاری کی تو پادری نے چھت سے آکر

سوال کیا۔

تم لوگ کون ہو؟

یزید یوں نے جواب دیا ہم یزید کے سپاہی ہیں۔

پادری نے پوچھا۔ تمہارے ساتھ یہ کیا ہے؟

انہوں نے کہا۔ باغیوں کے سر اور ان کے اہل بیت قیدی ہیں۔

پادری نے کہا۔ ان کا سردار کون تھا؟

انہوں نے کہا۔ حسین تھا۔

پادری نے پوچھا۔ اس کے باپ کا نام کیا تھا؟

کہنے لگے۔ علی ابن ابی طالب تھا۔

پادری نے پوچھا۔ اس کی ماں کا نام کیا تھا؟

انہوں نے کہا۔ فاطمہ بنت محمد تھا۔

پادری نے کہا۔ کیا یہ تمہارے نبی محمد مصطفیٰ کا چھوٹا نواسہ تھا؟

انہوں نے کہا۔ ہاں وہی ہے۔

پادری نے کہا۔ اللہ تم پر لعنت کرے۔ ہماری کتاب میں جو لکھا ہے وہ سچ ہے۔ اور تم بھی اس کا مشاہدہ

کیجئے ہو۔

انہوں نے کہا کیا لکھا ہے۔

پادری نے کہا لکھا ہے کہ جب آخری نبی کا چھوٹا نواسہ شہید ہوگا تو آسمان سے خون کی بارش ہوگی۔ میں بھی

دیکھ چکا ہوں اور تم بھی دیکھ چکے ہو کہ آسمان سے بھی خون برسا ہے اور زمین نے بھی خون اگلا ہے۔ اچھا یہ تباہ

تمہارا سردار کون ہے؟

انہوں نے کہا۔ خولی ہے

پادری نے خولی سے کہا۔ کیا صرف ایک گھنٹہ کے لیے مجھے سر دے سکتا ہے پھر واپس لے لینا۔

خولی نے کہا۔ میں یزید سے پہلے کسی کو نہیں دوں گا

یزید سے مجھے انعام ملے گا۔

پادری نے پوچھا۔ کتنا انعام ملے گا۔

خولی نے کہا۔ دس ہزار کی ایک تھیلی ملے گی۔

پادری نے کہا۔ اگر دس ہزار میں دسے دوں تو؟

خولی نے کہا۔ پھر کیا ہے۔

اگر ہم دس ہزار کے لیے فرزند رسول کو قتل کر سکتے ہیں تو دس ہزار کے لیے اس کا صرف ایک گھنٹہ کے لیے کیوں نہیں دے سکتے۔ جلدی سے پیسے لا اور مرے جا۔

پادری رقم لایا۔ ان لوگوں نے گنی اور سر پادری کو دے دیا۔

پادری سر کو گر جائیں لایا۔ اور سر کو سامنے رکھ کر کہنے لگا۔

اے ابو عبد اللہ! تو اللہ میرے لیے آپ کو اس حال میں دیکھنا بڑا مشکل ہے۔ اور میں یہ سر دیکھ کر شرمندہ ہو رہا ہوں

کہ میں اپنی جان آپ کے قدموں میں کیوں قربان نہ کر سکا۔ بہر صورت میرے نصیب ناب اپنٹے نانا کے سامنے شہادت

دینا کہ میں پڑھ رہا ہوں۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمد الرسول اللہ واشہد ان علیا ولی اللہ پھر پادری

نے سر کو اٹھایا۔ ان ملائین کے سپرد کیا۔ یہ لوگ وہاں سے چلے رقم کو جب تقسیم کیا تو ہر درہم پر یہ لکھا ہوا دیکھا۔ ظالم

عنقریب دیکھ لیں کہ کس انجلم کی طرف بازگشت ہے۔ ان لوگوں نے وہ تمام درہم ایک جگہ ذبن کر دیے اور ایک دوسرے

سے کہا کہ اس واقعہ کا تذکرہ کسی کے سامنے نہ کرنا۔

ابو سعید شامی سے مروی ہے کہ میں بھی ان کمینوں کے ساتھ تھا جو سر مظلوم کو کوفہ سے شام تک لا رہے تھے

ایک رات ہمیں اطلاع ملی نصر خراسانی نے فوج جمع کر کے تیاری کر لی ہے کہ کسی بھی مقام پر حملہ کر کے سر ہائے شہداء اور

امیران آل محمد ہمارے قبضہ سے لے لے۔

ان لوگوں نے فیصلہ کیا رات کسی پر امن جگہ پر گزارنا چاہیے چنانچہ اثنائے راہ میں ایک آتہائی مستحکم گرجا آگیا۔

انہوں نے فیصلہ کیا کہ بہت مضبوط گرجا ہے ہمارے لیے جا لے پناہ بن سکتا ہے۔

شمر نے بیرون گرجا سے باہر بلند آواز دی۔ ایک بوڑھا پادری گرجا کی چھت پر آیا۔ اور پوچھا کہ کیا

بات ہے۔

شمر نے کہا۔ ہم سرکاری سپاہی ہیں ہماری ساتھ سرکاری قیدی اور کچھ باغیوں کے سر ہیں ہمیں اطلاع ملی ہے کہ

دشمن ہم سے قیدی اور سر چھننا چاہتے ہیں۔

ہمیں آج رات گرجا میں پناہ دے دے۔

پادری نے کہا۔ میرا گرجا بہت چھوٹا ہے۔ تمہاری نفی بہت زیادہ ہے۔ ایسا کر دو کہ سر اور قیدی گرجا کے

اندر بیچ دو۔ تم گرجا کے باہر رات گزار لو۔ اگر دشمن سے سامنا ہو جائے تو اطمینان سے مقابلہ کرو صبح سر اور

قیدی لے لینا۔

انہوں نے کہا ٹھیک ہے ایسا ہی کرتے ہیں۔

چنانچہ سر اور قیدی گرجا کے اندر بیچ دیے گئے۔

پادری نے دیکھا کہ سر سے نور کی ایک کرن پھوٹ رہی ہے۔

جب سب لوگ سو گئے تو پادری اٹھا۔ اس کمرہ کے دروازہ کے روزن سے دیکھا جس میں سر کا صندوق رکھا ہوا تھا۔ اسے تمام کمرہ منور نظر آیا۔

پادری کا بیان ہے کہ میں کمرہ کے پچھلی طرف ایک روشندان کے پاس جا کھڑا ہوا۔ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کمرہ کی چھت میں شگاف ہو گیا ہے۔ میں نے دیکھا نور کی ایک عماری کمرہ میں آئی۔ کسی نے آواز دی۔ ماہب آنکھیں بند کر کے ازواج انبیاء و دختران اولیاء و امیر رسول کی در در سیدہ مال کو پر سر دیتے آئی ہیں۔

اس کے بعد مجھے کمرہ میں کچھ نظر آ رہا تھا البتہ میں آوازیں سن سکتا تھا۔ کسی نے کہا۔ جناب حوا۔ جناب صفیہ۔ جناب ہاجرہ۔ جناب راحیل۔ جناب یوکیدہ۔ جناب اسیدہ۔ جناب مریم اور دیگر انبیاء کی ازواج اور مائیں آگئیں ہیں۔

سب سے آخرین سر مظلوم و شہر مصطفیٰ کے پاس آیا۔ کیوں کہ اس کے بین یہی بتا ہے تھے کہ یہی خاطرہ زہر آبے بی بی فرما رہی تھی۔

السلام علیک یا قتیل الام

السلام علیک یا مظلوم الام

السلام علیک یا شہید الام۔

یا بنی من ذالذی فرق بین راسک و جسدک۔

یا بنی من ذالذی قتلک و ظلمک۔

یا بنی من ذالذی سبب حرمیک۔

یا بنی من ذالذی ایتم عیالک۔

اس نوحہ پر اس کمرہ میں اتنا گریہ ہوا کہ میں غش کھا کر گر پڑا۔ جب مجھے آفاقہ ہوا اور میں نے کمرہ میں دیکھا تو سر سے نکلنے والے نور کے علاوہ کچھ بھی نہ تھا۔ میں نے اگر قتل کھولا۔ صندوق کا تالا توڑا۔ سر کو نکالا۔ اسے کافر سے غسل دیا۔ مشک و زعفران لگایا۔ اپنے سانس نہ بکھا۔ پھر جھک کر بوسے دیتے اور عرض کیا۔

یا راس من رؤس بنی آدم

یا کریم یا عظیم جمیع من فی العالم

میرا خیال ہے کہ آپ ان عظیم انسانوں میں سے ہیں جن کا اللہ تعالیٰ تورات اور انجیل میں تشریف کھائے کیونکہ مادات

بنی آدم کی خواہشیں تیرا نام کرتی ہیں۔

میری خواہش ہے کہ آپ اپنا تعارف کرائیں۔

قدرت خدا سے سرگویا ہوا اور کہا۔

انا المظلوم میں مظلوم ہوں

انا المہموم میں غمزدہ ہوں

انا المعوموم میں درد رسیدہ ہوں۔

انا الذي بسيف العدو ان والنظم قتلت

میں ظلم و جبر کی تلوار کا کشتہ ہوں

میں وہ ہوں جسے باغیوں نے حیرا لڑنے پر مجبور کیا

میں وہ ہوں جسے بلا جرم لوٹا گیا۔

میں وہ ہوں جس کا پانی بند کر دیا گیا۔

میں وہ ہوں جسے وطن سے نکال دیا گیا۔

انا الذي يجرى بحرب اهل البغى ظلمت

انا الذي بلا حرم تهيت

انا الذي من الماء متعت

انا الذي عن الادل والادطان بعدت

راہب نے کہا۔ آپ کو اللہ کی قسم فراوضت فرمائیں میں پہچان نہیں پارہا

سر نے کہا۔ اگر تو میرا نسب پوچھنا چاہتا ہے تو

میں محمد مصطفیٰ کا بیٹا ہوں۔

میں علی مرتضیٰ کا فرزند ہوں۔

میں فاطمہ زہرا کا پارہ جگر ہوں۔

میں خدیجہ بکری کا نور چشم ہوں۔

میں عروۃ الوثقی کا تخت دل ہوں۔

میں شہید کر بلا ہوں۔

میں مقتول کر بلا ہوں۔

میں مظلوم کر بلا ہوں۔

میں کر بلا کا پیاسا ہوں۔

میں کر بلا کا مسافر ہوں۔

میں کر بلا کا کشتہ ہوں۔

میں کر بلا کا تنہا ہوں۔

میں کر بلا کا لٹا ہوا ہوں۔

راہب نے جب یہ تعارف سنا تو اس نے اپنے تمام شاگردوں کو جمع کیا۔ جن کی تعداد ستر تھی۔ انہیں تمام حالات سے مطلع کیا۔

سب مصروف گریہ و بکا ہو گئے۔ انہوں نے سروں سے عمامے اتار دیئے۔ گریبان چاک کر ڈالے۔ امام سجادؑ کی خدمت میں مکہ پڑھا۔

اور عرض کی فرزند رسول آپ اجازت دیں ہم ان ملائین سے لڑ کر اپنے آقا کا انتقام لیں۔
آپ نے فرمایا۔ میں پہلے بہت دکھی ہوں، مزید برداشت نہ کر سکوں گا۔
اللہ ان سے ہمارا انتقام لے گا۔

یہ قافلہ اس سے آگے بڑھا، قصر بنی مقاتل آیا۔ دوپہر ہو گئی تھی۔ دن انتہائی گرم تھا۔ آسمان سے گرمی برس رہی تھی اور زمین آگ لگی رہی تھی۔ قافلہ کے پاس سے پانی ختم ہو گیا تھا۔ پیاس سے برا حال تھا۔ گھوڑوں کی زبانیں نکل آئی تھیں۔

شمر نے کہا کہ اب مزید چلنا موت کو دعوت دینا ہے۔ اسی جگہ قیام کرو اور کچھ لوگ جا کر پانی کی تلاش کریں۔ پتے ہوئے ٹیلوں کے داہن میں ان ظالموں نے اپنے لیے نیچے اور چھو لڑیاں نصب کر لیں۔ اور ذریت رسول کو یونہی ٹیلوں پر بیٹھنے کو کہہ دیا۔ بنت زہراؑ نے جناب سجادؑ کو اٹھایا۔ اور ایک اونٹ کے سایہ میں لے کر آئیں۔ امام سجادؑ پیاس سے تڑپ رہے تھے۔

جناب سکینہ نے چند قدموں کے فاصلہ پر ایک چھوٹا سا درخت دیکھا وہاں آئی۔ اور مٹی سے ٹیکہ بنا کر سو گئی۔ کچھ دیر بعد جب قافلہ چلا تو جناب سکینہ سو رہی تھی۔ قافلہ روانہ ہو گیا۔ کچھ ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ جناب سید الشہداء کے سر والا نیزہ زمین میں گڑ گیا۔ ہزار کوشش کے باوجود نیزہ نہ اٹھ سکا۔ شمر کو اطلاع دی گئی۔

شمر نے بھی اپنی طرف سے کوشش کی۔ لیکن نیزہ نہ اٹھ سکا۔ یہ ظالم چابک لے کر جناب سجادؑ کے پاس آیا اور وجہ پوچھی۔

جناب سجادؑ نے بنت زہرا سے پوچھا پھوپھی اماں۔ کیا تمام بچیاں موجود ہیں۔ جب بی بی نے دیکھا تو جناب سکینہ نظر نہ آئی۔ بی بی دانہتاہ کہہ کر اونٹ سے زمین پر آئی اور فرمایا۔
بیٹے سکینہ نہیں ہے۔

زہرا بن قیس نے کہا۔ تم یہیں رکو میں اس بچی کو ڈھونڈ کر لاتا ہوں۔

ادھر جب جناب سکینہ کی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ قافلہ نہیں ہے۔ ریت کے گرم ٹیلوں اور کانٹوں پر ادھر ادھر دوڑ دوڑ کر فریاد کرنے لگی۔ سجادؑ بھیجا میں کہاں جاؤں گی۔

ابو سعید رضاعی کتاب ہے کہ جب زہرا تلاش میں جانے لگا تو میں بھی اس کے پیچھے ہو گیا۔ میں جانتا تھا کہ یہ خدیث بنت سگدل ہے کہیں بچی پر ظلم نہ کرے۔ جب ہم اسی جگہ آئے تو دیکھا بچی ایک جگہ بیٹھی رو رہی تھی اس کے پاؤں

سے سخن بہہ رہا تھا۔

زجر نے جو نبی دیکھا جھڑکا اور طمانچہ اٹھا کے آگے بڑھا۔ میں نے زجر کو پیچھے سے پکڑ کر کہا۔ خبردار اگر تو نے نبی پر ہاتھ اٹھایا۔ ظالم تجھے جیا نہیں آتی۔ نبی نے جب مجھے اپنی حمایت میں دیکھا تو میرے سایہ میں آکر کھنے لگی۔ اب ضمانت نے میں پھر کبھی نہ سوؤں گی۔

پھر یہ تافہ عسقلان آیا عسقلان کے والی نے شمر کو بجانے کا حکم دیا۔ جشنِ فتح منایا گیا۔ عام تعطیل کا اعلان ہو گیا۔ تمام لوگوں نے فارغہ لباس پہن لیے۔ ہنر و لب کی محفلیں ہر طرف جھی ہوئی تھیں۔
زیر خزامی بغرض تجارت آیا ہوا تھا۔ جب اس نے یہ خوشی اور جشن دیکھا تو اس نے کسی سے پوچھا۔ یہ آج کیسی عید ہے۔

اس نے کہا۔ ایک باغی کے خلاف یزید کو فتح حاصل ہوئی ہے یہ اسی فتح کا جشن ہے۔

زیر نے پوچھا۔ وہ باغی کون تھا؟

اس نے کہا۔ حسین تھا۔

زیر نے کہا۔ اس کے باپ کا نام کیا ہے؟

اس نے کہا۔ علی ابن ابی طالب تھا۔

زیر نے پوچھا۔ اور اس کی ماں کا نام کیا تھا؟

اس نے کہا۔ فاطمہ بنت محمد تھا۔

زیر نے کہا۔ کیا وہ رسول کا نواسہ تھا۔

اس نے کہا۔ ہاں نواسہ رسول تھا۔

یہ سنتے ہی زیر کی آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا۔ آنسو ٹپ ٹپ کرنے لگے۔ اتنے میں سر ہلکے شہدار اور اسیران آل محمد آگئے۔

زیر نے جب جناب بجاؤ کو دیکھا تو روتے ہوئے آپ کے قریب گیا اور سلام کیا۔

جناب بجاؤ نے فرمایا۔ بندہ خدا تجھے کیا ہے یہ سدا شہرِ جشنِ فتح شمار ہے اور تو دروہا ہے۔

زیر نے عرض کیا۔ قبیلہ امین بد نصیب ایک تاجر ہوں۔ اتفاق سے آج یہاں آیا پوچھنے پر معلوم ہوا کہ

آل رسول کے قتل کی خوشی منائی جا رہی ہے۔ اب میرے بس میں اور تو کچھ نہیں اگر آپ کوئی حکم کریں تو میری سعادت ہوگی۔

امام بجاؤ نے فرمایا۔ اگر ہو سکے تو سر کے نیزہ بردار سے کہہ دے کہ نیزہ ان مخدرات سے آگے لے جائے تاکہ کچھ

دیر تک کے لیے تو ان مخدراتِ عصمت کا پردہ پٹخ جائے۔

زیر نے جا کر نیزہ بردار کو کچھ رقم دی اور اس سے نیزہ آگے لے جانے کو کہا۔ اس نے رقم لے لی اور نیزہ آگے لے گیا۔

زیر نے پھر آکر عرض کیا قبہ کوئی اور حکم:

اپنے فرمایا۔ اگر تیرے پاس کچھ زائد کپڑے ہوں تو ان لٹی ہوئی مستورات کو دے دے تاکہ وہ پردہ بنالیں۔

زیر دوڑ کر گیا۔ کچھ دیر بعد چادریں لے کے آیا۔ جو نئی چڑھائیوں نے مستورات کے سروں پر چادریں دیکھیں انہوں نے نیزوں سے اتارنا شروع کر دیں۔ زیر یہ دیکھ کر سہمہ نہ لگا۔ اور شمر سے آکر کہا۔ ظالم مجھے شرم کیوں نہیں آتی۔

ابھی تک تیرا دل نہیں بھرا۔

شمر نے کہا۔ اچھا۔ تو چادریں تو نے تقسیم کی تھیں۔ تجھے نہیں معلوم کہ یہ سرکاری قیدی ہیں۔ اس نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اس کی خبر لو۔ بس پھر کیا تھا ہر طرف سے سپاہی بھوکے کتوں کی طرح ٹوٹ پڑے۔ زخموں سے چور ہو کر گر گیا۔

انہوں نے سمجھا کہ مر گیا ہے وہ چھوڑ کر آگے بڑھ گئے۔ جب نصف شب گزر گئی تو زیر کو ہوش آیا۔ اٹھتا بیٹھتا ایک طرف روانہ ہوا۔ بیرون عسقلان مسجد سلمان تھی بمشکل وہاں تک آیا۔ زیر نے دیکھا مسجد میں کچھ لوگ پہلے سے موجود تھے اور وہ مصروف گریہ تھے

زیر نے ان سے پوچھا یہ تمہیں کیا ہے۔ پورا شہر خوشی سے چھلک رہا ہے اور تم یہاں بیٹھے رو رہے ہو۔ انہوں نے کہا۔ بندہ خدا تو ہمیں پہچانتا اور ہم تجھے نہیں پہچانتے۔ جو قیامت گزر گئی ہے اس کے مقابلہ میں ہر غم معمولی ہے

اگر تو جاؤ گے تو جا کر بتا دے کہ چند عجیبی آل محمد مسجد سلمان میں بیٹھے۔ آل رسول کے غم میں رو رہے ہیں۔ ہمیں تنگ نہ کر۔

زیر نے کہا۔ میرے بھائیو آپ تو بلا قیمت رو رہے ہیں اور میں اپنی محبت کا کچھ قیمت بھی دے چکا ہوں۔

پھر زیر نے انہیں تمام حال سنایا۔ اور اپنے زخم دکھائے۔ وہ سب اٹھے اور زیر کی مرہم چٹی میں مصروف ہو گئے۔

شام میں :-

بکار ہونے سے قبل ابو مخنف - القبر المذاب اور امالی صدوق کے مطابق
عسقلان کے بعد یہ لوگ انتہائی تیز رفتاری سے چلے گئے تھے کہ شام پہنچ گئے۔ شام میں عام تعطیل تھی۔ اور بازار
بھی بند تھے۔

پورا دمشق شراب میں ڈوبا ہوا نظر آتا تھا۔ زید نے ایک سو بیس علم بنائے ہر علم کے ساتھ پانچ ہزار
تماشا تھے۔

انہیں حکم دیا کہ سر منظر کو بلا کے استقبال کو آگے بڑھو۔
یہ تمام تکبیر بلند کرتے ہوئے آگے بڑھے۔ ان کی صدائے تکبیر کے ساتھ ساتھ ایک اور آواز تھی۔ لیکن کواڑ دینے
والا نظر نہیں آتا تھا۔
آواز یہ تھی۔

یکبرون یان قتلت واما
قتلوا یک التکبیر والتہلیل۔
اے فرزند رسول! تیرے قتل پر یہ لوگ تکبیر کہہ رہے
ہیں۔ حالانکہ انہوں نے تیرے ساتھ تکبیر و تہلیل کو بھی قتل
کر ڈالا ہے۔

مذکورہ بالا مقبر اور مختلف کتب تاریخ میں داخل شام کی روایت کا چشم دید شاہد ہل ابن سعد ہے اور یہ تمام
واقعات اسی کی زبانی منقول ہے۔

چونکہ راوی ہل سی ہے اس لیے جگہ جگہ ہل کا نام نہیں لیا گیا۔

ہل کہتا ہے کہ میں بیت المقدس کی زیارت سے فارغ ہو کر واپس آیا۔ بد قسمتی مجھے اس دن دمشق لائی جس
دن فریت رسولؐ کو دمشق میں لایا جا رہا تھا۔ میں نے دیکھا جگہ جگہ پانچ ہو رہے ہیں۔ تالیاں پٹ رہی ہیں، گانے گائے
جا رہے ہیں۔ لوگ ایک دوسرے کو فتح کی مبارک باد دے رہے ہیں۔ میں حیرت سے ایک ایک کا منہ دیکھتا تھا اور
سوچتا تھا کہ اسلام میں کوئی ایسی عید نہیں جسے میں نہ جانتا ہوں۔ خدا معلوم آج دمشق میں کیسی عید ہے۔ اسی فکر میں
آہستہ آہستہ چل رہا تھا۔ بالآخر مجھ سے صبر نہ ہو سکا اور میں نے ایک شاہی سے پوچھ لیا۔ مجھے بتا سکتے ہو کہ آج
کیسی عید ہے؟

اس نے کہا۔ کیا تو مسافر ہے۔

میں نے کہا۔ اگر مسافر ہوتا تو تجھ سے کیوں پوچھتا۔

اس نے کہا۔ ایک باغی نے سرزمین عراق میں زید کے خلاف بغاوت کی تھی۔ خالی عراق ابن زیاد نے اس پر

فتح حاصل کر لی آج ان مقتولوں کے سزا دہ باغی کے قیدی اہل بیت زید کے پاس لائے جا رہے ہیں اس لیے یہ تختی اور عید ہے۔

میں نے پوچھا۔ باغی کا نام کیا تھا؛

اس نے کہا۔ حسین ابن علیؑ

میں نے کہا۔ کیا حسین ابن فاطمہ بنت محمد تھا؛

اس نے کہا۔ ہاں۔

میں نے انا اللہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر کہا ملا موتھیں شرم نہیں آتی ذریت نبی کو قتل کرنے پر تمہارا دل نہیں بھرا کہ اب کوئی اسے باغی اور کوئی خارجی کہتا ہے۔

اس نے کہا۔ جناب اگر تجھے اس سے کوئی محبت ہے تو اپنے پر ترس کر اس محبت کو دل میں رکھ جو بھی ذریت

رسول سے اظہار محبت کرتا ہے ہم نے اس کی گردن پر جلا دکی تلوار دی گئی ہے۔

میں نے پوچھا کس دروازہ سے لایا جا رہا ہے۔

اس نے کہا۔ باب الساعات ہے۔

میں باب الساعات کی طرف گیا۔

ایک سو بیس علم بلند تھے، ہر علم کے پیچھے پانچ ہزار تماشا ٹی تھے۔ دور سے ایک بہت بلند نیزے پر سر مظلوم

کربلا نظر آیا۔ جوں جوں سر قریب آتا گیا۔ شامیوں کی خوشی بڑھتی گئی۔ دھولوں کی آواز بلند ہوتی گئی۔ عورتوں اور مردوں

کے تہقے تنگ تنگ ہوتے گئے۔

تالیوں کی گونج سے کان پھٹے جا رہے تھے۔

میری آنکھیں بے ساختہ برس رہی تھیں۔

سر مظلوم کربلا کا نیزہ شمر کے ہاتھ میں تھا۔

اس کے بعد سر سقائے سکینہ تھا جسے ثعلبہ ابن مرہ کلبی نے اٹھا رکھا تھا۔

اس کے بعد جعفر ابن علی کا سر تھا جسے میسر ابن ابی جوشن نے بلند کر رکھا تھا۔

اس کے بعد محمد ابن علی کا سر تھا۔ بنو قثم جعفی کے ہاتھ میں تھا۔

اس کے بعد ابو بکر ابن علی کا سر تھا جس کا نیزہ انیس ابن حارث کے ہاتھ میں تھا۔

اس کے بعد مشکل نبی کا سر تھا یہ نیزہ مرثدہ ابن تیس ہمدانی کے ہاتھ میں تھا۔

اس کے بعد عون ابن علی کا سر تھا جو جابر سعدی نے اٹھایا تھا۔

اس کے بعد شراذہ ناسم کا سر تھا جسے میسر ابن ججاج نے اٹھا رکھا تھا۔

ولم العصر ثرست ولم العصر ثرست ولم العصر ثرست ولم العصر ثرست ولم العصر ثرست ولم العصر ثرست ولم العصر ثرست ولم العصر ثرست ولم العصر ثرست ولم العصر ثرست

اس کے بعد یحییٰ ابن علی کا سر تھا جسے عمیر ابن جراح نے اٹھا رکھا تھا۔

اس کے بعد عبد اللہ بن عقیل کا سر تھا جسے نہیں ابن مرہ خزاعی نے اٹھایا ہوا تھا۔

اس کے بعد حر کا سر تھا جسے سنان ابن انس نے اٹھایا ہوا تھا۔

اس کے بعد علی اصغر کا سر تھا جس کا نیزہ حرمہ کے ہاتھ میں تھا۔

ان کے بعد دوسرے سر تھے۔ ہر نیزہ ایک اونٹ کے ساتھ تھا ہر اونٹ بے پالان تھا۔ کسی پر دو کسی پر ایک اور

کسی پر تین مخدرات عفت سوار تھیں کسی کے سر پر چادر نہ تھی۔ اور ہر سوار کے ہاتھ بھی پس گردن بندھے ہوئے تھے۔

جب یہ تافلہ بازاریں آیا تو ستورات کو اونٹوں سے اتار کر نخروں پر سوار کر دیا گیا۔ آگے آگے جناب سجادؑ تھے ان کے پیچھے دیگر ستورات تھیں۔

جب سر ایک مکان کے شہید سے گزریے ان پر پانچ عورتیں بیٹھی تماشہ دیکھ رہی تھیں ان میں ایک انتہائی بڑھی عورت بھی بیٹھی تھی۔ اس کا نام ام بجم تھا۔ اس نے مظلوم کو بلا کے سر کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔ یہ کس کا سر ہے؟

ایک عورت نے اسے بتایا۔ یہی حسین ابن فاطمہ کا سر ہے۔ اس نے خوشی سے تالی بجائی اور دوسری عورت سے کہا۔ جلدی سے ایک پتھر مجھے دے تاکہ میں اس سر کو مار لوں اسی کے باپ نے میرے باپ اور شوہر کو قتل کیا تھا۔

دوسری عورت نے اسے ایک پتھر دیا۔ اس نے سر مظلوم کا نشانہ لے کر پتھر مارا جو امام حسینؑ کے چہرہ پر پڑا۔ تازہ خون بہنے لگا۔

جو نہی بت زہرائے دیکھا بے ساختہ پکاری۔ وا محمداه۔ و اعلیناہ۔ پھر بڑھ چھا۔ یہ پتھر کس نے مارا ہے۔ کسی نے بتایا کہ ام بجم نے مارا ہے۔

اس مخدرہ نے دست دعا بلند کر کے عرض کیا۔

بار اہبا! اس مکان کو گرا دے۔ اور اس عورت کو جہنم کی آگ سے سید دنیا کی آگ میں جلا دے۔

سہل کہتا ہے بخدا! ابھی دعا ختم نہیں ہوئی تھی کہ مکان دھڑام سے گرا اور اس میں آگ لگ گئی۔ اس ملعونہ کا لاشہ بھی نزل سکا۔

امام حسینؑ کا نیزہ شمر کے ہاتھ میں تھا۔ در در بار پر آ کر شمر نے کہا۔

انا صاحب الرصح الطویل۔

دین کی جڑیں کاٹنے والا میں ہوں۔

انا قاتل الدین الاحمیل۔

دین کی جڑیں کاٹنے والا میں ہوں۔

انا قتلت ابن سید الوصیین -
 اتیت برأسه الی یتید -
 بنت زہرا نے فرمایا -

میں نے سید اولیاء کے بیٹے کو قتل کیا ہے -
 میں اس کا سر یتید کے پاس بدیر لایا ہوں -

اے ملعون ابن ملعون جھوٹ بک رہا ہے۔ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو۔ کیا تو ملعون ابن ملعون کے ساتھ اس کے قتل پر فخر کر رہا ہے جسے گوارے میں جبریل نے لوری دی۔ جس کا نام عرش الہی پر رکھا ہے۔ جس کے نانا کو اللہ نے خاتم الانبیاء بنا دیا ہے۔ جس کے بابا نے مشرکین سے کلمہ پڑھایا ہے۔ میرے نانا محمد مصطفیٰ جیسا کہس کا نانا ہے میرے بابا علی مرتضیٰ جیسا کہس کا بابا ہے میری ماں فاطمہ زہرا جیسی کہس کی ماں ہے۔
 سخی نے کہا۔ اے بنت زہرا! آپ جو کہیں آپ کا حق ہے۔ آپ بہادر باپ کی خود لرہٹی ہیں۔
 سہل کہتا ہے میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ جس مستور یا بچی کی آنکھ سے شدت غم کی بدولت ایک آنسو بھی ٹپک پڑتا تھا تو ظالم یتیدی نیزہ کی انی سے سرخمی کر کے خاموشی کرتے تھے۔
 ایک مستور نے اپنے من بستہ ہاتھوں سے موٹے دیر نر خ کیا۔
 اوریوں میں کیے۔

ہائے محمد۔ ہائے علی۔ ہائے حسن۔ ہائے حسین۔ کاش آپ
 ہمارا یہ حال دیکھتے جو دشمنوں نے کیا ہے۔ اے رسول اللہ!
 آپ کی بیٹیاں عیسائی قیدیوں کی طرح رس بستہ ہیں۔ ان کے
 دلوں میں غیر خوار کی معصوم شہادت کے زخم بھی ہیں اور اس
 بزرگ منش کی شہادت سے دل بھی محروم ہیں جسے پس
 گردن سے شہید کیا گیا۔ اس کے خیمہ کو لوٹ کر جلا ڈالا گیا۔
 اور بلا کفن چھوڑ دیا گیا۔ اس غم پر آنسوں سے جو ہم اہل بیت
 پر ٹوٹا ہے۔ ہم اپنی اس مصیبت کا، جراثیم ہی مانگتے ہیں۔

واحمد اہ۔ واعلیاء۔ واحستاء وا
 حسیناء لور ایتیم ما حل بنا من الاعداء
 یارسول اللہ بنا تک اساری کا تمن
 بعض اساری النصاری بقروح
 القلوب علی امر الصغیر والشیع
 الکبیر الذ بوح من القضاء ومہتوا
 الخباء العریان بلا واء واحزانہ لمانالنا
 اہلیت فعند اللہ نحتسب مصیبتنا
 یہ سکر میں اسی ساری کے قریب گیا اور عرض کی۔ السلام علیکم یا اہل بیت محمد۔

بی بی نے فرمایا۔ اے بندہ خدا تو کون ہے کہ بلا کے بعد سے آج تک ہمیں کسی نے سلام نہیں کیا۔
 میں نے عرض کیا۔ بی بی میں آپ کے ہدا محمد کے صحابہ سے ہوں۔ میرا نام سہل ہے۔ بیت المقدس کی زیارت کا
 خواہش مند تھا۔

بی بی نے فرمایا۔ اگر ہم ایسے زمانہ میں ہوتے جس زمانہ کے لوگوں نے میرے نانا کو نہ دیکھا ہوتا تو وہ بھی ہمارے ساتھ
 یہ سلوک نہ کرتے جو ان لوگوں نے کیا ہے۔ جو میرے نانا اور نانی کے دسترخوان پر پتے رہے ہیں۔ اہل بیت کے تمام

خورد و حجام انتہائی بے دردی سے پیاسے ذبح کیے گئے۔ ان کے لاشوں پر گھوڑے دوڑائے گئے۔ ہمارے حجام لوٹ
یہے گئے۔ ہمیں رسن بستہ کیا گیا۔ ہمارے سروں سے چادریں لے لی گئیں۔ ہمیں بے پالان کے اونٹوں پر بٹھا کر شہر بشہر
تشریح کیا گیا۔

میں نے عرض کیا بی بی میرا بس تو کچھ نہیں چلتا۔ ویسے اگر کسی خدمت کا حکم فرمائیں تو ممکن ہے میں بجلا کر مشرف
ہو جاؤں۔

بی بی نے فرمایا۔ اے ابن سعد اگر ہو سکتا ہے تو میرے بھائی کے نیزہ بردار سے کہہ دے کہ نیزہ کو ہماری سواریوں سے
آگے لے جائے تاکہ لوگ میرے بھائی کی تلاوت قرآن کی طرف متوجہ رہیں۔

میں نے عرض کیا بی بی میں کہتا تو ہوں۔

چنانچہ میں اس کے پاس گیا۔ اور اسے کہا۔ اس نے مجھے سختی سے جھڑک دیا۔ میرے ساتھ ایک نصرانی ہم سفر
تھا۔ جب اس نے یہ منظر دیکھا۔ اس کے پاس تلوار بھی تھی۔ اس کی آنکھوں کے سلتے سے پردے ہٹ گئے۔ اس نے
نیزہ بردار سے کہا۔ اے پست فطرت کی اولاد۔ تجھ میں اتنی ہمت بھی نہیں کہ اپنے رسول کے ناموس کا اتنا سا
تحفظ کر سکے۔

اس نے اسے بھی جھڑک دیا۔ نصرانی نے تلوار علم کی۔ اور اشهد ان لا الہ الا اللہ وان محمداً رسول پڑھ کر ان پر
حملہ کر دیا۔ کافی زیدیوں کو بازاریں داخل جہنم کر دیا اور خود شہید ہو گیا۔ جب ہر طرف شور و غل ہوا تو اسی بی بی نے
مجھ سے پوچھا۔ یہ کیا تھا؟

میں نے تمام واقعہ کہ سنایا۔

بی بی نے فرمایا۔ تعجب ہے نصرانی تو ذریت مصطفیٰ کی مظلومیت پر ترس کھاتے ہیں لیکن کوئی مسلمان اتنا غیر نہیں
ہے۔ جسے آل محمد کی اس غربت پر ترس آجائے۔

امالی شیخ صدوق کے مطابق جب امیران آل محمد دربار میں پہنچے تو انہیں اس مقام پر کھڑا کیا گیا۔ جہاں غیر مسلم
قیدیوں کو کھڑا کیا جاتا تھا۔

ہونے کے مطابق ایک بوڑھا امام مجاہد کے پاس آکھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

اللہ کا شکر ہے جس نے تمہیں شکست دہی اور زید کو کامران کیا۔

امام مجاہد نے فرمایا۔ اے بزرگ کیا آپ نے قرآن پڑھا ہے۔

بوڑھے نے کہا ناں پڑھا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ کیا یہ آیت پڑھی ہے۔ لا استلکم اجراً الا المودۃ فی القرابی۔

بوڑھے نے کہا۔ ہاں پڑھی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ کیا اس کا مصداق بھی جانتا ہے۔

بوڑھے نے کہا۔ ہاں جانتا ہوں اس کا مصداق نبی اکرمؐ کے اہل بیت ہیں اور انہی کی محبت کو اللہ نے اجر رسالت قرار دیا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ وہی اہل بیت محمدؐ میں جن کی محبت اجر رسالت ہے۔

پھر آپ نے فرمایا۔

کیا قرآن میں یہ آیت پڑھی ہے۔

ذوی القربیٰ کو ان کا حق ادا کر ہے۔

آت ذالقربیٰ حقہ۔

بوڑھے نے کہا۔ ہاں پڑھی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ اس کا مصداق بھی معلوم ہے

بوڑھے نے کہا۔ ہاں معلوم ہے اہل بیت محمدؐ اس کا مصداق ہیں جن کے حق کی ادائیگی کا حکم ہے۔

آپ نے فرمایا۔ وہی اہل بیت ہم ہیں۔

آپ نے پوچھا کیا یہ آیت پڑھی ہے۔

واعلموا انما غنمتم من شی فان اللہ

جو منافع بھی تمہیں حاصل ہو اس سے اللہ رسول اور

خمسہ وللرسول ولذی القربیٰ۔

ذوی القربیٰ کا خمس ہے۔

بوڑھے نے کہا۔ ہاں پڑھی ہے اور اس کا مصداق بھی جانتا ہوں۔ اقربائے نبی کریمؐ ذوی القربیٰ ان کا بھی

مصداق ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ یہ ذوی القربیٰ ہم ہیں۔ کیا تو نے یہ آیت پڑھی ہے۔

انما یرید اللہ لیدن بعنکم الرجس اہلبیت ویطہرکم کو تطہیرا۔

بوڑھے نے کہا۔ ہاں پڑھی ہے اور جانتا ہوں یہ آل محمدؐ کی تطہیر کا اعلان ہے۔

آپ نے فرمایا۔ یہ اہل بیت ہم ہی ہیں جن سے اللہ نے رجس دور رکھ کے ہماری تطہیر کا اعلان کیا ہے۔

بوڑھے نے پوچھا کیا واقفا آپ ہی وہی ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ ہاں ہم ہی وہی ہیں۔ مجھے اپنے نانا کی نبوت کی قسم ہے اس کو ہاں پر ہمارے سوا کوئی بھی یہ

ذوی نہیں کر سکتا۔

یہ سکر بوڑھے نے سر سے عمامہ اتار کے پھینک دیا۔ اور دست دعا بلند کر کے عرض کیا۔

باراہا امیں جن دانش میں سے دشمن آل محمدؐ سے اعلان برات کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر بوڑھا بے ساختہ روتے لگا

اور امام سجادؑ سے پوچھا۔

هللی من تویة - کیا میری جہالت پر میری توبہ کی گنجائش ہے -

آپ نے فرمایا - اللہ بڑا کریم ہے اگر خصوص نیت سے توبہ کرے تو اللہ یقیناً قبول کرے گا - اور تو آخرت میں ہمارے ساتھ ہوگا -

بوڑھے نے تین مرتبہ کہا - اللھو انی اتوب الیک -

اتنے میں بوڑھے کے اس تمام مکالمہ اور توبہ کی اطلاع یزید کو ملی - یزید نے حکم دیا کہ بوڑھے کو قتل کر دیا جائے -

بلاد نے بوڑھے کو سردار شہید کر دیا -

خزاع میں منہال سے مروی ہے کہ جب سر مغرب زہرا دمشق کے بازار میں لایا جا رہا تھا - ایک شخص نے سودہ کہف کی تلاوت کی - جب وہ اس آیت پر پہنچا ان اصحاب الکہف والرقیم کا لٹوا من آیا تا عجباً - میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے کہ سر مظلوم نے فرمایا - میری شہادت اور میرے سر کی تمہیر اصحاب کہف کے قصہ سے زیادہ عجیب تر ہے -

سر مظلوم زہرا تخت یزید پر :-

ارشاد شیخ مفیر کے مطابق بعد اللہ ابن حمیری ربیع سے روایت ہے کہ میں اس وقت یزید کے پاس بیٹھا تھا -

جب زہرا بن قیس نے آکر یزید کو سلام کیا -

یزید نے پوچھا - کیا کوئی نئی اطلاع ہے -

زجر نے کہا - اے امیر مبارک ہو - آپ کو فتح نصیب ہوئی ہے - فرزند رسول ہمارے مقابلہ میں اپنے اہل بیت سے

اٹھا وہ اور اپنے شیعوں میں سے ساٹھ افراد لے کر آیا تھا -

ہم نے حسینؑ سے کہا -

یا یزید کی بیعت کر لو -

یا ابن زیاد کی اطاعت کا اعلان کر دو -

یا جنگ کر دو -

انہوں نے جنگ قبول کر لی - ہم نے مورچ نکلتے ہی ان پر حملہ کر دیا - ہر طرف سے انہیں گھیر لیا - جب ہماری تلواروں

نشان کے سروں سے کافی حصہ وصول کر لیا - تو پھر انہوں نے ہمارے سامنے بھاگنا شروع کر دیا - اور جس طرح کبود تر باز

سے پھپھتا ہے - اسی طرح ٹیلوں اور پچی جگولوں میں چھپنے لگے - لیکن ہمیں صرف اتنا وقت لگا جتنا اونٹ کے خر کرتے

ہیں صرف بوتلے یا قبیلہ میں صرف کیا جاتا ہے - ہم نے سب کو ترتیب کر دیا اب ان کے بہتہ جم میدان میں پڑے ہیں

ان کے لباس پھٹ چکے۔ ان کے رخسارے خاک الود ہو گئے۔ سارا دن دھوپ ان کے لاشوں کو گرماتی ہے۔ اندھیوں سے ریت اڑا کر ان کے جسم پر چھا رہی ہے۔

ابو مخنف کے مطابق سمر مظلوم کو باب الساعات پر تین گھنٹے تک روکے رکھا گیا۔ پھر زید کی طرف سے سر کو لانے کی اجازت ملی۔

مروان زید کے ہی پاس بیٹھا تھا۔

جب اس نے سمر مظلوم زہراؑ کو بچھا تو پوچھا۔

کیسے یہ لوگ تمہارے تابو میں آ گئے۔

ان لوگوں نے کہا۔ فرزند رسول اٹھا رہا شامی اور کم و بیش پچاس مددگاروں کے ساتھ ہمارے مقابلہ میں آیا۔ ہم نے اول سے لے کر آخر تک سب کو تر تیغ کیا۔

اب یہ ان کے سہر ہیں اور وہ اہل بیت محمدؐ کی میر خواتین ہیں۔ سروان نے مظلوم کو بلا ہاتھ میں لیا اور یہ اشعار پڑھے۔

يا حبيذا بردك في الميدان

ولو ناك الاحمر في الحدان

شفيت نفسي من دم الحسين

اخذت ثاري وقصيت ديتي

اسی اثنا میں فضائے دربار میں کوئے کی آواز آئی۔ زید نے کوئے کو مخاطب کر کے کہا۔

يا غراب البين ما شئت فقل

انما تندب امراً قد فعل

كل ملك و نعيم ذائل

و بنات الہ ہر يلعبن بكل

ليت اشياخى بدار شهدا و

وقع الخزرج مع وقع

الاسل لا هوا و استهلوا

فوجاً ثم قالوا يا يزيد لا تشن

لست من خندف ان لم انتقم

عن بنی احمد ما كان فعل لعبت

بنو هاشم بالملك فلا ملك جاء

اے فرزند رسولؐ تیرے سر کی ٹھنڈک ہاتھوں کو کتنی بھلی

لگتی ہے۔ اور تیرے رخساروں کی سرخی آنکھوں کو کتنی باری

لگتی ہے۔ قتل حسین سے میں نے اپنی پیاس بجھالی ہے اپنا

انتقام بھی سے لیا ہے اور اپنے قرض بھی چکالیے ہیں۔

اے فراق کی اطلاع دینے والے کوئے! جو جی میں آئے

کہہ لے۔ اب تو تو ایسی بات پر ماتم کر رہا ہے جو ہو چکی ہے

ہر حکومت اور برودت ایک دن ضائع ہو ہی جاتی ہے اور

دختران دنت ہر انسان سے کھیل لیتی ہیں۔ کاش میرے

بدر کے مقتول بزرگ آج نیزوں کے ساتھ خزرجی جنگ

کا مشاہدہ کرتے وہ ضرور مجھے اٹلاؤ مہلا کہتے اور مجھے

شباباش دے کر کہتے اے زید تیرے ہاتھ کبھی کمزور نہ

ہوں میں بنی خندف سے نہ ہو اگر میں نے نبی احمد سے

احمد کے تمام ان کاموں کا بدلہ نہ لیا جو اس نے کیے تھے بنی خزرجی سے

بنی ہاشم کا محض سیاسی اسٹٹ تھا اور نہ تو کوئی جبریل

آیا تھا اور نہ ہی کوئی وحی کا سلسلہ تھا۔ ہم نے علی سے

ولا وحی نزل قد اخذنا من علی ثارنا
وقتلنا الفارس اللیث البطل وقتلنا
القرم من ساداتهم و عدلنا لا بیدر
فاعتدل -

اپنا انتقام سے لیا ہے اور ہم نے قیصر ہمیشہ ہی سجا بہادر
کو قتل کر دیا ہے۔ ہم نے ان کے سرداروں میں سے بہت
بڑے سردار کو قتل کیا ہے اگر ہم کر بلا کا موازنہ بدر سے کریں
تو نمائد برابر رہے گا۔

صاحب مناقب کے مطابق جب یزید کے پاس سر مظلوم لایا گیا اس وقت یزید اپنے لیے کراستہ تخت
پر بیٹھا تھا۔

اس کے سر پہ سونے کا تاج تھا جو میرے جواہرات سے بڑا ہوا تھا۔ ارد گرد اکثر اموی افراد سنہری کرسیوں پر
بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ سب لوگ کسی نہ کسی طرح اپنی خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ یزید نے جب مذکورہ بالا افسانہ پڑھے
تو سب نے یزید کو داد تحسین دی۔
یزید اپنی تریف سن کر اور پھولا۔

اور ہاتھ میں موجود چھڑی سے بوسہ گاہ نبوی کو مارنے لگا۔ شامی غوام نے جب یزید کا یہ عمل دیکھا تو انہوں
نے چہروں سے اظہار ناراضگی کیا۔

جسے یزید بھی تاڑ گیا۔ یزید نے اہل دربار سے کہا کیا تم لوگوں کو اس بات کا علم ہے کہ حسین نے میری بیعت
سے انکار کیوں کیا تھا۔

البتہ المناب کے مطابق اہل دربار نے کہا۔ ہمیں تو معلوم نہیں ہے۔
یزید نے کہا۔ مجھے معلوم ہے حسین کے انکار کی وجہ فقہ حجازی تھی۔ حسین کے خیال میں یہ تھا کہ میں یزید سے
بہتر ہوں۔

میرا باپ یزید کے باپ سے بہتر ہے۔ میرا نانا یزید کے نانا سے بہتر ہے۔ میرا چچا یزید کے چچا سے بہتر
ہے۔ میرے ماموں یزید کے ماموں سے بہتر ہیں۔ رسول نے میرے بار سے لینے۔ مجھے گود میں پالہ ہے۔ اور مجھے
مہر نبوت پر اٹھا پایا ہے۔ مجھے اپنے دل کا سکون کہا ہے۔ میرے جنتی ہونے کی گواہی دی ہے۔ مجھے جو انان جنت
کا سردار کہا ہے۔ میرے لیے اور میری ذریت کے لیے دعلے خیر و برکت کی ہے۔ لہذا ان تمام خصوصیات کی وجہ
سے میرا حق نہیں بنتا کہ میں یزید کی بیعت کر لوں۔

لیکن حسین یہ نہیں جانتا تھا کہ حکومت جسے چاہے اللہ دیتا ہے۔

بھلا کون تھا دربار میں جو یزید کو جواب دیتا۔ ناموش تو پہلے ہی تھے۔ اسی طرح پھر بھی ناموش ہی رہے اس
کے بعد یزید نے ساتی کو اشارہ کیا۔ ساتی نے جام شراب پیش کیا۔ یزید نے بھرے دربار میں اظہار مسرت کے
بطور جام شراب پیا۔ آخر میں ایک گھونٹ عمداً پجایا۔ اور اس مظلوم کر بلا کے خاک و خون آلودہ بالوں پر

ڈال کر کئے لگا۔

حسینؑ تمہارا خیال تھا اور تمہارے عقیدت مندوں کا بھی عقیدہ ہے کہ محشر میں تیرا باپ ساقی حوض کوثر ہو گا۔ میری بات یاد رکھنا۔ اگر کل روز قیامت میں تمہارے پاس حوض کوثر پر پانی کے لیے آؤں تو باپ سے کہہ دینا یزید کو پانی نہ پلاؤ۔

تیرا نانا کہا کرتا تھا کہ میری امت کے مردوں کے لیے مونا پہننا اور پوری امت کے لیے مونسے اور چاندی کے برتن استعمال کرنا حرام اور ناجائز ہیں۔ اب دیکھئے جس مونسے کے برتن کو تیرے نانا نے ناجائز کہا تھا اسی مونسے کے طشت میں تیرا سر رکھا ہے۔ اور تیرا باپ فرمایا کرتا تھا کہ اس جنگ بدر میں معروف امویوں کو قتل کیا تھا آج دیکھئے مقتولین بدر کے بیٹے یزید نے بدر کا انتقام لے لیا ہے۔

ابن جوزی نے اپنی کتاب - الرد علی المتعصب العیند فی تعریب فعل یزید - میں لکھا ہے کہ یزید کا - ابن زیاد - عمر سعد اور شمر وغیرہ کو قتل فرزند رسول کا حکم دینا اتنا باعث حیرت نہیں ہے جتنا باعث تعجب یزید کے یہ اعمال ہیں کہ -

یزید نے اپنے جام سے کچی ہوئی شراب فرزند رسول کے خاک و خون اودھ میں ڈالی۔

فرزند رسول کے دندان مبارک سے چھڑی کے ساتھ گ تانخی کی۔

ابن زیاد کو حکم دیا کہ دختران رسول کو بے پالان کے اونٹوں پر روکن بستہ کو ذر سے شام تک تہمتیں کر کے شام کے دربار میں پیش کیا جائیں۔

فاطمہ بنت حسینؑ بصورت کینز ایک شافی کو دینے کا ارادہ کیا

مقتولین بدر کے انتقام کا اشعار میں تذکرہ اور اظہار فخر

اشعار میں دجی - نبوت اور قرآن سے انکار

ذریت رسولؐ کے لاشوں کو بلا ذوق چھوڑنے کا حکم۔

فرزند رسولؐ کے لاشہ کی پامالی کا حکم۔

یہ سب ایسے امور ہیں جن کی بنا پر یزید صرف مستحق لعنت نہیں رہ جاتا۔ بلکہ اصول اسلام ہر مسلمان کو مجبور کرتے ہیں کہ ایسے شخص کو کافر کہا جائے۔ اگر ذر یزید اسلام آشنا ہوتا اور بدر میں مقتول کفار کا انتقام نہ ہوتا۔ تو جیسا -

اسے قتل مظلوم کی اطلاع ملی تھی -

قاتلوں کے خلاف موثر کاروائی کرتا۔

ذریت رسولؐ کے شہداء کے ذوق کا حکم دیتا۔

بنات زہراؑ کو باعزت مدینہ پہنچاتا۔

سرِ مظلوم کی شراب اور چھڑی سے توہین نہ کرتا۔

جب کہ اس کے برعکس یزید نے ابن زیاد کا شکر یہ ادا کیا۔ فرزند رسولؐ کی شہادت کے بعد اسے بیت المال سے بے شمار انعام و اکرام اور تحائف دیئے۔ حتیٰ کہ اس خوشی میں یزید نے ابن زیاد کے لیے اپنی حرم سرا کے دروازے کھول کر پردہ ختم کر دیا۔

مخمل شراب منفقہ کی اور کینز کو اس طرح مخاطب کیا۔

سقیتی شربة تروی فتوادی

ثم ملی فسقی ابن زیاد۔

صاحب السر والامانة عتدی

ولتسدید مغنمی وجہادی

قاتل الخارجی اعنی حسینؑ

ومبید الاعداء والاخذاد۔

مجھے ایسی شراب پلا جس سے دل ٹھنڈا ہو جائے۔

بھر لبریز جام ابن زیاد کو بھی پلا۔

ابن زیاد میرا زدار اور امین ہے۔

میرے لشکر کا سہارا اور میرے لیے دولت بچ کرنے والا ہے

ابن زیاد جو قاتل حسینؑ ہے۔

میرے مخالفوں اور دشمنوں کو نابود کرنے والا ہے۔

ابن عقیدہ کے مطابق یزید کو گالی دینا اور لعنت کرنا تو یقیناً ثواب ہے کیونکہ کفر یزید ثابت کرنے کی خاطر یزید کے اپنے حسب ذیل اشعار ہی کافی ہیں۔ جن میں اس نے بد باطنی۔ خجاست ضمیر الحاد۔ اور سوء عقیدہ کا کھل کر اعلان کیا ہے۔ سلا فصدہ تو پیش نہیں کیا جاسکتا چند ایک اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

علیہ ہاتی علی بنی و اعلیٰ

بذاک انی لارجب التناجیا۔

اذاما نظرنا فی امور قدیمہ

وخذنا حلالا لاشربہا قتلنا۔

اذامت یا ام الاحیم فانکھی

ولا تاملی بعد الغراق تلاقیا۔

فان الذی حدثت

من یوم بعثنا احادیث

طسم تجعل القلب

ساہیا۔

اے علیؑ مجھے میرا بکر اور بانگ میرا بکر۔

مجھے چھپ چھپا کے پینا ہرگز پند نہیں ہے۔

جب ہم اپنے قدیم مراسم کو دیکھتے ہیں تو ہمیں

شراب نوشی مسلسل حلال ملتی ہے۔

اے ام ایمر جب میں سر جانوں تو عیاشی کے لیے کسی اور سے

نکاح کر لینا۔

فراق موت کے بعد کسی شہر و نشر میں ملاقات کی امید نہ رکھتا۔

شہر و نشر کے متعلق جو حدیثیں بیان کی جاتی ہیں۔

سب فضول اور دل کو پریشان کرنے والی احادیث

ہیں۔

یہ اشعار بھی زید ہی کے ہیں۔

معشر الندمان قوموا
واسمعوا صوت الاغانی
واشربوا کاس المدام
واترکوا ذکر المعانی
شغلتنی نعمة ال
عیدان عن صوت الاذان
وتعوضت عن الحور
تحموراً فی الدنان

اے دوستو! اٹھو اور
گانوں کی آواز سنو
شراب کے جام لٹھاؤ اور
تفسیروں کی باتیں پھوڑ دو۔
سارنگی کی لٹنے مجھے خدا نے
اذان سے بے نیاز کر دیا ہے۔
حوروں کے عوض مجھے
مٹکوں کی شراب بھلی لگتی ہے۔

اس کے بعد زید نے سرفرزند رسول کو فرشتی زمین پر رکھا اور اوپر دسترخوان بچھانے کا حکم دیا۔ شیخ صدوق کے مطابق زید اپنے تمام ہم پیالہ افراد کے ساتھ بیٹھ کر بھوے دربار میں سے نوشی کرنے لگا۔ شراب سے فارغ ہونے کے بعد زید نے اسی جگہ سربدارک کے اوپر شطرنج کی بساط بچھانے کا حکم دیا۔ جب بھی کوئی بازی جیت لیتا اس نوشی میں شراب نوشی کی جاتی۔ اور بچی ہوئی شراب سے سرفریب زہرا سے گستاخی کی جاتی۔

عبدالسلام ابن صالح لہری نے امام رضا سے روایت کی ہے کہ اسلام میں کھلے عام شراب سب سے پہلے زید نے اس دن دربار میں پی جس دن سرفرزند رسول ۱۲ سے پیش کیا گیا۔ خود بھی پیتا تھا اور دوسروں کو بھی پلاتا تھا اور کہتا تھا۔

لو آج جتنی چاہے پی لو۔ یہ بڑی مبارک شراب ہے۔

اس شراب کی برکت ملاحظہ کرو۔ ہم نے اس شراب کا آغاز ایسے وقت میں کیا ہے جب شراب ہمارے دسترخوان پر ہے اور دسترخوان ہمارے دشمن کے سر پر ہے۔ آج ہی تو ہم مزے کی شراب پی رہے ہیں، ہمارے دل مطمئن ہیں، اور فکر آنا ہے۔

اسیران آل محمد در بار یزید میں

متخف طرح سچی کے مطابق امام سجادؑ سے مروی ہے کہ ہمیں یزید کے سامنے پیش کرنے کی خاطر اس طرح قید کیا گیا کہ ایک رسی لائی گئی۔ اس کا ایک سر آئیرے گلے میں۔ پھر نائیز ہر اٹکے گلے میں۔ ان کے بعد یکے بعد دیگرے دختران علی کے گلے میں ان کے بعد دختران امام حسن و امام حسین کے گلے میں ڈالی گئی۔ اور ہمیں ایک قطار میں چلنے کو کہا گیا۔ اور اسی کا ایک سدا زجر ابن قیس کے ہاتھ میں تھا۔ جو ہمیں دربار یزید میں لارہا تھا۔ اگر ایک رک جاتا تو تمام کو رکنا پڑتا تھا۔

تمام مستورات کو یزید کے سامنے لگا کر حکم دیا گیا کہ یزید ہر بی بی کے متعلق پوچھتا رہا۔ من ہذہ ومن ہذہ جب کہ سن سکینہ یزید کے سامنے گزی اور یزید نے دیکھا کہ اس بچی نے اپنی دونوں کہنیوں سے پردہ بنایا ہوا ہے اور اڑیاں اٹھا کر چل رہی ہے۔

یزید نے زجر کو کرنے کا حکم دیا۔ اور پوچھا۔

اسے بچی تو کون ہے؟

کسن شترادی نے میری طرف دیکھا۔

یزید نے دوسری مرتبہ پوچھا۔

اسے بچی تو کون ہے۔

کسن سکینہ نے پھر میری طرف دیکھا۔

یزید غضب میں آگیا۔ زجر نے رسی کو ایک جھٹکا دیا۔ ہم سب اپنی جگہ سے ہل گئے

میں نے یزید سے کہا۔ ظالم۔ اس سرفاک سے کہہ کر یوں رسی کو جھٹکے نہ دے۔

یزید نے کہا۔ یہ بچی میری بات کا جواب کیوں نہیں دیتی۔

میں نے اسے بتایا۔ شاید تیری عقل کے ساتھ آنکھوں پر بھی پٹی بندھی ہوئی ہے کیا تو دیکھ نہیں رہا کہ رسی کتنی تنگ

کر کے بندھی ہے۔ تیرے دردوں نے رسی باندھتے وقت یہ بھی نہیں دیکھا کہ کس کا قد بڑا ہے اور کس کا چھوٹا ہے

اس کسن کا قد چھوٹا ہے۔ گلے میں رسی اتنی تنگ ہے کہ یہ لوٹنے سے معذور ہے۔ تو دیکھ نہیں رہا کہ اڑیاں اٹھائے

چل رہی ہے۔

یزید نے زجر کو رسی ڈھیلی کرنے کا حکم دیا۔

سکینہ وہیں تڑپ گئی۔

میں نے کہا۔ یہ دختر رسول ہے کسی نا محرم کو قریب نہیں آنے دے گی۔

یزید نے زجر سے کہا۔ تو سجاؤ کے گلے سے رسی نکالنے تاکہ یہ خوداں کسن کی رسی ڈھیلی کرے۔

میں نے یزید سے کہا۔ یزید ایک بات پوچھوں گا جواب دے گا۔

یزید نے کہا۔ پوچھو۔

میں نے کہا۔ مجھے صرف اتنا بتا دے اگر آج رسول خدا اس دربار میں آجائیں اور ہمیں اسی حالت میں تیرے سامنے

کھڑا ہوں۔ دیکھیں تو وہ کیا کہیں گے۔ تجھے داد تحسین دیں گے یا کچھ اور؟

یزید کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ بغلیں جھانک کر رہ گیا۔

لوف میں ابن طاؤس کے مطابق ثانیہ زہرا نے جب یزید کی خوشی اور مسرت دیکھی تو بی بی نے پہلے تو اپنے

بھائی کا مرنیہ پڑھا۔ جس سے دربار میں موجود ہر شخص بے ساختہ رونے لگا۔ پھر بی بی نے حمد و ثنائے خالق اور درود بجز و

آل محمد بھیجنے کے بعد فرمایا۔

پس جب ارشاد قدرت ہے کہ۔۔۔۔۔ جن بد نصیب افراد نے آیات الہیہ کا مذاق اڑایا اور تکذیب کی ان

کا انجام بہت برا ہو گا۔۔۔۔۔ اے یزید جب تو نے اپنے جبر سے ہمارا عرصہ حیات تنگ کر دیا۔ اور آج

ہمیں اپنے دربار میں قیدی کی صورت میں پیش کیا ہے۔۔۔۔۔ اس جبر سے کیا تو نے یہ سمجھ لیا ہے کہ بارگاہ

خالق میں تو معزز اور ہم رسما ہو گئے ہیں؟۔۔۔۔۔ شاید یہی وجہ ہے کہ تیری ناک اونچی ہو رہی ہے اور

تو غلیں بجا رہا ہے۔۔۔۔۔ زمانہ کی اس چند روزہ گرفت کو تو نے یہ سمجھا ہے کہ ہمیشہ تیری مٹھی میں رہے گا

۔۔۔۔۔ آج تو نے ہمارے نمبر پر قبضہ کر لیا ہے۔ تو کیا یہ سمجھ بیٹھا ہے کہ بس تو ہی سب کچھ ہے؟۔۔۔۔۔

ذرا انتظار کرو۔۔۔۔۔ کیا تو نے اللہ کے اس فرمان پر کبھی غور کیا ہے۔۔۔۔۔ کھارگی دولت و

ثروت کو دیکھ کر یہ نہ سمجھو کہ ہم ان کے نامہ اعمال میں نیکیاں سمجھ رہے ہیں۔ بلکہ ہماری اس ڈھیل کی وجہ یہ ہے کہ ہم یہ

چاہتے ہیں کہ جتنے گناہ کئی سالوں میں کرنا چاہتے ہیں کثرت وسائل کے پیش نظر چند ماہ میں کر لیں تاکہ ہماری حجت پوری

ہو جائے۔ پھر یہ ہوں گے اور عذاب الیم ہو گا۔۔۔۔۔ اے ہماری آنا د کردہ ماں کے بیٹے! کیا انسانیت

اسی کا نام ہے۔۔۔۔۔ تو نے اپنی خورتوں کو پس پردہ بٹھایا ہوا ہے۔ تیری لو کرانیاں بھی چادر کے بغیر باہر

نہیں آتیں۔ اور دختران رسول کو تو نے کوفہ سے شام تک شہر بہ شہر تشہیر کر کے آج اس بھوسے دربار میں کھلے سر پیش کر

رکھا ہے؟۔۔۔۔۔ پھر تو نے ذریت رسول کی ان بے مقنع و چادر بیٹیوں کے استقبال کی خاطر شام کے

..... اللہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔۔۔۔۔ اللہ ہی کے حضور شکوہ ہے اور اسی پر بہا رہا ہے
 تجھے کھلی چھٹی ہے۔۔۔۔۔ جو کر چاہے کر۔۔۔۔۔ اپنی ہر کوشش کر کے دیکھے۔۔۔۔۔
 بخدا نہ تو تو ہمارا ذکر مٹا سکے گا۔۔۔۔۔ نہ ہی احکام وحی کو نابود کر سکے گا۔۔۔۔۔ نہ ہماری موت کا سامان کر
 سکے گا۔۔۔۔۔ اور نہ ہی قیامت تک اپنے سے اس لعنت کو دور کر سکے گا۔۔۔۔۔ تیری نکر بے ہودہ تھی
 تیرے دن گنے جا چکے ہیں۔۔۔۔۔ تیری جمیعت بکھر جائے گی۔۔۔۔۔ وہ دن آنے والا ہے
 جس میں منادی ندا کرے گا۔ الالعتة اللہ علی القوم الظالمین۔۔۔۔۔ اس اللہ کی حمد ہے جسے ہمارے اذائل کو
 سعادت اور اواخر کو شہادت سے نواز ہے۔ سبحانہ ونعم الوکیل۔

مقتل ابو مخنف کے مطابق اسی اتنا میں زیند کے محل سے ایک نوخیز کینز نکل کر آئی اس نے دیکھا زیند چھڑی سے
 دندان مظلوم کر بلا کی تو ہن کر رہا تھا۔
 اس نے کینز نے کہا۔
 اشد تیرے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے ظالم! تو ان دانتوں پر چھڑی مار رہا ہے۔ جنہیں رسول کو تین بوسے دیا
 کرتے تھے؛

زیند نے کہا تیرا سر جاتا رہے۔ یہ کیا بک بک کر رہی ہے۔
 کینز نے کہا زیند! ایسی ابھی میں اپنے کمرہ میں نیند اور بے داری کی درمیانی کیفیت میں تھی کہ میں نے دیکھا
 جیسے آسمان کے دروازے کھل گئے ہیں۔ آسمان سے نورانی بیٹری زمین پر لگائی گئی ہے۔ اس بیٹری پر دو نوجوان
 جنہوں نے سبز لباس پہن رکھے تھے۔ اترنے لگے۔ ان کے لیے عمن میں جنت کا فرش بچھایا گیا۔ ایک آٹھائی حسین اور
 نغزہ شخص اس فرش کے درمیان آکر بیٹھ گیا۔

اور اس نے آواز دی۔

بابا آدم تشریف لائیے۔ اترنے والوں میں سے ایک نوجوان اتر آیا۔

پھر اس نے آواز دی۔

بابا! اما میں آپ بھی آجائیں۔ دوسرا بھی اتر آیا۔

پھر اس نے آواز دی۔

بھائی موسیٰ آپ بھی آجائیں۔ اسی بیٹری پر تیسرا شخص اتر آیا۔

پھر اس نے کہا۔

بھائی عیسیٰ آپ بھی آجائیں۔ اسی بیٹری سے چوتھا شخص اتر آیا۔

پھر میں نے ایک مستور کو دیکھا جس نے سر کے بال کھول رکھے تھے۔ اور کہہ رہی تھی۔

ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست

ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست

ماں حوا۔ ماں خدیجہ۔ ماں باجرہ۔ بہن سارہ۔ بہن مریم آجائیں۔ میں نے دیکھا اسی میٹھی سے ستورات یکے بعد دیگرے اتر کر اس فرشتے کے ایک کنارے پر بیٹھنے لگیں۔
میں نے ایک آواز سنی مگر آواز والا نظر نہیں آ رہا تھا۔ یہ بلانے والی دختر رسولؐ۔ زوجہ علیؑ۔ اور مادر شہید کر بلا حسینؑ ناظر زہراؑ ہے۔

پھر جناب زہراؑ نے آواز بلند کہا۔

بابا جان! آپ نے دیکھ لیا ہے۔ جو کچھ آپ کی امت نے میرے حسینؑ سے سوک لیا ہے۔
یہ سب تمام انبیاء روئے نکلے۔

اتنے میں ایک آواز آئی۔ اس گھر کو جلا دو۔

جو نہی آواز آئی۔ اسے زیدؑ میں نے تجھے اپنے کمرہ سے نکلتے دیکھا ہے تو بیخ کر کہہ رہا تھا۔ میں جل گیا۔ میں جل گیا۔

میں گہرا کر اٹھی ادھر ادھر دیکھا کچھ نہ تھا۔ پریشان ہو کر تجھے بتانے آئی ہوں۔

زیدؑ نے جلا دو کو حکم دیا۔ اسے اس وقت یہیں قتل کر دے۔ یہ دوسروں کو خراب کرے گی۔

مقتل ابو مخنف کے مطابق زیدؑ نے جناب سجادؑ سے کہا۔ تیرا باپ اسی بنی کی خاطر مجھ سے لڑنا چاہتا تھا اب

دیکھ یہ بنکر کس کے پاس ہے؟

جناب سجادؑ نے فرمایا۔ بقول تیرے اگر میرے باپ کا مقصد یہی تھا تو بھی اس بنر کا زیادہ حقدار میرے

باپ سے کوئی نہیں تھا۔

اللہ کسی بھی متکبر کو پسند نہیں کرتا۔

پھر آپ نے یہ مہر تیرا پڑھا۔

انا دیک یا جدا ہ یاخیر مرسل

جیبک مقتول ولسک ضائع۔

اقاذ لیلانی دمشق مکپلا

ومالی من بین الخلائق شافع۔

لقد حکموا فینا اللتام وشتتوا

لنا شملنا من بعد ما کان جامع

پر سکر زیدؑ نے فرمایا۔ اور جلا دے کہا۔ اتنے قتل کر دے یہ مجھے کہینہ کہتا ہے۔

جو نہی ثانیہ زہراؑ نے سنا فرمایا۔

اسے نانا! اے سیدالانبیاء! میں فریاد کرتا ہوں۔ آپ کا

محبوب فرزند شہید ہو گیا اور آپ کی ذریت امیر ہے۔

نانا! کاش آپ دیکھتے کہ دشمن میں میں کس طرح پابجولان

ہوں اور پوری امت میں میرا کوئی ٹمگسار نہیں۔

کہنے ہمارے حکمران میں اور انہوں نے ہمیں ایک ایک کر دیا

ہے ہماری جمیعت کھو چکی ہے اور ہمارا کہیں ٹھکانا نہیں۔

یہ مجھے کہینہ کہتا ہے۔

یزید اللہ تجھے رسوا کرے۔ کیا ابھی تک تو ہمارے قتل سے سیر نہیں ہوا۔ خون اہل بیت سے تو نے کتنے محلے کر بلا کو میرا کر دیا ہے۔

یہ ایک بیمار رہ گیا ہے اسے قتل کر کے کیا تو نسل رسول کو روئے زمین سے ختم کرنا چاہتا ہے۔ اب ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ اگر اسے قتل کرنا ہے تو پھر مجھے ہی ساتھ قتل کر دے۔

یہ منظر دیکھ کر یزید کے ہم نشینوں میں سے ایک نے کہا۔ یزید اس بیمار سے تجھے کیا خطرہ ہے۔ اسے چھوڑ دے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ نقتہ کا آگ بھڑک جائے۔

سجرات کے مطابق امام سجاد نے فرمایا۔ اسے منادیہ کے بیٹے۔ بندو ابوسفیان کے پوتے۔ نبوت اور امارت تیری پیدائش سے پہلے میرے آباؤ اجداد میں تھی۔ وہ میرا دادا اعلیٰ تھا۔ جس نے جنگ بدر و احد میں علم رسول اٹھا رکھا تھا۔ اور وہ تیرا اپنا اور دادا تھے جن کے ہاتھ میں کفار کا ستم تھا۔

یزید کا شش تو جاتا کہ۔

تو نے کیا کر دیا ہے۔ تو نے اہل بیت رسول پر کتنے مظالم کیے ہیں۔ اگر تو جان لیتا تو تجھے کسی آبادی میں قرار نہ آتا۔

تو پہاڑوں، صحراؤں اور جنگلوں میں ماتم کرتا پھرتا۔ کتنی حیرت ہے کہ۔

فرزند رسول کا سر تیرے دروازہ پر نصب ہے۔ جو رسول کی امانت تھی۔۔۔۔۔ دنیا اور آخرت کی لعنت تمہارا مقدر ہے۔

یزید نے امیران آل محمد کو حکم دیا کہ ہمیں دربار میں بیٹھ جائیں۔

شیخ مفید کے مطابق جناب فاطمہ سے مروی ہے کہ جب ہم فرش دربار پر بیٹھ گئے۔ اہل شام میں سے اجڑائی ایک شخص نے میری طرف اشارہ کر کے یزید سے کہا۔

یہ کینز مجھے دے دے۔

یہ سنتے ہی میں کانپتے لگا اور چھو چھو کی طرف دیکھ کر عرض کیا۔ چھو چھو اماں کیا یتیم ہونے کے بعد ہماری یہ حالت ہو گئی ہے۔

چھو چھو نے فرمایا۔ بیٹی مطمئن رہ۔ یہ اس کے بس سے باہر ہے۔

چھو چھو نے اس شامی سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

یہ کیا بچا اس کو رہا ہے۔ یہ حتی نہ تجھے ہے نہ اسے۔

یزید کو یہ سن کر غصہ آیا اور کہنے لگا۔ اسے بنت علی تجھے معلوم ہے کہ تم اس وقت میرے قیدی ہو اور میں جو چاہوں کر سکتا ہوں۔

ثنائیہ زہرائے فریبا۔ اگر تو ہمارے دین سے نکل جائے۔ جہاد مذہب چھوڑ دے تو پھر ایسا ممکن ہے جیت تک تو میرے نانا کا کلمہ پڑھتا ہے اس وقت تک کبھی یہ حق نہیں ہے؛ اور جب کلمہ چھوڑے گا تو دین سے خارج ہو جائے گا۔

یزید شرمندہ ہو کر خاموش ہو گیا۔

اس شامی بد نصیب نے پھر اپنا سوال دہرایا۔

ثنائیہ زہرائے فریبا۔ اسے بد بخت انسان چپ رہ۔ اللہ تیری زبان قطع کرے۔ اللہ تیری آنکھیں اندھی کرے اللہ تیرے ہاتھ مشکل کر دے۔ جہنم تیرا ٹھکانا ہو۔ کیا تجھے معلوم نہیں ہے کہ ذریت رسول کسی حرامزادے کی کینز نہیں بنا کرتی۔

اس شامی نے پوچھا یہ مستور کون ہے؟

یزید نے کہا۔ یہ سچی فاطمہ بنت حسینؑ ہے۔ اور وہ مستور زینب بنت علیؑ ہے۔

شامی نے کہا۔ کیا حسینؑ ابن فاطمہ بنت رسول اللہؐ؟

یزید نے کہا۔ ہاں۔

شامی نے کہا۔ ظالم تو نے ظلم کی انتہا کر دی۔ ذریت رسول کو قید کر کے اس مقام پر کھڑا کیا ہے جہاں ترک و دیہم کے قیدی کھڑے ہوتے ہیں۔

یزید نے جہاد کو حکم دیا۔ اس کا کام تمام کر دے۔ جہاد نے تلوار کے ایک وار سے اس کا سر تقلم کر دیا۔

امالی صدوق کے مطابق اس کے بعد یزید نے امیران آل محمدؑ کو خرابہ شام میں بند کرنے کا حکم دیا۔ یہ وہ مقام تھا جہاں نہ گرمی سے تحفظ تھا اور نہ سردی سے۔ اس مقام میں مساوات اتنا عرصہ قید رہے کہ تمام قیدیوں کے چہرے گرمی اور سردی کی شدت سے بدل گئے تھے۔

بحار کے مطابق اس خرابہ کی دیواریں اتنی بوسیدہ تھیں کہ ہر وقت ان کے گرنے کا خطرہ رہتا تھا۔ یزید کا مقصد یہ تھا کہ چونکہ مستورات ہیں انہیں قتل کرنے سے ملامت زیادہ ہوگی۔ اس لیے ایسی جگہ رکھا جائے کہ دیواریں گریں اور تمام قیدی دب جائیں تاکہ کوئی بھی بچ کر مدینہ نہ جائے۔

سر مظلوم کو بلا کو یزید نے اپنے دروازہ پر نصب کرنے کا حکم دیا۔ اور دیگر سرائے شہداد کو شام کے دروازوں اور دیگر چوکوں پر اویزاں کرنے کا حکم دیا۔

دربار یزید کے معروف واقعات

خطبہ خطیب یزید :

مقتل ابوحنیف کے مطابق یزید نے اپنے خطیب سے کہا۔

آئیں پیر اور جو تیرے منہ میں آئے کہہ دے۔

خطیب یزید بن زبیر آیا۔ اور دنیا کی ہر برائی آل محمد کے ایک ایک فرد کا نام لے کر ان سے منسوب کی۔ اور ہر خوبی آل ابوسفیان کے ایک ایک فرد کا نام لے کر بیان کی۔ جب وہ تھک کر فبر سے نیچے آیا تو امام سجادؑ نے فرمایا۔

یزید اب مجھے بھی اجازت دے تاکہ میں کچھ ایسی باتوں کروں جن میں اللہ اور رسول کی خوشنودی ہو۔ یزید نے کہا۔ آپ آئیں اور اس خطیب کے اعتراضات کا جواب دیں۔

جناب سجاد بن زبیر پر آئے۔ حمد و ثنائے الہی اور دورد در محمد و آل محمد کے بعد فرمایا۔ **حیدر باد سلطنتہ** **پا سلطنتہ** جو شخص مجھے پہچانتا ہے سو پہچانتا ہے اور جو نہیں پہچانتا وہ سن لے میں اسے بتا رہا ہوں کہ میں کون ہوں۔

میں علی ابن حسین ابن علی ابن ابیطالب ہوں۔ - - - میں اس کا نخت بگڑ ہوں جس نے زندگی بھر پیدل حج کیے اور تلبیہ کیا۔ - - - میں اس کا جگر پارہ ہوں جس نے سعی و طواف کیا۔ - - - میں زمرم و صفا کا بیٹا ہوں۔ - - - میں فاطمہ زہرا کا بیٹا ہوں۔ - - - میں اس کا بیٹا ہوں جسے پس گردن سے ذبح کیا گیا۔ - - - میں پیاسے باپ کا بیٹا ہوں۔ - - - میں اس کا بیٹا ہوں جس کا پانی تک بند کر دیا گیا۔ - - - میں محمد مصطفیٰ کا فرزند ہوں۔ - - - میں تمہید کر بلا کا بیٹا ہوں۔ - - - میں اس کا بیٹا ہوں جس کے انصار و اقرباء خاک و خون میں تڑپاے گئے۔ - - - میں اس مظلوم کا بیٹا ہوں جس کے اہل حرم کو پابند رسن کیا گیا۔ - - - میں اس باپ کا مظلوم بیٹا ہوں جس کے بچوں کو بلا جرم و خطا پیا سا ذبح کیا گیا۔ - - - میں اس مظلوم کا بیٹا ہوں جس کے قتل کے بعد اس کے خیمہ کو لوٹ کر نذر آتش کر دیا گیا۔ - - - میں اس کا بیٹا ہوں۔ جس کی لاش خاک و خون میں غلطان کی گئی اور بلاد فنی صحرا میں رکھی گئی۔ - - - میں اس عزیز

کا بیٹا ہوں جس کا سر نوک نیزہ پر اویناں کیا گیا۔۔۔۔۔ میں اس کا بیٹا ہوں جس کا جسم صحرائے کربلا میں ہے اور سر نوک نیزہ پر ہے۔۔۔۔۔ لوگو! اللہ نے ہمیں پانچ خصوصیات سے نوازا ہے۔۔۔۔۔ اللہ نے ہمیں معدن رسالت قرار دے کر ملائکہ کا مخدوم بنایا۔۔۔۔۔ قرآن ہماری شان میں نازل ہوا اور ہم نے عالمین کو راہ ہدایت دکھائی۔۔۔۔۔ جو ہر شجاعت ہم میں سے ہم کبھی میدان سے بھاگے نہیں۔۔۔۔۔ صراط مستقیم کی ہدایت علم لدنی کا سرچشمہ اور مومنین کی محبت ہم میں۔۔۔۔۔ اگر ہم نہ ہوتے اللہ کائنات پیدا نہ کرتا۔۔۔۔۔ ہمارا محبوب حوض کوثر سے میراب ہوگا اور ہمارا دشمن روسیاء ہوگا۔

لوگ یہ سب کبے ساختہ دھڑائیں مار کر رونے لگے۔ یزید انقلاب سے ڈر گیا۔ موذن سے کہا۔ جلدی اذان کہہ موذن نے اللہ اکبر کہا۔

جناب سجادؑ نے فرمایا۔ تو نے سچ کہا ہے۔ جو ذات اکبر ہے اسے کبر کہا ہے۔

موذن نے اشدان لا الہ الا اللہ کہا۔

جناب سجادؑ نے فرمایا حق ہے۔ کوئی گواہی دے نہ دے ہم رسالت محمدؐ کے گواہ ہیں۔

موذن نے اشدان محمدؐ رسول اللہ کہا۔

آپ بے ساختہ رو دیئے اور فرمایا۔ یزید تجھے اللہ کا واسطہ اتنا بتا دے۔ یہ محمدؐ جس کی رسالت کی شہادت تیرا موذن دے رہا ہے یہ میرا دادا ہے یا تیرا!

یزید نے کہا۔ تمہارا دادا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ پھر یہ بتا اس کی ڈریت کو کس جرم میں قتل و قید کیا ہے۔

یزید لاجواب ہو گیا۔ تخت سے اٹھ کر یہ کہتا ہوا اندر چلا گیا۔ اب مجھے نماز کی ضرورت نہیں۔

سبیل سکینہ
چھراہادہ سندھ، پاکستان

یہودی عالم ۱۔

دربار یزید میں ایک یہودی عالم بیٹھا تھا۔ اس نے جناب سجادؑ کا خطبہ سننے کے بعد پوچھا۔

یہ بیمار کون ہے۔

اسے بتایا گیا۔ علیؑ ابن حسینؑ ابن ابوطالبؑ ہے۔

عالم نے پوچھا۔ حسینؑ کی ماں کا نام کیا تھا؟

اہل دربار نے بتایا۔ فاطمہ بنت محمدؐ رسول اللہ۔

یہودی عالم نے کہا۔ حیرت ہے یہ تمہاری نبی زادی کا بیٹا تھا اور تم نے اس قدر جلدی اسے شہید کر دیا۔

نجد! جو برا سلوک تم نے اپنے نبی سے کیا ہے ایسا سلوک آج ہمک کسی نبی کی امت نے اپنے نبی کی ذریت سے نہیں کیا۔ سجد! اگر موسیٰ کا بیٹا ایک بھی رہ جاتا تو میرا خیال ہے کہ ہم اپنی عقیدت کی بدولت اللہ کو چھوڑ کر اس کی عبادت کرتے اور تم وہ بد نصیب ہو کہ کل نبی کو دہن کیا اور آج اس کی ذریت کو بے دردی سے ذبح کر کے اس کی ہو بیٹیوں کو اس عالم خستگی میں قید کیا۔

یزید نے غلام کو حکم دیا کہ اس کا منہ بند کر دو۔

اس یہودی عالم کے منہ پر تین ضربات لگائی گئیں۔

یہودی عالم اپنی جگہ سے اٹھ کر جانے لگا۔ اور جاتے ہوئے کہتا جا رہا تھا۔ اگر چاہو مجھے قتل کر دو۔ اگر چاہو مجھ پر تشدد کرو۔ اگر چاہو مجھے جانے دو۔ تمہاری مرضی۔ لیکن ایک بات تمہیں بتا دوں۔ میں نے تورات میں پڑھا ہے کہ جو لوگ ذریت نبی کے قاتل ہوں گے وہ تاقیامت ملعون رہیں گے اور بعد از مرگ بدترین جہنم کا ایندھن ہوں گے۔

نصرانی عالم -

شیرا لاطران میں مروی ہے کہ جب سر منگولوم کر بلا یزید کے پیش کیا گیا اور یزید نے چھڑی اور شراب سے سر منگولوم کرتا مٹی کی اہل دربار میں ایک نصرانی بیٹھا ہوا تھا۔

نصرانی نے یزید سے کہا۔

اے عرب حکمران یہ سر کس کا ہے؟

یزید نے کہا۔ مجھے اس سر سے کیا لینا ہے۔

نصرانی نے کہا۔ مجھے کیا لینا ہے۔ میں تو صرف اس لیے پوچھ رہا ہوں کہ جب واپس اپنے وطن جاؤں گا اور لوگ

مجھ سے یہاں کے حالات پوچھیں گے۔ اور میں انہیں دیگر حالات کے ساتھ اس سر کا بھی بتاؤں گا تو وہ مجھ سے سر کے متعلق پوچھیں گے۔ میں کیا جواب دوں گا۔

یزید نے کہا۔ یہ حسین بن علی کا سر ہے۔

نصرانی نے پوچھا۔ اس کی ماں کا کیا نام ہے؟

یزید نے کہا۔ فاطمہ بنت محمد رسول اللہ

نصرانی نے کہا۔ الحمد للہ میرا دین تمہارے دین سے بدرجہا بہتر ہے۔

یزید نے کہا۔ بھلا کیسے بہتر ہے۔

نصرانی نے کہا۔ میں جناب داؤد کی اولاد سے ہوں۔ میرے اور ان کے ماہین کئی پشتوں کا ناصد ہے۔ لیکن آج بھی

نصاری صرف میرے اس رشتہ کی وجہ سے جس گلی سے گزرتا ہوں میرے قدموں کی خاک تبرکاً اٹھاتے ہیں۔ اور تمہارے

اسل فرزند نبی اور نبی کے مابین کوئی نامد ہی نہیں اور تم نے فرزند نبی سے جو سلوک کیا ہے وہ بھی میری نسبت تم بہتر جانتے ہو۔

کیا تو نے۔ مگر جگے حافر کا واقعہ سنا ہے۔

یزید نے کہا پہلے تو نہیں سنا۔ اب تو ہی سنا ہے۔

نصرانی نے کہا۔ بحر عمان اور بحر چین کے درمیان میں ایک جزیرہ جس کا نام ثمانین ہے۔ چونکہ وہ اسی اسی میل ہے اسی نسبت سے اسل کا نام ثمانین ہے۔ بڑا آباد اور زر خیز جزیرہ ہے۔ عود و عنبر اس کی پیداوار ہے اور دریا باقوت اس کی کاین ہیں۔ اس جزیرہ پر صرف نصرانی حکمران ہیں۔ اس جزیرہ میں گرجوں کی بہتات ہے۔ ان گرجوں میں ایک بڑا گرجا ہے جسے گرجائے حافر کہا جاتا ہے۔

اس گرجا میں ایک اطاق ہے جسے سونے اور ہیرے جواہرات سے مرصع کیا گیا ہے۔ اس کے گرد سونے کا فریم ہے۔ اس میں گدھے کا ایک سم رکھا ہے۔ مشہور یہی ہے کہ یہ اس گدھے کا سم ہے جس پر حضرت عیسیٰ سوار ہوا کرتے تھے۔ سال میں ایک مرتبہ اس سم کی زیارت کرائی جاتی ہے۔ پورا عالم نصرانیت اس تاریخ کے انتظار میں رہتا ہے۔ صاحبان حاجت اسی گرجا میں جا کر اپنی التجا میں کرتے ہیں۔

بھلا خود اندازہ کر کہ نصرانی تو اس سم کی عزت کرتے ہیں جو اس گدھے سے منسوب ہے جس پر حضرت عیسیٰ سوار ہوتے تھے اور تم مسلمانوں نے تو دیکھا ہو گا۔ ہم نے فقط سن رکھا ہے کہ تمہارا نبی اپنے اسی فرزند کو اپنے گدھے پر سوار کرتا تھا۔ بالفاظ و کج جو جس مقتول کا یہ سر ہے یہ راکب دوشن نبی تھا۔ اور تم نے اس سے جو سلوک کیا وہ امت مسلمہ کا تاریخ کا سیاہ باب ہے۔

انہد تمہیں کبھی برکت نہ دے یہ کیا ظلم کیا ہے۔

یزید نے حکم دیا کہ اس نصرانی کو اسی جگہ قتل کر دو تا کہ باہر جا کر یہ دوسروں کے ذہن خراب نہ کرے۔

جب نصرانی نے دیکھا کہ مجھے قتل کر رہے ہیں تو یزید سے پوچھا۔

کیا واقعتاً مجھے قتل کر دو گے؟

یزید نے کہا۔ بالکل ہمیں ایسا کرنا پڑ رہا ہے۔

نصرانی اٹھا۔ سر مظلوم کربلا کے پاس آیا۔ اسے اٹھایا۔ گود میں لیا۔ سر کو بوسہ دیا۔ اور کہنے لگا۔

یزید میں حیران تھا کہ مجھے رات عالم خواب میں تمہارے نبی کی زیارت ہوئی تھی اور انہوں نے مجھے فرمایا تھا۔ تجھے

مبارک ہو کل تو ہمارے ساتھ جنت میں ہو گا۔ میں سوچتا رہا کہ اگر یہ واقعہ برحق نبی ہے تو پھر میں جب اس کی نبوت

کا قائل ہی نہیں مجھے کیوں جنت کی بشارت دے رہا ہے۔ اب تجھ آیا ہے کہ یہ نبی برحق نبی ہے۔ اور میں اہل جنت سے

ہوں۔ اشهد ان لا الہ الا اللہ و اشهد ان محمد ارسول اللہ۔ و اشهد ان علیا ولی اللہ۔

جلاد نے دار کیا اور یہ خوش نصیب اسی جگہ داخل بھی ہو گیا۔

عبدالوہاب کا واقعہ :-

منتخب میں مروی ہے کہ شاہ روم کا سفیر کسی سفارت کے سلسلہ میں آیا ہوا تھا۔ یزید نے جہاں دیگر زمانے شام کو جشن فتح میں بلایا تھا۔ وہاں سفیر روم بھی مدعو تھا۔ اور یہ بھی دوسروں کی طرح سسر منگولوم کے ساتھ یزید کی زندگی اور سفاکی دیکھ رہا تھا۔ کچھ دیر تک تو سفیر روم اپنے کو ضبط کیے رہا۔ آخر اس سے ضبط نہ ہو سکا۔ دھالیں مار کر رونے لگا اس کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔

سفیر روم نے کہا۔

یزید! میں حیات نبوی کے وقت تاجر ہوا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ میں مدینہ آیا۔ اخلاق اور علم رسول کے بڑے پڑے تھے۔ میں نے آپ کی زیارت کا فیصلہ کیا۔ لیکن خالی ہاتھ جانا مناسب نہ سمجھا۔ آپ کے صحابہ سے آپ کی پسند پوچھی۔ انہوں نے بتایا۔ آپ کو خوشبو بہت پسند ہے۔

چنانچہ میں حسب استطاعت مشک وغیر لے کر آپ کی خدمت میں آیا۔ جب میں نے آپ کا سخن و جمال دیکھا تو میرا شوق محبت میں بدل گیا۔

میں نے سلام کیا۔ اور خوشبو آپ کے قدموں میں رکھ دی۔

آپ نے فرمایا۔ یہ کیا ہے؟

میں نے عرض کیا۔ قبضہ حقیر بنا کر ہے۔

آپ نے پوچھا۔ تیرا نام کیا ہے۔

میں نے عرض کیا۔ میرا نام عبدالشمس ہے۔

آپ نے فرمایا۔ یہ نام درست نہیں اسے بدل دے۔ میں تیرا نام عبدالوہاب رکھتا ہوں۔ اگر تو میرا سلام

قبول کرے۔ تو میں تیرا تحفہ قبول کروں گا۔

میں نے آپ کا چہرہ۔ پیشانی سے اٹھتی ہوئی نور کی لائٹ دیکھی۔ انجیل کی یہ آیت یاد آگئی۔ میں تمہیں اپنے

بعد آنے والے نبی کی بشارت دیتا ہوں جس کا نام احمد ہوگا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ واقعا ہی وہ نبی ہے میں نے اسی وقت

آپ کے ہاتھوں پر اسلام قبول کر لیا۔

لیکن واپس روم آ کر میں نے اپنے اسلام کو مخفی رکھا۔ اپنے پانچ لڑکوں۔ چار لڑکیوں اور بیوی کو بھی حلقہ گوش

اسلام کر لیا۔

اس کے بعد میں ہر سال تجارت کے لیے آتا تھا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ آج میں شاہ روم کا وزیر ہوں

بصورت سفیر تیرے پاس آیا ہوں۔ لیکن اس وقت تک پوری نصرانی قوم میرے اسلام سے بے خبر ہے۔ ایک سال میں ان حضورؑ کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ یہی شہزادہ جس کا ستیرے زیر تخت جس حالت میں رکھا ہے اسے تو بہتر جانتا ہے ان حضورؑ کے پاس آیا۔ آپ نے مر جا بک یا جیسی کہہ کر دونوں بازو کھوئے حسینؑ کو اپنے بازوؤں میں سمیٹ لیا۔

سیر سے لگایا۔ کافی دیر تک سینہ سے لگائے رکھا۔ پھر گود میں بٹھایا اور دیر تک حسین کے ہونٹ اور انہی دندان مبارک کو بوسے بھی دیتے رہے اور روتے بھی رہے۔ ساتھ ہی فرماتے رہے۔

بعد عن رحمة الله من قتلك
لعن الله من قتلك يا حسين
واعان على قتلك -
تیرا قائل رحمت خدا سے دور ہوگا۔
اے حسین اللہ تیرے قائل اور تیرے قتل میں تعاون کرنے والے پر لعنت کرے۔

دوسرے دن میں پھر مسجد میں ان حضورؑ کے پاس بیٹھا تھا کہ یہ دونوں آپ کی خدمت میں آئے اور عرض کی۔ نانا جان! آپ ذرا مسجد سے باہر ہم دونوں بھائیوں کی کشتی دیکھیں اور ثالثی کریں کہ ہم میں سے کون زیادہ طاقتور ہے۔

آپ نے فرمایا۔ نہیں میرے بچو! کشتی لڑنا تمہیں زیب نہیں دیتا۔ تم جاؤ تختیاں لکھو۔ جس کا خط زیادہ اچھا ہوگا وہی طاقتور ہوگا۔

دونوں شہزادے چلے گئے۔ کچھ دیر بعد تختیاں لکھ کر لائے اور ان حضورؑ کے پیش میں۔ ان حضورؑ نے صرف اس خیال سے کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو کسی کے خط کو اچھا نہ کہا اور فرمایا بیٹے تم ایسا کرو اپنے باپان کے پاس جاؤ وہ فیصلہ کریں گے۔ ثنا باشں چلو میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ ان حضورؑ اٹھے آپ کے ساتھ ہم بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت علیؑ باغ شمعون میں تھے وہاں آئے۔ اور حضرت علیؑ کے سامنے واقعہ پیش کیا۔

حضرت علیؑ نے دیکھا کہ ان حضورؑ کسی کی دل شکنی نہیں کرنا چاہتے۔ چنانچہ انہوں نے بھی فیصلہ کیا کہ میں بھی کسی کی دل شکنی نہیں کرتا۔

انہوں نے فرمایا۔ بیٹے ایسا کرو آؤ تمہاری ماں کے پاس چلتے ہیں وہ جو فیصلہ کریں گی وہی صحیح ہوگا۔ سب واپس آئے۔ درزہر پر پہنچ کر وہ تو اندر چلے گئے اور ہم دروازہ پر رک گئے۔

کچھ دیر بعد ان حضورؑ کو تہوئے باہر تشریف لائے۔ میں نے عرض کی قبلہ! آپ کی دختر نے کیا فیصلہ کیا۔ آپ نے فرمایا۔

جب میری بیٹی کو علم ہوا کہ ہم کسی کی دل شکنی نہیں کرنا چاہتے تو اس نے بھی اس خیال سے کہ کسی کی دل شکنی

نہ ہو کہا۔

بیٹے یہ دیکھو میرا بار ہے۔ اس میں سات دانے ہیں میں انہیں زمین پر بکھرتی ہوں۔ جس نے زیادہ دانے چن لیے اسی کا خط خوبصورت ہوگا۔

زہرائے دانے بکھے۔ تین دانے حسنؑ نے اور تین دانے حسینؑ نے اٹھالیے۔ ایک دانہ بچ رہا۔ ایک طرف حسنؑ نے ہاتھ بڑھایا۔ دوسری طرف سے حسینؑ نے ہاتھ بڑھایا۔ میں نے دیکھا جبریل آیا۔ اس نے پر سے آس دنے کو دو تیم کیا۔ ایک حصہ حسنؑ نے اور دوسرا حسینؑ نے اٹھالیا۔ مجھے خوشی اس بات کی ہے کہ جو چیز ہم اہل بیتؑ نہیں چاہتے تھے وہی اللہ کو بھی پسند نہ تھی۔ اور اللہ نے جبریل کو بھیج کر دانہ کو دو نیم کرادیا تاکہ کوئی بھی رنجیدہ خاطر نہ ہو۔

یزید اب تو خود مروج جن شہزادوں کی دل شکنی اللہ اور رسول برداشت نہیں کرتے تھے۔ اس حسینؑ سے جو سلوک تو نے کیا ہے وہ تیرے سامنے ہے۔ تیرے اس دین اور ایمان پر تلف ہے۔ یہ کہہ کر عبید اللہ اباب اس نے سر مظلوم سینہ سے لگایا۔ پھر بوسے دیئے۔ یزید نے جلا کو حکم دیا کہ سفیر روم کا سر قلم کر دے۔ چنانچہ جلا دنے تمیل حکم کر کے اس کو شہید کر دیا۔

جاثلیق دربار یزید میں :-

مقتل ابو مخنف میں سہل سے مروی ہے کہ یزید تخت پر بیٹھا تھا۔ سر مظلوم اس کے سامنے سونے کے طشت میں رکھا تھا اور وہ دندان مبارک اور لہائے مقدس کے ساتھ چھڑی سے کھین رہا تھا۔ سیاہ پوش جاثلیق نصرانی عصا کا سہارا لیے ہوئے آہستہ آہستہ چلتا ہوا آیا۔ سن رسیدگی نے جاثلیق کو کمزور کر رکھا تھا۔ یزید کے سامنے کھڑے ہو کر طشت میں رکھے ہوئے سر کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔

یزید نے کہا۔ حسینؑ بن علیؑ ابن ابی طالبؑ کا سر ہے۔

جاثلیق نے پوچھا۔ اس کی والدہ کا کیا نام ہے۔

یزید نے کہا۔ فاطمہ بنت محمدؐ رسول اللہؐ۔

جاثلیق نے کہا۔ اسے کس نے قتل کیا ہے۔

یزید نے کہا۔ میرے عراق کے گورنر عبید اللہ ابن زیاد نے قتل کیا ہے۔

جاثلیق نے کہا۔ اس نے اپنی مرضی سے قتل کیا ہے یا تیرے حکم سے؟

یزید نے کہا۔ میرے حکم سے۔

جائلیق نے پوچھا تو نے اس کے قتل کا حکم کس جرم کی یاداش میں دیا تھا؟
یزید نے کہا۔ میری بیعت سے انکار کرتا تھا۔

جائلیق نے کہا۔ خدا کے لیے اب بھی اس سر کو یہاں سے اٹھا کر اس کا احترام کو تو تباہ ہو چکا ہے میں صرف
تجھے ہی اطلاع دینے آیا تھا۔ میں ابھی سو رہا تھا کہ میں نے خواب میں آسمان کی طرف سے زمین پر ایک بہت
بڑے دھماکہ کی آواز سنی۔ دھماکہ کے بعد ایک نورانی چہرے والا انتہائی حسین شخص نمودار ہوا۔ جس کی آنکھوں سے آنسو
ٹپ ٹپ گر رہے تھے۔ اور اس کے ارد گرد بہت سے افراد تھے۔

میں نے ایک شخص سے پوچھا۔ یہ کون ہے۔

اس نے بتایا کہ آخری نبی محمد مصطفیٰ ہے۔

میں نے کہا۔ یہ رو کیوں رہا ہے؟

اور ان کے ارد گرد اتنے لوگ کیوں رو رہے ہیں؟

اس نے بتایا۔ یہ ملائکہ ہیں جو انہیں پروردگار سے رہے ہیں۔

میں نے پوچھا۔ کس بات کا پروردگار؟

اس نے کہا۔ اس کی امت نے اس کے فرزند کو پیاسا شہید کر دیا ہے۔

یزید نے کہا۔ وہ بڑھے نصرانی تو ہمیں اپنے جھوٹے خواب سنانے آ گیا ہے۔

جلاد کہنا کیا ہے۔

جلاد حاضر ہو گیا۔ یزید نے کہا۔ کوڑوں سے اس کی مرمت کرو۔ حکم ملتے ہی جلاد نے کوڑے برساتے شروع

کر دیئے۔

جائلیق نے کہا۔

اے ابو عبد اللہ اپنے نانا کے سامنے گواہی دینا میں کلمہ اسلام پڑھ رہا ہوں۔ اشدان لا الہ الا اللہ و اشد

ان محمد رسول اللہ۔ و اشد ان علیا ولی اللہ۔

یزید اس کا کلمہ سنا اور پھر گیا اور جلاد سے کہا۔ اور کوڑے مارو۔

جائلیق نے کہا۔ یزید تو ماریا نہ مارے مجھے اپنا انجام نظر آ گیا ہے۔ یہ میرے سامنے سید الانبیاء کھڑے ہیں۔ ان کے

ہاتھ میں جنت کا لباس اور تاج ہے اور مجھے فرار ہے۔ میں جلدی آئیں تیرے انتظار میں ہوں۔ یہ لباس تیرے لیے ہیں۔ بہل

کتاب ہے یہ کتنے ہی جائلیق داخل جنت ہو گیا۔

انوارِ نعمانیہ میں منہال سے مروی ہے کہ ایک دن میں خرابہ شام کے قریب سے گزرا۔ میں نے دیکھا جناب سجاد خرابہ کے دروازہ پر پاہ زنجیر بیٹھے تھے۔

میں نے عرض کیا۔ فرزند رسول! کیا حال ہے۔

جناب سجاد رو دیئے اور فرمایا۔ منہال! اس شخص کا کیا حال ہو گا جو زید ابن معاویہ جیسے کا قیدی ہو۔ بخدا! آج تک ہماری ستورات کو نہ پیٹ بھر کھانا طلبے اور نہ پانی دیا جاتا ہے۔ ان کے شب و روز نوحہ و بکا میں گزر رہے ہیں۔

آج امت مسلمہ میں ہم اس طرح زندگی گزار رہے ہیں جس طرح بنی اسرائیل آل فرعون میں رہتے تھے۔ فرعون بنی اسرائیل کے مردوں کو شہید اور عورتوں کو زندہ رکھتا تھا۔

منہال عالم عرب اس بات پر فخر کرتا ہے کہ سید الانبیاء عرب تھے۔

قریش عربوں پر فخر کرتے ہیں کہ سید الانبیاء قریش سے تھے۔

اور آج ہم اسی محمدؐ کے اہل بیت میں ہمارے خون سے ہونکی کھیلی جا رہی ہے۔ ہماری ستورات کو پابند کرنا کیا جا رہا ہے۔

بخدا! جب بھی زید کی طرف سے بلا داتا ہے، ہم یہی سمجھتے ہیں کہ کسی کو قتل کرے گا۔ ہمیں جس جگہ رکھا گیا ہے۔ ایک چار دیواری ہے نہ گرجا سے تحفظ ہے نہ سردی سے۔ دل گھٹنے لگتا ہے۔ کچھ دیر کے لیے دروازہ پر آجاتا ہوں۔

اسی دوران ایک مخدرہ نے آکر آواز دی۔ ذریت رسول کا آخری سرمایہ تو کہاں ہے؟

جناب سجاد آیا پھوپھی اماں کہتے ہوئے واپس چلے گئے۔

بجاریں ہے کہ زید جناب سجاد کو قتل کرنے کا ہانا تلاش کرتا تھا۔ انتہائی دلخیز اور سنگدلانہ باتیں کرتا تھا تاکہ جناب سجاد جواب میں ایسی بات کہہ دیں جس سے اس کے قتل کا جواز پیدا ہو جائے۔ لیکن جناب سجاد نے کبھی بھی زید کو ایسا موقع فراہم نہ کیا۔

آخر ایک دن تنگ آکر زید نے دوران گفتگو کہا۔

یہ کیا ہے میں تجھ سے بات کرتا ہوں اور تو بات کے جواب کے ساتھ ساتھ باتھ میں تسبیح گھماتا ہے۔

جناب سجاد نے فرمایا۔ میں نے اپنے باپ سے سنا ہے انہوں نے نبی اکرمؐ سے حدیث بیان کی ہے کہ۔

اگر انسان صبح بیدار ہونے کے بعد تسبیح پڑھے اور پھر دعا پڑھے۔

اللهم انى اصبحك اسبحك و امجدك و اهلك و بعد و ما ادبره سبحتى اس کے بعد وہ کوئی بھی بات

کرتا رہے اور تسبیح باتھ میں گھماتا رہے تسبیح کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں لکھا جاتا رہے گا۔ اور اگر شام کو سوتے ہوئے

یہی دعا پڑھ کر تسبیح کو زیر تکبیر رکھ کر سو جائے تو تمام رات اس کے نام اعمال میں ثواب تسبیح نکھا جائے گا۔
اس حدیث کی بنیاد پر میں اپنے باپ اور دادا کی اقتدا کرتا ہوں۔
یزید لا جواب ہو کر خاموش ہو گیا۔

جناب سکینہ کا خواب :-

انوار تعانیہ کے مطابق جب یزید نے سکینہ بنت حسینؑ کو بہت زیادہ روتے دیکھا تو پوچھا: بچی تو اتنا زیادہ کیوں روتی ہے؟

شہزادی نے جواب دیا: میرے رونے کو کمر بلا ہی کافی تھا۔ اس پر مستزاد تیرے سپاہیوں نے کوفہ سے شام تک ہمیں بے پالان کے اونٹوں پر سوار کیے رکھا اور ہم اونٹ سے گر جانے کے خوف سے نہ سو سکے، پھر جو سلوک تو نے باب الساعات سے دربار تک اور دربار میں کیا ہے۔ میرے بابا کے سرے جو سلوک تو نے کیا ہے۔ ان میں سے ہر بات ایسی ہے جس پر جتنا رویا جائے کم ہو گا۔ لیکن کل رات جب ہم در دربار پر روکے گئے اور وہیں ہمیں رات گزارنے کو کہا گیا۔

تو میں نے ایک ایسا خواب دیکھا جس نے میرے تمام غموں کو تازہ کر دیا۔
یزید نے جس شخص کے ہاتھ میں رسی تھی اسے کہا فدا نہیں کھول دے تاکہ میں یہ خواب سن لوں۔ پھر شہزادی سے کہا: مجھے خواب سنا۔

شہزادی نے فرمایا: میں نے خواب میں ایک نورانی محل دیکھا ہے جس کے کنارے اوتار سے تھے۔ ستون بزرگ درجہ سے تھے۔ اور دروازے سونے کے تھے۔ میں اس محل کے دروازہ پر کھڑی اسے دیکھ رہی تھی کہ دروازہ کھلا اس میں سے پانچ بزرگ باہر آئے۔ ان کے آگے ایک غلام جا رہا تھا۔

میں نے آگے بڑھ کر اس سے پوچھا:

یہ محل کس کا ہے؟

اس نے کہا: تیرے بابا حسینؑ کا ہے۔

میں نے پوچھا: یہ بزرگ کون ہیں؟

اس نے بتایا: حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ ہیں۔

جب وہ آگے بڑھ گئے تو ان کے بعد ایک انتہائی حسین نوجوان باہر آیا۔ جس نے ایک ہاتھ اپنی ریش مبارک پر رکھا ہوا

تھا اور رو رہا تھا۔ ان کے آگے بھی ایک غلام تھا۔

میں نے غلام سے پوچھا: یہ کون ہیں؟

اس نے کہا۔ کیا آپ انہیں نہیں پہچانتیں یہ آپ کے جدا مجد گھر کا سید الانبیاء ہیں۔

میں فوراً آگے بڑھی اور نانا سے چٹ گئی۔ میں نے عرض کیا۔

نانا آپ کا راکب دوشن پیاسا مارا گیا ہے۔

نانا آپ کا ہم شکل اکبر شہید ہو گیا۔

نانا ہمارے خیم جلا دیئے گئے۔

نانا ہمارے سروں سے چادریں چھین لی گئیں۔

نانا ہمیں کوفہ کے دربار میں بے مقنع و چادر پیش کیا گیا۔

نانا ہمیں کوفہ سے شام تک بے پالان کے اونٹوں پر سفر کرایا گیا۔

نانا آج تک ہمیں تو کوئی رونے نہیں دیتا۔

آپ نے مجھے گلے لگایا۔ میرے سر کا بوسہ لیا۔ میرے ہاتھوں کو چوما۔ میرے گلے کے بوسے ایسے روکے فرمایا۔

سکینہ بیٹی تو نے میرے زخم ہرے کر دیئے ہیں۔ بیٹی اب شام کے حالات نانا کو زبنتا۔ میں برواشت نہیں کر سکوں گا۔

نانا نے غلام کو حکم دیا کہ میری بچی کو اندر پہنچا دے۔ غلام مجھے اندر لے گیا۔ وہاں ایک کمرہ میں پانچ مستورات بیٹھی

تھیں۔ ان کے درمیان ایک مستور تھی۔ جس کے بال کھلے ہوئے۔ لباس سیاہ تھا۔ اس کے ہاتھ میں چھلنی کی مانند ایک قمیص تھی۔

میں نے ایک کینز سے پوچھا۔ یہ کون مستورات ہیں؟

اس نے بتایا۔ ایک آسیہ ہے۔ دوسری مادر موسیٰ یو کبہ ہے۔ تیسری جناب خولبہ ہے۔ چوتھی جناب مریم ہے پانچویں

جدہ السادات خدیجہ الکبریٰ ہے۔

میں نے کہا۔ وہ جن کے ہاتھ میں خون الود قمیص ہے وہ کون ہے۔

اس نے کہا۔ یہ آپ کی دادی فاطمہ زہراؑ ہے۔

میں آگے بڑھی اور عرض کیا۔ السلام علیک یا جدتہ۔

بی بی نے سراٹھایا۔ اور فرمایا سکینہ ہے۔

میں نے عرض کیا۔ ہاں دادی بیتم سکینہ ہوں۔

اٹھ کھڑی ہوئیں۔ آگے بڑھ کر مجھے گود میں لیا۔ سینہ سے لگایا۔ خاک آلود بال چومے۔ اور دونوں ہاتھوں

کا بوسہ لیا۔

میں نے عرض کیا۔ دادی آپ کی زینب بے رواہ ہو گئی ہے۔

بنت رسول نے فرمایا۔ بیٹی یہ دیکھ میرے ہاتھ میں کیا ہے؟

میں نے عرض کیا۔ دادی جان یہ خون الود تمیص ہے۔

دادی نے پوچھا۔ اسے بیٹی پہناتی کس کی ہے؟

میں نے عرض کیا۔ دادی مجھے یاد تو آ رہا ہے کہ میں نے اسے دیکھا ہے لیکن یقین سے نہیں کہہ سکتی۔

دادی نے فرمایا۔ بیٹی یہ تیرے بابا کی دی نہیں ہے جو تیری پھوپھی نے دم آخراں کے مانگنے پر دی تھی۔ بیٹی اب

اندازہ کرے کہ میں تمہارے حالات سے بے خبر نہیں ہوں۔ مجھے ایک بات کا علم ہے۔

بیٹی مجھے اپنے بھائی سجاد کا حال سنا وہ کیسا ہے؟

میں نے عرض کیا۔ دادی کئی مرتبہ ظالموں نے اسے قتل کرنا چاہا لیکن اس کی بیماری پر ترس کھا کر چھوڑ دیا۔

دادی کا دل آپ اپنے بیمار کو اس وقت دیکھتیں جب اسے پایہ جولان، زنجیر بدست اور طوق بگردن امیر کر کے

بے پالان کے اونٹ پر سوار کیا گیا اور جب وہ خود سنبھل سکتا تھا تو ایک رسی سے ان کے دونوں پاؤں پشت

نتر کے نیچے سے باندھ دیئے گئے اور ایک رسی اونٹ کے گلے میں ڈال کر میرے بیمار بھائی کے گلے میں باندھ

دی گئی۔

ہند زوجہ یزید کا خواب :-

منتخب میں ہے جب آل محمد کو زندان شام میں اتنی مدت گزار گئی جس میں گرمی اور سردی کی شدت نے ان کے

پہروں کے رنگ بدل ڈالے تو ایک رات زوجہ یزید ہند نے عالم خواب میں دیکھا کہ آسمان کھردرازے کھل گئے ہیں اور

ملا لگہ کردہ درگروہ آسمان سے اتر کر مظلوم کے قریب آتے ہیں اور کہتے ہیں۔

السلام علیک یا ابا عبد اللہ - السلام علیک یا بن رسول اللہ -

اسی دوران آسمان سے ایک بادل اترا جس سے کئی حسین و جمیل افراد باہر آئے۔ ان میں سے ایک آگے بڑھا سر

مظلوم کو اٹھایا سینہ سے لگایا رنجی لبوں اور شکستہ دانتوں کا بوسہ لیا اور فرمایا۔

بیٹا میں تیرا نانا مصطفیٰ ہوں۔ یہ بابا علی مرتضیٰ ہے۔ یہ تیرا بھائی حسن مجتبیٰ ہے۔ یہ تیرا چچا جعفر ہے۔ یہ یحییٰ

ہے اور یہ حمزہ ہے۔

ہند کہتی ہے یہ دیکھ کریں گھبرا گئی۔ میں پریشان ہو کر اٹھی۔ دیکھا تو ہمارے دروازہ پر اوہان سر مظلوم سے

نور کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔

میں یزید کی تلاش میں کروں میں پھرنے لگی۔ میں ایک کمرے میں آئی دیکھا تو یزید تاریکی میں دوڑا تو بیٹھا ہوا حیران

پریشان ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔

مجھے دیکھ کر گھبرا گیا۔ میں نے اسے اپنا خواب سنایا۔ کہنے لگا بس اب میں تھک گیا ہوں۔ کل آک محمد کو واپس بھیجتا ہوں۔

صبح کو زید نے جناب سجادؑ کو بلا کر بتایا۔ تو جناب سجادؑ نے فرمایا کہ میں شریکۃ الحسین کو جا کر بتاتا ہوں جو حکم وہ دے گی تجھے بتا دوں گا۔

ثانیہ زہراؑ نے فرمایا۔ زید سے کہہ دو۔ یوم عاشور سے آج تک ہمارے رونے پر پابندی تھی۔ جب تک ہمیں آزادی سے رونے نہیں دیا جائے گا۔ ہم یہاں سے نہیں جائیں گے۔ ہمیں ایک علیحدہ مکان دیا جائے۔ تمام خواتین شام کو ہمارے پاس آنے کی اجازت دی جائے۔ ہمیں سیاہ لباس دیئے جائیں۔ اور سات دن تک ہم ماتم بھی کریں گے۔

زید نے تمام مطالبات پورے کیے۔ شام کی ہر مسلم اور غیر مسلم خاتون نے سیاہ لباس پہن کر زہراؑ کیوں کو سات دن مسلسل پرستہ دیا۔

شعبی نے روایت کی ہے کہ

زید کی ایک بہن بھی تھی جس کا نام ہند تھا جب اموی عورتوں کے اصرار پر دختران زہراؑ کو خانہ زید میں لے جایا گیا تو خواہر زید ہند نے کہا۔

تم میں سے ام کلثوم زینب بنت علی کون ہے؟

دختر زہراؑ نے فرمایا۔ ام زکی۔ ہمام متقی۔ امیر المؤمنین علیؑ جس کی اطاعت کو اللہ نے اپنی اور اپنے نبیؐ کی اطاعت کے ساتھ واجب قرار دیا ہے۔ جس کی نافرمانی کو اللہ نے اپنی نافرمانی فرمایا ہے جس کی ولایت اللہ نے شہری اور یہماقی پر واجب قرار دی ہے جس نے اپنے ہر مد مقابل کو ہنم رسید کیا۔ جس کے سر اللہ نے ہمیشہ فتح کا بہرا سجایا اور جس نے لات منات اور بعل کے ٹکڑے کیسے کی بیٹی ام کلثوم زینب میں ہوں۔

ہند خواہر زید نے کہا۔ اسے ام کلثوم ایسی وہ باتیں تھیں جن کی وجہ سے تمہارا مواخذہ کیا گیا۔ وہی انتقام تھے جو تم سے لیے گئے۔ اور تمہاری توہین کی گئی۔ اسے نبی مبدیٰ المطلب تمہارا کیا خیال ہے کہ ہمیں ریہہ۔ عقبہ اور ابوہل جیسے روسائے مکہ کے خون بھول گئے تھے۔

کیا جنگ بدر میں تیرے باپ نے جو کچھ کیا تھا بھلا ہم اسے بھول سکتے تھے۔

جناب ام کلثوم زینب نے فرمایا۔ اسے بدترین اولاد کی بدترین ماں اور جگر خوار ماں کی بیٹی یقیناً تجھے بہ معلوم ہو گا۔

کہ نبی ہاشمؐ کی کوئی بھی دستور تمہاری طرح بدر داری میں شہرت نہیں رکھتی اور نہ ہی ہمارے سرد و ہمارے مردوں کی طرح اپنے ہاتھ سے تراشے ہوئے بتوں کے سامنے بیٹھ کر ہاتھ جوڑتے ہیں۔

ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست

کیا ابوسفیان تیرا ہی دادا نہ تھا جس نے آنحضرتؐ کے خلاف قدم قدم پر آتش جنگ سداگئی؟
کیا وہ تیری ماں نہ تھی جس نے اسدا شد کو قتل کے عوض اپنے کو ایک وحشی غلام کے سپرد کر دیا تھا؟
کیا وہ تیری ماں ہند نہ تھی جس نے اسدا شد اور سید الشہداء کا کلیجہ چبایا تھا۔
کیا وہ تیرا باپ نہ تھا جس نے امام حق کے خلاف بناوت کی تھی؟
کیا یہ تیرا بھائی نہیں ہے جس نے راکب دوشن نبی کو تین دن کا پیاسا شہید کیا ہے۔
یا درکھ! آج دنیا میں جتنا بھی تمہارے پاس سے آخرت میں اس کی ایک رقی بھی تمہارے پاس نہ ہوگی۔
ہند اپنا سامنہ سے کر رہ گئی اور کوئی جواب نہ دے سکی۔

عائکہ بنت زیدہ

خواہر زیدہ کے بعد زیدہ کی بیٹی عائکہ نے کہا۔ فاطمہ بنت حسینؑ کی کون ہے؟
جناب فاطمہ نے فرمایا میں اس مظلوم باپ کی بیٹی ہوں جس سے بدر و خنین کے کفار کا بدلہ لیا گیا ہے۔ آج
تم ہمارا مذاق اڑاتی ہو اور ہماری اس حالت پر خوش ہوتی ہو میں اہل بیت رسول سے ہوں۔ میرا دادا علی تھا۔ جس سے
کائنات عالم کا ہر ذی روح واقف ہے۔

بھلا بتا تو کون ہے؟

عائکہ نے کہا۔ میں زیدہ جیسے صاحب عزت اور ذی شہمت باپ کی بیٹی ہوں۔
جناب فاطمہ نے فرمایا۔ ذرا انجام دیکھ یہ دنیا ازراش کا گھر ہے۔ آخرت آرام و سکون کا مقام ہے۔ بھلا تم ہمارا
مقابلہ کر سکتے ہو۔ کیا وہ تیرا باپ نہیں جو آل محمد کے قتل پر جشن مندا رہا ہے؟ کیا وہ تیری ماں نہ تھی جو اپنے غلاموں کا
طواف کیا کرتی تھی؟ تم پر اللہ کی لعنت ہو۔

ہم اہل بیت استخفاف ہیں۔ ہمارے مرد ساکن اعراف ہیں۔ ہم فریت عبید مناف ہیں۔
عائکہ ایسے خاموش ہوئی جیسے اس کے گلے میں بڑی پھنس گئی ہو

ام حبیبہ زہرا بنت زیدہ

زیدہ کی بیوی ام حبیبہ نے پوچھا۔ باب زہرا بنت حسینؑ کون ہے؟
جناب زہرا نے فرمایا۔ وہ خوش نصیب ہیں ہوں جیسے اللہ نے دنیا اور آخرت کی دونوں سعادتوں سے نوازا ہے
دنیا میں بادشاہ باپ کی بیٹی اور سید شباب اہل جنت کی زہرا ہوں اور آخرت میں بھی اپنے آقا کے ساتھ رہوں
گی۔ میں رسول کی بہو ہوں۔ میں فاطمہ بنت رسول کی بہو ہوں۔ میں اس علی مرتضیٰ کے فرزند ارجمند کی بہو ہوں جو روحی

روحی پیغمبر تھا۔

اب بتاؤ کون ہے؟

ام حبیب نے کہا۔ میں حکمران وقت۔ صاحب مروت و فخر و زید کی بیوی ہوں جس کے حلقہ اطاعت میں ایک دنیا موجود ہے۔

جناب رباب نے فرمایا۔ بھلا کبھی ادنٹ اور گھوڑے یا ذرہ بے مقدار اور انتاب عالمتاب کا ٹھہ کسی نے مقابلہ کیا ہے۔

میرے بیٹے سلامیوں وقت تھے میرے سسرال طیب و طاہر سردار ہیں۔ جب کہ بنی امیہ آتش جہنم کا ایندھن ہیں۔

کیا تو اپنے جاہل اجداد سے فخر کرے گی یا اپنی بدکردار اولاد کی بات کرے گی۔ یا آج کے اپنے اس ظلم پر فخر کرے گی جس کا نشانہ بنکر ہم تمہارے امیر ہیں۔
ام حبیب لاجواب ہو کر چپ ہو گئی۔

اسیران آل محمد کی رہائی

شعبی کے مطابق اسیران آل محمد جن خرابہ میں مقیم تھے۔ اس پر اگرچہ زید نے پیریدار بٹھار کھے تھے۔ اور وہ کسی کو قریب نہیں بھٹکنے دیتے تھے مگر اس کے باوجود کسی نہ کسی کو جناب سجاو سے بات کرنے کا موقع مل ہی جاتا تھا۔

چونکہ زید روز اول ہی سے بوکھلا گیا تھا۔ اور اسی بوکھلاہٹ میں اس نے وقفے وقفے سے اپنے کئی افراد کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ اور کچھ غیر مسلم افراد دربار میں سر منگولوم کی مظلومیت اور بعض خواب میں حقیقت حال سے مطلع ہو گئے۔ اور زید کو ملامت کرتے زیدان کے قتل کا حکم دے دیتا۔

پہلے اس نے ایک بوڑھے شامی کو قتل کیا۔

پھر اپنی ایک کینز کو قتل کیا۔

اس کے بعد ایک روحی کو قتل کیا۔

روحی کے بعد ابواب کو قتل کیا۔

عبدالوہاب کے بعد جاثلیق کو کوڑے مروائے۔

یہ قتل ایک دن میں نہیں ہوئے، بلکہ آل محمد کے شام آنے کے بعد اور رہائی سے پہلے ہوئے ہیں۔ ان مقتولین کے وراثت زید کے خلاف ہوتے چلے گئے۔ اور زید جس چیز سے ڈر کر قتل کر رہا تھا وہی خطرہ بڑھتا چلا گیا۔ رفتہ رفتہ شامی عوام کچھ مقتولین کے وراثت سے حالات سن کر کچھ جناب سجادؑ سے داستان مظلومیت سن کر کچھ مدینہ سے آنے والوں سے اطلاع پا کر اور کچھ کوفہ سے آنے والوں سے حالات معلوم کر کے زید کے مخالف ہوتے چلے گئے۔ دقت گزرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں میں چرمیگوئیاں بڑھنے لگیں۔

ابتداء میں صرف دینی دبی آواز ابھری۔ آہستہ آہستہ بازار اور دکانوں میں باتیں ہونے لگیں۔

زید بھی ان حالات سے مطلع ہوتا رہا کہ قتل فرزند رسولؐ کا پول جیسے جیسے کھل رہا ہے ویسے ویسے لوگوں میں

نفرت بڑھ رہی ہے۔

چنانچہ زید نے قرآن کریم کے پارے علیحدہ علیحدہ کھوائے اور مسجد میں آنے والے جب نماز سے فارغ ہو جاتے تھے تو ہر ایک کے سامنے ایک پارہ رکھ دیا جاتا تھا اور انہیں حکماً تلاوت قرآن پر مجبور کیا جاتا تھا اور دوسری کسی قسم کی بات پر پابندی عائد کر دی جاتی تھی۔ لیکن زید کا یہ حربہ کامیاب نہ رہا۔ اور لوگ قرآن ہاتھ میں لے کر واقعہ کر بلا پر تبصرہ شروع کر دیتے تھے۔

زید کو اطلاع ملی کہ اگر آل محمد یونہی شام میں رہے تو ایک دن شام میں انقلاب آجائے گا۔ عراق میں حالات کشیدہ ہو چکے تھے۔ اطلاعات مسلسل خلاف توقع آرہی تھیں۔ مختار یا شارات العین کے نعرہ پر لوگوں کو جمع کر رہا تھا۔ زید کو بتایا گیا کہ آل محمد کا شام میں رہنا انقلاب کے لیے راہ ہموار کر رہا ہے۔ اور انقلاب بھی زید زین پلے رہا ہے۔

چنانچہ زید نے ایک دن بعد از نماز خطبہ دیا۔ اور اپنے سر سے قتل مظلوم کو مٹانے کی خاطر دوران خطبہ کہا۔

میں اہل شام کے تمام تبصرے سن رہا ہوں۔ قتل حسین کا مجرم مجھے گردانا جا رہا ہے۔ ہلاکہ میں نے نہا سے قتل کیا ہے اور نہ قتل کا حکم دیا ہے۔ زید نے حکم دیا کہ جو لوگ کر بلا میں قتل حسین میں شریک تھے انہیں حاضر کیا جائے۔

جب یہ لوگ مسجد میں لائے گئے تو زید نے

شہت ابن ربیع سے کہا۔ کیا میں نے تجھے قتل حسین کا حکم دیا تھا یا تو نے خود قتل کیا ہے؟

شہت نے کہا۔ اللہ قاتل حسین پر لعنت کرے نہ آپ نے حکم قتل دیا تھا اور نہ ہی میں نے قتل کیا ہے۔

یزید نے کہا۔ پھر کس نے قتل کیا ہے۔

شبث نے کہا۔ فرزند رسول کو مصابرا بن و مصیب نے قتل کیا ہے۔

یزید نے مصابر سے کہا۔ کیا تو نے خود حسین کو قتل کیا ہے یا میں نے تجھے حکم دیا تھا؟

مصابر نے کہا۔ نہ میں نے قتل کیا ہے اور نہ آپ نے مجھے حکم دیا تھا۔ اللہ قاتل حسین پر لعنت کرے۔

یزید نے کہا۔ کس نے قتل کیا ہے؟

مصابر نے کہا۔ شمر نے قتل کیا ہے۔

یزید نے شمر سے کہا۔ کیا میں نے تجھے قتل کا حکم دیا تھا یا تو نے اپنی مرضی سے قتل کیا ہے؟

شمر نے کہا۔ اللہ قاتل حسین پر لعنت کرے۔ اسے نہ تو میں نے قتل کیا ہے اور نہ آپ نے حکم دیا تھا۔

یزید نے کہا۔ کس نے قتل کیا ہے؟

شمر نے کہا۔ سنان بن انس نے کیا ہے۔

یزید نے سنان سے کہا۔ بھلا میں نے تجھے کہا تھا کہ حسین کو قتل کر دے یا تو نے خود کیا ہے؟

سنان نے کہا۔ اللہ قاتل حسین پر لعنت کرے۔ نہ میں نے اسے قتل کیا ہے اور نہ ہی آپ نے حکم

دیا تھا۔

یزید نے کہا۔ کس نے قتل کیا ہے۔

سنان نے کہا۔ خولی نے قتل کیا ہے۔

یزید نے خولی سے کہا۔ کیا میں نے تجھے کہا تھا حسین کو قتل کر دے یا تو نے خود کیا ہے۔

خولی نے کہا۔ نہ تو نے کہا تھا۔ اور نہ میں نے قتل کیا ہے۔ اللہ قاتل حسین پر لعنت کرے۔

یزید نے کہا۔ کس نے قتل کیا ہے؟

خولی نے کہا۔ قیس بن ربیع نے قتل کیا ہے۔

یزید نے قیس سے کہا۔ سچ بتا کیا تو نے خود قتل کیا ہے یا میں نے تجھے حکم دیا تھا؟

قیس نے کہا۔ اگر میں قاتل حسین بتا دوں تو مجھے امان ہوگی۔

یزید نے کہا۔ تجھے امان ہے تا کہ کس نے قتل کیا ہے۔

قیس نے کہا۔ ہجرت قاتل حسین ہے جس نے حسینؑ سے جنگ کی خاطر کیے بودیچہ شام سے لشکر بھیجے۔ اور قاتل حسینؑ

کی خاطر بیت المال سے بے دریغ روپیہ خرچ کیا۔

یزید نے کہا۔ وہ کون ہے؟

قیس نے کہا۔ وہ یزید ابن معاویہ ہے۔

یزید یہ سنتے ہی غصہ سے لال پیدا ہو گیا۔ اور دانت پیتا ہوا اندر چلا گیا۔

کافی دیر بعد باہر آیا۔ جناب سجادؓ کو بلایا۔ اور کہا۔

آج سے تم آزاد ہو۔ جہاں چاہو جا سکتے ہو۔ اپنی کوئی سی تین خواہشات کا اظہار کرو میں ایک ضرور پوری کروں گا۔

ہوف کے مطابق آپ نے فرمایا۔

پہلی بات یہ ہے کہ مجھے اپنے بابا کا سر ایک مرتبہ دکھا دے تاکہ زیارت کر لوں۔

یزید نے کہا۔ یہ ناممکن ہے۔

سر مظلوم زیر تخت طشت میں رومال سے ڈھکا ہوا تھا۔ رومال بلند ہوا۔ اور سر سے آواز آئی۔ السلام علیک

یا والدہ۔ السلام علیک یا علی

جناب سجادؓ یہ سنتے ہی دھاڑیں مار کر رونے لگے اور جواب سلام دے کر عرض کیا۔

بابا جان! آپ کا بیارمیا وطن تھا واپس جا رہا ہے۔ نانا کے حرم میں جاؤں گا تو کیا کہوں گا بہرہ آخری سلام قبول

کر لیں۔ خدا حافظ

امام سجادؓ نے فرمایا۔ یزید دوسری بات یہ ہے کہ اگر تو نے میرے قتل کا ارادہ کر لیا ہے تو پھر کسی ایسے شخص کو

مقرر کرنا جو زہر ازا دیوں کو مدینہ پہنچا دے۔

یزید نے کہا۔ یہ کام تو ہی کرے گا۔

امام سجادؓ نے فرمایا۔ تیسری خواہش یہ ہے کہ کہ بلا میں ہمارا جو سامان لوٹا گیا ہے واپس کر دے۔

یزید نے کہا۔ اس کا معاوضہ جو چاہو لے لو۔

آپ نے فرمایا۔ ظالم تجھے کیا معلوم کہ ہمارے سامان میں ایسی چیزیں بھی ہیں جن کی قیمت پوری کائنات

بھی نہیں ہو سکتی۔

یزید نے پوچھا۔ وہ کیا ہے؟

آپ نے فرمایا۔ ایک فاطمہ بنت محمدؓ رسول اللہؐ کا چہرہ ہے۔ دوسرا بنت رسول کا متع ہے۔ تیسرا جناب غدیر

کادہ ہے جو اس نے اپنی بیٹی بتول کے لیے انحضرتؐ کو دیا تھا۔ اور چوتھا مظلوم رسول کا قمیص ہے۔

یزید نے تمام مطلوبہ سامان کچھ نقد اضافہ کے ساتھ واپس کیا آپ نے تقدیم لے کر وہیں فقرے تمام میں تقسیم

کر دی۔

یزید نے بشیر ابن جہلم کو کچھ سپاہی دے کر حکم دیا کہ آل محمدؐ کو ان کے ساتھ مدینہ پہنچائے۔

مدفن سر مظلوم کربلا :-

سر مظلوم کربلا کے سلسلہ میں اہل سنت مورخین ہوں یا اصحاب آئمہ اہل بیت ان کی روایات میں شدید اختلاف ہے اور یہ فیصلہ کرنا انتہائی مشکل ہے کہ کون سی روایت درست ہے اور کون سی غلط ہم تاریخ کے سامنے ان تمام روایات میں بعض معروف ترین روایات پیش کیے دیتے ہیں۔

شام میں :-

۱- منصور ابن جہور سے مروی ہے کہ میں یزید کے بیت المال میں گیا۔ دیگر مخصوص اشیاء کے علاوہ میں نے ایک سرخ رنگ مشکا دیکھا۔

اپنے غلام سلیم سے کہا۔

اسے حفاظت سے رکھنا بی امید کے قیمتی مال میں سے ایک ہے۔

غلام نے مشکا کھولا تو اس میں غریب زہرا کا سر تھا۔

جہور نے غلام کو حکم دیا کہ کپڑا لے آ۔

غلام کپڑا لایا۔ جہور نے سر کو اس میں لپیٹ کر باب العرادلین کے قریب دفن کر دیا۔ اس جگہ کو شہد الحکیم کہا

جاتا ہے۔ ایام حج میں دور دور سے زائرین آتے ہیں اور اس جگہ کی زیارت کرتے ہیں۔

۲- ابوالبن دینانے بھی یہی لکھا ہے۔

۳- بلاذری کے نزدیک بھی سر مظلوم دمشق میں ہے۔

۴- واقدی کے مطابق بھی سر مظلوم دمشق میں مدفون ہے۔

۵- حافظ ابو العلاء کے مطابق عبد الملک ابن مروان نے اپنے دور حکومت میں دمشق میں دفن کیا تھا۔

۶- التبر المنذاب میں مقام دفن کا تعین تو نہیں ہے۔ البتہ عبد اللہ ابن عمر وارق سے مروی ہے کہ جب سر مظلوم

کربلا ابن زیاد کو پیش کیا گیا اور اس نے دیکھا کہ سر اچھی طرح کٹا ہوا نہیں ہے۔ اس نے جگم کو بلا کر اسے

درست کرنے کا حکم دیا۔

چنانچہ جگم نے کٹے ہوئے گلے کے بڑے چھوٹے مقامات کو برابر کیا۔ سر مظلوم سے جدا کردہ پارہ ہائے گوشت جگم

نے بیعہ حج کیے۔

عمر ابن حریث نے کہا۔ ابن زیاد تو نے سر مظلوم کے ساتھ جو سلوک کرنا تھا کر لیا۔ خدا معلوم یہ مظلوم کتنی مرتبہ

شہید کیا گیا ہے۔ مجھے تو صرف اس سر کی ضرورت ہے۔ یہ چھوٹے چھوٹے پارہ ہائے گوشت بچھے دے دے۔

ابن زیاد نے کہا تو کیا کرے گا۔

مرد نے کہا۔ یہ بعد میں بتاؤں گا۔

ابن زیاد نے کہا۔ اے میرے کن کام کے ہیں۔

مرد نے قسم منگوم کے ان ہنگاموں کو اپنی جھولی میں رکھا۔ گھر آیا۔ مشک وغیرہ سے غسل دے کر اپنے گھر میں دفن

کر دیا۔

مدینہ میں :-

۱۔ شبلی کے مطابق ان دنوں مروان گورنر مدینہ تھا۔ اس نے جناب ناظر زہراؑ کے پہلو میں دفن کرایا۔

۲۔ ابن جوزی کے مطابق سعید ابن عاص نے دختر رسول کے مزار کے ساتھ دفن کیا۔

نجف اشرف میں :-

۱۔ کامل الزیارات میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ نجف اشرف میں مدفون ہے۔

۲۔ فرجۃ الغری کے مطابق امام صادقؑ سے مروی ہے کہ نجف اشرف میں مدفون ہے۔

کربلا میں :-

۱۔ ابن جوزی کی ایک روایت کے مطابق کربلا میں مدفون ہے۔

۲۔ بخاری فرات ابن اسحاق کی روایت کے مطابق کربلا میں مدفون ہے۔

شام سے کربلا :-

منتخب طبری کے مطابق ماتم کے آٹھویں دن یزید نے امیران آل محمد کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ (یہ نکتہ بالخصوص

قابل غور ہے کہ سرکار طبری نے ماتم کے آٹھویں دن کی تعیین کی ہے۔ میرے خیال میں یہی وہ مقام ہے جہاں بعضے

مناصرین یا متقدمین کو یہ اشتباہ ہوا ہے کہ کل مدت زندان شام سات دن تھی اور آٹھویں دن رہائی مل گئی حالانکہ

ایسی بات نہیں ہے۔ کیونکہ صاحب ریاض الاخران کے مطابق امیران آل محمد شام میں پہنچے ہی ۲ ربیع الاول کو

تھے۔ عقلاً ممکن ہے۔ یہ آٹھواں دن ان سات دنوں کا آٹھواں ہے جو اہل بیت کے مطالبہ پر انہیں شام میں ماتم

کے لیے دیئے گئے تھے۔ یہ دن قید کے کتنی مدت بعد ملے۔ اس کی تعیین ان روایات سے کی جاسکتی ہے جن میں

آل محمد کی کربلا میں واپسی ۲ صفر کو بتائی گئی ہے۔ یعنی ۲۱ صفر شام جاتے ہوئے کربلا میں آیا۔ اور ۲۲ صفر کا ۲۰ صفر

ایک سال بعد کربلا میں آیا۔ اس کی تفصیلی بحث ہم نے معالی السبطین اور ریاض الاخران کے ترجمہ میں کر دی ہے۔ شائقین ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ (ترجمہ)۔

جب اسیران اکل محمد زید کے پیش کیے گئے تو زید نے ثانیہ زہرا سے کہا۔ جو کچھ ہو چکا ہے سو ہو چکا ہے واپس نہیں پلٹایا جاسکتا۔ اب جتنی دولت چاہو میں دے دوں۔ ثانیہ زہرا نے فرمایا۔

یا زید ما اقل حیا و اصلب
وجہک تقتل اخی و اہلبیتی و تعطینی
عرضہم مالا و اللہ لا کان ذلک ابدا۔
اے زید تو کتابے حیا اور سنگدل ہے کہ میرے بھائی
اور میرے اہل بیت کے خون کا طوطی مجھے دولت دیتا ہے
بخدا! ایسا ہرگز نہ ہوگا۔

اثر و مفید کے مطابق اس کے بعد زید نے بشران جدم کو بلایا اور کہا۔ تو آل محمد کے ساتھ جا اور مدیت تک پہنچا۔

بشران کی صورت میں چلا۔ قافلہ کے آگے آگے چلتا تھا۔ جہاں قیام ہوتا وہاں اتنے فاصلہ پر دور جا بیٹھتا کہ اس کے کانوں پر محضات عصمت کی آواز نہ آئے۔

بشران کے اس حسن سلوک کو دیکھ کر جناب فاطمہ بنت حسین نے پوچھی کہ خدمت میں عرض کیا۔ اس کا رویہ ہمارے ساتھ اچھا ہے۔ اسے کچھ انعام دیں۔

ثانیہ زہرا نے فرمایا۔ بیٹی ہمارے پاس دینے کو رہ گیا گیا ہے۔ ہمیں جو اپنا تھوڑا بہت مال واپس ملا ہے اس میں چند ایک زیورات ہیں۔ یہی بشران کو دیتے ہیں۔ چنانچہ جب بشران کو زیورات پیش کیے گئے۔ تو بشران نے عرض کیا میں جو کچھ کر رہا ہوں۔ صرف اور صرف اپنی آخرت کے لیے کر رہا ہوں۔ اور آپ کے خدا محمد کی شفاعت چاہتا ہوں۔

ان زیورات کی مجھے ضرورت نہیں ہے۔

جب قافلہ آل محمد اس دورا ہے پر پہنچا۔ جہاں سے ایک راستہ کر بلا کو اور ایک مدینہ کو جاتا تھا تو بشران نے پوچھا کہ کوئی راہ پر ہیں ہے۔

محمدات عصمت نے کہا۔ پہلے کربلا جائیں گے۔ ۲۰ صفر ۶۱۰ء کو قافلہ کربلا پہنچا۔ وہاں جاہلین عبد اللہ انصاری اور بنی ہاشم کے کچھ افراد موجود تھے۔ تین دن تک کربلا میں ماتم ہوتا رہا۔ چوتھے دن روانگی ہوئی۔ ثانیہ زہرا نے ان اشعار سے الوادع کیا۔

الا یا کربلا تو د عک جسمما
بلا کفن ولا غسل فیننا
اے کربلا ہم ایسے مظلوم تیرے حوا کر کے
جارے ہیں جو بلا غسل و کفن دفن کیے گئے ہیں

الایا کر بلا نود عک روحا
 لاحمد والوصی مغر الامینا
 کر بلا سے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے جب مدینہ کے باہر پہنچ گئے تو امام سجادؑ نے بشیر کو خیام نصب کرنے کا حکم دیا
 جب خیام نصب ہو گئے تو آپ نے بشیر سے فرمایا
 تیرا باپ بڑا اچھا شاعر تھا تو پھر شاعر کہہ لیتا ہے؛
 بشیر نے عرض کیا۔ قبل بس کچھ کچھ تک بندی کرنا ہوں۔
 آپ نے فرمایا۔ پھر جا کر اہل مدینہ کو ہماری آمد سے مطلع کر دے۔
 بشیر کتبے میں مدینہ میں گیا۔ اہل مدینہ کو اطلاع دیتے ہوئے روضہ رمول پر پہنچا۔ وہاں گھڑے ہو کر میں نے
 بتایا۔

لوگو مدینہ شہر کے سردار آگئے
 لٹ کر مغرب عابد بچار آگئے

میں نے دیکھا جوں جوں میری آواز پہنچی گئی عورتیں اور مرد بچے اور بوڑھے اپنے اپنے گھروں سے نکل کر روتے پٹتے
 روضہ رمول پر جمع ہونے لگے۔ جب کافی لوگ جمع ہو گئے تو میں نے بتایا کہ بیرون شہر امام سجادؑ خیمہ زن ہیں۔ لوگ گردہ
 در گردہ بیرون مدینہ دوڑنے لگے۔ مستورات کھلے سر منہ اور سر پر ماتم کرتی ہوئی آنے لگیں۔
 بعض کتب کے مطابق جناب ام المومنین ام سلمہؓ بیمار و ختر حسینؑ کو ساتھ لے کر روانہ ہوئیں۔ میں دیکھ رہا تھا۔
 ام المومنین نے ایک ہاتھ میں خون سے پریشی تھی اور دوسرے ہاتھ میں جناب فاطمہ صغریٰ کا ہاتھ پکڑا تھا
 میں گھوڑے کو ایڑ لگا کر جب امام سجادؑ کے پاس آیا تو ایسے معلوم ہوا کہ پورا مدینہ خالی ہو گیا ہے۔ اور تمام
 اہل مدینہ مجھ سے پہلے امام سجادؑ کے پاس پہنچ چکے ہیں۔ بڑی مشکل سے میں جناب سجادؑ تک پہنچا۔
 جب ام المومنین ام سلمہؓ اور جناب فاطمہ صغریٰ ان خیام میں پہنچیں تو ماتم کا ایسا کہرام مچا کہ ایسے معلوم ہوتا تھا
 جیسے زمین کانپ رہی ہے۔

امام سجادؑ در خیمہ پر آکر بیٹھ گئے۔ آپ کے ہاتھ میں رومال تھا جس سے آنسو خشک کر رہے تھے
 جناب محمد حنیفہ کو نوکر گھوڑے پر سوار کر کے لا رہے تھے۔ جب انہوں نے دور سے مختصر خیام دیکھے تو سمجھ
 گئے کہ واپس آنے والی مستورات ہی ہیں۔ یہ خیال کرتے ہی شش کھا کر گھوڑے سے زمین پر آنے لگے غلام نے سنبھال
 کر زمین پر لٹایا اور دوڑ کر جناب سجادؑ کے پاس آکر عرض کیا۔

آتا چچا کی خبر کیجئے

جناب سجادؑ تڑپ کر اٹھے۔ چچا کے پاس آئے پانی کے پھینٹے مارے۔ جو نبی جناب محمدؐ نے جناب سجادؑ

کو دیکھا گلے سے لگایا۔ اور پوچھا کون کون آیا ہے؟
جناب سجادؑ نے فرمایا۔ پچاس مردوں سے میرے سوا کوئی نہیں آیا۔ بچوں سے ایک باقر اور چند دوسرے بچے
رہ گئے ہیں۔

جناب محمد پھر عرض کھا گئے۔

جب افادہ ہوا تو امام سجادؑ نے حوصلہ دیا۔ سہارا دے کر خیام تک لائے۔

یہاں سے قائد اہل محمد اہل مدینہ کے ساتھ مدینہ میں آیا۔

مدینہ کے درو دیوار کو دیکھ کر جناب ام کلثوم زینب نے ایک طویل مرثیہ پڑھا جس میں کربلا سے لے کر شام تک
کے تمام واقعات دہرائے۔

تمام اہل بیت سب سے پہلے روضہ رسول پر آئے۔ بنت زہرا دو ہاتھ پھیلا کر دہلیز پر کھڑی ہو گئیں ایک ہاتھ
دروازہ کے دائیں جانب دوسرا بائیں رکھا اور عرض کیا۔

نانا دکھیا زینب آپ کے پارہ بگر حسین کی خبر شہادت کے سوا کچھ نہ لاسکی۔

نانا میں غموں کی ماری آپ کو پرسمہ دینے کے لیے زندہ بچ گئی۔

اس کے بعد بی بی نے کربلا سے تمام تک ایک ایک واقعہ بیان کیا۔ مزار رسول کانپ گئی۔ پھر ایک ایک
بی بی آگے بڑھ کر مزار رسول کو گلے لگا کر پرسمہ دینے لگی۔ آخر میں جناب سجادؑ نے مزار رسول کو گلے لگا کر
پرسمہ دیا۔

روضہ رسول کے بعد اہل بیت مزار جناب زہراؑ اور مزار امام حسنؑ پر آئے۔ ہر بی بی نے اپنا دکھ سنایا
اور پرسمہ دیا۔

جناب رباب کو مدینہ واپسی کے بعد کسی نے سایہ میں بیٹھا ہوا نہیں دیکھا۔

تمام مرد تعزیت کے لیے امام سجادؑ۔ جناب عبد اللہ ابن جعفر طیار اور حسن ثقی کے پاس آتے تھے۔ اور خواتین

مدینہ جناب ام المومنین ام سلمہ۔ جناب ام البنین۔ جناب زینب خاتون اور جناب رباب کے پاس پرسمہ کے لیے
آتی تھیں۔

امام صادق سے مروی ہے کہ جناب سجادؑ چالیس برس تک غم شہدائے کربلا میں خون کے آنسو روتے رہے۔

ارض و سما جن و ملک اور شمس و قمر کا گریہ :-

کامل الزیارات میں زرارہ سے مروی ہے کہ امام صادقؑ نے فرمایا ہے کہ:

شہادتِ مظلوم کر بلا پر آسمان چالیس دن خون برساتا رہا
زمین چالیس دن خون اگلی کر روئی۔

سورج چالیس دن تک خون کی مانند سرخ گرہن زدہ کہلا رہا
چالیس دن بے نور ہو کر رویا۔

ملا کر چالیس دن مظلومی غریب کر بلا پر روئے

ہماری کسی عورت نے ابن زیاد کا سر آنے تک نہ بالوں میں کنگھی کی اور نہ سیاہ لباس اتارا۔

نگاہِ قدرت میں سب سے زیادہ وہی آنکھِ محبوب ہے جو غمِ حسین میں روئے۔

جو بھی غمِ حسین میں روتا ہے جناب سرورِ انبیاء اور دستِ رسولؐ اسے یہ کہہ کر دعا دیتے ہیں کہ تو نے ہمارے غم

کو اپنا غم سمجھا ہے۔

قیامت کے دن ہر آنکھ اشکبار ہوگی۔ لیکن غمِ حسینؑ میں رونے والی آنکھ خوش ہوگی۔

قیامت کے دن ہر شخص اپنے حساب کے سلسلہ میں ٹکڑا ہوا لیکن عزا دار اپنے حساب سے مطمئن ہوں گے۔ حتیٰ کہ

جنت ان کی مشقت ہوگی۔ ملائکہ آکر کہیں گے انہیں جنت میں

عزا دار جواب دیں گے۔ ہماری جنت تو عزا داریِ حسینؑ تھی۔ آج ہمیں اپنے مظلوم آنا کی زیارت کا موقع ملا ہے

اور تم جنت کا نام لے کر ہمیں مجلسِ شہید سے محروم کرتے ہو۔

کامل الزیارات میں ابو بصیر سے مروی ہے کہ میں امام صادقؑ کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ آپ کا ایک فرزند آیا۔ آپ

نے اسے گلے لگایا اور فرمایا:

جو تمہیں حقیر سمجھے اللہ اسے حقیر کر دے گا۔

جو تم پر ظلم کرے گا اللہ اس سے انتقام لے گا۔

جو تمہاری رسوائی کی کوشش کرے گا اللہ اسے رسوا کرے گا۔

اللہ تمہارے فاتنوں پر لعنت کرے۔

ابو بصیر جب بھی مجھے ذریتِ حسینؑ کا کوئی بچہ نظر آتا ہے تو میری آنکھوں کے سامنے تصویر کر بلا آجاتی ہے

اور میں اپنے آنسو نہیں روک سکتا۔

کامل الزیارات میں ابو سلمہ سراج سے مروی ہے کہ ہم امام صادقؑ کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ نے فرمایا: شہادت

شہادت حسین پر ارض دہما۔ جن دمک کوہ و دہشت ہر ایک نے گریہ کیا ہے۔ صرف تین چیزیں علم حسین میں نہیں روتیں۔

ہم نے عرض کیا قبوہ کون ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ سرزمین دمشق۔ سرزمین بصرہ۔ اور نجی امیہ

کابل الزیادہ میں ابو نصرہ سے مروی ہے کہ مجھ بیت المقدس کے متعدد باشندوں نے بتایا ہے کہ جس دن امام حسین تشہید ہوئے ہیں ہمیں اسی دن آپ کی شہادت کا پتہ چل گیا تھا۔

جب ان سے پوچھا گیا کہ عراق اور بیت المقدس میں اتنا طویل سفر ہے اور تمہیں اسی دن کیونکر پتہ چل گیا تو انہوں نے بتایا کہ بیت المقدس کے پورے علاقہ کی زمین خون اگلنے لگی تھی۔

کامل الزیادہ میں صفوان جمال سے مروی ہے کہ میں ایک سفر حج میں امام صادق کے ساتھ تھا۔ آپ بڑے غمگین جا رہے تھے۔

میں نے عرض کیا۔ قبوہ کیا وجہ ہے کہ آپ اس قدر غمگین ہیں؟

آپ نے فرمایا۔ صفوان جو کچھ میں سن اور دیکھ رہا ہوں اگر تو بھی سن اور دیکھ سکتا تو بھی میری طرح ہی غمزدہ ہوتا۔

میں نے عرض کیا۔ قبوہ کیا ہے؟

آپ نے فرمایا۔ یہ جن دو خوش اور طیور پرندب نم حسین میں روتے ہیں۔ ایک دوسرے کے سامنے تشنگی مظلوم کر بلا کا ذکر کرتے ہیں۔ ملائکہ روتے ہیں زمین روتی ہے درخت روتے ہیں۔ جب یہ سب کائنات میرے دادا کے غم میں رو رہی ہے اور میں سن اور دیکھ رہا ہوں۔ جھلاتا میں کیسے خاموش رہ سکتا ہوں۔

کامل الزیادہ میں ابو بصیر نے امام باقر سے روایت کی ہے کہ نزار غریب زہر آہر چار ہزار ملائکہ شب و روز گریہ و لکا اور ماتم و نوحہ خوانی میں مصروف رہتے ہیں۔

جو زائچہ آتک ہے یہ اس کا انتقال کرتے ہیں۔

اگر کوئی مریض ہو جائے تو اس کی حیات کرتے ہیں۔

اگر کوئی فوت ہو جائے تو اس کے جنازہ میں شرکت کرتے ہیں۔

بجاریہ ہند بنت جون سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ سرور انبیاء ام مہدی کے پاس آئے۔ آپ کے ساتھ آپ کے صحابہ بھی تھے اور اس وقت آپ کا زہر آلود بکری والا معاملہ بڑا معروف تھا کہ بکری کے گوشت نے آپ کو بتایا تھا کہ

کہ آپ مجھے نہ کھائیں میں زہر آلود ہوں۔

آنحضور نے خیمہ کے اندر قبیلہ لہ کیا۔ دن بڑا گرم تھا۔ جب کچھ ٹھنڈ ہو گئی۔ آپ اٹھے پانی منگوا دیا دھو کیا اور

دور کت نماز ادا کی۔ اس جگہ نماز کا پڑھنا بڑا عجیب تھا۔ قید کے تمام بچے ارد گرد جمع ہو کر تماشہ دیکھنے لگے کیونکہ انہوں نے پہلے یہ کام نہیں دیکھا تھا۔

جب رات گزر گئی۔ دوسری صبح آپ اٹھے خیمہ کے قریب ٹو سجر نامی ایک درخت تھا آپ اس کے قریب بیٹھ گئے۔ آپ نے وضو و سوجہ کے پاس بیٹھ کر کیا۔ وضو کا تمام پانی سوجہ کے گرد جمع ہو کر سوجہ کی جڑوں میں جذب ہو گیا۔

آپ نے فرمایا۔ یہ سوجہ ایک دن بڑا ہو گا اور بہت بڑی علامت ثابت ہو گا۔
آپ چلے گئے۔ دوسرے دن ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ سوجہ کا وہ چھوٹا سا درخت ایک بہت بڑا درخت بن چکا تھا۔

اس کی شاخیں دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ جو بھی دیکھتا حیرت کے مارے پاگل ہو جاتا۔ پھر تیسرے دن اس پر پھول آگے۔ چوتھے دن پھل بن گیا اور پانچویں دن سے پھل پک گئے۔ ہر طرف سوجہ کے قصے بیان ہونے لگے لوگ دور سے پل کر دیکھنے کو آتے تھے۔ اس کے پھل کارنگ سرخ تھا۔ ذائقہ عنبر جیسا تھا اور شیرینی شہد جیسی تھی۔

اگر کسی بھوکے نے کھایا تو سیر ہو گیا۔
اگر پیاسے نے کھایا تو سیراب ہو گیا۔
اگر بیمار نے کھایا تو شفا یاب ہو گیا۔
اگر غریب نے کھایا تو دولت مند ہو گیا۔
اگر صاحب حاجت نے کھایا تو حاجت پوری ہو گئی۔
بلا امتیاز حیوان و انسان جن نے بھی کھایا اس کی دنیا بدل گئی۔

ایک دن دیکھا تو سوجہ کا پھل گر گیا۔ پتے زرد ہو گئے۔ میں رنج بھی ہوا اور حیرت بھی چند دن بعد اطلاع آئی کہ سردر کونین و نوات پا گئے ہیں۔
اس کے بعد سوجہ کے پھل کی مقدار ذائقہ۔ اور لذت قدر سے کم ہو گئے۔ ڈھائی ماہ گزرے تھے کہ ایک دن پھر سوجہ کی ہمار خزاں میں بدل گئی۔

دو دن بعد معلوم ہو گیا کہ بنت رسولؐ شہید آ گئی ہے۔
سوجہ کے پھل کے حجم۔ مقدار۔ ذائقہ اور لذت میں پھر کمی آ گئی تیس برس تک یہ سلسلہ رہا۔ ایک دن پھر سوجہ خزاں رسیدہ ہو گیا۔ پھل اور پتے پہلے سے بہت زیادہ کم ہو گئے۔ کچھ دن بعد پتے چلا کہ حضرت علیؑ شہید ہو گئے ہیں۔

دس برس بد خزاں کا ایک اور جھونکا آیا۔ جس نے عوسجہ کو بالکل کمزور کر دیا۔ کوئی کوئی پتہ اور کوئی کوئی پھلے رہ گیا۔ پتہ چلا امام حسن شہید ہو گئے ہیں۔

دس برس بد ایک دن بیداز عمر عوسجہ کے تمام پتے سرخ ہو گئے۔ شاخوں سے خون چھوٹنے لگا۔ تنے سے خون بہنے لگے یہ دیکھ کر تو تمام قبیلہ کی جان نکل گئی کہ کوئی بہت بڑا مادہ روز نما ہو گیا ہے۔ کچھ دن بعد پتہ چلا۔ مظلوم کو بلا شہید ہو گئے ہیں۔

مغرب قاتلان شبیر

بد دعائے نبی :-

بصائر الدرجات میں سلمان سے مروی ہے کہ آسمانوں کے ملائکہ میں سے کوئی ایسا ملک نہیں ہے جس نے نبی کو نبی کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو شہادت مظلوم کو بلا پر رسوا نہ دیا ہو۔ اور ہر ملک نے آنحضرت کو قاتل کر بلا سنا یا۔ ہر ملک کے سامنے نبی اکرمؐ نے فرمایا۔

اللهم اخذنا من خذله - اے اللہ جنہوں نے میرے حسین کو دھوکا دیا ہے انہیں رسوا کر۔

واقتل من قتله - جنہوں نے میرے حسین کو قتل کیا ہے انہیں قتل کر۔

واذبح من ذبحه - جنہوں نے میرے حسین کو ذبح کیا ہے انہیں ذبح کر۔

لا تمنعه بما طلب - قتل حسین پر جس جس نے جو جو انعام لیا ہے اس سے انہیں قاتل نہ اٹھانے دے۔

لاکھوں کی تعداد میں جب نبی کریمؐ نے یہ بد دعا کی تو کیا یہ ممکن ہے کہ اللہ نے آپ کی اس دعا کو شرف قبولیت نہ بخشا ہوا۔

یقیناً آپ کی دعا قبول ہوئی ہے اور قاتلین حسینؑ میں سے کوئی بھی زیادہ عرصہ زندہ نہیں رہا۔

انجام یزید :-

رات کو شراب پی کر ہوا۔ صبح کو مارا ہوا پایا گیا۔ جسم یزید اس طرح سیاہ تھا جیسے تار کول کا پلستر کیا گیا ہو۔ یزید کے علاوہ بھی جتنے شراکے کر بلا تھے انہیں اپنے اپنے مظالم کے مطابق سزا ملی ہے۔ بعض کی تو نسلوں تک سلسلہ سزا چلتا رہا ہے۔ یعنی کچھ ایسے بھی تھے جنہیں برص یا جذام ہوا اور پھر یہ مرض ان کی نسلوں میں منتقل ہوتا رہا۔

عبید اللہ ابن زیاد :-

امالی صدوق کے مطابق۔

سیکڑوں افراد نے اس وقت ابن زیاد کا سر دیکھا جب اس کا کٹا ہوا سر رکھا تھا۔ ایک سانپ آیا۔ سانپ اگرچہ جسم میں چھوٹا تھا لیکن اس میں دہشت اتنی تھی کہ جیسے جیسے وہ آگے بڑھا گیا لوگ از خود پیچھے ہٹے گئے۔ عبید اللہ کے جسم پر پاؤں کی طرف سے پڑھا۔ جس جگہ سے گزرتا گیا وہ کوئلہ کی طرح سیاہ ہوتی گئی۔ ناک کے ایک نختے سے سر میں داخل ہوا اور دوسرے نختے سے نکل گیا۔

عمر ابن سعد :-

بھار کے مطابق فرزند رسولؐ نے عمر سعد سے فرمایا تھا کہ تجھے عراق کی گندم نصیب نہ ہوگی۔ اس وقت تو عمر نے مذاق میں ٹال دیا اور کہا۔ کوئی سراج نہیں میں جو پر گزرا کر لوں گا لیکن جب جناب مختار نے اسے واصل جہنم کیا تو اسے پتہ چلا کہ مذاق فرزند رسولؐ نے سچ فرمایا تھا۔

عوالم میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ جب دشمن اہل بیت کا وقت وفات قریب آتا ہے تو ملک الموت کے ساتھ رسول کریمؐ بھی تشریف لاتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

یہ میرے اہل بیت سے بغض رکھتا تھا۔ اب اسے آخرت کے پہلے دن ہی سے بغض اہل بیت کا انجام معلوم ہو جانا چاہیے۔

چنانچہ ملک الموت آگے بڑھ کر مرنے والے سے پوچھتا ہے۔

بندہ خدا کیا تو نے برات نامہ لے لیا ہے؟

کیا تو نے عصمت کہری سے تمک کیا تھا؟

مرنے والا کہتا ہے۔ وہ کیا ہے مجھے تو کچھ معلوم نہیں۔

ملک الموت کہتا ہے۔ ولایت علیؑ کا نام برداشت نامہ ہے۔

اب بتا کیا تو موالیان علی سے تھا۔

مرنے والا کہتا ہے اگر ولایت علیؑ کا نام برداشت نامہ ہے تو پھر میں اس سے تھی دست ہوں کیونکہ میں تو دشمنان علیؑ سے تھا۔

ملک الموت کہتا ہے۔

اے دشمن خدا! پھر غضب جبار اور عذاب جہنم کے لئے تیار ہو جا۔ جس کی تجھے امید تھی وہ تیرے ہاتھ سے نکل گئی ہے۔ اور جس جہنم سے ڈرتا تھا وہی تیرا مقدر ہے۔

اس کے بعد ملک الموت اس سختی سے قبض روح کرتا ہے کہ وہ ٹپ ٹپ جاتا ہے۔ وارو غم جہنم کی طرف سے سو ایسے افراد مقرر کر دیئے جاتے ہیں جو اس کے منہ پر تھوکتے ہیں۔ جب قبر میں رکھا جاتا ہے تو جہنم کی طرف سے ایک دروازہ کھولیا جاتا ہے۔ جس کی پیش سے یہ قبر ہی میں جلتا رہتا ہے۔

عوالم ہی میں ہے کہ مگر سعد کو جب بعد از قتل گھر لایا گیا تو وہ بندر کی صورت میں مسخ ہو چکا تھا۔ اور گھر والوں نے اسے پہچاننے تک سے انکار کر دیا تھا۔

مناقب میں خالد سے مروی ہے کہ میں ابو جبار عطار دی کے پاس بیٹھا تھا۔ باتوں باتوں میں ذکر اہل بیت پل نکلا۔ ابو جبار نے کہا ایک بات یاد رکھنا اپنی زندگی میں جب کبھی ذکر اہل بیت کرو تو اپنے الفاظ سے کرنا۔ ورنہ نہ دنیا رہے گی نہ آخرت۔

کنز المذکرین میں شعبی سے منقول ہے کہ میں بیت اللہ کی حج کو آیا۔ دوران طواف ایک شخص کو دیکھا جس نے خلاف کعبہ ہاتھ میں سے رکھا تھا اور کہہ رہا تھا۔

بار اہل! مجھے معاف کر دے۔ لیکن میں جانتا ہوں تو نہیں بخشنے گا۔

میں نے کہا۔ بندہ خدا! کیا کب رہا ہے۔ بیت اللہ سے عزت کا دن ہے۔ اور تو ایسی بے ہودہ بات کر رہا ہے! ایسا کونسا گناہ ہے جس کی بدولت تو رحمت الہیہ سے یا کوشش ہے؟

اس نے کہا۔ ہم پچاس آدمی سر مظلوم زہراؑ کو کوفہ سے شام لائے پر موکل تھے۔ بالعموم ہم شراب پی کر سر شام ہی سو جاتے تھے۔ ایک رات میں نے اتفاقاً شراب نہ پی۔ میرے دوسرے ساتھی سو گئے۔ میں جاگ رہا تھا۔ میں نے آسمان سے ایک سفید بادل اترتے دیکھا۔

اس بادل سے بہت سے لوگ زمین پر اترے۔

میں نے ایک شخص سے پوچھا۔ یہ کون ہیں؟

اس نے بتایا کہ تمام انبیاءؑ اپنی اکرم کو شہادت حسینؑ پر تعزیت کے لیے آ رہے ہیں۔

میں نے کہا۔ ان حضور کہاں ہیں۔

اس نے بتایا۔ وہ ابھی دوسرے بادل میں تشریف لارہے ہیں۔

اتنے میں دوسرا بادل نازل ہوا۔ میں نے ان حضور کو بادل سے اترتے دیکھا۔ آپ کا گریبان چاک تھا۔ سر میں خاک تھی آستین چڑھی ہوئی تھیں۔ آنسو بہ رہے تھے۔ آپ کے دائیں بائیں چند نورانی افراد تھے۔ اور آپ کے عقب میں ایک انتہائی ہیبت ناک شخص تھا۔

میں نے اس سے پوچھا، ان حضور کے ساتھ کون ہیں۔

اس نے کہا، دائیں جبریل ہے بائیں میکائیل ہے اور عقب میں ملک الموت ہے۔

میرے دیکھتے دیکھتے ملک الموت نے آگے بڑھ کر میرے گوتے ہوئے انچاس ساتھیوں کو اپنی مٹھی میں لے لیا۔

یہ دیکھ کر میں ڈرا اور دوڑ کر ان حضور کے قدموں سے لپٹ کر الامان الامان یا رسول اللہ کہا۔ میں نہ تو شریک قتل تھا اور نہ ہی قتل حسین پر راضی تھا۔

آپ نے فرمایا۔ تجھ پر اللہ کی لعنت ہو جو کچھ میری ذریت کے ساتھ ہوتا رہا تو اسے دیکھتا تو رہا تھا۔ میں نے کہا۔ قبلہ یہ جرم مجھ سے ہوا ہے۔

آپ نے ملک الموت سے فرمایا۔

اسے چھوڑ دے آخر ایک دن اسے مرنا ہی تو ہے اسے زندہ چھوڑ دے تاکہ دوسرے قاتلان حسین کو جا کرتائے گا کہ میرے ساتھیوں کا کیا انجام ہوا ہے؟

اب بھلا آپ خود بتائیں سے نبی کونین نے راندہ درگاہ کر دیا ہوا اس کی سخشش کی کون سی صورت رہ جاتی ہے۔

ہوف میں ابن طاووس نے ابن رباع سے روایت کی ہے کہ میں نے ایک شخص کو نابینا دیکھا تو اس سے وجہ پوچھی۔

اس نے بتایا کہ میں ان دس بد بختوں میں سے ہوں جنہوں نے قتل فرزند رسولؐ کا ذمہ لیا تھا۔ لیکن خوش قسمتی سے میں نے نہ تو آپ پر تلوار سے کوئی وار کیا تھا نہ تیرو نیزہ سے۔

سبیل سکینہ

میں نے پوچھا۔ پھر کیا وجہ ہوئی۔

اس نے کہا۔ کہ بلا سے واپسی کے بعد میں بالکل تندرست بستر پر سویا۔ عالم خواب میں ایک شخص آیا۔ اور اس

نے کہا۔ چل تجھے رسول عالمین بلا تے ہیں۔

میں نے کہا۔ مجھ سے رسولؐ کو کیا لینا ہے؟ مجھے کیوں بلا تے ہیں؟

اس نے میرے گریبان میں ہاتھ ڈالا اور کینچ کر لے گیا۔

میں نے آنحضرتؐ کو دیکھا ایک صحرا میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آستین چڑھی ہوئی تھیں۔ بال پریشان تھے۔ ان کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی اور سامنے خون سے پر ایک طشت رکھا تھا۔ ان کے سامنے ایک ملک کھڑا تھا جس کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ میں نے دیکھا میرے دوسرے ساتھی تو پہلے سے آپ کے سامنے موجود ہیں۔ میرے پہنچنے کے بعد آپ نے اس ملک کو انہیں قتل کرنے کا حکم دیا۔ آج تک وہ چشتناک منظر میرے ذہن سے نہیں نکلتا۔ جو وہی ملک تلوار سے وار کرتا اس ضرب سے آگ کا ایسا شعلہ لپکتا تھا جس سے مغرب جل کر راکھ ہو جاتا تھا۔

میں نے آپ کو سلام کیا۔ آپ نے میرے سلام کا جواب نہ دیا۔
کچھ دیر بعد فرمایا۔

اے دشمن خدا! تو نے میری ذریت کو قتل کیا ہے۔ میرے خیام لوٹے ہیں۔ تجھے مجھ سے شرم تک نہ آئی۔
میں نے عرض کیا۔ قبلہ! میں نے تیرا تلوار، نیزہ اور پتھر کسی بھی چیز سے آپ کی ذریت کو اذیت نہیں دی۔
آپ نے فرمایا۔ کیا تو نے فرج یزد میں ایک آدمی کا اضافہ بھی نہیں کیا۔
میں نے عرض کیا۔ قبلہ یہ جرم تو ہوا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ میرے قریب آ۔
میں غیر اختیاری طور پر آگے بڑھا۔

انہوں نے طشت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔

یہ دیکھ یہ میرے حسینؑ کا خون ہے۔ پھر ایک سلاخی ڈبو کر میری دونوں آنکھوں میں پھیر دی۔ جب جاگا تو یہی حالت میں تھا جس میں تو دیکھ رہا ہے۔

بھار سے مروی ہے کہ ایک اندھا لالا اور ہاتھوں سے محروم شخص غلاف کعبہ سے معلق ہو کر گناہوں کی معافی مانگ رہا تھا۔

طواف کرنے والوں میں سے ایک نے اسے کہا۔ بھلا اب بھی تجھے گناہوں کی معافی مانگنے کی ضرورت ہے مصائب کی وہ کونسی قسم ہے جو تجھے نہ ملی ہو۔

اس نے جواب دیا۔ تم نے صرف میری مصیبت ہی دیکھی ہے میرے کتوت سے واقف نہیں ہو اگر تمہیں میرے گناہوں کا پتہ چل جائے تو تم خود کہو گے اسی سزا کچھ بھی نہیں۔

بہت سے لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے۔ اور پوچھا۔

آخر اتنا بڑا کون سا جرم ہے جو تو نے کیا ہے؟

اس نے جواب دیا۔ میں قاتلانہ فرزند رسولؐ میں شریک کر بلا تھا۔ جب تمام لوگ فرزند رسولؐ کے لاشہ سے لباس

اتار کر نے گئے تو میں نے دیکھا ایک بھٹی ہوئی شلوار اور ایک کمر بند بچا ہوا تھا۔ کمر بند خاصا قیمتی تھا یہ اس میں کافی گرہیں دیکھی گئی تھیں۔ میں نے کمر بند لینے کی خاطر گرہیں کھولنا شروع کیں جب آخری گرہ کھولنے لگا تو مظلوم کربلا کا دایاں ہاتھ کمر بند پر آ گیا۔ پہلے تو میں نے ہاتھ مٹانے کی کوشش کی جب ہاتھ نہ اٹھا تو مجھے ایک ٹوٹا ہوا خنجر مل گیا میں نے اس کے ذریعہ بڑی مشکل سے مظلوم زہراؑ کا دایاں ہاتھ کلائی سے کاٹ کر ایک طرف رکھا۔ پھر میں نے کمر بند کھولنا چاہا تو دایاں ہاتھ گرہ پر آ گیا۔ میں نے بائیں ہاتھ پر بھی خنجر کے وار شروع کیے جب وہ بھی کلائی سے کٹ گیا اور میں نے کمر بند کھولنے کا ارادہ کیا۔ تو زمین میں زلزلہ کے جھٹکے آئے میں ذرا سا گھبرا گیا۔ پھر سیاہ آندھی چلنے لگی۔ میں پریشان ہو گیا۔ اسی اثناء میں آسمان سے کوئی چمکتی ہوئی چیز نازل ہوئی۔ میں بھاگ کر لاشوں میں چھپ کر دراز ہو گیا۔ میں نے دیکھا آسمان سے اترنے والی بادل نما روشن چیز سے نبی کو نبیؐ۔ حضرت علیؑ امام حسنؑ اور ایک ستور جس نے سیاہ برقعہ پہن رکھا تھا۔ باہر آئے۔ دختر رسولؐ لاشہ مظلوم کے پاس آئیں۔ ایک ایک ٹکڑے کو بوسہ دے کر پوچھا۔

بیٹے تو اتنا غریب ہو گیا تھا کہ تجھے پانی تک کسی نے نہ دیا۔ میرے لال تجھے کس کس نے شہید کیا ہے؟ میں اپنے کانوں سے سن رہا تھا۔ امام حسینؑ نے فرمایا۔ ماں میں کس کس کا نام بتاؤں۔ کربلا میں موجود فوج یزید میں سے ہر شخص نے مقدور بھر میرے قتل میں حصہ لیا ہے۔ جن کے پاس کوئی ہتھیار نہ تھا اس نے پتھر مارے ہیں۔ پتھر نزل سکا تو انہوں نے مٹھی میں مٹی اٹھا کر جھڑ پھینکی ہے۔ البتہ میرا سر جسم سے ٹھرنے اور دونوں ہاتھ اس شخص نے ابھی ابھی جدا کیے ہیں جو ان لاشوں میں سوراخ ہے۔

بچھا! میں وہ منظر کبھی نہ بھولوں گا جب بنت زہراؑ نے مندر پر نقاب ڈال کر میری طرف توجہ کی اور انتہائی غم زدہ آواز میں کہا۔

قطع الله یدیک ورجلیک واعمی بصرک و ادخلک النار۔

اندھیرے ہاتھ پاؤں قطع کرے تجھے اندھا کرے۔ اور آگ تجھے نصیب کرے۔

میرے بیٹے سے یہ سلوک تو نے کس لیے کیا ہے؟ میں گھبرا گیا۔ وہ بے چارے نہیں اٹھا تو میری آنکھیں بینائی سے محروم ہو چکی تھیں۔ اسی وقت میرے دونوں ہاتھ اور پاؤں میرے جسم سے جدا ہو کر گر گئے۔ اب صرف آگ ہی ہے جو بنی کی دعائیں سے باقی ہے۔

امالی طوسی میں مروی ہے کہ حجاج کے زمانہ میں ہم چند افزدات کی تاریکی میں چھپ کر غریب زہراؑ کی زیارت کو کربلا آئے۔ وہاں ابھی تک صحرا ہی صحرا تھا کوئی ٹھکانا نہ تھا۔ ہم سوچ رہے تھے کہ رات کہاں گزاریں گے اسی اثناء میں ایک مسافر آ گیا۔ اس نے ہماری پریشانی دیکھ کر کہا۔ دریا کے کنارے دیکھو میرا خیال ہے وہاں ایک کیتاب ہے۔

ہم رات گزار سکتے ہیں۔

اس کے کہنے پر ہم نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر تباہی میں دیکھا تو ہمیں ایک جھگی سی نظر آگئی۔ ہم وہاں آئے۔ کچھ تیل ہمارے پاس تھا۔ ہم نے چراغ بنایا اور تیل ڈال کر جلا دیا۔ باتیں ہونے لگیں۔ مختلف موضوعات تھے۔ بالآخر موضوع قاتلان حسین بنی گئے۔
ہم نے کہا کہ جو لوگ فخر کی نوار سے بچ گئے تھے اللہ نے انہیں مختلف عذابوں سے دوچار کر کے ہلاک کر دیا ہے۔

اس نوار دے کہا۔ اتنا بڑا جھوٹ نہ بولو۔ میں بھی قاتلان حسینؑ میں سے ایک ہوں اور تمہارے سامنے صحیح و سالم بیٹھا ہوں۔

اس کی یہ بیساکا دیکھ کر ہم چپ ہو گئے۔ کچھ دیر چراغ کی لود ہم ہوئی میں درست کرنے کو اٹھنے لگا۔ اس نوار دے کہا۔ آپ بیٹھیں میرے قریب ہے میں درست کیے دیتا ہوں۔ جو نہیں اس نے ہاتھ بڑھایا۔ اس کے ہاتھ کو آگ لگ گئی۔ اس نے بھانے کی بڑی کوشش کی لیکن آگ نہ بجھی وہ دوڑا اور ہاتھ کو دریا میں ڈال دیا۔ وہ تو ایسے معلوم ہوا جیسے پانی نہیں تیل تھا۔ ہاتھ ڈالتے ہوئے جتنے چھینٹے اڑ کر اس کے جسم پر جہاں جہاں گرے وہاں وہاں آگ لگ گئی۔ اس نے اپنے کو دریا میں پھینک دیا۔ ہم کنارے پر کھڑے ہو کر تعجب سے دیکھ رہے تھے۔ آگ پانی پر تیرتی جا رہی تھی جب وہ غوطہ لگا تا آگ سطح آب پر رک جاتی جو نہی اس کا سر یا جسم کا کوئی حصہ پانی سے باہر نکلتا آگ پیک جاتی۔ بالآخر ہم نے دیکھا کہ وہ ملعون جل کر کوئلہ ہو گیا اور بے جان ہو کر پانی کے ساتھ بہنے لگا۔

انتخب میں سدی سے مروی ہے کہ ایک رات میں اپنے گھر میں بڑا پریشان بیٹھا تھا۔ دل چاہتا تھا کہ کوئی ایسا آدمی مل جاتا جو اپنی باتوں سے مجھے خوش کر دیتا

اتنے میں دن الباب ہوا۔ میں نے دروازہ کھولا۔ سامنے ایک مسافر کھڑا ہوا تھا۔ اس نے مجھے بات گزارنے کی خاطر درخواست کی۔

میں دروازہ سے ایک طرف ہو گیا اسے اندر آنے کو کہا۔ حاضر پیش کرنے کے بعد باتیں شروع ہو گئیں۔ باتوں باتوں میں میدان کربلا کا قصہ میں چل نکلا۔

میں نے ایک سرداہ بھری اور بے ساختہ میری آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے چونکہ واقعہ کربلا کو اتنا زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا اس لیے جہاں آل محمد کے دلوں میں رہ رہ کر غم کا ہر اٹھتی تھیں۔

اس نے کہا۔ اسے یہ تجھے کیا ہو گیا ہے۔

میں نے کہا۔ تو نے ایک ایسی درد بھری کہانی چھیڑ دی ہے جس کے مقابلہ میں کہہ ارض پر آج تک کوئی دردناک واقعہ نہیں ہوا۔

انے پوچھا کیا تو واقعہ کربلا میں نہیں تھا؟

میں نے کہا۔ الحمد للہ میں نہیں تھا۔

اس نے کہا۔ کس بات پر اللہ کی حمد کر رہا ہے۔

میں نے کہا۔ اس بات پر کہ میں خون حسین میں شریک نہ ہوا۔ کیونکہ میں نے نبی اکرمؐ سے مروی حدیث صحیح میں سنا ہے کہ قیامت کے دن جس شخص سے خون حسین کا مطالبہ کیا گیا وہ ناقابل شفاعت ہوگا۔

اس نے کہا۔ کیا یہ حسینؑ کے نانا کا ارشاد ہے۔

میں نے کہا۔ ہاں۔

ادراں محضوؑ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ میرا حسینؑ بیٹا مظلوم شہید ہوگا۔ اور قاتل حسینؑ جہنم کے ایسے تابوت میں ہوگا جہاں اسے تمام اہل جہنم کے عذاب کا نصف صرف اسی کو ملے گا۔ قاتل حسینؑ دست و پا بستہ ہوگا۔ اس کے جسم سے اٹھنے والی بدبو سے تمام اہل جہنم پناہ مانگیں گے۔

قتل حسینؑ پر ساتھ دینے والے۔ قتل حسینؑ پر بیعت کرنے والے۔ قتل حسینؑ پر تعاون کرنے والے اور قاتل حسینؑ کی وکالت کرنے والے تمام ایک زمرہ میں ہوں گے جہنم میں ان کا جب ایک چمڑا جل جائے گا تو اس کی جگہ دوسرا چمڑا دیا جائے گا۔

جہنم کا پیپ انہیں پینے کو دیا جائے گا۔

میرے مہمان ظالم نے کہا۔ بھیا یہ صرف ہوائی باتیں ہیں۔ ان کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔

میں نے کہا۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ان محضوؑ کا ارشاد گرامی ہے کہ میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور نہ ہی مجھے کبھی جھٹلایا گیا ہے۔

اس نے کہا۔ آپ نے محمدؐ کی یہ بات بھی تو سنی ہوگی کہ قاتل حسینؑ کی عمر گھٹ جائے گی۔ جب کہ میں تیرے سامنے تندوت و تانا بیٹھا ہوں میری عمر نوے سے بڑھ چکی ہے۔

شاید تو مجھے نہیں پہچانتا۔

میں نے کہا۔ ہاں میں نے تجھے نہیں پہچانا۔

اس نے کہا۔ میں اختسار بن زید ہوں۔

میں نے پوچھا تو نے کربلا میں کیا کیا تھا؟

اس نے کہا میں نے کربلا میں تین کام کیے تھے۔

پہلا کام یہ تھا کہ میں ان دس شمسواروں کا سالار تھے جنہیں عمر سعد نے جسم حسینؑ پر گھوڑے دوڑانے کا حکم دیا تھا۔ اب یہ تو دیکھنے والے ہی بتا سکتے ہیں کہ ہم نے تعلقہ گھوڑوں سے کس طرح نواسہ رسولؐ کے جسم کو

پامال کیا تھا۔

دوسرا کام یہ کیا تھا کہ جب ہم نے خیام کو ہر طرف سے آگ لگائی تو میں نے فرزند حسینؑ علیؑ کے نیچے سے اس طرح بستر کھینچا تھا کہ بیمار خاک کر بلا پر اوندھے منہ گر گیا تھا۔

اور تیسرا کام یہ کیا تھا کہ فاطمہ بنت حسینؑ کے کانوں کو میں نے گوشوارے اتارنے کی خاطر زخمی کیا تھا۔ اور جب میں نے گوشواروں کے گنڈے کھولے تو پھر کھینچا تو بس اللہ ہی جانتا ہے کہ اس بچی کا کیا حال ہوگا۔ میں تو اسے زمین پر گرا ہوا عالم غش میں چھوڑ کر آیا تھا۔

میرا دل یہ سب کچھ سن کر رونے لگا۔ میری آنکھوں سے آنسو بے ساختہ بہنے لگے۔ دل میں اس ملعون کو واصل جہنم کرنے کا ترکبیس سوچنے لگا کہ اتنے میں چراغ کی لودھی ہوئے لگیں گل کاٹنے کی خاطر اٹھا تو اس نے کہا۔ آپ بیٹھیں میرے قریب ہے میں ہی کاٹے لیتا ہوں۔ اس نے ہاتھ بڑھایا۔ جو نہی ہاتھ لو کہ قریب ہوا چراغ سے آگ کا شعلہ لپک کر اس کے ہاتھ سے چمٹا اس نے فوراً ہاتھ مٹی میں دبا دیا لیکن آگ نہ بجھی اس نے پکار کے کہا۔ بھیا میری مدد کرنا۔ چونکہ میرا مہمان تھا نہ چاہتے ہوئے بھی میں نے پانی کا گلاس اس کے ہاتھ پر انڈیل دیا۔ مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے اس کے ہاتھ پر پانی نہیں بیخ تیل انڈیل دیا ہے۔ آگ کے شعلے بلند ہو گئے

اس نے بیچ کر کہا۔ یہ کیسی آگ ہے۔ اور کیسے بجھے گی۔

مجھے احساس ہو گیا تھا کہ اللہ نے میری دعا سن لی ہے اور اسے معذب کر رہا ہے۔

میں نے کہا۔ دریا میں چھلاگ لگا دے اس نے دریا میں چھلاگ لگائی۔ دریا میں جانے کی دیر تھی پھر تو آگ نے پانی میں اسے اس طرح گھیرا جیسے خشک کڑھی کو آگ لگا دی گئی ہو۔ چند منٹ میں کوئلہ بن کر پانی پرتیرنے لگا۔

کوفی لو ہار :-

منتخب ہی میں کوفہ کے ایک لوہار سے مروی ہے کہ جب کوفی اور شامی فوجیں میدان کر بلا میں فرزند رسولؐ سے جنگ کو جانے لگیں تو میں بھی اپنا سامان لے کر کر بلا کی طرف چل دیا میں چونکہ تیر و سنبل اور نیزہ و خنجر بنانے میں کافی معروف تھا اس لیے تمام لشکر میں میری شہرت ہو گئی اور میری آمد خاصی بڑھ گئی۔

سات محرم کو عمر سعد نے فدیت رسولؐ کا پانی بند کر دیا۔ دس محرم کو فرزند رسولؐ اپنے تمام انصار کے ساتھ شہید ہو گیا۔ بارہ محرم کو میں بھی دوسرے زیدی لشکر کے ساتھ واپس آیا۔ کافی دولت جمع کر کے لایا تھا۔ پھر میں نے اتنا سنا کہ زید کا حکم آیا ہے کہ قیدی اور سرشام بھیج دیئے جائیں میں اپنے معمول کے امور میں مصروف ہو گیا۔ ایک رات اپنے بستر پر سو رہا تھا کہ عالم خواب میں میں نے دیکھا قیامت آگئی ہے۔ لوگ کڑھی کی طرح کہہ ارض پر پھیلے ہوئے ہیں

ہر شخص کی زبان پیاس کے مارے مزہ سے نکل ہوئی لٹک رہی تھی میرے خیال میں ان پورے میدان میں مجھ سے زیادہ پیاس کوئی نہ ہوگا۔ کیونکہ شدت پیاس سے میرے کان بند ہو چکے تھے اور آنکھوں سے کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ مورچ کی گرمی اتنی قریب معلوم ہو رہی تھی کہ مجھے اپنا دماغ کھولتا ہوا لگتا تھا۔ زمین تانے کی طرح لال انگارہ تھی مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے میری دونوں ٹانگیں میرے جسم کا بوجھ اٹھانے سے جواب دے رہی ہیں۔ شدت پیاس سے اس وقت میرا یہ عالم تھا کہ۔ اگر اسی وقت مجھے یہ اختیار دیا جاتا کہ تیرے جسم سے خون نکال کر تجھے پینے کو دیا جاتا ہے یا وہ قبول کرے یا یہ پیاس برداشت کرے تو بخدا میں اپنے خون کے ایک ایک قطرہ کو پینا قبول کر لیتا۔ میں اس عذاب الیم میں گرفتار تھا کہ اسی اثنا میں نے ایک شخص کو دیکھا جس کا نور پورے عرصہ محشر پر چھا گیا۔ گھوڑے پر سوار تھے۔ اس کے گرد ہزاروں کی تعداد میں انبیاء اولیاء اور شہداء جمع تھے۔ وہ اس تیزی سے گزرے جیسے تیز آندھی چلتی ہے۔ اس کے بعد ایک اور شہسوار آیا جو سینڈ جین گھوڑے پر سوار تھا۔ اس کی رکاب تھام کر چلنے والے ہزاروں افراد اس طرح چل رہے تھے کہ جہاں وہ رکنے کا حکم دیتا تھا رک جلتے تھے۔ اور جہاں وہ چلنے کا حکم دیتا تھا چل پڑتے تھے۔ اس کی ہیبت اس قدر تھی کہ اسے دیکھ کر دل بڑھتا تھا۔ میں دل میں انہوس کرنے لگا کہ جو شخص پہلے گذرا ہے اس سے کچھ پوچھ لینا چاہیے تھا۔ لیکن اب وقت گزر چکا تھا۔ میں دیکھ رہا تھا وہ شخص رکابوں کے سہارے گھوڑے پر اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے اپنے ارد گرد ملازموں کو حکم دیا۔ اسے پکڑ لو۔

حکم ملتے ہی چند افراد میری طرف دوڑے اور میرے کندھے پر آگ سے سرخ لہبے کی زنجیر ڈال دی اور مجھے ان کے حضور پیش کرنے کو کہے جانے لگے۔ مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے میرا بازو کندھے سے ٹوٹ رہا ہے میں نے اس کی منت کی کہ بوجھ ذرا ہلکا کر دے۔

اس نے بوجھ ہلکا کرنے کی بجائے اور بڑھا دیا۔

میں نے اس سے پوچھا۔

آپ کون ہیں؟ اور مجھے گرفتار کرنے کا حکم کس نے دیا ہے؟

اس نے کہا۔ میں ایک فرشتہ ہوں، اور جن نے تیری گرفتاری کا حکم دیا ہے وہ حیدر کر رہے۔

میں نے پوچھا۔ اس سے پہلے بھی جو ہمتی گزری تھی وہ کون تھی؟

اس نے جواب دیا۔ وہ نبی کو نبی تھے۔

میں نے کہا میں نے کونسا جرم کیا ہے جس کی یا اس میں مجھے گرفتار کرنے کا حکم ملا ہے۔

اس نے جواب دیا۔

اس کا جواب میرے پاس نہیں ہے یہ وہی جانتے ہیں جنہوں نے حکم دیا ہے۔ میں صرف اتنا بتا سکتا ہوں کہ تیرا انجام ان لوگوں جیسا ہوگا جو گرفتار کر کے لائے جا رہے ہیں۔

اب جو میں نے دیکھا تو عمر سدا اور دیگر کچھ ایسے افراد تھے جنہیں میں نہیں جانتا تھا۔ آتشیں زنجیروں میں جکڑے ہوئے وہیں لائے گئے۔

نبی اکرمؐ کو میری پر تشریف فرما تھے۔ ایک ایک کو آپ کے سامنے لایا جاتا۔ آپ اس سے پوچھتے تو نے کیا کیا تھا وہ کہہ بلایں اپنے منظم بیان کرتا۔ اٹھوڑ بھی روتے اور آپ کے گرد بیٹھنے والے تمام دیگر انبیاء بھی روتے۔ کوئی کہتا میں نے پانی بند کیا تھا۔ کوئی کہتا میں نے چادریں چھینیں تھی۔ کوئی کہتا میں نے عباس کے بازو تم کیے تھے۔ علی هذا القیاس ہر ظالم اپنا ظلم بتاتا اور آپ رو کر فرلتے اسے جہنم میں لے جاؤ۔

مجھے کچھ سہارا ہو گیا کہ کیونکہ میں نے کہہ بلایں ذریت رسولؐ پر کوئی ظلم نہیں کیا تھا۔ اتنے میں ایک بڑھی کر لایا گیا اس نے بتایا کہ میں نے حصین ابن نمیر کے خیمہ کی صرف ایک چوب درست کی تھی جو اندھی سے ٹوٹ گئی تھی۔

آپ نے فرمایا۔ اسے بھی جہنم میں لے جاؤ اب میرا حوصلہ بھی پست ہو گیا۔ آخر میں آپ نے مجھے قریب کرنے کا حکم دیا۔ اور فرمایا۔

مجھے معلوم ہے تو نے میری ذریت پر اور کوئی ظلم نہیں کیا البتہ تو نے فوج یزید میں اضافہ کیا تھا۔ پھر آپ نے حکم دیا کہ اسے بھی جہنم میں لے جاؤ۔ جب ملا کہ مجھے جہنم لے جانے لگے میں خوف سے بیدار ہو گیا۔ میری زبان خشک ہو چکی تھی۔ جسم کا آدھا حصہ مر چکا تھا۔ پھر میں نے ہر ایک کو اپنا یہ خواب سنایا۔

ابن عباس اور یزید :-

ہمارے شفیق ابن سلمہ سے مروی ہے کہ جب فرزند رسولؐ شہید ہو گئے تو مکہ میں عبد اللہ ابن زبیر نے اپنی حکومت کا اعلان کر دیا۔ اور دیگر افراد کے علاوہ ابن عباس کو بھی دعوت بیعت دی۔

ابن عباس نے ابن زبیر کی بیعت سے انکار کر دیا۔

جب یزید کو اطلاع ملی تو اس نے یہ سمجھا کہ ابن عباس میری بیعت پر آمادہ ہے اس لیے ابن زبیر کی بیعت سے انکار کر رہا ہے۔

چنانچہ یزید نے ابن عباس کو خط لکھا۔

اما بعد۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ محمد ابن زبیر نے آپ کو دعوت بیعت دی ہے تاکہ تو اس کے باطل میں اس کا معاون ثابت ہو۔ مگر آپ نے اس کی بیعت سے انکار کر دیا ہے۔ اللہ آپ کو جزائے نیر دے میں آپ کا یہ احسان کبھی نہ بھولوں گا۔ ابن زبیر کے پاس دیا تو اس سے کہنے والے ان افراد پر کڑی نظر رکھیں جنہیں ابن زبیر نے اپنے

جادو میں جکڑ رکھا ہے۔ اور انہیں حقائق سے مطلع کرتے ہیں۔ کیونکہ لوگ اس بے دین کی نسبت آپ کی بات سے زیادہ اثر لیں گے۔

جناب ابن عباس نے یزید کے اس خط کا جواب یوں دیا۔

ابعد! تیرا خط موصول ہوا ہے تو نے یہ لکھا ہے کہ ابن زبیر نے مجھے اپنی بیعت کی دعوت دی ہے اور میں نے اس کی بیعت سے انکار کیا ہے۔ اور میرے اس انکار سے تو نے یہ سمجھا ہے کہ شاید میں ابن زبیر پر تجھے ترجیح دیتا ہوں یا میں نے تیری خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر ابن زبیر کی بیعت سے انکار کیا ہے۔ لیکن مجھے اللہ کی قسم ہے ایسی کوئی بات نہیں۔

تو نے اپنے خط میں مجھے لاپرواہی دینے کی کوشش کی ہے۔ لیکن یاد رکھو۔ میں تجھے تبادوں۔ تو اپنی طرف سے کوئی کوتاہی نہ کر اور جو کچھ تجھ سے ہو سکتا ہے کر۔ مجھ سے کسی اچھائی کی توقع مت رکھو۔

تو کہتا ہے کہ میں لوگوں کو ابن زبیر سے خوف کر کے تیری طرف راغب کروں۔ بخدا ایسا ہرگز نہ ہو گا۔ میری نظر میں ابن زبیر اور تم دونوں برابر ہو۔ البتہ تیرا پلٹا اس لیے بھاری ہے کہ تیرے ہاتھ فرزند رسولؐ کے خون سے سرخ ہیں تو نے بنی ہاشم کے کسبوں اور نوجوانوں کو جس بے دردی سے شہید کیا ہے وہ قیامت تک تاریخ کا حصہ ہے میں کیسے بھول سکتا ہوں۔ بھلا کوئی مسلمان تیرا وہ کردار بھول سکتا ہے کہ تو نے فرزند رسولؐ کو حرم رسولؐ چھوڑنے پر مجبور کیا۔ اس نے حرم خدا میں نہاہ لی۔ تو نے اسے حرم خدا چھوڑنے پر مجبور کیا۔ تو نے حورائے کربلا میں اسے گھیرا۔ اس نے تجھ سے صلح کی ہر کوشش کی لیکن تو نے کوئی بات قبول نہ کی۔ تو میرا انتقام ہے۔ جب بھی میرا بس چلا میں انتقام لوں گا۔ ہو سکتا ہے دنیا میں میرا بس نہ چلے۔ بہر صورت آخرت میں تو تو کہیں نہ بھاگ سکے گا۔ پھر تو نے ذریت رسولؐ کے پردردگان عصمت و عفت کو کوفہ سے شام تک بے مقنع و چادر جس بے حیائی سے تشہیر کرایا ہے جب کوئی غیور مسلمان تیرے اس سلوک کو نہیں بھول سکتا تو کوئی ہاشمی کیسے بھول سکتا ہے۔ اس چند روزہ اقتدار سے فریب نہ کھا۔ جتنا چاہے جی لے تیری زندگی کا ہر لمحہ تیرے نامہ اعمال میں لعنت کے سوا کسی چیز کا بھی اضافہ نہ کرے گا۔

مخارِ آلِ مُحَمَّدٍ

دشمنان آلِ مُحَمَّدٍ نے جہاں آلِ مُحَمَّدٍ کی ذواتِ طاہرہ کو مٹانے کی کوشش کی ہے وہاں انہوں نے مجان آلِ مُحَمَّدٍ کے مٹانے میں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ زیادہ حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد کوفہ میں اپنی گورنری کے زمانہ میں چن چن کر نہ صرف شیعیان آلِ مُحَمَّدٍ کو شہید کیا بلکہ ان کے گھر بھی جلا دیئے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ کوفہ شیعیان آلِ مُحَمَّدٍ سے خالی ہو چکا تھا۔ اور جب جناب مسلم کوفہ میں آئے تھے۔ تو اس وقت آپ کے ہاتھ پر امام حسینؑ کی بیعت کرنے والوں کی اکثریت ان لوگوں پر مشتمل تھی۔ جنہیں زیادہ اپنے دور میں شیعیان آلِ مُحَمَّدٍ کی نشاندہی کرنے پر ماہانہ وظائف دینے کا اعلان کیا تھا۔

اور جب معاویہ کے بعد ان کے وظائف بند کر دیئے گئے تھے تو ان لوگوں نے صرف اپنے وظائف بحال کرنے کی خاطر زیندگی مخالف کی تھی۔ اور امام حسینؑ کو دعوت دی تھی۔

جب زیندگی حقیقت حال سے مطلع ہوا تھا اور اس نے ان زیادہ کو کوفہ بھیجا تھا تو ان زیادہ نے اپنے ان تمام وظیفہ خواروں کے وظائف نہ صرف بحال کر دیئے تھے بلکہ دگنے کر دیئے تھے۔ جس کا واضح نتیجہ تھا۔ ان لوگوں کو دین یا اسلام سے تعلق نہ تھا۔ انہیں اپنے وظائف سے سروکار تھا۔ جب وظائف بحال ہو گئے تو ان سب نے امام حسینؑ کی بیعت توڑ دی اور ملتہ بگوش زیندہ ہو گئے۔

دشمنان آلِ مُحَمَّدٍ نے اپنی طرف سے اگرچہ مجان آلِ مُحَمَّدٍ کو ختم کر دیا تھا۔ لیکن پھر بھی انہیں معلوم تھا کہ مجان آلِ مُحَمَّدٍ زیندہ زمین موجود ہیں۔

چنانچہ ان لوگوں نے مجان آلِ مُحَمَّدٍ کی کردار کشی شروع کر دی۔ اور طرح طرح کی کہانیاں گھڑ گھڑ کر مجان آلِ مُحَمَّدٍ کو متہم کیا تاکہ عوام الناس میں اتنی نفرت پیدا ہو جائے کہ کسی بھی وقت یہ لوگ مجان آلِ مُحَمَّدٍ کے قریب نہ جائیں۔ جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے۔

انہی اسی دسترخوان کے پلٹنے والے مورخین کی خانہ ساز باتوں اور تہاتات کا نشانہ جناب مختار بھی تھے ہیں۔ اور آپ کو اتنا متہم کیا گیا کہ۔ بعض شیعہ علماء بھی یہ کہتے ہیں کہ۔ مختار کا کردار اچھا نہ تھا۔ اس سلسلہ میں جو کچھ کہا گیا ہے اس کے جواب میں اتنا ہی کافی ہے کہ یہ روایات سب امویات ہیں۔ ان کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں خواہ شیعہ کتب میں موجود ہوں یا غیر شیعہ کتب میں۔

ہم ان روایات اور الزامات کو لکھ کر اپنے اوراق کو گندا نہیں کرنا چاہتے۔ اور نہ ہی قارئین کا وقت ضائع کرنا چاہتے ہیں۔ خداوند عالم مختار اور اس کے ہمنواؤں کے مراتب بلند فرمائے۔

ولادت جناب مختار :-

سرکار علامہ جعفر ابن محمد ابن نما نے اپنے رسالہ جناب مختار کو آگ سے نکلا ہوا۔ کندن سونا سے تعبیر کیا ہے۔ جناب مختار کی کنیت ابو اسحاق تھی۔

والدہ جناب مختار :-

جناب مختار کا والد ابو عبیدہ عورتوں کے معاملہ میں بڑا احسان تھا۔ وہ کسی پاک دامن اور عقیقہ عورت سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ اور اس سلسلہ میں اسے کافی انتظار کرنا پڑا۔ بنو ثقیف کے کافی گھرانے جناب ابو عبیدہ کو داماد بنانا چاہتے تھے لیکن انہوں نے انکار کر دیا تھا۔

بالآخر ایک رات عالم خواب میں ابو عبیدہ سے کہا گیا۔ حسین دوم سے شادی کرے اس کے بارے میں تجھے کوئی غلط بات سننے کو نہ ملے گی۔

ابو عبیدہ نے اہل قبیلہ کو اپنے خواب سے مطلع کیا۔

انہوں نے کہا۔ دوم نامی عورت سے تجھے شادی کرنے کا حکم ملا ہے۔ اور ہمیں دوم بنت وہب ابن عمر ابن معتب ہی ایسی عورت نظر آئی ہے جو تیرے خواب کی تعبیر ہو سکتی ہے۔ چنانچہ ابو عبیدہ نے دوم سے شادی کر لی۔

ولادت جناب مختار :-

جناب مختار کی ولادت اسی سال ہوئی جس سال انحضرت نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی۔

والدہ جناب مختار فرماتی ہیں کہ جب مختار میرے شکم میں آیا۔ تو ایک رات خواب میں مجھے کسی نے کہا۔

تجھے بہادر۔ قادر الکلام صاحب مزم دارادہ اور بے باک بیٹا مبارک ہو۔ جب جناب مختار کی ولادت ہو گئی تو اسی شخص نے عالم خواب میں مجھے کہا۔

تو نے ابو عبیدہ کو ایسا بیٹا دیا ہے جو آل حکم اور آل امیرہ کا قاتل ہوگا۔

آنکھوں اور مختار :-

ایک دن سجد نبوی میں بیٹھے ہوئے سرد انبیاء نے اپنے بعد اپنی ذریت پر ہونے والے مظالم کا تذکرہ کیا اور فرمایا میری ذریت کا انتقام نبی تعقیف کا ایک شخص لے گا۔

حضرت علیؑ اور مختار :-

تفسیر امام عسکریؑ میں ایک طویل روایت میں حضرت علیؑ نے فرمایا ہے کہ میرے حسین بیٹے کا انتقام نبی تعقیف کا ایک شخص مختار ابن ابو عبیدہ لینگا۔
سجاد میں اصبح سے مروی کہ میں نے مختار کو حضرت علیؑ کے زانو پر بیٹھے ہوئے دیکھا ہے آپ اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر فرما رہے تھے تو بڑا دانش مند ہو گا۔

امام سجاد اور مختار :-

اللہ مختار پر رحم فرمائے اس نے ہمارے گھروں کو آباد کیا۔

امام باقرؑ اور مختار :-

رجال کشی میں عبد اللہ ابن شریک سے مروی ہے کہ ہم دس ذمی الحج کو امام باقرؑ کی خدمت میں آئے آپ تکبیر لگائے بیٹھے تھے کہ کوفہ سے ایک سن رسیدہ شخص آیا۔
اس نے سلام کے بعد آپ کے ہاتھ کا بوسہ لینا چاہا۔
آپ نے ہاتھ کھینچ لیا۔

آپ نے پوچھا۔ آپ کا نام کیا ہے۔
اس نے عرض کیا۔ قبہ میں ابو محمد حکم ابن مختار ابن ابو عبیدہ ثقفی ہوں۔

کافی ناصد پر بیٹھا تھا۔ آپ اٹھے اور آپ نے دونوں ہاتھ اس طرح بڑھائے جیسے آپ اسے گلے لگانا چاہتے ہوں۔

حکم نے عرض کیا۔ قبہ لوگ میرے والد کے متعلق بہت کچھ کہتے ہیں۔

میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ لوگ کیا کہتے ہیں۔

حکم نے عرض کیا۔ قید لوگ کہتے ہیں مختار جھوٹا اور جاہ پسند تھا۔

آپ نے فرمایا۔ سبحان اللہ! مجھے میرے والد نے بتایا تھا کہ میری والدہ کا حق مہر اسی رقم سے ادا کیا گیا تھا جو مختار نے بھیجی تھی۔

مختار نے ہمارے وہ تمام گھر تعمیر کرائے تھے جو زید نے گرا دیے تھے۔ مختار نے ہمارے قانون کو قتل کیا ہے اللہ مختار پر رحم فرمائے۔ مختار کو برا نہ کہا کرو۔ اس نے ہماری بواؤں کی شادیاں کرائیں۔ تنگدستی میں ہماری خبر گیری کی اور ہمارے قانون کو کیفر دار تک پہنچایا۔

امام صادق اور مختار

رجال کثی میں جازوہ ابن منذر نے امام صادق سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے۔ واقعہ کربلا کے بعد آل محمد کی ستورات میں سے کسی ستورات نے اس وقت تک سیاہ لباس نہیں بدلا۔ سر میں کنگھی نہیں کی جب تک مختار نے تاملان حسین کے سر نہیں بھیجے۔

محقق اردوبیلی اور مختار

مختار کے حق عقیدہ میں کوئی شک نہیں۔ علامہ علی نے مختار کو مقبولین میں سے شمار کیا ہے۔ امام محمد باقر نے مختار کے لیے دعلے خیر کہا ہے۔ علاوہ ازیں اگر جناب سید الشہداء کے غم میں گریہ کرنا جہنم سے نجات اور جنت کا سبب بن سکتا۔

یا اگر ایسے افراد داخل جنت ہو سکتے ہیں تو پھر مختار جیسا شخص کس طرح داخل جہنم ہو گا۔ جس نے عمر سعد شمر خوئی اور قیس ابن اشعث کندی جیسے ملائین کو صرف محبت حسین میں داخل جہنم کیا ہے۔

اس کے بعد سرکار محقق اردوبیلی یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ جناب مختار درجات رفیعہ اور مراتب عالیہ کے حامل افراد سے ہیں۔

ابن نما اور جناب مختار

سرکار ابن نما نے جناب مختار کے سلسلہ میں آخرین فرمایا ہے کہ ہمارے علماء کی اکثریت ایسی ہے جو اللہ کی طرف سے اس توفیق سے محروم ہوتی ہے۔ جو الفاظ کے معانی و مفہوم معین کرنے کے کام آتی ہے اور نہ ہی ان میں ایسا ضمیر ہوتا ہے جو انہیں عالم مدہوشی سے نکال کر بے دار کر سکے۔ اگر جناب مختار کے سلسلہ میں اقوال آئمہ میں تدبر کرتے تو انہیں یہ یقین کرنے میں ذرہ بھی دیر نہ لگتی کہ جناب مختار ان سابقین سے ہیں۔ جن کی اللہ نے بھی

تقریب فرمائی ہے۔ جناب سجادؑ کی مختار کے حق میں دعا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ مختار اللہ کے نیک ترین افراد میں سے ہے۔

اگر اور کچھ بھی ہمارے پاس نہ ہو کم از کم جناب سجادؑ کی دعا ہی کو بنیاد بنا کر یہ کہا جاسکتا ہے کہ۔
اگر مختار آل محمد بد عقیدہ ہوتا تو امام سجادؑ اس کے لیے قطعاً دعا نہ فرماتے۔

اگر جناب سجادؑ کی مختار کے حق میں دعا بارگاہِ خالق میں قبول نہ ہو تو اس کا معنی یہ ہو گا کہ آپ کی دعا عبث اور فضول تھی۔

جب کہ کوئی بھی ذی ہوش دعا لئے امام کے سلسلہ میں ایسا تصور تک نہیں کر سکتا۔

مختار آل محمد کے سلسلہ میں تو ہین امینز قوال آئمہ صرف دشمنان آل محمد نے اس غرض سے تراشے ہیں کہ شیعیان آل محمد مختار کی طرف مائل نہ ہوں۔

تفسیر امام حسن عسکریؑ میں حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ آپ نے اپنے صحابہ سے فرمایا جس طرح بنی اسرائیل کے بعض افراد نے اطاعت کے کے نجات حاصل کی تھی اور بعض نافرمانی کے کے جہنم کا ایندھن بنے تھے بالکل اسی طرح تمہارا حشر بھی ہو گا۔

آپ کے صحابہ نے عرض کی۔

قبلاً نافرمان کون ہوں گے؟

آپ نے فرمایا۔ ایسے افراد کی کئی اقسام ہوں گی۔

ایک قسم ایسے لوگوں کی ہوگی جو ہماری اس عظمت کے شکر ہوں گے جو اللہ نے ہمیں عطا کی ہے۔

ایک قسم ایسے افراد کی ہوگی جو ہمارے حقوق دا جہ ترک کریں گے۔

ایک قسم میں ایسے افراد بھی ہوں گے جو ہمارے فضائل کا انکار کریں گے اور ہمارے حق میں مقصر بھی ہوں گے۔

اور ایک قسم ایسے افراد کی ہوگی جو ہمیں قتل کریں گے۔

صحابہ نے عرض کیا۔ قبلاً ایسا بھی ہو گا؟

آپ نے فرمایا۔ ہاں ایسا ہو گا۔ میرے ان دونوں بیٹوں حسنؑ اور حسینؑ کو ظلم و جور سے شہید کیا جائے گا

اور ایسے افراد سے تو اللہ دینا ہی میں ایسا انتقام لے گا کہ اللہ ان پر بنی ثقیف سے ایک شخص کو مسط کرے گا

جو انہیں تریح کرے گا اور ان کے گھر جلا ڈالے گا۔

صحابہ نے عرض کیا۔ قبلاً ثقیفی کون ہو گا۔

آپ نے فرمایا۔ مختار ابن ابوعبیدہ۔

جناب سجادؑ سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ کے اس ارشاد گرامی کے بعد مختار تاملان حسین پر ہی مسلط ہوا تھا۔

جب حجاج ابن یوسف تک امام سجادؑ کی روایت پہنچی تو اس نے اس کی اس طرح تردید کی۔
جہاں تک نبی اکرمؐ کا تعلق ہے تو انہوں نے یہ قطعاً نہیں فرمایا۔
جہاں تک علیؑ کی روایت کا تعلق ہے کہ اس نے حضورؐ سے کہا ہے تو مجھے اس میں شک ہے کہ علیؑ نے صحیح کہا ہے یا نہیں۔

اور جہاں تک سجادؑ کا تعلق ہے تو وہ اس طرح کی بے سرو پابا تین سنا کر سادہ لوح لوگوں کے ذہن خراب کرتا رہتا ہے۔

جاؤ اور مختار کو گرفتار کر لاؤ۔

جناب مختار کو تلاش کر کے حجاج کے پاس لایا گیا۔

حجاج نے حکم دیا کہ اسے قتل کر دو۔

جناب مختار کو مقتول میں بٹھا دیا گیا۔ اور غلام تلوار لینے گئے۔ ایک آتا تھا دوسرا جاتا تھا۔ ادھر ادھر پھرتے تھے لیکن تلوار کوئی بھی نہیں لاتا تھا۔

حجاج نے کہا۔ کیوں دیر کر رہے ہو کیا بات ہے۔

غلاموں نے کہا۔ جس کمرہ میں تلوار رکھی ہے اس کی چابی نہیں مل رہی۔

مختار نے حجاج سے کہا۔ نبی اکرمؐ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اولاً تو مجھے قتل نہیں کر سکے گا اگر تو نے مجھے قتل کر بھی دیا تو اللہ پھر مجھے زندہ کرے گا۔ اور اس وقت تک نہیں مروں گا جب تک تم میں سے اسی ہزار تین سو تین افراد کو اصل جہنم نہ کروں گا۔

حجاج نے اپنے ایک باڈی گاڈ سے کہا۔ تو جلا د کو تلوار دے تاکہ اسے قتل کرے۔

اس نے تلواری۔ جلا د نے تلواری۔

حجاج نے کہا۔ جلا د جلا د اس کا کام تمام کر دے۔ جلا د نے جلدی میں قدم اٹھایا۔ اسے ٹھوکر لگی اور اس انداز میں گرا کہ تلوار کی لوک اس کے پیٹ میں پورست ہو کر پشت سے نکل آئی۔ اور وہ چند منٹ میں ہی تڑپ کر ٹھنڈا بھی ہو گیا۔

حجاج نے دوسرا جلا د بلایا۔ اور اسے تلوار دے کر مختار کے قتل کا حکم دیا۔

اس نے تلواری اور ہاتھ بلند کیا تاکہ جناب مختار کا سر قلم کرے۔ زمین سے کچھ نکلا اور جلا د کو ڈس لیا۔ جلا د زور سے چیخ اٹھا۔ گرا اور گر کر مر گیا۔

لوگوں نے اس بچھو کو بھی مار دیا۔
مختار نے کہا۔ حجاج تو میرے قتل پر ہرگز قادر نہیں ہوگا۔ کیا تجھے وہ بات یاد ہے جو نزار ابن ممد نے شاپور سے
کہی تھی۔

نزار نے شاپور سے اس وقت کہی تھی جب شاپور عربوں کو قتل کر رہا تھا؛
حجاج نے کہا۔ میں نے نہیں سنی

مختار نے کہا۔ جب شاپور بیدریخ اور بلا جرم و خطا عربوں کو قتل کر رہا تھا تو نزار نے شاپور سے پوچھا تھا کہ
تو کیوں عربوں کو بے گناہ قتل کر رہا ہے۔

شاپور نے جواب دیا تھا کہ ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ عربوں میں سے محمد نامی ایک نبی پیدا ہوگا۔ جو ایرانی
حکومت کا تختہ الٹ دے گا۔ اس لیے میں عرب کا ایک بچہ بھی نہ چھوڑوں گا تاکہ نہ کوئی عرب رہے نہ محمد پیدا ہو اور
نہ ہماری حکومت کو ختم کرے۔

نزار نے کہا۔ دو ہی صورتیں ہیں یا تمہاری کتابیں جھوٹی ہیں یا سچی۔ اگر جھوٹی ہیں تو تمہیں اس جھوٹ کو بنیاد بنا کر
بے گناہوں کا خون نہیں بہانا چاہیے

اور اگر وہ سچی ہیں تو پھر جو کچھ ان میں لکھا ہے وہ ہو کر رہے گا کیونکہ اللہ ہونے والے نبی محمدؐ کے والدین کو بہر صورت
تحفظ فراہم کرے گا۔

میں بھی تجھ سے یہی کہوں گا۔ البتہ ایک ترمیم کے ساتھ اور وہ یہ کہ نبی کریمؐ کی آج تک کوئی بات غلط ثابت نہیں ہوئی
اور اس نے توراہ بتا دی ہے کہ مختار بنی امیہ اور ان کے ہمنواؤں میں سے اسی ہزار تین سو تین کو اصل جہنم کرے گا۔
خواہ تو میرے قتل کی کوشش کریا نہ کر۔ تو مجھے قتل نہیں کر سکے گا اور نہ ہی تو ان کو بچا سکے گا جنہوں نے میرے ہاتھ سے
قتل ہونا ہے۔

حجاج نے تیسرے جلاوت سے کہا۔

جلدی کر اور اسے قتل کر دے۔

مختار نے کہا۔ تو مجھے قتل تو نہ کر سکے گا۔ ویسے اب میری خواہش یہ تھی کہ بجائے ان غریب جلاوتوں کو قربانی کا
بجوابانے کے تو خود ہی مجھے قتل کرنا مجھے یقین ہے کہ اللہ نے جس طرح اس جلاوت پر پھیر مسلط کیا ہے تجھ پر اتر دیا
مراڑ کرے گا۔

جب جلاوت نے توراہ بند کی۔ دروازہ سے عبدا الملک ابن مروان کا ایک ندیم خاص داخل ہوا اور زور سے پکارا۔
رک جا جلاوت رک جا۔ مجھے آنے دے۔

جب وہ آیا تو اس نے حجاج کو عبدا الملک کا خط دیا۔ اس میں لکھا تھا۔

میں گھر بیٹھا تھا کہ ایک پرندے نے مجھے رتوں لاکر دیا جس میں لکھا تھا کہ تو نے مختار کو گرفتار کر لیا ہے۔ اور اسے اس لیے قتل کرنا چاہتا ہے کہ وہ کہتا پھر تاب سے کہ نبی کو نبین کی پیش گوئی ہے کہ وہ بنی امیہ کے خیر خواہوں میں ہے اسی ہزار تین سو تین افراد کو قتل کرے گا۔

جیسے میرا خط سمجھے اسے آزاد کر دے اور حسن سلوک کر کے باعزت رہا کر دے۔ کیونکہ اولاً تو مختار میرے ولید بیٹے کی آیا کا شوہر ہے۔

اور ثانیاً جو کچھ وہ کہتا ہے وہی صورتیں ہیں یا سچ ہے یا جھوٹ۔ اگر سچ ہے تو پھر اسے قتل کرنا تیرے بس سے باہر ہے۔ اور اگر جھوٹ ہے تو کسی بے گناہ کو ایک جھوٹ کی بنیاد پر قتل کرنا درست نہیں حجاج مختار کو چھوڑنے پر مجبور ہو گیا۔

جناب مختار قتل سے اٹھے بنی امیہ سے تبرک کرتے ہوئے چلے گئے۔ اور کہتے گئے انشاء اللہ وہ وقت دور نہیں جب میری تلوار ہوگی اور تمہاری گردن۔ فرزند رسولؐ کا بے گناہ خون میں یوں مغمم نہیں ہونے دوں گا۔ میں بنی امیہ کو اس طرح ذلیل کر دوں گا جس طرح ذلیل کرنے کا حق ہے۔

دوسری مرتبہ گرفتاری ۱۔

حجاج کو اطلاع ملی کہ مختار پہلے سے بھی زیادہ اموی حکومت کے خلاف ترویج کرتا پھر تاب سے۔ حجاج نے پھر مختار کو گرفتار کرنے کا حکم دیا۔

جناب مختار کو دوبارہ گرفتار ہو کے حجاج کے پاس لایا گیا تو۔ حجاج نے پھر جلا دیکھ دیا کہ اسے فوراً قتل کر دے۔

مختار نے کہا۔ دیکھ حجاج! اللہ سے مقابلہ اچھا نہیں۔ جب اللہ کا فیصلہ ہے کہ میں ہی قاتلان حسینؑ کا قاتل ہوں تو بار بار میرے قتل کی کوشش سے اپنے، جنہی مراتب میں کیوں اضافہ کرتا ہے، اگر سرور دنیا کی مستقبل سے متعلق کوئی اطلاع جھوٹی ثابت ہوئی ہو تو مجھے بھی بتا دے۔ جب ایسا نہیں ہے تو کیوں خود بھی پریشان ہوتا ہے۔ اور دوسروں کو بھی پریشان کرتا ہے۔

جہاں تک میرا تعلق ہے تو میری طرف سے مطمئن رہ میرے یقین میں کبھی تزلزل نہیں آئے گا اگر چاہے تو مجھے اسی طرح تلوار کے نیچے بٹھائے رکھ۔

حجاج نے مختار کی بات سنی ان سنی کر دی اور جلا د سے قتل کو کہا۔

ابھی تک جلا د نے تلوار بند نہیں کی تھی کہ ایک پرندہ نے حجاج کی جھولی میں ایک رتوں لاکر حجاج نے اسے کھولا تو وہ عبد الملک کی طرف سے تھا۔

عبدالملک نے حجاج کو لکھا کہ میں تجھے دوسری مرتبہ منع کر رہا ہوں مختار کو کچھ نہ کہہ۔ مختار کا ہمارے اوپر حق ہے میرے بیٹے ولید کی رضامندی کا شوق ہے۔ جب تک جرم نہیں کرے گا اس وقت تک صرف گمان کی بنا پر ہم اسے قتل نہیں کر سکتے۔ جو کچھ وہ کہتا پھرتا ہے اگر جھوٹ ہے تو ہمیں گھبرانے کی ضرورت نہیں اور اگر سچ ہے تو ہم لاکھ کوشش کریں ہم کامیاب نہیں ہو پائیں گے۔ مختار کا معاملہ بالکل ایسا ہے۔ جیسے بخت نصر کا تھا۔ بخت نصر کو جناب دایانہ نے صرف اس لیے قتل ہونے سے بچایا تھا کہ اسے بنی اسرائیل سے مظلوم بیچنے کے بے گناہ قتل کا انتقام لینا تھا۔

حجاج نے حیرت اور نفوس سے مختار کو چھوڑ دیا اور کہا۔

یاد رکھنا پھر ایسی بات نہ کرنا۔

مختار دربار سے باہر آیا اور اپنی تبلیغ میں شروع ہو گیا۔ حجاج کو پھر اطلاع ملی کہ مختار اپنی تبلیغ میں ہی

مصروف ہے۔

تیسری گرفتاری -۱

حجاج نے مختار کی گرفتاری کا حکم دیا۔ جناب مختار کو اطلاع ملی گئی کہ گرفتاری کے وارنٹ جاری ہو چکے ہیں۔ اور پولیس تیسری تلاش میں ہے۔ مختار کچھ عرصہ تک روپوش ہو گیا۔ لیکن چونکہ قاتلانہ فرزند رسول بے شمار تھے اور تمام نے سن رکھا تھا کہ مختار ہیں قتل کرے گا۔ وہ سب اسی نگر میں رہتے تھے کہ کسی نہ کسی طرح مختار قتل ہو جائے اس لیے مختار کے سلسلہ میں حجاج کو زیادہ جاسوسی کی ضرورت نہیں پڑتی تھی کیونکہ مختار کے سلسلہ میں کر بلا میں فوج یزید کا ہر سپاہی بلا تنخواہ جاسوس بنا ہوا تھا۔

جناب مختار زیادہ عرصہ روپوش نہ رہ سکے۔ گرفتار ہو گئے۔

حجاج کے پاس پیش کیے گئے۔ حجاج نے پھر قتل کا حکم دیا۔ پھر اسی طرح حجاج کو مروان کا خط موصول ہوا اب اس میں حکم مختلف تھا۔ لکھا تھا۔

حجاج تجھے مختار آرام سے نہیں بیٹھنے دے گا اگر زیادہ خطر ہے تو مختار کو میرے پاس بھیج دے۔

حجاج نے خط پڑھ کر جلا دیا اور روک دیا۔

مختار کو زندان میں لے جانے کا حکم دیا۔ اور عبدالملک کو یہ خط لکھا۔

بھلا ایسے دشمن کو میں کیسے کپ کے پاس بھیج دوں جو نہ گلی دیکھتا ہے نہ بازار جہاں چند آدمی دیکھتا ہے ان

کے پاس جا کر بنی امیہ کی ایسی مذمت کرتا ہے اور لوگوں کو اموی تاریخ کے ایسے واقعات سناتا ہے کہ چار آدمیوں میں سے دو تو کم از کم اس کے ہمنوا بن ہی جاتے ہیں۔ اگر شام میں آگیا تو حکومت کا ستیاناں مار دے گا۔

عبد الملک نے جواب لکھا۔

بعض احمق انسان اقتدار ملنے سے دانا ہو جاتے ہیں اور بعض دانش مند اقتدار کی کرسی پر پراجمان ہو کر احمق ہو جاتے ہیں۔ ابھی تک تجھے اتنی سی بات سمجھ نہیں آ سکی کہ جو کچھ مختار کہتا پھر رہا ہے۔ اس کی دو صورتیں ہی ہیں۔ یا وہ حدیث جھوٹ ہو گی یا صحیح۔

اگر جھوٹ ہے تو ہمیں ڈرنے اور گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر سچ ہوئی تو پھر ہمارا کار دار وہی ہو گا جو فرعون کا موسیٰ کے ساتھ تھا۔ ہم پالیں گے مختار کو تاکہ ہمیں ہی قتل کرے۔

یہ خط پڑھ کر حجاج نے جناب مختار کو عبد الملک کے پاس بھیج دیا۔

بہر کار علماء مابن نمائے جس ترتیب سے جناب مختار کی زندگی کے نشیب و فراز بیان کیے ہیں مناسب ہو گا اگر ہم اپنی اس تالیف میں انہیں ہو بہو نقل کر دیں۔

جناب مختار اتنا فی فصیح و بلیغ تھے۔ بڑے محتاط رہتے تھے۔ کردار و گفتار میں بہت کم لغزش دکھاتے تھے۔ سادہ خطیب تھے۔ ان کے کلام میں سچ بندی فطری تھی۔ اتنا ہی مختصر مگر محکمات بات کرتے تھے۔ مضبوط دل کے مالک تھے اپنے وقت کے شجاع ترین افراد میں ان کا نام لیا جاتا تھا۔ ان کا ہر اندازہ ہمیشہ درست ثابت ہوتا تھا۔ جس کام میں ہاتھ ڈالتے تھے ناکام کبھی نہ ہوتے تھے۔

اگر جناب مختار ان اوصاف کے حامل نہ ہوتے تو بڑے بڑے رومائے لشکر آپ کو کبھی اپنا حکمران تسلیم نہ کرتے۔ حضرت علی نے آپ کے بچپا کو مدائن کا گورنر بنایا۔ تو جناب مختار مدائن میں چچا کے ساتھ تھے۔

حضرت علیؑ کو کوفہ میں شہادت کے بعد جب آل محمد واپس مدینہ چلے گئے اور معاویہ کی طرف سے میغرہ ابن شیبہ کو کوفہ کا گورنر بن کر آیا۔

تو جناب مختار بھی کوفہ چھوڑ کر مدینہ آ گئے۔

مدینہ میں آپ کی زیادہ صحبت جناب محمد حنیفہ سے رہتی تھی۔ اور جناب محمد سے اس نے کافی علوم و فیوض اور احادیث کا ذخیرہ حاصل کیا۔

کچھ عرصہ مدینہ قیام کے بعد واپس کوفہ آ گیا۔ اور میغرہ ابن شیبہ کے پاس آنے جانے لگا۔ ایک دن میغرہ اور مختار دونوں اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار میر کو جا رہے تھے۔

بازار سے گزرتے ہوئے۔ میغرہ نے کہا۔

مجھے ایک ایسا نعرہ معلوم ہے کہ اگر کوئی عام سادھی بھی وہ نعرہ لے کر اٹھ کھڑا ہو تو تمام اہل عجم اور کچھ عرب اس شخص کے گرد جمع ہو جائیں گے۔ لیکن ہم نے ایسے افراد کی حوصلہ شکنی کی خاطر اتنا کام کیا ہے کہ وہ نعرہ لگانے کا تصور بھی کوئی نہ کرے گا۔

مختار نے کہا۔ چچا ایسا کونسا نعرہ ہے۔

منیرہ نے کہا۔ اس وقت مظلومیت آل محمدؑ ایک ایسا جذباتی نعرہ ہے کہ سادہ لوح عوام مظلومیت آل محمدؑ کے نام پر کٹ مرنے کو تیار ہو جائیں گے۔

یہ سنکر مختار خاموش ہو گیا۔ ایک دن سعید ابن خالد جدلی سے جناب مختار کی ملاقات ہوئی۔ توجہاً مختار نے کہا۔

اے سعید! اکثر الہامی کتب میں بھی ہے۔ سرور انبیاء اور حضرت علیؑ سے بھی منقول ہے کہ بنی ثقیف سے ایک شخص جابر عمران کو قتل کرنے کا مظلومین کا انتقام لے گا۔ اور بے چاروں کی مدد کرے گا۔

جو اوصاف ان کتب میں بیان کی گئی ہیں جب میں ان اوصاف کا موازنہ اپنے کردار سے کرتا ہوں تو مجھے وہ تمام اوصاف اپنے اندر نظر آتی ہیں۔ البتہ دو اوصاف ایسے ہیں جو مجھ میں نہیں ہیں۔ سعید نے پوچھا وہ کون سے ہیں۔

مختار نے کہا۔ الہامی کتب میں بنی ثقیف کے جوان کا تذکرہ ہے جب کہ میں تو ساٹھ برس سے بھی ادھر جا رہا ہوں۔

اور دوسرا الہامی کتب میں ثقفی جوان کی ایک آنکھ میں پھولا بتایا گیا ہے جب کہ میری دونوں آنکھیں بھی صحیح ہیں۔

سعید نے کہا۔ جہاں تک ثقفی جوان کی بات ہے تو یہ اہم نہیں ہے کیونکہ یہ تو یقینی نہیں ہے کہ الہامی کتب میں جوانی سے مراد عمر کی جوانی ہو یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ جوانی سے مراد جذبات کی جوانی ہو اور جذبات کی جوانی کسی عمر کی پابند نہیں ہوتی۔

جہاں تک آنکھ میں پھولے کا تعلق ہے تو الہامی کتب میں یہ تو نہیں لکھا ہوا کہ پھولا مادر زاد ہو گا۔ ہو سکتا ہے کہ حادثات زمانہ تیری آنکھ میں وہ پھولا پیدا کر دیں۔

جناب مختار اسی نکر میں رہے تھی کہ معاویہ مر گیا۔ یزید مسند نشین حکومت ہو گیا۔ فرزند رسولؐ کو مدینہ بدر ہونے پر مجبور کیا گیا۔ پھر کہ چھوڑنے پر مجبور کیا گیا۔

امام حسینؑ نے کوفیوں کے اصرار پر جناب مسلم کو کوفہ بھیجا۔ جب جناب مسلم کوفہ آئے تو سب سے پہلا قیام جناب مختار کے گھر تھا۔ جناب مختار ہی نے سب سے پہلے جناب مسلم کے ہاتھ پر امام حسینؑ کے لیے بیعت کی۔ جناب مسلم کی شہادت کے بعد جناب مختار کو گرفتار کیا گیا۔

جب ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا۔ تو ابن زیاد نے کہا۔ اے ابن عبید کیا تو ہمارے اعداؤ کی بیعت

کرنے والوں سے تھا۔

مختار نے ابھی کوئی جواب نہ دیا تھا۔

عمر و ابن حریش نے فوراً کہا کہ آپ کو کسی نے غلط بتایا ہے۔

بنتی تقیف جو کچھ کافی بڑا قبیلہ تھا اور ابن زیاد کو فرزند رسولؐ کے خلاف ان لوگوں کی حمایت درکار تھی۔ اس لیے ابن زیاد اور عمر و ابن حریش کے مابین یہ فیصلہ پہلے سے ہو چکا تھا۔ چنانچہ عمر و ابن حریش کے کہنے پر ابن زیاد نے کہا۔

مختار! یاد رکھ اگر عمر و ابن حریش کی گواہی نہ ہوتی تو میں تجھے قتل کر دیتا۔ پھر ابن زیاد نے چھڑی جناب مختار کی آنکھ میں گھونپ دی جس سے آپ کی آنکھ زخمی ہو گئی۔ ابن زیاد نے جناب مختار اور عبد اللہ ابن عمارت ابن سے عبد المطلب دونوں کو زندان میں لے جانے کا حکم دیا۔ جب یہ دونوں زندان میں پہنچے تو جناب یشتم تمہارے اسی زندان میں موجود تھے۔

ایک دن زندان میں یہ تینوں جمان آل محمد بیٹھے تھے۔ جناب عبد اللہ نے کہا۔ مجھے ڈر ہے کہیں ابن زیاد ہمیں قتل نہ کرادے۔

دل تھا ایک مرتبہ حجامت ہی کر لیتے۔

جناب مختار نے کہا۔ ایسا نہیں ہوگا۔ ابن زیاد ہمارا قاتل نہیں ہے۔ کم از کم مجھے اور تجھے تو یہ قتل نہ کر سکے گا۔ اب تو آپ کی مصیبت کا وقت ختم ہو رہا ہے عنقریب میں آپ کو بصرہ کے تخت پر حکمران دیکھ رہا ہوں۔ جناب یشتم نے فرمایا۔

مختار میں دیکھ رہا ہوں کہ تو قاتلان فرزند رسولؐ سے انتقام لے رہا ہے اور ابن زیاد کا سر تیرے دسترخوان پر ہے اور تو اپنا باپا پاؤں اس کے دائیں رخسارے پر رکھے ہوئے ہے۔

جناب مختار نے کہا۔ مجھے آپ تختہ دار پر لٹکے ہوئے فضائلِ مولا علیؑ بیان کرتے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔ جلااد کوڑے برسائے جا رہا ہے اور آپ برابر فضائلِ بیان کر رہے ہیں۔ پھر آپ کی مبارک زبان کاٹی جا رہی ہے۔ واقفاً آپ کا امتحان بہت سخت ہے۔ زندان کی تاریکی میں شب دروز گزرتے رہے۔ واقفہ کر بلا ہو گیا۔ فرزند رسولؐ شہید کر دیئے گئے۔

ایک مرتبہ موقوف گیا۔ جناب مختار نے اپنی بہن صفیہ بنت ابو عبیدہ جو عبد اللہ ابن عمر کی بیوی تھی کو خط لکھا۔

کہ اپنے شوہر سے کہہ زیاد سے سفارش کر کے مجھے رہائی دلادے۔

چنانچہ صفیہ نے عبد اللہ سے کہا۔ عبد اللہ نے زیاد کو خط لکھا۔

یزید نے جب خط پڑھا۔ اس وقت یزید کی پھوپھی ہند بنت ابوسفیان بھی بیٹھی تھی۔ اس نے اپنے بھانجے
عبد اللہ ابن حارث کی سفارش کر دی۔

یزید نے ابن زیاد کو خط لکھا کہ مختار اور عبد اللہ کو آزاد کر دے۔

ابن زیاد نے دونوں کو آزاد کر دیا۔ اور مختار سے شرط لی کہ تین دن کے اندر کوفہ سے نکل جاؤ ورنہ میں قتل
کر دوں گا۔

مختار نے کہا میرا کوفہ میں کیا رکھا ہے اگر مجھے آج کا بھی کہتا تو میں اسی وقت کوفہ سے نکل جاتا۔ تو مطمئن رہ تین دن
کے بعد مجھے کوفہ میں نہیں دیکھے گا۔

چنانچہ تیسرے دن مختار اپنا ضروری سامان سفر نے کوفہ سے جاز کی طرف روانہ ہو گیا۔ واقعہ کے مقام پر مختار کی
ملاقات صقب ابن زبیر اسدی سے ہوئی۔

صقب نے کہا اے ابواسحاق یہ آپ کی آنکھ کو کیا ہوا ہے۔

مختار نے کہا۔ ابن مرجان نے چھڑی باری ہے جس چیز سے یہ لوگ جتنا جلدی جاگا رہے ہیں وہ چیز اتنی
جلدی ان کے گرد گھیرا تنگ کر رہی ہے۔ مجھے تو معلوم ہے کہ ابن زیاد فرزند رسول کا قاتل ہے عنقریب وہ وقت
آنے والا ہے۔

جب میں اس خبیث ابن نبیث کے ایک عضو بدن کے کئی کئی ٹکڑے کروں گا۔

بخدا! میں فرزند رسول کے عوض اتنے افراد قتل کروں گا جتنے بخت نصر نے جناب یحییٰ کے عوض قتل کیے تھے اور
ان کی تعداد ستر ہزار تھی۔

میں اس سے بھی زیادہ قتل کروں گا۔

مجھے اس ذات کی قسم جس نے قرآن نازل کیا۔

جس نے سچی دباطل میں فرقان بیان کیا۔

جس نے اپنی مخلوق کو تابع ادیان بنایا۔

جس نے طعیان کی مذمت کی ہے۔

میں از عثمان۔ بنی مذحج و بنی ہمدان۔ بنی نہد و بنی خولان۔ بنی بکر و بنی ہران۔ بنی نفل و بنی بھقان۔ بنی عبس و

بنی ذبیان اور بنی قیس و بنی عیلال کو بخت بنی الرحمن کے قصاص میں قتل کروں گا۔

اے صقب سمیع و عظیم۔ علی و عظیم۔ عادل حکیم عزیز و کریم اور رحمن و رحیم اللہ کی قسم! میں بنی کندہ و سلیم اور

روسائے بنی تمیم کو اس طرح پس ڈالوں گا جس طرح چلکی میں جو پیسے جاتے ہیں۔

اس کے بعد مکہ میں آیا۔ ابن عرق کہتا ہے کہ مکہ میں میری ملاقات مختار سے ہوئی۔ میں نے پوچھا یہ تیری

آنکھ کو کیا ہوا ہے۔

مختر نے کہا۔ این زیاد کے تشدد کا بقیہ ہے۔

اسے ابن عرق کچھ معلوم ہے فتنہ کا جو شعلہ بنی امیہ نے فرزند رسولؐ کے قتل سے بھڑکایا ہے اب اس کی سنگتی جنگاریاں امت مسلمہ کے ہر گھر میں پہنچ رہی ہیں۔ مجھے ایسے نظر آ رہا ہے کہ فساد کی بجلیاں چمک چمک کر لوٹ رہی ہیں اور لوٹک کر لوٹک رہی ہیں۔

دجلہ اور اس کے نواح میں ہر جنگاری سنگ اٹھی ہے۔

مختار موت یزید تک مکہ ہی میں رہا۔ ۴۳ھ اربع الاول ۳۳ھ کو یزید واصل جہنم ہوا۔

اس کی مدت حکومت دو برس آٹھ ماہ تھی۔ ۳۸ برس کی عمر میں ہلاک ہوا۔ گیارہ بیٹے چھوڑ کر مرا۔

یزید کے بعد اس کے بیٹے معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کی گئی۔ لیکن مروان نے جلد ہی اس سے چھٹکارا حاصل کر لیا۔ پہلے اسے حکومت سے دست بردار ہونے پر آمادہ کیا۔ خود حکومت سنبھالی۔ پھر اس کی ماں سے شادی کر لی۔ اور معاویہ کو قبرستان بھجوادیا۔ شام میں تو مروان حکمران ہو گیا۔ لیکن عراق اور مکہ میں مروان کو تسلیم نہ کیا گیا۔ مکہ میں ابن زبیر نے اپنی حکومت کا اعلان کر دیا۔

بصرہ میں ابن زیاد خود مختار بن گیا۔

اب کوفہ والوں نے ایک مرتبہ پھر دیکھا کہ ہمارے وظائف تو بند ہو گئے۔

چنانچہ انہوں نے نصرت فرزند رسولؐ نہ کرنے پر کف انوسس ملنا شروع کر دیئے۔ وہ مجاہد علیؑ جو ابن زیاد نے زندان میں ڈال رکھے تھے۔ اور شہادت مظلوم کربلا کے بعد انہیں رہا کر دیا تھا وہ سب اس تاک میں تھے چنانچہ انہوں نے ابن زبیر کی سپاہیوں کے اس انوسس کو مزید بھجوا دی۔

چنانچہ سلیمان ابن مرد خراسمی جو شرف صحابیت سے بھی مشرف تھا۔ اور رفاقت حضرت علیؑ کی سعادت سے بھی فیض یاب تھا نے سب سے پہلے زبان کھولی۔ اور لوگوں کو انتقام فرزند رسولؐ پر آمادہ کیا۔ لوگ تو پہلے تیار تھے سلیمان کے گرد جمع ہونا شروع ہو گئے۔

سلیمان کی آواز پر مسیب ابن نجیمہ فراری نے بلیک کہی۔

اسی طرح عبد اللہ بن سعد ازدی۔ رفاعہ ابن شذاد بھلی۔ اور عبد اللہ بن ابی داؤد تیمی جمع ہو کر سلیمان کے گھر آئے۔ ان کے ساتھ مجاہد علیؑ کی خاصی تعداد تھی۔

سلیمان نے حمد و ثنائے خالق کے بعد کہا۔

آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ فرزند رسولؐ کی نصرت ہمیں کس کس طرح گھیر کر رکھا گیا ہے۔ بعض کو زندان میں ڈال دیا گیا۔ بعض کو دارالامارہ میں پابند سلاسل کر دیا گیا۔ بعض کو ان کے گھروں میں نظر بند کر کے پہرے بٹھار دیئے گئے۔

کچھ شہید کر دیئے گئے۔

فرزند رسول ہمارے گھر آکر شہید کر دیئے گئے اور ہم تاحال زندہ پھر رہے ہیں۔ اس زندگی سے تو موت ہی بہتر تھی۔ آخر ایک دن مرنا تو ہے ہی۔ اگر ایسی موت آجائے جس سے ہم نبی کو نبی کے سامنے سرخرو ہو کر جائیں تو ہمیں اس موت پر فخر کرنا چاہیے۔

رفاعہ ابن شداد نے کہا جو کچھ آپ نے فرمایا۔ ہمارے دل کی آواز ہے۔ آپ اللہ کا نام لے کر قدم بڑھائیں ہم آپ کے ساتھ ہیں۔

اتفاق رائے ہو جانے کے بعد وہ مشیعوہ جو ابن زیاد کے مظالم سے تنگ آکر کوفہ سے مدینہ میں منتقل ہو چکے تھے ان نے انہیں خط لکھا۔ اور اپنی دعوت پیش کی۔ خط عبد اللہ ابن مالک طائی کو دیا۔ اور اسے تاکید کی کہ خط فقط سعد ابن حذیفہ یمانی کو دینا۔

جب یہ خط مدینہ پہنچا۔ اور وہ لوگ حقیقت حال سے مطلع ہوئے تو انہوں نے فوراً جناب سلیمان کو اپنی حمایت کا یقین دہانی کا جواب لکھ دیا۔

سلیمان نے طیبان ابن ہمارہ تمہی کے ہاتھ ایک خط ثنی ابن مخزوم بصری کو بھی بھیجا۔ ثنی نے خط پڑھ کر جواب لکھا۔

ارادہ نیک ہو تو ساتھ حسب مشاغل جاتے ہیں۔ آپ تیاری کریں میں اپنے تمام ساتھیوں کے ہمراہ آپ کے اشارہ کا منتظر ہوں۔ جو نبی اشارہ ملا جہاں کہیں گے حاضر ہو جاؤں گا۔ وقت بہت زیادہ گزر چکا ہے۔ اب مزید تاخیر مناسب نہ ہوگی۔

یزید کی زندگی تک تو مکہ میں عبد اللہ ابن زبیر لوگوں کو یزید سے متنفر کرنے کی خاطر فرزند رسول کے انتقام پر آمادہ کرتا تھا اور ہر تقریر میں آل محمد کی مظلومیت بیان کرتا رہتا تھا۔ لیکن جب موت یزید کی اطلاع ملی تو ابن زبیر نے پیڑا بدل لیا اور مظلومیت آل محمد کی فوج خوانی ختم کر کے اپنی بیعت کی طرف دعوت دینے لگا۔

چونکہ مکہ میں رہائش کے دوران مختار بھی ابن زبیر کی تقریریں سن چکا تھا۔ اس لیے وہ بھی کافی متاثر تھا۔ مرگ یزید کے بعد جب مختار بن زبیر کے رویہ میں تبدیلی دیکھی تو ابن زبیر سے مایوسی ہو کر کوفہ کا رخ کیا۔ راستہ میں مختار کو ہانی ابن ابو حیرہ و داعی ملا۔

مختار نے کوفہ کے حالات پوچھے۔

ہانی نے کہا اگر آج کوفہ والوں کو کوئی اچھا قائل مل جائے تو کوفہ والے کرہ ارض پر چھا جلنے والے جذبات رکھتے ہیں۔

مختار نے کہا۔ انشاء اللہ۔ اللہ کی مدد سے میں یہ کام کروں گا۔ اور قاتلان حسین کو جلا کر ان کو کھنڈر کر داریں گے۔

پہنچاؤں گا۔

پھر مختار نے بانی سے سلیمان ابن مرد کے متعلق پوچھا۔ کہ کیا اس نے محمدین سے جنگ کی خاطر کوئی عملی قدم اٹھایا ہے۔

بانی نے کہا۔ ابھی تک اٹھایا تو نہیں لیکن ارادہ کر رہا ہے۔

مختار آگے بڑھا۔ نہر حیرہ پر آیا غسل کیا۔ لباس بدلنا۔ تلوار لگے ہیں حائل کی۔ جوہ کا دن تھا۔ داخل کوذہ ہوا۔ کسی قید کی مسجد یا محفل کے قریب سے گزرتا تو سلام دینے کے بعد کہتا۔

مبارک ہو میں آگیا ہوں۔ جو آپ چاہتے ہیں وہی میں چاہتا ہوں عنقریب ہم دوش بدوش قاتلان ذریت رسول سے انتقام لیں گے۔ سیدھا مسجد جامع میں آیا نماز پڑھی۔ لوگوں نے دیکھ لیا کہ مختار آگیا ہے۔ اور اس کے تیر تارے ہیں کہ کسی خاص مقصد کے تحت آیا ہے۔ اب امید ہے ہمارے دل کی بھڑاں بھی نکل جائے گی۔

نماز سے فارغ ہو کر مختار اپنے گھر آیا۔ تمام شیعیان آل محمد کے نام پیغام بھیجا کہ۔ مجھے محمد حنیف نے آپ کی طرف بھیجا ہے۔

ان کی خواہش ہے کہ قاتلان ذریت رسول سے بدلہ لیا جائے۔

تمام شیعوں مختار کے گھر جمع ہوئے۔

اور انہوں نے کہا۔ ہم بالکل تیار ہیں۔ لیکن ایسا نہ ہو کہ قیادت کا اختلاف ہمیں اپنی منزل سے دور کر دے۔ آپ موجود نہ تھے۔ ہمیں سلیمان ابن مرد خنای نے اسی مقصد کے لیے جمع کیا تھا۔ ہم نے لیک بکہ کراں کے ہاتھ پر بیت کر لی آپ ذرا انتظار کریں اور دیکھیں کہ سلیمان کیا کرتے ہیں۔

چنانچہ مختار خاموش ہو گیا اور سلیمان کا انتظار کرنے لگا۔ تمام شیعیان آل محمد خفیہ طور پر تیاریوں میں مصروف تھے۔ شیعیان آل محمد کو تین طرف سے خطرہ تھا۔

عبدالملک ابن مروان کیونکہ خود مروان تو زہینہ حکومت کرنے کے بعد اپنے انجام کو پہنچ گیا تھا اب عبدالملک ابن مروان شام کا حکمران تھا۔ اس سے بھی شیعوں کو خطرہ تھا۔

عبدانث بان زہیر سے بھی خوف تھا۔ اور سب سے زیادہ خطرہ اہل کوذہ سے تھا۔ کیونکہ اہل کوذہ کی مقامی شیعہ آبادی کو زیادہ اور ان زیادے ختم کر دیا تھا۔ کوذہ کی ۹۹ آبادی زیدی تھی اور یہ تمام میدان کر بلا میں ذریت رسول کے خلاف موجود تھے۔ سلیمان ہوا مختار دونوں کی ہم قاتلان حسین کے خلاف تھی اور اہل کوذہ براہ راست ذریت رسول کے قتل میں ملوث تھے۔

جناب مختار دوسری مرتبہ زندان کو فرمیں :-

عمر بن سعد اور شبث ابن ربیع کی نظر کو ذہ کی سیاست پر تھی۔ جب انہوں نے دیکھا کہ مختار کو ذہ میں آ گیا ہے۔ اور لوگوں کی آمد و رفت بڑھ گئی ہے۔ تو ان دونوں نے اہل کو ذہ سے کہا۔ اگر تم مارے گئے تو ہم بھی تمہارے ساتھ مارے جائیں گے۔ اگر زندگی چاہتے ہو تو مختار کو گرفتار کر کے قید کر دو۔ ورنہ تمہیں معلوم ہے کہ مختار ایک عرصہ سے تمہارے قتل کی تیاریوں میں مصروف ہے۔

اہل کو ذہ نے کہا۔ تم مختار کی بات کیوں کرتے ہو۔ وہ تو خاموش بیٹھا ہے۔ اور سلیمان کی بات کیوں نہیں کرتے؟

ان دونوں نے مکاری سے کام لے کر کہا۔ دیکھو سلیمان نے صرف اقتدار حاصل کرنے کی خاطر انتقام آل محمدؑ کا نوحہ لگا رکھا ہے۔ وہ صرف اور صرف تمہارے دشمن سے لڑے گا۔ جب کہ مختار کے دشمن تم خود ہو۔ اس کا مقصد اقتدار نہیں انتقام ہے۔

اہل کو ذہ ان کے جال میں پھنس گئے۔

انہوں نے پوچھا پھر ہم کیا کریں۔

ان دونوں نے کہا کہ ناکا ہے۔ ابھی تک مختار تنہا ہے۔ صرف پندرہ بیس آدمی چلے جاؤ۔ اسے قابو کر کے ہاتھوں میں رسیاں اور پاؤں میں بیڑیاں ڈال دو۔ گورز کو ذہ کے سپرد کر دو وہ تمہیں انعام بھی دے گا اور مختار کو بھی قید کر دے گا۔

چنانچہ ان لوگوں نے اپنا تک دھاوا بولا جناب مختار کو گرفتار کیا۔ ہاتھوں اور پاؤں میں رسیاں اور بیڑیاں ڈال دیں۔

ابراہیم بن محمد بن طلحہ نے عبداللہ بن زبیر سے کہا۔ اس کے گلے میں طوق ڈالو۔ اس کے پاؤں سے۔ جوتے اتار لو اور ننگے پاؤں لے کر چلو۔

عبداللہ نے کہا۔ ہرگز نہیں۔ ایک شریف آدمی ہے۔ ابھی تک اس نے کوئی جرم نہیں کیا۔ ہاتھ تو بجائے خود اس نے تو تاحال ہمارے خلاف زبان بھی نہیں کھولی ہم نے صرف گمان کی بنا کر اسے گرفتار کیا ہے۔ لہذا سواری لاؤ اسے سوار کر کے لے جائیں گے۔

ایک سیاہ رنگ نچر لایا گیا اس پر بٹھا کر جناب مختار کو زندان میں لاکر ڈال دیا گیا۔

یحییٰ ابن عیسیٰ کہتا ہے کہ میں اور حمید بن مسلم ازوی مختار کے پاس گئے۔ اس نے کہا بس اب وہ وقت قریب تر ہو چکا ہے جب میری تلوار ہر ظالم کا گردن پر ہوگی۔ جب میں عترت مصطفیٰ کا انتقام لے لوں گا۔ پھر میری نظر میں اس

دنیا کی قیمت ایک ہوتی بھی نہیں رہے گی۔

مختار ایک مرتبہ پھر پس دیوار زندان چلا گیا۔ اور جناب سلیمان ابن صد خزاعی نے یکم ربیع الثانی ۶۵ھ کو مقام نخیلہ سے اعلان خروج کر دیا۔

ابن زیاد۔ یضمر میں تھا۔ شام جاتے ہوئے راستہ میں مقام جزیرہ پر اسے بیک وقت مرگ مروان اور خروج سلیمان کی اطلاع ملی۔

جب سلیمان نے اپنا لشکر دیکھا تو اسے کم معلوم ہوا چنانچہ اس نے حکیم ابن منقذہ کنزی اور ولید ابن حصین کنانی کو چند ازاد کے ساتھ کوفہ بھیجا اور حکم دیا کہ کوفہ کی ہر گلی اور کوچہ میں اعلان کرو۔ یا اشارات حسینؑ کا انتقام خون حسینؑ کا انتقام لینے والو اب اٹھ کھڑے ہو۔ یہ لوگ کوفہ میں آکر پورے کوفہ میں پھیل گئے۔ اور منادی شروع کر دی۔

عبداللہ ابن حازم ازدی اپنی حسین ترین بیوی سہلب بنت سیرہ اور بیٹی کے ساتھ بیٹھا تھا۔ جو نہی اس نے نداسی فرما اٹھ کھڑا ہوا۔

بتیاری لگائے گھوڑے پر بیٹھا۔ اور گھر سے نکلنے لگا۔

بیوی نے کہا۔ بندہ خدا کیا بات ہے خیریت تو ہے۔ کہیں عقل میں کچھ گڑبڑ تو نہیں ہو گئی۔ کوئی لڑائی نہ جھگڑا اور بتیاری لگا کر گھوڑے کو یہ کہاں جا رہا ہے؟

عبداللہ نے کہا۔ سہلب جو میں نے سنا ہے تو نے اس پر توجہ نہیں دی۔

سہلب نے کہا۔ تو نے کیا سنا ہے۔

عبداللہ نے کہا۔ گلی میں اللہ کے نام پر بلانے والے کی آواز سنی ہے اور لیک کہنے جا رہا ہوں۔

سہلب نے کہا۔ وہ کس کے لیے بل رہا ہے۔

عبداللہ نے کہا۔ ذریت رسولؐ کا انتقام لینے کی خاطر بل رہا ہے۔

سہلب نے کہا۔ یہ گھر کس کے حوالہ کر رہے ہو؟

عبداللہ نے کہا۔ اے اللہ! میں اپنا گھر اور گھر دانے تیرے سپرد کر کے تیرے نبی کی بے گناہ مقتول ذریت کا انتقام لینے جا رہا ہوں۔

اب چونکہ بات کھل چکی تھی۔ اس لیے یہ لوگ نماز عشاء کے وقت مسجد کوفہ میں آئے۔ اور وہاں نوحہ لگایا۔

یا اشارات حسینؑ

مسجد کوفہ سے بھی کافی تعداد نے لیک کہی۔ اور ساتھ دینے پر آمادہ ہو گئے۔

۵ ربیع الاول ۶۵ھ کو سلیمان کے پاس سولہ ہزار جانثار جمع ہو گیا۔ اور سلیمان نے سوسے شام اعلان

کوچ کر دیا۔

عبداللہ ذیابن سعد نے کہا۔

آپ امیر ہیں جیسے حکم ہو ہم اطاعت کریں گے۔ ویسے شام کی بجائے اگر کو ذہ چلتے تو زیادہ مناسب تھا کیوں کہ قاتلان ذریت رسول کی اکثریت کو ذہ میں ہے۔

سیمان نے کہا۔ مجھے معلوم ہے۔ میں ان لوگوں کو اندھیرے میں رکھنا چاہتا ہوں۔ اصل مرکز شام ہے۔ ذریت رسولؐ کے احکام قتل کو ذہ سے نہیں شام سے آتے تھے۔ ہمارا پلانا شام شام ہے۔ وہاں قبضہ کرنے کے بعد پھر ہمارا معاملہ بہت آسان ہو جائے گا۔

پنچہ ہر بیع الاول شب جمعہ شکر سلیمان نے کوچ کیا۔ رات دیر امور میں گزاری۔ وہاں سے چل کر فرات کے کنارے نبی مالک کے گھروں کے پاس آئے۔ رات وہاں گزاری۔ دوسری صبح کربلا مزار فرزند رسولؐ پر آئے۔ پورا ایک دن مزار کے گرد طواف کرتے اور روتے ہوئے گزارا۔

کربلا سے چل کر مقام ہیت پر آئے۔ ہیت سے آگے بڑھ کر مقام قریسیا میں آئے۔ یہاں انہیں شامی لشکر کے آنے کی اطلاع ملی۔ قریسیا سے چل کر عین الورد پر آئے۔

عین الورد پر سلیمان نے ایک طویل خطبہ دیا جس میں حمد و ثنائے خالق اور درود پر محمدؐ آل محمدؐ کے بعد دنیا کی ناپائیداری اور قیامت کا تذکرہ کر کے فوج کے جذبات کو برا لگنیوے کیا۔ اور آئندہ کالائح عمل تیار کر کے کہا۔ اگر میں مارا گیا تو امیر شکر سیب ابن نخعیہ ہوگا۔

اگر سیب مارا جائے تو امیر شکر عبداللہ ابن سعید ابن نقیل ہوگا۔

اگر عبداللہ مارا جائے تو اس کا بھائی خالد ابن سعید امیر شکر ہوگا۔

اگر خالد مارا جائے تو عبداللہ ابن وال کو امیر شکر بنا لینا۔

اگر عبداللہ ابن وال مارا جائے تو فاضل ابن شداد بجلی امیر شکر ہوگا۔

اس کے بعد سلیمان نے چار ہزار شہسوار شامی لشکر نے مقابلہ میں بھیجا اور انہیں ہدایت لاکر شامی فوج پر

شب خون مارنا۔

حمید ابن مسلم از دی کا کہنا ہے کہ میں اسی چار ہزار میں شامل تھا۔ ہم پورے چوبیس گھنٹے چلے صرف نماز

کے لیے مختصر وقفہ کیا۔

قائد شکر سیب ابن نخعیہ نے تمام لشکر کو شامی لشکر کے گرد پھیل جانے کا حکم دیا۔ اپنے ساتھ صرف سو سپاہی

لکھے وہ بھی اجرائے احکام کے لیے۔

ہمیں ایک بدوی ملا۔ اس سے سیب نے پوچھا کہ ہمارے اور قریب ترین شامی لشکر کے مابین کتنا

کتنا فاصلہ ہے؟

اس نے کہا۔ مجھے قریب دور کا پتہ نہیں چلتا۔ یہ سنا منے۔

شریحیل ابن ذی الکلاح چار ہزار کے ساتھ خیمہ زن ہے۔

اس کے پیچھے حصین ابن نمیر چار ہزار کے ساتھ ڈیرہ ڈالے ہے۔

اس کے پیچھے صلت ابن ناحیہ غلابی چار ہزار کے ساتھ گھات لگائے بیٹھا ہے۔

باقی اکثر لشکر ابن زیاد کے ساتھ ہے جو مقام رقر پر بیٹھا ہے۔

جب ہم آگے بڑھے اور شامی لشکر نظر آنے لگا۔ تو مسیب نے کہا۔ ان پر دھاوا بول دو۔ عراقی لشکر کے اہانک

حملہ سے شامی بوکھلا گئے۔ اور اپنا مال و اسباب چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ کافی تعداد میں مارے بھی گئے عراقی لشکر

کے ہاتھ کافی مال غنیمت لگا۔

مسیب نے حکم دیا کہ اب واپس سلیمان کے پاس چلو۔ جب سلیمان کو اطلاع ملی تو خوش ہو ا۔

جب ابن زیاد کو اطلاع ملی تو اس نے حصین ابن نمیر کو آگے بھیجا۔ خود اس کے عقب میں بیس ہزار کے لشکر

ساتھ آگیا۔

عراقی لشکر کو جب معلوم ہوا کہ مقابلہ میں ابن زیاد خود آ رہا ہے تو وہ ہمت نہ اہستہ کھسکنا شروع ہو گئے۔ یعنی کہ

سلیمان کے ساتھ صرف تین ہزار ایک سو سپاہی بچ گئے۔

ابن زیاد نے شامی لشکر کو اس طرح مرتبہ کیا۔

عبد اللہ ابن ضحاک ثمری میمنہ پر

مخارق ابن ربیعہ غنوی میسرہ پر

پہلو پر شریحیل ابن ذی الکلاح کو

اور قلب لشکر پر حصین ابن نمیر مبعین کیا۔

سلیمان ابن مرد نے۔ میمنہ مسیب ابن نجیحہ کے حوالہ کیا۔

عبد اللہ کو میسرہ پر مقرر کیا

پہلو کا گنگر ان رفاہ ابن شداد سجلی مقرر ہوا اور

قلب لشکر سلیمان نے اپنے پاس رکھا۔

ابن زیاد کے لشکر سے اعلان کیا گیا کہ۔ بغاوت نہ کرو اور عبد الملک کی بیعت کر لو۔

سلیمان کے لشکر سے اعلان کیا گیا کہ۔ ابن زیاد ہمارے سپرد کرو اور عبد الملک کی بیعت ختم کر دو۔

دونوں مطالبے کسی بھی فریق کے لیے قابل قبول نہ تھے اس لیے فریقین نے ایک دوسرے پر حملہ کر دیا۔

تین دن تک مسلسل جنگ جاری رہی۔ حسین ابن غیر نے یک دم جگی چال بدل کر اپنی فوج سے کہا کہ جلدی تیر اندازی کرو۔

اس اچانک تبدیلی نے عراقیوں کو پریشان کر دیا۔

سلیمان تیرنگنے سے شہید ہو گیا۔

عراقی علم سیب ابن نخعی نے سنبھال لیا۔

سیب قتل ہوا تو علم عبد اللہ ابن سعد نے لے لیا۔

عبد اللہ کے قتل ہونے کے بعد خالد نے علم لیا۔ اسی اثنا میں بصرہ میں ثنیٰ ابن مخزومہ اور مدائن سے کثیر ابن عمرو کی کمک آپہنچی۔ عراقیوں کے جو حصے بڑھ گئے۔ لیکن دوسری طرف شامی لشکر بھی کم نہ تھا۔ عراقی فوج میں افزائی کی نمایاں ہونے لگی۔

بالآخر عراقیوں کو میدان سے پیچھے ہٹنا پڑا۔ مدائن والے مدائن، بصرہ والے بصرہ، اور کوفہ والے کوفہ واپس آ گئے۔

جب سلیمان کے ساتھ تھک کر واپس آ گئے تو

مختار نے زندان سے انہیں حسب ذیل خط لکھا۔

اما بعد ابارگاہ خالق میں تمہارا اجر ضائع نہیں ہوگا۔ اگر قدرت نے مہلت دی اور میں زندان سے باہر آیا تو

انشاء اللہ آپ لوگوں کی موجودہ مایوسی کا مداوا کروں گا۔

مختار کا خط پڑھ کر مہمان آل محمد کے جو حصے ایک مرتبہ پھر بڑھ گئے۔ اور انہوں نے مختار کو پیغام بھیجا۔ اگر آپ اجازت دیں تو ہم آپ کو جبرائیل کے حکم سے نکال لائیں۔

مختار نے جواب دیا۔ اس کی ضرورت نہیں میں انشاء اللہ عنقریب تمہارے درمیان ہوں گا۔

مختار نے عبد اللہ ابن عمر کو خط لکھا ہوا تھا کہ۔

عبد اللہ ابن یزید۔ اور ابراہیم ابن محمد دونوں ظالموں نے صرف انہوں کی بنیاد پر جیل میں ڈال رکھے۔ انہیں خط لکھو تاکہ مجھے چھوڑ دیں۔

عبد اللہ ابن عمر نے ان دونوں کو خط لکھا کہ تمہیں معلوم ہے کہ میں مختار کا بہنوئی ہوں۔ میرا خط پتے ہی اسے رہا کر دو۔

ان دونوں نے مختار سے ضمانت مانگی۔ چند افراد نے مل کر ضمانت دی۔ مختار رہا ہو گیا۔

مختار نے مہمان آل محمد کو جمع کیا۔ اور کوفہ پر دھاوا بولنے کا پروگرام بنایا۔ لیکن عبدالرحمن ابن شریح کے شام سے آنے کی وجہ سے یہ پروگرام ملتوی ہو گیا۔

کیونکہ عبدالرحمن کو ملنے والے افراد میں سے۔ سعد ابن منقر، سعرا بن ابوسمر حنفی اسود کندی اور قدام ابن مالک حبشی بھی تھے۔

ان چاروں نے عبدالرحمن سے کہا:

مختار ہمیں ساتھ لے کر انقلاب لانا چاہتا ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ مجھے محمد حنیف نے بھیجا ہے۔ ہمارے پاس اس دعوے کی تصدیق کی کوئی صورت نہیں ہے۔ ہم نے بیعت تو کر لی ہے لیکن ہم مطمئن نہیں ہیں۔

عبدالرحمن نے کہا میرے ساتھ ایک آدمی بھیج دو۔ مدینہ جا کر جناب محمد سے پوچھ لیتے ہیں اگر وہ تصدیق کر دیں تو ہمیں بھی مختار کا ساتھ دینا چاہیے۔

چنانچہ یہ لوگ مدینہ میں جناب محمد کے پاس آئے اور مدعا بیان کیا۔ اور عرض کیا اگر آپ کی اجازت ہے تو ہم مختار کا ساتھ دیں۔

ورنہ ہم علیحدہ ہو جائیں گے۔

جناب محمد نے فرمایا۔ جہاں تک انتقام کی اجازت کا تعلق ہے وہ میں نہیں دے سکتا۔ آؤ جو میرا اور تمہارا امام ہے اس کے پاس چلے جاتے ہیں اور اس سے پوچھ لیتے ہیں۔

ہم سب امام مجاہد کے پاس آئے۔ مدعی بیان کیا۔

جناب سجادؑ نے فرمایا۔ چچا اگر کوئی حبشی غلام بھی ہمارے حقوق کا علم لے کر کھڑا ہو تو لوگوں پر اس کی حمایت واجب ہے۔

دیے اس معاملہ کے جملہ اختیارات میں آپ کو دیتا ہوں جیسے مناسب سمجھیں کریں۔

جناب محمد نے فرمایا۔ تم سب نے سن اور سمجھ لیا ہے۔

جو کچھ امام نے فرمایا ہے میں بھی یہی کہوں گا۔

ان لوگوں نے کہا۔ کہ امام سجادؑ اور محمد نے اجازت دے دی ہے۔ اب مختار کی نصرت واجب ہے۔

یہ لوگ واپس کو نہ آئے۔ مختار کو ان کا جناب محمد کے پاس جانا معلوم ہو چکا تھا۔ یہ لوگ سیدھے جناب مختار کے پاس آئے اور اسے حقیقت حال سے مطلع کیا۔

جناب مختار نے فرمایا۔ اب ایسے بات نہیں بنے گی۔ اب آپ کا حق ہے کہ تمام مجال آل محمد کو جمع کر کے انہی کو تم خود ہی بتاؤ۔

چنانچہ ان لوگوں نے شیعان آل محمد کو جمع کر کے تمام قصہ سنایا۔

ابراہیم ابن مالک اشتر کے پاس جناب مختار خود چل کر گئے۔ اور اسے مدد کرنے کو کہا۔

ابراہیم نے بھی وعدہ کر لیا۔

امیر کو ذمہ عبد اللہ ابن مطیع مختار کے حالات سے واقف ہو چکا تھا۔

چنانچہ اس نے شہد ابن ربیع کے مشورہ سے نجان اکل نجر کے ساتھ دودو ہاتھ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس نے اپنے لشکر کو جمع کیا۔

مختار دیر بند میں ڈیرا ڈال چکا تھا عبد اللہ ابن مطیع سے جنگ ہوئی۔ لشکر مختار نے انہیں پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔ عبد اللہ دارالامارہ کے اندر چلا گیا۔ دروازے بند کر لیے۔ مختار نے محاصرہ کا حکم دے دیا۔ تین دن کے محاصرہ کے بعد عبد اللہ جان بچا کر بھاگ گیا۔ مختار نے دارالامارہ پر قبضہ کر لیا۔ اور الصلوٰۃ جامعہ کی بھی منادی کرائی۔

جب سب لوگ مسجد میں آ گئے۔ مختار نے انتہائی فصیح و بلیغ خطبہ دیا اور بتایا کہ میں فرزند رسول کا انتقام لینے اٹھا ہوں۔

جو شخص میرا ساتھ دینا چاہے وہ میری بیعت کرے اور عبد الملک کی بیعت توڑ دے۔

یہ کہہ کر پھر سے بیٹھے آیا۔

لوگوں نے بیعت کرنا شروع کر دی۔

مختار نے بیت المال میں جو کچھ تھا اسے لے کر اپنے ان تین ہزار آٹھ سو سپاہیوں پر تقسیم کر دیا جن کے ساتھ اس نے عبد اللہ ابن مطیع کو شکست دی تھی۔ پانچ سو سپاہی کو دیئے۔ اور دو سو ان چھ ہزار کو دیئے جو دارالامارہ کے محاصرہ کے دوران آئے تھے۔

ابن عباسؓ اپنی چونکہ مقصود مختار تانان فرزند رسول سے انتقام تھا۔ اس لیے اس نے اسی سلسلہ میں قطعاً مخالفت نہیں کی اور نہ ہی اپنی حکومت کی استحکام کیلئے اس معاملہ کو ملتوی کیا۔

چنانچہ مختار نے ربیعہ اور مضر کے لیے ابراہیم کو بھیجا۔ ان لوگوں نے مقابلہ کیا۔ لیکن جلد ہی لاشیں چھوڑ کر بھاگ گئے جب مقتول گئے تو چھ سو چھالیس تھے۔ اس کے بعد گھروں کی تماشائی کے دوران پانچ سو آدمی ہاتھ آگئے یہ سب میدان کر بلا میں ذریت رسول کے خلاف لڑے تھے۔ مختار نے ان کے قتل کا حکم دیا۔

مختار کو معلوم ہوا کہ شمر چند شرکائے کربلا کے ساتھ بھاگ گیا ہے۔ مختار نے اپنے ایک رزین نامی غلام کو دس آدمیوں کے ساتھ بھیجا کہ جا کر ان تمام کے سرے آئے۔

ادھر مختار نے کلبانہ کے امیر کو بھی لکھ دیا تھا کہ شمر اسی طرف آیا ہے مجھے اس کا اور اس کے ساتھ جو ذریت رسول کے قاتل ہیں ان کے سر کی ضرورت میں۔ شمر کلبانہ آیا۔ بیرون شمر خیمہ لگایا اور مصعب ابن زبیر کی طرف خط لکھا۔ مختار کا ایک امیر لشکر ابو عمر پانچ سو سپاہیوں کے ساتھ کسی کام کی خاطر یہاں رکا ہوا تھا۔ مصعب کی طرف خط لے جانے والا اسے مل گیا۔

ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست

ابو عمرہ نے پوچھا۔ شمر کہاں ہے۔

اس نے بتایا یہاں سے تین میل کے فاصلہ پر قیام کر رہا ہے۔ ابو عمرہ نے اسے کہا اچھا تو اب جا۔ تو وہ چلا گیا۔

ابو عمرہ نے شب خون مارا اور شمر اور اس کے ساتھیوں کو داصل جہنم کر کے ان کے سر مختار کے پاس بھیج دیئے۔ مختار نے ان کے سر دیکھ کر سجدہ شکر ادا کیا

سب سے پہلے مختار نے ان لوگوں کو گرفتار کرنے کا حکم دیا جنہوں نے فرزند رسولؐ کی لاشیں گھوڑوں سے پامال کی تھی۔ انہیں زمین پر سدا کر ان کے ہاتھوں اور پاؤں میں میخیں لگوائیں اور گھوڑے دوڑا دیئے۔ پھر ان کی لاشیں نذر آتش کر دیں۔

پھر عبدالرحمن بن عقیل کے دو قاتل گرفتار ہو کر آئے انہیں قتل کر کے ان کی لاشیں بھی جلا ڈالیں۔

مالک ابن بشیر گرفتار ہوا اسے سر بازار قتل کر دیا۔

ابو عمرہ کو خولی کی گرفتاری کے لیے بھیجا۔ جب خولی کو معلوم ہوا تو وہ ٹائیلٹ میں جا چھپا۔ اس کی ایک بیوی نومذہ تھی۔ جب اس سے ابو عمرہ نے پوچھا تو۔

اس نے زبان سے تو کہا کہ مجھے کیا معلوم ہے وہ کہاں گیا ہے۔ لیکن ہاتھ سے ٹائیلٹ کی طرف اشارہ کیا۔ ان لوگوں نے بیت الخلا سے خولی کو گرفتار کر لیا۔

مختار نے اسے قتل کیا۔

حکیم ابن طفیل جس نے جناب عباس کو تیرا مارا تھا۔ اسے ایک دیوار کے ساتھ کھڑا کر کے اس پر تیر اندازی کا حکم دیا۔

مرہ ابن منقذ کو گرفتار کیا۔ اسے بھی قتل کر دیا۔

سنان ابن انس قادیسیہ سے گرفتار ہو کر آیا۔ پہلے تو مختار نے اس کی ایک ایک انگلی کٹوائی۔ پھر ہاتھ کٹوائے

پھر پاؤں کٹوائے۔ پھر تیل گرم کر کے اس میں ڈال دیا۔

امالی طوسی کے مطابق منہال کہتا ہے کہ میں امام سجادؑ کی خدمت میں آیا۔ آپ نے پوچھا۔ منہال حرمہ کا

کیا بنا ہے؟

میں نے عرض کیا۔ جب میں کوفہ سے نکلا اس وقت تک تو زندہ تھا۔

امام سجادؑ نے تین مرتبہ فرمایا۔

بار اہا حرمہ کو لو بے کا عذاب دے۔

میں واپس کوفہ آیا۔ مختار کوفہ کا حکمران تھا۔ بیرون کوفہ مختار سے ملاقات ہوئی۔

مختار نے کہا۔ منہال کیا میری حکومت تجھے پسند نہیں آئی یا میرا انتقام اچھا نہیں لگا۔
میں نے کہا۔ اللہ میری زندگی دراز کرے۔

مجھے دونوں باتیں پسند ہیں۔ لیکن میں کوفہ میں نہیں تھا۔ باتوں باتوں میں ہم کناہ میں آگئے۔ میں نے دیکھا مختار دائیں
بائیں اس طرح دیکھ رہا تھا جیسے اسے کسی کا انتظار ہو۔ کچھ دیر بعد چند سپاہی آئے اور انہوں نے کہا۔ امیر مبارک ہو
حردہ گرفتار ہو گیا ہے۔

جب حردہ ماتے آیا تو مختار نے کہا۔ اللہ کی حمد ہے کہ اس نے مجھے اس خبیث پر موقوف فرمایا ہے۔ اونٹ
نحر کرنے والا کہاں ہے۔
جنار حاضر ہو گیا۔

مختار نے کہا۔ پیسے اس کے ہاتھ کاٹ۔ پھر پاؤں کاٹ۔
جب حردہ کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ لیے گئے۔ تو مختار نے کہا۔ آگ جلاؤ۔ آگ جلائی گئی۔ مختار نے کہا اسے
اسی آگ میں ڈال دو۔

یہ دیکھ کر میں نے سبجان اللہ کہا۔
مختار نے کہا۔ منہال یوں تو تسبیح ہر وقت اچھی ہوتی ہے۔ لیکن اس وقت تسبیح کا کیا کوئی خاص
مقصد تھا۔

میں نے مختار کو جناب سجاد کی دعا سنائی۔

مختار نے تین مرتبہ مجھ سے پوچھا۔ کیا دعا میرے آقا نے اسی طرح دعا کی تھی؟
میں نے کہا۔ اسی طرح دعا کی تھی۔

مختار گھوڑے سے اترا۔ دو رکعت نماز شکر ادا کی۔ اور کافی دیر تک سجدہ شکر میں پڑا رہا۔
چلتے چلتے میرے گھر کے قریب آگئے۔ میں نے کہا۔ اسے امیر اگر مجھے شرف فرماتے اور کچھ دیر کے لیے
بیٹھ جاتے۔

مختار نے کہا۔ منہال اگر تو نے مجھے میرے امام کی وہ دعا سنائی ہوتی جو میرے ہاتھوں قبول ہوئی ہے تو ضرور
بیٹھ جانا۔ لیکن اب تو میرے لیے اس شکر میں روزه رکھنا ضروری ہے۔ آج میرا روز عید ہے۔

عمر ابن صبیح حیدرادی گرفتار ہو کر آیا اسے نیزوں سے نکل کیا۔

عبد اللہ ابن ابی سید جہنی۔ مالک ابن یثیم۔ اور علی ابن محارب گرفتار ہو کر آئے۔ انہوں نے معذرت کی کہ ہمیں
فرزند رسول سے جنگ پر مجبور کیا گیا تھا۔

مختار نے کہا ظالمو! تمہیں جانے پر مجبور کیا گیا۔ کیا تم سخت دل زہرا کو پانی بھی نہیں دے سکتے تھے۔ مختار نے مالک

سے پوچھا۔ کیا فرزند رسول کے سر سے ٹوپی تو نے اتاری تھی۔

ماک نے کہا۔ ہاں یہ جرم میں نے کیا تھا۔

مختار نے کہا۔ اس کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دو۔ اور دوسرے دونوں کو قتل کر دو۔

بجدر بن سلیم گرفتار ہو کر آیا۔

مختار نے پوچھا۔ تو نے کیا کیا تھا۔

بجدر نے بتایا کہ میں انگوٹھی اتارنے لگا تھا۔ وہ نہیں اتار رہی تھی۔ چنانچہ میں نے فرزند رسول کی انگلی کاٹ

لی تھی۔

مختار نے حکم دیا اس کے ہاتھوں اور پاؤں کی ایک ایک انگلی کاٹ کر چھوڑ دو۔

زقاد بن ماک بمران خالد اور عبداللہ بن خولانی گرفتار ہو کر آئے۔

مختار نے پوچھا۔ تم نے کیا کیا تھا؟

انہوں نے بتایا۔ ہم نے صرف خیام لوٹے تھے۔

مختار نے حکم دیا انہیں چوک بازار میں لے جا کر قتل کر دو۔

مختار کو پتہ چلا کہ فرزند رسول کا اونٹ خر کر کے ان لوگوں نے تقسیم کیا تھا۔ مختار نے حکم دیا کہ جتنے گھروں میں وہ

گوشت تقسیم ہوا تھا۔ ان کی فہرست بناؤ۔ اور ہر گھر کو آگ لگا دو۔

جو لوگ بھاگ گئے تھے۔ مختار نے ان کے گھر جلا ڈالے۔

جدہ ابن بہیرہ مختار کے صف ادل کے معاندین سے تھا۔ اور اس نے عمر سعد کو لے کر ان سے رکھی تھی عمر سعد

کو مختار اپنے ساتھ رکھتا تھا۔

حسین ابن عمر سعد اور عمر سعد بیک وقت مختار کے پاس نہیں بیٹھتے تھے۔

جب دوسرے تمام ممکن افراد قتل ہو گئے۔ تو مختار نے سوچا کہ اب عمر کی باری ہے۔ عمر اپنے دل میں خائف

رہتا تھا۔

مختار نے انان میں بکھا تھا۔ کہ جب تک عمر سعد کوئی غلط قدم نہیں اٹھائے گا اس وقت تک اسے انان ہے۔ چونکہ

عمر مطمئن نہیں رہتا تھا۔ اس لیے ایک دن خوف کے مارے اس نے کوفہ چھوڑے کا ارادہ کر لیا۔ اور اونٹنی پر

سوار ہو گیا۔

اسے اونٹنی پر نیند آگئی۔ لوگوں نے دیکھا کہ عمر سعد بھاگ رہا ہے۔

مختار کو اطلاع کی گئی۔

مختار نے کہا اسے میرے ہاتھوں قتل ہونا ہے۔ جتنا جی چاہے بھاگ لے۔

عمر سعد کو جب ازمنہ پر نیند آئی تو اذنبنی عمر سعد نے کر داپس کوفہ آگئی۔

مختار نے ابو عمرہ کو بھیجا کہ جا اور عمر سعد کا سر لا۔

ابو عمرہ گیا۔ اس نے عمر سعد کا سر قلم کیا۔ اور لے آیا۔

حصف بن عمر سعد مختار کے پاس بیٹھا تھا۔

مختار نے پوچھا۔ اسے پہچانتا ہے۔

حصف نے کہا۔ اسے کون نہیں پہچانتا۔ اس کے بعد زندگی خاک رہ گئی ہے۔

مختار نے کہا۔ تجھے کس نے کہا ہے کہ تو اس کے بعد زندہ رہے گا۔ پھر جلا دیکھ دیا۔ اس نے حصف کا

سر قلم کر لیا۔

اب مختار کے لیے ابن زیاد بچ گیا تھا۔ اور وہی سب سے بڑا مطلوب تھا۔ مختار نے ابراہیم اشتر سے کہا۔ جب تک ابن زیاد باقی ہے ہمارا انتقام نامکمل ہے۔

ابراہیم نے کہا۔ آپ اجازت دین میں جانے کو تیار ہوں۔

مختار نے اجازت دی۔ ابراہیم اپنا لشکر لے کر روانہ ہو گیا۔ ابن زیاد کو بھی پتہ چل گیا کہ ابراہیم میری خاطر

آ رہا ہے۔

ابن زیاد ترسای ہزار کاٹ کرنے لگا۔ ابراہیم کے مقابلہ کی خاطر بصرہ سے نکل آیا۔ موصل سے بارہ میل باہر نمر خاؤر

پر دو لوگ آنا سامنا ہوا۔ جنگ شروع ہو گئی۔ نماز ظہر اشاروں میں پڑھی گئی۔ شامی لشکر کے اکثر سردار واصل جہنم ہوئے

جس سے شامیوں کے حوصلے پست ہو گئے۔ حسین ابن نمیر شراہیل ابن ذبی الکلاع۔ ابن حوشب غالب بابلی۔ اور ابو

اشترس وغیرہ جیسے سب مارے گئے۔

شامی لشکر بھاگ کھڑا ہوا۔ چونکہ رات کی تاریکی تھی۔ ابن زیاد کا پتہ نہیں چل رہا تھا کہ مر گیا ہے یا بھاگ

گیا ہے۔

ابراہیم ابن مالک اشتر سے مروی ہے کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا جو ہمارے سپاہیوں کو گاجرمولی کی طرح

کاٹتا چلا جا رہا تھا۔ جو اس کے سامنے آجاتا کاٹ کر رکھ دیتا۔ میں نے اسے نشانہ بنالیا۔ جو نہی میرے قریب آیا

میں نے اس کے بازو پر وار کیا۔ کہنی سے اس کا ہاتھ کٹ کر دور جاگرا۔ وہ نمر خاؤر کے کنارے اس طرح گرا کہ

اس کے دونوں ہاتھ کنارے پر تھے اور پاؤں پانی میں لٹک گئے تھے۔ میں نے اسے قتل کر دیا۔ مجھے اس سے کتوری

کی خوشبو آ رہی تھی۔

پھر ایک شخص آیا اس نے اس کے موزے اٹار لیے۔ لوگ کہہ رہے ہیں کہ ابن زیاد ہے۔ روشنی کا انتظام کر کے یہ

لوگ وہاں آئے۔

ابراہیم کی علامات کے مطابق اسے تلاش کیا سرکاٹ لیا۔ جسم پر تمام رات سخت پہرہ بٹھا دیا۔ جب صبح ہوئی ابن زیاد کے غلام مہران نے اسے پہچان لیا کہ یہی ابن زیاد ہے۔ ابراہیم نے اس بات پر سجدہ شکر کیا کہ اللہ نے اسے میرے ہاتھوں واصل جہنم کیا ہے۔

ابناہیں برس کی عمر میں یہ ضیث واصل جہنم ہوا۔

سراقی سپاہ کو شامی بھاگی ہوئی سپاہ سے بہت بڑا مال غنیمت موصول ہوا۔

ابراہیم سنان زیاد کے بے سہرا شہ کو ایک درخت سے الٹا لٹکا دیا۔

سر مختار کے پاس بھیج دیا۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ جب مختار کے پاس ابن زیاد کا سر پہنچا تو اس کی خوشی دیدنی تھی سجدوں پر سجدے کیے جا رہا تھا۔

جھوم جھوم کر سجدہ سے اٹھتا اور پھر سجدہ شکر میں گر جاتا۔

تمام سردوں کو رجبہ میں نیزوں پر نصب کر دیا گیا۔ تمام اہل کو ذلت دیکھا کہ ایک سانپ ابن زیاد کے ایک نتھنے سے سر میں گھتا تھا اور دوسرے نتھنے سے باہر نکل آتا تھا۔

تین دن بعد مختار نے عبدالرحمن ابن ابوعبید ثقفی۔ عبدالرحمن ابن شداد حبشی۔ اور انس ابن مالک اشجری کو شمر عمر سعد۔ ابن زیاد۔ اور کربلا کے دیگر معروف سالاروں کے سردے کر مکہ میں جناب محمد حنیفہ کے پاس بھیجا۔ ساتھ کچھ رقم بھی بھیجی۔ اور ایک رقم بھی لکھا۔

رقم میں صرف اتنا لکھا۔

مجان آل محمد نے ذریت زہرائے کائناتوں سے انتقام لے لیا ہے ان کے سر پریش خدشت میں امید ہے ہماری یہ محنت محمد و آل محمد کے حضور قبول ہوگی۔

والسلام

جب سر جناب محمد کے پاس پہنچے تو آپ سجدہ میں گر گئے اور کہا۔

جزی اللہ المختار خیرا۔ فقد ادرك
ثارتا ووجوب حقه على كل من ولده
عبد المطلب۔

اللهم احفظ ابراهيم ابن مالك الاشتهر
وانصره على الاعداء ووقفه لما تحب
وترضى واعقره في الآخرة والاولى۔

پھر آپ نے ابن زیاد کا سر دیکھ کر یہ امام سجادؑ کے پاس بھیج دیا۔ جب ابن زیاد کا سر آپ کے پاس پہنچا۔ آپ اس وقت فرمادینا و آخرت میں اس سے درگزر فرما۔

دستر خوان پر تھے۔

سر کو دیکھ کر بجز شکر ادا کیا اور فرمایا۔

الحمد لله الذی ادرک ثاری من

اسے اللہ تیری حمد ہے کہ تو نے میرا انتقام میرے دشمن سے
لے لیا ہے۔

عددی۔

وجزی الله المختار خیراً۔

اللہ مختار کو جزائے خیر دے۔

پھر فرمایا۔ میں وہ وقت نہیں بھول سکتا۔ جب میرے بابا اور بھائیوں کے سر ان زیاد کو پیش کیے گئے تھے تو وہ

اکی وقت دستر خوان پر تھا۔

مورخین کے بقول جنگ صفین کے بعد نہر حاذر کی اس جنگ میں شامی جس قدر قتل ہوئے اس قدر کبھی بھی واصل جہنم نہیں

ہوئے۔ نہر حاذر میں متر ہزار شامی قتل ہوا۔

اب شکر کائے کربلا میں میں محمد بن اشعث اور شہبث ابن ربیع پج گئے تھے۔ اور وہی مختار کا مقصود تھے۔ یہ دونوں

مصعب ابن زبیر کے ساتھ شامل ہو گئے تھے۔

محمد بن اشعث نے مصعب کو مختار سے جنگ پر آمادہ کیا۔ مصعب ابن ابوصفر ابن زبیر کی طرف سے ابوازا کا گورنر

تھا۔ مصعب ابوازا سے فوج لے کر آیا۔

مصعب نے مختار سے مقابل کرنے کی خاطر بصرہ سے کوچ کیا۔

جب مختار کو معلوم ہوا تو اس نے ابن سمیطہ کو تیس ہزار کے ساتھ مقابلہ میں بھیجا۔ لیکن مصعب کے مقابلہ میں ابن

سمیطہ شہید ہو گیا۔

پھر مختار خود مقابلہ میں آیا۔ مختار نے اپنے سپاہیوں سے کہا۔ دیکھو مصعب کے لشکر میں دو نقاتلان ذریت

رسول شریک ہیں۔ محمد بن اشعث اور شہبث ابن ربیع اگر میں اس جنگ میں کام آ بھی جاؤں تو یاد رکھو ان دونوں کو ہر صورت

واصل جہنم ہونا چاہیے۔

جنگ شروع ہوئی۔ مختار نے انتقام کو نہیں بھولا تھا۔ محمد اشعث اور شہبث ربیع کو قتل کیا۔ پھر ابن کوفہ سے کہا

میری زندگی کا مشن مکمل ہو گیا ہے۔ اب مجھے زندگی کی بھی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ پھر حکم دیا کہ ۵ اربھان ساتھ

یہ کو جام شہادت نوش کیا۔

۸ ماہ کی حکومت میں اسی ہزار سے اوپر نقاتلان مظلوم زبیرؓ کو واصل جہنم کرنے کے بعد یہ فدائی حق اس

دنیا سے چل بسا۔

ابوجعفر سفاح اور بنی امیہ -۱-

منتخب میں زید ابن علیؑ سے سر دی ہے کہ بنی کونین نے ایک دن مسجد نبویؐ میں فرمایا۔ اموی اقتدار کی کوکھ سے عباسی حکومت جنم لے گی۔ بنی عباس کا پہلا حکمران سفاح ہو گا۔ تمام حکمران اس کے تابع فرمان ہونگے اسلامی مملکت کے مشرق و مغرب اور شمال و جنوب میں ہر جگہ سفاح کے نام کا خطبہ پڑھا جائے گا۔

کرنسی پر سفاح کا نام ہو گا۔

ہر حکمران سفاح سے خائف ہو گا۔

ہر قبیلہ سفاح کا تابع فرمان ہو گا۔

عرب و عجم کے سرکش سفاح کے دور حکومت میں روپوش ہو جائیں گے۔ سفاح کی ہیبت سے بنی امیہ خشکی، تری اور محرومی دہاڑوں میں پھتے پھریں گے۔

بنی امیہ سفاح سے امان طلب کریں گے۔

جب وہ دور آ گیا۔ اور بنی امیہ کا آفتاب اقتدار افق مغرب میں چھپ گیا تو اموی شہزادوں نے سفاح سے سمانی مانگی اور امان کی درخواست کی۔

صرف آل زیاد۔ آل مردان۔ اور آل ابوسفیان میں سے اس وقت ستر ہزار شہزادہ تھا۔ سفاح نے ان کے جواب میں لکھا۔ جو گزر گیا ہے سو گزر گیا ہے۔ جس طرح آپ لوگوں کو میری ضرورت ہے اسی طرح مجھے آپ لوگوں کے تعاون کی ضرورت ہے۔ اگر آپ میرے پاس آجائیں تو آپ کے وظائف بھی مقرر کر دیئے جائیں گے۔ اور دربار میں آپ کو خاص مقام ملے گا۔

امویوں نے اتماد کر لیا اور سفاح کے پاس آ گئے۔ سفاح نے حسب مراتب تمام کے وظائف اور دربار میں مدارج مقرر کیے۔

ایک دن دربار آراستہ تھا۔ تمام اموی شہزادے نہری تواریں کمر سے لٹکائے بیٹھے تھے۔ سروں پر رنگارنگ ریشمی عمامے رکھے ہوئے تھے۔ نہری تاروں سے بنی ہوئی زرق برق بنائیں اور تباہیں چمک رہی تھیں۔

سفاح کا دربار بڑا پریشان پریشان آیا۔

سفاح نے کہا۔ کیا بات ہے؟

دربار نے کہا۔ سرکار عجیب بات ہے ایک دیہاتی آیا ہے۔ بڑا فصیح اور طلیق اللسان ہے۔ پرانے کپڑے۔ پھٹے ہوئے جوتے کمزور سی ناتو ہے۔ ادب نہیں کر سکا اس سے باتیں کرنے لگا ہے۔ کہتا ہے۔ اب خاموش ہو جاوے مصائب ختم ہو گئے ہیں۔ وہ تو اندر آنا چاہتا تھا لیکن میں نے روک لیا ہے۔ اور کہاں بدسننے کو کہا ہے۔ اس نے کہا ہے۔ رک تو

جاتا ہوں۔ لیکن لباس امیر کو مل کے ہی بدلوں گا۔ کیوں کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ امیر سے ملے بغیر لباس تبدیل نہیں کروں گا۔

سفاح نے تھوڑا سا سر جھکا یا۔ اور کہا۔ ہاں ہاں میں سمجھ گیا۔ وہ ہمارا پرانا خیر خواہ مدیف ہی ہے۔ اسے جلدی لے آ۔

مدیف کا نام سنتے ہی اموی شہزادوں کے رنگ اڑ گئے۔ انہیں یاد آ گیا کہ یہ وہی مدیف ہے جو ہر سال حج کے ایام میں کبھی صفا کبھی مروہ۔ اور کبھی مٹی پر کھڑے ہو کر ہماری مذمت اور آل محمد کی تعریف کرتا تھا۔ اور ایک سال ہم نے اسے گرفتار کر کے مروایا تھا۔ لیکن ہمیں تو بتایا گیا تھا کہ وہ مر گیا ہے۔ پھر یہ زندہ کیسے ہو گیا ہے۔ نہیں یہ مرا ہی نہیں تھا۔ زندہ تھا اور زہد پوشن رہا ہے۔

اتنے میں مدیف آ گیا۔ سفاح کے ہاتھوں کا بوسہ لیا۔ اور کہنے لگا۔

اے امیر شہزادے کو کہاں بٹھا رکھا ہے۔ کیا تو واقعہ کربلا دربار کو ذرا اور بارشام بھول گیا ہے۔ بنی امیہ کے چہرے زرد ہو گئے۔

سفاح نے کہا۔ خوش آمدی مدیف۔ غلام سے کہا۔ جا مدیف کو نیا لباس دے۔ اسے غسل کے لیے ضروری سامان مہیا کر۔

مدیف سے کہا۔ تم جاؤ۔ غسل کرو۔ لباس بدلو۔ کل صبح ملاقات ہوگی۔

جب مدیف چلا گیا۔ تو سفاح نے امویوں سے کہا۔ جذباتی نوجوان تھا۔ جو کچھ اس نے کہا خاطر میں نہ لاؤ۔ اور بھول جاؤ کہ اس نے کیا کہا ہے۔ میرا رویہ اور حسن سلوک تمہارے سامنے ہے۔

حسب معمول جب دربار برخواست ہوا۔ اور اموی اٹھ کر گئے۔ تو آپس میں سوچنے لگے کہ ہمیں یہاں سے بھاگ جانا چاہیے۔

جب تک مدیف ہے ہماری جان خطرہ میں ہے۔ بعض نے کہا۔ اسے کیا کہہ رہے ہو کیا صرف ایک غلام کی باتوں میں آکر سفاح ہم سرخاروں کا دشمن ہو جائے گا۔

دوسری صبح مدیف نے ملاقات کے بعد پھر وہی بات کی۔

سفاح نے کہا۔ مدیف تجھے معلوم ہے کہ ہم بنی ہاشم اس وقت صاف کر دیتے ہیں جب ہم اقتدار میں ہوتے ہیں پرانی باتوں کو بھول جا مدیف ناراض ہو کر اٹھ گیا۔

سفاح نے ایک مرتبہ بنی امیہ کو تسلی دی۔ لیکن امویوں کا سکون حرام ہو گیا تھا۔ سفاح کا رویہ ان کے پاؤں میں زخیر تھا اور مدیف کی باتیں ان کے سر پر لٹکتی تلوار تھیں۔

رات کے وقت سفاح نے مدیف کو خطوت میں بلایا۔ اور کہا۔ زندہ خدا بھلا کوئی ہاشمی مسجد کو ذرا سے لے کر دربارشام

سبک کے کسی واقعہ کو بھول سکتا ہے

میں ایک وقت کے انتظار میں ہوں۔

سدیف نے عرض کیا سرکار اب انتظار کا بے کیا جو ہاتھ میں ہیں انہیں تو ان کا انجام دکھا دیں۔ پھر دیکھا ہی جائے گا۔

سفاح نے کہا ٹھیک ہے۔ پھر پروگرام مرتب ہوا۔ دوسرے دن نوروز تھا۔ سفاح نے اعلان کیا کہ آج عید کا دن ہے ہر شخص کو سرکاری خزانہ سے تحائف دیئے جائیں گے۔

سفاح نے اپنے چار مولوں جو ان اذر تو از ان جوانوں کو کمروں میں چھپا دیا اور انہیں ہدایت دی کہ جب میں ٹوپی زمین پر پھینکوں اس وقت ان کمروں سے نکل کر جو بھی دربار میں موجود ہو اسے متیل کرنا ہے خواہ کوئی بھی ہو۔ دربار لگ گیا۔ بنی امیہ حسب معمول آگئے۔ اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

سفاح نے بنی امیہ سے کہا آج کے دن کا مجھے انتظار تھا۔ آج میں تمہیں تمہاری توقع سے بھی زیادہ نوازوں گا پھر بنی امیہ سے پوچھا۔

آپ ہی بتائیں ابتدا بنی ہاشم سے ہونا چاہیے یا بنی امیہ سے؟

امویوں نے کہا۔ ہمیشہ سرداری بنی ہاشم کے پاس رہی ہے۔ بنی امیہ کو بنی ہاشم سے غلام اور آقا کی نسبت رہی ہے پہلے آقا کا حق ہوتا ہے غلام بعد میں لیتے ہیں لہذا پہلے بنی ہاشم بعد میں ہم۔

سفاح نے غلام سے کہا ایک ایک ہاشمی کا نام پکارتا جاتا کہ وہ اپنا انعام وصول کرتا جائے۔ غلام نے ابو عبیدہ کا نام لیا۔

سدیف نے کہا۔ اسے شیبہ ابن ربیعہ اموی نے قتل کر ڈالا ہے۔

سفاح نے کہا۔ یہ نام مٹا دے اور کو پکار۔

غلام نے جناب حمزہ کا نام پکارا۔

سدیف نے کہا۔ وہ کہاں ہے اسے تو ابو سفیان کی بیوی ہند نے اپنے کو ایک وحشی غلام کے سپرد کر کے شہید کر دیا تھا۔ پھر اس کا جگر نکال کر چھایا تھا۔ جب اس کے منہ پتھر ہو گیا تو اس نے جناب حمزہ کا منہ کو کے ہار بنا کر گلے میں ڈالا تھا۔

سفاح نے کہا۔ یہ نام بھی مٹا دے اور نام لے۔

غلام نے عقیل ابن عبدالمطلب کا نام پکارا۔

سدیف نے کہا وہ کہاں ہے؟

اسے بنی امیہ نے مدینہ آتے ہوئے راستہ میں شہید کر دیا تھا۔

سفا ح نے کہا۔ اسے مٹادے اور نام پکار۔

غلام نے حضرت علی کا نام پکارا۔

مدیف نے کہا اسے اموی سازش سے عبدالرحمن ابن بجم نے مسجد کوفہ میں شہید کر دیا تھا۔ اور معاویہ نے تین دن تک شام میں شہادت علی کا جتن منایا تھا۔

سفا ح نے کہا اسے رہنے دے اور کو پکار۔

غلام نے فرزند رسول حسن ابن علی کا نام لیا۔

مدیف نے کہا وہ بے چارہ تو عمرہ ہوا۔ ابو بکر کی بھانجی جعدہ بنت اشعث کے ہاتھوں اس زہر سے شہید کر دیا گیا جو شام سے معاویہ نے بھیجی تھی۔

سفا ح نے کہا اسے رہنے دے کسی اور کو پکار۔

غلام نے مسلم ابن عقیل کا نام پکارا۔

مدیف نے کہا۔ اس غریب کو تو اب زیاد نے گرفتار کر کے ہاتھ اور پاؤں باندھ کر دارالانارہ کی چھت پر سے زمین پر گرا کر شہید کر دیا تھا۔ پھر ابن زیاد کے حکم سے ان کے پاؤں میں رسی ڈال کر پورے کوفہ میں تشہیر کرائی گئی ہے۔

سفا ح نے کہا۔ یہ نام مٹادے اور پکار۔

غلام نے سید شہ باب ایل جنت فرزند رسول امام حسین کا نام پکارا۔

مدیف نے کہا اسے تو کر بلا میں تین دن کا بھوکا پیاسا زید کے حکم سے ابن زیاد نے شہید کر دیا تھا۔ اس کی لاشیں پر گھوڑے دوڑائے تھے۔ بلا غسل و کفن چھوڑ دیا گیا تھا۔ سر کو نوک نیزہ پر نصب کر کے کوفہ سے شام تک تشہیر کرایا گیا۔ اور چالیس دن تک زید کے دروازہ پر اوڑھیاں رہا۔

سفا ح نے کہا۔ ٹھیک ہے اس کا نام مٹادے اور نام پکار۔

غلام نے قمر بنی ہاشم کا نام پکارا۔

مدیف نے کہا۔ وہ بھی تو اپنے بھائی کے ساتھ میدان کر بلا میں زید کے حکم سے شہید کیا گیا ہے۔

سفا ح نے کہا۔ ٹھیک ہے یہ نام مٹادے اور کو بلا۔

غلام نے زید ابن علی کا نام لیا۔

مدیف نے کہا۔ اس غریب کو تو امویوں میں ہشام نامی حکمران نے بے دردی سے شہید کرایا۔ اس کا لاشہ درخت کے ساتھ الٹا لٹکوا یا۔ حکم چاک کرنے کا حکم دیا۔ چار برس تک سولی پر پڑھا رہا۔ پھر اتار کر نذر آتش کیا اور رکھ کر دیا میں بہا دیا۔ اللہ کی قدرت تمام رکھ سطح آب پر جمع ہو گئی زید کا جسم صحیح و سالم ہو گیا۔ اور ایک دنیا نے سنا کہ

نیدیکہ رہا ہے۔ سیعلمہ الذین ظلموا ای منقلب

سفاح نے کہا۔ یہ نام بھی شادے اور کو بلا۔

غلام نے ابراہیم ابن محمد ابن علی ابن عبد اللہ ابن عباس کا نام پکارا۔

سدیف خاموش ہو گیا۔

سفاح نے کہا۔ سدیف کیا بات ہے۔

سدیف نے کہا میری زبان وہ کچھ بیان کرنے پر ساتھ نہیں دے رہی جو آپ کے بھائی علی سے کیا گیا۔

سفاح نے کہا۔ جو ہو رہے بتا۔

سدیف نے کہا۔ انہی امویوں میں سے مروان نامی شخص نے اس کے منہ پر دھونکی پاندھ کر لوہار کو دھونکی چھوکتے

اور جلا دکو کوڑے لگانے کا حکم دیا تھا۔ تین دن تک لوہار چھونکتی چھونکتا رہا تھا اور جلا دکوڑے لاتا رہا تھا چار ہزار

کوڑے ان کے زندہ اور شہید جسم پر برسائے گئے۔

یزید ابن عبد الملک نے کوڑے ہو کر کہا۔

اے بدترین غلام تو نے امیر کو ہار ڈھان اس قدر بھڑکایا ہے کہ اب ایسے نظر آتا ہے کہ وہ ہم میں سے کسی کو بھی

زندہ نہیں چھوڑے گا۔

سدیف نے بڑے حوصلہ سے کہا۔ میرا مقصد بھی تو یہی ہے۔

سفاح دھاڑیں مار کر رویا۔ ٹوپی سر سے اتار کر زمین پر پھینک دی۔ کمروں میں پوشیدہ غلاموں کے لیے یہی اشارہ تھا

وہ تلواریں لے کر نکلے اور امویوں کا صفایا کرنا شروع کر دیا۔ سفاح اور سدیف نے بھی تلواریں سنبھال لیں۔ تھوڑے

سے وقت میں ستر ہزار اموی کالا شہ تڑپنے لگا۔ جب خون نالہ کی صورت میں بہ کر دیار سے باہر بہنے لگا تو دریاں یہ

دیکھ کر حیران رہ گیا کہ یہ کیا ہو گیا ہے۔

ابھی خون بہ رہا تھا۔ لاشے تڑپ رہے تھے۔ سفاح نے حکم دیا کہ جلدی جلدی ان پر دریاں بچھائی جائیں اور یہ

دستر خوان لگایا جائے۔ لاشوں کے اوپر دسترخوان بچھ گیا۔ سفاح، سدیف اور دیگر عباسی اوپر بٹھ کر کھانا کھا رہے تھے

نیچے لاشیں تڑپ رہی تھیں۔

سدیف کہہ رہا تھا۔ اے امیر ایک عرصہ بعد آج خوشی کا کھانا کھایا ہے۔ اللہ آپ کی زندگی دراز کرے۔ ابھی

تک بہت سے باقی ہیں۔

سفاح نے کہا۔ مجھے معلوم ہے۔

سدیف نے کہا۔ لیکن اب وہ ہاتھ نہیں آئیں گے۔

سفاح نے کہا۔ ایک دن دیکھ لینا۔

سدیف نے کہا۔ کتھے ہوں گے۔

سفاح نے کہا۔ اس جگہ تو بقیہ نوسو پنتالیس ہیں۔

پھر سفاح نے پندرہ سو سہار بلایا۔ پہلے ان سے قسم لی کہ مجھے ایک مکان ہونا ہے۔ لیکن اس کا راز راز رہنا چاہیے۔ اگر راز نکل گیا تو تم میں سے کوئی بھی خاندان سمیت زندہ نہیں بچے گا۔

سفاح کی سفاکیت سے ہر شخص واقف تھا۔

ایک عظیم الشان محل کی بنیاد کھودی گئی۔ بنیادوں میں دو دروازے بنائے گئے۔ اس کے گرد ایسی پرستیدہ نالیاں رکھی گئیں کہ وقت ضرورت چکے سے پانی چھوڑا جاسکے۔

دو ماہ میں عالی شان محل تیار ہو گیا۔ لوگ دیکھنے کو آنے لگے۔ سفاح نے محل میں دعوت عام کی۔ بنی امیہ کو بھی بلایا۔

سب نے مبارک باد دی۔

سفاح نے پوچھا۔ محل کیسا ہے۔

سب نے کہا۔ جیسا ہونا چاہیے تھا ویسا ہے۔

سفاح نے بنی امیہ سے کہا۔ کیا آپ کو بھی پسند ہے۔

بنی امیہ نے کہا۔ کون بد نصیب ہے جو اسے پسند نہ کرے۔

سفاح نے کہا۔ اگر تمہیں پسند ہے تو میں اپنا اعتماد بحال کرنے کی خاطر یہ محل تم لوگوں کو دیتا ہوں۔ تم پریشان رہتے ہو تمہیں اعتبار نہیں آتا۔

بنی امیہ خوش ہو گئے۔ ہر ایک نے اپنا اپنا علاقہ معین کرنا شروع کر دیا۔ ایک ہفتہ میں محل بنی امیہ سے پر ہو گیا۔

جب سب جمع ہو گئے تو سفاح نے ان کی دعوت کی۔ جب سب دسترخوان پر بیٹھ گئے تو نالیوں میں پانی چھوڑ دیا گیا۔ نمک پانی کے پہنچنے ہی بچھلنا شروع ہو گیا۔ درازیں پڑنے لگیں۔ باہر سے دروازے بند تھے۔ چند منٹوں میں محل دھڑام سے گر گیا۔ جتنے افراد بھی تھے واصل جہنم ہو گئے۔

سفاح اور سدیف دونوں دیکھنے لگے۔ جب دیکھا کہ ایک ذی روح بھی نہیں بچا۔ سفاح نے سدیف سے کہا کیا تیرا انتقام پورا ہو گیا ہے۔

سدیف نے کہا۔ اے امیر! اگر حقیقت میں دیکھا جائے تو جتنے مختار نے ارے تھے یا ہم نے مارے ہیں ان سب کو جمع کیا جائے تو تخت دل زہر حسین کی جوتی کے تہ کے برابر بھی نہیں ہو سکتے۔ ویسے دل کچھ ٹھنڈا ہوا ضرور ہے۔ لیکن کل نہیں۔

سفاح نے کہا وہ کیسے؟

مدیف نے کہا۔ ان کے دروازے تو سارے شام میں ہیں۔ یہ تو سب غریب اور بے بس قسم کے افراد تھے۔ جب تک شام رسنے والے اموی زندہ ہیں آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا انتقام پورا ہو گیا ہے۔

سفاح نے کہا۔ مجھے امید ہے ان میں سے بھی کوئی نہ بچے گا۔

سفاح نے اپنے چچا صالح ابن عبداللہ ابن عباس سے کہا۔ کہ آپ مدیف کو لے کر شام جائیں جتنا لشکر مناسب سمجھیں ساتھ کر لیں۔

اور کوشش یہ کریں کہ شام سے کوئی اموی بھاگ نہ جائے۔

صالح اور مدیف شام آئے۔ اور بنی امیہ پر تلوار رکھ دی۔ کم و بیش تیس ہزار اموی کو شام میں قتل کیا۔ کچھ لوگ بھاگنے میں کامیاب ہو گئے جو سمندر کے راستہ سے یورپ پہنچے اور وہاں اموی حکومت کی داغ بیل ڈالی۔

مزار غریب زہرا اور بنی عباس

امالی طوسی بن عبدالحمید حمانی سے مروی ہے کہ موسیٰ ابن عیسیٰ کے ایام انتظار میں میں گھر سے باہر نکلا۔ کو ذمہ لیا بھی تھوڑا ہی سفر کیا ہو گا کہ ابو بکر ابن عباس سے ملاقات ہو گئی۔

ابو بکر نے کہا۔ امیرے ساتھ اسی کے پاس چلیں۔

میں نہ سمجھا کہ کس کے پاس چلنا ہے لیکن میں اس کے ساتھ چلنے لگا۔ وہ گدھے پر سوار تھا۔ میں سیدل تھا۔

ابو بکر نے کہا۔ میں تجھے صرف اس لیے ساتھ لارہا ہوں کہ جو کچھ اس سرکش سے کہوں تو اس کا گواہ رہنا۔

میں نے کہا۔ وہ کون ہے؟

اس نے کہا۔ یہی موسیٰ ابن عیسیٰ غاسق و فاجر۔

جب ہم موسیٰ کے دروازہ پر آئے تو دربان نے ہونٹھی کو راستہ دے دیا لیکن مجھے روک لیا۔

ابو بکر نے دربان کو بھڑکا۔ کیا تو اندھا ہے دیکھ نہیں رہا میرے ساتھ آ رہا ہے۔

پھر مجھے کہا۔ آ جا۔

ابو بکر گدھے پر سوار ایوان کے سامنے آکرا۔ موسیٰ ایوان میں تخت پر بیٹھا تھا کہ سب افراد اس کے گرد تھے۔

میں تو ایوان کو دیکھ کر وہیں باہر رک گیا۔

موسیٰ نے ابو بکر کو خوش آمدید کہا۔ اپنے ساتھ تخت پر بٹھالیا۔ جب ابو بکر نے مجھے باہر کھڑے دیکھا تو کہا۔ آ جا تو

بھی ہمارے قریب آ جا۔

موسى نے کہا۔ کیا اسی آدمی کے متعلق تو نے بات کی تھی؟

ابو بکر نے کہا۔ نہیں اسے تو میں بطور گواہ کے لیا ہوں۔

موسى نے کہا۔ کس بات کی گواہی؟

ابو بکر نے کہا جو کچھ سمجھے کہنے آیا ہوں۔

موسى نے کہا۔ کیا بات ہے۔

ابو بکر نے کہا۔ جو کچھ تو قبر حسین ابن علیؑ و فاطمہ بنت محمدؑ سے کر رہا ہے یہ اچھا نہیں ہے۔ میں نے جو کچھ دیکھا ہے

تجھے بتانے آیا ہوں۔

موسى نے کہا۔ کیا بات ہے۔

ابو بکر نے کہا۔ میرا قصہ ہوا ہے میں نے ایک رات عالم خواب میں دیکھا کہ میں نینو جا رہا ہوں جب میں کوڑے کے پل پر

پہنچا تو میرے سامنے دس خنزیر آ گئے ہیں۔ مجھے ان سے بنی احد کے ایک شخص نے پچایا۔ وہاں سے آگے بڑھ کر جب

وادی آیا تو میں راستہ بھول گیا۔

وہاں میں نے ایک بڑھیا دیکھی اس سے راستہ پوچھا۔

اس نے کہا۔ بس سیدھا اسی طرح چلا جا وادی کے آخر میں تجھے راستہ نظر آ جائے گا۔ جب میں نینو پہنچا وہاں ایک

بوڑھا آدمی بیٹھا تھا۔ اس سے میں نے پوچھا۔ تیرا گھر کہاں ہے؟ اس نے کہا اس بستی میں۔ میں نے پوچھا۔ تیری عمر

کتنی ہوگی؟

اس نے کہا۔ یہ تو مجھے یاد نہیں البتہ اتنا بتا سکتا ہوں کہ جب ذریت رسولؐ اس میدان میں شہید کی جا رہی تھی

میں اس وقت باہوش تھا۔

میں نے کہا۔ کیا واقعہ؟

اس نے کہا۔ قسم بخدا! سچ کہہ رہا ہوں۔

میں نے کہا۔ پھر تو نے اس وقت کوئی امداد کیوں نہ کی؟

اس نے کہا۔ جس طرح آج تم اپنی آنکھوں سے ظلم دیکھ رہے اور تمہاری زبانیں گنگ میں اسی طرح ہماری بدنصیبی

نے ہمیں بھی کچھ نہ کرنے دیا۔

میں نے کہا۔ ہم کیسے خاموش ہیں؟

اس نے کہا۔ کسی زندہ سے تو کوئی خطرہ ہوتا ہے۔ بھلا کبھی کسی مر جانے والے سے بھی کوئی خطرہ

ہوتا ہے۔

میں نے کہا۔ نہیں تو۔

محمدؐ بالخلیفۃ آباءہم و آباءہم
C1-A

اس نے کہا۔ پھر میں تو دیکھ رہا ہوں کہ حکمرانوں کو جتنا حسینؑ کی زندگی میں اس سے ڈر تھا اتنا ہی آج اس کی قبر سے بھی ڈر ہے۔ مسلمان فرزند رسول کی قبر کا وجود بھی برداشت نہیں کرتے۔ یہ دیکھ پوری زمین کربلا میں مل جل رہے ہیں۔ کبھی فرات کا رخ موڑا جاتا ہے۔ لیکن بایں ہمہ قبر ہے کہ مٹنے کا نام نہیں لیتی۔

میں نے کہا۔ قبر کہاں ہے!

اس نے کہا۔ آج میرے ساتھ رات کا وقت تھا۔

میں اس کے ساتھ چلا۔ جب قریب مزار آئے تو سامنے دو آدمی کھڑے تھے۔ انہوں نے ہمیں الٹا راستہ

روک لیا۔

میں نے کہا۔ میں دور سے زیارت کو آیا ہوں۔

انہوں نے کہا کہ آج شب جمعہ ہے اور انبیاء مزار غریب پر آ رہے ہیں خاتم الانبیاء کو پر سہ دے رہے ہیں اس وقت جناب ابراہیم مصروف زیارت ہیں۔ یہ سن کر میں پریشان ہوا اور میدار ہو گیا۔ کافی وقت گزر گیا جتنی کہ مجھے خواب تقریباً بھول گیا تھا۔

پچند دنوں کی بات ہے یہیں غاضریہ میں میرا ایک شخص مقروض تھا۔ مجھے وہ قرض وصول کرنے کی خاطر آنا پڑا جب میں پل کو فر پہنچا تو دس چوروں نے میری راہ روک لی۔ اور کہتے گئے جو کچھ تیرے پاس ہے یہیں رکھ دے اور چلا جا۔

میں نے کہا۔ میں ابو بکر ابن عباس ہوں میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ میں تو اپنا قرض وصول کرنے جا رہا ہوں انہی میں سے ایک شخص نے کہا۔ اسے کچھ نہ کہو جانے دو۔ یہ دیکھ کر مجھے اپنا پرانا خواب یاد آ گیا۔ پھر بالکل تمام واقعات دیسے پیش آئے جیسے خواب میں آئے تھے۔ بالآخر وہی بوڑھا ملا جو خواب میں ملا تھا۔ اس نے مزار حسینؑ کی نشاندہی کی۔ اسی نے بتایا ہے کہ تم مزار فرزند رسول کو منہدم اور معدوم کرنا چاہتے ہو۔ یہ اچھا نہیں ہے جہاں خاتم الانبیاء اور دیگر انبیاء آتے ہوں وہ جگہ قابل احترام ہوتی ہے۔

موسیٰ نے کہا۔ ارے اسحق یہ تو کب سے خوابوں کا بادشاہ بن گیا ہے۔ خبر دار آج کے بعد کسی کو یہ خواب مت سنانا۔ اگر میں نے سن لیا تو قتل کرادوں گا۔ ساتھ ہی مجھے بھی موسیٰ نے کہا۔ گواہ صاحب تم بھی اپنی بولتی کوں کام دے کر رکھنا

ابو بکر نے کہا۔ اللہ حافظ ہے۔

موسیٰ نے کہا۔ اللہ بھی حافظ ہو گا لیکن زمان بند رکھنا۔ موسیٰ نے ابو بکر کو گالی دی۔

ابو بکر نے جواب میں کہا۔ نبک اللہ تیری زبان قطع کرے۔

موسیٰ نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ دونوں کو گرفتار کر لو۔ اور ذرا سین پڑھا دو۔ پھر کیا تھا۔ قصابوں کی طرح سپاہیوں

نے ہمیں مارنا شروع کر دیا۔ جب تھک گئے تو موئی کے حکم سے ہمیں زندان میں ڈال آئے۔ زندان میں ہم کچھ ہی دیر بیٹھے تھے کہ موئی کے آدمی ہمیں زندان سے لے گئے۔ موئی کے سامنے کھڑا کیا۔ موئی نے کہا۔ ابو بکر آج میں تجھے چھوڑ رہا ہوں۔ لیکن پھر اگر ایسی بات سنی تو نہ چھوڑ سکوں گا اس سے زیادہ میرا امتحان نہ لینا۔

پھر مجھے کہا۔ خبردار یہ بات باہر نہ نکلے اور ہمیں گالیاں دے کر باہر نکال دیا۔ راستہ میں ابو بکر نے کہا۔ گبرامت۔ اللہ اجر دے گا۔ ہر ایک کو نہ بتانا۔ جسے اس کا اہل دیکھنا تو اسے ضرور بتانا۔

منتخب میں بیچا ابن مغیرہ سے مروی ہے کہ میں جریر ابن عبد الحمید کے پاس تھا کہ جریر کے پاس عراق سے ایک شخص آیا۔

جریر نے اس سے عراق کے حالات پوچھے۔

کوئی نے بتایا کہ قبر حسین پر بل چلائے جا رہے ہیں۔ اور قبر حسین کے قریب جو بیری کا ایک درخت تھا۔ اسے کاٹ دیا گیا ہے۔

جریر نے دونوں ہاتھ بلند کر کے اللہ کا کبر کہا۔

میں نے کہا۔ خیریت تو ہے؛

جریر نے کہا۔ بڑی مدت کے بعد ایک حدیث نبوی کا معنی سمجھ آیا ہے۔

میں نے پوچھا۔ وہ کونسی حدیث ہے۔

جریر نے کہا۔

آپ نے تین مرتبہ فرمایا ہے۔

اللہ بیری کاٹنے والے پر لعنت کرے۔ اللہ بیری کاٹنے والے پر لعنت کرے۔ ہمیں سمجھ نہیں آتی تھی کہ یہ کونسی بیری

ہے۔ آج پتہ چلا کہ انھوں کا مقصد یہ تھا۔ بیری سے مراد نزار حسین تھی۔

منتخب میں عبد اللہ ابن ربابہ سے مروی ہے کہ میں سحری میں حج کو آیا۔ حج سے فراغت کے بعد مدینہ آیا مزار

رسول کی زیارت کی پھر عراق آیا۔ مدت کے وقت حضرت علی کی زیارت کی۔ دوسرے دن کر بلا آیا مزار نوا مزار رسول پر بل

چلائے جا رہے تھے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ بیوں کو سان مار مار کر ادھر موا کر دیتے تھے۔ لیکن کوئی بھی بل اپنے

قدم فرزند زہرا کے مزار پر نہیں رکھتا تھا۔

ولیعصر ترست ولیعصر ترست ولیعصر ترست ولیعصر ترست ولیعصر ترست ولیعصر ترست ولیعصر ترست ولیعصر ترست ولیعصر ترست ولیعصر ترست

روضہ مظلوم پر شفا۔

بھاریں ابو جعفر نیشاپوری سے مروی ہے کہ ایک سال میں مظلوم زہراؑ کی زیارت کو کیا ہمارا قافلہ تھا کہ بلا سے کم و بیش دس بارہ میل پر سے ہمارے ایک ساتھی پر اچانک فالج کا حملہ ہوا اور وہ بے کار ہو گیا۔ اس نے ہماری منت سماجت کی ہم نے کپڑا پر اسے اٹھایا اور ساتھ لائے۔ مزار غریب کے دوران طواف اس نے انتہائی بجزواری سے شفا کی اپیل کی ہم اس دقت حیران رہ گئے جب ہم نے کپڑا رکھا تو وہ چلنے لگا۔

زیارت غریب زہراؑ۔

منتخب میں دلیل سے مروی ہے کہ ایک رات سے یہی میں قنہا بیٹھا فضائل آل محمد کا قصیدہ لکھتا تھا۔ رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی۔

ذق الباب ہوا۔

میں نے پوچھا۔ کون؟

جواب ملا آپ کا بھائی ہوں۔

میں نے دروازہ کھولا تو ڈر کے مارے برا حال ہو گیا۔ ایک عجیب الخلق شخص سامنے کھڑا تھا۔ وہ اندر چلا آیا۔ میرا پینہ چھوٹ گیا۔

اس نے کہا ڈریں نہیں میں جنوں سے آپ کا مومن بھائی ہوں۔ آپ فضائل آل محمد کے قصائد لکھتے ہیں۔ اور میں آپ کو ایک ایسی بات سنانے آیا ہوں جو آپ نے کبھی نہ سنی ہوگی۔

میرا خوف کچھ ہلکا ہوا۔

میں نے کہا۔ فرما سنائیے۔

اس نے کہا میں سرکش جنات میں سے تھا اور عداوت علیؑ میں آخری مقام پر تھا۔ میں لنگے قسم کے جنوں کے ایک گروہ کے ساتھ ایک رات جا رہا تھا راستہ میں ہمیں زائرین حسینؑ کا ایک قافلہ مل گیا ہم نے انہیں تنگ کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن ہم نے دیکھا کہ ملائکہ نے ہر طرف سے انہیں گھیر رکھا ہے جو ہم سے بھی محفوظ کر رہے تھے۔ اور شہرات الارض سے بھی محفوظ کر رہے تھے۔

یہ دیکھ کر میری آنکھیں کھل گئیں۔ میں نے اپنی سابقہ زندگی پر لعنت کی۔ توبہ کی ساتھیوں سے جدا ہو کر کربلا آیا۔ زیارت سے فالخ ہو کر کم آیا۔ حج کے بعد مدینہ میں روضہ رسولؐ کی زیارت کی۔ روضہ رسولؐ کی زیارت سے واپس آ رہا تھا ایک جگہ ایک شخص بیٹھا تھا۔ اس کے گرد بہت سے لوگ تھے۔ میں نے کسی سے پوچھا یہ کون ہے؟

مجھے بتایا گیا کہ فرزند رسول صادقؑ ہے۔

میں نے قریب جا کر سلام کیا۔

انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ اور فرمایا۔ مبارک ہو تیری توبہ قبول ہے۔ سرزمینِ کربلا کی رات کو ہمیشہ یاد رکھنا

میں نے عرض کیا توبہ کوئی حدیث سنائیے۔

آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ مجھے اپنے آباء کے ذریعہ انحضرتؐ سے روایت موصول ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ یا اعلیٰ!

کوئی نبی مجھ سے پہلے۔ کوئی وصی مجھ سے پہلے داخل جنت نہیں ہوگا۔ اور نہ ہی کوئی امت میری امت سے پہلے داخل

جنت ہوگی۔ اور میری امت اس وقت داخل جنت ہوگی۔ جب تیری ولایت کا اقرار کرے گی۔ یا اعلیٰ! جس نے ذرا بھر

بھی تیری توہین کی ہوگی وہ جنت کی لذت تک نہ پاسکے گا۔ تجھ جیسے کو اس جیسی حدیث نہ مل سکے گی۔



اسم مبارک :-

علی

القاب :-

زین العابدین - سید الساجدین - زکی - امین - ذوالشفقت -

سال ولادت :-

۳۸ھ

روز ولادت :-

خمیس

ماں :-

شاہ زنان بنت یزید جرد

تھیال :-

سلاطین ایران

کنیت :-

ابوالحسن اور ابو محمد

ماہ ولادت :-

جمادی الاول

زین العابدین کیوں؟

ایک مرتبہ اہلس اس ارادہ سے آیا کہ آج علی بن حسین کے خضوع و خشوع کو ختم کر دوں۔ سانپ کی شکل اختیار کی
حملہ کے انداز میں اردگرد دو تین چکر لگائے تنگ اگر بحالت سجدہ پاؤں کے انگوٹھا کو منہ میں سے کر کاٹا۔ لیکن آپ کے
اطمینان میں فرق نہ آیا۔ آپ نے سلام پڑھا اور فرمایا۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ علی العظیم۔ وقع ہو جا اے طعون ورجیم۔
شیطان بھاگ گیا۔ اہل مدینہ کے کافی افراد نے یہ آواز سنی۔

واللہ انت زین العابدین۔ واللہ انت زین العابدین۔ واللہ انت زین العابدین۔

عمر شریف :-

۴۵ برس

سذ شہادت :- ۹۵ھ

ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست

ارشاد شیخ مفید کے مطابق حضرت علی نے اپنے دور خلافت میں حریت ابن جابر حنفی کو ایران کا عامل بنا کر بھیجا اس نے یزدجرد کی دو بیٹیاں آپ کے پاس بھیجیں۔ شہر بانو اور ماہ بانو حضرت علی نے شہر بانو کا عقد امام حسین سے اور ماہ بانو کا عقد محمد ابن ابوبکر سے کیا۔

شہر بانو سے امام سجادؑ اور ماہ بانو سے قاسم ابن محمد پیدا ہوئے۔ دونوں خالد زاد بھائی تھے۔

امام سجادؑ دادا کے ساتھ دہ برس۔

چچا امام حسنؑ کے ساتھ بارہ برس۔

اور باپ کے ساتھ ۲۳ برس رہے۔

آپ کی مدت امامت ۵۲ برس تھی۔

آپ کے زمانہ امامت میں اموی حکمران :-

یزید ابن معاویہ

معاویہ ابن یزید

مروان ابن حکم

عبد الملک ابن مروان

ولید ابن عبد الملک۔

امام باقرؑ سے مروی ہے کہ میرے بابا کا معمول تھا جب بھی کوئی نعمت آتی تو اسے سجدہ میں گرجاتے۔ اور جب بھی کوئی مصیبت دور ہوتی سجدہ شکر کرتے۔ زینبہ سے فارغ ہوتے تو سجدہ شکر کرتے۔ بہترت سجدوں کی دہر سے آپ کا نام ہی سجاد ہو گیا۔

کشف الغمہ میں مروی ہے کہ زہری جب بھی آپ کا نام لیتا تو زین العابدین کہتا تھا۔ ایک مرتبہ سفیان ثوری نے کہا یہ تو اسے زین العابدین کیوں کہتا ہے۔

زہری نے کہا میں نے سعید ابن مسیب سے سنا ہے سعید نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے روز منادی ندا کرے گا زین العابدین کہاں ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں علی ابن حسینؑ منادی کے جواب میں آگے آ رہا ہے۔

نقش انگشتر :-

امالی صدوق میں مروی ہے کہ آپ کی انگوٹھی کا نقش۔ ان اشہر بالغ امرہ تھا۔

بعض نے بتایا کہ نقش انگشتریہ تھا۔ الحمد للہ العلی۔
بعض نے کہا ہے کہ نقش انگشتریہ تھا۔ خزوی و شقی قاتل المسلمین

نصوص امامت :-

اصول کافی میں امام صادق سے مروی ہے کہ جب امام حسین مدینہ سے کربلا جانے لگے تو آپ نے تبرکات انبیاء جناب ام المومنین ام سلمہ کے سپرد کیے اور فرمایا۔ جب سجاد واپس آجائے تو اسے دے دینا کیونکہ یہ تبرکات صرف اریائے انبیاء سے مخصوص ہیں۔

اصول کافی میں امام باقر سے مروی ہے کہ جب مظلوم کربلا پیام سے آخری الوداع کر کے میدان میں جانے لگے تو آپ نے ایک لفاظہ اپنی بیٹی جناب فاطمہ کبریٰ کو دیا اور فرمایا۔ جب واپس مدینہ پہنچ جاؤ تو سجاد بھائی کے حوالہ کر دینا۔

راوی نے عرض کیا۔ قید اس لفاظہ میں کیا تھا؟

آپ نے فرمایا۔ تخلیق کائنات سے لے کر قیامت تک مخلوق خدا کی جملہ ضروریات اور مشکلات کا حل تھا۔

امالی صدوق میں امام صادق سے مروی ہے کہ نبی کونین نے دم آخر اپنی انگوٹھی حضرت علیؑ کو۔ حضرت علیؑ نے وہی انگوٹھی امام حسنؑ کو امام حسنؑ نے امام حسینؑ کو۔ امام حسینؑ نے امام سجادؑ کو۔ امام سجادؑ نے امام باقرؑ کو اور امام باقرؑ نے مجھے اپنے ہاتھ کی انگلی میں پہنائی صرف جمعہ کے دن وہ انگوٹھی ہاتھ میں رکھتا ہوں۔

امام سجاد کے معجزات

۱۔ حجر اسود کی شہادت :-

امام حسینؑ کی شہادت کے بعد کچھ لوگوں نے جناب محمد حنیفہ کو امام ماننا شروع کر دیا تھا۔ جناب محمد نے کبھی دعوئے امامت نہیں کیا تھا۔ لوگوں کو منسج بھی کرتے مگر لوگ نہ رکتے۔ تین مقامات پر جناب محمد نے لوگوں کو جناب امام سجادؑ کی امامت کی راہنمائی کی یہ امام سجادؑ کے سامنے دعوئے امامت کیا۔ تاکہ لوگوں پر حجت تمام ہو جائے امام حج میں جناب محمد اپنے چند معتقدین کو لے کر آئے اور کہا۔ سجاد بیٹے! میں آپ سے بڑا ہوں۔ بابا سے

براہ راست میں نے کثرت احادیث روایت کی ہیں۔ آپ نے کیوں ڈھنڈے امامت کر رکھا ہے۔
امام سجادؑ نے فرمایا۔

چچا جان! بزرگ ہونے کی حیثیت سے آپ میرے لیے واجب الاحترام ہیں لیکن امام ہونے کی حیثیت سے میں آپ کیلئے واجب الطاعت ہوں۔ اگر آپ کو اپنی امامت کا یقین اور میری امامت میں شک ہو تو آئیے یہیں فیصلہ ہو جاتا ہے۔

محمد نے کہا کیسے فیصلہ ہو جائے گا۔

امام سجادؑ نے فرمایا۔ حجر اسود کے پاس چلے جاتے ہیں۔ آپ بھی اس پر سلام کریں۔ میں بھی سلام کروں گا جسے حجر اسود سلام کا جواب دے وہی امام ہوگا۔

کیونکہ حجر اسود نبی یا وحی نبی کے سلام کا جواب دینے کا پابند ہے۔

محمد نے اپنے معتقدین کی طرف دیکھ کر کہا۔ سجادؑ نے انصاف کی بات کی ہے میں تسلیم کرتا ہوں۔ انہوں نے بھی تائید کی۔

دونوں چلے گئے۔

امام سجادؑ نے فرمایا چچا چونکہ آپ بڑے ہیں اس لیے آگے بڑھیں اور حجر اسود کو اپنی امامت کی گواہی دینے کا حکم دیں۔

جناب محمدؐ آگے بڑھے دو رکعت نماز پڑھی اور دعا مانگ کر کہا۔ اگر میں امام حق ہوں تو میری امامت کی گواہی دے حجر اسود سے کوئی جواب نہ ملا۔

اب امام سجادؑ آگے بڑھے دو رکعت نماز پڑھی اور حجر اسود سے فرمایا۔

اے وہ پتھر جسے اللہ نے بیت اللہ میں آنے والے افراد کا تائید گواہ بنایا ہے۔ اگر تجھے علم ہے کہ میں صاحب الامر اور اللہ کی طرف سے مقرر کردہ امام ہوں۔ تو میری امامت کی گواہی دے تاکہ میرے چچا اور ان کے معتقدین کو میری امامت کا یقین ہو جائے۔

حجر اسود نے عربی فصیح میں بلند آواز سے کہا۔ جسے بیت اللہ میں موجود تمام افراد نے سنا۔

اے محمد بن علیؑ۔ علیؑ ابن حسینؑ اللہ کی طرف سے امام منصوص ہے۔ اس کی اطاعت تجھ پر اور تمام مخلوق پر واجب ہے۔ اس سلسلے میں جھگڑا نہ کر۔

جناب محمد نے امام سجادؑ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں سے کر لیا اور کہا بیٹے تو ہی امام حق ہے۔

۲۔ بکری کی گواہی :-

نائب میں عمار سباباطی سے مروی ہے کہ امام حسینؑ کے بعد جب مجان آل محمدؑ نے جناب محمد حنیفہ کو امام ماننا شروع کیا تو پہلے تو آپ نے انہیں روکا۔ جب وہ نہ رکے تو انہیں یقین دلانے کی خاطر ایک دن اپنے چند متفقین کو لے کر امام سجاد کے پاس آئے اور کہا۔

سجلا بیٹے! بڑوں کا حق بڑا بڑا ہے۔ میرے ہوتے ہوئے تجھے دعوائے امامت کا حق نہ تھا۔

امام سجاد نے فرمایا۔ امامت صرف دعوائے کرنے سے نہیں آجاتی۔ امامت کے کچھ دلائل بھی ہوتے ہیں۔ یہ سامنے بکری کھڑی ہے اگر آپ امام ہیں تو اسے حکم دیں آپ کی امامت کی گواہی دے۔

جناب محمد نے کہا۔ بھلا کبھی حیوانات نے بھی گواہی دی ہے۔

امام سجاد نے فرمایا۔ اگر حیوانات نبوت کی شہادت دے سکتے ہیں تو یہ امامت کی گواہی کو کیوں نہیں دے سکتے ہیں۔

جناب محمد نے فرمایا۔ پھر آپ ہی ہمیں بکری سے اپنے حق میں شہادت دلوائیں۔

امام سجاد نے عرض کیا۔ بار اہا۔ بکری کو قوت گویائی دے۔

بکری نے فصیح عربی میں کہا۔ اے فرزند حسینؑ! اللہ نے علم امامت کا امین آپ کو بنایا ہے۔ سو وہ کینز کو حکم دیں مجھے پیارہ ڈال دے۔

جناب محمد نے آگے بڑھ کر امام سجاد کو گلے لگایا اور کہا۔ میں مانتا ہوں آپ ہی امام حق ہیں۔

۳۔ مردہ کا زندہ ہونا :-

نائب النائب میں ثور ابن سعد سے مروی ہے کہ جب مجان آل محمدؑ نے جناب محمد کی امامت کا پرچار شروع کیا تو پہلے تو آپ نے انہیں روکا لیکن جب وہ نہ رکے تو وہ ان سے چند سرکردہ افراد کو ساتھ لے کر امام سجاد کے پاس آئے اور کہا سجاد آپ کو معلوم ہے میں علی کا بیٹا ہوں۔ اور امام حسنؑ و حسینؑ کے بعد میں ہی سب سے بڑا ہوں۔ یہ لوگ بھی مجھے امام مانتے ہیں۔ لہذا آپ بھی مجھے امام مان لیں۔

امام سجاد نے فرمایا۔ امامت کا تعلق نہ تو بڑے چھوٹے سے ہوتا ہے اور نہ لوگوں کے مان لینے سے ہوتا ہے۔ آئیے قبرستان میں چلے چلتے ہیں اور امامت کا فیصلہ کر لیتے ہیں۔

کافی لوگ دونوں کے ساتھ قبرستان میں آئے۔

امام سجاد نے ایک قبر کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

پچھائی نئی قبر ہے۔ صاحب قبر سے کہیں آپ کی امامت کی گواہی دے۔

جناب محمد نے کہا۔ اگر آپ امام حق ہیں تو پھر آپ ہی اسے کہہ دیں تاکہ ہم بھی سن لیں۔

امام سجاد نے صاحب قبر سے فرمایا۔ اٹھ اور بتا امام حق کون ہے۔

قبر شکناف ہوئی۔ صاحب قبر سر سے مٹی جھاڑتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ اور کہنے لگا۔ اسے فرزند علی امامت علی ابن حسین

کا وہ حق ہے جو اسے امڈ کی طرف سے ملا ہے لہذا آپ کو یہ نزاع زیب نہیں دیتا۔

جناب محمد نے آگے بڑھ کر امام سجاد کو گلے لگایا اور کہا۔ بیٹے میں مان گیا ہوں آپ امام حق ہیں۔ آئندہ میری طرف سے

ایسی کوئی بات نہ ہوگی۔

۴۔ پانی موتیوں میں تبدیل ہو گیا۔

بحار اور منتخب میں مروی ہے کہ ربیع سے ایک مومن ہر سال حج کو آتا تھا اور امام سجاد کے لیے کچھ تحائف بھی

لاتا تھا۔

ایک سال جب واپس گیا تو اسے بیوی نے کہا۔

وہ کون ہے جس کے لیے ہر سال تو تحائف لے تو جاتا ہے لیکن وہاں سے تجھے کچھ بھی نہیں ملتا۔ اور خالی ہاتھ

لوٹتا ہے۔

اس مومن نے کہا۔ ایسا نہ کہہ۔ تو عورت کیا جانے کہ وہ کون ہے؟

عورت نے کہا۔ اسی لیے تو پوچھ رہی ہوں کہ وہ کون ہے؟

مومن نے کہا۔ ہمارا امام ہے۔ امڈ کی طرف سے جنت ہے۔ کائنات کا مالک ہے۔ فرزند رسول ہے

اور خلیفہ خدا ہے۔

اگلے سال وہ حج کو آیا حسب معمول حج سے فراغت کے بعد مدینہ آیا۔ روزہ رسول پر سلام کرنے کے بعد امام سجاد

کی خدمت میں آیا۔ دسترخوان لگ رہا تھا۔

قد موبسی کے بعد بیٹھ گیا۔

امام سجاد کے حکم سے کھانا کھایا۔ کھانا سے فراغت کے بعد اٹھا اور لوٹا لے کر امام کے ہاتھ دھلانے لگا۔

آپ نے فرمایا۔ تو ہمارا مہمان ہے۔ آئنا بھجے دے میں تیرے ہاتھ دھلاؤں

اس نے عرض کیا۔ قبلہ ارادت مند جہاں بھی ہوتا ہے وہ عقیدت مند ہوتا ہے میں مہمان بن کر نہیں آتا اپنے

کو یہ عقیدت کی زیارت کو آیا ہوں۔ اور میری سعادت ہے کہ ذات احیت نے مجھے یہ موقعہ فراہم کیا ہے کہ آپ کے ہاتھوں

پر پانی ڈالوں۔

آپ نے فرمایا۔ خوش قسمت ہے۔ اللہ بھی تجھے اتنا نوازے گا۔ کہ تیرا دل خوش ہو جائے گا۔
امام نے طشت میں ہاتھ بڑھایا۔ مومن نے پانی ڈالا طشت کا تیسرا حصہ پانی سے بھر گیا۔ امام نے پوچھا طشت
میں کیا ہے۔

مومن نے عرض کیا۔ قبلہ پانی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ ذرا غور سے دیکھ پانی کہاں ہے طشت میں یا قوت احمد ہیں۔

اب جو مومن نے دیکھا طشت میں یا قوت احمد بکھرے ہوئے تھے۔

امام نے فرمایا۔ بے پانی ڈال۔ اس نے پانی ڈالا۔ طشت کا دوسرا پانی سے پر ہو گیا۔ آپ نے فرمایا۔ طشت
میں کیا ہے؟

مومن نے عرض کیا۔ قبلہ یا قوت احمد اور پانی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ ذرا غور سے دیکھ یا قوت احمد اور بمنز زمرد ہے۔

مومن نے دیکھا تو یا قوت احمد کے اوپر بمنز زمرد کی تہ تھی۔

امام نے فرمایا۔ پانی ڈال۔ اس نے پانی ڈالا۔ طشت پر ہو گیا۔

آپ نے فرمایا۔ طشت میں کیا ہے۔

مومن نے عرض کیا۔ قبلہ یا قوت احمد۔ زمرد بمنز اور پانی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ نہیں یا قوت احمد۔ زمرد بمنز اور درمغید ہیں۔

مومن نے دیکھا تو اتفاقاً طشت یا قوت احمد۔ زمرد بمنز اور درمغید موتیوں سے پر تھا۔

امام نے فرمایا۔ مجھے معلوم ہے ہمیں دینا سے کبھی دلچسپی نہیں رہی۔ ہماری طرف سے بعد معذرت۔ بیوی کو یہ تحفہ

پیش کر دینا۔ امید ہے پھر تجھے کبھی شکوہ نہیں کرے گی۔

مومن نے عرض کیا قبلہ آپ کو کیسے پتہ چلا؟

آپ نے فرمایا۔ اللہ جسے روئے زمین پر اپنا خلیفہ مقرر فرماتا ہے اسے کم از کم اتنے علم سے ضرور نوازتا ہے جس سے

وہ اپنی رعیت کے حالات سے باخبر رہ سکے۔

وہ مومن واپس گیا۔ عورت کے سامنے جو اہل ہات کا ڈھیر لگا دیا۔ اور تمام واقعہ سنایا عورت نے کہا۔ اب کے

سال تو تمنا اس امام کی زیارت کو نہیں جلتے گا۔ میں بھی اس کریم کا سلام کرنے آؤں گی۔

اگلے سال دونوں میاں بیوی چلے۔

حج سے فارغ ہو کر مدینہ آ رہے تھے۔ راستہ میں عورت بیمار ہو گئی۔ کافی علاج کے باوجود جانیر نہ ہو سکی فوت ہو گئی۔

مومن عالم پریشانی میں آپ کے پاس آیا اور جنازہ کی درخواست کی۔

آپ نے فرمایا۔ ذرا ٹھہر جا۔ دو رکعت نماز پڑھی۔ اور دعا مانگی۔ پھر فرمایا۔ جا۔ اللہ نے تیری بیوی کو زندہ کر دیا ہے وہ تیرے انتظار میں ہے۔

مومن خوشی خوشی واپس آیا۔ دیکھا تو بیوی انتظار میں تھی۔

اس نے پوچھا۔ تو تو مر گئی تھی۔ پھر زندہ کیسے ہو گئی۔

عورت نے کہا۔ ملک الموت میری روح قبض کر کے جا رہا تھا کہ ایک انتہائی وجہ اور حسین شخص سامنے آیا۔ عورت نے جب تمام حلیہ بیان کیا۔ تو مرد نے کہا۔ بالکل میرا امام اسی طرح ہے۔ ملک الموت نے اسے دیکھ کر السلام علیک یا حجۃ اللہ السلام علیک یا زین العابدین کہا۔

اس نے ملک الموت کو حکم دیا۔ اس کی روح واپس کر۔ میری زائرہ تھی۔ اور ہم پر ہمارے زائرین کا حق ہے۔ میں نے اللہ سے درخواست کی ہے۔ اللہ نے اس کی زندگی میں میں برس بڑھا دیئے ہیں۔

ملک الموت نے عرض کیا۔ قبلہ جیسے حکم ہو۔

پھر میری روح میرے جسم میں واپس کر کے چلا گیا۔

مومن نے کہا۔ اگر اس محسن کو دیکھ لے تو پہچان لے گی۔

عورت نے کہا۔ بھلا اب کیسے نہ پہچانوں گی۔ میں تو ان کی آواز بھی پہچان لوں گی۔

دونوں مدینہ آئے امام سجاد حلقہ اصحاب میں تشریف فرما تھے۔ عورت نے جونہی دیکھا۔ دوڑ کر پکاری۔ بخدا یہی وہ ہے۔ انہوں نے ملک الموت کو حکم دیا تھا۔ انہی کو ملک الموت نے السلام علیک یا حجۃ اللہ کہا تھا۔ یہ کہہ کر آگے بڑھی اور آپ کے قدموں میں گر کر قدم چومنے لگی۔

اس کے بعد تازہ زندگی دونوں میاں بیوی ہر سال آپ کی زیارت کو آتے رہے۔

۵۔ سجد الملک ابن مروان کے کپڑے نجس ہو گئے :-

مطالب السؤل میں زہری سے مروی ہے کہ جب عبد الملک نے امام سجاد کی گرفتاری کا حکم دیا۔ مدینہ میں اس کے گورنر نے آپ کو گرفتار کر کے عبد الملک کے سپاہیوں کے سپرد کیا۔ میں نے ان سے ملاقات کی اجازت مانگی۔ انہوں نے مجھے اجازت دے دی۔

جس خیمہ میں آپ مقید تھے میں آیا تو دیکھا آپ کے ہاتھوں میں سیاں پاؤں میں بیڑیاں۔ اور گے میں طوق تھے۔ میں رو دیا۔

آپ نے فرمایا۔ زہری۔ یہاں تک کہ خود ہی قبول کر لیں تو ادراہات سے در نہ ان لوگوں میں یہ ہمت نہیں ہے کہ ہمیں قید کریں۔

اب ان امتحانات کا وقت گزر چکا ہے۔ اس وقت ضرورت تھی لوگوں کو ایک مرتبہ توحید و رسالت یاد دلانے کی اب تمام حجت ہو چکا ہے۔ میں ان کا پابند نہیں ہوں۔ مدینہ سے دو منزل ان کے ساتھ جاؤں گا۔ پھر واپس آجاؤں گا ویسے اب بھی اگر میں چاہوں تو آزاد ہو سکتا ہوں۔ لیکن یہاں آزاد ہو گیا تو پھر یہ لوگ ہمارے مجوں کو مدینہ میں ستائیں گے اس لیے بیرون مدینہ تک ان کے ساتھ جاؤں گا تا کہ یہ کسی کو میری ازادی میں متہم نہ کر سکیں۔

میں نے دل میں خیال کیا۔ کہ خدا معلوم یہ لوگ کیا کہتے ہیں۔ پاپہ زنجیر ہے پھر بھی ایسی باتیں کر رہا ہے۔ امام بجا نے میری طرف دیکھا اور فرمایا میری طرف دیکھو۔

میں نے دیکھا۔ آپ نے زنجیروں کی طرف اشارہ کیا۔ تمام زنجیر کھل کر ایک طرف ہو گئے۔ پھر فرمایا: کیا اب بھی تجھے شک ہے۔

میں نے قدموں پر ہاتھ رکھ کے عرض کیا: قبہ کبھی شک نہ کروں گا۔

چار راتیں ہی گزری تھیں کہ شام نے جانے والے عبدالملک کے سپاہی پریشان پریشان ادھر ادھر مدینہ میں بھاگ رہے تھے۔

اور ایک ایک آدمی سے پوچھ رہے تھے کہ کہیں علی ابن حسین کو دیکھا ہے۔

میں نے پوچھا۔ کیوں کیا ہوا۔ تم تو اسے گرفتار کر کے لے گئے تھے۔ پھر آپ یہاں کیوں ڈھونڈ رہے آئے ہو؟ انہوں نے کہا۔ آج جو تھی رات ہے نہ دن کو سوتے ہیں نہ رات کو ہر وقت اس کی نگرانی کرتے رہتے ہیں۔ لیکن ہماری آنکھوں کے سامنے سے اس طرح غائب ہوئے کہ زنجیروں میں رہ گئے۔ اور امام سجادؑ نہیں ہیں۔

بعد میں میں شام آیا عبدالملک نے امام بجا کے متعلق پوچھا۔

میں نے کہا وہ ہر وقت مصروف عبادت رہتے ہیں، اس دن آپ کے سپاہی کہہ رہے تھے کہ ہمارے سامنے غائب ہو گئے ہیں۔ کیا سچ ہے۔

عبدالملک نے کہا۔ بالکل سچ ہے جس وقت کا سپاہی پتہ دیتے ہیں اسی وقت میرے پاس آئے ہیں دیکھو اٹھ کھڑا ہوا۔ مجھ پر اتنی ہیبت طاری ہوئی کہ میرا پیشاب خطا ہو گیا۔ کپڑے تر تر ہو گئے۔ مسکرا کر فرمایا۔ مجھ سے کیا پاہتا ہے۔

میں نے سمجھے ہوئے انداز میں عرض کیا۔ چاہتا تھا آپ یہیں رہ جائیں۔

انہوں نے کہا۔ میں یہاں نہیں رہ سکتا۔ میں روضہ رسولؐ نہیں چھوڑنا چاہتا۔ یہ کہہ کر غائب ہو گئے۔ یقیناً کہ نہ رہی جب میری آنکھوں سے غائب ہوئے تو مجھے ہوش آیا اور میرا ذہن کچھ مطمئن ہوا۔ جب تک وہ کھڑا رہا میں کا پتہ نہ رہا۔

۶۔ پانی پر چلنا :

ابو خالد کا بی سے بجا میں مروی ہے کہ ایک دن امام بجاؑ کی آیا ام الطویل کا بیٹا بھی مجھے امام بجاؑ کے پاس لے گیا۔ میں نے آپ کی سادگی کے متعلق جو کچھ سن رکھا تھا۔ وہاں معاملہ بالکل برعکس تھا۔ آپ بڑے آرام دہ بستر پر انتہائی حسین لباس میں بیٹھے تھے۔

میں خاموش بیٹھا رہا۔ کچھ دیر بعد واپس آیا۔

امام بجاؑ نے فرمایا۔ کل صبح آنا۔

میں نے دل میں فیصلہ کر رکھا تھا کہ نہیں آؤں گا۔ کیونکہ جو شہرت تھی اس کے خلاف دیکھا ہے۔ دوسرے دن صبح خیال آیا کہ جانے میں کونسا سرج ہے۔

چنانچہ میں چلا گیا۔ دیکھا تو مکان خالی تھا۔ چاہا داپس پلٹوں کہ اندر سے امام بجاؑ نے پکار کے فرمایا۔ کل جس جگہ تو نے دیکھا تھا وہ عارضی تھی آج اپنی جگہ بیٹھا ہوں آجا۔

میں اندر گیا۔ دیکھا تو انتہائی سادہ اور بوسیدہ لباس میں ایک پرانی سی چٹائی پر بیٹھے تھے۔ میں سلام کر کے بیٹھ گیا۔

فرمانے لگے۔ لنگر آجو تو نے کل دیکھا ہے وہ میرا نہ تھا۔ میری بیوی کی خواہش تھی جو میں نے ایک دن پوری کر دی ورنہ ہمارا یہ جرم ہے۔

میں نے دل میں سوچا۔ کہ میرا لنگر نام میرے۔ میری ماں۔ اور اللہ کے علاوہ کسی کو بھی معلوم نہیں تھا۔ انہیں کس نے بتایا ہے۔

آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ یہ کون سی تعجب کی بات ہے جو چیز اللہ کو معلوم ہوگا وہ چاہے تو اپنے اولیاء کو اپنے علم سے نواز سکتا ہے۔

پھر اٹھے مجھے اور بیگی کو ساتھ لے کر باہر ایک تالاب پر آئے۔ بہت بڑا اور گہرا تالاب تھا۔ ہمیں کنارے پر کھڑا کیا اور خود تالاب میں چلے گئے۔ کافی دیر تک سطح آب پر چلتے رہے میں دیکھ رہا تھا۔ ایڑھی سے اوپر پانی کی رطوبت بھی نہ آئی۔

بے ساختہ میرے منہ سے نکل گیا۔ اللہ اکبر! اللہ اکبر! کبریا! ہی اللہ کی ایت کبریٰ اور کہ ارض پر حجت خدا ہیں۔

واپس تشریف لائے اور فرمایا۔ لنگر یاد رکھنا قیامت کے دن تین افراد ایسے ہوں گے۔ جن کی طرف نگاہ قدرت

نہ ہوگی۔

ایسا شخص جو ہماری جگہ ان لوگوں کو بٹھائے جو نااہل ہیں۔

ایسا شخص جو ہم سے ہمارا مقام چھین لے۔
اور تامل۔

یاد رکھنا۔ پہلی دونوں قسم کے افراد کا اسلام میں بہت بڑا عمل دخل ہے۔

۷۔ حضرت یونس کی مچھلی:

بجاریں ابو حمزہ ثمالی سے مروی ہے کہ ایک دن عبد اللہ ابن عمر امام سجاد کے پاس آیا اور کہنے لگا۔
اے فرزند حسین! کیا یہ سچ ہے کہ تو نے کہا ہے کہ چونکہ جناب یونس نے میرے دادا کی ولایت قبول کرنے میں
تامل کیا تھا اس لیے اللہ نے مچھلی کو حکم دیا تھا کہ اسے زندان شکم میں رکھے۔

امام سجاد نے فرمایا۔ ہاں میں نے ایسا کہا ہے۔

عبد اللہ ابن عمر نے کہا۔ اگر کہا ہے تو مجھے اس دعویٰ کا ثبوت چاہیے۔ اگر سچ ہے تو ثبوت دے۔

امام سجاد نے ہمیں فرمایا۔ آنکھیں بند کر لو۔

ہم نے آنکھ بند کیں۔

چند سیکنڈ بعد فرمایا۔ اب کھول لو۔

ہم نے آنکھیں کھولیں تو ہم کاپ گئے۔ ہم سمندر کے کنارے کھڑے تھے۔

عبد اللہ ابن عمر تھر تھرا رہا تھا۔ کہنے لگا۔ تجھ اپنے جد کا واسطہ ہمیں واپس لے چل۔

امام سجاد نے جھرک کے فرمایا۔ خاموش رہ۔ اور میرے دعوے کا ثبوت دیکھ۔ پھر اپنے بااواز بلند فرمایا۔ اے موت

یونس۔ آواز دے ہی ایک پہاڑ جیسا سر پانی سے باہر نکلا۔

آپ نے فرمایا۔ تو کون ہے؟

مچھلی نے فصیح عربی میں عرض کیا۔ میں وہی مچھلی ہوں جس نے جناب یونس کو چالیس دن تک اپنے پیٹ

میں رکھا تھا۔

آپ نے فرمایا۔ واقف کیا تھا۔

مچھلی نے عرض کیا۔ قبلہ اذات حدیث نے جس طرح قبل از بعثت تمام انبیاء سے آپ کی ولایت کا عہد لیا تھا

اسی طرح بعد از بعثت بھی تمام انبیاء سے آپ کی ولایت کا عہد لیا ہے۔ جن انبیاء نے فوراً عہد کر لیا وہ محفوظ رہے اور

جن انبیاء نے قبول نہ کیا اللہ نے انہیں کسی نہ کسی حادثہ سے دوچار کیا۔

جناب آدم جنت سے نکلے۔ حضرت نوح کی کشتی گرداب میں آئی۔ حضرت خلیل آتش نورد میں بیٹھے۔ جناب

یعقوب نے فراقی یوسف دیکھا۔ جناب ایوب نے اولاد مال کا درد دیکھا۔ جب وفات حدیث نے جناب یونس

سے اقرار ولایت کا فرمایا۔ تو جناب یونس نے عرض کیا۔ بارالہا۔ جسے میں نے دیکھا ہی نہیں میں اس کی ولایت کا اقرار کیسے کر لوں۔

ذاتِ احدیت نے مجھے حکم دیا کہ۔ یونس کو صحیح و سالم اپنے شکم میں جگہ دے۔ اور تاکہ حکم ثانی اسے اپنے پیٹ میں رکھ۔

چنانچہ میں نے جناب یونس کو چالیس دن اپنے پیٹ میں لے کر سمندروں کی پھیر کرائی اور آپ چالیس دن تک لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین کا ورد کرتے رہے اور عرض کرتے رہے بارالہا میں علی اور آپ کی نسل سے گیارہ معصوم آدمی کی ولایت کا اقرار کرتا ہوں۔ چالیس دن بعد اللہ نے مجھے فرمایا۔ کہ اب یونس کو آزاد کر دے۔ اور میں نے جناب یونس کو ساحل دریا پر اپنے پیٹ سے باہر نکال دیا۔

۸۔ ہرنی کا پتھر و

بحار میں حمران ابن اعین سے مروی ہے کہ ایک دن امام سجاد اپنے صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ ایک ہرنی آئی اور اس نے منمنانا شروع کیا۔

امام سجاد نے پوچھا۔ جانتے ہو کیا کہہ رہی ہے۔

ہم نے عرض کیا۔ قبلہ ہم تو کچھ نہیں جانتے۔

آپ نے فرمایا۔ یہ بتا رہی ہے کہ آج صبح فلاں قریشی نے اس کا کسن بچہ نکال کر لیا ہے اور مجھ سے سفارش کرانا چاہتی ہے کہ اس نے دودھ نہیں پیا۔ میں صرف مجھے دودھ پلانیے دے۔

آپ نے فرمایا۔ آؤ ذرا چلیں اور دیکھیں کہ وہ قریشی مانتا ہے یا نہیں۔

ہم چل کر اس کے پاس آئے ہرنی ہمارے ساتھ چل رہی تھی۔ قریشی نے امام کو دیکھا تو کھڑا ہو گیا اسے استقبال کیا اور آنے کا وجہ پوچھی۔

آپ نے فرمایا۔ مجھے یہ ہرنی لائی ہے۔ اس کا بچہ اپنے آج صبح نکال کر لیا ہے یہ کہتی ہے کہ بچے نے دودھ نہیں پیا تھا۔ اتنی اجازت دے دے کہ بچہ کو دودھ پلا لوں۔

وہ اندر گیا اور ہرنی کا بچہ لے کر آگیا۔ ہرنی نے بچے کو دودھ پلایا۔

آپ نے فرمایا۔ کیا یہ بچہ مجھے دیتا ہے۔

قریشی نے عرض کیا۔ قبلہ یہ آپ کا ترکہ ہے۔

آپ نے وہ بچہ لے کر ہرنی کے سپرد کر دیا۔ ہرنی بچہ کو لے کر منمنائی ہوئی جنگل میں چلی گئی۔

۹۔ تقسیم رزق :

بجاریں ابو حمزہ ثمالی سے مروی ہے کہ میں امام سجاد کے پاس بیٹھا تھا۔ اور سامنے دیوار پر چڑیاں بھی چھپا رہی تھیں۔

آپ نے فرمایا۔ بھلا سمجھتے ہو یہ کیا کہہ رہی ہیں؟
مہ نے عرض کیا۔ نہیں قبلہ۔

آپ نے فرمایا۔ ان کے کھانے کا وقت ہے اور مجھ سے اپنا حصہ مانگ رہی ہیں۔ ابو حمزہ طلوع صبح کے بعد طلوع آفتاب تک نہ سویا کر۔ اس وقت اللہ رزق معین کرتا ہے۔ اور پھر ہمارے ذریعہ تقسیم کرتا ہے۔

۱۰۔ جن بھاگ گیا۔

خراج میں ابو صباح کنانی سے مروی ہے کہ ابو خالد کابلی نے کافی غرصہ آپ کی خدمت کی۔ پھر اسے اپنی ماں کا خیال آگیا۔

اس نے امام سجاد سے اجازت مانگی۔

آپ نے فرمایا۔ ابو خالد تو نے ایسے وقت گھر جانے کا تم لیا ہے جب ہمارے پاس بھی کچھ نہیں۔

ابو خالد نے عرض کیا۔ قبلہ میں نے تو صرف اجازت مانگی ہے۔

آپ نے کہا۔ ابو خالد بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مجھے خالی ہاتھ گھر بھجوں۔ ہاں کل شام سے ایک شخص بیمار لڑکی لارہا ہے خاصا مالدار ہے اس کی لڑکی پر جن نے قبضہ کر رکھا ہے۔ اس کا مہد ہے کہ جو میری لڑکی کا علاج کرے جتنا مانگے اتنا دوں گا تو جا کر کل کہہ دینا کہ میں علاج کرتا ہوں۔

ابو خالد نے عرض کیا۔ قبلہ کیا مانگوں۔

آپ نے فرمایا۔ گھر جا کر تجھے جتنا ضرورت ہو مانگ لینا تو اپنی ضروریات سے بہتر واقف ہے۔

دوسرے دن وہ شافی آگیا۔ ابو خالد گیا اور اس نے علاج کا وعدہ کیا۔ شامی نے معاوضہ پوچھا۔ ابو خالد نے دس ہزار دینا مانگے۔

شامی نے قبول کر لیا۔

ابو خالد امام سجاد کے پاس آیا اور واقعہ بتایا۔

آپ نے فرمایا۔ اس کی نیت میں کھوٹ ہے۔ وہ دھوکا کرے گا۔

ابو خالد نے عرض کیا۔ قبلہ میں نے اس سے پکا معاہدہ کر لیا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ اچھا جا۔ لڑکی کے بائیں کان سے پکڑ کر کہہ۔ اسے جی تجھے علی ابن حسین کا حکم ہے کہ اب اس کو چھوڑ دے اور واپس نہ آنا۔

جن چلا گیا۔ لڑکی ٹھیک ہو گئی اور شامی بگڑ گیا۔

ابو خالد امام سجاد کے پاس آیا اور آپ کو سب واقعہ بتایا۔

آپ نے فرمایا۔ میں نے تو تجھے کہہ دیا تھا کہ وہ دھوکا کرے گا۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ جن پھر آئے گا۔ اب اگر وہ کہے تو اسے کہہ دینا۔

کہ پہلے مطلوبہ رقم امام سجاد کے پاس رکھ پھر علاج کروں گا۔ وہ جن لڑکی پر پھر گیا۔

شامی دوڑا دوڑا ابو خالد کے پاس آیا۔

ابو خالد نے کہا۔ اب پہلے رقم امام سجاد کے پاس رکھ پھر علاج کروں گا۔ شامی نے قبول کر لیا میں نے پھر لڑکی کا بائیں کان پکڑ کر امام سجاد کا پیغام دیا اور ساتھ ہی کہہ دیا اگر اب واپس آیا تو مجھے نور خدا سے جلا دوں گا۔ وہ جن لڑکی کو چھوڑ گیا۔

میں نے آقا سے پیسے لیے اور واپس گھر آ گیا۔

۱۱۔ غربت دولت میں بدل گئی :-

امالی صدوق میں زہری سے مروی ہے کہ ایک دن ہم امام سجاد کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ کے موالیوں میں سے ایک شخص آیا۔ سلام کر کے بیٹھ گیا۔

آپ نے فرمایا۔ کیا حال ہے۔

اس نے عرض کیا۔ قبلہ اس شخص کا کیا حال ہو گا جو چار سو دینار کا مقروض ہو اور قرض خواہوں کے خوف سے اپنے گھر تک نہ جاسکتا ہو۔

یہ سنا آپ دھڑکی مار کر رونے لگے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ آپ کیوں رو رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ زہری کیا مصائب کے وقت ہی نہیں رویا جاتا۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ مصائب پر ہی رونا آتا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ پھر اس سے بڑی مصیبت اور کیا ہو سکتی ہے کہ ایک محب آل محمد غربت کے سبب گھر

چھوڑنے پر مجبور ہو جائے۔

کچھ دیر بعد ہم سب وہاں سے اٹھ آئے۔

بعض منافقین نے کہا، تعجب ہے یہ لوگ بعض اوقات تو کہتے ہیں کہ ساری کائنات ہمارے تابع فرمان ہے اور بعض اوقات اپنے کسی محبوب کے چار سو دینار کا قرض ادا نہیں کر سکتے۔

میں دوسرے وقت پھر آیا۔ میرے بعد وہی شخص بھی آگیا۔ اور اس نے عرض کیا۔ قبلہ مجھے اپنی عزت کا بھی انوسن ضرور ہے لیکن آج صبح جو چند منافقین نے آپ پر ادراپ کے آبار پر تبصرہ کیا ہے وہ میرے لیے ناقابل برداشت تھا پھر اس نے وہ سب باتیں بتادیں جو ان منافقین نے کی تھیں۔

آپ نے فرمایا۔

اے بندہ خدا! اب اللہ کی طرف سے تیری عزت ختم ہو گئی ہے اپنے اپنے غلام کو حکم دیا کہ میرا شام کا افطار ہے غلام جو کی دو خشک روٹیاں اٹھا کر لے آیا۔

آپ نے اسے دیں اور فرمایا۔ اے جا اللہ نے تیری عزت ختم کر دی ہے۔

وہ شخص کہتا ہے میں دو روٹیاں لے کر باہر نکلا۔ سوچتا آ رہا تھا کہ ان دو روٹیوں سے کیا کروں گا۔ راستہ میں ایک مچھلی فروش باسی مچھلی فروخت کر رہا تھا۔ میں نے اس سے کہا تیری مچھلی باسی ہے اور میری روٹی باسی ہے ایک روٹی لے لے اور ایک مچھلی دے دے۔

اس نے قبول کر لیا۔ میں نے روٹی دے دی۔ اس نے مچھلی مجھے دے دی۔ مچھلی لے کر آگے چلا۔ ایک نمک فروش بیٹھا تھا اور نمک خاک الود تھا کہ کوئی خرید نہیں رہا تھا۔ میں نے کہا میرے پاس روٹی باسی ہے اور تیرے پاس نمک خاک الود ہے کچھ نمک دے دے اور ایک روٹی لے لے۔

اس نے روٹی لے لی اور نمک دیا۔

میں گھر آیا۔ مچھلی کا پیٹ چاک کیا تو اس سے دو اکب دار موتی برآمد ہوئے۔ میں خوش ہو گیا۔ ابھی مچھلی صاف نہیں ہوئی تھی کہ دق الباب ہوا۔ دروازہ پر آیا تو نمک والا اور مچھلی والا دونوں کھڑے تھے۔ انہوں نے کہا روٹیوں کو دیکھ کر ہمیں اندازہ ہو گیا ہے کہ آپ کتنے غریب ہیں ہمارے گھر والوں میں سے کوئی بھی ان روٹیوں سے ایک لقمہ تک نہیں لیتا جو کچھ ہم نے آپ کو دیا ہے آپ کو مبارک ہو۔ اور یہ روٹیاں بھی لے لو۔ میں روٹیاں لے کر واپس آیا۔ وہ دونوں پلے گئے۔ میں روٹیاں رکھ رہا تھا کہ۔ دق الباب ہوا۔ دروازہ پر آیا۔ تو امام سجاد کا غلام تھا۔ اس نے کہا آقا دراز سے ہیں تیرا کام ہو گیا ہے۔ میری روٹیاں مجھے واپس کر دے انہیں میرے سوا کوئی بھی نہ کھا سکے گا۔

میں نے وہ دونوں موتی ہمیں کی قیمت پر بیچے کہ میری نسلوں کی زندگی بھی سنبھل گئی۔

آپ نے فرمایا۔ کچھ نہیں بس ذرا سے ان کو عذاب خدا سے مرعوب کر دوں گا۔

میں نے کہا۔ تبدیہ ہزاروں کی تعداد میں لوگ ہیں مسجد نبوی میں سے آپ انہیں کیسے مرعوب کریں گے؟

آپ نے فرمایا۔ اچھا بھلا مسجد میں پلٹتے ہیں وہاں دیکھ لینا۔

ہم مسجد میں آئے آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اپنا رخسارہ زمین پر رکھا اور انتہائی مختصر سی دعا مانگی۔ پھر اٹھ کھڑے

ہوئے۔ آستین سے ایک بڑا ایک ساناگا نکالا اس سے کستوری کی خوشبو مہک رہی تھی۔ ایک سرابھ دیا اور فرمایا۔

خیال رکھنا کہیں ہل نہ جائے۔ اگر بہت زیادہ ہل گیا تو روئے زمین دھنس جائے گا۔ میں ایک سرابھ کر انتہائی احتیاط سے

پلٹنے لگا۔ چند قدم کے بعد آپ نے فرمایا۔ اب رک جا۔

میں رک گیا۔ آپ نے اتنی آہستگی سے اسے ہلایا کہ مجھے احساس تک نہ ہوا۔ اور پھر فرمایا۔ اب مجھے دس دس

میں نے تاکہ دس دیا۔ اور عرض کی تبدیہ کیا ہوا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ مسجد میں نہ پوچھ۔ ذرا مسجد سے باہر نکل کر لوگوں سے پوچھ کہ کچھ ہوا ہے یا نہیں؟

میں باہر نکلا تو ہر طرف سے چیخ و پکار اور دہائی تھی۔ مکان گر رہے تھے۔ دیواریں ہل رہی تھیں۔ زمین پر زلزلہ

تھا۔ دھماکے تھے۔ مکانوں کے گرنے سے گرد و غبار تھا۔ لوگ گلی کوچوں سے دوڑے چلے آ رہے تھے۔ ہر شخص کہہ رہا

تھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اٹھو قیامت آگئی ہے۔ تمام لوگوں کا رخ مسجد کی طرف تھا۔ ایک دوسرے

سے کہہ رہے تھے۔ بھلا کیسے یہ عذاب نہ آئیں۔ ہم نے نازمانی ابی کی حد کر دی ہے۔ نبی رسول پر دھی رسول کو سب کیا جاتا

ہے۔ ہم خاموشی سے سنتے ہیں۔ فسق و فجار کی انتہاء ہو گئی ہے۔ اور ہم خوشی سے غلٹیں بجاتے ہیں۔ خالق کا حق ہے کہ وہ

ہمیں جتنا چاہے عذاب کرے۔

لوگ مسجد میں آئے امام باقر موجود تھے۔ کہنے لگے کہ فرزند رسول مدینہ تباہ ہو گیا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ توبہ واسـتغفار کرو۔ اللہ سے گناہوں کی معافی مانگو۔ ظلم وجود ختم کر دو۔

پھر آپ نے مجھ سے پوچھا۔ بتا کیا حال ہے۔

میں نے عرض کیا۔ تبدیہ پوچھیں کیا حال ہے۔ مجھے تو ترس آ رہا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ ہاں تیرے دل میں ابھی تک کچھ باقی ہے جس کی وجہ سے تجھے دشمنان آل محمد پر ترس آ رہا ہے

ابھلا یہ لوگ تامل ترس ہیں جو اس جرم میں ہمارے شیعوں کا خون مباح سمجھتے ہیں کہ انہیں ہم سے محبت ہے۔ یہی لوگ

حکومت کو جا کے بتاتے ہیں کہ ہمارے پڑوس میں رہنے والا شیعہ ہے۔ میں نے فلاں جگہ ایک شیعہ دیکھا ہے۔ اور پھر

اپنی اس اطلاع سے حکمرانان وقت سے تقرب حاصل کرتے ہیں اور ان سے انعام لیتے ہیں۔ بخدا اگر میرے آقا نے مجھے نہ

فرمایا ہوتا تو میں ذرا سی زیادہ جہنم دیتا پھر تو دیکھا کہ کیا ہوتا ہے۔

پھر آپ منارہ اذان پر چڑھے۔ میں دیکھ رہا تھا لیکن لوگوں کو نظر نہیں آ رہے تھے۔ بڑی ہیبت ناک سی

آواز سے فرمایا۔

اے گمراہو! اے آیات حق کی تکذیب کرنے والو۔

لوگوں کو ایسے معلوم ہوا جیسے یہ آواز آسمان سے آرہی ہے۔ الامان الامان کہہ کر سجدہ میں گر گئے۔

پھر آپ نے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ زمین میں زلزلہ شروع ہو گیا۔

آپ نے یہ آیت پڑھی۔

سبیل سبیۃ

فلما جاء امرنا جعلنا عالیہا سافلہا وامطرنا علیہم حجارا۔

اس آیت کے پڑھنے سے جیسے زلزلہ کے جھٹکوں میں اضافہ ہو گیا۔ عورتیں بچوں کو انگلی کے ساتھ اور بچل میں اٹھا

کر باہر نکلیں۔

نہ کسی کو چادر کا ہوشن تھا اور نہ پردے کا خیال۔

آپ نے تاگے کو بیٹا اور مٹھی میں بند کر لیا۔ زلزلہ رک گیا۔ آپ منارہ اذان سے اترے میرے ہاتھ سے کڑا

اور بیرون مسجد آئے۔ حالت حداد کے دروازہ پر کھڑے لوگ مختلف باتیں کر رہے تھے۔ کوئی کہہ رہا تھا۔ آسمانی آوازیں

بڑی ہیبت تھی۔

کوئی کہہ رہا تھا اس کے بعد زلزلہ آیا۔

میں نے عرض کیا۔ قیدیہ تاگہ کیا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ یہ آل موسیٰ دہارون کے تبرکات میں سے ہے جو اللہ نے ہمارے جد امجد کو عنایت فرمایا تھا۔ ان کے

بعد کے بعد و گئے ہمارے میں سے ہر حجت خدا کے پاس رہتا ہے۔

جابر بارگاہ خالق میں ہمارا ایک مقام ہے اگر ہم نہ ہوتے۔ اللہ مراض و سما۔ جنت و جہنم۔ شمس و قمر۔ خشک و تر۔

بحر و برہ۔ ہسل و جبل۔ رطب و یابس۔ تلخ و شیریں۔ پانی و انگوری۔ اور جرد و شجر میں سے بھی کسی بھی چیز کو خلق

نہ کرتا ہو۔

اللہ نے ہمیں اپنے نور ذات سے پیدا ہے۔ کسی بشر کو ہم پر تیا س نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ نے ہمیں ہماری وجہ

سے وجود دیا ہے۔ ہماری بدولت ہدایت دی ہے۔ ہم نے ہمیں ذات توحید سے آشنا کیا ہے۔ ہمارے احکام کی اطاعت

کو ہمارے منع کرنے پر رک جاؤ۔ ہماری کوئی بات بھی سنو اس کو رو نہ کرو۔ جو کچھ ہمیں ہمارے متعلق سنایا جاتا ہے ہم

اس سے اعلیٰ۔ ارفع۔ اجل اور اکرم ہیں۔ ہمارے جن کمالات کو سمجھ لو انہیں مان لو اور جن کو نہ سمجھ سکو ان کا معاملہ ہمارے

پیر و کردو۔

میں نے دیکھا امیر مدینہ لوگوں کی داخلہ تعداد کے ساتھ امام بجا کی طرف آ رہا تھا اور لوگوں سے کہہ رہا تھا اور فرزند رسول

کی منت کریں وہ دعا کریں تاکہ یہ مصیبت دور ہو جائے۔

جب امیر مدینہ نے امام باقرؑ کو دیکھا تو نہایت عاجزی سے عرض کیا اے فرزند رسولؐ آپ کے نانا کی امت ہے اور آپ کے نانا کا شہر ہے ترس فرمائیں اپنے بابا سے ہماری طرف سے درخواست کریں کہ مسجد نبوی میں چل کر دعا فرمائیں تاکہ یہ مصیبت ٹل جائے۔

امام باقرؑ نے فرمایا بارگاہ خالق میں اپنے ظالمانہ اعمال سے توبہ کرو۔ اپنی تسکین نفس کے لیے بندگان خدا کا خون نہ بہاؤ۔ مفتی و فجار چھوڑ دو۔ خداوند عالم یہ مصیبت ٹال دے گا۔

جب ہم امام سجادؑ کی خدمت میں آئے تو آپ نے پوچھا۔

جابر لوگوں کا کیا حال ہے؟

میں نے عرض کیا: قبلاً لوگوں کا کیا حال ہے یہ تو جب دن پڑھے گا پتہ چلے گا۔ اس وقت تو ہر طرف دہائی مچی ہوتی ہے۔ ہر گھر سے گریہ و بکا کی آواز بلند ہے۔ امیر مدینہ آپ سے درخواست کرنے آ رہا تھا کہ مسجد نبوی میں چل کر دعا کریں تاکہ یہ مصیبت ٹل جائے۔

آپ نے فرمایا۔ جابر جن آیات خدا کا قرآن میں تذکرہ ہے وہ آیات ہم۔ ہماری دلالت آیات الہیر سے ہے۔ میں نے عرض کیا۔ قید محمد خدا ہے کہ اس نے مجھے آپ کی معرفت کی توفیق بخشی ہے کہ میں آپ سے حجت۔ اور آپ کے اعداء سے نفرت کرتا ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ جابر کیا مجھے معلوم ہے کہ معرفت کیا چیز ہے؟

میں نے عرض کیا۔ حضور! آپ فرمائیں تاکہ آشنا ہو جاؤں۔

آپ نے فرمایا۔

اولاً۔ اثبات توحید معرفت ہے۔

ثانیاً۔ معانی سے آشنائی معرفت ہے۔

ثالثاً۔ ابواب سے تعلق معرفت ہے۔

رابعاً۔ امام حق کی پہچان معرفت ہے۔

خامساً۔ ارکان کا جاننا معرفت ہے۔

سادساً۔ نقباء کا علم معرفت ہے اور

سابعاً۔ نجات نامی معرفت ہے۔

جابر اثبات توحید یہ ہے کہ انسان خالق کو اس طرح اس نے اپنا تعارف کر لیا ہے وہ ہر چیز کا ادراک کر سکتا ہے لیکن کوئی اس کا ادراک نہیں کر سکتا۔ وہ لطیف خیر اور غیب باطنی ہے۔

معرفت معانی ہماری معرفت ہے ہم معانی خالق اور ظاہر باری ہیں۔ اللہ نے ہمیں اپنے نور ذات سے خلق فرمایا ہے

اپنی مخلوق کے تمام امور ہمارے سپرد کیے ہیں۔ اذن خالق سے جو چاہیں ہم کریں۔ ہم جب چاہیں اللہ چاہتا ہے۔ ہم جب ارادہ کریں اللہ ارادہ کرتا ہے۔

اللہ نے ہمیں اپنی مخلوق پر نگران مقرر کیا ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ عاری تعداد تو بہت کم ہے۔

آپ نے فرمایا۔ تیرے خیال کے مطابق کتنی تعداد ہوگی۔

میں نے عرض کیا۔ ایک شتر میں سو دوسو ہوں گے۔

بلکہ ہزار میں سو دوسو ہوں گے۔

آپ نے فرمایا۔ نہیں جابر جنہیں تو اپنا سمجھتا ہے ان کی اکثریت تیری نہیں ہے۔ ان کی اکثریت مقرب ہے۔

میں نے عرض کیا۔ حضور! مقرب کون ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ مقرب وہ ہیں جو معرفت آدمی میں تقصیر کرتے ہیں جو لوگ اللہ کے فرض کردہ معرفت امر و روح سے جاہل ہیں وہ مقرب ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ روح کی معرفت کیا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ معرفت روح یہ ہے کہ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ اللہ نے تمام معاملات روح کو تفویض کر رکھے ہیں

روح اذن خدا سے خلق کرتا ہے۔

روح اذن خدا سے زندہ کرتا ہے۔

روح اذن خدا سے علم غیب جانتا ہے۔

روح اذن خدا سے آکان و مایکون جانتا ہے۔

اللہ جی کو اس روح سے نواز دے وہ ناقص نہیں کامل ہوتا ہے۔ اذن خدا سے جو چاہے کر سکتا ہے ایک

لمحہ میں مشرق سے مغرب تک کا فاصلہ طے کرتا ہے۔ اذن خدا سے جب چاہے آسمان پر جائے اور جب چاہے

زمین پر نازل ہو۔

میں نے عرض کیا۔ حضور! اس کا مقصد تو یہ ہے کہ شیوہ کی اکثریت مقرب ہے؛ مجھے تو اپنے ساتھیوں میں سے کوئی

بھی ایسا نظر نہیں آتا جو آپ کے متعلق یہ عقیدہ رکھتا ہو۔

آپ نے فرمایا۔ ہاں جابر تو ایسے افراد کو نہیں جانتا لیکن میں انہیں جانتا ہوں۔ وہ میرے پاس آتے ہیں اور اسرار کی

تعلیم حاصل کرتے ہیں۔

میں نے عرض کیا۔ حضور! فلاں اور اس کے ساتھی تو یقیناً انہی اوصاف کے حامل ہیں۔ جو آپ فرما

سکتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ بھلا کل انہیں بلا لانا۔

میں دوسرے دن صبح انہیں اپنے ساتھ لایا۔

آپ نے فرمایا۔ جابر ان میں ابھی کافی غاصی کی ہے۔

پھر آپ ان سے مخاطب ہوئے اور فرمایا۔

کیا تم یہ عقیدہ رکھتے ہو کہ اللہ جو چاہے کر سکتا ہے جو ارادہ کرے ہو جاتا ہے۔ اس کے فیصلہ کو کوئی ممتد نہیں کر سکتا۔

وہ ہر ایک کا محاسبہ کر سکتا ہے اور اس کا کوئی بھی محاسبہ نہیں کر سکتا۔

انہوں نے عرض کیا۔ تبہ ہمارا ایمان یہی ہے۔

میں نے کہا۔ الحمد للہ سب ارباب معرفت ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ جابر جلدی نہ کر۔ ذرا ان سے پوچھو کیا امام سجادؑ کی شکل میں اور امام باقرؑ امام سجادؑ کی

شکل میں ہو سکتا ہے۔

میں نے ان سے یہی سوال کیا۔

وہ سب خاموش ہو گئے۔ اور کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔

آپ نے فرمایا۔ میں نے تجھے یہی سمجھانے کا کوشش کا تھی کہ بھی ان میں کافی خامی ہے۔

امام باقرؑ نے ان سے فرمایا۔ یہ تمہیں چپ کیوں لگ گئی ہے۔ بولتے کیوں نہیں؟

انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور عرض کیا۔

فرزند رسول ہمیں یہ علم نہیں آپ ہی فرمائیں۔

آپ نے امام باقرؑ کی طرف دیکھ کر ان سے فرمایا۔ یہ کون ہے؟

انہوں نے عرض کیا۔ آپ کا فرزند محمد باقرؑ ہے۔

آپ نے فرمایا۔ میں کون ہوں؟

انہوں نے عرض کیا۔ آپ علی ابن حسین ہیں۔

آپ نے صرف ایک جملہ کہا جسے ہم میں سے کوئی بھی نہ سمجھ سکا۔

ہم نے دیکھا تو امام سجادؑ امام باقرؑ اور امام باقرؑ امام سجادؑ بن گئے تھے۔

ہم نے کہا۔ سبحان اللہ۔ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔

آپ نے فرمایا۔ یہ تعجب کی بات نہیں ہے۔ میں باقرؑ ہوں اور باقرؑ میں ہے۔ یہ قدرتِ فلانی ہے۔ میں علی ہوں

اور علی میں ہوں۔

اولنا محمد۔ اوسننا محمد۔ آخرنا محمد دکننا محمد ہم سب ایک نور سے ہیں ہماری روح امر اللہ ہے۔
خبردار کسی معمر کو اس واقعہ سے مطلع نہ کرنا۔ وہ تمہیں جھٹلایں گے۔

۱۲۔ جنات کی خدمت :-

خراج میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے مقام عسفان میں قیام کیا۔
آپ کے غلاموں نے ایک جگہ خیمہ نصب کیا۔
آپ نے غلاموں سے فرمایا۔ یہاں سے خیمہ اٹھا کر کسی دوسری جگہ لگاؤ۔ یہاں ہمارے جنات موالی رہتے ہیں ان
کی جگہ تنگ ہو رہی ہے۔
غلاموں نے خیمہ کھڑا کرنا چاہا۔ تو ایک آواز آئی۔ آنا اب آپ یہیں قیام فرمائیں ہم سمت گئے ہیں ہماری طرف
سے یہ تحفہ قبول کریں۔
جب غلاموں نے ادھر ادھر دیکھا تو بولنے والا کوئی نظر نہ آیا۔ البتہ خیمہ کے باہر مختلف قسم کے میوہ جات سے پر
دو طشت رکھے تھے۔
آپ نے غلاموں کو حکم دیا۔ اٹھا لاؤ۔ خود بھی کھاؤ اور اپنے دوسرے احباب کو بھی دو۔

۱۳۔ علم غیب :-

بھارت میں عبد اللہ ابن عطاء بنی سے مروی ہے کہ ایک دن میں امام سجادؑ کے ساتھ مسجد نبویؐ میں بیٹھا تھا کہ عمر
ابن عبدالعزیز ہمارے قریب سے گزرا۔ بڑا عودن تھا۔
آپ نے فرمایا۔ عبد اللہ دیکھ لے یہ جو ان حکمران ہو کر مرے گا۔
میں نے عرض کیا۔ تبدیہ ناستی؟
آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ تھوڑا عرصہ حکومت کرے گا۔ جب مرے گا تو اہل ارض اس کے لیے استغفار کریں گے
اور اہل سماں سے تبرک کریں گے۔

۱۴۔ عبد الملک کو خط :-

خراج میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ حجاج ابن یوسف نے عبد الملک ابن مروان کو لکھا کہ علی بن حسینؑ کو قتل
کا دے۔
جواب میں عبد الملک نے لکھا کہ خبردار علیؑ تو علیؑ رہا کسی بھی ہاشمی کے خون سے ہاتھ مت رنگنا۔ آل ابوسفیان کا شتر

مساکین پروری :-

ارشاد مفید ہی میں ہے کہ امام سجادؑ رات کے وقت رقم کھانا اور کپڑیاں اپنی پشت پر اٹھا کے جاتے۔ اور مساکین کے دروازوں پر جا کر دستک دیتے منہ پلٹا ہوتا تھا۔ جو بھی دروازہ پر آتا اسے جس چیز کی ضرورت ہوتی اسے دے دیتے اور آگے بڑھ جاتے۔ کسی کو معلوم نہ ہو سکتا تھا کہ یہ کون ہے؟

جب امام سجادؑ کی شہادت ہوئی۔ اور مساکین کا وہ سلسلہ رک گیا تو اس وقت انہیں پتہ چلا کہ ہماری خیر گیری کرنے والا امیر شام فرزند شبیر تھا۔

غیبت کرنے والے :-

ایک مرتبہ آپ ایک جگہ سے گزر رہے تھے چند لوگ آپ کی غیبت کر رہے تھے۔ آپ رکے اور فرمایا۔ جو کچھ آپ لوگ کہہ رہے ہیں۔ اگر سچ ہے تو دعا ہے اللہ مجھے معاف فرمائے۔ اور اگر غلط ہے تو اللہ آپ لوگوں کو معاف فرمائے۔

طالب علم :-

جب کبھی کوئی طالب علم آپ کے پاس آتا تو آپ کھڑے ہو کر اسے خوش آمدید کہتے۔ اور فرماتے تمہاری وصیت تو رسول کو نہیں نے فرمائی ہے۔ جب کوئی طالب علم گھر سے بغرض تعلیم نکلتا ہے تو روئے ارض پر جہاں بھی قدم رکھتا ہے زمین کا وہ حصہ اس کے لیے استغفار کرتا ہے۔

کثرتِ غم :-

آپ کی شدتِ غم کا یہ عالم تھا کہ کسی وقت بھی آنکھ سے آنسو خشک نہیں ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کے ایک غلام نے عرض کیا۔ قبلہ آپ اس قدر کیوں روتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ یعقوب کا ایک بیٹا جدا ہوا تھا۔ اسے علم تھا کہ وہ زندہ ہے مگر اس قدر روتے تھے کہ روستے روتے آنکھیں سفید ہو گئیں۔ اور میں اپنے ستائیں اہل بیت کے لاشے گرم ریت پر دیکھ کے آیا ہوں۔ جن میں سے ہر ایک نخر یوسف تھا۔ بھلا میرا گریہ کیسے ختم ہو سکتا ہے۔

جناب جابر کی درخواست ہے

بحار میں مرفی ہے کہ جناب ناظر بنت علی نے جب جناب سجاد کی کثرت عبادت کو دیکھا تو صحابی رسول جناب جابر کو بلا بھیجا۔

جب جناب جابر آئے تو نبی بی نے فرمایا۔

پچھا جابر! آپ کو معلوم ہے کہ کربلا سے ہمارا پچا ہوا تمام اثاثہ صرف یہی میرا ایک بھتیجا علی ابن حسین ہے۔ یہی ہمارا سہارا ہے۔

اس کے علاوہ ہمارے پاس کس کیا رہ گیا ہے۔ اور اس کی کثرت عبادت کا یہ حال ہے کہ رات کو سوتا ہے نہ دن کو کھاتا ہے آپ اپنی طرف سے اسے عرض کریں کہ عبادت کو ذرا کم کر دے۔

جناب جابر آئے دروازہ پر چند ہاشمی تو خیز کھڑے ہوئے تھے۔ امام باقر بھی انہی میں تھے۔ جناب جابر نے ہر پیکر کو غور سے دیکھا۔

جب امام باقر کو دیکھا تو قریب بلا کر پوچھا۔

آپ کا نام کیا ہے؟

جناب امام باقر نے بتایا۔ محمد بن علی ابن حسین

جناب جابر رو دیئے۔ آگے بڑھے۔ امام باقر کے سینہ سے قبضے کا ٹن کھولا۔ سینہ کا بوسہ لیا۔ پھر رضاعہ سینہ پر رکھ دیا۔ اور عرض کیا۔ مجھے یقین ہے آپ ہی وہ محمد ابن علی ہیں جن کے سلام میں ایسے پھرتا ہوں۔ میں نے جو کچھ کہا ہے آپ کے جدا مجد نثر انبیاء کے حکم سے کیا ہے۔

وہ آپ کو سلام دیتے تھے۔

امام باقر نے سلام کا جواب دیا۔

جابر نے عرض کیا۔ میں حجت خدا آپ کے بابا سے ملنا چاہتا ہوں۔

جناب باقر نے اگر اطلاع دی اور تمام واقعہ سنایا۔

آپ نے فرمایا۔ ہاں بیٹے یہ تیرے دادا کے مقرب ترین صحابہ سے ہے اور چند اسرار نبوت کا حامل ہے اس نے جو کچھ کہا ہے سچ کہا ہے اسے میرے پاس لے آ۔

جناب جابر اندر گئے۔

دیکھا تو امام سجاد محراب عبادت میں تھے۔ جناب جابر کو دیکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے اپنی سند خالی کی جناب جابر کو اپنے پاس بٹھایا۔ اور پوچھا۔ آپ نے کیسے تکلیف فرمائی ہے۔

جناب جابر نے عرض کیا۔ فرزند رسول! اس وقت کل محمدؐ میں سے صرف آپؐ تہا بچے ہیں۔ کہ بلا کی مصیبت زدہ ستورات کا واحد سہارا آپؐ ہیں۔ خدا نخواستہ آپؐ کو کچھ ہو گیا تو ان کا سہارا کون ہو گا۔ میں تو صرف اتنی ہی درخواست سے کر آیا ہوں کہ آپ عبادت کو ذرا کم کر دیں۔ جنت آپؐ کی ہے آپ کی سفارش سے آپ کے محبوب داخل جنت ہوں گے۔

آپؐ نے فرمایا۔ اے صحابی رسول! آپؐ نے سچ فرمایا ہے، میرے اہل بیت کا سہارا ہی ہے جو میل سہارا ہے اور وہ ہمارا خالق الٰہ ہے، سہارے بدلتے رہتے ہیں لیکن وہ نہیں بدلتا۔ میں کیا عبادت کرتا ہوں۔ آپؐ نے خاتم الانبیاءؐ اور میرے جہاد محمدؐ حضرت علیؑ کی عبادت دیکھی ہے۔ آپ انصاف سے بتائیں کیا میری عبادت ان سے بڑھ کر ہے۔ جناب جابر ناموشن ہو گئے اور پھر عرض کیا۔ اللہ اپنی خلافت انہی کے سپرد کرنا ہے جو اس کے بل بوتے ہیں آپؐ نے سچ فرمایا ہے۔

بجاریں اہمعی سے مروی ہے کہ ایک رات میں طواف بیت اللہ کر رہا تھا۔ میں نے ایک نوجوان کو دیکھا جس نے غلاف کعبہ پکڑ رکھا تھا اور کہہ رہا تھا۔

نامت العیون وغادت النجوم
انت الملائک المحی القیوم
اغلقت الملوک ابوابہا وقامت علیہا
حراسہا۔
ویابک مفتوح للسائلین۔ جنتک للشکر
الی برحمتک یا ارحم الراحمین۔
لوگ سو گئے ستارے ماند پڑ گئے۔
تو حی و قیوم بادشاہ ہے۔
شاہان دین نے اپنے دروازے بند کر کے پہرہ دار لگا دیئے
ہیں۔
لیکن سائلین کے لیے تیرا دروازہ کھلا ہے۔ میں صرف
اس لیے آیا ہوں تاکہ تو مجھ پر نگاہ رحمت کرے۔
جب میں نے پوچھا کہ یہ نوجوان کون ہے تو مجھے بتایا گیا علیؑ ابن حسینؑ ہے۔

شاعری :-

ارشاد مفید میں اہل اسلام ابن علیؑ سے مروی ہے کہ ایک سال میں حج کو آکر ہاتھ سحرا میں نے ایک سات یا اٹھ برس کا تہنا بچہ دیکھا۔ نہ اس کے پاس زادراہ نہ بولاری اور نہ کوئی قائد۔
میں حیران ہوا۔ اور پوچھا۔
بچے یہ اتنا بڑا سحرا تو نے کسی کے ساتھ عبور کیا ہے۔
بچے نے کہا جسے اللہ کا ساتھ نصیب ہوا سے اور کسی ساتھی کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے۔
میری نگاہ میں بچے کی عظمت آگئی۔

میں نے کہا تیرے پاس زادراہ اور سواری بھی نہیں ہے
بچے نے کہا۔ تقویٰ میرا زادراہ ہے اور میری ٹانگیں میری سواری ہیں
بچے کی عظمت میرے دل میں اور بڑھ گئی۔

میں نے پوچھا۔ تو کون ہے؟

بچے نے کہا۔ بنی عبدالمطلب سے ہوں۔

میں نے کہا۔ ذرا مزید وضاحت کر

بچے نے کہا۔ ہاشمی ہوں۔

میں نے کہا۔ اور وضاحت کر

بچے نے کہا۔ علوی و فاطمی ہوں۔

میں نے کہا۔ کبھی شجر بھی کہے ہیں۔

بچے نے کہا۔ کبھی کبھی کہہ لیتا ہوں

میں نے کہا۔ چند اشعار تو سنا

ان نے یہ شتر سنائے۔

تحن علی الخوض روادۃ۔

ندود و نسقی و رادۃ۔

وما فاز من فاز الا بنا۔

وما فاز من فاز الا بن۔

وما خاب من جبتا زادۃ۔

ومن سرنا نال منا السرور۔

ومن ساء نساء و میلادۃ۔

ومن کان غاصبنا حقنا۔

فیوم القیامۃ میعادۃ۔

سوئی کو شہر پہلا تبضہ ہوگا۔

ہم کچھ لوگوں کو پرے دکھیں گے اور کچھ کئے والے کو سیراب

کریں گے۔

جو بھی کامیاب ہوگا۔ ہماری بدولت ہوگا۔

جن کا زادراہ ہماری محبت ہوگی وہ کبھی ناکام نہیں ہوگا

جو ہمیں خوش رکھے گا اسے ہماری طرف سے بھی

سرت ہی ملے گی۔

جس نے ہمیں غمزہ کیا اس کی ولادت میں غلطی ہوگی

جو ہمارے حق کا غاصب ہوگا۔ (کہاں تک دوڑے گا)

قیامت کا دن اس کی آخری وعدہ گاہ ہوگی۔

اس کے بعد وہ میری آنکھوں سے غائب ہو گیا۔ بیت اللہ کے دوران طواف مجھے نظر آ گیا۔ میں نے لوگوں سے پوچھا

یہ بچہ کون ہے؟

مجھے بتایا گیا علی ابن حسین ہے۔

عقود در گزار

ارشاد مفید میں محمد بن جعفر سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ جب کہ امام سجادؑ اپنے عقیدت مندوں کے حلقہ میں تشریف فرما تھے۔

ایک شخص اگر سامنے کھڑا ہو گیا۔ اور آپ کو سب و شتم کرنے لگا۔

آپ کے عقیدت مندوں نے اسے جواب دینا چاہا۔ لیکن آپ نے سختی سے منع کر دیا۔ اور خاموشی سے سنتے رہے جب اسے کوئی جواب نہ ملا۔ اور وہ تنک گیا تو خود بخود خاموش ہو کر چلا گیا۔

جب وہ چلا گیا۔ تو آپ نے اپنے متعقدین سے فرمایا۔ جو کچھ ان نے کہا ہے تم نے کیا ہے۔

سب نے عرض کیا۔ قبہ کیا سن لیا ہے۔ اگر آپ خود اسے جواب نہیں دینا چاہتے تھے تو کم از کم ہمیں تو نہ روکا ہوتا ہم اسے اچھی طرح سبق سکھا کر واپس بھیجتے۔ تاکہ پھر کسی کو جرت نہ ہوتی۔

آپ نے فرمایا۔ چلو اس کے گھر۔ جس طرح اس نے مجھے آکے میرے گھر سب و شتم کیا ہے اس طرح میں اسے اس کے گھر جواب دینا چاہتا ہوں۔

انہوں نے عرض کیا۔ قبہ کیا ضروری ہے کہ وہ اپنے گھر گیا ہو۔

آپ نے فرمایا۔ مجھے معلوم ہے وہ اپنے ہی گھر گیا ہے اور کہیں نہیں گیا۔

آپ کے تمام عقیدت مندوں خاموش ہو کر کھڑے ہو گئے۔ کہ چلیں ہم آپ کے ساتھ ہیں۔

آپ انہیں لے کر ساتھ آئے۔ اس شخص کے دروازہ پر ذوق الباب کیا۔ جب وہ باہر نکلا اور اس نے دیکھا کہ آپ اپنے تمام عقیدت مندوں کے ساتھ آئے ہیں تو وہ گھبرا گیا۔ اور اسے یقین ہو گیا کہ آپ مجھے جواب دیتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ بندہ خدا! جو کچھ آپ نے میرے متعلق کہا ہے اگر واقعا درست ہے تو میں اللہ سے معافی مانگتا ہوں۔

اور اگر وہ غلط ہے تو میں تجھے معاف کرتا ہوں۔

تمام عقیدت مندوں کے من تنک گئے۔ لیکن وہ شخص آیا۔ آگے بڑھا اس نے آپ کی پیشانی کا بوسہ لیا۔ اور ہاتھ جوڑ کر معافی مانگی اور عرض کیا آپ واقعا فرزند رسولؐ ہیں میں نے بے ہودہ گوئی کی ہے۔ اے نبی اللہ! اللہ کم از کم مجھ سے

ایسا کبھی نہ ہوگا۔

امالی صدوق میں مروی ہے کہ زہری سے کسی نے پوچھا۔

کیا تو نے علی ابن حسینؑ کو دیکھا ہے۔

زہری نے کہا دیکھا ہے۔

اس نے کہا۔ کیسے ہے؟

زہری نے کہا۔ ہر شخص دل میں اس کا دوست ہے اور ظاہر میں اس کا دشمن ہے۔
سائل نے پوچھا۔ اس کی کیا وجہ ہے۔

زہری نے کہا۔ میں نے جسے بھی محب بجا ڈکھا ہے وہ اس کے فضائل کی وجہ سے اس کا حامد ہے۔ اور جسے
بھی دشمن فرزند رسول دیکھا ہے وہ اس کی مہارت کی وجہ سے ظاہر میں اسی سے ملارات کرنے پر مجبور ہے۔
امام صدوق میں عبد العزیز ابن حازم سے مروی ہے کہ میں نے نبی ہاشم میں علی ابن حسین سے کسی کو افضل نہیں دیکھا
شب دروز میں ایک ہزار رکعت ناقل پڑھا کرتے تھے۔

سجاد میں زہری سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں امام سجاد کے ساتھ عبد الملک ابن مروان کے پاس گیا عبد الملک
نے آپ کا دست احترام کیا۔

اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا۔ جب عبد الملک نے آپ کی پیشانی پر سجدہ کے آثار دیکھے تو کہنے لگا۔
اے فرزند رسول آپ اس اہل بیت سے ہیں جنہیں دارت جنت بنایا گیا ہے۔ پھر کس لیے آپ اس قدر
مشقت کرتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ یہی چیز تو ہماری مشقت کا سبب ہے کہ اللہ نے ہمیں اس اہل بیت سے بتایا ہے جو دارت
جنت ہیں۔ بھلا خود انصاف کر کیا اللہ کی اس نعمت کا شکریہ میری عبادت سے ہو سکتا ہے جب کہ توفیق عبادت بھی
اس کی بخشی ہوئی ہے۔

بخدا! اگر میرے اعضاء عبادت خدا میں سڑ جائیں تو پھر بھی میں اللہ کی اس نعمت کے عوض شکریہ کو کم ہی
سمجھوں گا۔

اگر مجھ پر عوام و خاص کے حقوق نہ ہوتے تو مجھے کوئی شخص کسی بھی وقت محراب عبادت سے باہر نہ دیکھتا۔ اور میری
خواہش ہوتی کہ میری روح محراب عبادت ہی میں قفس منبری کو چھوڑ کر چلی جائے۔

آپ کی شہادت ۱۔

چونکہ اموی دور تھا۔ اور مورخ بھی اموی دسترخوان کے لیے ہوئے تھے اس لیے آج تک اس تفصیل اور کیفیت
کا علم نہ ہو سکا کہ اس بے ضرر۔ درد سیدہ اور عابد شب زندہ دار امام کو کسے شہید کیا گیا۔ زہری کے ذریعہ
پہنچی گئی۔

صرف یہی مسلم ہے کہ ہشام بن عبد الملک نے آپ کو زہری سے شہید کر دیا۔
یوم شہادت ۱۰۔

تاریخ شہادت :- ۲۵ محرم
 سنہ شہادت :- ۹۵
 کل عمر :- ۵۷ برس
 واقعہ کربلا کے بعد ۲۵ برس زندہ رہے۔

اولاد :-

- | | | | |
|--------------|-------------|---------------|---------------|
| ۱۔ محمد باقر | ۲۔ عبد اللہ | ۳۔ حسین | ۴۔ حسین اکبر |
| ۵۔ زید | ۶۔ قاسم | ۷۔ حسین اصغر | ۸۔ عبد الرحمن |
| | ۹۔ سلیمان | ۱۰۔ محمد اصغر | |

بیٹیاں :-

- | | | | |
|----------|-------------|--------------|-------------|
| ۱۔ خدیجہ | ۲۔ ناظمہ | ۳۔ غنیہ | ۴۔ ام کلثوم |
| | ۵۔ ام الحسن | ۶۔ ام البنین | |

سلسلہ نسل :-

۱۔ عبد اللہ کافر زید محمد۔ محمد سے اسماعیل۔ اسماعیل سے محمد بن اسماعیل اور حسین بن اسماعیل
 ۲۔ قاسم سے علی بن قاسم۔ اور محمد بن قاسم۔ علی بن قاسم سے حسن بن علی۔ قاسم بن علی۔ عمرو بن علی اور محمد بن علی
 پھر محمد بن قاسم۔ حسین بن محمد کوفہ میں رہے۔ قاسم بن محمد طبرستان میں آئے اور ان کی اولاد یہاں سے
 آگے بڑھی۔
 عمرو اور جعفر کی اولاد خراسان میں بڑھی۔
 ۳۔ جناب زید بن علی کی اولاد میں سے تین فرزندوں سے سلسلہ نسل چلا ہے۔
 عیسیٰ بن زید سے۔ محمد بن زید سے اور حسین بن زید سے۔
 حسین بن زید سے یہی ابن حسین۔ علی ابن حسین۔ حسین ابن حسین۔ قاسم ابن حسین۔ محمد ابن حسین۔ اسحاق ابن
 حسین اور عبد اللہ ابن حسین۔
 محمد بن زید سے جعفر بن محمد
 جعفر بن محمد سے محمد بن صغیر۔ احمد بن جعفر اور قاسم بن جعفر

ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست

۴- حسین ابن علی ابن حسین ابن علی ابن ابی طالب سے عبد اللہ ابن حسین۔ عبید اللہ ابن حسین۔ علی ابن حسین۔ سلیمان ابن حسین اور حسن ابن حسین سے سلسلہ نسب آگے چلا۔

عبید اللہ ابن حسین سے علی ابن عبید اللہ۔ محمد ابن عبید اللہ۔ جعفر ابن عبید اللہ۔ حمزہ ابن عبیدہ اللہ اور یحییٰ ابن عبید اللہ۔ عبد اللہ ابن حسین سے جعفر ابن حسین۔ جعفر ابن حسین سے محمد ابن جعفر محمد ابن جعفر سے اسماعیل منقذی ابن محمد احمد منقذی ابن محمد۔

علی ابن حسینؑ اصغر عیسیٰ ابن علیؑ۔ احمد ابن علیؑ۔ موسیٰ ابن علیؑ۔ اور محمد ابن علیؑ۔

محمد باقرؑ سے جعفر صادقؑ اور ان کے علاوہ دیگر اولاد جن کا تذکرہ اولاد امام محمد باقرؑ میں آئے گا انشاء اللہ مومنین کو امام سجادؑ کی اولاد میں سے مذکورہ پانچ بیٹوں کے علاوہ اور کئی بیٹے سے سلسلہ نسب کی افزائش نہیں مل سکی۔ اللہ اعلم۔



ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست

امام محمد باقر علیہ السلام

مقام ولادت۔	مدینہ منورہ
تاریخ ولادت۔	یکم رجب
روز ولادت۔	جمعہ
سنہ ولادت۔	۵۷ھ
کل عمر۔	۵۷ برس
مقام شہادت۔	مدینہ
روز شہادت۔	سوموار
تاریخ شہادت۔	۷ ذی الحجہ
سنہ شہادت۔	۱۱۶ھ
سبب شہادت۔	زہر

آپ کے زمانہ میں حکمران :-

ولید بن یزید بن عبد الملک ابن مروان

سلیمان ابن عبد الملک ابن مروان

عمر ابن عزیز ابن عبد الملک ابن مروان

یزید ابن عبد الملک ابن مروان

ولید کے بھائی ابراہیم ابن یزید نے آپ کو زہر دلوایا تھا۔

مرفن - جنت البقیع

والد - علی ابن حسین ابن علی ابن ابوطالب۔

والدہ - ام عبد اللہ ناظمہ بنت حسن - ابن علی ابن ابی طالب۔

والد اور والدہ ہر دو طرف سے ہاشمی ہیں۔

کیفیت ولادت ۱۔

اصول کافی میں اسحاق نے امام صادق سے روایت کی ہے کہ چونکہ اولیائے انبیاء انبیاء ہی کا حصہ ہوتے ہیں۔ اس لیے ولادت اولیاء بھی انبیاء ہی کی طرح ہوتی ہے۔ والدہ معصوم کو ولادت معصوم سے ایک رات قبل عالم خواب میں ولادت معصوم کی بشارت ملتی ہے۔ دوسرے دن تمام دن والدہ معصوم اپنے اطراف میں صدائے تسبیح و تمجیل رب جلیل سنتی رہتی ہے تسبیح کرنے والے ملائکہ صرف والدہ معصوم اور والد معصوم کو نظر آتے ہیں ان کے علاوہ کوئی دوسرا کوئی نہ تو ان کی آواز سن سکتا ہے اور نہ انہیں دیکھ سکتا ہے۔

امام محمد باقر فرماتے ہیں کہ ایک دن میں صحن میں تھا۔ میری والدہ دیوار کے قریب نشریف فرماتھیں کہ یکایک دیوار پھٹ گئی اور گرنے لگی

میری والدہ نے دیوار پر ہاتھ رکھا اور فرمایا۔

بِحَقِّ الْمَصْطَفَى! لَسَوْ يَأْذَنُكَ اللَّهُ

بسقوط حتی اقوام

حق مصطفیٰ کی قسم! تجھے اللہ نے اس وقت گرنے کی اجازت نہیں دی جب تک میں نہ اٹھ جاؤں۔

تمام اہل خانہ نے دیکھا کہ دیوار جہاں تھی وہیں رک گئی۔ میری والدہ اطمینان سے اٹھیں اور جو نبی دیوار سے دور ہوئیں دیوار گر گئی

اصول کافی ہی میں امام صادق سے مروی ہے کہ بعد از ولادت امام معصوم انگشت شہادت بلند کر کے۔ اللہ کی توحید محمد کی رسالت اور اپنی ولایت کی شہادت دیتا ہے۔

آپ کے اسمائے گرامی ۱۔

نام :- محمد

کنیت :- ابو جعفر

لقب :- باقر العلوم

شکر :- ہادی

ارشاد شیخ مفید میں جناب جابر سے مروی ہے کہ ایک دن نبی اکرم نے فرمایا۔

جابر تیری طائفت یقیناً میرے پانچویں دھی سے ہوگا۔ جو میرا ہمنام ہوگا۔ جب اس سے طائفت کرے تو میرے

سلام پہنچا دینا۔

شیخ صدوق کے مطابق جناب جابر فرماتے ہیں کہ ایک دن میں امام سجادؑ کی زیارت کو آ رہا تھا دروازہ پر میں نے امام باقرؑ کو دیکھا۔

میں نے پوچھا۔

آپ کون ہیں۔

امام محمدؑ نے فرمایا۔ میں محمد بن علی ابن حسین ہوں۔

میں نے کہا۔ ذرا ایک مرتبہ میری طرف آئیں۔ وہ آگے بڑھے۔ پھر میں نے عرض کیا۔ اب چند قدم پیچھے کوچ جائیں۔ وہ پچھلے پیچھے کو گیا۔

میں نے بے ساختہ گیا۔ رفتار رسولؐ ہے۔

امام محمدؑ نے فرمایا۔ جابر جب تصدیق ہو گئی ہے تو اب وہ پیغام بھی پہنچا دو جس کا آپ کو حکم دیا گیا تھا۔

رہتے ہی میں نے بڑھ کر تشریح کی پیشانی کا بوسہ لیا۔ اور عرض کیا۔ بس اس بات کا انتظار تھا۔ آپ کو سلطان الانبیاء سلام فرما رہے تھے۔

امام باقرؑ نے فرمایا۔ ساقی است رسول خدا پر سلام۔ اور آپ پر بھی سلام ہو۔

نقش خاتم :-

ارشاد شیخ مفید کے مطابق آپ کی انگوٹھی کا نقش تھا۔ الغزوة مد جمعیاً تھا۔

انصوص امامت :-

جگر میں خالد سے مروی ہے کہ جب امام سجادؑ زہر کے سبب زندگی کے آخری سانسوں سے رہے تھے۔ آپ نے تمام بیٹوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔

اللہ کی طرف سے میرا وصی اور تمہارا مقتدا محمد باقرؑ ہے۔

اس کے بعد امام باقرؑ سے فرمایا۔

بیٹے عقلی روح کی ہادی ہوتی ہے۔ علم عقل کا ہادی ہوتی ہے۔ اور عقل ہی علم کا ترجمان ہوتی ہے۔

بیٹے! علم پائیدار ہوتا ہے اور کثرت گوئی سے لغزش کا خطرہ ہوتا ہے۔

بیٹے! حالات دنیا اور اصلاح احوال کا خلاصہ دو باتوں میں ہے۔ اور وہ ہے معیشت کی استواری لیکن یاد رکھنا

معیشت کی استواری کے پیمانہ کا دو تہائی ظن ہے اور ایک تہائی غفلت ہوتی ہے۔

بیٹے! وقت کا ہر لمحہ زندگی کو ختم کر رہا ہے۔

بیٹے! کوئی بھی نعمت حاصل کرنا چاہو تو وہ اس وقت حاصل ہوگی جب ایک نعمت کی قربانی کرو گے۔
بیٹے! لمبی امیدوں سے بچ کے رہنا۔ کیونکہ اس کا انجام حسرت کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔
بیٹے! مال مت جمع کرنا۔ کیوں کہ جمع کرنے والے کو نصیب نہیں ہوتا۔ اور چھوڑتے ہوئے انوس ہی انوس
ہوتا ہے۔

بیٹے! باطل سے ہمیشہ دور رہنا۔

بھائی بھائی میں مالک ابن امین جی سے مروی ہے کہ جب امام سجادؑ پر حدت نہر کے اثرات گہرے ہو گئے تو آپ
نے امام محمد باقر سے فرمایا۔

بیٹے! میں نے اللہ کی طرف سے تجھے اپنا وصی اور اپنے بعد خلیفہ مقرر کیا ہے۔ جو بھی تیرے مقابلہ میں دعوائے
خلافت کریگا اللہ قیامت کے دن اس کے گلے میں آتشیں طوق ڈالے گا۔

بیٹے! اپنے منعم کا شکر کرتے رہنا اور اپنے شکر گزار پر احسان کرنا۔ جب تک شکر کرتے رہو گے نعمات الہیہ
کا تسلسل برقرار رہے گا اور جب کفران نعمت کیا تو نعمات کا سلسلہ رک جائے گا۔
اللہ کا وعدہ ہے۔

اگر تم نے شکر کیا تو نعمات میں اضافہ کروں گا۔ (القرآن)

بھائی نہری سے مروی ہے کہ میں امام سجادؑ کی عیادت کو گیا۔ آپ زندگی کے آخری مرحلہ پر تھے۔ میں نے عرض کیا۔
قہد! آپ کے بعد بھائی امام کون ہوگا؟

آپ نے فرمایا۔ جو کچھ ہمیں نانا سے ملے اس کے مطابق میرا وصی میرا محمد باقرؑ بیٹا ہوگا۔
میں نے عرض کیا۔ حضور! محمد باقرؑ سے بڑے بیٹے بھی تو ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ نہری ہمدہ الہیہ کا تعلق بڑے اور چھوٹے سے نہیں ہوتا۔ اللہ جسے اپنا خلیفہ مقرر کرتا ہے اسے
اس علم سے راستہ کر کے بھیجتا ہے جس کی ضرورت ہوتی ہے حضور کو اللہ کی طرف سے جو اطلاع دی گئی تھی اس کے
مطابق میرا وصی محمد باقرؑ سے اور یہی اپنے بعد کے سات اماموں کا باپ بھی ہے۔

خراج میں خالد سے مروی ہے کہ میں نے امام سجادؑ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ کے بعد عالم شیعیت کا مروج
کون ہوگا؟

آپ نے امام محمد باقرؑ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ میرا یہ بیٹا۔

بھائی میں جناب عبد اللہ ابن علی ابن حسین سے مروی ہے کہ جب میرے والد شدت نہر کا اثر سے آخرت کی
دہلیز پر پہنچے تو کینز کو ایک صندوق تھامنے کا حکم دیا۔ کینز جب وہ صندوق تھامنے لگا تو آپ نے امام محمد باقرؑ
سے فرمایا۔

بیٹے اسے میری زندگی میں اٹھا کے اپنے پاس رکھ لو تا کہ میرے بعد کوئی اس میں جھگڑا نہ کرے اس میں درہم دینا نہیں ہیں۔ اس میں تبرکات انبیاء ہیں جن کا میں امین تھا اب میرے بعد تو ان کا امین ہوگا۔

مناقب امام محمد باقرؑ

مطلب السؤل میں ابن زبیری سے مروی ہے کہ ایک دن میں جناب جابر کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ اتنے میں امام سجاد جناب جابر کے پاس آئے آپ کا بیٹا محمد بھی آپ کے ساتھ تھا۔

جابر نے عرض کیا۔ قبلہ آپ کے ساتھ کون ہے؟
امام سجاد نے فرمایا۔ میرا بیٹا محمد ہے۔

پھر آپ نے جناب محمد سے فرمایا۔ بیٹے صحابی رسول کا سر چوم لو۔

جناب جابر نے دونوں ہاتھ بڑھا کر شہزادہ کو گلے لگایا ہاتھوں کا بوسہ لیا۔ اور کہا۔ اے محمد آپ کو محمد رسول اللہ سلام فرما رہے تھے۔

جناب محمد باقر نے فرمایا۔ اے صحابی رسول میرے جدا مجد اور آپ پر سلام ہوں۔

میں نے کہا۔ جابر بھلا انھوں نے جسے دیکھا نہیں اسے سلام کیسے دیتے ہیں۔

جناب جابر نے بتایا۔ ایک دن میں انھوں نے خدمت میں بیٹھا تھا سید الشہداء آپ کی گود میں تھے۔ انھوں نے حسین کے لبوں کا بوسہ لیا اور آہیدہ ہو کر فرمایا۔

جابر میرے حسین کا ایک بیٹا ہوگا جس کا نام علی ہوگا میرے حسین کے بعد وہ حجت خدا ہوگا اور علی کا ایک

بیٹا ہوگا جس کا نام محمد ہوگا۔ تیری اس سے ملاقات ہوگی اسے میرے سلام کہہ دینا اور اس سے ملاقات کے بعد تیری زندگی بہت کم عرصہ ہوگی۔

حضرت الیاس نبی سے ملاقات امام باقرؑ

اصول کافی میں امام جعفر صادق سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ امام حج میں میں بابا کے ساتھ تھا۔ دوران طواف ایک شخص میرے بابا کے قریب آیا عرض کیا اس شخص نے اپنا چہرہ چھپا رکھا تھا۔

جب طواف مکمل ہو جانے تو مجھے آپ سے ایک ضروری کام ہے۔

میرے بابا سکرادیٹے اور فرمایا۔

آپ اپنی قیام گاہ پر چلیں میں وہیں آجاتا ہوں۔

ہمارے ساتھ جو دوسرے افراد تھے۔ وہ یہ سکر حیران رہ گئے۔ کہ اس شخص نے منہ لیٹا ہوا ہے۔ خدا معلوم کون ہے اور اس کا قیام کہاں ہے۔

امام نے فرمادیا ہے کہ تو اپنی قیام گاہ پر چل میں وہی آ رہا ہوں۔ آخراپ کو کیسے پتہ چلے گا کہ وہ کہاں رہتا ہے۔

بابا نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا۔ بہت جلدی فیصد کر لیتے ہو۔ طواف سے فارغ ہو جاؤ۔ ہم اس کے پاس جائیں گے آپ کو وہاں چل کر معلوم ہو جائے گا کہ وہ کون ہے؛ جب آپ وہاں پہنچ جائیں گے تو تصدیق کر لیتا کہ میں اس کی قیام گاہ کو بھی جانتا ہوں اور اسے بھی جانتا ہوں۔

طواف سے فارغ ہونے کے بعد ہم وہاں پہنچ گئے۔ وہ شخص ہمارے انتظار میں تھا۔ اس نے بابا کا استقبال کیا۔ میرے سر کا بوسہ لے کر کہا۔

اے امین اسرا خدا۔ اور اپنے بابا کے بعد حجت خدا میرا سلام ہو۔

ہمارے تمام ساتھی حیرت سے اس شخص کو دیکھ رہے تھے۔

ابھی تک اس نے اپنے منہ کو چھپایا ہوا تھا۔

جب ہم بیٹھ گئے۔ تو اس نے عرض کیا۔

اے فرزند رسول!

اگر آپ چاہیں تو سب کچھ آپ ہی بتادیں۔

اگر حکم دیں تو میں عرض کر دوں۔

اگر آپ چاہیں تو آپ خود ہی میرا سوال اور اس کا جواب سنا دیں اور اگر حکم دیں تو میں اپنا سوال پیش کر دوں۔

اگر چاہیں تو آپ میری تصدیق فرمادیں۔

میرے بابا نے فرمایا۔ جیسے آپ کی مرضی۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

تو اس نے کہا۔

میری خواہش تو یہ ہے کہ میں سب کچھ آپ ہی سے سنوں۔ البتہ میری ایک شرط ہے کہ جب آپ میرے سوال کا

جواب دے رہے ہوں اس وقت کوئی اور بات نہیں کرے گا۔

میرے بابا مسکرا دیئے اور فرمایا۔

ایسا وہ شخص کرتا ہے جس کے دل میں دو متضاد باتیں ہوں۔ لیکن اللہ ایسے علم کو علم ہی نہیں کہنتا۔ جس میں

اختلاف ہو۔

اس نے کہا۔ اللہ آپ کو برکت دے۔

میرے سوال کا ایک حصہ تو آپ نے حل کر دیا ہے اب دوسرا بھی حل فرمادیں گے۔ کہ وہ کون سا علم ہے جس میں اختلاف نہیں ہوتا اور اس کا عالم کون ہوتا ہے۔

میرے بابائے فرمایا۔ جہاں تک کل علم کا تعلق ہے تو وہ تو صرف اللہ کے پاس ہے۔ اور جہاں تک اس علم کا تعلق ہے جس کی ضرورت مخلوق خدا کو ہوتی ہے۔ تو اس کے حامل اولیائے انبیاء ہوتے ہیں۔ یہ جواب سبکراں شخص نے اپنے منہ سے کپڑا ہٹا دیا۔ اور عرض کیا۔ اولیائے انبیاء کو وہ علم کیسے حاصل ہوتا ہے جس کی مخلوق خدا کو ضرورت ہوتی ہے۔

میرے بابائے فرمایا۔ بالکل اسی طرح جس طرح انبیاء کو علم ہوتا ہے البتہ نبی اور وصی نبی میں اس قدر فرق ہوتا ہے کہ۔

اولاً: اولیاء اس ذریعہ علم کو دیکھتے نہیں جسے انبیاء دیکھتے ہیں۔ اور یہ صرف اس لیے ہے تاکہ نبی اور وصی میں تھوڑا سا فرق رہ جائے۔

ثانیاً: انبیاء پر وحی ہوتی ہے جب کہ اولیائے انبیاء پر وہ وحی نہیں ہوتی یعنی انبیاء کلام خدا کو براہ راست بھی سنتے ہیں۔ لیکن اولیائے انبیاء سے براہ راست کلام خدا نہیں ہوتا۔ اس نے کہا۔ فرزند رسول! آپ نے سچ فرمایا ہے۔ اس شخص نے پھر منہ پچھلایا اور عرض کیا۔

قبیلہ میں ایسا سبب ہی ہوں۔ آپ کو معلوم ہے کہ نہ میں اس مسئلہ کا ضرورت مند تھا اور نہ ہی آپ کا امتحان لینا چاہتا تھا۔ میرا مقصد صرف آپ کے ان صحابہ کو آپ کی اس عظمت سے مطلع کرنا تھا جو اللہ نے آپ کو عنایت فرمائی ہے۔

جب آپ نے مجھے فرمایا کہ آپ چلیں میں آپ کی قیام گاہ پر آنا ہوں تو یہ لوگ سوچ رہے تھے کہ آپ کیسے میری قیام گاہ سے واقف ہیں۔

اسم اعظم

عمر ابن حفصہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ مجھے امام محمد باقر سے تنہائی میں بیٹھنے کا موقع مل گیا۔ میں نے عرض کیا۔ قبیلہ جہاں تک میں سمجھتا ہوں۔ آپ کے نزدیک میرا کچھ مقام ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں ضرور ہے۔

میں نے عرض کیا۔ میری ایک خواہش ہے اگر پوری فرمادیں تو آپ نے فرمایا۔ بتا کیا خواہش ہے۔

میں نے عرض کیا۔ مجھے اسم اعظم سے نوازدیں۔

آپ نے فرمایا۔ کیا تیرا تناظر ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قبل میں تو سمجھتا ہوں کہ میرا طرف اس قدر ہے۔

آپ مسکرائے اور فرمایا۔ کمرہ کے اندر چل

میں کمرہ کے اندر آیا۔ آپ بھی آئے اور صرف اپنا ایک ہاتھ فرش پر رکھا میں نے دیکھا پورا کمرہ تاریک ہو گیا

اور ایسے معلوم ہوا جیسے زلزلہ آ رہا ہے۔

میرا تمام جسم کانپنے لگا۔

آپ نے فرمایا۔ کیا اسم اعظم تعلیم دوں

میں اتنا مغرب ہو چکا تھا کہ میرے پیسے چھوٹ گئے تھے۔ میں نے کانپتی ہوئی آواز میں عرض کیا۔ قبلہ شاید میں

اس کا تعلق نہ ہو سکوں۔

پھر آپ نے فرمایا۔ اسم اعظم میں تتر حروف ہیں۔ حرف ان برئیا کو صرف ایک حرف کا علم تھا جس کی بنا پر اس

نے چشم زون میں تخت بلیقہ منگوا لیا تھا۔ ہمارے پاس ان میں بہتر حروف ہیں۔ ایک حرف اللہ کے پاس ہے۔

ملا کہ کی آمدورفت :-

بصائر الدرجات میں محمد بن ابیہن سے مروی ہے کہ ایک دن میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا۔

قبلہ سنب ہے آپ کے پاس ملا کہ آتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ کیا صرف سنب سے قرآن میں نہیں پڑھا۔

میں نے عرض کیا۔ قرآن میں ہو گا لیکن میری نظر سے نہیں گزرا۔

آپ نے فرمایا۔

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا اتنزل علیہم الملائکة ان لا یتخافوا ولا یتحزنوا

وابشروا بالجنة التي كنتم توعدون۔

جو توحید خالق کا اقرار کر کے اس پر قائم رہ جاتے ہیں۔ ان کے پاس ملا کہ آتے ہیں۔ اور انہیں تسلی دیتے

ہیں کہ گھبراؤ نہیں، غمزدہ نہ ہو، اس جنت کی بشارت ہو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ لوگ تو کہتے ہیں کہ اس آیت کا تعلق بعد از مرگ سے ہے۔

آپ نے فرمایا۔ بعد از مرگ جنت ہو گی بشارت جنت نہیں ہو گی۔ آیت میں بشارت کا ذکر ہے۔ علاوہ انہیں

بعد از مرگ خوف و حزن کا ہو گا۔ خوف و حزن دینا میں ہے بعد از مرگ نہیں۔

جنات کی آمدورفت اور

سعدا سکاف سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں امام محمد باقرؑ کے پاس بیرون مدینہ آیا۔ آپ کام میں مصروف تھے دریافت مسائل کے بعد میں نے اجازت مانگی۔

آپ نے فرمایا۔ اتنی کیا جلدی ہے کچھ دیر اور بیٹھو جا آپ نے اس انداز میں فرمایا کہ میں دوسری مرتبہ کچھ نہ کہہ سکا۔ گرمی کا موسم تھا۔ جب سورج کافی بلند ہوا تو میں سایہ کی تلاش میں ادھر ادھر پھرنے لگا۔ اسی اثنا میں میں نے ایسے افراد کا گروپ دیکھا جو یکایک میرے سامنے آگئے۔ مجھے ایسے معلوم ہوا جیسے زمین تنگاف ہوئی تو اور وہ نکل آئے ہوں انتہائی حسین و جمیل تھے۔ ان کے چہرے مڈی کی طرح زرد تھے۔ اور عبادت کی وجہ سے ان کے جسم انتہائی لاغر تھے۔ وہ امام محمد باقرؑ کے پاس آئے کافی دیر بیٹھے رہے۔ میں انہیں دیکھ کر اس قدر مرعوب ہو گیا کہ چاہنے کے باوجود بھی قریب جانے کی ہمت نہ کر سکا۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ گرمی بھی زیادہ ہے۔ لیکن میرے پسینہ میں گرمی کے ساتھ ساتھ ان اچانک آنے والوں کا رعب بھی ہے۔

یہ کون تھے۔ اور کہاں سے آئے تھے؟

آپ نے فرمایا۔ یہ آپ کے مومن بھائی قوم جن سے تھے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ ایک جنات بھی آپ کے پاس آتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ اگر میں اللہ کی طرف سے روئے ارض پر حجت خدا ہوں تو زمین پر بسنے والا ہر مکلف میرے پاس آئے گا۔

چونکہ جنات بھی انسان کی طرح عبادت خالق کے مکلف ہیں۔ اور ہم جن طرح تمہارے امام ہیں اسی طرح جنوں کے بھی ہیں۔ اگر تمہیں ضروریات دین سیکھنے کی ضرورت پڑتی ہے تو قوم جن بھی نیا مند کہے اور یہ لوگ بھی حسب ضرورت ہمارے پاس آتے ہیں۔

میں نے عرض کیا۔

قبلہ اپنے قوم نے انہیں کبھی نہیں دیکھا۔

آپ نے فرمایا۔ بعض اوقات پوشیدہ آتے ہیں اور بعض اوقات ہم سے اجازت لے کر انسانوں کی شکل میں آتے ہیں۔

خروج میں ابو حمزہ سے مروی ہے کہ ایک سال میں عمرہ کے لیے مکہ آیا۔ امام محمد باقرؑ بھی تشریف فرما تھے۔ میں مقام ابراہیم کے قریب بیٹھا تھا کہ مشرق کی جانب سے ایک عجیب الحلقہ شخص آ گیا۔ اس کی دم تھی تمام لوگ اسے دیکھ

رہے تھے اس کی ہیبت کذائی کو دیکھ کر لوگ خوف زدہ ہو گئے۔ اور ایک طرف ہٹ گئے۔ وہ سیدہ جلیت اللہ کے قریب آیا۔ حجر اسود کے سامنے کافی دیر تک کھڑا رہا۔ پھر بیت اللہ کا طواف کیا۔ مقام ابراہیم پر آیا۔ دم کے ہمارے کھڑا ہو گیا۔

دور کت نماز طواف پڑھی پھر حجر اسود کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔

کچھ لوگ امام محمد باقر کی خدمت میں آئے اور ان سے پوچھا۔

یہ کون ہے؟ اور کیسا انسان ہے۔

آپ نے مجھے فرمایا۔ ابو حمزہ یہ قوم جن سے ہے۔ اسے جا کر میری طرف سے کہدے کہ تجھے امام محمد باقر فرما رہا ہے۔

یہ وقت انسان کے طواف کرنے کا ہے۔ انسان تجھے دیکھ کر گھبرا رہے ہیں۔ تو نے طواف کر لیا ہے۔ اب واپس چلا جا۔ تاکہ انسانوں بھی اپنا فریضہ ادا کر سکیں۔

میں گیا اور جا کر میں نے امام محمد باقر کا پیغام دیا۔ سب لوگ دیکھ رہے تھے۔ کسی کو پتہ نہ چلا کہ وہ ہوا میں تحلیل ہو کر آنکھوں سے غائب ہو گیا۔

امام ناظر ہوتا ہے :-

خلاصہ ہی میں محمد ابن مسلم سے مروی ہے کہ ایک دن امام محمد باقر نے مجھے فرمایا۔

محمد اگر تم سمجھتے ہو کہ ہم نہ نہیں دیکھتے ہیں اور نہ تمہاری بات سنتے ہیں۔ تو بخدا! یہ بہت برا عقیدہ ہے اگر ہمیں تمہاری زندگی کے ایک ایک لمحہ کا علم نہ ہو۔ اگر ہم تمہاری باتیں نہ سنیں۔ تو پھر ہمیں تم پر کیا فضیلت ہوگی۔

میں نے عرض کیا۔

قبیلہ میں تو چونکہ آپ کی زبان مبارک سے سن رہا ہوں۔ تسلیم کروں گا۔ لیکن دوسرے لوگ میری بات نہ مانیں گے۔ کوئی ایسی علامت بھی بتائیے جس سے دوسروں کو لوگوں کو منوا سکوں۔

آپ نے فرمایا۔ جب تو یہاں آ رہا تھا راستہ میں تیرا ساتھی سے خلال نام پر جھگڑا ہو گیا تھا۔ اور اس نے تجھے ہائی محبت کا طعنے دیا تھا۔

میں نے عرض کیا۔ قبیلہ بالکل اسی طرح ہوا تھا۔

کیا آپ نے وہاں ہمیں دیکھا تھا۔

آپ نے فرمایا۔ ہم دیکھتے بھی ہیں۔ ہمیں اللہ کی طرف سے اطلاع بھی ملتی ہے۔ ہم جا دوگر۔ کاہن۔ یا مجنوں نہیں ہیں۔ یہ علم نبوت کی داغ بیل ہے۔ کہ ہمیں کہہ ارض پر بسنے والے ہر فرد کے تمام اعمال کا شاید پتہ پائیا گیا ہے۔ اور

ہم تمہیں ہر جگہ دیکھتے ہیں۔

میں نے عرض کیا: قبلہ یہ کون کیسے ہوتا ہے؟

آپ نے فرمایا: بعض اوقات یہ علم ہمارے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ بعض اوقات ہمیں آواز کے ذریعہ بھی بتایا جاتا ہے۔

علاوہ ازیں ہماری خدمت ہمارے شیوہ جن بھی کرتے ہیں جو اطراف عالم کی خبریں ہم تک پہنچاتے رہتے ہیں اور قوم جن تم انسانوں کی نسبت ہماری زیادہ عقیدت مند ہے

میں نے عرض کیا: قبدا کیا ہر انسان کے ساتھ ایک جن ہوتا ہے؟

آپ نے فرمایا: ہاں ہر انسان کے ساتھ ایک جن ہوتا ہے۔

کافی میں نعمان ابن بشیر سے مروی ہے کہ میں جابر ابن یزید جعفی کے ساتھ تھا۔ حج سے فراغت کے بعد مدینہ گیا۔ امام محمد باقر کا سلام کیا۔

چند دن بعد الوداع کیا۔ اور واپس کوفہ کی طرف روانہ ہوا۔ ہم مدینہ سے باہر پہلی منزل پر پہنچے وہاں ظہر کا فایضہ ادا کیا۔ اور کوچ کی تیاری کی۔ اونٹوں پر سوار ہوئے اونٹ ابھی اٹھے ہی تھے کہ ایک شخص سامنے آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک خط تھا۔

اس نے وہ خط جناب جابر کو دیا۔

جابر نے مہر دیکھی۔ خط کو بوسہ دیا۔ آنکھوں سے لگایا۔ خط بالکل تازہ لکھا ہوا تھا۔ مہر کی سیاہی ابھی خشک نہیں ہوئی تھی۔

جابر نے پوچھا: آقا سے کب ملاقات ہوئی تھی۔

اس نے کہا: ابھی ابھی۔

جابر نے کہا: نماز ظہر سے پہلے یا بعد میں

اس نے کہا: نماز ظہر کے بعد

جابر نے خط کھولا۔ میں دیکھ رہا تھا جیسے جیسے جابر خط پڑھتا گیا۔ اس کے چہرہ کارنگ زرد پڑنا گیا۔ جب اس نے خط پڑھ لیا۔ پھر میں نے کوفہ پہنچنے تک اسے مسکراتے نہیں دیکھا۔ کوفہ میں ہم رات کے وقت پہنچے اپنے اپنے گھر میں گئے۔

دوسری صبح میں جابر کو منہ کی خاطر اس کے گھر کی طرف روانہ ہوا۔ ابھی جابر کا گھر کافی دور تھا کہ میں نے دیکھا۔

جابر کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے۔ تمام جسم خاک آلودہ تھا۔ یانٹس کا گھوڑا بنایا ہوا تھا اور گلی میں ادھر ادھر بانٹس کے گھوڑے کو بھگا تا پھرتا تھا۔ عجیب و غریب شعر پڑھتا تھا۔ ارد گرد بچے جمع تھے وہ تالیاں بجا بجا کر کہہ رہے تھے۔

جابر دیوانہ ہو گیا۔ جابر دیوانہ ہو گیا۔

لوگوں کا بھی مجمع تھا۔ تمام لوگ دیکھ کر افسوس کر رہے تھے کہ کتنا نیک اور اچھا آدمی تھا۔ لیکن خدا معلوم کیوں

دیوانہ ہو گیا ہے۔

میں تو جابر کا یہ حال نہ دیکھ سکا اور رو کر واپس آ گیا۔

چند دن بعد والی کوفہ منصور ابن جمد کو ہشام ابن عبد الملک کا حکم موصول ہوا کہ جابر ابن یزید نامی شخص شیعان

آل محمد سے ہے اور شیعیت کے حرائم پھیلا رہا ہے اسے گرفتار کر کے قتل کر دے۔

منصور نے اپنے مصاحبین سے جابر کے متعلق پوچھا۔

انہوں نے بصد حمت کہا کہ جابر واقعاً صاحب علم و فضل تھا۔ شیعان آل محمد سے بھی تھا۔ لیکن اب تو وہ

نہیں ہے۔

منصور نے کہا۔ کیوں اسے کیا ہوا ہے۔

انہوں نے کہا۔ وہ حج پر گیا تھا۔ واپس آیا ہے تو دیوانہ ہو گیا ہے۔ سارا سارا دن بانس کے گھوڑے ہی

بنائے گلی کوچوں میں پھرتا ہے۔ اول نول باتیں کرتا پھر تباہے۔ بچے سارا دن بے چارے کے پیچھے لگے رہتے ہیں

منصور نے کہا۔ میں اسے دیکھوں گا۔

چنانچہ منصور اپنے مصاحبین کے ساتھ وہاں آیا آپ جہاں جابر بچوں میں گھرا ہوا دیوانوں کی طرح باتیں کر

رہا تھا۔

منصور نے کہا۔ اللہ کی حمد ہے کہ اس نے مجھے اس کے قتل سے بچایا ہے۔

امام محمد باقر اور سریانی و عبرانی زبان میں کلام۔

بصارت میں لیث مرادی سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں امام محمد باقر کے پاس بیٹھا تھا ایک یمنی شخص ہمارے

قریب سے گزرا۔

امام باقر نے فرمایا۔ کیا تو یمنی ہے۔

اس نے عرض کیا ہاں

امام باقر نے فرمایا۔ کیا فلاں مکان کو جانتا ہے۔

اس نے کہا۔ ہاں میں نے اسے دیکھا ہوا ہے۔

امام باقر نے فرمایا۔ اس مکان کے فلاں جانب ایک پتھر رکھا ہوا ہے کیا اسے بھی جانتا ہے۔

اس نے عرض کیا۔ ہاں میں نے اسے بھی دیکھا ہے۔

لیکن حیرت ہے آپ نہ وہاں کبھی گئے ہیں اور نہ آپ نے وہ مکان دیکھا ہے آپ کو کیسے معلوم ہوا ہے کہ مکان کے قریب پتھر ہے۔

اگر وہ شخص نہ بھی پوچھتا تو بھی میں ضرور پوچھتا کیونکہ حیرت تو مجھے بھی تھی۔ لیکن آپ نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔

جب وہ چلا گیا تو آپ نے فرمایا۔

اے ابو الفضل۔ ان لوگوں کو اس پتھر کی عظمت معلوم نہیں ہے۔ ہمیں جو علم نبوت سے وراثت میں ملا ہے اس کا علم ہمارے پاس ہے۔

جب حضرت موسیٰ کوہ طور پر چلا گزار کے واپس آئے تھے اور بنی اسرائیل گوسالہ پرستی میں مصروف تھے تو آپ نے غصہ میں کوہ طور پر لائی گئی الواح کو اسی پتھر پر رکھ دیا تھا۔ اور پتھر نے الواح میں سے تورات کا کچھ حصہ اپنے اندر جذب کر لیا تھا۔ یہی وہ پتھر ہے جس کے متعلق میں نے اس سے پوچھا ہے۔

بھاڑ ہی میں غزو ان سے مروی ہے کہ میں امام باقرؑ کی خدمت میں بیٹھا تھا اور میرے ساتھ ہی ایک خراسانی سے اور ایک مین سے آدمی بھی بیٹھے تھے۔

آپ نے خراسانی سے فارسی میں پوچھا۔

کیا تو فلاں وادی کو جانتا ہے۔

اس نے عرض کیا۔ قبلہ جانتا ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ اسی سے وصال خروج کرے گا۔

پھر آپ نے مین سے عبرانی میں پوچھا۔

کیا فلاں وادی سے واقف ہے۔

اس نے عرض کیا۔ قبلہ واقف ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ اس وادی میں ایک مکان ہے اس مکان کے قریب ایک درخت ہے۔ اس درخت کے نیچے فلاں رنگ و حجم کا ایک پتھر رکھا ہے اسے بھی جانتا ہے۔

اس نے عرض کیا۔ اسے بھی دیکھا ہے۔

آپ نے فرمایا۔

یہ مروی پتھر ہے جس نے تورات کے کچھ حصہ کو حکم خدا اپنے اندر جذب کیا ہوا ہے۔

حضرت موسیٰ اور خضر :-

یہاں میں سید سے مروی ہے کہ ایک دن امام باقر نے فرمایا۔ جب حضرت خضر جناب موسیٰ کو الوداع کہنے کی خاطر کہے تھے تو انہوں نے دریا کے کنارے ایک پرندے کو دیکھا جو دریا سے چوچ میں پانی لے کر شمال جنوب مشرق مغرب آسمان اور زمین پر پھینکتا تھا۔

جناب موسیٰ نے جناب خضر سے سوال کیا تھا کہ۔

کہ پرندے کے اس عمل کا کیا مطلب ہے؟۔

جناب خضر جواب دینے سے قاصر رہے تھے۔

جبریل نے ایک چرواہے کی صورت میں آکر دونوں کو اس کا مطلب بتا دیا تھا کہ پرندے کے اس عمل کا مقصد

یہ ہے کہ آخری زمانہ میں ایک نبی آئے گا۔ اس کے علم کے مقابلہ میں تم دونوں کا علم ایسے ہے جیسے سمندر کے مقابلہ میں میری چوچ کا پانی۔

اگر اس وقت میں ہوتا تو میں ان دونوں کو پرندے کا مقصد بتا دیتا۔

تمام عالم امام کا تابع ہوتا ہے :-

اولی الامر :-

خارج میں ابوہریرہ سے مروی ہے کہ ایک دن امام باقر نے فرمایا :-

نحن حجة الله - نحن وجه الله - نحن عين

الله في خلقه. نحن دلاة امر الله في عباده -

ہم جب کسی امر کو نافذ کرنا چاہیں تو کائنات عالم میں ہلدا امر اس طرح نافذ ہوتا ہے جس طرح ہوا۔

علم امام :-

خارج میں حبیبی سے مروی ہے کہ ایک دن چند لوگ امام باقر کے پاس آئے اور انہوں نے عرض کیا۔ قبہ خدا امام

کیا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ تمہارے لیے خدا امام یہ ہے کہ اس کا احترام کرو۔ اور جو کچھ اس کے پاس ہے اس پر ایمان رکھو۔

اور امام کا فرض ہے کہ تمہیں ہدایت دے۔

نجد و گجرات کے ایک علامت امام یہ بھی ہے کہ جب تم امام کے پاس آؤ تو عظمت و ہیبت امام سے آنکھ اٹھا کر امام کی طرف دیکھ نہ سکو۔

انہوں نے عرض کیا کہ امام اپنے شیعوں کو جانتا ہے؟

آپ نے فرمایا۔ امام اپنی تمام رعیت کو جانتا ہے۔ امام انہیں بھی جانتا ہے جو اسے ملتے ہیں اور انہیں بھی جانتا ہے جو اسے نہ ملتے ہوں۔ امام کے پاس دونوں کی فرشتیں الگ الگ ہوتی ہیں۔

انہوں نے عرض کیا کیا ہم آپ کے شیعوں ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ تم سب ہمارے شیعوں ہو۔

انہوں نے عرض کیا۔ ہمیں کیسے یقین آئے کہ ہمارے نام آپ کا اس فرست میں ہیں جو شیعوں ہیں؟

آپ نے فرمایا۔ میں تمہیں سے ہر ایک کے آباء اور اولاد کے نام مع تمہارے قبائل اور مسکن دہر ہر کے نام بتاؤں گا تو پھر تمہیں یقین آجائے گا۔

انہوں نے عرض کیا۔ قبلہ یقیناً ہمیں ماننا پڑے گا۔

آپ نے ایک ایک کے باپ دادا بیٹے اور پوتے کا نام بتایا۔

پھر فرمایا۔ اب کافی ہے؟

انہوں نے عرض کیا۔ قبلہ کافی ہے۔

اہل بیت کون ہیں؟

بصائر میں ابوہریرہ اور خیرت سے مروی ہے کہ امام محمد باقر نے فرمایا ہے۔

نحن حجة الله - ونحن باب الله ونحن وجه الله -
ہم حجت خدا۔ ہم باب خدا۔ اور ہم وجہ اللہ ہیں۔

نحن عين الله في خلقه ونحن ولاة امر الله -
ہم کائنات میں چشم خدا اور اولی الامر ہیں۔

نحن جنب الله ونحن صفوة الله -
ہم جنب اللہ اور اللہ کے مصطفیٰ ہیں۔

نحن ائمة الهدى ونحن مصابيح الدجى -
ہم ائمہ ہدٰی اور تاریکی کے چراغ ہیں۔

نحن السابقون ونحن الآخرون -
ہم سابقین ہیں اور ہم آخروں سے

نحن العلو المرفوع للخلق من تمسك بنا نحن ومن تتلف عنا غرق -
ہم مخلوق کے لیے اللہ کی معروف علامت ہیں جو ہم سے تمسک کرے گا ناجی ہوگا اور ہمیں چھوڑنے والا غرق ہوگا۔

نحن قادة الغر المحجلين -
ہم سفید چنیوں کے قائد ہیں۔

نحن خيرة الله ونحن الطريق -
ہم اللہ کے منتخب اور راہ ہدایت ہیں۔

نحن الصراط المستقیم الی اللہ -

ہم اللہ کی طرف جانے والا صراط مستقیم ہیں۔

نحن نعمۃ اللہ علی خلقہ -

ہم مخلوق خدا کے لیے نعمت خدا ہیں۔

نحن المنہاج ونحن معدن النبوة -

ہم راستہ ہیں۔ ہم نبوت کی کان ہیں۔

نحن موضع الرسالة -

ہم مقام رسالت ہیں۔

نحن الذین البینا مختلف الملائکة -

ہم وہ ہیں جن کے پاس ملائکہ آتے ہیں۔

نحن السراج لمن استضاء بنا -

ہم ان لوگوں کے لیے چراغِ راہ ہیں جو روشنی حاصل کرنا چاہیں۔

نحن السبیل لمن اقتدی بنا -

ہم راہنمائی حاصل کرنے والوں کے لیے راستہ ہیں۔

نحن الهدایة الی الجنة -

ہم جنت کے ہادی ہیں۔

نحن عز الاسلام -

ہم اسلام کی عزت ہیں۔

نحن القناطر من صفی علیہا لم یسقط

ہم وہ ہیں صراط ہیں کہ جو ہماری راہنمائی میں چلاوہ ناکام نہیں

ومن تحققت عنہا حق -

ہوگا۔ اور جو ہمارے بغیر چلاوہ کامیاب نہیں ہوگا۔

نحن الذین بنا تنزل الرحمہ

ہم وہ ہیں جن کے صدقہ نزول رحمت ہوتا ہے۔

نحن الذین بنا یصرف عنکم العذاب -

ہم ہیں جن کی بدولت ہم سے عذاب الہی رکھا ہوا ہے۔

فمن عرفنا - وابصرنا -

جو ہمیں پہچانے گا۔ جو ہماری بصیرت حاصل کرے گا۔

و عرف حقنا - واخذنا بامرنا فہو منا

جو ہمارے حقوق کا تحفظ کرے گا۔ جو ہم سے احکام لے گا

والینا -

وہ ہم سے ہے اور ہماری طرف ہے۔

بصاخر ہی میں یزید علی سے مروی ہے کہ میں نے امام باقر سے اس آیت میں امت وسطیٰ کا مصداق پوچھا۔

کذلک جعلناکم امة وسطا لتکونوا شہداء

ہم نے تمہیں امت وسطیٰ بنایا ہے تاکہ تم لوگوں کے گواہ

علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیدا -

رہو اور رسول تمہارا گواہ ہے۔

آپ نے فرمایا۔ ہم امت وسطیٰ ہیں۔ ہم لوگوں پر گواہ ہیں۔ اور ہم زور سے ارض پر حجت خدا ہیں۔

بئذہ خدا ارشاد باری ہے۔ کل شیء ہالک الا وجہہ -

وجہ اللہ کے موصوب کچھ کچھ کا عدم ہو جائے گا اللہ

اس بات سے اجل ہے کہ اسے اس قوم کے اعضاء سے موصوف کیا جائے۔ یہاں وجہ اللہ سے دین اللہ مراد ہے۔ ہم وہ

دین اللہ ہیں جو باقی رہ جائیں گے۔

دین اللہ میں جو باقی رہ جائیں گے۔

میں آپ کا دشمن ہوں: معجزات امام محمد باقر علیہ السلام

امالی طوسی میں سیمان سے مروی ہے کہ — شام سے ایک شخص اپنے کاروباری سلسلہ میں مدینہ آتا تھا۔ اور امام محمد باقرؑ کی محفل میں آکر بیٹھتا تھا۔ ایک مرتبہ کہنے لگا۔

اے محمد بن علی! مجھے جتنی عداوت تم اہل بیت سے ہے اور کسی سے نہیں۔ کیونکہ میرا عقیدہ ہے کہ اللہ رسولؐ اور امیر کی اطاعت صرف اور صرف تمہارے بغض میں ہے۔ میں یہاں صرف اس لیے آ بیٹھتا ہوں کہ آپ کا اخلاق اچھا ہے اور آپ کے کلام میں فصاحت و بلاغت ہوتی ہے۔

امام باقرؑ نے فرمایا۔ میں نے کبھی تجھ سے نہ تو محبت کی خواہش کی ہے اور نہ ہی تجھ سے اس قسم کا سوال کیا ہے تیری جیسے مرضی کسی کو مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

ایک مرتبہ وہی شامی مدینہ میں بیمار ہو گیا۔ جب مریض کا زور بڑھ گیا تو اس نے اپنے میزبان سے کہا۔ اگر مجھے اہل بیت سے سخت عداوت ہے لیکن پھر بھی مدینہ میں مجھے محمد بن علیؑ سے کوئی شخص زیادہ نیک نظر نہیں آتا۔ اگر میں مریضوں کو میرے جنازہ کے لیے محمد بن علیؑ سے درخواست کرنا۔ اگر وہ قبول کرے تو وہی پڑھے درنہ جو بھی پڑھائے ٹھیک ہے۔

نصف شب کے قریب وہ مر گیا۔ اس کا میزبان صبح مسجد نبویؐ میں آیا۔ امام باقرؑ تعقیبات صبح میں مصروف تھے اس نے آکر تمام واقعہ سنایا۔

آپ نے فرمایا۔ تو صل۔ میں تیرے مکان پر آ رہا ہوں۔ لیکن میرے آنے تک اسے غسل و کفن دینا نہ دینا۔ آپ اٹھے دو رکعت نماز پڑھی پھر سجدہ میں گئے۔ اور طلوع آفتاب تک سجدہ میں رہے۔ سجدہ سے اٹھے شامی کے میزبان کے گھر آئے۔

میت پر کپڑا پڑا ہوا تھا۔

آپ شامی کے مہربانے آئے اس کا نام لے کر پکارا۔

شامی نے جواب دیا۔

آپ نے ہنسا دے کر اٹھایا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اور آپ کی طرف دیکھ کر ندامت سے ہر جھکایا۔ آپ کافی

کافی دیر بیٹھے رہے۔

پھر آپ واپس آگئے۔

شام کے وقت شامی حسب عادت آیا۔ اور آپ کے قدموں پر گر کر معافی مانگنے لگا۔

آپ نے فرمایا: کیا بات ہے۔

اس نے عرض کیا: دنیا نے تو نہ انے لیکن اب مجھ سے کوئی آپ کی محبت و اطاعت نہیں چھین سکتا۔

آپ نے فرمایا: تجھے کیا ہو گیا ہے۔

اس نے عرض کی: میں اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھ چکا ہوں اور اپنے کانوں سے سب کچھ سن چکا ہوں۔ جب

ملک الموت میری روح قبض کر کے لے گیا۔ صبح کے وقت میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے۔ کوئی کہہ رہا تھا: شامی

کی روح اس کے جسم میں بیٹا دو۔

محمد بن علی اس کی زندگی مانگ رہا ہے۔

پھر میں نے دیکھا کہ ملک الموت خود میری روح میرے جسم میں واپس کر کے گیا۔ ادھر آپ نے آکر مجھے جگایا۔

واتقا آپ ہی حجت خدا ہیں۔

مردہ زندہ :-

خروج میں ابو عینیہ سے مروی ہے کہ ایک دن میں امام باقر کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ ایک شامی آیا۔ عرض کی۔

قبلہ! میں اہل شام سے ہوں۔ آپ کا محب ہوں لیکن میرا باپ آپ کے اعدا سے اور نبی امیر کے موالیوں سے

تھا۔ آپ کی محبت کی وجہ سے اس نے مجھے اپنے سے دور کر رکھا تھا اتفاق سے میرا کوئی بھائی اور بہن نہیں ہے

میرا باپ فوت ہو گیا ہے۔ میں ان کا تھا وارث ہوں۔ لیکن چونکہ میں آپ کا محب ہوں اس لیے اس نے مجھے اپنے

ترک سے بھی دور رکھا ہے۔ وہ زندگی میں ترکہ کو ایسی جگہ ٹھکانے لگا کے گیا ہے کہ مجھے بھی معلوم نہیں ہے وہ

کہاں ہے۔

آپ نے فرمایا: کیا تجھے ضرورت ہے۔

اس نے عرض کیا: قبلہ میں سخت ضرورت مند ہوں

آپ نے فرمایا: میں بھی بتا تو سکتا ہوں کہ تیرا باپ اپنا ترکہ کہاں چھپا کے گیا ہے لیکن بہتر ہو گا اگر تو خود

ایک مرتبہ اپنے باپ کو ملے اور اسی سے پوچھ لے۔

اس نے حیران ہو کر عرض کیا: قبلہ کیا اب میں اپنے باپ کو مل سکتا ہوں۔

آپ نے فرمایا: کیوں نہیں مل سکتا۔

اس نے عرض کیا: قبلہ اگر یہ ممکن ہے تو میں ضرور اپنے باپ سے ملوں گا۔

آپ نے ایک خط لکھا۔ اپنی بہر لگائی اسے دیا۔ اور فرمایا: میں کی وادی برہوت میں چلا جاؤ۔ رات کے وقت وادی میں جا تا قبرستان کے عین وسط میں کھڑے ہو کر۔ یہی مرتبہ یادرجان! کہہ پکارنا ایک شخص آئے گا تجھ سے پوچھے گا کہ کون ہے؟ اور کیا چاہتا ہے؟

تو اسے اتنا بتادینا کہ میں محمد بن علی کا قاصد ہوں۔

وہ چلا جائے گا کچھ دیر بعد تیرے باپ کو لے آئے گا اس سے جو پوچھنا ہو پوچھ لینا۔

اس نے عرض کیا۔ قبہ اہم نے باپ کو دفن تو اسی جگہ جنت البقیع میں کیا تھا۔ میں کی وادی برہوت میں کیوں جاؤں

آپ نے فرمایا۔ میں نے تجھے کہہ دیا ہے وہیں چلا جا یہ بھی اپنے باپ سے پوچھ لینا کہ دفن تو تجھے جنت البقیع میں کیا تھا۔ آپ یہاں کیسے تشریف لائے۔

اس نے عرض کیا۔ حضور! میں تو یہاں سے بہت دور ہے اور میں انساں کی آخری حرکت پہنچ چکا ہوں۔ وہاں کیسے جاؤں گا۔

آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ مدینہ سے باہر نکل کے آنکھیں بند کر کے زمین سے میرا نام لے کر زمین سے کہنا کہ مجھے ابھی اور اسی وقت میں پہنچا دے۔ جب باپ سے مل لینا۔ وادی برہوت سے باہر اگر پھر زمین سے کہنا مجھے مدینہ پہنچا دے گی۔

ابو عینیہ کا بیان ہے کہ میں اور وہ ایک وقت آپ کے ہاں سے روانہ ہوئے۔ میں نے اپنے دو چار قریبی ساتھیوں کو بھی بتایا اور انہیں کہا کہ کل علی الصبح امام باقر کے ہاں جائیں گے اور دیکھیں گے کہ وہ شامی آیا ہے یا نہیں۔ اگر آیا ہے تو کیا ہوا ہے۔

چنانچہ دوسرے دن ہم علی الصبح امام باقر کے دروازہ پر آئے تو وہ شامی پہلے سے موجود تھا۔

میں نے پوچھا۔ کیا تو گیا نہیں تھا۔

اس نے کہا۔ کیوں نہیں گیا تھا۔ گیا بھی تھا اور پلٹ کے ابھی گیا ہوں۔

میں نے کہا۔ پھر کیا ہوا۔

اس نے کہا۔ ابھی آقا کے سامنے سب کچھ سناؤں گا۔

کچھ دیر امام باقر باہر اپنی مسند پر تشریف لائے۔

اس سے پوچھا۔ ہاں کیا بنا۔

وہ آپ کے قدموں میں گر گیا۔ اور قدم چومنے لگا۔

آپ نے دونوں ہاتھوں سے اسے اوپر اٹھایا اور فرمایا۔ فرما سنا کیا ہوا۔

اس نے عرض کیا۔

حضور! آپ کے حکم کے مطابق میں وادی ربوت میں پہنچا یا درجان کا نام لے کر یکارا ایک شخص آیا اس نے مجھ سے کہا۔ کیا کہتا ہے بتائیں نے بتایا کہ مجھے امام باقر نے بھیجا ہے۔ اس نے کہا۔ ذرا ٹھہر میں اسے لے آتا ہوں۔ کچھ دیر بعد وہ ایک سیاہ ترین شخص کو لے آیا اور کہا۔

لے یہ تیرا باپ ہے۔

میں تو اسے دیکھ کر نہ صرف ڈر گیا بلکہ میں نے انکار کر دیا کہ میرا باپ گندمی رنگ کا حسین شخص تھا۔ تو کس کالے کو پکڑ کر میرا باپ بنا کے لے آیا ہے۔

پیرے باپ نے سر جھکا کے کہا۔

بیٹے! میں تیرا باپ ہوں مجھے شرمندہ نہ کر

میں نے کہا آپ مجھے کوئی نشانی دیں۔

میرے باپ نے مجھے میرا نام میری ماں کا نام۔ میرے نانا اور دادا کا نام بتایا۔ پھر کہا بیٹے تو خوش نصیب ہے میں بد قسمت تھا۔ میں نے بنی امیہ کو سب کچھ مان لیا تھا۔ آج پتہ چل رہا ہے کہ غلط کیا تھا بیٹے آل محمد کی محبت نہ چھوڑنا اس دنیا میں صرف حجان آل محمد ہی کا کوئی ٹھکانا ہے۔

جب مجھے یقین ہو گیا کہ واقعاً ہی میرا باپ ہے تو میں نے پوچھا۔ ہم نے تو آپ کو جنت البقیع میں دفن

کیا تھا۔

آپ یہاں کیسے پہنچ گئے

اس نے کہا۔ بیٹے! تو تم تو دفن کر کے چلے گئے لیکن بعد میں کچھ افراد آئے انہوں نے مجھے میری اس قبر سے

نکالا اور یہاں وادی ربوت میں چھوڑ کر چلے گئے یہاں آکر پتہ چلا کہ جتنے بھی دشمنان آل محمد ہیں وہ سب اس جگہ

ہیں۔ مجھ سے پہلے مرنے والے دشمنان آل محمد بھی اسی جگہ ہیں۔ مجھے بتایا گیا کہ جب آل محمد کسی بھی جگہ سے اسی

جنت البقیع میں لایا جاتا ہے۔ اور دشمن آل محمد جہاں سرے سے ہیں ان کی اس وادی ربوت میں ہی لایا

جاتا ہے۔

میں نے کہا کیا اب آپ مجھے بتائیں گے کہ آپ نے اپنا مال کہاں چھپایا ہے۔

اس نے کہا۔ بیٹے گھر کے قریب جو ہمارا فلاں باغیچہ ہے اس میں درخت زیتون کے نیچے شمالی طرف سب کچھ دفن

ہے جا کے نکال لے۔ دو لاکھ درہم ہیں۔

حضور! میں واپس آیا۔ وہ مال نکالا۔ ایک لاکھ درہم اپنے لیے گھر چھوڑ آیا ہوں۔ اور یہ ایک لاکھ درہم آپ کے

لیے لایا ہوں۔ مہربانی فرما کر قبول فرمائیں اور انکار نہ فرمائیں میری دل شکی ہوگی۔

سواری زندہ ہو گئی :-

مفضل ابن عمر سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ امام باقرؑ اور مدینہ کے مابین تھے حج کو جا رہے تھے۔ ایک حاجی مسافر قدامتاً ہوا آیا اور عرض کی حضور! میری سواری کا گدھا تھا۔ وہ مر گیا ہے۔ اب میں تو اپنی جان بھی مکہ نہیں لے جا سکتا۔ یہ سامان کہاں لے جا سکتا ہوں۔

آپ نے مسکاکے فرمایا۔ کوئی اور سواری خرید لے۔

اس نے عرض کیا۔ قبہ میرے پاس اتنا سرمایہ کہاں ہے کہ سواری خریدوں۔

آپ نے فرمایا۔ میں کوشش کرتا ہوں۔

اس نے عرض کیا حضور! آپ سرمایہ فراہم کرنے کی کوشش نہ فرمائیں۔ سواری کی تلاش تک قافلہ چلا جائے گا مجھے اپنے اس گدھے سے بڑا پید تھا۔

آپ مہربانی فرما کر مجھے میرا گدھا زندہ کر دیں۔

آپ اٹھے مردہ گدھے کے قریب آئے۔ دست دعا بند کیے۔ اور عرض کیا۔ بار اہبا! تیرا یہ بندہ آل محمد کو آنے کی فکر میں ہے اسے اس کا گدھا لوٹا دے۔

ابھی تک آپ نے دعا ختم نہیں کی تھی کہ گدھا زندہ ہو کر کھڑا ہو گیا۔

وارثِ رسول :-

بصائر الدرجات میں ابو بصیر سے مروی ہے کہ ایک دن میں نے امام باقرؑ سے عرض کیا۔ کیا آپ وارثِ رسول ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں ہم وارثِ رسول ہیں۔

میں نے کہا۔ کیا رسول اکرمؐ تمام ان علوم و کمالات کے وارث تھے جو سابقہ انبیاء کے پاس تھے؟

آپ نے فرمایا۔ ہاں آپ ان تمام علوم و کمالات کے وارث تھے جو تمام سابقہ انبیاء کے پاس تھے۔

میں نے کہا کیا آپ بھی مردوں کو زندہ پیار کوشفا اور مبروں کو تندرست کر سکتے ہیں؟

آپ نے فرمایا۔ ہاں باذن اللہ ہم ایسا کر سکتے ہیں۔ پھر آپ نے سیری دونوں آنکھوں پر ہاتھ پھیرا۔ تو میری بینائی بحال ہو گئی۔

پھر پوچھا۔ کیا اسی طرح بینا رہنا چاہتا ہے؟ ایسی صورت میں اگر تو نے آنکھوں سے کوئی جرم کیا تو اس عذاب میں لوگوں کے ساتھ شریک ہو گا جو وہ آنکھوں سے کرتے ہیں اور اگر پہلی حالت کو قبول کرے تو پھر بلا حساب جنت میں جائے گا۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ! بس مجھے وہی پہلی حالت منظور ہے۔

آپ نے پھر میری آنکھوں پر ہاتھ پھیرا تو میں پہلے کی طرح ہو گیا۔

بجاریں مروی ہے کہ محمد ابن مسلم خراسانی بیمار تھا امام باقرؑ کو کسی نے بتایا کہ حضور! خراسانی آپ کا بہت بڑا
محب ہے اور آپ کے لیے کام کر رہا ہے۔ آج کل بیمار ہے۔
آپ نے فرمایا۔ جہاں تک ہمارے لیے کام کرنے کا تعلق ہے تو وہ اگر ہم سے پوچھ لیتا تو ہم اسے منع کر دیتے کیونکہ
اس کے ساتھ فریب کیا جا رہا ہے۔

جہاں تک بیماری کا تعلق ہے تو اللہ سے جلد ہی شفا دے دے گا۔
پھر آپ نے غلام کو بلایا۔ اسے ایک گلاس میں شربت ڈال کر دیا اور فرمایا۔ محمد ابن مسلم خراسانی کے پاس جا اور اسے
یہ شربت پلا کے واپس آنا۔
کچھ دیر بعد ہم نے دیکھا۔ محمد ابن مسلم اور آپ کا غلام دونوں آگئے محمد بالکل تندرست تھا۔ محمد کی آنکھوں سے
آنسو بہ رہے تھے۔

امام باقرؑ نے فرمایا کیا بات ہے۔
محمد نے عرض کیا۔ قبہ اپنی بد نصیبی کو رو رہا ہوں۔
آپ نے فرمایا کون سی بد نصیبی۔
محمد نے عرض کیا۔ قبہ چار مجبوریاں ہیں میں ہر مجبوری کو اپنی بد نصیبی سمجھتا ہوں۔
آپ نے فرمایا۔ کون کون سی۔

محمد نے عرض کیا۔ پہلی مجبوری میرے مسلسل سفر ہیں۔
دوسری مجبوری میری غربت اور ناداری ہے۔
تیسری مجبوری آپ کے پاس آنے کا وقت کم ملتا ہے۔
چوتھی مجبوری آپ کی زیارت کا شرف حاصل نہیں کر سکتا۔

آپ نے فرمایا۔ جہاں تک غربت اور ناداری کا تعلق ہے تو وہ یقیناً درست ہے کیونکہ ہمارے ممالیوں کو اولاد ہی
تلاش کرتی پھرتی ہے۔ اس کی وجہ واضح ہے کہ ہمارے ممالیوں کا نصیب العین پہنچتے ہیں اور ہمارے اعداد کا نصیب العین
دولت ہوتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ہمارے موالی ناداری کا شکار جلد ہو جاتے ہیں۔

جہاں تک مسلسل سفروں کا تعلق ہے تو میرے آقا اور ہمارے جد امجد سید الشہداء کی سنت ہے۔
جہاں تک قلت وقت کا تعلق ہے تو ہمارے موالی اس دنیا میں ہمیشہ سے قلت وقت کا شکار رہے ہیں۔
جہاں تک زیارت کا تعلق ہے تو اگر دل صاف ہو تو آنکھوں سے نہ سہی دل سے تو زیارت ہزاروں میل کے فاصلہ
سے بھی کی جاسکتی ہے۔

اور آنکھوں کی تشنگی پر اشد کی طرف سے اجر ملے گا۔

اعلام البوری میں ابو بصیر سے مروی ہے کہ ایک سال حج کے موقع پر کثرت حجاج سے متاثر ہو کر میں نے امام باقرؑ کی خدمت عرض کیا۔

ماجیوں کی کتنی کثرت ہے اور قہدہ کی کتنی زیادہ آواز ہے۔

آپ نے فرمایا۔ اگر یوں کہہ تو بہتر ہے کہ۔

حجاج بیت اللہ کتنے کم ہیں اور شور و غل کتنا زیادہ ہے۔ کیا تو اپنی آنکھوں سے میری اس بات کی تصدیق کرنا چاہتا ہے۔

میں نے عرض کیا۔ حضور! آنکھیں کہاں ہیں جن سے تصدیق کروں گا۔

آپ نے فرمایا۔ یوں نہ کہہ۔

پھر آپ نے میری آنکھوں پر اپنا ہاتھ پھیرا تو مجھے تمام میدان عرفات نظر آنے لگا۔ خالی خالی کہیں کوئی انسان تھا ورنہ اکثریت اپنے اعمال کے مطابق مختلف شکلوں میں تھی۔

پھر پوچھا کیا دیکھ لیا ہے۔

میں نے عرض کیا۔ آقا آپ نے سچ فرمایا ہے۔ حاجی کم ہیں۔ لیکن یہ کیسے ہو گیا۔

آپ نے فرمایا۔ ابو بصیر جو کچھ اللہ نے ہمیں دیا ہے اگر ہم اس کا اظہار کریں تو لوگ ہمیں خدا سمجھنے لگیں ہم اللہ کے بندے ہیں۔ اللہ کی عبادت سے کبھی تکبر نہیں کے اطاعت خدا سے کبھی نہیں اکتاتے۔ ہم اللہ کی توحید اور قدرت کے قائل ہیں اور معترف ہیں۔

خراج میں امام باقرؑ سے مروی ہے کہ نبی اید پر بھی سے بھی مرے گا وہ چھپکلی کی صورت میں مسخ ہو کر مرے گا۔ جب عبد الملک ابن مروان ہلاک ہوا تو بصورت چھپکلی مسخ ہو گیا۔ جب اس کے بیٹوں نے دیکھا تو ڈر کے دو سرے کر رہے ہیں چلے گئے کچھ دیر بعد واپس آئے تو وہ چھپکلی بھی غائب تھی۔

آخر انہوں نے کڑی کابت بنایا اسے کفن پنا کر دفن کر دیا۔ اس راز سے اولاد عبد الملک کے علاوہ اللہ اور وحی رسول ہی واقف ہیں۔

علم غیب :-

۱۔ بھاڑ میں ابن عطا سے مروی ہے کہ مکہ میں تھا۔ مجھے شدید خواہش ہوتی ہے کہ امام باقرؑ کی زیارت سے مشرف ہوں۔

چنانچہ میں مکہ سے چلا۔ مدینہ کے قریب پہنچا۔ تو موسیٰ صاحب بارش شروع ہو گئی۔ اور مجھے مروی نے آگیا۔

تقریباً نصف شب کے قریب میں آپ کے دروازہ پر پہنچا۔

یہ سوچ کر دروازہ پر بیٹھ گیا کہ اب آقا کو بے آرام نہیں کرتا۔ تھوڑی سی رات باقی ہے۔ صبح قریب ہے۔ اتنے میں نے مولا کی آواز سنی۔

کینز سے فرما رہے تھے جلدی جا ابن عطا سردی سے دروازہ پر ٹھٹھر رہا ہے۔ دروازہ کھول۔

۲۔ رجال کشی میں محمد سے مروی ہے کہ ایک دن میں امام باقرؑ کے دروازہ پر آیا۔ زیارت کرنا چاہتا تھا۔ دو تین آدمی اور بھی منتظر تھے۔

انہیں تو اجازت مل گئی لیکن مجھے روک دیا گیا۔

میں پریشان ہو کر گھر آیا۔ اور غلگین حالت میں بستر پر گر گیا۔ پھر سوچنے لگا۔ آخوند بے صرف شیعوں ہی تو نہیں ہے۔

مرتبہ بھی ہے۔ قدریہ بھی ہے۔ حروریہ بھی ہے اور زید یہ بھی ہے۔

اسی فکر میں تھا کہ دق الباب ہوا۔ دروازہ پر آیا۔ قاصد کھڑا ہوا تھا۔ پوچھا کون ہے؟ اس نے جواب دیا مجھے امام باقرؑ نے تجھے بلانے کا حکم دیا ہے۔

میں واپس آیا۔ لباس پہنا اور غلام کے ساتھ آ گیا۔

جب میں بیٹھ گیا۔ تو امام باقرؑ نے فرمایا۔

محمد احق نہ مر جب کے ساتھ ہے۔ نہ قدریہ کے ساتھ ہے۔ نہ حروریہ سنی پر ہیں اور نہ زید یہ سنی پر ہیں ہم حجت خدا میں سنی ہمارے ساتھ ہے اور ہم سنی کے ساتھ ہیں۔

یہ سنکر میں آپ کے قدموں پر گر گیا۔ اور اپنی غلط فکری کی معافی مانگی۔

۳۔ بضاط میں کنانی سے مروی ہے کہ ایک دن میں امام باقرؑ کے دروازہ پر آیا۔ دق الباب کیا۔ جب کینز نے دروازہ کھولا۔

میں نے کہا۔ جا مولا سے میرے لیے اجازت لے کے آ۔

آپ نے اندر سے فرمایا۔ کنانی آ جا۔

میں اندر گیا اور عرض کیا قبلہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ میں ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ جس طرح یہ دیواریں تمہارے سامنے بصورتِ حجاب حائل ہوتی ہیں۔ اگر ہمارے سامنے بھی اسی طرح حائل ہوں تو پھر ہمارے اور تمہارے درمیان کیا فرق رہ جاتا ہے۔

خواجه میں ابو بصیر سے مروی ہے کہ امام باقرؑ کے پاس ایک ایرانی آیا۔ آپ نے فرمایا۔ تیرے باپ کا کیا حال ہے۔

اس نے عرض کیا۔ الحمد للہ ڈھیک ہے۔

آپ نے فرمایا۔ جب تو جرجان میں تھا وہ فوت ہو گیا ہے۔

تیرے بھائی کا کیا حال ہے؟

اس نے عرض کیا بقریب میں وہاں سے چلا تھا اس وقت بجزیرت تھا۔

آپ نے فرمایا۔ اسے ایک صلح نامی شخص نے قتل کر دیا ہے۔

خراسانی رو دیا۔ آپ نے فرمایا۔ وہ جنت میں گئے ہیں اور اس دنیا کی نسبت یقیناً جنت ان کے لیے

بہتر تھی۔

خراسانی نے عرض کیا۔

قبلہ! جب میں چلا میرا بیٹا بیمار تھا آپ نے اس کے متعلق نہیں پوچھا۔

آپ نے فرمایا۔ تیرا بیٹا تندرست ہو گیا۔ اسے تیرے بھائی نے اپنے بیٹی دی ہے جب تو واپس آجائے گا تو

اس کا بیٹا پیدا ہوگا۔

جس کا نام علی ہوگا۔ جو ہمارا شیعو ہوگا۔

البتہ تیرا بیٹا ہمارے دشمنوں سے ہے۔

خماج میں ابو بصیر سے مروی ہے کہ ایک دن مسجد نبوی میں امام باقر کے ساتھ بیٹھا تھا کہ منصور دو اینٹیں اور داؤد

آئے۔ داؤد نے آکر پیسے سلام کیا۔ پھر بیٹھ گیا۔

البتہ منصور قریب نہ آیا۔

آپ نے فرمایا۔ یہ منصور کو کیا ہوا ہے وہ یہاں کیوں نہیں آیا۔

داؤد نے کہا۔ آپ تو جانتے ہیں ذر شکر سا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ ایک دن وہ بھی آئے گا جب منصور تخت نشین ہوگا۔ لوگوں کی گردنیں اڑائے گا مشرق و مغرب

پر اس کا قبضہ ہوگا۔

کافی لمبی زندگی ملے گی اتنی دولت جمع کرے گا کہ اس سے قبل کسی نے اتنی نہ کی ہوگی۔

داؤد اٹھا منصور کے پاس گیا۔ اسے تمام بات بتائی۔

منصور آیا سلام کیا۔ اور آپ کے قریب بیٹھے ہوئے کہنے لگا۔ خدا جانتا ہے میں صرف آپ کی عظمت کے

پیش نظر آپ کے پاس کم آتا ہوں۔

یہ داؤد کیا کہہ رہا تھا۔

آپ نے فرمایا۔ اگر وہی کہہ رہا تھا جو میں نے کہا ہے تو سچ کہہ رہا تھا۔

منصور نے کہا کہ کیا ہماری حکومت آپ کی حکومت سے چھٹے ہوگی
آپ نے فرمایا۔ ہاں۔

منصور نے کہا۔ میری اولاد میں سے بھی کوئی حکمران ہوگا۔
آپ نے فرمایا۔ ہاں۔

منصور نے پوچھا۔ حکومت بنی امیہ کی مدت زیادہ ہوگی یا ہماری حکومت کی؟
آپ نے فرمایا۔ تمدنی حکومت کی مدت بنی امیہ کی حکومت سے بہت زیادہ ہوگی۔ تمہارے بچے حکومت سے
اسی طرح کھینکیں گے جس طرح بچے گیند سے کھینتے ہیں۔

جب منصور حکمران بن گیا۔ تو اکثر امام باقر کی اس پیش گوئی کو یاد کر کے حیران ہوتا تھا۔

۶۔ بخاری میں فضیل ابن یسار سے مروی ہے کہ میں نے امام باقر کی خدمت میں عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ آل جعفر حکمران
ہوگی۔ آل فلاں حکمران ہوگی۔

اس سلسلہ میں آپ کیا فرماتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ جہاں تک آل جعفر کا تعلق ہے ان کی کوئی حکومت نہیں ہے۔ البتہ آل فلاں حکمران ہوگی۔

یہ لوگ آقرباد کو دور کر دیں گے۔ دور والوں کو مقرب بنا لیں گے۔ ان کی حکومت ہمارے لیے انتہائی تکلیف کا باعث
ہوگی۔ ہمیں اس حکومت میں چین کا سامن لینا نصیب نہیں ہوگا۔ ان کی حکومت میں کبھی بھی کوئی اچھی خبر نہ سنے گا۔ ہر
طرف افراتفری ہوگی۔ لیکن ایک ایک وقت آئے گا جب سکون ہوگا۔ اطمینان ہوگا۔ جب یہ لوگ عذاب خدا سے
اپنے کو محفوظ سمجھ لیں گے اس وقت ان کی حکومت کا تختہ الٹ جائے گا۔ اور ان کی یہ حالت ہوگی کہ ان کی لاشیں پر
آنسو بہانے والا تک کوئی نہ رہے گا۔

کسی ظالم حکمران خاندان کے وارث ختم نہیں ہوتے۔

لیکن آل فلاں کے وارث مرجائیں گے۔

میں نے عرض کیا۔ حضور! آل فلاں کا کوئی بھی بچہ کئے گا۔

آپ نے فرمایا۔ ہاں جس جس کے دامن پر ہمارے خون کے قطرات ہوں گے وہ نہیں بچیں گے۔

۷۔ بخاری میں جابر جعفی سے مروی ہے کہ مجھے امام باقر نے بتایا ہے۔ ایک دن ہاشم نے مجھے بلا بھیجا۔ جب میں وہاں
گیا۔ تو وہ مجھے اپنے قریب کرنا چاہا گیا۔

حتیٰ کہ میں اس کے بالکل قریب ہو گیا۔

ہاشم نے مجھ سے پوچھا۔ کیا تو وہی ابو جعفر ہے جو بنی امیہ کی حکومت کو ختم کرے گا۔

میں نے کہا۔ نہیں۔

اس نے کہا۔ پھر وہ کون ہے۔

میں نے کہا۔ ابو جعفر مفتح ہے۔

ہشام نے کہا۔ کب ہوگا۔

میں نے کہا۔ بس اب وقت قریب آپ حکم ہے۔

۸۔ روضہ الکافی میں جابر جعفی سے مروی ہے کہ ہم امام باقر کے پاس بیٹھے تھے۔ ہاتھ باتوں میں اموی حکومت کا ذکر چل نکلا۔

آپ نے فرمایا۔ جو شخص بھی ہشام کے خلاف خروج کرے گا وہ کامیاب ہوگا۔ لیکن ہشام کی حکومت ایسے برس تک ہے۔

یہ سکھو ہم پریشان ہو گئے۔

آپ نے فرمایا۔ اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔ اللہ جب کسی کی سی کھینچتا چاہے تو اسے دیر نہیں گنتی۔ میں نے زید سے کہا۔ یہ امید افزا بات ہے۔

زید نے کہا۔ میں نے اپنی موجودگی میں دیکھا ہے کہ ہشام کے دربار میں ہشام کی موجودگی میں نبی اکرم پر سب کیا گیا۔ لیکن ہشام شمس سے مس تک نہ ہوا۔ اس سے میں نے اندازہ کر لیا ہے کہ اس کی عمر ہر دن کم سے کم تڑھتی چلی جا رہی ہے۔

۹۔ خراج میں ابو بصیر نے امام صادق سے روایت کی ہے کہ ایک دن مدینہ کے بہت سے لوگ میرے بابا کے پاس بیٹھے تھے کہ۔

انہوں نے فرمایا۔ لوگو! اگلے سال تمہارے اس مدینہ پر ایک شخص چار ہزار کے لشکر کے ساتھ حملہ کرے گا۔ تین دن تک مسلسل تلوار چلے گا۔ تم اس کا دفاع نہ کر سکو گے۔ آج ہی سے اپنے تحفظ کا سامان تیار کر لو۔

بن لوگوں کو آپ کی بات پر یقین تھا۔ انہوں نے مدینہ چھوڑ دیا۔ اگلے سال میرے بابا نبی ہاشم اور اپنے اہل و عیال کو لے کر ہرون شہر چلے گئے۔

لیکن اہل مدینہ کی اکثریت نے پروانہ کی۔ آخر وہی ہوا۔ نافع ابن ازرق نے حملہ کیا۔ اور اہل مدینہ کی عزت و ناموس کو خاک میں ملا کر رکھ دیا۔

۱۰۔ خراج میں عبداللہ ابن معاویہ سے مروی ہے کہ ایک دن مجھے آل مروان میں سے حاکم مدینہ نے بلایا۔ اور کہنے لگا۔

مجھے تم پر اعتماد ہے اس لیے میں نے تجھے بلایا ہے کہ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ جو کام میں تیرے ذمہ کروں گا

۵۹۔ والی العصر ثلاث والی العصر ثلاث والی العصر ثلاث

تو یقیناً پورا کرنے کی کوشش کرے گا۔

میری خواہش ہے کہ تو امام باقر اور زید ابن حسن سے ملاقات کر اور انہیں میرا یہ پیغام دے کہ تم لوگ جو کچھ کر رہے ہو وہ اچھا نہیں ہے۔ مجھے جتنی بھی اطلاعات موصول ہو رہی ہیں وہ یہی ہیں کہ تم اموی حکومت کے خلاف مجاذراتی کے لیے میدان ہموار کر رہے ہو۔

میں حاکم مدینہ سے رخصت ہو کر واپس آیا تو امام باقر مجھ کو نبوی میں تشریف لارہے تھے راستہ ہی میں ملاقات ہو گئی۔

جب میں آپ کے قریب ہوا تو مسکرائے اور فرمایا۔

کیا تجھے اس طائفہ نے یہ کہہ کر بھیجا ہے کہ امام باقر اور زید ابن حسن کو میرا غلام پیغام پہنچا کے آ۔ جتنی باتیں امیر مدینہ نے کی تھیں ایک ایک بات آپ نے اسی طرح بتائی جیسے ہمارے ساتھ ہوں۔ پھر فرمایا تو بکھراں تک اس کی گورزی تم ہو جائے گی۔

دوسرے دن وہی ہوا۔ اسے معزول کرنے کے احکام پہنچ گئے اور مصزیح دیا گیا۔

۱۱۔ رجال کشی میں اسماعیل ابن ابو حمزہ سے مروی ہے کہ ایک دن امام باقر بیرون مدینہ ایک باغ میں آئے ہیں سلیمان ابن خالد بھی ان کے ساتھ تھے۔

سلیمان نے سوال کیا۔

قبلہ! کیا امام دن کے تمام حالات جانتا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ کیا امام اولی الامر ہوتا ہے۔

سلیمان نے عرض کیا، ہوتا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ مجھے اس ذات کی قسم جس نے نبی اکرم کو مبعوث برسات کیا ہے۔ امام صرف دن کے نہیں ایک ماہ کے بلکہ ایک سال کے حالات جانتا ہے۔

سلیمان! تجھے معلوم ہے کہ ہر شب قدر لام کے پاس ملائکہ اور روح نازل ہوتے ہیں۔

سلیمان نے عرض کیا، حضور! نص قرآن ہے ہر ایک کو معلوم ہے۔

آپ نے فرمایا۔ شب قدر ہر امام کو اس رات سے لے کر آئینہ برس تک اپنی حدود امامت کے تمام پیش آنے والے حالات سے مطلع کر دیا جاتا ہے۔

ابھی میں تجھے مطمئن کرتا ہوں۔

کچھ ہی فاصلہ چلے تھے کہ آپ نے فرمایا۔ ابھی اسی وقت راستہ میں تمہیں دو شخص ملیں گے جنہوں نے پوزی کی ہوئی ہے اور وہ اسے ہضم کر چکے ہیں۔

ابھی تک ہم بمشکل ایک فلائنگ چلے ہوں گے کہ دو شخص آتے ہوئے دکھائی دیئے
امام باقرؑ نے اپنے غلاموں سے فرمایا۔

یہ دونوں چور ہیں انہیں گرفتار کر لو۔

غلام دونوں کو گرفتار کر کے امام باقرؑ کے پاس لائے۔

آپ نے فرمایا۔ تم نے چوری کی ہے۔

دونوں نے اللہ کی قسم کھائی کہ ہم نے کچھ بھی نہیں چرایا۔

آپ نے فرمایا۔ دیکھو سیدھی طرح مان لو کہ تم نے چوری کی ہے۔ ورنہ میں اس جگہ کی نشاندہی بھی کر دوں گا

جہاں تم نے چوری کا مال پھینچا یا ہے اور مالک مال کو بھی اطلاع دے دوں گا۔ پھر وہ تمہیں امیر مدینہ کے سپرد
کر دے گا۔

پھر اس کا انجام تمہیں معلوم ہے کہ کیا ہو گا؟ سوچ لو۔

انہوں نے پھر اپنی قسم دہرائی۔

امام باقرؑ نے غلاموں کو حکم دیا کہ انہیں باندھ کر یہیں چھوڑ دو۔ اور سلیمان کے ساتھ اک بساڑ پر چلے جاؤ

فلاں جگہ غار ہے۔ سلیمان تم اس کے اندر چلے جانا۔ ان کا چوری کیا ہو مال اسی غار میں ہی رکھا ہے۔

اٹھاؤ۔

غلام اور سلیمان چلے گئے۔ کچھ دیر بعد واپس آئے ان کے ساتھ دو گٹھڑیاں تھیں۔

آپ نے فرمایا سلیمان۔ اگر گل تک مدینہ میں رہ گیا۔ تو تو اور بھی حیرت انگیز بات دیکھے گا۔

دوسرے دن علی الصبح امام باقرؑ ہمیں ساتھ لے کر امیر مدینہ کے پاس آئے۔ وہاں پہلے سے وہ شخص موجود تھا

جس کا مال چوری ہو چکا تھا۔

اس کے ساتھ کچھ اور افراد بھی تھے جن پر اس نے چوری کا الزام لگا رکھا تھا۔

امیر مدینہ انہیں سخت سست کہہ رہا تھا۔

امام باقرؑ نے فرمایا۔ ان میں سے کوئی بھی چور نہیں ہے۔ انہیں رہا کر دے۔ چور بھی میں نے کل

پکڑے ہیں۔

پھر آپ نے مالک مال سے پوچھا۔ تیرا کیا چرایا گیا ہے۔

اس نے وہ کچھ بتایا جو نہیں چرایا گیا تھا۔

امام باقرؑ نے فرمایا۔ جھوٹ بول رہا ہے۔

اس نے کہا۔ آپ کو کیا پتہ۔

آپ نے فرمایا۔ مجھے تیرے گھر میں رکھے ہوئے سامان کی ایک ایک چیز کا علم ہے۔ اگر تو چاہے تو مجھے یہ بتا دوں کہ اس وقت تیرے پاس کیا کچھ ہے اور تیرے دل میں کیا ہے۔

آپ نے غلام کو حکم دیا کہ فلاں گٹھڑی اٹھا کے لے آ۔

امیر مدینہ سے فرمایا۔ کہ میں نے تو اس گٹھڑی کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔ میرے غلام اسے اٹھا کر لے آئے ہیں۔

مجھے ان غلاموں پر اسی طرح اعتماد ہے جس طرح اپنی ذات پر ہے۔ انہوں نے بھی میری گٹھڑی اٹھائی ہے۔ انہیں یہ

تک علم نہیں کہ اس میں کیا ہے۔ مجھے معلوم ہے اس گٹھڑی میں کیا ہے۔ اگر یہ تسلیم کرے کہ جو کچھ اس میں ہے وہ

اس کا ہے تو بچھا۔

دوسرے پھر یہ اس کا مال نہیں کسی اور کا ہوگا، اس کا دلوئی غلط ہوگا۔

ہاں ان دونوں کو چوری کی سزا بھی دے دی جائے تاکہ میں گھر جاؤں۔ دوسری گٹھڑی کا مالک کل آئے گا۔ اسے یہ سزا

یہ سزا دینا۔ وہ بربری ہے۔

امیر مدینہ نے دونوں کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔

انہوں نے کہا۔ نہ ہم نے اقرار کیا ہے۔ اور نہ ہمارے خلاف دو گواہ ہیں۔ آپ کس بنیاد پر ہمیں سزا دے

رہے ہیں۔

امیر مدینہ نے کہا۔ جس شخص نے تمہارے خلاف گواہی دی ہے اگر یہ پورے مدینہ کے خلاف گواہی دے دے تو

میں اس کی ایک کی گواہی پر پورے مدینہ کو سزا دے سکتا ہوں۔

پھر دونوں کے ہاتھ کاٹے گئے۔

ایک نے اعتراف کر لیا کہ واقعا ہم چور تھے۔ اور اللہ کی حمد ہے کہ فرزند رسول کے فیصلہ سے میں آتش جہنم

سے بچ گیا ہوں۔

آپ دربار سے اٹھ کر واپس آ گئے۔ امیر مدینہ نے اس شخص سے پوچھا۔ دیکھ امام باقرؑ اب نہیں ہیں۔ سیدھی

طرح بتا دے کہ تیرا کیا چوری ہو رہی ہے۔ ہر شخص کے سامنے غلط بیانی اچھی نہیں ہوتی۔ مجھے معلوم ہے کہ امام باقرؑ آل محمدؑ

سے ہے۔ اور آل محمدؑ سے ایک فرد ہمیشہ ایسے رہتا ہے جو علم میں اپنی مثال آپ ہوتا ہے۔

اس نے کہا۔ واقعا امام باقرؑ نے درست فرمایا ہے۔ میرا بھی مال تھا۔

تیسرے دن بربری آ گیا۔ اس نے امیر مدینہ سے چوری کی شکایت کی۔

امیر مدینہ نے اسے امام باقرؑ کے پاس بھیج دیا۔

آپ نے اس سے فرمایا۔ اگر میں مجھے بتا دوں کہ تیرا مال کس جگہ سے چوری کیا گیا ہے۔ اور کتنا

مال ہے۔



کتنا مال ہے۔

تو؟

اس نے عرض کیا: اگر آپ مجھے بتادیں تو میں آپ کو واجب الطاعت امام تسلیم کر لوں گا۔
 آپ نے فرمایا: اس سامان میں دو ہزار دینار ہیں۔ ان میں سے ایک ہزار دینار تیرا ذاتی ہے۔ اور ایک ہزار
 دینار محمد بن عبدالرحمن کا ہے۔ اور اتنے کپڑے ہیں۔ جن میں سے ایک جوڑا تیری بیوی کا ہے ایک تیرے لڑکے
 کا ہے اور ایک جوڑا تیرا اپنا ہے۔

اس نے اعتراف کیا۔ کہ جو کچھ آپ نے بتایا ہے بالکل درست ہے۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ آپ علم الہی کا مخزن
 اور معدن رسالت ہیں۔

۱۲۔ خراج میں سعید سے مروی ہے کہ ہم امام باقر کے پاس بیٹھے تھے کہ کثیر فواد آیا۔ اور کہنے لگا: مغیرہ ابن سعید
 آپ کے متعلق کہتا پھر تابے کہ۔

آپ کے پاس ایک فرشتہ آتا ہے جو آپ کو مومن و کافر بتاتا ہے۔

آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ کچھ دیر بعد وہ اٹھ کر چلا گیا۔

آپ نے فرمایا: اس کی ولادت درست نہیں ہے۔

کو فر کے چند افراد بھی وہاں بیٹھے سن رہے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ جب ہم واپس کو فر گئے تو کثیر کی تحقیق
 شروع کر دی۔

بالآخر ہم اس قبیلہ میں آئے جس میں کثیر پیدا ہوا تھا ہم نے حالات معلوم کیے تو ان لوگوں نے ہمیں ایک بڑھیا
 کے پاس بھیجا۔

ہم اس بڑھیا کے پاس آئے اور پوچھا۔

ابو اسماعیل کیا آدمی ہے۔

اس نے کہا: کیا کثیر کی بات کر رہے ہو؟

ہم نے کہا: ہاں۔

اس نے کہا: کیا اس کی شادی کرانا چاہتے ہو۔

ہم نے کہا: ہاں۔

اس نے کہا: لڑکی کو جہنم میں نہ ڈالو۔ بخدا! اسی گھر کے اس چوتھے کمرہ میں اس کی ماں زنا سے حاملہ ہوئی تھی
 اور اس کا نتیجہ یہ کثیر ہے۔

۱۳۔ خراج میں ابو بصیر سے مروی ہے کہ ایک افریقی شخص امام باقر کے پاس آیا۔

مہل کیمن پاکستان
 حیدرآباد، سندھ، پاکستان

یاد رکھو جی امیر! یہ چند روزہ حکومت و اقتدار نفاذی ہے۔ اگر تمہارے ادا اہل اس اقتدار پر ہمیشہ کے لیے ہی
براجمان نہیں رہ سکے۔ اور آج اللہ کے ہاں ہیں اسی طرح تمہیں بھی ہمیشہ کے لیے نصیب نہیں ہوگا۔
نہ تو اللہ کو کسی قسم کی جلدی ہے اور نہ ہی ہمیں جلدی ہے۔ ایک دن یہ اقتدار ہمارے پاس آئے گا۔ اور پھر کسی
کے پاس نہ جائے گا۔

ہشام نے حکم دیا کہ امام باقرؑ کو مع ان کے اصحاب کے زندان میں ڈال دیا جائے۔
جب آپ زندان میں گئے تو تمام قیدی آپ کے قدموں پر گر گئے۔

اور بنی امیہ پر نفرین کرنے لگے۔

داروغہ نے ہشام کو اطلاع دی کہ اگر امام باقرؑ چند دن زندان میں رہ گیا۔ تو تمام اہل شام تیرے خلاف اٹھ
کھڑے ہوں گے۔

ہشام نے حکم دیا کہ انہیں زندان سے باہر نکال کر مدینہ واپس بھیج دیا جائے۔ اور ساتھ ہی ساتھ ہی مناوی کرا
دی کہ کوئی دکاندار فرزند رسولؐ اور اس کے ساتھیوں میں سے کسی کے ہاتھ کسی قسم کی کھانے کی کوئی چیز نہ
فروخت نہ کرے۔

شام کی تمام دکانیں بند ہو گئیں۔ آپ اپنے صحابہ کے ہمراہ بیرون شام آئے۔ راستہ میں شام سے ایک منزل
دور عیسائیوں کی ایک بستی تھی۔ جب آپ وہاں پہنچے تو ان بستی والوں نے بستی کے دروازے بند کر دیئے پوچھنے
پر معلوم ہوا کہ۔

شام سے مدینہ تک تمام راستے میں آنے والی بستیوں میں ہشام کا شاہی حکم پہنچ چکا ہے کہ فرزند رسولؐ
محمدؐ ابن علیؑ اور اس کے ساتھیوں کو نہ رہائش کی جگہ دی جائے۔ اور نہ کھانے پینے کا سامان فروخت
کیا جائے۔

آپ کے ساتھیوں نے عرض کیا۔

قبح اب بھوک اور پیاس سے چلنا محال ہے۔

وہ بستی پہاڑ کے دامن میں تھی۔ آپ اسی پہاڑ پر چڑھنے اور باواز بند فرمایا۔

یا اهل القرية الظالم اهلها۔ انا بقية الله۔ اے بستی کے ظالم باسیو! میں بقیۃ اللہ ہوں۔

قال الله تعالى بقية خير لکم ان کنتم اللہ کا ارشاد ہے اگر تم مومن ہو تو بقیۃ اللہ تمہارے لیے

مومنین لیس اللہ علیکم بواکیل بہتر ہے۔ میں تمہارا محافظ نہیں ہوں۔

آپ کی یہ آواز بستی میں پہنچی۔ تو بستی کے ایک بوڑھے شخص نے بستی والوں کو جمع کیا۔ اور ان سے کہا۔

یقین کر دینا یہ فری دعویٰ ہے جو شعیب بنی نے کی تھی۔ اگر تم لوگوں نے اس دعا پر کان نہ دھرے تو عذاب خدا میں

بتلا ہو جاؤ گے۔ اگر میری بات مانتے ہو تو بستی کے دروازے کھول دو۔ اس شخص کی مہمان نوازی کرو۔ میں نے آج تک تمہیں کوئی غلط بات نہیں کی۔
لوگوں نے بستی کے دروازے کھول دیے۔
امام باقر اپنے ساتھیوں سمیت بستی میں آئے۔
بعد میں جب ہشام کو پتہ چلا تو اس نے اس بوڑھے کو گرفتار کر کے اپنے پاس بلایا۔ اور اسے سزائے موت دے دی۔

۱۵۔ خراج میں امام صادق سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ عبدالملک ابن مروان نے میرے بابا کو شام بلایا۔ آپ نے مجھے ساتھ لیا۔ اور روانہ ہو گئے۔ راستہ میں جب ہم جناب شعیب کی بستی میں پہنچے تو وہاں تمام لوگ ایک جگہ جمع تھے۔ ہم بھی وہیں بیٹھ گئے۔

کچھ دیر بعد چند افراد ایک بوڑھے شخص کو ہمدانے کر اس مجمع میں لائے۔ یہ شخص اتنا بوڑھا تھا کہ اس نے اپنے ابرو پٹی سے اوپر باندھ رکھے تھے۔

ایک نمبر رکھا تھا اس بوڑھے کو نمبر پر بٹھا دیا گیا بوڑھے نے خطبہ شروع کیا۔ اس کی زبان میں کثرت آگئی۔ چند بار جب ایسا ہوا تو تمام حاضرین حیران رہ گئے۔ وہ خود بھی پریشان ہو گیا۔

اس نے پوچھا۔ ہماری اس مغل میں آج کوئی اجنبی ہے۔

تمام لوگوں نے ادھر ادھر دیکھ کر ہماری طرف اشارہ کیا۔

وہ بوڑھا نمبر سے اتر کر ہمارے پاس آیا۔ اور

اس نے پوچھا۔ کیا آپ ہم سے ہیں۔ یا امت مروم سے؟

میرے بابا نے جواب دیا۔ امت مروم سے۔

بوڑھے پادری نے کہا۔ کیا آپ اس امت کے علماء سے ہیں۔

میرے بابا نے فرمایا۔ میں اس امت کے حملہ سے نہیں ہوں۔

پادری نے کہا۔ اگر اجازت ہو تو ایک دو باتیں پوچھ لوں۔

میرے بابا نے فرمایا۔ جو تیرا جی چاہے پوچھ لے۔

پادری نے کہا۔ یہ بتائیں کہ جب اہل جنت جنت کے میوے کھائیں گے تو کیا ان میووں میں

کمی ہوگی۔

میرے بابا نے فرمایا۔ نہیں

پادری نے کہا۔ کوئی دلیل؟

میرے بابا نے فرمایا۔ تورات، زبور، انجیل اور قرآن ان چاروں الہامی کتابوں میں یہی لکھا ہے کہ میرا ہے جنت اہل جنت کے کھانے سے کم نہیں ہوں گے۔

پادری نے کہا۔ جب اہل جنت جنت میں کھائیں گے اور میں گے تو کیا انہیں بول و براز کی حاجت ہوگی؟

میرے بابا نے فرمایا۔ نہیں۔

پادری نے کہا۔ دنیا میں ایسی کوئی مثال۔

میرے بابا نے فرمایا۔ دنیا میں موجود ہر انسان اس کی مثال ہے۔ ہر شخص حکم مادر میں کھاتا بھی ہے پیتا بھی ہے لیکن بول و براز نہیں کرتا۔

پادری نے کہا۔ آپ مجھے ایسے دو جڑواں بھائی بتائیں جو ایک دن پیدا ہوئے۔ ایک دن فوت ہوئے لیکن وقت وفات ایک کی عمر ڈیڑھ سو برس اور دوسرے کی ریچاس برس تھی؟

میرے بابا نے فرمایا یہ جناب عزیز اور اس کے بھائی عذراہ ہیں جو ایک دن پیدا ہوئے۔ بیس برس کی عمر میں جناب عزیز کو اللہ نے فوت کیا۔ سو برس بعد سے دوبارہ زندہ کیا۔ بیس برس بعد میں زندہ رہے۔ عذراہ کی پہلی مرتبہ اور عزیز کی دوسری مرتبہ وفات ایک دن ہوئی۔ لیکن عذراہ ڈیڑھ سو برس کا اور عزیز پچاس برس کا تھا۔ اس کے بعد میرے بابا اس محفل سے اٹھ کر باہر تشریف لے آئے۔

کچھ دیر بعد پادری کی طرف سے کچھ آدمی آئے۔ اور انہوں نے میرے بابا سے کہا۔ ہمارا پادری آپ کو بلاتا ہے۔

میرے بابا نے فرمایا۔ مجھے تو آپ کے پادری سے کوئی کام نہیں ہے۔ اگر اسے کوئی کام مجھ سے ہے تو خود آجائے۔

جب انہوں نے جا کر بتایا۔ تو پادری چل کر ہمارے پاس آیا۔ بابا کے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھا تھا اور عرض کیا۔

آپ کا نام کیا ہے؟

میرے بابا نے فرمایا۔ محمد۔

پادری نے کہا۔ کیا آپ محمد نبی ہیں۔

میرے بابا نے فرمایا۔ میں محمد کی بیٹی کا بیٹا ہوں۔

پادری نے کہا۔ آپ کی والدہ کا نام کیا ہے؟

میرے بابا نے بتایا۔ فاطمہ۔

پادری نے کہا کہ میں آپ اس کے پوتے تو نہیں جسے عربی میں علی اور عبرانی میں ایبا کہا جاتا ہے۔
میرے بابا نے فرمایا۔ ہاں اسی کا پوتا ہوں۔

پادری نے کہا۔ آپ شیر کے بیٹے ہیں یا شیر کے
بابا نے فرمایا۔ شیر کے۔

پادری نے اپنا ہاتھ ٹرھایا۔ اور کہنے لگا۔

اس کے بعد ہم وہاں سے روانہ ہوئے جب شام میں عبد الملک کے پاس آئے تو وہ اپنے تخت سے نیچے اترتا
بابا کو تخت پر بٹھایا۔

اور کہنے لگا۔ اشھدان لا الہ الا اللہ وان جدک محمد رسول اللہ و علی ولی اللہ۔

ایک مسئلہ درپیش ہے علمائے شام اس کا جواب نہیں دے سکے آپ کو تکلیف دی ہے۔
بابا نے فرمایا۔ کیا مسئلہ ہے۔

عبد الملک نے کہا۔ اگر اللہ کا مقرر کردہ واجب الاطاعت امام شہید ہو جائے تو دنیا میں اس کی علامت کیا
ہوتی ہے۔

بابا نے فرمایا۔ روئے ارض پر جہاں سے بھی پتھر اٹھایا جائے اس کے نیچے سے خون ایتا ہے۔
عبد الملک نے کہا۔ واقعا یہی علامت ہے۔

جس دن آپ کا دادا علی ابن ابی طالب شہید ہوا تھا اس دن ہمارے گھر کے دروازہ پر ایک پتھر تھا میرے
باپ مردان نے اسے ایک طرف کرنے کا حکم دیا۔ اس کے نیچے سے خون ابلنے لگا۔ میرے باغ میں ایک حوض تھا۔
اس کے کناروں پر سیاہ پتھر لگے ہوئے تھے۔ جس دن فرزند رسول کر بلا میں شہید ہوا اسی دن میں نے وہ پتھر وہاں
سے ہٹا کر ان کی جگہ سفید پتھر لگانے کا حکم دیا۔ ہر پتھر کے نیچے سے خون ابلتا نظر آیا۔

اب اگر آپ یہیں شام میں قیام فرمانا چاہیں تو چشم ماروشن

میرے بابا نے فرمایا۔ اگر آپ اجازت دے دیں تو میں واپس مدینہ جا کر مزار رسول پر رہنے کو زیادہ
پسند کروں گا۔

عبد الملک نے ہمیں تو بخوشی اجازت دے دی۔ لیکن ساتھ ایک پیغام شام سے مدینہ تک بھجوا دیا۔ کہ
امام باقرؑ کو راستہ میں نہ کہیں رہنے کی جگہ نہ دی جائے اور نہ کھانے کو کھانا اور پانی دیا جائے۔ جب ہم واپس آئے تو
ہمیں کئی دن تک کھانے۔ پینے اور رہنے کو کچھ نہ ملا۔

جب ہم مدائن شعیب میں پہنچے تو ان لوگوں نے بھی اپنی بستی کے دروازے بند کر دیئے۔ یہ بستی پہاڑ کے
دامن میں تھی۔

میرے بابا اس پہاڑی پر چڑھے اور باواز بلند فرمایا۔

اقی مدین اخاهم شعيبا قال يا قوم
اعبدوا الله مالکم من اله غیره
ولا تتقصوا المکیال والمیزان ولا
بتحسوا الناس اشیا لهم ولا تعشوا
فی الارض مفسدین بقیة
الله خیر لکم
ان کنتم مومنین والله اتا
بقیة الله۔

مدین میں ان کا بھائی شعیب آیا اور کہا۔ اے میری قوم
اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے
اور تول میں کمی نہ کرو۔ مجھے تم خوشحال نظر آتے ہو۔ مجھے
ڈر ہے کہ میں عذاب میں نہ گھر جاؤ۔ اے میری قوم اپورا
مایا اور تولا کرو۔ لوگوں کی چیزوں میں کمی نہ کرو زمین میں
فساد نہ مچاؤ
اگر مومن ہو تو بقیہ اللہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ بخدا میں
بقیہ اللہ ہوں۔

لوگوں نے میرے بابا کی یہ آواز سنا کر پادری کو اطلاع دی۔

وہ پادری اسی وقت ہمارے استقبال کو باہر آیا۔

جب شہر کے حکمران کو پتہ چلا تو اس نے پادری کو گرفتار کر کے شام بھجوادیا۔

میرے بابا نے مجھے فرمایا۔ اس پادری کے شام پہنچنے سے قبل عبد الملک اپنے انجام کو پہنچ جائے گا۔

امام محمد باقر اور مخفی القین

۱۔ ارشاد شیخ مفید کے مطابق عبد اللہ ابن عطاء کی کہا کرتے تھے۔

میں نے اپنے علماء میں سے کسی کو بھی کسی کے سامنے اتنا کمتر محسوس نہیں کیا جتنا خود علماء اپنے آپ کو محمد
ابن علی کے سامنے کمتر محسوس کرتے تھے۔ حکم ابن عینہ اپنے اہل مسلک میں تنگ بوسے مقام کا حامل تھا لیکن
محمد ابن علی کے سامنے میں نے اسے اس طرح دیکھا ہے جس طرح کم سن بچہ اپنے معلم کے سامنے بیٹھا
ہوتا ہے۔ جابر ابن یزید جعفی جب کبھی بھی محمد ابن علی سے روایت کرتا تھا تو یوں کہا کرتا تھا۔

حدیثی وحی الاولیاء، و وارث علم الانبیاء محمد ابن علیؑ مجھے وحی الاولیاء، وارث علم الانبیاء نے یوں بیان
فرمایا ہے۔

۲۔ ارشاد مفید ہی کے مطابق قیس ابن ربیع کا بیان ہے کہ میں نے ابواسحاق سے موزوں پر مسج کے متعلق پوچھا

ابو اسحاق نے کہا: کہ میں نے بھی لوگوں کو موزوں پر مسح کرتے دیکھا ہے۔ اور میں اس کا تامل بھی تھا لیکن جب سے میں نے ایک ہاشمی فرد محمد بن علیؑ کو دیکھا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آج تک مجھے اس جیسا عالم کوئی اور نظر نہیں آیا۔

میں نے موزوں کے مسح کے متعلق اس سے سوال کیا۔

تو اس نے مجھے منع کیا۔ اور بتایا کہ امیر المومنین علیؑ موزوں پر مسح نہیں کیا کرتے تھے۔ پھر فرمایا۔

ابو اسحاق: کتاب خدا میں موزوں پر مسح کی اجازت کہاں ہے۔ چنانچہ جس دن سے مجھے محمد بن علیؑ نے روکا ہے اس دن سے میں نے موزوں پر مسح چھوڑ دیا ہے۔

قیس بن رزیح کہتا ہے کہ جس دن سے مجھے ابو اسحاق نے محمد بن علیؑ کا حکم سنایا اس دن کے بعد سے میں نے بھی موزوں پر مسح ترک کر دیا ہے۔

۳۔ سند ابو حنیفہ میں مروی ہے کہ میں نے جب کبھی جابر جعفی سے کوئی سوال کیا تو اس نے ہمیشہ مجھے محمد بن علیؑ سے روایت سنائی اور یوں کہا۔

حدثنی وحی اللہ وحیاً ووارث الانبیاء

۴۔ امام بخاری کے استاد حافظ ابو نعیم نے حلیہ میں امام محمد باقرؑ کا تذکرہ یوں کیا ہے۔

انہ علیہ السلام الحاضر الذکر الخاشع
الصابر ابو جعفر محمد بن علیؑ الباقری علیہ
السلام وقابوا الکریم ابو الکریم ابن
الکریم ابو الکریم یوسف ابن یعقوب ابن
اسحاق ابن ابراہیم کنٰ لک السید ابن السید
ابن السید محمد ابن علیؑ ابن حسین ابن علیؑ۔
حاضر دماغ۔ ذکر خدا میں مصروف۔ مصائب پر صابر اور
خوف خدا کے مالک ابو جعفر محمد بن علیؑ تھے جس طرح
کہا جاتا ہے: کریم ابن کریم ابن کریم ابن کریم یوسف ابن
یعقوب ابن اسحاق ابن ابراہیم۔

اسی طرح امام باقرؑ کے لیے میں یوں کہوں گا: سید ابن سید
ابن سید ابن سید۔ محمد بن علیؑ ابن حسین ابن علیؑ۔

ایک مرتبہ ابن عمر سے کسی نے مسئلہ پوچھا۔

اسے جب جواب نہ آیا۔ تو اس نے امام باقرؑ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ جا اس پچے سے پوچھ۔ جو جواب دے۔ مجھے بھی
بتا کے جانا۔

اس شخص نے مسئلہ پوچھا۔

امام باقرؑ نے جواب دیا۔ اس نے اگر ابن عمر کو بتایا۔

ابن عمر نے کہا۔ واثقاً ہی اہل بیت میں جو علم لدنی کے مالک ہیں۔

۵۔ حافظ ابو نعیم ہی نے علیر میں محمد ابن مسلم سے روایت کی ہے کہ۔ میں نے ابو جعفر سے سنا ہے وہ کہہ رہے تھے۔
علمنا منطلق ایطر۔
اللہ نے ہمیں پرندوں کی گویائی کی تعلیم دی ہے۔

۶۔ سماعہ ابن مہران سے مروی ہے کہ مجھے ایک ایسے شخص نے بتایا جسے کبھی میں جھٹلا نہیں سکتا۔
ایک دن ہم امام باقر کے در پر آئے چند مسائل کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیے تھے۔ دروازہ پر کھڑے ہوئے ہم نے سریانی میں تلاوت کی آواز سنی۔ آواز میں کچھ اس طرح غم تھا کہ ہم میں سے بعض کی آنکھوں سے میا ختم آنسو ٹپک پڑے۔

۷۔ موسیٰ ابن اکیل غمیری سے مروی ہے کہ ہم کچھ مسائل لے کر امام باقر سے ملنے آئے جب دروازہ پر آئے تو اندر سے عبرانی زبان کی تلاوت کی انتہائی دل سوز آواز آرہی تھی۔ ہم نے دق الباب کیا۔ دروازہ کھلا جب آپ کی خدمت میں گئے۔ تو ہم نے پہلے سریانی میں تلاوت کرنے والے کا پوچھا۔

آپ نے فرمایا۔ جناب الیا کی مناجات مجھے پسند ہے میں ہی روزانہ اس کی تلاوت کرتا ہوں۔

۸۔ اس وقت کے تمام علماء اس بات کے قائل تھے کہ۔ علوم۔ تفسیر۔ کلام۔ فتاویٰ اور حلال و حرام کے سلسلہ میں جتنا ذخیرہ محمد ابن علی نے امت کو دیا ہے اولاد امام حسن اور امام حسین میں سے اور کسی کو اتنا ذخیرہ اپنے کا وقت نہیں ملا۔

۹۔ محمد ابن مسلم کا بیان ہے کہ میں نے امام باقر سے تین ہزار حدیث پر گفتگو کی

۱۰۔ صحابہ اور تابعین میں اچھی خاصی تعداد نے آپ سے احکام دین حاصل کیے ہیں۔

۱۱۔ صحابہ سے جابر ابن عبد اللہ انصاری

۱۲۔ تابعین میں جابر ابن زید جعفی اور اہل تصوف کے بانی کیسان بختانی

۱۳۔ فقہاء میں سے۔ عبد اللہ ابن مبارک، امام زہری۔ امام او زاعی۔ امام ابو حنیفہ۔ امام مالک۔ امام شافعی اور

زیاد ابن منذر۔

۱۴۔ مصنفین میں سے۔ طبری۔ بلاذری۔ سلامی۔ خطیب بغدادی۔

۱۵۔ موطا۔ شرف المصطفیٰ۔ اور ابانہ میں آپ سے احادیث لے گئی ہیں۔

۱۶۔ حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں۔ ابو داؤد نے اپنی سنن میں آپ سے احادیث روایت کی ہیں۔

۱۷۔ امام ابو حنیفہ نے اپنی مسند میں۔ مروزی۔ راغب اصفہانی۔ بسیط واحدی۔ تفسیر نقاشی کے مصنف نے

ترخشری نے کشاف سے اور معرفت اصول حدیث میں اور نعمانی نے اپنے رسالہ میں آپ سے فیض حاصل

کیا ہے۔

۱۸۔ ارشاد شیخ مفید میں معاویہ ابن عمار سے مروی ہے کہ میں نے امام محمد باقر سے۔ فاسد علو اہل الذکر کے متعلق

پوچھا تو آپ نے فرمایا۔
ہم اہل ذکر ہیں۔

شیخ رازی کا بیان ہے کہ میں نے اس ایت کے متعلق محمد ابن مقاتل سے سوال کیا۔
تو اس نے جواب دیا کہ۔

اہل ذکر سے مراد تمام علماء ہیں۔

پھر میں نے ابو زرہ کو محمد ابن مقاتل کی بات بتائی تو وہ حیرت سے سر ہلکنے لگا اور کہا۔ حد ہو گئی ہے۔ کہ
اتنی حرات ہو گئی ہے کہ۔

ہر ایسے غیر سے کو اہل ذکر بننے کی چھٹی مل گئی ہے۔

پھر میں یحییٰ ابن عبدالمجید سے سنی ہوئی روایت بیان کی کہ۔

محمد ابن علی کہتا ہے کہ اہل ذکر ہم ہیں تو ابو زرہ نے بے ساختہ دو مرتبہ کہا۔ محمد ابن علی نے سچ کہا ہے۔ وہی اہل
ذکر ہیں۔ وہی اہل محمد ہیں۔

۱۲۔ ایک مرتبہ امام محمد باقر سے سوال کیا گیا کہ بعض اوقات آپ سلسلہ احادیث بیان نہیں فرماتے۔

آپ نے فرمایا۔ جب کبھی میں سلسلہ سند بیان نہ کروں۔ تو بھی میرا مقصود یہ سلسلہ سند ہوتا ہے۔

حدیثی ابی عن ابیہ الحسین بن عن ابیہ علی ابی طالب عن رسول اللہ۔

۱۳۔ امام محمد باقر فرمایا کرتے تھے۔

پہلے امت سلسلہ عجیب مصیبت کا شکار ہے۔

اگر ہم اپنی طرف دعوت دیتے ہیں تو قبول نہیں کرتے۔ اگر ہم چھوڑ دیتے ہیں تو ہمارے سوا انہیں ہدایت
کہیں نہیں ملتی۔

۱۴۔ محمد ابن منکدر کا بیان ہے کہ علی ابن حسین کے بعد مجھے آل محمد میں کوئی عالم نظر نہ آتا تھا اور میں مایوس تھا۔

حتیٰ کہ محمد ابن علی نظر آ گیا۔

ایک دن میں اسے نصیحت کرنے لگا تو اس نے مجھے نصیحت کر دی۔

شاگردوں نے پوچھا وہ کیسے۔

محمد ابن منکدر نے بتایا کہ میں ایک دوپہر کو جب گرجی اپنے عروج پر تھی بیرون مدینہ سے گھر لوٹ رہا تھا کہ

میں نے محمد کو دیکھا پسینہ سے شرابور تھا۔ دو غلاموں کا ہمارا لے رکھا تھا۔

میں نے پوچھا۔ کہاں سے آرہے ہو۔

محمد نے جواب دیا۔ تھوڑی بہت مزدوری کرنے گیا تھا۔

میں نے کہا۔ مدہ ہے کہ اس گرمی میں دولت کی اتنی حرص؛

محمد نے کہا۔ اگر مجھ پر اس حالت میں موت آجاتی تو میرے لیے یقیناً بہتر ہوتی کیونکہ میں اطاعت خدا میں جان دیتا۔ اگر میں اپنی ذاتی ضرورت کے لیے تیرے یا تیرے جیسے کسی کے سامنے دست سوال دراز کرتا ہوا موت سے دوچار ہو جاؤں تو میری وہ موت یقیناً معصیت خدا میں ہوتی۔

میں نے کہا۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے۔

واقعا آپ ہی اہل بیت نبوت ہیں۔ میرا تو خیال تھا کہ آپ کو نصیحت کروں لیکن آپ نے مجھے ایسی نصیحت فرما دی ہے کہ زندگی بھرا سے نہ بھولوں گا۔

عبادت امام محمد باقرؑ۔

۱۔ مطالب الرسول میں امام باقرؑ کے ایک غلام سے مروی ہے کہ ایک سال مجھے آپ کے ساتھ حج پر آنے کا اتفاق ہوا۔ جونہی آپ بیت اللہ کے دروازے پر پہنچے تو آپ کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔ آپ کے گریہ میں دھیرے دھیرے اضافہ ہوتا چلا گیا۔

پھر آپ کی صدائے گریہ بلند ہو گئی

میں نے عرض کیا۔ قید آپ کے اس درد انگیز گریہ کی وجہ سے لوگ آپ کے گرد جمع ہو کر رونے لگے میں کافی دیر بعد آپ نے آنکھیں کھولیں اور آگے بڑھ گئے۔ طواف کیا۔ مقام ابراہیم پر آئے دو رکعت نماز پڑھی۔ اور سجدہ شکر کیا۔ جب آپ نے سجدہ شکر سے سر اٹھایا اور میں نے دیکھا سجدہ کی جگہ پر آپ کے گریہ سے پانی جمع تھا۔

۲۔ فردغ کافی میں اسحاق ابن عمار نے امام صادقؑ سے روایت کی ہے اپنے بابا کا بستر میں ہی پچھاتا تھا جب آپ وقت شب بستر پر آکر دروازہ جاتے تھے تو میں بعد میں سوتا تھا۔

ایک رات کافی دیر تک آپ تشریف نہ لائے تو میں مسجد نبوی میں آیا۔ دیکھا تو میرے بابا کے سوا مسجد میں کوئی نہ تھا۔ آپ سجدہ میں عرض کر رہے تھے۔

سبحانک اللہ انت ربی حقاً سجدت
لک یا رب تعیماً اور قال اللہم ان صعیف
اور غلامی کے بطور سجدہ کیا ہے۔ اسے اللہ میرا علم ہے
اس میں اضافہ فرما۔

۳۔ کافی میں ابو القداح نے امام صادقؑ سے ایک طویل روایت نقل کی ہے۔ جس کا اختتام یوں ہے کہ۔ میرے والد ہمیشہ ذکر خدا میں مصروف رہتے تھے حتیٰ کہ جب ان سے مسائل دریافت کیے جاتے تو مسائل میں وقفہ کے

دوران بھی آپ ذکر خدا ہی میں مصروف رہتے تھے۔ بعض اوقات میں دیکھتا تھا کہ بابا کی زبان ان کے حلق سے چٹ جاتی تھی۔

نماز صبح کے بعد تمام اہل خانہ کو جمع کر لیتے۔ ہم میں سے جو تلاوت قرآن کر سکتے تھے۔ انہیں تلاوت قرآن کا حکم دیتے اور جو تلاوت قرآن نہیں کر سکتے تھے۔ انہیں طلوع آفتاب تک لا الہ الا اللہ کے ورد کا حکم دیتے تھے۔

سخاوت امام محمد باقرؑ:

۱۔ ارشاد مفید میں حسن ابن کثیر سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حالات پلٹ گئے۔ غربت نے گھیر لیا۔ بھائیوں اور دوستوں نے منہ موڑ لیا۔

میں امام باقرؑ کی خدمت میں آیا اور عرض کی۔

قبل ایک تو زمانہ دکھ دے رہا ہے دوسرے بھائیوں اور دوستوں نے منہ موڑ لیا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ بڑے بے ابرو ہوتے ہیں وہ اجاب جو دولت کے وقت گھیر اڑا لے رکھیں اور جب انسان مصائب میں گھر جائے تو ایک ایک کر کے ہرن ہو جائیں۔

پھر غلام کو کچھ لانے کا حکم دیا۔ غلام ایک تھیلی لایا۔

آپ نے فرمایا۔ اس میں سات سو درہم ہیں۔ انہیں کام میں لا۔ جب ختم ہو جائیں تو مجھے بتانا۔ پھر فرمایا۔

اپنے بھائی کی محبت کو اپنے دل سے پہچانا کر تیرے دل میں جتنی کسی کی محبت ہوگی۔ اس کے دل میں تیری محبت بھی اتنی ہی ہوگی۔

۲۔ عمر و ابن دینار اور عبد اللہ ابن عبید سے مروی ہے کہ ہم جب بھی امام باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو وہ نے ہمیں۔ لباس۔ اور کھانے کی اشیاء عطا فرما کر کہتے۔ یہ پیسے ہی تمہارے لیے رکھے گئے تھے۔

۳۔ سلیمان ابن مقدم سے مروی ہے کہ امام باقرؑ کے پاس ہمیں بھی گئے۔ آپ نے ہمیں پانچ سو درہم سے لے کر ہزار درہم تک عنایت فرمائے۔ جو بھی آپ سے کوئی امید لے راتا تھا آپ نے کبھی خالی نہیں لوٹایا تھا۔

۴۔ مطالب السؤل میں امام باقرؑ کی کینز سلمہ سے مروی ہے کہ جب بھی سادات بنی ہاشم سے لوگ آپ کے پاس آتے آپ کینز لیبالی ہونے کے باوجود انہیں اس وقت تک واپس جانے کی اجازت نہ دیتے جب تک انہیں کھانا نہ کھلا دیتے تھے۔

کھانا کھلانے کے بعد جب وہ رخصت ہوتے تو ہر ایک کے لباس اور پانچ سو درہم سے لے کر ہزار درہم تک عطیہ بھی عنایت فرمائے۔

ایک دن میں نے عرض کیا۔

قبلہ فرام عنایت فرمائیں۔ آپ کے اہل خانہ بھی کم نہیں ہیں۔

۵ امام صادقؑ سے مروی ہے کہ وقت شہادت بابا نے اپنے غلاموں کو اپنے پاں بلایا۔ ان میں سے جتنے شہر پر تم کے کے تھے انہیں آزاد کر دیا۔

اور جو شریف النفس تھے انہیں رہنے دیا۔

میں نے عرض کیا۔

قبلہ ایہ آپ نے کیا کیا۔

آپ نے فرمایا۔

بیٹے! جتنے شہ راقی ہیں ان میں سے ہر ایک پر مجھ سے کسی نہ کسی وقت میں سختی ہوئی ہے مجھے امید ہے یہ لوگ اس آزادی کے عوض میری سختی معاف کر دیں گے۔

امام محمد باقر کا صبر

کافی میں یونس بن یعقوب سے مروی ہے کہ امام باقرؑ کا ایک کم سن بیٹا اتھالی بیار ہو گیا۔ ہم عیادت کے لیے آئے دیکھا تو امام باقرؑ نے تماشا گریہ فرما رہے تھے۔

ہم نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا کہ خدا نخواستہ اگر بچہ فوت ہو گیا تو امام باقرؑ اپنے حواس بھی کھو بیٹھیں گے۔

ہم انہیں باتوں میں تھے کہ محدثوں کی صدائے نوح و شیوں میں کئی گناہ اضافہ ہو گیا۔ ہمیں یقین ہو گیا کہ بچہ فوت ہو گیا ہے۔

اسی اثنا میں ہم نے امام باقرؑ کو دیکھا گھر سے باہر آئے اور اتھالی مٹھن تھے۔ ہم دیکھ کر حیران ہی رہ گئے۔

ہم نے عرض کیا۔ قبلہ آپ کو تو اس قدر اس بچہ سے پیار تھا کہ ہمیں یہ فکر ہو گئی تھی کہ کہیں اس کی وفات سے آپ کسی ذہنی حادثہ کا شکار نہ ہو جائیں۔

آپ نے فرمایا۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ لوگ ہمیں پہچانتے نہیں ہیں۔ میرا اس وقت روزانہ رہتا تھا

اب بھاروؤں گا۔ لیکن یہ رقت ہوگی۔ اللہ جو بھی کرتا ہے وہ ہمارے حق میں بہتر ہوتا ہے۔

امام محمد باقر کے دور میں چند واقعات

۱۔ عبد الملک سے مناظرہ۔

دیلمی نے اعلام الدین میں روایت کی ہے کہ ایک شخص عبد الملک ابن مروان کے پاس آیا اور کہا۔
اگر آپ اجازت دیں تو ایک دو باتیں کروں۔ بشرطیکہ میرے ساتھ وعدہ امان کریں۔

عبد الملک نے کہا۔ جو بات کرنا ہے کرے مجھے امان ہے۔

اس شخص نے کہا۔ یہ حکومت تجھے نص خدا اور رسول سے ملی ہے۔

عبد الملک نے کہا۔ نہیں

اس نے کہا۔ کیا تیری حکمرانی پر اجماع امت ہوا ہے۔

عبد الملک نے کہا۔ نہیں۔

اس نے کہا۔ کیا لوگوں کی گردن میں تیری پہلے سے بیعت تھی جسے نبھانے پر وہ مجبور ہوئے؟

عبد الملک نے کہا۔ نہیں

اس نے کہا۔ کیا تجھے اہل شوریٰ نے حکمران نامزد کیا ہے۔

عبد الملک نے کہا۔ نہیں

اس نے کہا۔ کیا آپ نے یہ سب کچھ جبر اور غلبہ سے حاصل نہیں کیا۔

عبد الملک نے کہا۔ ہاں۔

اس نے کہا۔ جب نہ آپ کو اللہ نے منتخب کیا ہے نہ رسول نے مقرر کیا ہے نہ امت کا اجماع ہے نہ اہل شوریٰ

نے چنا ہے۔ تو تو نے اپنے نام کے ساتھ امیر المومنین کیوں لگا رکھا ہے۔

عبد الملک نے کہا۔ میرے حدود و مملکت سے نکل جاؤ نہ قتل کروں گا۔

اس نے کہا۔ میں کب یہاں بیٹھنے کے لیے آیا ہوں۔ نکل تو میں جاؤں گا۔ لیکن خود ہی سوچ لے یہ اہل عدل و انصاف

کا جواب نہیں ہے۔

امامی طوسی میں الزمزمہ ثمانی سے مروی ہے کہ عبد الملک مکہ میں خطبہ دے رہا تھا۔ جب اس نے بند و نصاب شروع کیے تو ایک شخص کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔

ذرا ٹھہر جا۔ میری بھی بات سن۔

تم لوگ دوسروں کو حکم دیتے ہو لیکن اس پر خود عمل نہیں کرتے۔ دوسروں کو محرمات سے روکتے ہو لیکن خود نہیں رکھتے دوسروں کو نصیحت کرتے ہو لیکن خود نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ اب بتاؤ کہ ہم تمہارے کردار کی اقتداء کریں یا تمہارے زبانی احکام کو مانیں۔

اگر تم کہو کہ ہماری میرت کی اقتداء کرو۔ تو کسی ظالم کی اقتداء کب جائز ہوتی ہے؟ اور کوئی مجرم کیسے معتقد بن سکتا ہے تم لوگوں نے مال خدا کو فانی جاگیر بنا رکھا ہے۔

اگر تم یہ کہو کہ تمہیں جہاں سے حکمت و دانش ہاتھ آئے حاصل کر لو۔ تو پھر تم راستہ سے ہٹ جاؤ۔ ایسے لوگ موجود ہیں جو تمہاری نسبت فصاحت و بلاغت میں بھی زیادہ ہیں اور شرافت نفس اور دیانت میں بھی تم سے اچھے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جنہیں تم نے ان کے گھروں سے نکال دیا ہے ایک ایک کر کے انہیں تلوار یا زہر سے ختم کر ڈالا ہے۔ ہم نے تم لوگوں کے سامنے اپنی گردنیں اس لیے نہیں جھکائیں کہ تم جب اس جاؤ۔

یاد رکھو ہر ایک شخص کا مقدر وقت اور معینہ مدت ہوتی ہے۔ ہر ایک کا نامہ اعمال لکھا جا رہا ہے جس میں ہر چھوٹا اور بڑا عمل ثبت ہو گا۔

اسنے میں اموی پولیس کے کچھ آدمی آئے اور انہوں نے اسے گرفتار کر لیا۔ پھر خدا معلوم اس کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا۔

عبد الملک ابن مروان آپ ہی کے زمانہ میں اپنے انجام کو پہنچا۔

خراج میں مروی ہے کہ جب اکیس برس اور ڈیڑھ ماہ حکومت کرنے کے بعد، اشوال ۱۷ھ کو عبد الملک حاصل جہنم ہوا تو چھپکلی کی شکل میں مسخ ہو گیا۔

امام محمد باقر فرمایا کرتے تھے۔ کہ اس کی تمام اولاد یہ دیکھ کر گھبرا گئی۔ اور اسے تنہا چھوڑ کر باہر نکل گئے۔ اور پوچھنے لگے اب کیا کریں۔ جب کوئی مشورہ کر کے واپس آئے۔ تو مسخ شدہ چھپکلی بھی نہ تھی۔ چار پائی خالی تھی۔ وہ پہلے سے زیادہ پریشان ہوئے۔

بالآخر انہوں نے بڑھی کو بلوایا۔ اس کے سامنے کھجور کا ایک تنار رکھا اور اسے حکم دیا کہ اسے انسان کی طرح تراشیں کر دے۔ لوگوں میں اعلان کر دیا گیا کہ جنازہ کل اٹھے گا۔ جب وہ بت تیار ہو گیا۔ تو اسے کفن میں رکھ کر دفن کر دیا گیا۔ کسی کو میت کا چہرہ دیکھنے کی اجازت نہ تھی۔ انڈا آل عبد الملک۔ بڑھی اور میرے سوا کسی کو اس کا علم نہیں ہے۔

عمر ابن عبد العزیز اور زمانہ امام محمد باقرؑ۔

ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں ابوالمقدام ہشام سے روایت کی ہے کہ جب عمر ابن عبد العزیز شہداء اقدار پر آیا تو اس نے والی مدینہ ابو بکر ابن عمر ابن حزم کو لکھا کہ۔

چونکہ ذک بنی اکرمؑ کی ذاتی اور شخصی ملکیت تھا جو دختر رسولؐ سے غلط طور پر لیا گیا تھا اب ذک اولاد نہرہا کو واپس کر دے۔

ابو بکر نے ماننے کی غرض سے چند سوالات کیے۔

عمر نے اسے لکھا کہ۔ اگر میں کچھ لکھتا کہ۔

ایک گائے قربان کر دے تو کیا تو مجھ سے اس کا رنگ عمر اور قد پر چھتا میں نے تجھے صاف لکھا ہے کہ اولاد فاطمہؑ علی کو ذک واپس کر دے۔

جب بنی امیہ نے دیکھا تو انہیں برا محسوس ہوا چنانچہ کوفہ سے ایک وفد صرف اسی غرض سے عمر کے پاس آیا کہ اسے ایسا کرنے سے روک دے۔

عمر نے انہیں کہا۔ تمہیں معلوم ہے کہ بنی اکرمؑ نے یہ فرمایا تھا۔ فاطمہؑ میرا لکڑا ہے جو بات فاطمہؑ کو ناراض کرتی ہے میں بھی اس سے ناراض ہوتا ہوں۔

سب نے کہا۔ ہمیں معلوم ہے۔

عمر نے کہا۔ تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ ذک مسرور کو بنی کی شخصی ملکیت تھی۔

انہوں نے کہا۔ معلوم ہے۔

عمر نے کہا۔ تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ بنی کو بنی نے اپنی زندگی میں ذک فاطمہؑ کو ہبہ کر دیا تھا۔

انہوں نے کہا۔ معلوم ہے۔

عمر نے کہا۔ تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ وفات نبیؐ کے بعد شیخین نے ذک بیت المال کے نام پر بنت رسولؐ سے لے لیا تھا؟

انہوں نے کہا۔ معلوم ہے۔

عمر نے کہا۔ تمہیں یہ بھی معلوم ہوگا کہ۔ فاطمہؑ نے اس کے بعد شیخین سے تادم آخبات تک نہ کی تھی؟

انہوں نے کہا۔ معلوم ہے۔

عمر نے کہا۔ تم یہ بھی جانتے ہو کہ عثمان کے زمانہ میں ذک بیت المال کی بجائے میرے دادا امراک کے پاس آ گیا تھا۔

اور پھر معاویہ نے اسے میرے دادا کی ملکیت قرار دے دیا تھا۔

ولیعصر ترست ولیعصر ترست ولیعصر ترست ولیعصر ترست ولیعصر ترست ولیعصر ترست ولیعصر ترست ولیعصر ترست

انہوں نے کہا۔ معلوم ہے۔

عمر نے کہا۔ تمہیں یہ بھی معلوم ہو گا کہ میرے دادا مردان نے فدک میرے باپ عبد العزیز کو دے دیا تھا۔

انہوں نے کہا۔ معلوم ہے

عمر نے کہا۔ میں بنت رسول کی ناراضگی اپنے سر نہیں لے سکتا۔ میں نے بعض بھائیوں سے فدک کا حصہ خریدا ہے۔ اور بعض نے ہبہ کر دیا ہے۔ اور اب میں نے پورے کا پورا فدک اس کے حقداروں جو اولاد علی و زہرا تھے میں تقسیم کر دیا ہے میں نے بنی امیہ کی کوئی جائیداد اولاد علی کو نہیں دی۔ بلکہ اولاد فاطمہ کی اپنی وہ جائیداد جو بنی امیہ کے پاس آگئی تھی واپس کر دی ہے۔

شیخ صدوق نے رو فدک کا واقعہ ہشام ابن معاذ کی روایت سے یوں لکھا ہے کہ ہشام کہتا ہے کہ میں عمر کا ہم نشین تھا۔ اقتدار کے فوراً بعد عمر نے منادی کرائی کہ جس کا کوئی حق ہو وہ آکر لے لے۔

ایک دن عمر سے دربان نے کہا۔

محمد ابن علی آئے ہیں۔

عمر نے کہا۔ انہیں جلدی لے آؤ۔

جناب امام محمد باقر تشریف لے آئے۔

عمر کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

آپ نے پوچھا۔ عمر کس بات سے رو رہے ہو۔

میں نے عرض کیا ہے۔ فرزند رسول آپ لوگوں پر اموی مظالم نے عمر کو رلا دیا ہے۔

آپ نے فرمایا۔

عمر! دنیا بھی دیگر بازاروں کی طرح کا ایک بازار ہے۔ کچھ لوگ ایسا سودا لے کے جاتے ہیں جو ان کے لیے سود مند

ہوتا ہے اور کچھ ایسا سودا لے کر نکلتے ہیں جو ان کے لیے نقصان دہ ہوتا ہے۔

کتنے لوگ ہیں جنہیں یہ چیز فریب دیتی ہے جو اس وقت تکھے حاصل ہے۔ اور وہ اس فریب میں مبتلا رہ کر اس

دینا سے رخصت ہو جاتے ہیں اور وہ اپنی زندگی پر پشیمان ہوتے ہیں کہ جو کچھ انہیں آخرت کے لیے چاہیے تھا وہ

فرصت کے اوقات میں حاصل نہ کر سکے۔ اور نہ ہی جس چیز سے انہیں بچنا چاہتے تھا اس سے اپنے آپ کو

بچا سکے۔

اس وقت وہ سوچتے ہیں کہ انہوں نے جو کچھ جمع کیا ہے ایسے ازاں کے لیے کیا ہے جو ان کی تعریف تک نہیں

کریں گے۔

اور اب جی کے سامنے پیش ہو رہے ہیں ایسے افراد ہیں جو کبھی غلط نہ کریں گے۔

اب ہمارا حق ہے کہ ہم اپنے اعمال کا جائزہ لیں جو چیزیں ہم ان کے دوسریں چاہتے تھے کہ وہ کریں ہمیں کرنا چاہیں اور جن چیزوں کے لیے ہم چاہتے تھے کہ وہ نہ کریں ہمیں نہیں کرنا چاہیے۔

اللہ سے ڈر۔ اور دو چیزیں بالخصوص مد نظر رکھنا۔

۱۔ جو چیز تو بہت تیرے لیے کہ جب دربار خالق میں پیش ہو تو تیرے پاس ہونا چاہیے اسے آج حاصل کر

ب۔ اور جن چیزوں سے بچنے کی ضرورت ہے کہ دربار خالق میں اسے میرے نام اعمال میں نہیں ہونا چاہتے اس سے دور رہو۔

اسے عمر آنے والوں کے لیے دروازہ کھلے رکھو۔ دربان ہٹا دو۔ مظلوم کی مدد کرو۔ ظالم سے انتقام لے۔

عمر ایسا رکھو جس شخص میں تین چیزیں ہوں گی وہ کامل الایمان ہوگا۔

عمر و زمانہ ہو کر بیٹھ گیا۔

اور عرض اسے اہل بیت نبوت وہ کیا ہیں۔

آپ نے فرمایا۔

۱۔ عمر انسان خوشی میں اس حد تک نہ جائے کہ خوشنودی خدا کا خیال نہ رہے۔

۲۔ غصہ میں اس حد تک نہ جائے کہ حق سے تجاوز کر جائے۔

۳۔ قدرت کے وقت کسی سے ایسی چیز نہ چھینے جو اس کی نہ ہو۔

یہ سیکھنے کا غذا اور قلم لانے کا حکم دیا۔ پھر ابو جبر والی مدینہ کے نام وہ خط لکھا جو سابقاً ابن ابی الحدید کی روایت سے پیش کیا جا چکا ہے۔

سب حضرت علیؑ اور عمر ابن عبدالعزیزؑ

ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں عمر سے روایت کی ہے کہ میں بچپن میں عقبہ ابن مسعودؓ کے اولاد میں سے ایک شخص کے پاس قرآن پڑھتا تھا۔ ایک دن ظہر کے وقت میں بچوں میں کھیل رہا تھا۔ اور ہم حضرت علیؑ پر سب کر رہے تھے میرا استاد ہمارے قریب سے گزرا۔ میں نے کھیل چھوڑ دیا۔ اور قرآن پڑھنے کی خاطر مسجد میں چلا آیا۔ میرے استاد نے نماز کو معمول سے زیادہ طول دیا۔ اگرچہ میں سمجھ تو گیا کہ آج استاد مجھے پڑھانا نہیں چاہ رہا۔ لیکن وجہ میری سمجھ میں نہ آسکی۔ میں بیٹھا رہا۔ جب استاد نے دیکھا کہ میں چپٹ گیا ہوں۔ تو اس نے نماز ختم کی۔ لیکن منہ دوسری طرف پھیر لیا۔ میں نے عرض کیا۔ حضور! خیریت تو ہے۔

استاد نے ابدیدہ ہو کر کہا۔ تو جی آج تک داما دنی پر سب کرتا رہا ہے۔

میں نے کہا۔ ہاں میں کرتا ہوں۔

استاد نے کہا۔ بھلا تجھے معلوم ہے کہ علیؑ کے شریک بدر ہونے کے بعد اللہ کب علیؑ سے ناراض ہوا ہے؟
میں نے حیرت سے استاد کی طرف دیکھا اور پوچھا۔

کیا علیؑ شکر کا بندہ نہ تھا۔

استاد نے کہا۔ تجھے کیا معلوم ایک بدر پر کیا موقف ہے اسلام کی ہر جنگ تنہا علیؑ ہی نے توڑی تھی۔ بشمول بدر
اگر علیؑ اسلامی جنگوں میں نہ ہوتا تو آج اسلام نہ ہوتا۔
میں نے عزت کرتے ہوئے کہا۔

حضور! مجھے یہ علم نہ تھا۔ آج کے بعد میں وعدہ کرتا ہوں میں اس غیبت میں حصہ نہیں لوں گا۔ اور اس کے بعد میں
نے کبھی یہ جملہ نہ کی۔

میرا باپ والی مدینہ تھا۔ بڑا اچھا خطیب تھا۔ جمعہ کے دن جب وہ خطبہ دیتا تھا تو میں بھی زیر منبر ہوتا تھا۔ میں اس
وقت حیران ہوتا تھا۔ جب آخر خطبہ میں میرا باپ حضرت علیؑ پر سب کرتا تھا تو اس کی زبان پر کلمت اور بیان میں
ایسی واضح کمزوری آجاتی تھی کہ میری طرح ہر سننے والا اسے محسوس کرتا تھا۔
آخر ایک دن میں نے پوچھ لیا۔

کہ بابا جان! آپ اس وقت کے بے مثال خطیب ہیں۔ تمام خطبہ آپ اس طرح دیتے ہیں کہ سننے والے شش مشش
کرتے رہتے ہیں لیکن آپ جب سب علیؑ پر پہنچتے ہیں تو آپ کی زبان میں نہ صرف کلمت آجاتی ہے بلکہ آپ کا بیان بھی
بودا اور بے مزہ ہو جاتا ہے۔

آخر اس کی کیا وجہ ہے۔

میرے والد نے جواب دیا۔

بیٹے! یقین رکھو یہ ہم ہی ہیں کہ اس طرح گزر رہے ہیں یہ شخص جتنے فضائل و کمالات کا حامل تھا اگر ان لوگوں کو
پتہ چل جائے تو ہمیں کہیں ٹھکانا تک میرے نہ آئے۔

استاد سے تو میں پہلے ہی سن چکا تھا۔ اپنے والد کی یہ بات سننے کے بعد میں نے دل میں عہد کر لیا کہ اگر اللہ
نے اس حکومت میں میرا بھی حصہ رکھا ہے۔ اور مجھے اقتدار دینا ہے تو اپنے اقتدار کے اولین اوقات میں سب سے
پہلے سب علیؑ بند کروں گا۔

دینی کی اسلام الدین میں مروی ہے کہ عمر ابن عبدالعزیز نے اپنے والی خراسان کے نام حکم بھیجا کہ اپنی رعیت کے
علماء میں ایک سو عالم میرے پاس بھیج تاکہ میں ان سے تیرے متعلق سوال کروں۔

والی خراسان نے سو عالم کو جمع کیا۔ اور انہیں عمر ابن عبدالعزیز کا پیغام دیا۔ سب نے کہا۔ عمر کی عدالت کا تقاضا
یہ ہے کہ وہ ہمیں مجبور نہ کرے۔ اور ہمارے حالات کا تقاضا یہ ہے کہ ہم جان نہیں سکتے۔ ہم اپنے میں ایک عالم کا انتخاب

کہتے ہیں آپ اسے بھیج دیں جو بات وہ کرے گا ہم سب کی ذمہ داری ہوگی۔

والی خراسان نے ایک عالم کو بھیج دیا۔

جب وہ عمر کے پاس آیا تو اس نے کہا۔

میں آپ سے علیحدگی میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔

عمر نے کہا۔ تمہیں تمام اہل دربار کے سامنے بات ہوگی۔

دو ہی صورتیں ہیں یا سچ بولے گا یا جھوٹ۔ اگر تو نے سچ بولا تو یہ سب تیری تصدیق کریں گے۔ اور اگر جھوٹ بولا تو تجھے جھٹلا دیں گے۔

اس عالم نے کہا۔ میں اپنے لیے نہیں کہہ رہا ہوں۔ بلکہ آپ کے لیے کہہ رہا ہوں۔ ممکن ہے آپ کی اور میری گفتگو میں بعض ایسی باتیں آجائیں جنہیں ان لوگوں کا سن لینا تیرے حق میں بہتر نہ ہو۔

چنانچہ عمر نے مجلس برخاست کر دی۔

جب دونوں تمہارے گئے تو عمر نے عالم سے کہا اب بتا کیا بات ہے؟

اس عالم نے کہا۔ میں تو صرف ایک بات پوچھوں گا کہ۔

آپ کو یہ اقتدار کیسے ملا ہے؟

عمر کا فی دینک خاموش بیٹھا رہا۔

عالم نے کہا۔ کیا بات ہے آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔

عمر نے کہا۔ شاید پھر بھی کبھی نہ دوں۔

عالم نے کہا۔ آخر کیوں۔

عمر نے کہا۔ اگر میں کہوں کہ مجھے اللہ اور رسول کی طرف سے ملا ہے تو یقیناً جھوٹ ہوگا۔ اگر میں کہوں کہ اجماع امت سے ملا ہے۔ تو تو کہے گا کہ ہم بھی اسی امت سے ہیں اور ہم نے نہ اجماع کیا ہے۔ اور نہ آپ کو اقتدار

دیا ہے۔

اگر میں کہوں کہ مجھے اپنے باپ کی میراث ملی ہے تو تو کہے گا۔ آپ کے بھائی تو اور بھی تھے دوسروں کو کیوں نہیں ملی۔

عالم نے کہا۔ اللہ کا شکر ہے کہ آپ نے خودی اتران کر لیا ہے کہ جو چیز آپ کے پاس ہے اس میں دوسروں کا بھی حق ہے۔

اب آپ مجھے اجازت دے دیں تاکہ میں واپس چلا جاؤں۔

عمر نے کہا۔ ہرگز نہیں۔ تو ہی واقعی داعظہ اور عالم ہے۔

۴۸۲ ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست

عالم نے کہا۔ پھر آپ بتائیں آپ اس بار سے میں کیا کہتے ہیں۔

عمر نے کہا۔ میں اس سے زیادہ کیا کہہ سکتا ہوں کہ جس نے مجھے مسند اقتدار پر بٹھایا ہے اس نے ظلم کیا ہے۔ ناسحق کیا ہے۔ اور غلط کیا ہے۔ اس نے امت مسلمہ سے زیادتی کی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ میں اس کا اہل بھی نہیں تھا۔

عالم نے کہا۔ اگر آپ اسے قبول نہ کرتے اور کوئی دوسرا مسند اقتدار سنبھال لیتا۔ اور ویسے ہی کرتا جیسے اس کے بیشتر دو کر چکے تھے تو کیا اس کے گناہوں میں شریک ہوتے؟
عمر نے کہا۔ نہیں۔

عالم نے کہا۔ گویا آپ نے اپنی خوشی سے دوسروں کی بلا اپنے گلے میں ڈالی ہے۔ اور اپنی سلامتی فروخت کر کے دوسروں کو سلامتی دی ہے۔
عمر نے کہا۔ واقف آپ واقف اور عالم ہیں۔
عالم اٹھا اور کہا۔

مجھے جلنے کی اجازت دیکھئے جاتے جاتے آپ کو یہ بتا دوں کہ ہمارے آباء آپ کے آباء کی بدولت ہم آپ کی بدولت اور ہماری اولاد آپ کی اولاد کی بدولت جہنم میں جائے گی۔

امام محمد باقر دربار ہشام میں :-

امان الاخطار میں امام صادق سے مروی ہے کہ میرا والد تو ہر سال حج کو جایا ہی کرتے تھے اور مجھے بھی ساتھ لے جاتے تھے۔ ایک سال اتفاق ایسا ہوا کہ ہشام ابن عبدالملک بھی حج کو گیا۔

جب ہشام طواف کیلئے آیا تو اس وقت میں نے کھڑے ہو کر لوگوں کو اس طرح خطبہ دیا۔

الحمد لله الذی بعث محمدًا بالحق نبیًا وعززنا بہ واصطفانا من خلقه واختیارنا قد سعد من اطاعنا وشقی من اعدا لی بنا۔

اس اللہ کی حمد ہے جس نے محمد کو برحق نبی مبعوث کیا ہے اور ہمیں محمد کی بدولت معزز فرمایا ہے۔ ہم مخلوق خدا میں اللہ کے مصطفیٰ ہیں۔ ہم اللہ کے مختار ہیں۔ وہی شخص سعادت مند ہے جس نے ہماری اتباع کی اور وہی بد نصیب ہے جس نے ہم سے عداوت کی۔

ہشام کو میرے اس خطبے کی اطلاع مل گئی۔ وہاں تو اس نے کچھ نہ کہا۔ البتہ جب ایام حج گزر گئے۔ ہم واپس مدینہ آگئے اور ہشام شام پہنچ گیا تو اس نے والی مدینہ کو حکم بھیجا کہ محمد باقر اور اس کے بیٹے کو شام بھیج دے۔

ہم شام آئے۔ تین دن تک تو ہمیں دربار میں جانے کی اجازت نہ ملی۔ چوتھے دن ہمیں بلایا گیا۔ جب ہم دربار میں پہنچے تو ہشام نے اپنی طرف سے دربار کو بڑا بارعب بنا رکھا تھا۔ ہر طرف مسخ سپاہی کھڑے تھے۔

ایک طرف اموی نوجوان تیر اندازی کر رہے تھے۔

میرے بابا آگے تھے میں ان کے پیچھے تھا۔ ہشام نے ہمیں دور سے کہا۔ اے محمد! ذرا ان جوانوں کے ساتھ تیر اندازی تو کرو۔

میرے بابا نے فرمایا۔

ہشام اب میں بوڑھا ہو چکا ہوں، معذرت خواہ ہوں۔

ہشام نے کہا۔ آج میں تو معذرت قبول نہیں کروں گا۔ آپ تیر اندازی کریں۔ پھر ایک شخص سے کہا۔ تو اپنی کمان محمد ابن علی کو دے دے۔

میرے بابا نے کمان لی۔ اس میں تیر رکھا اور نشانہ پر لگایا نشانہ کے عین وسط میں تیر لگا۔ دوسرا تیر لیا وہ پہلے تیر کو چیر کر نشانہ پر بیٹھا پھر تیسرا تیر دوسرے تیر کو چیر کر نشانہ پر جا لگا۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے ڈیڑھ ایک دوسرے کو چیر کر نشانہ پر بیٹھے تو ہشام کو پسینے چھوٹ گئے۔ پہلو بدلتے لگا۔ حیرت سے اس کا منہ کھلا رہ گیا۔ اور وہ کہنے لگا۔

واہ وا کیا کہنے اے محمد! آپ تو پورے عالم کے مقابل میں واحد تیر انداز ہیں۔ میں نے آج تک کسی کا ایسا نشانہ نہیں دیکھا۔ آپ نے تو حد کر دی۔

یہ تیر اندازی کی تعلیم آپ کو کس نے دی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ پورے دین سے پوچھ لے۔ جو کسی نے میرے ہاتھ میں کبھی کمان دیکھی ہو، تیر سے اصرار پر آج ہی کمان کو ہاتھ لگایا ہے۔ ہمیں یہ کمالات وراثت میں ملتے ہیں۔

اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے۔

شعاً اور ثنا الكتاب الذی

تمام نعت اور کمال دین بھاری وراثت ہے اور تاقیامت اس کمال کا حامل ہم ہی میں لا محالہ ایک رہے گا۔

اصطفینا من عبادنا۔

ہشام نے کہا۔ کیا نسب میں ہم اور آپ ایک نہیں ہیں؟ آپ بھی عبد مناف کی اولاد ہیں اور ہم بھی عبد مناف کی اولاد ہیں؟

میرے والد نے فرمایا۔ نسب میں ایک ہونے کا یہ مطلب تو نہیں کہ ہم ایک جیسے ہو گئے ہیں۔ اللہ نے ہمیں جن خصوصیات سے منتخب فرمایا ہے۔ وہ خصوصیات ہمارے اختیار میں کہاں ہیں۔ اللہ نے ہمیں اپنے رازوں سے آشنا کیا ہے۔

اور ہمیں اپنے علم کا مخزن قرار دیا ہے۔

ہشام نے کہا۔ اللہ نے محمد کو سیادہ سفید ہر ایک کا نبی بنا کر بھیجا ہے وہ عبد مناف ہی سے تھا پھر یہ وراثت تمہیں کہاں سے مل گئی ہے؟

محمد کے بعد کوئی نبی نہیں نہ ہی تم نے کبھی دعوائے نبوت کیا ہے۔

میرے بابا نے فرمایا۔ یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ نبی اکرم حضرت علیؑ سے جو خصوصی گفتگو فرماتے تھے اور کسی سے نہیں کرتے تھے۔

ہشام نے کہا۔ ہاں۔

بابا نے فرمایا۔ یہ بھی آپ کو معلوم ہے کہ۔

حضرت علیؑ نے فرمایا تھا۔ نبی اکرم نے مجھے علم کا ہزار باب تعلیم کیا ہے اور ہر باب سے میرے ساتھیوں سے

ہزار باب علم کھلا ہے؟

ہشام نے کہا۔ ہاں۔

بابا نے فرمایا۔ تو گویا آپ یہ تو مانتے ہیں کہ نبی اکرم کی نگاہ شفقت دوسرے اصحاب کی نسبت حضرت علیؑ پر زیادہ

تھی اور نبی اکرم نے ہمیشہ حضرت علیؑ کو علم نبوت میں شریک اور حصہ دار رکھا۔

ہشام نے کہا۔ ہاں۔

بابا نے فرمایا۔ تو پھر وہی علم ہے جس طرح نبی اکرم نے حضرت علیؑ کو عنایت فرمایا۔ اسی طرح حضرت علیؑ سے وراثت

ہمیں حاصل ہوا ہے۔

ہشام نے کہا۔ میں نے سنا ہے حضرت علیؑ اپنے کو عالم غیب کہتے تھے۔ حالانکہ قرآن میں اللہ فرماتا ہے میرے

سوا کوئی علم غیب نہیں جانتا۔

بابا نے فرمایا۔ یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ اللہ نے اپنے نبی پر جو کتاب نازل کی اس میں ازل سے ابد تک کا تمام

علم ہے۔

ارشاد قدرت ہے۔

نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ بَيِّنَاتٍ

ہم نے تجھ پر ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں ہر چیز کا

لِكُلِّ شَيْءٍ

بیان ہے۔

ہشام نے کہا۔ ہاں قرآن میں تمام علم موجود ہے۔

بابا نے فرمایا۔ پھر کوئی ایسا عالم ہو تو ہونا چاہیے جس کے پاس قرآن کا تمام علم ہو۔

ہشام نے کہا۔ ہاں ایسا عالم ہونا چاہیے۔

بابائے فرمایا قرآن میں ہے۔

کل شیء احصیناہ فی امام مبین۔ ہم نے امام مبین کو ہر شیء کا علم دے دیا ہے۔

پھر ارشاد رب العزت ہے۔

ما فرطنا فی الكتاب من شیء ہم نے کتاب میں کسی چیز کی غفلت نہیں کی۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہے۔

ما من آية فی السماء والارض الا فی کتاب مبین۔ آسمان وزمین میں جو بھی آیت ہے وہ کتاب مبین میں

موجود ہے۔

جب کتاب خدا میں سب کچھ ہے تو عالم کتاب کے پاس کیسے نہ ہوگا یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم نے وصیت فرمادی

تھی کہ علیؑ کے سوا مجھے کوئی غسل و کفن نہ دے۔

یہ بھی آپ نے سنا ہوگا کہ نبی اکرم نے فرمایا تھا۔

میں نے تمہیں قرآن پر جنگ کی ہے۔ علیؑ تاویل قرآن پر جنگ کرے گا۔ اگر علیؑ تاویل قرآن نہیں جانتا تھا تو

پھر تاویل قرآن پر جنگ کرنے کا کیا معنی ہوگا۔

یہ بھی آپ نے سنا ہوگا کہ انھوں نے فرمایا تھا۔ علیؑ اقتضا کھو۔ تم میں سب سے عادلانہ فیصلہ

کرنے والا علیؑ ہے۔

پھر آپ نے عمران خطاب کا یہ اقرار بھی سنا ہوگا۔ لو لا علی لهدک عمر۔

ہشام کافی دیر تک سر جھکائے بیٹھا رہا۔

پھر کہا۔ اگر کوئی ضرورت ہو تو بتائیں۔

بابائے فرمایا۔ جب سے تیرا حکم گیا ہے اور میں نے مدینہ چھوڑا ہے اس دن سے تمام اہل بیت گھبراتے ہوئے

ہیں۔ میری صرف یہی ضرورت ہے کہ آپ ہمیں واپس جانے کی اجازت دیں۔

ہشام نے ہمیں جانے کی اجازت دی۔ جب ہم دربار سے باہر نکلے اور دمشق کے بازار گزر کر آئے تو ایک بہت بڑا

میدان تھا اس میدان کے ایک کونے بہت سے لوگ جمع تھے۔

میرے بابائے دربانوں سے پوچھا۔ یہ کون لوگ ہیں۔

انہوں نے بتایا کہ۔ پوری مملکت شام کے راہب اور قیس میں۔ جو اپنے اپنے گرجاؤں سے آتے ہیں۔

یہ ان کا سالانہ اجتماع ہے۔ ان کا بڑا پادری سال میں ایک مرتبہ ان لوگوں کو اسی میدان میں ملاقات کی اجازت دیتا ہے

اور یہ لوگ تمام مسائل اس سے پوچھتے ہیں اور آج ان کا سالانہ دن ہے۔

میرے والد نے سر کو ڈھانپ لیا۔ مجھے بھی مو پھپھالینے کی ہدایت فرمائی۔ اور اسی مجمع کی طرف چلے گئے

وہاں جا کر ہم دونوں بیٹھ گئے

جب دربان نے جا کر ہشام کو مطلع کیا تو اس نے بھی کچھ لوگوں کو بھیج دیا تاکہ جو کچھ وہاں پیش آئے اسے مطلع کریں۔

اتنے میں پادری آگیا اس نے دونوں ابرو پٹی سے اوپر باندھ رکھے تھے۔ وہ اس مجمع کے وسط میں آیا تمام پادری اس کی تعظیم کو اٹھے ہر ایک نے اسے سلام کیا۔ اسے صدر مجلس میں بٹھایا۔ پادری نے بیٹھنے کے بعد تمام کو بیٹھنے کا حکم دیا۔ جب سب بیٹھ گئے تو اس نے اپنے چاروں طرف دیکھا۔ اسے پورے مجمع میں صرف ہم دو غیر مانوس نظر آتے۔

چنانچہ اس نے میرے والد سے پوچھا۔

آپ ہم سے ہیں یا امت مرحومہ سے؟

بابا نے فرمایا۔ ہم امت مرحومہ سے ہیں۔

پادری نے کہا۔ علمائے امت سے ہیں یا جہال سے؟

بابا نے فرمایا۔ ہم جہاں سے نہیں ہیں۔

پادری یہ جواب سنا کر لرز گیا اور کہا۔

میں چند مسائل پوچھنا چاہتا ہوں۔

بابا نے فرمایا۔ جو چاہے پوچھ لے۔

پادری نے کہا۔ آپ لوگوں کا دعویٰ ہے کہ اہل جنت کھائیں گے میس گے لیکن ان کے بول و براز نہیں ہوگا۔ اس دعویٰ میں کہاں تک صداقت ہے۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک شخص کھائے بھی اور پیئے بھی۔ لیکن بول و براز نہ ہو۔ اگر واقف اسچ ہے تو دنیا میں اس کی کوئی مثال دیں۔

بابا نے فرمایا۔ یہ تو بڑی معمولی بات ہے۔ جنت کی یہ مثال ہر شخص دیکھ کر ہی دنیا میں آتا ہے۔ جب شکم مادر میں ہوتا ہے۔

پانچ ماہ کے بعد کھاتا بھی ہے اور پیتا بھی ہے لیکن بول و براز نہیں ہوتا۔

پادری نے حیرت سے کہا۔ آپ نے تو کہا تھا میں علماء سے نہیں ہوں۔

بابا نے فرمایا۔ آپ کو اشتباہ ہوا ہے میں نے کہا تھا۔ میں جہاں سے نہیں ہوں۔

ہشام کے آدمی یہ سب کچھ سن رہے تھے۔

پادری نے کہا۔ اچھا ایک اور مسئلہ پوچھتا ہوں۔

بابا نے فرمایا۔ پوچھ۔

پادری نے کہا۔ آپ کا دعویٰ ہے کہ مہوہ ہائے جنت کھانے کے باوجود کم نہیں ہوں گے۔ اور ہمیشہ تروتازہ

رہیں گے۔

اس کی دنیا میں کوئی مثال۔

بابا نے فرمایا۔ جس زمین پر آپ بیٹھے ہیں یہ زمین کب ختم ہوتی ہے یا کب باسی ہوتی ہے۔ ہمیشہ تروتازہ اور ہر نئی فصل کے لیے شاداب اور تیار رہتی ہے۔

پادری یہ جواب سسکا ایک مرتبہ پھر تڑپا۔ اور کہا۔

ایک اور سوال کا جواب بھی دے دو۔

بابا نے فرمایا۔ پوچھ لے۔

پادری نے کہا۔ شب دروز میں وہ کون سی ساعت ہے جو نرات شمار ہوتی ہے نہ دن۔

بابا نے فرمایا۔ صبح صادق کے طلوع کے بعد اور طلوع آفتاب سے پہلے کا وقت نہ دن میں ہوتا ہے نہ رات

میں۔ یہ وہ وقت ہے جس میں ہر جاگنے والا سو جاتا ہے۔ ہر بیمار آرام محسوس کرتا ہے۔ اور ہر بے ہوش ہوش میں آجاتا ہے۔

اس جواب پر پادری اس طرح تڑپ اٹھا جسے اسے پچھونے کاٹ لیا ہو۔ اور کہنے لگا بس ایک مسئلہ سچ

گیا ہے۔

بابا نے فرمایا وہ بھی پوچھ لے۔

پادری نے کہا۔ مجھے ایسے دو بھائیوں کے نام بتائیے جو ایک دن پیدا ہوئے۔ ایک دن فوت ہوئے۔ لیکن وقت وقات

ایک کی عمر ڈیڑھ سو برس اور دوسرے کی پچاس برس تھی۔

بابا نے فرمایا۔ یہ دونوں بھائی عزیز اور عزیز تھے عزیز تیس برس کا تھا جب اللہ نے اسے موت سے دوچار

کر دیا۔ سو سال بعد اس کے گدھے کے زندہ کیا۔ بعد میں وہ بیس برس زندہ رہا۔ جب عزیز پچاس برس کی عمر

میں فوت ہوا تو اس کا بھائی ڈیڑھ سو برس کی عمر میں اسی دن فوت ہوا۔

یہ سنکر پادری اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے پادریوں سے کہنے لگا! آج تم لوگوں نے مجھے رسوا کیا ہے۔ تم نے ایک

ایسے مسلمان عالم کو یہاں بٹھا دیا ہے۔ جو ان تمام علوم سے واقف ہے جو میرے پاس ہیں۔ لیکن جو علوم اس کے پاس

ہیں میں ان سے واقف نہیں ہوں۔

گویا تم نے مسلمانوں کو اپنے سروں پر مسلط کر دیا ہے۔ اور اب وہ جگہ جگہ تمہیں رسوا کرتے پھریں گے۔ آج کے بعد

میرا تم سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔

تمام نصرانی پادری پریشان ہو کر چلے گئے۔ جب سب چلے گئے۔ تو ہم بھی اٹھے اور جہاں ہمارا قیام تھا۔ ہم اس

جگہ آ گئے۔

ہشام کو بھی پتہ چل گیا۔ اور پورے دمشق میں یہ بات پھیل گئی۔ اہل دمشق کا ہمارے مکان پر مجمع لگ گیا۔ اور وہ لوگ بابا سے مختلف باتیں پوچھنے لگے۔

اتنے میں ہشام کا ایک قاصد آیا جس کے پاس بہت سے انعامات تھے۔ اس نے وہ سب انعام ہمارے سامنے رکھ کر ہشام کا پیغام دیا کہ۔

آپ ابھی ابھی اور اسی وقت دمشق سے واپس مدینہ چلے جائیں۔ آپ کے لیے ایک لحظہ کا قیام بھی خلافت کا قانون ہوگا۔

آپ اہل دمشق کے ذہن خراب کر دیں گے۔

ہم مکان سے باہر آئے تو سواریاں تیار تھیں۔ ہم سواری ہوئے اور مدینہ کی راہ لی۔

راستہ میں مدین نامی بستی پڑتی تھی۔ دمشق سے مدینہ آنے والے رات کا قیام اسی بستی میں کرتے تھے۔ کیونکہ مدین سے آگے دوسری آبادی بہت دور تھی اور راستہ میں بے آب و گیاہ صحرا تھا۔

جب ہم مدین میں آئے تو ہشام کا پیغام پہنچ چکا تھا۔ والی مدین کے نام ہشام کا پیغام یوں تھا۔

مجھے معلوم ہونا چاہئے کہ ابو تراب کی اولاد سے دو افراد ایک بزرگ اور دوسرا بچہ محمد بن علی اور جعفر ابن محمد آ رہے ہیں۔ جو بڑے جادوگر اور جھوٹے ہیں یہ دونوں اسلام کے مدعی ہیں۔ لیکن اسلام سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ آج یہ لوگ نصرانیوں کے سالانہ اجتماع میں شریک ہوئے ہیں۔ اور ان سے کافی دیر تک مصروف گفتگو رہے ہیں۔

مجھے ڈر ہے کہ میں یہ لوگ اپنے جادو کی وجہ سے اہل مدین کو ہمارے خلاف نہ کر دیں۔ اس لیے تمام شہر میں منادی کرادے کہ انہیں شہر میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔ اور کوئی شخص نہ ان سے بات کرے اور نہ ان کی بات سنے۔ اور اگر کسی نے ان دونوں کو مہمان بنانے کی کوشش کی تو اس پر باقاعدہ مقدمہ چلایا جائے گا۔

میرے والد نے مدین میں داخلہ سے پہلے اپنے دو غلاموں کو بھیج دیا کہ وہ ہم سے پہلے کسی جگہ کا انتظام بھی کر لیں اور سواریوں کے لیے چارہ وغیرہ بھی خریدیں۔ جو نئی غلام باب مدین پر پہنچے تو ان لوگوں نے شہر کے تمام دروازے جھد کر دیئے اور فضیل پر چڑھ کر ہم پر سب و شتم کرنے لگے۔ حضرت علیؑ پر سب ہونے لگا۔

اقتے میں ہم بھی باب مدین پر پہنچ گئے۔

بابا نے ہزار منت کی لیکن کسی نے دروازہ نہ کھولا۔

کنے لگے تم لوگ نصرانی ہو چکے ہو۔

بابا نے فرمایا۔ تو پھر نصرانیوں کی طرح ہم سے جزیرے لٹا اور دروازہ کھول دو۔

انہوں نے کہا۔ آپ سے جزیہ بھی نہیں لیا جائے گا اور نہ دروازہ کھولا جائے گا۔

اس وقت میں نے دیکھا۔ بابا کے چہرہ پر غصہ کے آثار ظاہر ہوئے۔ انہوں نے نوئے آسمان دیکھا۔ اور مجھے فرمایا۔ جعفر یہیں کھڑے رہنا میرے آنے تک اس جگہ سے نہ ہلنا۔

بستی کے عقب میں پہاڑی تھی۔ بابا اس پہاڑی پر گئے۔ دونوں انگلیاں دونوں کانوں میں رکھی اور باوازلندہ یہ آیت پڑھی۔

الی صدین اخا ہم شیعبا.... ذات احیث کے حکم سے سیاہ آنڈھی اٹھی۔ اس ہوانے بابا کی آواز پوری بستی کے کانوں میں پہنچادی۔ تمام اہل مدین مکانوں کی چھت پر چڑھ کر بابا کی طرف دیکھنے لگے۔ انہی میں ایک انتائی بوڑھا شخص تھا۔ اس نے اہل مدین سے کہا دیکھو۔

بخدا! میں نے آج تک غلط نہیں کہا اور نہ ہی آج غلط کہتا ہوں۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں شعیب بنی نے کھڑے ہو کر قوم کے لیے بددعا کی تھی اور قوم شعیب معذب ہوئی تھی۔ یہ شخص اسی جگہ کھڑا ہے۔ اور اس کی آوازیں وہی درد ہے جو میں نے اپنے آباء اجداد سے جناب شعیب کے متعلق سنا ہوا ہے۔ ان کے سامنے دروازہ کھول دو۔ انہیں اندر آنے دو۔ یقیناً یہ نبی زادہ ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ اس سیاہ آنڈھی کے بعد کوئی عذاب ہی نہ آجائے۔

اس بوڑھے کی منت و سماجت سے اہل مدین نے ہمارے سامنے دروازہ کھول دیا۔ ہم اندر آ گئے۔

والی مدین نے تمام یہ کیفیت ہشام کو لکھ کر بھیج دی۔

ہشام نے جواب لکھا کہ اس بوڑھے کو گرفتار کر لے۔ اور کسی ذریعہ سے ان دونوں باپ بیٹوں کو کھانے یا شربت وغیرہ میں زہر ملا کے دے دے۔ تاکہ یہ لوگ مدینہ نہ پہنچ سکیں۔

نافع غلام عمر اور امام محمد باقرؑ

روضہ الکافی میں ابوریح سے مروی ہے کہ جس سال ہشام حج کو آیا۔ امام باقرؑ ایک جگہ تشریف فرما تھے اور مختلف قسم کے لوگوں نے آپ کے گرد گیارہ ڈال رکھا تھا۔ اور آپ سے مسائل دریافت کر رہے تھے۔

ہشام جب طواف کے لیے آیا تو عمر ابن خطاب کا غلام نافع بھی اس کے ساتھ تھا۔

نافع نے ہشام سے کیا کہا۔ حضور! یہ لوگ کیوں جمع ہیں؟

ہشام نے کہا، محمد ابن علی بیٹھا ہے اور لوگ اس سے مختلف قسم کے مسائل پوچھ رہے ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ کوئی دالے اسے نبی کا حد تک سمجھتے ہیں۔

نافع نے فرمایا، اگر آپ اجازت دیں تو آج میں اس کے علم کی نقلی کھول نہ دوں؟ ہشام نے کہا، ایسا ہو جائے تو منہ مانگا انعام دوں گا۔

نافع نے کہا، وعدہ یاد رکھنا اور میں ابھی اسے لاجواب کر کے حاضر ہوا۔

یہ کہہ کر نافع اس مجمع میں آیا، لوگوں کے اوپر سے جھانکا، اسے راستہ مل گیا۔ آپ کے سامنے آیا۔ اور کہنے لگا۔

اے محمد ابن علی میں نے تورات، زبور، انجیل، اور قرآن چاروں کتابیں پڑھی ہیں۔ میرے پاس ایسے چند سوال ہیں جن کا جواب نبی، وحی نبی، یا فرزند نبی کے سوا اور کوئی نہیں دے سکتا۔ اگر مجھے اجازت ہو تو میں اپنے سوال پوچھ لوں۔

امام باقر نے فرمایا، نافع جو تیرا جی چاہے پوچھ لے

نافع نے کہا، مجھے یہ بتائیں کہ حضرت عیسیٰ اور محمد کے درمیان کا کتنا فاصلہ تھا؟

امام باقر نے فرمایا، تیرے عقیدہ کے مطابق بتاؤ یا اپنے عقیدہ کے مطابق

نافع نے کہا، دونوں بتادیں۔

امام باقر نے فرمایا، تیرے بقول چھ سو برس کا فاصلہ تھا اور میرے نزدیک پانچ سو برس کا فاصلہ تھا۔

نافع نے کہا، جب ان دونوں کے مابین اس قدر فاصلہ تھا تو پھر اس آیت کا کیا معنی ہوگا،

و اسئل من ارسلنا قبلك من رسلنا۔

جب محمد آئے تو کوئی نبی نہیں تھا۔ پھر آپ کو سابق انبیاء سے سوال کا حکم کیوں دیا گیا ہے۔ اگر آپ نے تعمیل

حکم نہیں کی تو گناہ گار بنتے ہیں۔ اگر آپ نے کی ہے تو کیسے کی ہے جب کہ تمام انبیاء تو پہلے گزر چکے تھے۔

امام باقر نے فرمایا۔

سبحان الذی اسرلی بعبدہ لیللاً۔

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو رات شب

میر کرائی۔

جب آپ شب معراج چوتھے آسمان پر پہنچے اللہ نے تمام انبیاء کو صاف بت کیا۔ جبریل نے افن و اتامت کہی

ان دونوں میں جبریل نے وحی علی خیر العمل کہا۔ ان حضور نے دو رکعت نماز پڑھائی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے

تو جبریل یہ آیت لے کر آیا۔

ان حضور نے تمام انبیاء سے سوال کیا۔

یا معشر الانبیاء علی ما بعثتم۔

اے گروہ انبیاء آپ کو نبوت کن شہدائے پر ملی تھی۔

سب نے بیک زبان کہا۔

علی اقرار رات ثلاث - اللہ نے ہم سے تین اقرار لیے تھے۔

اول الاقرار بوحدانیة - پہلا اقرار اپنی توحید کا لیا۔ ہم نے لا الہ الا اللہ پڑھا۔

ثانی الاقرار برسالتک - دوسرا اقرار آپ کی رسالت کا لیا۔ ہم نے محمد رسول اللہ پڑھا۔

ثالثہا بولاية علی ابن ابی طالب - تیسرا اقرار ولایت علی کا لیا۔ ہم نے علی ولی اللہ پڑھا۔

نافع نے کہا۔ اسے فرزند رسول آپ نے سچ فرمایا ہے۔ اب اس آیت کی تفسیر فرمائیں۔

اولویری الذین کفروا ان السموات والارض کانتا رتقا ففتقناهما۔ ارض وسمارتق تھے ہم نے انہیں کھولا۔

امام باقر نے فرمایا۔ جب اللہ نے حضرت آدم کو زمین پر بھیجا اس وقت نہ تو آسمان سے بارش ہوتی تھی اور نہ زمین سے کچھ نکلتا تھا۔ حضرت آدم کے زمین پر آنے کے بعد آسمان سے بارش شروع ہوئی اسے اللہ نے آسمان کے رتق سے تعمیر کیا ہے۔ اور زمین سے انگھری پیدا ہونا شروع ہوئی۔ اسے اللہ نے فتق ارض سے تعمیر کیا ہے۔

نافع نے کہا۔ فرزند رسول آپ نے سچ فرمایا ہے۔

ایک سندرہ گیا ہے۔ وہ بھی بتادیں۔

اللہ کب تھا۔

امام باقر نے فرمایا۔ بندہ خدا! یہ تو نے کیسا سوال کیا ہے۔ اللہ کب نہ تھا تا کہ میں تجھے یہ بتاؤں کہ اللہ

کب تھا؟

نافع نے کہا۔ فرزند رسول آپ نے سچ فرمایا ہے۔

امام باقر نے فرمایا۔ نافع اگر اجازت دے تو میں بھی ایک بات پوچھ لوں؟

نافع نے کہا۔ فرمائیے۔

امام باقر نے فرمایا۔ نردانیوں کے متعلق تیرا کیا خیال ہے؟ اگر تو کہتا ہے کہ امیر المؤمنین نے ان سے جنگ کی تھی تو تو گویا تو ان کے مرتد ہونے کا اقرار کرے گا۔ اور اگر تو کہے کہ امیر المؤمنین ان سے جنگ میں سختی پر نہ تھے تو تو کافر ہو جائے گا۔

نافع بلا جواب دیئے واپس مڑا۔ اور کہتا چلا گیا۔ بخدا آپ اعلم الناس ہیں۔ بخدا آپ اہل بیت نبوت میں

سے ہیں؟

جب ہشلم کے پاس پہنچا تو ہشلم نے کہا،

سنا کیا ہوا؟

ناصح نے کہا۔ ہونا کیا تھا۔ اہل کوفہ اپنے موقف میں سچے ہیں۔ وہ اسے نبی نہیں مانتے۔ جانشین رسول مانتے ہیں اور وہ لوگ برحق ہیں۔

۲۔ نافع ابن اذرق سے مناظرہ

روضۃ الکافی میں محمد ابن بشر سے مروی ہے کہ نافع ابن اذرق نے ایک مرتبہ اپنے مقتدیوں میں بیٹھ کر یہ بڑا بھکی کہہ کر مجھے مشرق و مغرب میں کسی ایسے شخص کا پتہ چل جائے جو حضرت علیؑ کو نہروانوں کے مقابلہ میں حق پر سمجھتا تو میں چل کر اس کے گھر جاؤں گا اور اس سے مناظرہ کروں گا۔

جب اس نے یہ کہا۔ تو مجمع میں سے ایک ایسا شخص اٹھا جو نافع کے مقتدیوں سے نہیں تھا۔ اس نے کہا۔ تو تو بڑی لمبی بات کر رہا ہے۔ اولاد علیؑ اب بھی موجود ہے۔

ناصح نے کہا۔ کیا اولاد علیؑ میں کوئی عالم ہے۔

اس شخص نے کہا۔ جب تو دعویٰ کرنے لگتا ہے تو ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے مشرق و مغرب میں تیرے سوا کوئی عالم ہی نہیں۔ حالانکہ تیرا یہ سوال ہی تیری جہالت کی دلیل ہے۔ بھلا اولاد علیؑ کبھی عالم کے بغیر رہی ہے۔ محمد بن علیؑ آج بھی مدینہ میں علوم علیؑ کی تبلیغ کر رہا ہے۔

ناصح اسی وقت اٹھا۔ اپنے مقتدیوں میں سے چند چیدہ چیدہ افراد ساتھ لیے۔ اور مدینہ پہنچ گیا۔

امام باقرؑ اذرق کیاب کیا۔

غلام باہر آیا۔ اسے بتایا کہ میں نافع ہوں۔ غلام نے جا کر عرض کیا کہ نافع اجازت مانگتا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ وہ مجھ سے کیا لینے آیا ہے۔ وہ مجھ پر اور میرے دادا علیؑ پر تبرا کرتا ہے۔

ابو بعبیر نے عرض کیا۔ قبہ وہ آپ سے جنگ نہروان کے سلسلہ میں مناظرہ کرنے آیا ہے۔

آپ نے غلام سے فرمایا۔

جا اسے کہہ کل آنا۔

دوسرے دن امام باقرؑ نے تمام مہاجرین و انصار کی اولاد کو جمع کیا۔ عمامہ نبوی سر پر رکھا۔ بجائے نبوت کندھوں

پر سجائی۔ عمامے نبوی ہاتھ میں لیا۔ اور باہر تشریف لائے۔

تمام مہاجرین و انصار کی اولاد سے فرمایا۔ جس جس کو فضائل حضرت علیؑ کے سلسلہ میں کوئی حدیث یاد ہو

وہ سنائے۔

سب سنانے لگے۔

نافع نے کہا۔ میں ان تمام فضائل کو برحق مانتا ہوں۔ میری بات ان فضائل سے نہیں ہے۔ میرا معاملہ تو بعد از حکیم سے ہے۔

جب ہماجرین و انصار کے فرزندوں نے واقعہ خمیر سنایا۔ اور یہ حدیث سنائی۔

لاعطین الراية غدا رجلا کدارا غیر فرار بحیثہ اللہ ورسولہ - وحب اللہ ورسولہ

امام باقر نے فرمایا۔ اس حدیث کے متعلق تیرا کیا خیال ہے۔

نافع نے کہا۔ حق ہے میں اسے تسلیم کرتا ہوں۔ لیکن اس کا تعلق حکیم سے قبل سے ہے۔

امام باقر نے فرمایا۔ اس کا تعلق حکیم سے قبل سے نہیں بلکہ حضرت علیؑ کی زندگی کے آخری لمحہ تک سے ہے۔

نافع نے کہا۔ وہ کیسے۔

امام باقر نے فرمایا۔ جب اللہ نے حضرت علیؑ کو بقول رسولؐ محبوب خدا بتلایا۔ تو اس وقت اللہ کو یہ علم تھا کہ علیؑ نہروانیوں

سے جنگ کرے گا یا نہیں تھا؟

اگر تو یہ کہہ دے کہ اللہ کو علم نہیں تھا تو کافر ہو جائے گا۔

نافع نے کہا۔ اللہ کو علم تھا۔

امام باقر نے فرمایا۔ کیا اللہ کو یہ علم تھا کہ علیؑ کی نہروانیوں سے جنگ میری اطاعت میں ہوگی یا نافرمانی میں یا

علم نہیں تھا۔

نافع نے کہا۔ اللہ کو علم تھا۔

امام باقر نے فرمایا۔ جب اللہ کو علم تھا کہ علیؑ کی نہروانیوں سے جنگ میری نافرمانی میں ہوگی تو اس کے باوجود

اللہ نے علیؑ کو محبوب سمجھا۔ یا نہروانیوں سے جنگ کو اپنی اطاعت سمجھ کر علیؑ کو محبوب سمجھا؟

نافع لا جواب ہو کر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا! واقعا آپ اہل بیت نبوتؑ ہیں۔ اب کم از کم میرے سہنے حق و

باطل واضح ہو گئے ہیں۔

۳۔ عمر ابن ذر اور اس کے ساتھی

رجال کشی میں ثور ابن ابی ناسر سے مروی ہے کہ ایک سال میں حج کے ارادہ سے عازم سفر ہوا راستہ میں
 میں عمر ابن ذر۔ ابن قیس اور صلت ابن بہرام کا ہم سفر ہو گیا۔
 راستہ میں ایک مقام پر میں عمر ابن ذر کو کہتے ہوئے سنا میں نے چار ہزار مسد لکھا ہوا ہے۔ جو محمد ابن علی
 سے پوچھوں گا۔

ثور کہتا ہے میں یہ سنکر پریشان ہو گیا۔ جب مدینہ میں آئے تو میں سب سے پہلے امام باقر کی خدمت میں حاضر ہوا اور
 انہیں بتایا کہ عمر ابن ذر اور اس کے ساتھی یہ پروگرام بنا کر آ رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ کل صبح وہ آئیں گے تو ان سے پیسے آجانا۔

دوسرے دن میں صبح صبح آپ کی خدمت میں پہنچ گیا۔

میرے پہنچنے کے بعد وق الباب ہوا۔

غلام دروازہ پر گیا۔ واپس آکر اس نے بتایا کہ عمر ابن ذر اور اس کے ساتھی ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ تو پر جا انہیں اندر لے آ۔

میں اٹھ کر گیا۔ انہیں اندر لے آیا۔

وہ سب خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔ کسی نے بھی کوئی بات نہ کی۔ کافی دیر خاموشی کے بعد امام باقر نے از خود مسائل بیان

کرنا شروع کر دیئے۔ کھانے کا وقت ہو گیا۔ آپ نے غلام سے دسترخوان لگانے کو کہا۔ جب دسترخوان لگ

گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ اس اللہ کی حمد ہے جس نے ہر ایک چیز کی ایک حد مقرر فرمائی ہے۔ حتیٰ کہ اس دسترخوان کی

مجھا حد ہے۔

عمر ابن ذر نے کہا۔ اس دسترخوان کی کیا حد ہے۔

آپ نے فرمایا۔ دسترخوان کی حد یہ ہے کہ جب لگایا جاتا ہے تو بسم اللہ پڑھی جاتی ہے۔ اور جب اٹھایا جاتا ہے

تو الحمد شکر کی جاتی ہے۔

جب کھانا ختم ہوا تو آپ نے فرمایا۔ پانی پلا۔ جب غلام نے صراحی سامنے رکھی تو آپ نے فرمایا۔ اس اللہ کی حمد

ہے جس نے اس صراحی کی حد مقرر کر دی ہے۔

عمر ابن ذر نے کہا۔ اس صراحی کی کیا حد ہے۔

آپ نے فرمایا اس کی حد یہ ہے کہ جب انسان منہ لگاتا ہے تو بسم اللہ پڑھتا ہے اور جب پی لیتا ہے تو الحمد للہ کہتا ہے۔ پھر سب خاموش ہو کر بیٹھے رہے۔

بالآخر امام باقر نے سکوت توڑا اور فرمایا۔

اے فرزند ذر ہمارے جو آثار تم تک پہنچے ہیں ان میں سے کچھ تو ہمیں بھی سناوے۔

عمر ابن ذر نے عرض کیا۔ ہاں تبارک و تعالیٰ نے نبوی ہے۔ انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی

اہلبیتی ان تمسکتو بهما لن تضلوا بعدی حتی یرد اعلیٰ الخوض۔

آپ نے فرمایا۔ اے فرزند ذر کیا یہ حدیث صحیح ہے؟

عمر ابن ذر نے کہا۔ بالکل صحیح ہے۔

آپ نے فرمایا اب بھلا بتا۔ اگر قیامت کے دن نبی اکرمؐ تم سے پوچھے کہ جو دو چیزیں میں چھوڑ کے آیا تھا۔

ان سے تم نے کیا سلوک کیا؟

تو کیا جواب دو گے۔

میں نے دیکھا۔ عمر ابن ذر کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور اس نے کہا تبندہ! اس کے سوا ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔ قرآن کو

پھاڑ دیا تھا اور آپ کی ذریت کو قتل کر دیا تھا۔

آپ نے فرمایا۔ اے فرزند ذر۔ قیامت میں انسان سے صرف تین سوال کیے جائیں گے۔

و۔ عمر کس میں گزاری ہے؟

ب۔ دولت کہاں سے لی تھی اور کہاں خرچ کی تھی۔

ج۔ کمال حشر سے محبت رکھی تھی یا نہیں۔

اس کے بعد وہ لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور اجازت لیکر باہر چلے گئے۔

امام باقر نے غلام سے فرمایا۔

فرا جا کر اس باہر کیا تبصرہ کرتے ہیں۔

غلام نے واپس آ کر بتایا۔ کہ عمر ابن ذر کے ساتھ اسے طاعت کر رہے تھے کہ تو ہمیں کس لیے لایا تھا۔ اور یہاں کیا

کرتا رہا۔ تو نے تو ایک سوال بھی نہیں پوچھا۔

عمر ابن ذر نے کہا۔ بھلا میں اس شخص سے کیا سوال کرتا جس کا علم اتنا زیادہ ہے کہ وہ دسترخوان اور پاتی کی

حدود بھی جانتا ہے۔ اور جس نے ہمیں بتا دیا ہے کہ قیامت کے دن میری ولایت کا سوال تم سے اللہ کے گا۔

شامی عالم

روضۃ الکافی میں محمد بن عظیمہ سے مروی ہے کہ امام باقر کے پاس شام سے ایک عالم آیا اور اس نے کہا۔
اے فرزند رسول! ایک مسئلہ نے بڑا الجھا دیا ہے۔ تین آدمیوں سے سوال کیا ہے ہر ایک کا جواب دوسرے سے
مختلف ہے۔

امام باقر نے فرمایا کیا بات ہے۔

شامی نے کہا۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اللہ نے مخلوق میں سے سب سے پہلے کیا چیز خلق کی ہے۔ بعض نے
بتایا ہے کہ۔

اللہ نے سب سے تقدیر کو پیدا کیا ہے۔

بعض کا نظریہ ہے کہ اللہ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا ہے۔

اور بعض کہتے ہیں کہ مخلوق اولیٰ روح ہے۔

آپ نے فرمایا۔ سب سے پہلے اللہ نے اس ہستی کو پیدا کیا ہے۔ جس سے ہر شے پیدا ہوئی ہے۔ ارشاد
قدرت ہے۔

جعلنا من الماء کل شیء حی۔ ہم نے ہر زندہ شیء کو پانی سے پیدا کیا ہے۔

ہر شیء کو اللہ نے پانی سے منسوب کیا ہے۔ لیکن پانی کو کسی شیء سے منسوب نہیں فرمایا۔

پانی کے بعد اللہ نے ہوا کو پانی سے پیدا کیا ہے۔ پھر ہوا کو پانی پر مسلط کیا ہے۔ ہوائے پانی کو بھی
شکاف کیا۔

جس سے جھاگ پیدا ہوئی۔

جھاگ سے اللہ نے زمین کو پیدا کیا۔

زمین کو پانی پر ٹھہرایا۔

پھر پانی ہی سے آگ پیدا کی۔

آگ نے پانی کی سطح کو شکاف نہ کیا۔ اور بھاپ پیدا ہوئی۔ اللہ نے اس بھاپ سے آسمان بنائے۔ آسمان کو

زمین کے اوپر سائبان کی طرح تن دیا۔ پھر اللہ نے آسمان و زمین میں تقدیم و تاخیر کی نسبت یوں بتائی والارض بعد

ذٰلک وحاھا اس کے بعد زمین کو بچھایا۔

شامی نے عرض کیا۔ اللہ نے فرمایا ہے۔ زمین و آسمان لبتہ تھے۔ پھر ہم نے انہیں کھولا۔ اور اسل کا کیا
 معنی ہوگا۔

آپ نے فرمایا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ آسمان سے بارش نہیں برستی تھی۔ اور زمین سے کچھ اگتا نہیں تھا۔
 آسمان سے بارش اور زمین میں قوت روئیدگی پیدا کرنے کا نام فتح ارض و سما ہے۔
 شامی نے کہا۔

اشهد انک من اولاد الانبیاء وان علمک علمہم۔
 میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ اولاد انبیاء سے ہیں۔ اور
 آپ کا علم علم انبیاء ہے۔

طاؤس یمانی

سرکارِ طبری نے احتجاج میں ابو بصیر سے روایت کی ہے کہ ایک دن امام باقر تشریف فرما تھے کہ طاؤس یمانی اپنی
 جمعیت کے ساتھ آیا اور۔

عرض کی۔ اگر اجازت ہو تو چند ایک سوال کروں؟

آپ نے فرمایا۔ پوچھ جو پوچھنا ہے۔

طاؤس نے کہا۔ نبی نوع انسان کی تہائی کب ختم ہوئی تھی؟

آپ نے فرمایا۔ تو بھول رہا ہے۔ پوچھنا چوتھائی کا چاہتا تھا اور سبقت لسانی کی وجہ سے تہائی کہہ رہا ہے۔

چوتھائی اس دن ختم ہوئی تھی جس دن قایل نے ہابیل کو شہید کیا تھا؟

طاؤس نے کہا۔ سچ فرمایا ہے آپ نے۔

یہ فرمائیں کہ ان دو میں سے نبی نوع انسان کسی کی اولاد ہیں؟

آپ نے فرمایا۔ اپنی نوع انسان ان دونوں میں سے کسی کی اولاد نہیں ہیں۔ چنانچہ نوع انسان جناب شیت کی

اولاد ہیں۔

طاؤس نے کہا۔ آدم کو آدم کیوں کہا جاتا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ چونکہ آدم کی مٹی نیچلی زمین کی اور پر والی سطح سے لی گئی تھی۔ اور اسے ادم کہا جاتا ہے۔ اس

یہ آدم کو آدم کہا گیا ہے۔

طاؤس نے کہا: ابلیس کو ابلیس کیوں کہا گیا ہے۔

آپ نے فرمایا: ابلیس کا معنی مایوس ہونا ہوتا ہے۔ چونکہ ابلیس ہمیشہ کے لیے رحمت خدا سے مایوس ہو گیا ہے۔

اس لیے اسے ابلیس کہا گیا ہے۔

طاؤس نے کہا: جنوں کو جن کیوں کہا جاتا ہے۔

آپ نے فرمایا: جن کا معنی پوشیدہ ہو جانا ہوتا ہے۔ چونکہ یہ مخلوق نظروں سے پوشیدہ ہے اس لیے اسے جن کہا جاتا ہے۔

طاؤس نے کہا: سب سے پہلا جھوٹ کونسا تھا؟

آپ نے فرمایا: سب سے پہلا جھوٹ ابلیس نے اس وقت بولا تھا۔ جب اس نے سجدہ آدم سے انکار کے جواب میں کہا تھا کہ۔

میں آدم سے بہتر ہوں کیونکہ میری تخلیق آگ سے ہے اور آدم کی مٹی سے ہے۔

طاؤس نے کہا: وہ کون لوگ ہیں جنہوں نے شہادت تو سچی دی تھی لیکن جھوٹے تھے۔

آپ نے فرمایا: یہ وہ منافق ہیں جنہوں نے نشہ ہد انک لرسول اللہ - کہا تھا۔ لیکن اللہ نے فرمایا ہے کہ شہادت کے الفاظ تو ان کے حق میں لیکن چونکہ ان کا عقیدہ نہیں ہے اس لیے جھوٹ بول رہے ہو۔

طاؤس نے کہا: وہ کونسا پرندہ ہے۔ جو صرف ایک مرتبہ اٹا ہے نہ اس سے پہلے کبھی اٹا تھا نہ بعد میں اٹا ہے۔

آپ نے فرمایا: یہ کرہ طور ہے۔ جب اسے اللہ نے نبی اسرائیل کے سروں پر بلند کیا تھا۔ اور زمین سے پرواز کر کے ہوا میں آیا تھا۔

پھر ان کے توبہ کرنے کے بعد اپنی جگہ پروا پس آ گیا تھا۔

طاؤس نے کہا: قرآن میں وہ کون سا رسول ہے جسے اللہ نے بھیجا ہو۔ لیکن وہ نہ جنوں سے تھا نہ انسانوں سے تھا اور نہ ملائکہ سے تھا۔

آپ نے فرمایا: یہ وہ کوہ ہے جسے اللہ نے قابیل کے سامنے اس وقت بھیجا تھا جب وہ قتل بائبل کے بعد لاش اٹھائے پھر ہاتھ اور اسے چھلنے کی جگہ نہیں مل رہی تھی۔ تو اللہ نے کوہ کو بھیجا جس نے دوسرے کوہ کو مارا اور مار کر اسے زمین میں پھیلا دیا۔

طاؤس نے کہا: وہ کون ہے جس کا اللہ نے قرآن میں ذکر کیا ہے۔ اس نے اپنی قوم کو ہدایت کی ہے لیکن نہ جس سے پہلے نہ انسان ہے اور نہ ملائکہ سے ہے؟

آپ نے فرمایا: یہ وہ کوہ ہے جسے اللہ نے قابیل کے سامنے اس وقت بھیجا تھا جب وہ قتل بائبل کے بعد لاش اٹھائے پھر ہاتھ اور اسے چھلنے کی جگہ نہیں مل رہی تھی۔ تو اللہ نے کوہ کو بھیجا جس نے دوسرے کوہ کو مارا اور مار کر اسے زمین میں پھیلا دیا۔

طاؤس نے کہا: وہ کون ہے جس کا اللہ نے قرآن میں ذکر کیا ہے۔ اس نے اپنی قوم کو ہدایت کی ہے لیکن نہ جس سے پہلے نہ انسان ہے اور نہ ملائکہ سے ہے؟

آپ نے فرمایا: یہ وہ کوہ ہے جسے اللہ نے قابیل کے سامنے اس وقت بھیجا تھا جب وہ قتل بائبل کے بعد لاش اٹھائے پھر ہاتھ اور اسے چھلنے کی جگہ نہیں مل رہی تھی۔ تو اللہ نے کوہ کو بھیجا جس نے دوسرے کوہ کو مارا اور مار کر اسے زمین میں پھیلا دیا۔

آپ نے فرمایا۔ یہ وہ چیونٹی ہے جس نے اپنی قوم کو اس وقت جناب سلیمان کے لشکر سے ڈرایا جب آپ کہتے تھے اللہ نے اس چیونٹی کا تذکرہ قرآن میں کیا ہے۔
طاؤس نے کہا۔ قرآن میں ایسی کون سی شے ہے جس پر تمہارا مذہب گئی ہو اور وہ نہ قوم جن سے ہو نہ انسان سے اور نہ ملائکہ سے۔

آپ نے فرمایا۔ یہ وہ بھیڑیا ہے جس پر فرزند لیلان یعقوب نے اس وقت تمہارا لشکر لگائی تھی جب وہ یوسف کو کنوئیں میں ڈال کر۔ اس کی قمیص پر جھوٹا خون لگا کر جناب یعقوب سے کہا تھا کہ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا ہے۔

طاؤس نے کہا۔ قرآن میں وہ کون سی شے ہے جو کم ہو یا زیادہ ہر دو صورتوں میں حرام ہے۔

آپ نے فرمایا۔ یہ جناب طاہر کی وہ نہر ہے۔ جب آپ جلالت کے مقابلہ میں بارہے تھے۔ اور اس نہر سے گزرے تو آپ نے اپنی فرج سے کہا تھا کہ اس سے پانی پینا خواہ تھوڑا یا بہت حرام ہے۔

طاؤس نے کہا۔ وہ کونسی صلوات ہے جو واجب بھی ہے اور بلا ضرورت بھی جاسکتی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ یہ محمد و آل محمد پر درود ہے۔ واجب بھی ہے اور بلا ضرورت بھی جاسکتی ہے۔

طاؤس نے کہا۔ وہ کونسا روزہ ہے۔ جس میں کھانے پینے کی پابندی نہ ہو۔

آپ نے فرمایا۔ یہ روزہ صرف اور صرف ایک تھا اور وہ تھا جب جناب عیسیٰ کی ولادت ہوئی تو جناب مریم نے

اپنی قوم سے کہا تھا کہ۔

میں نے آج اللہ کی منت ماننی ہے کہ کسی انسان سے بات نہیں کروں گی۔

طاؤس نے کہا۔ وہ کون سی شے ہے جو گھٹی بھی ہے اور بڑھتی بھی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ چاند۔

طاؤس نے کہا۔ وہ کونسی شے ہے جس میں اضافہ ہوتا ہے لیکن کمی نہیں ہوتی؟

آپ نے فرمایا۔ سمندر۔

طاؤس نے کہا۔ وہ کون سی شے ہے جس میں کمی ہوتی ہے لیکن اضافہ نہیں ہوتا۔

آپ نے فرمایا۔ عمر۔

ابو حنیفہ اور امام باقرؑ

شرح بیچ اہل سنت میں ابو القاسم سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ابو حنیفہ امام باقرؑ کے پاس آیا۔ آپ اس وقت مسجد میں بیٹھے تھے۔

ابو حنیفہ نے کہا۔ کیا میں آپ کے پاس بیٹھ جاؤں۔

امام باقرؑ نے فرمایا۔ تو معروف آدمی ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ تو میرے حلقے میں بیٹھے۔

ابو حنیفہ بیٹھ گیا۔ اور

کتنے لگا۔ کیا آپ امام ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ نہیں تو

ابو حنیفہ نے کہا۔ کو فرمادے کہتے ہیں کہ آپ امام ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ پھر میں کیا کر سکتا ہوں۔

ابو حنیفہ نے کہا۔ آپ انہیں لکھ کر بتادیں کہ۔

میں امام نہیں ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ اگر وہ نہ مانیں تو؟

ابو حنیفہ نے کہا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ آپ کی بات نہ مانیں گے۔

آپ نے فرمایا۔ وہ تو غائب ہیں۔ حاضر کو دیکھ کر غائب پر استدلال کیا جا سکتا ہے۔ آپ بھی اہل کو فر

سے ہیں۔

آپ نے مجھ سے بیٹھنے کی اجازت مانگی میں نے نہ دی۔ لیکن آپ پھر بھی بیٹھ گئے۔ جب آپ حاضر ہیں اور آپ

میری بات نہیں مانتے تو وہ جو غائب میں کیسے مانیں گے۔

عبد اللہ ابن معمر لیشی

کشف الغمہ میں منقول ہے کہ ایک مرتبہ عبد اللہ ابن معمر لیشی نے امام باقر سے کہا۔
میں نے سنا ہے آپ جو ازنتہ کے قائل ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ جسے اللہ نے حلال کیا ہے۔ نبی اکرمؐ نے پہنچایا ہے۔ اور صحابہ نے عمل کیا ہے۔ میں کیسے اسے
حرام کہہ سکتا ہوں۔

عبد اللہ نے کہا۔ عمر تو نے منع کیا تھا؟

آپ نے فرمایا۔ ٹھیک ہے تو اپنے مولیٰ کے قول پر قائم رہ اور میں اپنے مولیٰ کے قول پر پابند رہوں۔

عبد اللہ نے کہا۔ اگر آپ کی عورتیں یہ کام کریں تو کیا آپ پسند کریں گے۔

آپ نے فرمایا۔ بھنڈہ خدا! بات میری عورتوں یا آپ کی عورتوں کی نہیں ہے۔ بات اس کی ہے جو تجھ سے
اور نتع کو منع کرنے والے سے زیادہ چھوڑے ہے جب اس نے اسے حلال کیا ہے تو پھر ہم حرام کرنے والے کون
ہوتے ہیں۔

کیا تو دینہ کے جولاہوں میں سے کسی جولاہے کو رشتہ دے گا؟
عبد اللہ نے کہا۔ ہرگز نہیں۔

آپ نے فرمایا۔ کیوں یہ تو دائمی نکاح کی بات ہے۔

تو کیوں حلال خدا کو حرام کر رہا ہے۔

عبد اللہ نے کہا۔ میں حلال کو حرام نہیں کر رہا۔ جولاہے میرا کفو نہیں ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ کمال ہے تیرے تدبیر پر۔ اگر دینہ کا جولاہا نیک ہو۔ صالح ہو۔ اور اس کا خاتمہ باخیر ہو تو
اللہ اسے عور میں سے شادی کرانے گا۔ اللہ نے جسے عور میں کا کفو قرار دیا ہے تو اپنی جھوٹی قومیت میں تکبر اور سرکشی
کی بدولت اسے کفو نہیں سمجھتا۔

عبد اللہ نے کہا۔ واقفا آپ لوگوں کے دل علم کی کان ہیں۔ اور علم کے نفع بخش میوہ جات الہی کے دلوں میں
درخت پر لگا سکتے ہیں۔

مختلف مسائل کے جواب

۱۔ شراب :-

فروع کافی ہیں اما اہل کاتب سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ امام باقرؑ مسجد الحرام میں تشریف فرما تھے کہ قریش کے چند افراد نے آپ کو مسجد میں بیٹھے دیکھا۔ آپ کے گرد کافی لوگ تھے۔

قریشوں نے پوچھا۔ یہ کون بیٹھا ہے۔

انہیں بتایا گیا۔ فرزند رسولؐ محمدؐ ابن علیؑ ہے۔

انہوں نے ایک جوان کو بھیجا کہ جا کر اس سے پوچھ۔ تمام گناہوں میں سے عظیم تر گناہ کون سا ہے؟

اس جوان نے آگرامام باقرؑ سے پوچھا۔ کہ گناہوں میں سے بڑا گناہ کون سا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ شراب خوری۔

اس نے جا کر بتایا۔

تو انہوں نے کہا۔ پھر جا کر پوچھ۔ اس نے دوسری مرتبہ آکر پوچھا۔

آپ نے فرمایا۔ شراب خوری۔

اس نے آکر بتایا۔

انہوں نے کہا۔ پھر جا۔ اور پوچھ۔ جب وہ تیسری آیا۔ اور پوچھا۔

آپ نے فرمایا۔ بیٹے! میں دوسرے کچھ بتا چکا ہوں کہ شراب خوری گناہوں کی بڑی ہے۔

شراب خوری سے فریاد پیدا ہوتا ہے۔

شراب خوری چوری کو جنم دیتی ہے۔

شراب خوری قتل پر آمادہ کرتی ہے۔

شراب خوری شرک پر مائل کرتی ہے۔

جس طرح مادر شراب انگور کی بیل پودے سے درخت پر چھنا جاتی ہے۔ اسی طرح شراب تمام گناہوں کو جنم

دیتی ہے۔

۲۔ دنیا میں اندھا آخرت میں بھی اندھا ہوگا :-

اجتہاج میں محمد بن مسلم سے مروی ہے کہ ایک شخص امام باقر سے اس آیت کی تفسیر پوچھی ۔
 من کان فی الدنیا اعمیٰ فہو فی الآخرة
 جو دنیا میں اندھا ہوگا۔ وہ آخرت میں بھی اندھا ہی
 رہے گا۔
 اعمیٰ -

آپ نے فرمایا۔ ایت میں اندھے سے مراد بصارت کی عدم موجودگی نہیں بلکہ بصیرت کا نہ ہونا ہے۔ یعنی جو شخص
 تخلیق ارض و سما گردش لیں و نہار۔ اور ان جیسی دیگر تمام آیات الہیہ کو دیکھ کر اللہ کو نہیں دیکھ سکتا۔ اس سے بڑھ کر
 دنیا میں کون اندھا ہوگا۔

اور جو شخص یہاں اور اک توحید سے بے بہرہ اور اندھا ہوگا۔ ظاہر ہے وہ قیامت میں بھی اندھا ہی محسوس
 ہوگا۔

۳۔ رویت باری :-

اجتہاج میں سنان سے مروی ہے کہ ایک خارجی امام باقر کے پاس آیا اور کہنے لگا۔
 آپ کس کی عبادت کرتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ اللہ کی۔

اس نے کہا۔ کیا آپ نے اللہ کو دیکھا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ ہاں چشم بصارت سے نہیں نگاہ بصیرت سے دیکھا ہے۔ چشم ایمان سے دیکھا ہے۔ اس کی
 معرفت کسی قیاس سے نہیں ہوتی۔ جو اس سے ماوراء ہے۔ مخلوق کے مشابہ نہیں ہے۔ اور تمام آیات الہیہ اس کی
 دلیل ہیں۔

وہ کبھی اپنے فیصد میں کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ اور وہی لاشریک ہے۔

وہ شخص یہ سن کر حیران ہوا۔ اور کہنے لگا۔

واقعاً آپ لوگ ہی اس مسند کے اہل ہیں۔

۴۔ جناب حسین انصوری کے صلیبی فرزند ہیں :-

روضۃ الکافی ابو الجارود سے مروی ہے کہ میں ایک دن امام باقر کی خدمت میں آیا۔

آپ نے فرمایا۔ ابو الجارود یہ لوگ جناب حسین کے متعلق کیا کہتے ہیں۔

میں نے عرض کیا۔ قبذہ انہیں فرزند رسول تسلیم نہیں کرتے۔

آپ نے فرمایا۔ تم کیا جواب دیتے ہو؟

میں نے عرض کیا۔ ہم آیات قرآن میں حضرت عیسیٰ کا ذریت نوح سے ہونا اور ایسے مباہلہ پیش کرتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ اس کے جواب میں وہ کیا کہتے ہیں۔

میں نے عرض کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ بیٹی کی اولاد بعض اوقات اولاد کہی جاتی ہے۔ لیکن وہ صلیبی اولاد نہیں ہوتی۔

آپ نے فرمایا۔

ابو الجارود! میں تجھے آج ایک ایسی آیت کی طرف متوجہ کرتا ہوں کہ اگر وہ اسے تسلیم کر لیں گے تو انہیں انا پڑے گا

کہ جناب حسنین انحضرت کے صلیبی فرزند ہیں۔ اور اگر وہ نہ انہیں گے تو انہیں آیت سے انکار کرنا پڑے گا۔ اور جب آیت سے

انکار کریں گے تو کافر ہو جائیں گے۔

میں نے عرض کیا۔ قید فرمائیے۔

آپ نے یہ آیت پڑھی۔ حرمت علیکم امہاتکم وبناتکم و اخواتکم سے وولاتن انیا تکم الذین من اصلائکم

تک پڑھی اور فرمایا۔ ان سے پوچھ۔

آیت میں جن عورتوں سے نکاح کو حرام قرار دیا گیا ہے ان میں صلیبی بیٹے کی بیوی سے نکاح باپ کیلئے حرام فرمایا

گیا ہے۔

اب بتاؤ کہ جناب حسنین میں سے کسی کی بیوی سے انحضرت نکاح کر سکتے ہیں؟

اگر وہ ان کریں گے تو کافر ہو جائیں گے اور اگر

انہ کریں گے تو انہیں ماننا ہوگا کہ جناب حسنین انحضرت کے صلیبی بیٹے ہیں۔

۵۔ وفات جناب محمد حنیفہ

بجاریں مروی ہے کہ کیسانہ میں سے ایک شخص نے امام باقر کے ساتھ جناب محمد حنیفہ کی زندگی پر گفتگو کی۔

آپ نے فرمایا۔ تم لوگوں نے یہ کیا حماقت کر رکھی ہے۔

جناب محمد ہمارے گھر کے فرد تھے یا آپ کے گھر کے۔

اس نے کہا۔ آپ کے گھر کے۔

آپ نے فرمایا۔ پھر ہمیں زیادہ معلوم ہونا چاہیے یا آپ کو؟

اس نے کہا۔ آپ کو۔

آپ نے فرمایا۔ مجھے میرے باپا نے بتایا تھا کہ میں محمد حنیفہ کے غسل کھن۔ تجھیز اور نماز جنازہ اور تدفین تک

تمام مراحل میں موجود رہا ہوں۔

اس نے کہا: آپ کے والد کو اسی طرح اشتباہ ہوا ہو گا جس طرح یہودیوں کو حضرت عیسیٰ کے سلسلہ میں اشتباہ بھی ہوا تھا۔

آپ نے فرمایا: کیا تو اپنے اسی استدلال کا ثالث مان لے گا۔

اس نے کہا: مان لوں گا۔

آپ نے فرمایا: اگر تیرے اسی استدلال سے تیری تردید ہو جائے تو پھر اپنے اس غلط عقیدہ کو چھوڑ دے گا اس نے کہا: چھوڑ دوں گا۔

آپ نے فرمایا: جب یہودیوں کو اللہ نے حضرت عیسیٰ کے متعلق قبلہ اشتباہ کیا تو یہودی حضرت عیسیٰ کے دوست تھے یا دشمن؟

اس نے کہا: دشمن تھے۔

آپ نے فرمایا: اب خود بتا کیا میرا والد محمد حنیفہ کا دوست تھا یا دشمن؟

اس نے کہا: دوست۔

آپ نے فرمایا: اشتباہ میں دوستوں کو ڈالا جاتا ہے یا دشمنوں کو؟

اس نے کہا: دشمنوں کو۔

آپ نے فرمایا: اب بتا اللہ کو کیا ضرورت تھی کہ میرے والد محمد حنیفہ کے دوست تھے کما اشتباہ میں

ڈالتا ہے۔

اس نے اسی وقت اپنے عقیدہ سے توبہ کر لی۔

زید ابن حسن اور امام باقرؑ:

جس طرح جناب عبد اللہ ابن عباس کو انحضرتؐ کے چچا زاد ہونے کے ناطے حضرت علیؑ کے مقابلہ میں حزب اقتدار نے لانے کی کوشش کی۔ یہی وجہ ہے کہ صحاح ستہ وغیرہ میں جناب ابن عباس سے امدیث بکثرت طبعی ہیں۔ حالانکہ انحضرتؐ کی وفات کے وقت جناب ابن عباس کی عمر حدود بیسک بھی نہیں پہنچی تھی۔

لیکن جناب ابن عباس اس چیز کو جان گئے تھے۔ اس لیے انہوں نے کبھی بھی حضرت علیؑ کے سامنے آنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

بالکل اسی طرح جب سلسلہ امامت فریت منگوم کر بلا میں چلا۔ اور واقعہ کربلا کے بعد اموی حکومت کی چولیں ہل گئیں جو روز بروز کمزور تر ہوتی چلی گئی تو اموی حکمرانوں نے بھی ہر دور میں ائمہ اہل بیت کے سامنے کسی نہ کسی کو لانے کی

کوشش ترک نہ کی۔

یہ لوگ اولاد امام حسنؑ کو ہمیشہ اس بات پر اسکتے رہتے تھے کہ تم لوگ علیؑ کے بڑے بیٹے حسن کی اولاد ہو امامت تمہارا حق تھی۔

جب کہ امام حسینؑ کی اولاد مدعی امامت بنی رہتی ہے۔ تم خاموش رہتے ہو۔

جناب سجادؑ کی زندگی تک ان لوگوں نے اولاد حضرت علیؑ کو سامنے کرنے کی کوشش کی۔ سرکاری پروپیگنڈہ بھی کیا جاتا تھا۔ شیعیان آل محمدؑ کو تقسیم کرنے کی خاطر حکومت خرچ بھی کرتی تھی۔ مقصد یہ تھا کہ جو لوگ ہمیں نہیں مانتے چلو نہ مانیں خود بھی تو ایک سیٹھ پر جمع نہ ہوں۔

اموی کوششوں نے مظلوم کربلا کے بعد پہلے تو جناب محمد زینہ کو سامنے لانے کی کوشش کی۔ لیکن جب ان کی طرف سے ناکام ہو گئے تو پھر شیعوں کو آگے بڑھا دیا۔ ہر دور میں ادھر ہر قوم میں ایسے سادہ لوح افراد مل جاتے ہیں۔ جو معمولی سی کوشش سے پھرتے اور ہٹکتے جاتے ہیں۔ چنانچہ کچھ لوگوں نے جناب محمد کو از خود امام کہنا شروع کر دیا۔ بالآخر جناب محمدؑ نے جناب سجاد سے معذرت کی۔ جناب سجاد کے حالات میں سابقا سحر امود کا واقعہ گزر چکا ہے یوں جناب محمد کے خلوص اور ان کے تدبیر نے اس اموی چال کو ناکام بنا دیا۔

ابنہ جناب باقر کے زمانہ میں اولاد امیر المومنینؑ چونکہ ذریعہ تھی۔ اور اولاد امام حسنؑ ہو گئی تھی۔ اس لیے اموی نمک خواروں نے سادات بنی فاطمہ اور شیعیان آل محمدؑ کو تقسیم کرنے کی خاطر اولاد امام حسن کو آگے کیا۔ زیادہ تو کامیاب نہ ہو سکے۔

لیکن کچھ نہ کچھ کامیابی ہو گئی۔

اور زید ابن حسنؑ اموی ایجنٹوں کے جال میں پھنس گئے۔

زید نے امام باقر سے اس بات پر نزاع شروع کر دی کہ ہمارا بھی میراث رسول میں حصہ ہے۔ لہذا تبرکات انبیاء میں سے بالعموم اور تبرکات نبی اکرم سے بالخصوص ہمیں نصف دے دو۔

زید نے قاضی کی عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا۔ امام باقر نے اپنے بھائی زید کو اپنی طرف سے نمائندہ بنا کر عدالت میں بھیجا۔

دوران گفتگو زید ابن حسنؑ نے جناب زید ابن علیؑ سے کہا۔

آپ سندھی ماں کے بیٹے ہیں۔

چونکہ جناب زید ابن علیؑ کا والدہ سندھ سے تھیں۔ اس لیے زید ابن حسنؑ نے اسی مناسبت سے کہا تھا۔

جناب زید ابن علیؑ نے کوئی جواب نہ دیا۔

صرف اتنا کہا کہ آپ میرے محترم اور بزرگ ہیں۔ آپ نے بلاوجہ میری ماں کا نام لیا ہے۔ جس کا تعلق ہمارے اس

نزاع سے نہیں تھا۔ اس لیے میں قسم کھاتا ہوں کہ آپ سے اس سلسلہ میں کوئی گفتگو نہیں کروں گا۔ یہ کہہ کر واپس چلے آئے اور امام باقر کو سب کچھ بتایا۔

اس کے بعد امام باقر خود حاضر عدالت ہوئے۔

اور آپ نے زید بن حسن سے فرمایا۔

آپ نے اپنی بیٹی میں جو چھری چھپا رکھی ہے۔ اگر وہ میرے برحق ہونے کی شہادت دے دے تو تو مان جائے گا۔

آپ نے فرمایا زید نے کہا ہاں مان جاؤں گا۔

اَيْتُهَا النَّسْكِينَةُ بِاللّٰهِ عَلَيْكَ الْظُّقَى - اے چھری تجھے اللہ کی قسم! بول۔

زید کی بیٹی سے چھری زمین پر گرئی۔ اور اس نے توحید رسالت اور ولایت کی شہادت دینے کے بعد کہا۔

يَا زَيْدُ اَنْتَ ظَالِمٌ وَمُحَمَّدٌ ابْنُ عَلِيٍّ اَحَقُّ مِنْكَ بِمِيْرَاتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ - اے زید تو ظالم ہے اور میراث رسول کی نسبت سے محمد بن

علیٰ تجھ سے زیادہ حقدار ہیں۔

پھر آپ نے فرمایا۔ جس پتھر پر ہم دونوں کھڑے ہیں۔ اگر یہ پتھر میرے حقدار ہونے کی گواہی دے دے تو پھر

تو مان جائے گا۔

زید نے کہا۔ مان جاؤں گا۔

آپ نے پتھر سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

اَيْهَا الْمَجْدُ بِاللّٰهِ عَلَيْكَ اَنْطِقْ وَقُلْ مَا تَعْلَمُ - اے پتھر تجھے اللہ کی قسم بول اور جو تو جانتا ہے۔ وہ

بتا دے۔

پتھر زید کے قدموں میں لرزا۔ شہادت توحید رسالت اور ولایت دینے کے بعد کہا۔

يَا زَيْدُ اَنْتَ ظَالِمٌ وَمُحَمَّدٌ ابْنُ عَلِيٍّ اَحَقُّ مِنْكَ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ كُنْتَ زَيْلًا حَقْدَارٌ مِنْ جَيْبِ جَنْبِئِكَ - اے زید آپ ظالم ہیں اور محمد بن علیٰ ان چیز کے زیادہ حقدار

ہیں جس کا تو ان سے مطالبہ کر رہا ہے۔

پھر آپ نے فرمایا۔ اچھا جو سامنے یہ درخت کھڑا ہے اگر یہ میرے برحق ہونے کی شہادت دے دے تو تو

مان جائے گا۔

زید نے کہا۔ مان لوں گا۔

آپ نے درخت کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔

اَيْتُهَا الشَّجَرَةُ بِاللّٰهِ عَلَيْكَ اَنْطِقِي وَقُولِي مَا تَعْلَمِيْنَ - اے درخت تجھے اللہ کا واسطہ بول اور جو جانتا ہے

بیان کر۔

درخت نے اپنی جگہ چھوڑی امام باقر کے قریب آیا۔ توحید رسالت اور ولایت کی شہادت کے بول کر کہا۔
یا زید انت ظالم والحق مع محمد ابن علیؑ۔ اسے زید کا یہ ظالم بنی جن محمد ابن علی کے ساتھ ہے۔
ان میں مجیزانہ شہادتوں کے بعد زید کے پاس نزاع کا کوئی جواز نہ رہا تھا۔ فیصلہ ہو گیا۔ عدالت سے باہر
آگئے۔

زید وہاں سے سیدھا ہشام کے پاس گیا اور اس سے کہا۔
مدد ہوگئی ہے تمہاری مملکت میں جادوگر رہتے ہیں اور تم نے کبھی اس طرف توجہ ہی نہیں دی۔
ہشام نے کہا۔ کون جادوگر ہے۔
زید نے امام باقر کے متعلق سب کچھ سنا کر کہا۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں محمد آپ کی حکومت کے لیے خطرہ نہ
بن جائے۔

یہ وہ نازک جملہ تھا جس سے ہر حکمران پھٹک اٹھتا ہے۔ ہشام کیسے پر سکون رہ سکتا تھا۔
ہشام نے کہا۔ دیکھو زید۔ ہم پہلے ہی کربلا کے واقعہ سے کافی بدنام ہو چکے ہیں۔ میں تو محمد کو قتل نہیں ہی
کروں گا۔

اگر میں اسے گرفتار کر کے یہاں بلا لوں تو قتل کرے گا۔
زید نے کہا جب تو حکمران ہو کر قتل نہیں کر سکتا تو پھر میں کیسے قتل کر سکتا ہوں۔ ویسے اگر تو قتل نہیں کر سکتا
تو کم از کم اسے نظر بند تو کر سکتا ہے۔ تاکہ تیری حکومت کسی متوقع خطرہ سے محفوظ رہے۔
ہشام نے کہا تیرا یہ مشورہ مناسب ہے۔
چنانچہ ہشام نے اپنے گورنر زید کو اس کا مات جلدی کر دیئے۔
جواب میں والی مدینہ نے لکھا۔

آپ کو معلوم ہے کہ ہم حکم کے بندے ہیں۔ جیسے حکم ہوگا پابندی کریں گے اور تمہیں میں کوتاہی نہیں ہوگی۔ محمد ابن علی سے
میں مطمئن ہوں وہ کہیں نہیں جائے گا۔ مدینہ ہی میں ہے اور میری نظروں میں ہے۔ چونکہ ہم آپ کے نیک خوار ہیں اس لیے
ہمارا فرض ہے کہ آپ کو ہر بات سے آگاہ کر دیا جائے۔

جہاں تک میں سمجھتا ہوں آپ کے پاس زید ابن حسن پہنچ گیا ہے۔ اور آپ اسی کو استعمال کر رہے ہیں۔
زید ابن حسن کا مدینہ میں نہ اپنوں میں کوئی مقام ہے نہ بیگانوں میں۔ وہ احساس کمتری کا شکار ہے۔ اس کا
خیال یہ ہے کہ اگر محمد ابن علی سامنے سے بٹ جائے تو شاید شیعیان آل محمد اس کے قدموں میں گر
جائیں گے۔

لیکن آپ کو معلوم ہے کہ شیعیان آل محمد کتنے سخت جان ہیں۔ اموی حکومت کی کتنی سختیاں جھیل رہے ہیں

مگر بایں ہمدردہ اموی حکومت کے سامنے آج تک نہیں جھکے۔ دولت اور تشدد کو وہ خاطر میں ہی نہیں لائے
محمد بن علی کے پاس وہ سب کچھ ہے جو اس قوم کے افراد کو مطلوب ہوتا ہے۔ محمد بن علی اس وقت میرے خیال
کے مطابق روئے ارض پر سب سے زیادہ زاہد، متقی، پرہیزگار، عابد رات مصلیٰ پر گزارنے والا۔ اور دن روزہ سے
بتانے والا واحد وہ فرد ہے جس کے پاس دولت و عمل کے علاوہ علم رسول بھی ہے۔ اور یہی علم و عمل ہی ہے جو شیعیان
آل محمد کو اس کی طرف کھینچتا ہے۔ اور جس کے مقابلہ میں شیعیان آل محمد اموی تشدد برداشت کر لیتے ہیں۔ اس
سے حکومت کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ میرے جانوس ہر وقت اس کی مصلحت میں موجود رہتے ہیں۔ مجھے پل پل کی خبر
ہوتی ہے۔

آپ زید بن حسن کو سمجھادیں کہ اگر محمد بن علی نظر بند بھی ہو جائے تو بھی شیعیان آل محمد اس کے پاس نہیں
آئیں گے۔

کیونکہ زید عظم و عمل ہر دو سے تھی دامن ہے۔
کہیں ایسا نہ ہو کہ اموی حکومت جسے کربلا اور کربلا کے بعد آل محمد سے تصادم نے کمزور سے کمزور تر کر دیا ہے
ہمارے اس اقدام سے اور کمزور ہو جائے۔

ویسے جو ہم حکم تعمیل ہوگی۔

میں جواب کے انتظار میں ہوں۔

جب عبد الملک کو خط ملا تو اس نے زید کو دکھایا۔

زید نے خط پڑھ کر کہا۔

آپ کے والی مدینہ کی باتیں سب درست ہیں۔ ویسے محمد کے پاس

انحصار کا اسلحہ۔ تلوار۔ ذرہ۔ انگوٹھی۔ موصا اور دوسرے تبرکات ہیں۔ اگر آپ کو مل جائیں تو کتنی خوش نصیبی
ہوگی۔

اگر محمد مدینہ سے انکار کرے تو اس سے آپ کے لیے اسے راستہ سے ہٹانے کا موقع بھی مل جائے گا۔

عبد الملک نے کہا یہ بات درست ہے۔

عبد الملک نے اپنے والی کو خط لکھا کہ محمد بن علی کو ایک لاکھ درہم دے دو اور اسے کہو کہ نبوی تبرکات آپ کے

حوالہ کر دے آپ وہ تمام چیزیں مجھے بھجو اید

والی مدینہ خط لے کر امام باقر کے گھر آیا۔

اور آپ کو وہ خط دکھایا۔

آپ نے فرمایا۔ مجھے چند دن کی مہلت دے۔

والی مدینہ نے مہلت دی ۔

امام باقر نے چند دن بعد مطلوب برسا مان تیار کر کے والی مدینہ کو دے دیا ۔

والی مدینہ نے شام بھجوا دیا

عبدالملک نے زید کو بلا کر دکھایا ۔

زید نے کہا ۔ ان میں سے کوئی چیز بھی نبوی تبرکات سے نہیں ہے ۔

عبدالملک نے والی مدینہ کو خط لکھا ۔

والی مدینہ وہ خط لے کر آپ کے پاس آیا ۔

آپ نے فرمایا عبدالملک سے کہہ دے میرے پاس اس کے سوا کچھ بھی نہیں ہے ۔ خواہ قبول کریں یا

نہ کریں ۔

والی مدینہ کا خط ملنے کے بعد عبدالملک نے زید کو گنتا کر کے مدینہ بھجوا دیا ۔ اور امام باقر کو لکھا کہ آپ کا

آمدنی آپ کے پاس آ رہا ہے ۔

اسے کچھ سکھائیں ۔

ساتھ ہی عبدالملک نے والی مدینہ کو زہر آلود زین بھجوائی ۔ کہ امام باقر کو کسی طریقہ سے اس پر ہی سوار

کرائیں ۔

والی مدینہ ابراہیم ابن ولید نے وہ زین گھوڑے پر کسوئی ۔ آپ کو دعوت دی ۔ آپ اس پر سوار ہوئے زہر

نے جسم پر اثر کیا ۔ گھر آ کر جب اترے تو صاحب فرماں ہو گئے ۔ تین دن تک صاحب فرماں رہے ۔ اور اس عالم نانی

سے رخصت ہو گئے ۔

آپ نے دم آخر وصیت فرمائی ۔

جعفر بیٹے میں اپنی فلاں اراضی دس برس کے لیے وقف کر رہا ہوں ۔ اس کی بعد آمدان توہر گھورتوں پر خرچ

کرتے رہنا ۔ جو میرے بعد دس برس تک مٹی میں میرے لیے عزاداری کریں ۔

امام محمد باقر کی اولاد

ارشاد شیخ مفید کے مطابق آپ کے پانچ فرزند اور دو بیٹیاں تھیں ۔

ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست

ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست

- ۱- امام جعفر صادق { ان دونوں کی والدہ جناب ام فروہ بنت قاسم ابن محمد ابن ابوبکر تھی۔ اس مجددہ کا نام فاطمہ تھا۔
- ۲- عبد اللہ اصفی
- ۳- عبد اللہ اصفی { یہ دونوں ام حکیم سے تھے
- ۴- ابراہیم
- ۵- علی
- ۶- ام سلمہ { ان کی والدہ کا نام مورخین کو نہیں مل سکا۔
- ۷- زینب



امام جعفر صادق علیہ السلام

تاریخ ولادت :- ۶ اربیع الاول ۸۳ھ بروز سوموار

شہادت :- ۱۵ شوال ۱۴۸ھ

مدفن :- جنت البقیع

امام زین العابدین اور امام محمد باقر کے ساتھ ۱۲ برس گزارے۔ یعنی امام زین العابدین کی شہادت کے وقت آپ کی عمر بارہ برس تھی۔

دادا امام زین العابدین کے ہمد۔ والد محرم امام باقر کے زیر سایہ ۱۹ برس گزارے۔ یعنی امام محمد باقر کی شہادت کے وقت آپ کا سن مبارک ۳۱ برس تھا۔

والد محترم امام محمد باقر کے بعد اپنا زمانہ امارت ۲۴ برس نصیب ہوا۔
عمر شریف :- ۶۵ برس

آپ کے زمانہ میں حکمران :-

- ۱۔ ہشام ابن عبد الملک کا آخری زمانہ۔
- ۲۔ یزید ابن عبد الملک ابن مروان ۔
- ۳۔ ولید ابن یزید ابن عبد الملک ابن مروان
- ۴۔ ابراہیم ابن ولید ابن یزید ابن عبد الملک ابن مروان
- ۵۔ مروان حمار ابن محمد
- ۶۔ ابوالعباس سفاح۔
- ۷۔ ابو جعفر منصور۔

یہ اموی حکمران تھے۔

یہ دونوں عباسی حکمران تھے۔ منصور ہی نے آپ کو زہر دیا
تھا جس سے شہادت ہوئی۔

وَلِي الْعَصْرِ ثَرْسُثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْسُثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْسُثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْسُثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْسُثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْسُثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْسُثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْسُثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْسُثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْسُثٌ

اصول کافی میں امام صادق سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میرے بابا نے میری والدہ سے فرمایا۔

یا ام فروہ اتی لا دعوا لله لمذنبی شیعتنا
 فی الیوم واللیلۃ العت مرق لان نحن فیما
 ینوبنا من المرزا یا نصبر علی ما نعلم
 من الثواب و هو یصبرون علی
 ما لا یعلمون۔
 اصول کافی میں جمیل ابن دراج سے روایت ہے ہمارے متعدد علمائے اسے روایت کیا ہے۔ کہ امام صادق نے فرمایا ہے۔

امام کے متعلق کوئی بات نہ کیا کرو۔ امام شکر مادی میں بات منقہ ہے
 جب اس دنیا میں آتا ہے تو تک اس کی دونوں آنکھوں کے
 باہن یہاں لکھتا ہے۔ ایک کلمہ خدا صدقات و عدالت سے
 مکمل ہو گیا ہے۔ کلمات خدا کو کوئی بھی تبدیل نہیں کر سکتا۔ اللہ
 سمیع و علیم ہے۔ جب امام منصب امامت پر فائز ہوتا ہے تو
 اللہ کی جانب سے ہر شے میں اس کے لیے ایک مینار نصب کر دیا
 جاتا ہے جس سے وہ تمام لوگوں کے اعمال کا مشاہدہ کرتا ہے۔

لا تتکلّموا فی الامام فان الامام یسمع
 الکلام وهو فی بطن امه فاذا وضعتہ
 کتب الملک بین عینینہ تمت کلمۃ
 ربک صدقا وعدلا لا ینبذ لکلمتہ
 واللہ السميع العلیم فاذا قام بالامر
 رفع له فی کل بلاد منار ینظر منہ
 الی اعمال العیاد۔

اصول کافی میں ذرہ سے مروی ہے کہ امام باقر نے فرمایا ہے۔

امام میں دس علامات ہوتی ہیں۔ ۱۔ ولادت پاک ہوتی ہے
 جب زمین پر آتا ہے تو تمھیلیوں کے بل ہو کر باوا بلند شہادتیں
 پڑھتا ہے۔ امام کو احتمام نہیں ہوتا۔ امام کی آنکھ مورتی سے
 اور دل جاگتا ہے۔ امام جہاں نہیں لیتا۔ انگوٹھی نہیں لیتا۔ جس
 طرح آگے دیکھتا ہے اسی طرح پشت پیچھے سے بھی دیکھتا ہے
 امام سے کتوری کی مانند خوشبو نکلتی ہے۔

للامام عشر علامات یولد مطہرا و اذا
 وقع علی الارض وقع علی راحیۃ رافعا
 صوتہ بالشہادتین لا یجنب۔ تنام
 عینہ ولا ینام قلبہ۔

اگر ذرہ رسول پینے تو اسے فطرتاً ہی ہے۔ اگر غیر امام
 ذرہ رسول پینے خواہ دراز قد ہو یا کوتاہ قد ایک باشت
 بڑھ جاتی ہے۔ ولادت سے بے کرم آنسو تک عالم ہوتا ہے۔

لا یتشاب۔ ولا یمطی ویری من خلفہ
 کما یری من قدامہ۔ بخرہ کراحتہ المساک۔
 اذا لبس درع رسول اللہ کانت علیہ وقفا
 واذا لبس غیرہ من الناس طویلہم و قصیرہم
 ذوات علیہ شبراً۔ وهو محدث الی ان تنقضی ایامہ۔

وَلِي الْعَصْرِ ثَرْسُثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْسُثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْسُثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْسُثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْسُثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْسُثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْسُثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْسُثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْسُثٌ

آپ کے اسمائے گرامی :-

نام :- جعفر
کنیت :- ابو عبد اللہ
ابو اسماعیل
ابو الخاس
ابو موسیٰ

القاب :-

صادق
ظاہر
قائم
کامل
منتجی
صابر
فاضل

بھاریں مروی ہے کہ ایک مرتبہ امام صادقؑ نے خریس کنانی سے پوچھا۔
آپ کے والد نے آپ کا نام خریس کیوں رکھا ہے۔

خریس نے کہا۔ یہ سوال میں بھی آپ سے کر سکتا ہوں کہ آپ کے والد نے آپ کا نام جعفر کیوں رکھا ہے۔
آپ نے فرمایا۔ میں تجھے بتاتا ہوں۔ تیرا والد جاہل تھا۔ اسے علم نہیں تھا۔ کہ خریس ابلیس کے ناموں میں سے
ایک ہے۔

میرا والد عالم تھا۔ اسے معلوم تھا کہ جعفر جنت میں ایک نہر کا نام ہے۔ تیرے والد نے تیرا نام خریس
رکھ کر اپنی جہالت کا ثبوت دیا ہے۔ اور میرے والد نے میرا نام جعفر رکھ کے اپنے علم کا ثبوت دیا ہے۔

نقش انگشتر :-

فروع کافی کے مطابق آپ کی انگوٹھی کا نقش یہ تھا۔ ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ۔

نص امامت بہ

اصول کافی میں ابو ابراہیم کافی سے مروی ہے کہ ایک دن میں امام باقرؑ کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ امام صادقؑ چلتے ہوئے آئے۔ آپ نے فرمایا۔

ابو ابراہیم میرا یہ بچہ ان افراد سے ہے جن سے اللہ نے وارث کتاب ہونے کا اور امام بنانے کا وعدہ فرمایا ہے۔

اصول کافی میں ہشام ابن سالم نے امام صادقؑ سے روایت کیا ہے کہ دم آخر میرے پدر بزرگوار نے مجھے وصیت فرمائی تھی۔

یا جعفر اوصیک باصحابی خیرا۔

قلت جعلت فداک واللہ لا اذعنتم
والرجل یکون منہم فی المصر۔

جاہلین یزید جعفری نے عرض کیا۔ آپ کے بعد قائم بالامر کون ہوگا۔
آپ نے امام صادقؑ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔
یہ قائم بالامر ہوگا۔

اصول کافی میں عبد اللہ بن علی سے مروی ہے کہ امام صادقؑ نے فرمایا ہے جب میرے والد کا وقت وفات قریب آیا تو انہوں نے مجھے فرمایا۔

جعفر! چند گواہ بلا کے لا۔

میں نے قریش سے چار افراد بلائے۔

ان میں عبد اللہ بن عمر ابن خطاب کا غلام مانع بھی تھا۔

آپ نے فرمایا۔ میری وصیت لکھنے۔

میں وہی وصیت کرتا ہوں جو جناب یعقوب نے اپنے بیٹوں کو کی تھی۔ اسلام کی حالت میں جان دینا۔

پھر فرمایا۔ محمد ابن علیؑ اپنے بیٹے جعفر کو وصیت کرتا ہے کہ

مجھے اسی چادر میں کفن دینا جس میں میں نماز پڑھتا رہا ہوں۔

مجھے عمامہ بھی بندھانا۔

میرے مزار کو مستطیل بنانا

میرے مزار کی بلندی چار انگلی رکھنا۔

کفن کی گریہ قبر میں اتارنے کے بعد کھول دینا۔
یہ وصیت لکھنے کے بعد آپ نے گواہوں کو جاننے کی اجازت دے دی۔ جب وہ باہر چلے گئے تو میں نے

عرض کیا۔

قبلہ! یہ امر ایسے توند تھے جن کے لیے گواہوں کی ضرورت محسوس ہوتی؟

آپ نے فرمایا۔ بیٹے! میں نے گواہ صرف اس لیے بلائے تھے تاکہ کل یہ لوگ کسی اور کو عہدہ امارت پر تیرے
مقابلہ میں لاکھڑا نہ کریں۔

بخاری میں محمد بن مسلم سے مروی ہے کہ میں امام باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اتنے میں امام صادقؑ اُٹھی آگئے
مکس تھے۔

سر پر چٹیا تھی۔ امام باقرؑ نے فرمایا۔

اے محمدیہ تیرا وہ امام جسے نبی اکرمؐ نے صادقؑ فرمایا ہے۔ اس کے شیعہ دینا اور آخرت میں منظور ہوں
گے۔ اور اس کے دشمن دنیا و آخرت میں ملعون ہوں گے۔ میرے بعد اس کی اقتدا کرنا۔ جو پوچھنا ہو اس سے
پوچھ لے۔

یہ سکر امام صادقؑ مسکرا دیئے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلیہ ہنسنا کہاں سے آتا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ اے فرزند مسلم عقل دل میں ہے۔ غم میں جگر میں ہوتا ہے۔ سانس پھیپھڑے سے پیدا ہوتا ہے
اور ہنسنائی سے برآمد ہوتا ہے۔

میں کہنے لگے۔ اس جواب پر اتنا متحیر ہوا کہ بے ساختہ اٹھ کر امام صادقؑ کا سر چوم لیا۔

امام مالک اور امام جعفر صادقؑ ہد

شیخ صدوق نے خصال میں محمد بن زیاد اذنی سے روایت کی ہے کہ۔ میں نے مالک بن انس فقہ اہل مدینہ سے
سنا ہے وہ کہہ رہا تھا۔

میں جب کبھی جعفر صادقؑ کے پاس گیا۔ وہ مجھے تکیہ دیتے تھے۔ میرا کافی احترام کرتے تھے۔ اور مجھے کہتے تھے
مالک مجھے تجھ سے محبت ہے۔

یہ سنکر میں بہت خوش ہو جاتا تھا۔ اور اللہ کی حمد کرتا تھا۔

میں نے ہمیشہ انہیں تین میں سے ایک حالت میں دیکھا ہے۔ یا وہ کھڑے ہوئے مصروف عبادت ہوتے یا بحالت روزہ
ہوتے۔ اور یاد ذکر خدا میں مصروف ہوتے۔

جعفر صادقؑ اپنے وقت کے عظیم تر زاہدوں اور ان علماء سے تھے جو ہر وقت خوف خدا سے لرزتے رہتے تھے بے شمار احادیث نبویہ کے حامل تھے۔ ان کی محفل میں بیٹھنے والا ہر شخص اپنی فکر کے مطابق کوئی نہ کوئی نائدہ یکسر ہی اٹھتا تھا۔

جب کبھی وہ قال رسول اللہ کہتے تھے۔ ان کی آنکھوں سے بیباختہ آنسو بہنے لگتے تھے۔

روضۃ الکافی میں حضرت ابن غیاث سے مروی ہے اس نے کہا میں نے امام صادقؑ کو کوفہ کے باغوں میں کچھ تلاش کرتے ہوئے دیکھا۔ بالاخر آپ ایک کھجور کے قریب آئے۔ وہاں کھڑے ہو کر انہوں نے دو رکعت نماز پڑھی۔ بعد میں بجدہ میں گئے ہیں نے پانچ سو تسبیح گئی۔ جب بجدہ سے سر اٹھایا تو کھجور کا سہارا لگا کر فرمایا۔ اے حضرت ہی وہ کھجور ہے جس کے تعلق اللہ نے جناب مریم سے فرمایا تھا۔ کھجور کے تنے کو بلا تجھے تروتازہ پھل دے گی۔

فروع کافی میں ابان ابن تغلب سے مروی ہے کہ میں امام صادقؑ کے یہاں گیا۔ ظہر کا وقت تھا۔ آپ امامت جماعت کو ارہے تھے۔ میں نے رکوع و سجود میں گنا انہوں نے ۳۲ مرتبہ سبحان ربی العظیم و محمد اور سبحان ربی الاعلیٰ و حمدہ پڑھا۔

خراج میں منصور ابن یسعل سے مروی ہے کہ ایک سال میں حج سے فارغ ہو کر مدینہ آیا۔ روضہ رسولؐ پر گیا زیارت کی۔ جب واپس آنے لگا تو دیکھا نماز رسولؐ کے قریب امام جعفر صادقؑ مسجد میں تھے۔ انہیں دیکھ کر میں بیٹھ گیا۔ جب ان کا بجدہ طویل ہو گیا تو میں نے تسبیح پڑھنا شروع کی۔ میں نے ۴۶۰ مرتبہ سبحان اللہ کہا تو آپ نے بجدہ سے سر اٹھایا۔ اور اپنے گھر کی طرف چلے آئے۔ میں بھی بویلا

دل میں سوچنے لگا کہ اگر آپ نے مجھے کچھ پوچھنے کی اجازت دی تو عرض کروں گا۔
قبلا اگر آپ اتنا طویل بجدہ دیں تو ہمیں کیا حکم ہے۔
آپ اندر تشریف لے گئے۔

میں دروازہ پر کھڑا تھا۔ آپ کا غلام مصارف دروازہ پر آیا۔ اور کہا کہ اندر آجائیں۔ میں اندر گیا تو آپ اپنی سند پر تشریف فرما تھے۔

مجھے دیکھتے ہی فرمایا۔ اے منصور تمہیں اختیار ہے کم پڑھو یا زیادہ۔ لیکن یہ یقین رکھو بارگاہ خالق میں قبول صرف تمہارا ہی عمل ہوگا۔

مطاب السؤل میں سفیان ثوری سے مروی ہے کہ میں امام صادقؑ کے پاس گیا۔ دیکھا تو آپ نے خرفا صلی کا جبہ پہن رکھا تھا۔ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اور حیرت کے مارے میری نگاہ آپ کے سبب سے اٹھنے کا نام نہ لے رہی تھی۔

آپ نے فرمایا۔ ثوری کیا بات ہے تو مسلسل میرے جبہ کو دیکھ رہا ہے۔
میں نے کہا۔ حضور! میں آپ کے جبہ میں کھو گیا ہوں۔ کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ نہ تو یہ آپ کا لباس ہے اور نہ ہی
آپ کے اباد اجداد کا لباس ہے۔

آپ نے فرمایا۔ سفیان بھلا اس وقت لٹا کیا تھا۔ غربت اور ناداری کا زمانہ تھا۔ اور لا تو مز دوری ملتی نہ تھی۔
اگر ملتی بھی تھی تو اس قدر کہ اس سے نہ تن ڈھانپا جاسکتا تھا۔ اور نہ پیٹ پھر کھانا میسر آسکتا تھا۔
آج اللہ کا فضل ہے امت مسلمہ کے پاس مافرا ورائع آمد ہیں۔ اگر آج کتاب ہے تو نعمت خدا سمجھ کر اس سے
فائدہ اٹھایا جائے تو کیا حرج ہے۔ اگر آج صحابہ کرام اور نبی کریمؐ ہوتے تو یقیناً وہ بھی اللہ کی اس نعمت سے
مستفید ہوتے۔

پھر آپ نے خز خالص کا جبہ ایک طرف کر کے مجھے فرمایا۔ یہ بھی دیکھ لے۔ میں نے دیکھا تو سخت ادب کا لباس تھا۔
جو جبہ کے نیچے تھا۔ آپ نے فرمایا۔ ثوری! یہ لباس اس کے لیے ہے اور یہ خز خالص آپ لوگوں کے لیے ہے،
ہمارا اصلی لباس یہی ہے جو میں نے نیچے پہن رکھا ہے جو اللہ کیلئے ہے اسے چھپا رکھا ہے اور جو آپ لوگوں کے لیے
اسے ظاہر کر رکھا ہے۔ اب ذرا اپنا لباس بھی دیکھ تو لے جو اپنے لیے پہن رکھا ہے اسے چھپایا ہوا ہے اور جو
لوگوں کے لیے ہے اسے ظاہر کر رکھا ہے۔

خراچ میں معاویہ ابن وہب سے مروی ہے کہ ایک دن آپ بازار مدینہ میں سوار ہو کر گزر رہے تھے۔ اچانک سواری
سے اتر کر سجدہ ریز ہو گئے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ! سجدہ کا یہ کونسا مقام تھا۔

آپ نے فرمایا۔ معاویہ۔ نعمات خدا کیلئے جہاں اور جب بھی سجدہ کر لیا جائے وہ اس کا مقام ہوتا ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ! یہ بازار ہے اور لوگوں کی آمد و رفت ہے؟

آپ نے فرمایا۔ کسی سے جا کر پوچھ لے۔ تیرے سوا مجھے کسی اور نے بھی دیکھا ہے۔

رجال کشتی میں محمد ابن زید شام سے مروی ہے کہ امام صادقؑ نے نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیا۔ گھر جا کر غلام بھیجا
وہ مجھے بلا کر آپ کی خدمت میں لے گیا۔

آپ نے پوچھا۔ کہاں سے آیا ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ! آپ کے موابیوں کا کوئی وطن رہ گیا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ پھر بھی آیا کہاں سے ہے۔

میں نے عرض کیا۔ کوفہ سے۔

آپ نے فرمایا۔ کوفہ کے کس شخص سے متعارف ہے؟

وَلِي الْعَصْرِ ثَرْثُثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْثُثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْثُثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْثُثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْثُثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْثُثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْثُثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْثُثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْثُثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْثُثٌ

میں نے عرض کیا۔ بیشک تم نے...

آپ نے فرمایا۔ تجھ سے کیسے سلوک کرتا ہے؟

میں نے عرض کیا۔ کوئی اچھا سلوک نہیں کرتا۔

آپ نے فرمایا۔ بہترین مسلمان وہ ہے جو دوسرے مسلمان کی مدد کرے اور کسی کو بھی

فائدہ پہنچائے۔

میں نے کبھی ایسی رات آرام سے نہیں گزاری جس میں مجھ سے کوئی حاجت مندا آیا ہو۔

بھلا تیرے پاس کتنی رقم ہے۔

میں نے عرض کیا۔ خیر آدمی ہوں صرف دو سو درہم ہے۔

آپ نے فرمایا۔ مجھے دکھا۔

میں نے کھول کر سامنے رکھ دیئے۔

آپ نے تیس درہم اور دو دینار کا اپنی طرف سے اضافہ فرمایا۔ اور رات کے کھانے کی دعوت دی۔

دوسرے سال جب میں آیا۔ تو آپ کے پاس نہ گیا۔

آپ نے غلام بھیجا۔ جب میں حاضر ہوا تو فرمایا۔

تو نے زیادتی کی ہے آیا کیوں نہیں۔

میں نے عرض کیا۔ قبل آپ کا غلام نہیں آیا تھا اس لیے حاضر نہیں ہوا۔

آپ نے فرمایا۔ جب تک قاسم شہر میں مقیم ہے اس وقت تک تو مجھے ہی غلام سمجھ لے اور میں روزانہ کے لیے

تجھے بلارہا ہوں۔ تجھے جس چیز کی ضرورت ہو مانگ لیا کر۔

میں نے عرض کیا۔ قبل اغرت نہیں جا رہی کوئی دعا تعلیم فرمائیے۔

آپ نے فرمایا۔ لکھ لے۔ آپ نے یہ دعا لکھوائی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یا مَنْ اَرْجُوهُ لِكُلِّ خَیْرٍ۔ وَ اَمِنْ سَخَطِهِ عِنْدَ كُلِّ شَرٍّ یا مَنْ یُعْطِی

الْكَثِیْرَ بِالْقَلِیْلِ یا مَنْ اَعْطٰی مِنْ سَئَلِهِ تَحْتَمٰنًا وَ رَحْمَةً یا مَنْ یُعْطِی مِنْ لَمْ یَسْئَلْهُ وَ لَمْ یُعْرِفْهُ

صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ اٰهْلِ بَیْتِهِ وَ اَعْطِنِیْ بِمَسْئَلَتِیْ اِیَّاكَ خَیْرَ الدُّنْیَا وَ جَمِیْعَ الْاٰخِرَةِ فَانَّهُ غَیْرُ مَنْقُوصٍ، مَا

اَعْطِیْتَ وَ زِدْ نِیْ مِنْ سَعَةِ فَضْلِكَ یا كَرِیْمٌ۔

روضۃ الکافی میں عبدالمجید سے مروی ہے کہ میں مسجد الحرام میں داخل ہوا وہاں مجھے امام صادق کا غلام بھی

نظر آگیا۔

میں اس کے قریب گیا۔ تاکہ اس سے امام کے متعلق پوچھوں۔ جب قریب گیا دیکھا تو آپ سجدہ میں تھے۔

پہلے تو میں نے کافی دیر انتظار کیا۔ پھر میں نے نوافل پڑھنا شروع کر دیا۔ کئی نوافل پڑھ چکنے کے بعد بھی دیکھا تو آپ سجدہ میں تھے۔

میں نے غلام سے پوچھا۔

آپ کس وقت سے سجدہ میں ہیں۔

اس نے کہا، آپ کے آنے سے بس تھوڑی سی دیر پہلے سجدہ میں گئے تھے۔

میری آواز سن کر آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا۔ اور فرمایا، عبدالحمید میرے قریب آ۔ میں قریب ہوا۔ سلام

عرض کیا۔

انتہی میں کچھ آوازیں آنے لگیں۔

فرمایا، یہ کیسی آوازیں ہیں۔

میں نے عرض کیا، قدریہ، مرجنہ اور مغزلہ آپس میں مناظرہ کر رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا، آسمجد سے باہر چلیں۔

جونہی مسجد سے باہر نکلے ان لوگوں کی نظر آپ پر پڑ گئی۔ وہ سب کے سب آپ کی طرف دوڑے۔ آپ نے فرمایا

مجھے تنگ نہ کرو میں اس وقت تمہارے کسی بھی سوال کا جواب نہیں دوں گا۔ جو کچھ کر رہے ہو کرتے رہو۔ مجھے معاف رکھو۔

ہم باہر آ گئے۔

آپ نے فرمایا، عبدالحمید! یاد رکھو یہ لوگ جو کچھ بھی کرتے رہیں، جتنے سجدے دیتے رہیں اور عبادت کرتے

رہیں ان کی کوئی عبادت قبول نہ ہوگی۔ بھلا ایسے اگر تاقیامت، بھی سجدہ میں پڑا رہے، کیا اللہ اس کا سجدہ قبول کرے گا۔

میں نے عرض کیا، نہیں۔

آپ نے فرمایا، صرف اس لیے کہ اس نے سجدہ آدم سے انکار کر دیا ہے۔ جب تک وہ اسی طرح ہے، جس طرح

اللہ نے فرمایا ہے۔

سجدہ آدم نہ کرے اس وقت تک اس کا سجدہ قبول نہیں ہوگا۔ اسی طرح یہ لوگ خواہ کتنی بھی عبادت کر ڈالیں جب تک

اس طرح عبادت نہ کریں جس طرح اللہ نے فرمایا ہے ان کی ایک عبادت بھی قبول نہیں ہوگی۔ اللہ نے امام حق اللہ سے

لینے کا پابند کیا ہے۔ ان لوگوں نے امام خود بنا ڈالے ہیں۔ جب تک طریقہ عبادت امام حق سے نہ لیا جائے۔ اور

اللہ کی مرضی پوری نہ کی جائے بھلا اللہ کیسے کسی عمل کو قبول کرے گا۔

آپ کا علم اور عفو!

بجاریں مروی ہے کہ ایک حاجی مدینہ میں آیا اور مسجد نبوی میں سو رہا تھا۔ جب بیدار ہوا تو اس نے اپنا سلمان سنبھالا اسے اشتباہ ہو گیا کہ میری ہیمانی چوری ہو گئی ہے۔ وہ باہر دوڑا دیکھا تو امام صادقؑ جا رہے تھے وہ آپ کو پہچانتا نہیں تھا۔

آپ کے دامن میں چمٹ گیا۔ اور کہنے لگا۔

آپ نے میری ہیمانی چرائی ہے۔

آپ نے فرمایا: چرائی ہے یا نہیں چرائی اس بات کو رہنے دے تو بتا میں تیری کتنی رقم تھی۔

اس نے کہا: ہزار دینار۔

آپ نے فرمایا: امیر سے ساتھ۔ آپ اسے گھرائے۔ اسے بٹھایا۔ پانی پلایا۔ اور غلام سے فرمایا: اسے ایک ہزار دینار دے دے۔

جب وہ واپس آیا اور اس نے دوبارہ سلمان چیک کیا تو اسے اپنی ہیمانی مل گئی۔ وہ شرمندہ ہو کر واپس آیا اور آپ کی خدمت میں ہزار دینار واپس کیے۔ اور معذرت کی۔

آپ نے فرمایا: جو دم دیتے ہیں واپس نہیں لیتے۔

اس نے لوگوں سے پوچھا: یہ کون ہے؟

جب اسے بتایا گیا۔ فرزند رسول صادق آل محمدؑ تو اور شرمسار ہوا اور کہنے لگا: ان کا حتیٰ بھی یہی ہے جو اس نے کیا ہے۔

بجاریں سید جعفری سے مروی ہے کہ میں مکہ میں حج کر آیا۔ انتہائی تنگ دست تھا۔ میں امام صادقؑ کی خدمت میں آیا۔

اپنا حال بیان کیا۔ وہ خاموش رہے۔ کچھ دیر بعد وہاں سے اٹھا۔ جب آپ کے دروازہ پر آیا۔ تو ایک ہیمانی پڑی تھی۔ میں نے اسے اٹھایا۔ اس میں موجود پیسے دیکھے تو اس میں سات سو دینار تھے۔ میں واپس آیا اور ہیمانی کا واقعہ بتایا۔

میرا خیال تھا کہ آپ مجھے اس میں تصرف کی اجازت دے دیں گے۔

لیکن آپ نے فرمایا: مجھے اسے ہاتھ بھی نہیں لگانا چاہیے تھا۔ اب جب اٹھالی ہے تو جا اور اس کا اعلان کر کے مالک کو تلاش کر کے اسے دے دے۔

میں انتہائی پریشان ہو کر باہر آیا۔ منیٰ میں آیا۔ تھیلی کا اعلان کیا۔

ایک شخص نے آکر کہا۔
تھیلی میری ہے۔

میں اور زیادہ پریشان ہو گیا۔ اس سے تھیلی کی علامت پوچھی۔ جب اس نے علامت بتادی تو میرے پاس
اسے دینے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔
میں نے بیدلی سے تھیلی اسے دی۔ وہ علیحدہ گیا۔ اس نے اپنی رقم گنی۔ پھر اس میں سے ستر دینار نکال کر مجھے
دیئے اور کہا۔

اگر سات سو دینار رکھ لیتا وہ حرام تھے۔ اب ستر دینار لے لے یہ تیرے لیے حلال ہیں۔
میں نے لے لیے اور واپس امام صادق کی خدمت میں آکر انہیں سدا حال سنا دیا۔ آپ نے غلام سے فرمایا۔ میں
دینار سے دے دے۔

غلام نے میں دینار دے دیئے۔ اب میرے پاس پورے سو دینار ہو گئے تھے۔ اور میں آتے ہوئے جتنا تنگ دست
تھا جاتے ہوئے اتنا ہی خوشحال پلٹا۔

فرض کافی میں مفضل ابن تیس سے مروی ہے کہ میں اتھالی تنگ دست تھا۔ امام صادق کی خدمت میں آیا۔ اور انہیں
اپنی حقیقت سے آگاہ کیا۔

آپ نے غلام سے پوچھا۔
تیرے پاس کتنے پیسے ہیں۔
اسی نے عرض کیا۔ چار سو دینار
آپ نے فرمایا۔ مفضل کو دے دے۔

جب غلام نے دیئے تو میں نے عرض کیا۔ قبل میں آپ سے مانگنے تو نہیں آیا تھا۔ مجھے خجالت محسوس
ہو رہی ہے۔

میرا مقصد تو صرف یہ تھا کہ آپ میرے حق میں دعا فرمادیں تاکہ اللہ میرے رزق میں بھی کچھ وسعت
فرمادے۔

آپ نے فرمایا۔ دعا تو میں کروں گا۔ انشاء اللہ۔ یہ پیسے رکھ لے اور ہر ایک کے سامنے اپنی تنگ دستی کا شکوہ نہ
کیا کر۔

دینا کوئی نہیں ہے لیکن انسان کی قیمت گر جاتی ہے۔

امالی طوسی میں امام موسیٰ کاظم سے مروی ہے کہ میں اپنے بابا کے پاس بیٹھا تھا۔ کہ شمع شاعر آیا۔ آپ کی طبیعت
ذرا ناساز تھی۔

آپ اشجع کو دیکھ کر اٹھ بیٹھے اور فرمایا کوئی بھی چیز لکھ کے لایا ہے۔

اشجع نے عرض کیا۔ قبل لایا تو تھا۔ لیکن آپ کی طبیعت ناساز ہے اس لیے پھر کسی وقت سناؤں گا۔

آپ نے فرمایا۔ نہیں ابھی سنا۔

جب اشجع نے قصیدہ سنایا تو آپ نے غلام سے پوچھا۔

کتنے پیسے ہیں تیرے پاس

اس نے عرض کیا۔ چار سو

آپ نے فرمایا۔ اشجع کو دے دے۔

اشجع نے وہ لے لیے شکر یہ ادا کیا اور عرض کی قبل بعض انتہائی خطرناک صحراؤں اور جنگلوں سے گزرنا ہوتا ہے کوئی ایسی شئی تعلیم فرمائیے کہ اسے پڑھنے کے بعد خطرہ نہ رہے۔

آپ نے فرمایا۔ جب کبھی ایسے مقام پر آجائے اور خطرہ محسوس کرے تو اپنا دایاں ہاتھ سر پہ رکھ لیا کر۔ اور

یہ آیت پڑھ لیا کر۔

اَفْعَبِرِ دِينَ اللَّهِ يَبْغُضُونَ وَلَهُ اسْلَمُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا أَوْ كَرْهًا وَاللَّهُ تَرْجِعُونَ۔

اشجع کہتا ہے کہ اس کے بعد کبھی بھی مجھے خطرہ محسوس نہیں ہوا۔

بجاریں حفص ابن ابی قرقہ سے مروی ہے کہ امام صادق اپنی عجا بچھا کر اس پر دیناروں کی تھیلیاں رکھتے اور

غلام سے فرماتے۔

فلان فلان اشجی کے گھر دے کے آ۔ انہیں یہ نہ بتانا کہ جعفر نے دی ہیں۔ انہیں کہنا کہ عراق سے آپ کے لیے

بھیجی گئی ہیں۔

ایک دن غلام واپس پلٹا تو آپ نے فرمایا۔ بھلا وہ لوگ کچھ کتنے بھی ہیں؟

غلام نے عرض کیا۔ قبل کتنے ہیں۔

اہل عراق کا بھلا ہو کہ نبی اکرم کے رشتہ کا خیال رکھتے ہوئے ہمیں نہیں بھرتے ورنہ جعفر صادق کو اتنا مالदार

ہونے کے باوجود ہمیں پوچھتا بھی نہیں ہے۔

بجاریں حفص ابن ابوعائشہ سے مروی ہے کہ آپ نے اپنے ایک غلام کو کسی کام کے لیے بھیجا۔ اس نے دیر

کر دی۔ آپ خود اس کے تقاب میں آئے۔

راستہ میں دیکھا تو ایک جگہ وہ غلام سو رہا تھا۔

آپ اس کے سر ہانے بیٹھ گئے۔ اور اپنی عجا سے اس پر نیکھا جھلنا شروع کر دیا۔ جب غلام اپنی مرضی سے

اٹھا اور اس نے امام صادق کو دیکھا تو ڈر گیا۔

آپ نے فرمایا۔ ڈرنے کی کوئی بات نہیں دینے اتنا خیال رکھا کرو کہ رات تمہارے آرام کے لیے ہوتی ہے۔ اور دن میں ہمارا بھی کچھ تھی ہوتا ہے۔

آپ کا صبر!

فروع کافی میں علی ابن باباط سے مروی ہے کہ جب کبھی آپ پر کوئی مصیبت آتی تھی تو فرماتے تھے۔
الحمد لله الذي لم يجعل مصيبتى في

نہیں دی۔

اس اللہ کی حمد ہے جس نے میرے دین میں کوئی مصیبت

دی۔

اس اللہ کی حمد ہے جس نے اتنی ہی مصیبت سے دوچار کیا ہے

الحمد لله الذي لو شاء ان تكون مصيبتى

اگر وہ چاہتا تو اس سے بھی بڑی مصیبت دے سکتا تھا۔

اعظم مما كانت۔

اس اللہ کی حمد ہے جس نے اس معاملہ کو جیسے چاہا ویسے

الحمد لله على الامر الذي شاء

ہو گیا۔

ان يكون فكان۔

آپ کے صدقات!

فروع کافی میں ہارون ابن عیسیٰ سے مروی ہے کہ ایک دن امام صادقؑ نے اپنے غلام سے پوچھا۔ آج کتنے پیسے بچ رہے ہیں۔

اس نے عرض کیا۔ چالیس دینار۔

آپ نے فرمایا۔ صدقہ کر دے۔

غلام نے عرض کیا۔ ہمارے پاس تو کچھ بھی نہ رہے گا۔

آپ نے فرمایا۔ ہمیں اللہ اور دے دے گا۔

تقریباً دو س دن بعد اتفاقاً میں پھر آپ کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ کو چار ہزار دینار موصول ہوئے۔

آپ نے غلام سے فرمایا۔ اب دیکھ لیا ہے۔ ہم نے راہ خدا میں چالیس دینار دیئے تھے۔ اب اللہ نے ہمیں چار ہزار

دینار دے دیئے ہیں۔

فروع کافی میں مسع ابن عبد الملک سے مروی ہے کہ ہم امام صادقؑ کے پاس بیٹھے تھے۔ آپ کے عہانتے آگوروں

کا طشت رکھا تھا۔

ایک سائل نے آکر سوال کیا۔

آپ نے آگور کا ایک گچھا اٹھا کر اسے دیا۔

وَلِي الْعَصْرِ تَرْتِيبًا وَوَلِي الْعَصْرِ تَرْتِيبًا وَوَلِي الْعَصْرِ تَرْتِيبًا وَوَلِي الْعَصْرِ تَرْتِيبًا وَوَلِي الْعَصْرِ تَرْتِيبًا وَوَلِي الْعَصْرِ تَرْتِيبًا وَوَلِي الْعَصْرِ تَرْتِيبًا وَوَلِي الْعَصْرِ تَرْتِيبًا وَوَلِي الْعَصْرِ تَرْتِيبًا وَوَلِي الْعَصْرِ تَرْتِيبًا

اس نے کہا مجھے انگوروں کی ضرورت نہیں ہے اگر ایک دو درہم مل جائیں تو بہتر ہیں۔
آپ نے انگور کا گچھا طشت میں رکھ دیا۔

اور فرمایا۔ جو کچھ تو نے کہا ہے۔ اللہ سے سن رہا ہے۔

سائل چلا گیا۔ پھر دیر بعد پھر واپس آیا۔

اور کہنے لگا۔ وہی انگور کا گچھا ہی دے دیں۔

آپ نے اسے کچھ نہ دیا۔ اور فرمایا۔ اللہ نے تیری بی بیات بھی سن لی ہے۔

اس کے بعد پھر ایک سائل آیا۔ اس نے سوال کیا۔ آپ نے اسے انگور کے چند دانے اٹھا کر دیئے۔

اس سائل نے وہ دانے لیے اور کہنے لگا۔ الحمد للہ الذی رزقنی۔ اور جانے لگا۔

امام صادق نے فرمایا۔ ذرا ٹھہر جا۔ وہ رک گیا۔

آپ نے دونوں ہاتھوں پر اور انگور رکھ کے اسے دیے۔

اس نے لیکر کہا۔ الحمد للہ رب العالمین اور جانے لگا۔

آپ نے فرمایا۔ ذرا ٹھہر جا۔ وہ ٹھہر گیا۔

آپ نے پورا طشت اٹھا کر اس کے حوالہ کر دیا۔

سائل نے لے کر کہا الحمد للہ رب العالمین اور جانے لگا۔

آپ نے فرمایا۔ ذرا ٹھہر جا۔

پھر غلام سے پوچھا۔ کتنے پیسے ہیں تیرے پاس؟

غلام نے عرض کیا۔ بیس درہم ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ سائل کو دے دے۔

غلام نے وہ بیس درہم سائل کو دے دیے۔

سائل نے بیس درہم لیکر کہا۔ الحمد للہ ہذا منک وحدک لا شریک لک اور جانے لگا۔

آپ نے فرمایا۔ ذرا رک جا۔ سائل رکا۔

آپ نے قمیص اتاری اور سائل کے حوالہ کر دی۔

سائل نے قمیص لے کر کہا۔ جزاک اللہ یا ابا عبد اللہ خیرًا۔ پھر وہ چلا گیا۔

آپ نے فرمایا۔ اگر سائل مجھے دعائے دینے کی بجائے حمد خدا کرتا رہتا تو میرے پاس جو کچھ بھی تھا۔

اسے دیتا رہتا۔

فروع کافی میں ہشام ابن سالم سے مروی ہے کہ ہر شب جب رات تاریک ہو جاتی تو امام صادقؑ روٹیوں کی گٹھڑی

پشت پر اٹھا کر منہ کو کپڑے سے لپیٹ کر منبر بٹے مدینہ کو درپر جا کر خاموشی سے تقسیم کرتے کسی کو معلوم نہ ہوتا تھا کہ یہ کون ہے؟

جب آپ کی شہادت ہو گئی اور وہ سلسلہ منقطع ہو گیا تو غزبانے مدینہ کو یہ معلوم ہوا کہ ہمیں کھلانے والا ہی فرزند رسول تھا۔

فروع کافی بن معلیٰ ابن خنیس سے مروی ہے کہ ایک رات امام صادقؑ انتہائی تاریکی چھا جانے کے بعد گھر سے باہر آئے اور بیرون مدینہ کی راہ لی۔ میں نے اندازہ کیا کہ آپ نبی ساعدہ کے علاقہ میں جا رہے ہیں۔ میں بھی پیچھے ہو لیا۔ راستہ میں ایک مقام پر مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے آپ کے ہاتھ سے کوئی چیز گری ہے۔ اور آپ بیٹھ کر اندھیرے میں تلاش کر رہے ہیں۔

میں نے قریب جا کر سلام کیا۔

آپ نے فرمایا۔ ابن خنیس ہے؟

میں نے عرض کیا۔ ہاں حضور!

آپ نے فرمایا۔ یہیں بیٹھ جا جو چیز ملتی جائے اسے جمع کرتا جا۔ میں بیٹھ گیا۔ اور جمع کرنے لگا۔ اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ یہ روٹیاں ہیں اور جن کپڑے میں آپ نے اٹھا رکھی تھیں۔ وہ کپڑا پھٹ گیا ہے۔ جب روٹیاں جمع ہو گئیں۔ تو میں نے عرض کیا

قبل اجازت دیں تو میں اٹھا لوں۔

آپ نے فرمایا۔ نہیں میں خود اٹھاؤں گا۔ یہ میرا حق ہے۔

البتہ اگر چاہے تو میرے ساتھ چل

میں آپ کے ساتھ چلا آیا۔ آپ محمد بنی ساعدہ میں آئے۔ مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے وہ لوگ پہلے سے انتظار میں تھے۔ آپ نے حسب ضرورت روٹیاں تقسیم کیں اور واپس ہوئے۔

واپسی میں آپ نے مجھ سے فرمایا۔ اے ابن خنیس! اللہ نے اپنی ہر مخلوق کے لیے خازن مقرر کیے ہوئے ہیں جو اس مخلوق کے اعمال کا حساب رکھتے ہیں۔ لیکن صدقہ کے لیے اللہ نے کوئی خازن مقرر نہیں کیا۔ صدقہ کا حساب خود رکھتا ہے۔

میرے والد جب صدقہ کرتے تھے تو سائل کے ہاتھ میں دینے کے بعد ایک مرتبہ واپس لیتے تھے۔ اسی شے کو بوسہ دے کر اٹھوں چلگاتے تھے پھر سائل کو دے دیتے تھے۔

رات کا صدقہ غضب الہی کو خاموش کر تا ہے۔ گناہان عظیم کو محو کرتا ہے۔ اور حساب قیامت کو آسان کرتا ہے۔

جب کہ دن میں صدقہ دولت اور عمر میں اضافہ کرتا ہے۔
حضرت عیسیٰ ایک مرتبہ دریا کے کنارے سے گزرے آپ نے ایک روٹی دریا میں ڈال دی۔
آپ کے صحابی نے عرض کیا: قبلہ دریا میں ڈالنے سے کیا فائدہ؟
ہم خود کھا لیتے۔

آپ نے فرمایا: دریا کے جانور بھی اللہ کی مخلوق ہیں اور انہیں کھلانا ثواب عظیم ہے۔
مشارق الانوار میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ ایک سائل نے سوال کیا۔
آپ نے غلام سے پوچھا: کتنے پیسے ہیں۔
غلام نے عرض کیا: چار سو درہم۔
آپ نے فرمایا: اسے دے دے۔

غلام نے اسے دے دیئے۔
جب وہ لیکر جانے لگا: تو آپ نے غلام سے فرمایا: واپس بلا۔ غلام نے واپس بلایا۔ اس نے عرض کیا۔
قبلہ خیریت تو ہے۔ میں نے مانگا آپ نے دے دیا۔ پھر کوئی خاص بات ہے؟
آپ نے فرمایا: میرے نانا کا کلمہ ہے کہ جب انکے والا لینے کے بعد الحمد للہ کہے۔ تو اسے اتنا دو کہ وہ محتاج نہ
رہے۔ اس وقت میرے پاس اور تو کچھ نہیں ہے۔ یہ میری انگوٹھی ہے جس کی قیمت دس ہزار ہے لے لے۔

آپ کے مخالفین کے اعترافات

ابن شمر اشوب نے روایت کی ہے کہ امام صادق کے زمانہ میں اور آپ کے زمانہ کے بعد جتنے بھی آپ کے مخالف تھے
وہ اپنی تمام تر مخالفت کے باوجود کہا کرتے تھے۔

امام صادق تھے۔ اللہ کی ناطق ایت تھے۔
ہر اچھائی میں سابق تھے۔ انہوں نے اپنے ساتے گناہوں کے
دروازے بند کر رکھے تھے۔

الامام الصادق والعلو الناطق
بالمکرات سابق یاب السیئات

ان کی ساتے نیکی کا ہر دروازہ کھلا رہتا تھا۔
زیب جو تھے۔ زیب جو تھے۔

رائق ویاب الحسنات فاتق لم
یکن عیا یا۔ ولا سیا یا ولا ضیا یا

وما طماعا ولا حذا اعا ولا
 نماما ولا ذما ما ولا
 اكو لا وما عجولا ولا
 حلولا ولا ترثارا
 ولا مهذرا ولا طعانا ولا
 لعانا ولا همارا ولا نمازا
 ولا كنازا۔

نه تریصن تھے۔ نه لالچی تھے۔
 نه گھبراتے تھے۔ نه چلغوزی کرتے تھے۔ نه کسی کی مذمت
 کرتے تھے۔
 نه پرخورتے۔ نه جلد باز تھے۔ نه اکت جانے والے تھے۔
 نه انتقام لیتے تھے۔ نه فضول کرتے تھے۔ نه طنز کرتے تھے۔
 نه لعنت کرتے تھے۔ نه ترش رو تھے۔ نه بد اخلاق تھے۔
 اور نه دون نظر تھے۔

عبداللہ ابن مبارک !

سوق العروس میں ہے کہ عبداللہ ابن مبارک جب بھی آپ سے ملتے تھے۔ تو یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔
 انت یا جعفر فوق المدح و
 المدح عناء۔
 انما الاشراف ارض ولهم
 انت سماء۔
 جاز حد المدح من قد ولدته
 الانبياء۔ اللہ اظہر دینہ و
 اعزہ بمحمد۔
 واللہ اکرم بالخلافة جعفر ابن محمد

اے جعفر! آپ ہر تعریف سے بالا ہیں۔ اور ہر تعریف آپ کے
 مقابلہ میں پیش ہے۔
 کرہ ارض کا ہر شریف زمین ہے اور آپ اس زمین کا
 آسمان ہیں۔
 اولاد انبیاء مدح کی حد دوسے آگے ہی رہتے ہیں۔
 اللہ نے محمد کو عزیز کر کے اس کے ذریعہ اپنے دین کو
 غالب کیا ہے۔
 اور جعفر ابن محمد کو خلافت سے مکرم فرمایا ہے۔

سالم ابن ابو حنیفہ !

امالی طوسی میں سالم ابن ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ جب امام باقر کی وفات ہوئی تو سالم اپنے مریدوں سے یہ کہہ کر آیا کہ
 تم یہیں بیٹھو میں جعفر ابن محمد کی تعزیت کر کے آتا ہوں۔
 سالم نے تعزیت کے بعد کہا۔!
 بخدا! جو شخص کہا کرتا تھا۔ قال رسول اللہ۔ آج وہ چلا گیا ہے۔
 امام صادق نے فرمایا۔ ذات احدیت کا ارشاد ہے جو میری راہ میں کھجور کا ایک دانہ صدقہ کرے۔ میں اس ایک دانہ
 کو کوہ احد سے بڑا کر کے اس کا اجر دوں گا۔

سالم یہ سکر جب باہر نکلا تو اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا۔

تعجب ہے امام باقرؑ تو آنحضرتؐ سے براہ راست روایت کرتے تھے اور قال رسول اللہ کہتے تھے۔ لیکن جعفر ابن محمدؑ براہ راست قال اللہ کہتا ہے۔

امام مالک؛

شیخ صدوق نے امالی میں حسین ابن یزید نوغلی سے روایت کی ہے کہ میں نے امام مالک سے سنا ہے وہ کہہ رہے تھے۔

میں نے آج تک زہد، فضل، عبادت، علم اور تقویٰ میں جعفر ابن محمدؑ سے افضل کوئی بھی نہیں دیکھا ہے میں جب بھی ان کے پاس گیا انہوں نے مجھے احترام سے بٹھایا۔ جب بھی بات کرتے تھے سچ ہی فرماتے تھے شریعت کا جو حکم بھی بتاتے تھے۔ حدیثی ابی عن ایبہ عن جده قال: قال رسول اللہ - کہہ کر بیان کرتے تھے۔

غیاث ابن حفص؛

سلیمان ابن داؤد سے مروی ہے کہ غیاث ابن حفص نے جب کبھی امام صادقؑ کے سلسلہ سند سے حدیث بیان کی تو حدیثی خیر الجعاع فرماتا تھا۔ کہہ کر بیان کرتا تھا۔

بجاریں علامہ مجلسی نے لکھا ہے کہ مذہبی اختلاف کے باوجود امام صادقؑ سے چار ہزار محدثین نے یہ احادیث روایت کی ہیں۔

ابن عقده نے ایک علیحدہ کتاب لکھی ہے جس میں اس نے صرف شاگردان امام صادقؑ کے اسماء کی فہرست دی ہے اکثر سربراہان مذاہب نے آپ ہی سے کسب فیض کیا ہے۔

امام مالک

شعبہ ابن حجاج

سفیان ثوری

ابن جریر

عبد اللہ ابن عمر

روح ابن قاسم

سفیان ابن عیینہ

سلیمان ابن بلال

اسماعیل ابن جعفر

حاتم ابن اسماعیل

عبد العزیز ابن مختار

دہب ابن خالد

ابراہیم ضہیان

امام شافعی

ابوالویب بختانی

امام حنبل

وغیرہ نے براہ راست بھی اور بالواسطہ بھی آپ سے احادیث نقل کی ہیں۔
سین الدولہ نے قاضی کو کہہ دیا حمید راکی سے امام مالک کے متعلق پوچھا۔

تو عبد الحمید نے کہا:

بھلا جس شخص نے جعفر ابن محمد جیسے سرچشمہ علم سے کسب فیض کیا ہو اس میں کوئی شک ہو سکتا ہے۔

ایک مرتبہ امام ابو حنیفہ آپ کو ملنے آیا:

آپ نے ہاتھ میں عصا رکھا تھا۔

ابو حنیفہ نے کہا:

اے فرزند رسول! ابھی تک تو آپ جو ان ہیں اور عصا کے بغیر نہیں چلتے۔

آپ نے فرمایا: اگر انسان عصا کے بغیر چل بھی سکتا ہو تو بھی ہاتھ میں عصا رکھنا سنت ہے، علاوہ ازیں یہ عصا میں

نے تبرگ رکھا ہوا ہے کیونکہ یہ عصا رسول ہے۔

ابو حنیفہ تیزی سے آگے دوڑا اور عصا کو ہاتھ میں لیا۔

آپ نے فرمایا: اسے کیا کر رہا ہے۔

ابو حنیفہ نے کہا: چونکہ عصا رسول ہے اس لیے بوسہ لیتا ہوں۔

آپ نے آہ سرد کھینچ کر فرمایا:

ابو حنیفہ! تعجب کی بات ہے، لکڑی کے اس عصا کا بوسہ لیتا ہے، جسے انھوں نے اپنی زندگی میں ہاتھ میں

لیا تھا۔ اور اب اسے ایک صدی سے اوپر گزر چکا ہے میرے اس ہاتھ کا بوسہ کیوں نہیں لیتا۔ جس میں

خون رسول ہے۔

ابو صفیرہ سکر خاموش ہو گیا۔

ایک سعیت کے مطابق ابو صفیرہ کی ماں امام صادق کے نقد میں تھی اور ابو صفیرہ آپ کا شاگرد تھا۔ محمد بن حسن بھی آپ کے شاگردوں سے تھا۔

یہی وجہ ہے کہ عباسی حکمران ان دونوں کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔

ابو یزید بسطامی نے تیرہ برس امام صادق کی بیرونی پر خدمت کی۔

ابراہیم ابن ادہم اور مالک ابن دینار امام صادق کے غلام تھے۔

ایک دن سفیان ثوری آپ کے پاس بیٹھا تھا۔

آپ نے کوئی بات کی تو سفیان نے کہا۔

قبلہ بات تو جوہر ہے۔

آپ نے فرمایا۔ جوہر تو محض ایک پتھر ہوتا ہے۔ جوہر سے کہیں زیادہ بیش بہا ہے۔

بحاریں مروی ہے کہ ایک مرتبہ نوح ابن دراج نے ابن ابویعلیٰ سے پوچھا۔

آپ نے آج تک جو احکام صادر کیے ہیں یا فیصلے کیے ہیں۔ کبھی کوئی فتویٰ یا فیصلہ واپس بھی

لیا ہے۔

ابن ابویعلیٰ نے کہا۔ کبھی کسی کی بات نے مطمئن نہیں کیا۔ البتہ اگر جعفر ابن محمد میرے کسی فتویٰ یا فیصلہ کی توثیق کر کے
تو قبول کر لیتا ہوں۔

حلیۃ الاولیاء - الابانہ - اسباب النزول - الترغیب و الترہیب - شرف المصطفیٰ - فضائل

الصحابہ - تاریخ طبری - بلاذری - الخطب - مسند ابو حنیفہ - الکافی - قوت القلوب اور وغیرہ کے تمام مصنفین نے آپ

سے احادیث روایت کی ہیں۔

ایک دن منصور نے آپ سے کہا کہ۔ ابو مسلم خراسانی نے آپ سے مزار حضرت علیؑ کی نشاندہی کا مطالبہ

کیا تھا۔

آپ نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔

کیا آپ کو معلوم بھی ہے یا نہیں۔

آپ نے فرمایا۔ ہمارے پاس جو حضرت علیؑ کی اپنی تحریر ہے اس کے مطابق آپ کا مزار عبداللہ ابن جعفر ہاشمی کے

زمانہ میں ظاہر ہو گا۔

منصور یہ سکر خوش ہو گیا۔

بعد میں آپ نے مزار کو ظاہر کیا۔ جب منصور کو اس کی اطلاع ملی تو منصور نے کہا۔ واللہ ہذا امر صادق۔

اس کے بعد سے آپ کا لقب ہی صادق پڑ گیا۔

کشف الغم میں عبید اللہ علی اور عبیدہ ابن بشر سے مروی ہے کہ ہم امام صادق علیہ السلام کے حضور بیٹھے تھے۔ آپ نے فرمایا۔

انی اعلم ما فی السموات وما فی الارض۔

جو کچھ زمین و آسمان میں ہے میں جانتا ہوں۔

وما فی الجنة وما فی النار وما کان

جو کچھ جنت و جہنم میں ہے میں جانتا ہوں۔

وما یکون الی ان تقوم الساعة

جو کچھ ہو چکا ہے اور جو تاقیامت ہونے والا ہے میں

ثم سکت۔

اسے جانتا ہوں۔

ثو قال اعلم من کتاب اللہ

یہ کہہ کر کچھ دیر خاموش رہے پھر فرمایا۔ یہ سب کچھ میں

نظراً ھکذا ھو بسط کفہ

کتاب خدا کو اس طرح دیکھ کر بتا سکتا ہوں جس طرح اپنی

وقال ان اللہ یقول فیہ

بتصنیئ کے نقش بنا سکتا ہوں۔ ارشاد باری ہے قرآن میں

یتیان کلشیئ۔

ہر شیئی کی وضاحت ہے۔

ارشاد مفید میں ہے۔ امام صادق فرمایا کرتے تھے۔

علمنا غابر و مزبور و نکت فی

ہمارا علم غابر ہے، مزبور ہے۔ دل میں ڈالا جاتا ہے کانوں

القلوب و نقر فی الاسماع و ان

میں اٹھایا جاتا ہے۔ ہمارے پاس جعفر احمر جعفر ابیض اور

عندنا الجفر الاحمر و الجفر الابيض

مصحف ناظم ہے۔ ہمارے پاس جامع ہے جس میں وہ سب

و مصحف فاطمة۔

کچھ ہے جس کی لوگوں کو ضرورت ہے۔

آپ سے جب ان الفاظ کی تفسیر پوچھی گئی۔

تو آپ نے فرمایا۔

علم غابر علم ما یخون ہے۔

اما الغابر فالعلم بما یخون

علم مزبور علم ما کان ہے۔

اما المزبور فالعلم بما کان

دل میں نکتہ ہے مراد الہام ہے۔

اما النکت فی القلوب فهو الالهام۔

اما النقر فی الاسماع فهو حدیث الملائکة تسمع کلامھم ولا تری اشخاصھم۔

کانوں میں پہنچنے والے علم سے مراد ملائکہ کی باتیں ہیں۔ ہم بات تو سنتے ہیں۔ لیکن بات کرنے والے کو نہیں

دیکھتے۔

اما الجعفر الاحمر فوعاء، فیہ سلاح رسول اللہ لن یخزج حتی یقوم قائمنا۔

جعفر احمر وہ صندوق ہے جس میں نبی اکرم کے ہتھیار ہیں جنہیں ظہور قائم پر برآمد کیا جائے گا۔

اما الجفر الابيض فوعا فيه توراة موسى وانجيل عيسى وزبور داؤد وكتب الله الاولى -
جعفر ببيض ده صندوق ہے جس میں موسیٰ کی تورات - عیسیٰ کی انجیل - داؤد کی زبور اور دیگر تمام سابقہ آسمانی
صحیفے ہیں۔

اما مصحف فاطمه فقنید ما يكون من حادث و اسماء كل من يملك الى ان تقوم الساعة -
مصحف فاطمہ میں تاقیامت رونما ہونے والے حادثات کی تفصیلات اور تاقیامت آنے والے - حکمرانوں کے
نام ہیں۔

واما الجامعة فهو كتاب طولہ سبعون ذراعاً املاء رسول الله وخط علی ابن
کی دمی ہوئی املا سے حضرت علیؑ کے ہاتھوں کا لکھا ہوا ہے۔ بخدا اس میں قیامت تک لوگوں کے ضروریات
موجود ہیں۔

میری حدیث میرے بابا کی حدیث ہوتی ہے۔
میرے بابا کی حدیث حدیث علی ابن ابی طالب ہوتی ہے۔
حدیث علی حدیث رسول ہوتی ہے۔ اور
حدیث رسول قول خالق اکبر ہوتا ہے۔

علم غیب !

ابن شمر آشوب نے صفوان ابن یحییٰ سے روایت کی ہے کہ امام صادق نے فرمایا ہے -
بخدا! ہمیں اولین و آخرین کا علم دیا گیا ہے۔
ایک شخص نے عرض کیا۔
قبہ! کیا آپ علم غیب بھی جانتے ہیں۔

آپ نے فرمایا - اللہ مجھے ہدایت دے۔ میں مردوں کی صلب میں موجود نظفوں سے جنم لینے والے افراد اور عورتوں
کی رحم میں پرورش پانے والے بچوں کو بھی جانتا ہوں۔
بخدا! اگر میں چاہوں تو تمہیں کوہ تھامہ پر موجود ایک ایک پتھر کو گن کر بتا دوں۔
میں تمہیں تاقیامت شب و روز میں پیش آنے والے تمام واقعات بتا سکتا ہوں۔
میرے بعد تم میں اتنی جنگ ہوگی کہ تم ایک دوسرے کو کھا جاؤ گے۔
بخدا میں ابن بکر سے مروی ہے کہ ایک دن امام صادق نے اپنے بازو پر ہاتھ رکھا اور فرمایا۔

اسے بکیر بخدا! یہ جلد جلد رسول ہے۔ یہ گوشت گوشت رسول ہے۔ یہ رگیں رگیں رسول ہیں۔ یہ استخوان استخوان رسول ہیں۔

بخدا! جو کچھ آسمانوں میں ہے میں جانتا ہوں جو کچھ زمینوں میں ہے میں جانتا ہوں۔ جو کچھ دنیا میں ہے میں جانتا ہوں جو کچھ آخرت میں ہوگا میں جانتا ہوں۔

آپ نے دیکھا کچھ لوگوں کے تہہ بدل گئے۔

آپ نے فرمایا۔ بکیر یہ نہ بھولنا کہ یہ سب کچھ میں کتاب خدا سے جانتا ہوں۔ ارشاد قدرت ہے۔ قرآن میں ہر شی کا بیان ہے۔

بحاریں ابان ابن تغلب سے مروی ہے کہ۔

ایک دن ایک یمنی شخص امام صادق کے پاس آیا۔

آپ نے فرمایا۔ اے سعد مر جا۔

اس نے عرض کیا۔ یہ نام میرے اور میرے والدین کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

میری ماں نے یہی نام رکھا تھا۔

آپ نے فرمایا۔ اے سعد المولیٰ تو نے ٹھیک کہا ہے۔

اس نے کہا۔ سعد المولیٰ تو میرا لقب تھا لیکن اسے بیرون دینہ تو کوئی بھی نہیں جانتا۔

آپ نے فرمایا۔ لقب اچھا نہیں ہوتا۔ قرآن میں ارشاد قدرت ہے۔ لاتنا یزوا باللقاب ایک دوسرے کو

القاب کی طعنہ زنی نہ کیا کرور۔

اے سعد تو کیا کام کرتا ہے؟

میں نے عرض کیا۔ میں موروثی طور پر علم نجوم میں ماہر ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ اگر تو موروثی طور پر علم نجوم جانتا ہے تو پھر تو مجھے علم نجوم میں کافی دسترس ہوگی

میں نے عرض کیا۔ آپ درست فرما رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ اچھا یہ بتا کہ چاند سورج سے کتنے درجے روشنی حاصل کرتا ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ! یہ مجھے معلوم نہیں۔

آپ نے فرمایا۔ اچھا یہ بتاؤ کہ زہرہ چاند سے کتنے فاصلہ پر ہے۔

میں نے عرض کیا۔ حضور! یہ بھی مجھے معلوم نہیں۔

آپ نے فرمایا۔ اچھا یہ بتا کہ عطارد مشتری سے کتنی روشنی حاصل کرتا ہے؟

میں نے عرض کیا۔ یہ بھی مجھے معلوم نہیں ہے۔

آپ نے فرمایا۔ اچھا اس ستارے کا نام بتا دے جب وہ طلوع کرتا ہے تو گائیں جنسی خواہشات میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔

میں نے عرض کیا۔ حضور آپ ایسے سوال کر رہے ہیں جن سے میں موروثی طور پر لاعلم ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ اسے یعنی کیا۔ آپ کے یمن میں علماء رہتے ہیں۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ سمت بڑے بڑے جید علماء ہیں۔ ایک پل میں گھوڑے کے ایک دن کا سفر طے بھی

کر لیتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ پھر تو کچھ بھی نہ ہوا۔ مدینہ کا عالم ایک پل میں پوری کائنات کا چکر لگا سکتا ہے گویا مدینہ کا عالم یعنی علماء کی نسبت زیادہ اعلم ہے۔

اصول کافی میں سلم خیر سے مروی ہے کہ ایک نصرانی طبیب نے امام صادق سے اپنے جسم کی تفصیل پوچھی تھی۔

آپ نے فرمایا۔

اللہ نے انسان کے بارہ جوڑا اور دو سو چھیالیس ہڈیاں پیدا کی ہیں۔ جسم انسان بن ساٹھ رگیں ہیں۔ رگیں تمام جسم کو میراب کرتی ہیں۔ ہڈیاں ان تمام رگوں کو باہم متصل رکھتی ہیں۔ اور ادھر ادھر پھینکتے نہیں دیتیں۔ گوشت ہڈیوں کو باہم ملاتے رکھتا ہے۔ پٹھے گوشت کو تحفظ دیتے ہیں۔

انسان کے ہاتھوں میں بیاسی ہڈیاں ہیں۔ اکٹالیں ایک ہاتھ میں اور اکٹالیں دوسرے ہاتھ میں۔ پھیلیں میں اسی ہڈیاں ہوتی ہیں۔ کلائی میں دو ہڈیاں ہوتی ہیں۔ اور کہنی سے اوپر بازو میں ایک ہڈی ہوتی ہے۔

پاؤں میں تینتالیس ہڈیاں ہوتی ہیں۔ پاؤں میں چونتیس۔ پنڈلی میں دو۔ گھٹنے میں تین ران میں ایک اور کولہو میں دو ہڈیاں ہوتی ہیں۔

صلب میں بارہ ششکے ہوتے ہیں۔

ہر پہلو میں نو سپلیاں ہوتی ہیں۔

سینہ میں اٹھ ہڈیاں ہوتی ہیں۔

سر میں پچیس ہڈیاں ہوتی ہیں۔

منہ میں اٹھائیس ہڈیاں اور

بتیس دانت ہوتے ہیں۔

کافی میں ابو دہقان اور ابن ماسویہ سے مروی کہ امام صادق نے فرمایا ہے۔

انسانی مزاج چار اقسام کے ہوتے ہیں۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ میں یہ بھی نہیں جانتا۔
آپ نے فرمایا۔ اچھا یہ بتا کہ چاند سورج سے کتنی روشنی حاصل کرتا ہے۔
میں نے عرض کیا۔ میں اس سے بھی واقف نہیں ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ اچھا یہ بتا کہ۔ جب دو بادشاہ میدان جنگ میں آمنے سامنے ہوتے ہیں۔ دونوں کے پاس
نجومی ہوتے ہیں۔ اور دونوں کے نجومی اپنے اپنے بادشاہ کو فتح و ظفر کی بشارت دیتے ہیں۔ پھر جب جنگ شروع ہوتی
ہے تو ایک شکست کھاتا ہے اور ایک فاتح ہے۔ جب نجومیوں نے دونوں کی کامرانی کی بشارت علم نجوم کے حساب
سے دی ہے تو ایک کا حساب غلط کیوں ہو جاتا ہے۔

سید سلیمان

حیدرآباد، لطیف آباد، پبلشرز نمبر ۵۹

میں نے عرض کیا۔ قبلہ میں نہیں جانتا
آپ نے فرمایا۔ تو سچ کہتا ہے۔ تو نہیں جانتا

ویسے حساب درست ہے لیکن حساب دان کے لیے ضروری ہے کہ وہ تمام مخلوق کے روز و ولادت۔ سال و ولادت
اور وقت و ولادت سے آشنا ہو۔

کافی میں سلیمان ابن خالد سے مروی ہے کہ میں نے امام صادق سے سردی اور گرمی کا فلسفہ پوچھا۔
آپ نے فرمایا۔ اسے سلیمان گرمی اور سردی کی وجہ صرف دو تہلے مریخ اور زحل ہیں۔ ان دونوں کی بار تقاضی اور
غیر تقاضی حرکت ایک دوسرے کے خلاف ہوتی ہے۔ مریخ جب مائل بار تقاضی ہوتا ہے تو گرمی شروع ہو جاتی ہے اور
سردی کم ہونے لگتی ہے۔

اور جب زحل مائل بار تقاضی ہوتا ہے تو سردی شروع ہو جاتی ہے۔
جب کبھی گرمیوں میں سردی آجائے تو یہ چاند کے عمل کی وجہ سے ہوتا ہے اور جب کبھی سردیوں میں گرمی آجاتی ہے
تو یہ سورج کی وجہ سے ہوتا ہے۔

فروع کافی میں عبد اللہ ابن سنان سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ امام صادق عیسیٰ ابن موسیٰ کے پاس جا رہے تھے
راستہ میں قاضی ابن شبرہہ سے ملاقات ہو گئی۔

آپ نے قاضی سے پوچھا۔ کہاں جا رہے ہو۔

ابن شبرہہ نے کہا۔ آپ کی طرف آ رہا تھا۔ اللہ نے میرا سفر کوتاہ کر دیا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ کیوں خیریت تو تھی؟

ابن شبرہہ نے عرض کیا۔ والی کو فتنے ایک سوال کیا ہے۔ مجھے اس کا جواب نہیں آتا تھا۔ آپ کے پاس

آ رہا تھا۔

آپ نے فرمایا۔ کونسا سوال ہے۔
 ابن سبیر نے کہا، سوال یہ ہے۔ کہ روئے ارض پر سب سے پہلا معاہدہ کس نے لکھا تھا۔
 آپ نے فرمایا۔ یہ کوئی اتنا مشکل سوال تو نہ تھا۔
 اس نے عرض کیا۔ جس بات کا جواب نہ آتا ہو وہ مشکل ہو جاتی ہے۔
 آپ نے فرمایا۔ جب ذات احدیت نے جناب آدم کے سامنے آپ کی ذریت پیش کی۔ اور جناب آدم نے اپنی ذریت کے ایک ایک بنی کو دیکھا۔ جب جناب داؤد پر رے کے تو دیکھا۔ انتہائی دلکش نوجوان ہے۔ اور بڑی وفربند آواز ہے۔
 آپ کو بڑا پسند آیا۔ لیکن جب عمر کو دیکھا تو کم تھی۔
 جناب آدم نے عرض کیا۔ بارالہا! تو نے اسے اتنی جوانی دے کر عمر صرف چالیس برس رکھی ہے۔ یہ تو کم ہے۔
 ذات احدیت نے فرمایا۔ آدم اگر چہ میں نے تیری اولاد کی عمریں اور رزق مقدر کر دیے ہیں۔ لیکن چونکہ ام کتاب میرے پاس ہے اس لیے اس میں کمی بیشی ہو سکتی ہے۔
 جناب آدم نے عرض کیا۔ اگر اس میں تبدیلی ہو سکتی ہے تو میں اپنی عمر میں سے ساٹھ برس اپنے اس بیٹے کو دیتا ہوں تاکہ اس کی عمر پوریں ہو جائے۔
 ذات احدیت نے جبریل کو حکم دیا۔ جبریل نے یہ معاہدہ لکھ لیا۔ جناب آدم سے دستخط لے لیے اور سر بھر کر دیا۔
 جب جناب آدم کے پاس ملک الموت آیا۔
 تو آپ نے فرمایا۔ ابھی تک تو میرے ساٹھ برس باقی ہیں۔
 ملک الموت نے عرض کیا۔ آپ وہ ساٹھ برس جناب داؤد کے کھاتر میں ڈال چکے ہیں۔ میرے پاس وہ معاہدہ موجود ہے جس پر آپ کے دستخط ہیں۔ اور وہ معاہدہ یہ ہے۔
 روئے ارض پر سب سے پہلا جو معاہدہ لکھا گیا تھا وہ یہ ہے۔
 فروع کافی ہیں ابو جعفر احوال سے مروی ہے کہ ایک زندیق نے مجھ سے سوال کیا کہ۔
 اللہ نے کس مصلحت کے تحت ایک ہزار میں سے پچیس نیکو مقرر کی ہے۔
 میں نے کہا، جس مصلحت کے تحت صبح کی نماز دو رکعت ظہر میں کی چار رکعت مغرب کی تین رکعت اور عشاء کی چار رکعت مقرر کی ہے۔
 وہ خاموش ہو گیا۔

ولی العصر ثلاثی و لی العصر ثلاثی و لی العصر ثلاثی

بعد میں اتفاقاً امام صادقؑ سے ملاقات ہو گئی۔ اگرچہ وہ زندیق خاموش ہو گیا تھا۔ لیکن مجھے اس کا سوال برابر کھٹکتا رہا۔

میں نے امام صادقؑ سے وہی سوال کیا۔

آپ نے فرمایا: اللہ نے دولت اور مساکین دونوں کا حساب کیا ہے۔ اور جتنا مساکین کے لیے قابلِ کفایت تھا۔ دولت مندوں پر اتنا فرض کر دیا ہے۔ اگر اس سے زیادہ کی ضرورت ہوتی تو اللہ اس سے زیادہ مقرر کرتا۔

ایک دن وہی زندیق پھر مجھے مل گیا۔ میں نے اسے امام صادقؑ کا یہ جواب بتایا۔

وہ تڑپ کر کہنے لگا: جہاں تک میں سمجھتا ہوں یہ بات تمہارے نبی اکرمؐ کے اہل بیت سے کسی فرد نے ہی بتائی ہے۔

اگر میں کسی کے سامنے سر جھکانے پر کبھی آمادہ ہو گیا تو یقیناً اسی شخص کے قدموں میں سر رکھوں گا۔

فروع کافی میں معاویہ ابن عمار سے مروی ہے کہ مفضل ابن غیاث کی بہن فوت ہو گئی ہے۔ اس نے جو ترکہ چھوڑا تھا اس میں اس نے ۱۳ فی سبیل اللہینے کی۔ ۳۱ مساکین میں تقسیم کرنے کی۔ اور ۳۱ سے حج کرانے کی وصیت کی۔

ترکہ کم تھا۔

میں اور مفضل ابن ابی یعلیٰ کے پاس آئے اس کے سامنے صورت حال رکھی اور پوچھا کیا کریں؟

ابن ابی یعلیٰ نے کہا: خواہ کم ہے یا زیادہ جیسے وصیت کی ہے ویسے عمل کرو۔

ہم مطمئن نہ تھے۔ کیونکہ ۳۱ سے حج نہیں ہو سکتا تھا۔ اور اس پیسہ کے ضیاع کا خطرہ تھا۔ چنانچہ ہم ابن سبیرہ کے پاس آئے۔

اس نے بھی وہی جواب دیا جو ابن ابی یعلیٰ نے دیا تھا۔

ہم ابو حنیفہ کے پاس آئے۔

اور اس سے پوچھا۔

اس نے بھی وہی جواب دیا۔

پھر ہم اتفاقاً مکہ میں آئے۔ وہاں امام صادقؑ کا پتہ چل گیا کہ آپ بھی مکہ میں ہیں مفضل نے کہا: چل کر امام

صادقؑ سے پوچھ لیں۔

ہم آپ کے پاس آئے۔ اور آپ سے پوچھا۔

آپ نے فرمایا: چونکہ حج فریضہ واجبہ ہے۔ فی سبیل اللہ اور مساکین کو دینا مستحب اور باعث ثواب

وَلِي الْعَصْرِ ثَرْثُثٌ وَلِي الْعَصْرِ ثَرْثُثٌ وَلِي الْعَصْرِ ثَرْثُثٌ وَلِي الْعَصْرِ ثَرْثُثٌ وَلِي الْعَصْرِ ثَرْثُثٌ وَلِي الْعَصْرِ ثَرْثُثٌ

میں نے کہا۔ مجھے آپ کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اور آپ کے پاس ہی آیا ہوں۔
انہوں نے کہا۔ پوچھ کیا پوچھتا ہے۔

میں نے کہا۔ آپ کا موزوں پر مسج کے بارے میں کیا خیال ہے؟
انہوں نے کہا کچھ افراد موزوں پر مسج کو سمجھتے ہیں۔ البتہ ہم اہل بیت ایسا نہیں کرتے۔
میں نے دل میں کہا۔ یہ پہلی بات ہے۔

پھر میں نے پوچھا۔ ملی مچھلی کے متعلق آپ کا خیال ہے؟ حلال ہے یا حرام ہے؟
انہوں نے کہا ہے تو حلال مگر ہم اہل بیت نہیں کھاتے۔
میں نے کہا۔ یہ دوسری بات ہے۔

پھر میں نے کہا۔ اگر ایک شخص اپنی بیوی سے کہے۔ میں تجھے آسمان کے ستاروں کے برابر طلاق دیتا ہوں۔
اس عورت کا کیا حکم ہے۔

انہوں نے کہا۔ عورت تو تین طلاقیوں سے طلاق ہو جائے گی۔ دیگر تعداد طلاق دہندہ کے لیے باعث عذاب اور
سزا ہوگی۔

میں نے دل میں کہا۔ یہ تیسری ہوئی۔

میں نے کہا۔ نبیند کے متعلق کیا خیال ہے حلال ہے یا حرام؟
انہوں نے کہا ہے تو حلال ہی لیکن ہم اہل بیت نہیں پیتے۔

میں نے دل میں کہا۔ یہ چوتھی ہے۔

اور اٹھ کھڑا ہوا۔ باہر آیا کچھ لوگ ملے۔ ان سے کہا۔ لوگوں میں تو بڑا چرچا ہے کہ اہل بیت نبی میں ایک نہ ایک
عالم رہتا ہے لیکن اب تو معاملہ صاف ہے یہ گھر بھی ختم ہو گیا۔ میں پھر مسجد میں آیا۔ کچھ لوگ بیٹھے تھے۔ ان سے پوچھا
اہل بیت میں کوئی عالم ہے۔

انہوں نے پھر عبد اللہ ابن حسن کا نام لیا۔

میں نے کہا۔ انہیں تو میں ابھی دیکھ کے آ رہا ہوں۔ وہ تو مجھ جیسے ہیں۔

ایک شخص نے سر بلند کر کے کہا۔ جعفر ابن محمد کے پاس چلا جا۔ وہاں سے تجھے وہ سب کچھ مل جائے گا۔ جو
تو چاہتا ہے۔

میں نے دیکھا۔ دیگر تمام افراد نے اسے سلامت کی۔

بہر صورت میں نے ان سے آپ کے گھر کا پوچھا۔

کسی نے نہ بتایا۔ وہ شخص بھی اب خاموش ہو گیا تھا۔

میں نے باہر آکر ایک آدمی سے آپ کا گھر پوچھا۔ اس نے نشانہ ہی کر دی۔ میں نے دق الباب کیا۔ ایک غلام باہر آیا۔ اور اس نے کہا۔ اسے کبھی آجا۔
 یہ سنکر میں حیران ہو گیا کہ اس غلام کو کس نے بتایا ہے کہ میں کبھی ہوں۔ بغیر میں اندر گیا حجرہ میں ایک سن رسیدہ شخص مصلائے عبادت پر بیٹھا تھا۔
 اس نے مجھے دیکھ کر پہلے خوش آمدید کہا۔
 پھر مسکرا دیا۔ اور کہا۔
 کیا تو نسب بتاتا ہے؟
 میں نے کہا۔ ہاں۔
 اس نے کہا۔ کیا اپنا نسب بھی بتا سکتا ہے۔
 میں نے کہا۔ جو تمام عرب کے نسب بتاتا ہوں تو اپنا کیسے نہ بتاؤں گا۔ میں نے اپنا نسب بیان کرنا شروع کیا اور پانچویں پشت پر پہنچ کر اس فلاں کہا۔ تو اس نے کہا غلط بتا رہا ہے۔ وہ تو فلاں چرواہے کا بیٹا تھا۔
 میں نے ذول میں کہا۔ میں تو اپنا عیب اپنے تک محدود رکھنا چاہتا تھا۔ لیکن اسے تو سب کچھ معلوم ہی ہے۔

پھر اس نے خود کہا۔ ان باتوں کو چھوڑ جس کام کے لیے آیا رہتا۔
 میں نے کہا۔ اگر ایک شخص اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ میں تجھے آسمان کے ستاروں کے برابر طلاق دیتا ہوں تو اس کا کیا حکم ہے؟
 اس نے کہا۔ کیا سورۃ طلاق پڑھتا ہے۔
 میں نے کہا۔ مجھے حفظ ہے۔
 اس نے کہا۔ بھلا پڑھ۔

جب میں اس آیت پر پہنچا۔ طلقوھن لعدتھن واحصوا لعدۃ
 تو آپ نے فرمایا۔ اس میں کہیں ستاروں کا تذکرہ ہے۔
 میں نے کہا۔ نہیں۔

میں نے دوسرا سوال پوچھا۔
 اگر ایک شخص اپنی بیوی سے کہے۔ میں تجھے تین طلاق دیتا ہوں تو؟
 آپ نے فرمایا۔ کتاب خدا اور سنت رسول کے مطابق حکم ہوگا۔ طلاق صرف اسی وقت ہو سکتی ہے جب عورت ایام ماہواری سے خالی ہو اور اس طہر میں مرد نے مباشرت نہ کی ہو۔ وود عادل گواہ بھی موجود ہوں۔

میں نے تیسرا مسئلہ پوچھا۔

موزوں پر مسج کے سلسلہ میں آپ کیا کہتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ جب قیامت کے دن ہر محشر ہونے والے کے اجزاء اس کے جسم سے متصل ہو جائیں گے۔ تو موزے جس جانور کے چمڑے سے بھی بنے ہوئے ہوں گے۔ اس جانور کا چمڑا بھی اس کے جسم پر چلا جائے گا تو جو لوگ موزوں پر مسج کرتے ہیں ان کا وضو کہاں جائے گا۔

میں نے چوتھا مسئلہ پوچھا۔

مٹی مچھلی کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے حلال ہے یا حرام؟

آپ نے فرمایا۔ جب اللہ نے بنی اسرائیل کے مجرموں کو مسج کیا۔ تو کچھ کو سمندر میں بھیجا۔ مٹی مچھلی بھی انہی میں سے ہے۔

میں نے پانچواں مسئلہ پوچھا۔

نبیذ کیا ہے اور حلال ہے یا حرام؟

آپ نے فرمایا۔ جب مسلمان ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ آئے تو تبدیلی آب و ہوا کے اثرات سے محفوظ نہ رہ سکے تو صحابہ نے شکوہ کیا۔

آپ نے فرمایا۔ نبیذ بنا کر پی لیا کرو۔

جب صحابہ نے طریقہ پوچھا۔

تو آپ نے فرمایا۔ گھجور کے چند دانے پانی کے شکنجے میں ڈال دیا کرو اور اسے پیتے رہا کرو

بعد میں لوگوں نے اس نبیذ کو دوسرے معنی میں استعمال کرنا شروع کر دیا۔ اور بعض نے تو شرب کی حد تک پہنچا

کہ اسے استعمال کرنا شروع کر دیا۔

ان مسائل سے میں مطمئن ہو کر اٹھا۔ اور تادم مرگ مسک آل محمد پر عمل کرتا رہا۔

تقدیر سادانی

بجاریں مروی ہے کہ ایک خارجی نے امام صادق کے شاگرد ہشام ابن حکم سے پوچھا۔

کیا غیر عرب عربوں میں شادی کر سکتے ہیں۔

ہشام نے کہا۔ ہاں۔

خارجی نے کہا۔ کیا عرب قریش میں شادیاں کرتے ہیں۔؟

ہشام نے کہا۔ ہاں۔

خارجی نے کہا کیا قریش بنی ہاشم میں شادی کرتے ہیں۔

ہشام نے کہا ہاں۔

خارجی امام صادق کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ہشام نے اس طرح کہا ہے۔

آپ نے فرمایا ہشام نے درست کہا ہے۔

خارجی نے کہا اگر یہ درست ہے تو پھر میں آپ سے خواستگاری کرتا ہوں۔

امام صادق نے فرمایا تیرا کفو تیری قوم ہے۔

ذات احادیث نے ہمارے لیے صد تہ جو ہاتھوں کی لیل ہے ہم اہل بیت پر حرام کیا ہے۔ اس نیا د پر ہم اللہ کے اس

اقتیاز کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں جو اس نے ہمیں دوسروں سے دیا ہے۔ اور ہم اپنی اس نصیحت میں جو اللہ نے ہمیں عنایت کی ہے کسی ایسے کو شریک نہیں کر سکتے جو اس نصیحت میں شریک نہیں۔

خارجی یہ سن کر اٹھا اور یہ کہتا گیا کہ جس طرح آج جعفر ابن محمد نے مجھے لاجواب کیا ہے بخدا! اس طرح آج تک

کسی نے نہیں کیا۔

نخصالی اور علی النشرائع میں شیخ صدوق نے منصور کے ہم پیالہ ربیع سے روایت کی ہے کہ ایک دن امام صادق

منصور کے دربار میں بیٹھے تھے۔ وہاں ایک ہندوستانی طبیب بیٹھان طب میں موشگافیاں کر رہا تھا۔ امام صادق خاموشی سے سن رہے تھے۔

جب وہ طبیب اپنے موضوع سے فارغ ہوا تو اس نے امام صادق سے کہا جو کچھ میرے پاس ہے اگر چاہیں تو

میں آپ کو پیش کر سکتا ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ نہیں مجھے ضرورت نہیں ہے کیونکہ جو کچھ میرے پاس ہے وہ اس سے کہیں بہتر ہے جو آپ

کے پاس ہے۔

طبیب نے کہا۔ آپ کے پاس کیا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ میں گرم کا علاج سرد سے۔ سرد کا گرم سے خشک کا تر ہے۔ تر کا خشک سے کک کے معاملہ

اللہ کے سپرد کر دیتا ہوں۔ اور اس سلسلہ میں وہی دوائیں استعمال کرتا ہوں۔ کہ جن کی ہدایت نبی اکرم نے بھی فرمائی ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ۔ عمدہ بیماریوں کا گھر ہے۔ بخار کو روا کی حیثیت حاصل ہے۔ اپنے جسم کو اس کی اپنی عادات پر

باقی رکھنے کی کوشش کرتا ہوں۔

طبیب نے کہا یہی تو طبابت ہے۔

آپ نے فرمایا۔ تو کیا سمجھتا ہے یہ اصول علاج و صحت میں نے طب کی کتابوں سے لیے ہیں۔

طیب نے کہا۔ میرا خیال نہیں ہے مجھے یقین ہے۔
کیونکہ جو کچھ آپ نے کہا۔ کتب طب کے علاوہ کہیں نہیں ملتا۔
آپ نے فرمایا۔ بخدا! آج تک میں نے طب کی ایک کتاب بھی نہیں دیکھی۔ مجھے جو کچھ ملا ہے اللہ کی طرف سے ملا ہے۔

اچھا یہ بتا۔ طب میں میں علم ہوں یا تو؟
ہندوستانی نے کہا۔ میرے خیال میں اس وقت دینا نے طب میں مجھ سے زیادہ علم کوئی بھی نہیں۔
آپ نے فرمایا۔ کیا مجھے چند سوالوں کی اجازت دے گا۔
طیب نے کہا۔ طب کے سلسلہ میں آپ جو چاہیں پوچھیں۔
امام صادقؑ نے فرمایا۔ یہ سر میں چھوٹے چھوٹے خانے کیوں ہوتے ہیں؟
طیب نے کہا۔ یہ تو مجھے معلوم نہیں۔
امام صادقؑ نے فرمایا۔ سر پر یہ بال کیوں ہوتے ہیں؟
طیب نے کہا۔ میں نے اس کی وجہ نہیں پڑھی۔
امام صادقؑ نے فرمایا۔ یہ پیشانی بالوں سے خالی کیوں ہے؟
طیب نے کہا۔ کسی کتاب میں اس کی وجہ نہیں دیکھی۔
امام صادقؑ نے فرمایا۔ یہ پیشانی میں لکیریں اور جھریاں کس لیے ہوتی ہیں؟
طیب نے کہا۔ نہیں معلوم۔
امام صادقؑ نے فرمایا۔ یہ ابرو اکھوں کے اوپر کیوں ہیں؟
طیب نے کہا۔ جگوان جانتا ہے اس کی کیا وجہ ہے۔
امام صادقؑ نے فرمایا۔ یہ آنکھیں بادامی شکل میں کیوں بنائی گئی ہیں۔
طیب نے کہا۔ کہیں نہیں دیکھا۔
امام صادقؑ نے فرمایا۔ یہ ناک کو آنکھوں کے درمیان کس لیے رکھا گیا ہے۔
طیب نے کہا۔ کسی جگہ نہیں پڑھا۔
امام صادقؑ نے فرمایا۔ مونچھیں منہ کے اوپر کیوں ہیں؟
طیب نے کہا۔ نہیں جانتا۔
امام صادقؑ نے فرمایا۔ دانت لیے اور دڑاڑھیں چوڑی کیوں بنائی گئی ہیں
طیب نے کہا۔ علم طب کی کسی کتاب میں نہیں دیکھا۔

امام صادق نے فرمایا۔ ناکہ مورخ کا رخ نیچے کی طرف کیوں ہے؟
طیب نے کہا۔ نہیں معلوم۔

امام صادق نے فرمایا۔ مردوں کی داڑھی کیوں ہوتی ہے؟
طیب نے کہا۔ کسی استاد نے نہیں بتایا۔

امام صادق نے فرمایا۔ اچھا یہ بتا کہ پھیلیاں بالوں سے خالی کیوں ہیں۔؟
طیب نے کہا۔ بھگوان قسم! میں نے کہیں نہیں دیکھا۔

امام صادق نے فرمایا۔ اچھا یہ بتا کہ ناخن اور بال زندگی سے کیوں خالی ہوتے ہیں؟
طیب نے کہا۔ نہیں معلوم۔

امام صادق نے فرمایا۔ دل تخم صنوبر کی طرح کیوں بنایا گیا ہے۔
طیب نے کہا۔ میں نے کہیں نہیں پڑھا۔

امام صادق نے فرمایا۔ اچھا یہ تو بتا دے کہ پھپھڑے دو کیوں ہوتے ہیں اور یہ اپنی جگہ متحرک کیوں رہتے ہیں؟

طیب نے کہا۔ میں نے کہیں دیکھا نہیں ہے۔
امام صادق نے فرمایا۔ یہ تو بتا دے کہ جگر کناروں سے پتلا اور درمیان سے موٹا کیوں ہوتا ہے۔

طیب نے کہا۔ کسی نے اس کی وجہ نہیں لکھی۔
امام صادق نے فرمایا۔ یہ گردے تخم لویا کی طرح کیوں ہوتے ہیں؟
طیب نے کہا۔ نہیں پڑھا۔

امام صادق نے فرمایا۔ یہ گھٹنے صرف پیچھے کی طرف کیوں ٹرتے ہیں۔
طیب نے کہا۔ نہیں معلوم۔

امام صادق نے فرمایا۔ تو تصدیق کر رہا ہے کہ میرے ان تمام سوالات کا تعلق فن طب سے ہے؟
طیب نے کہا۔ اگر میں انکار بھی کروں تو کون مانے گا۔ ان مسائل کا تعلق فن طب ہی سے ہے۔

آپ نے فرمایا۔ تو تسلیم کرتا ہے کہ آج تک فن طب پر لکھی گئی کتب میں سے کسی بھی کتاب میں ان سوالوں کا جواب موجود نہیں ہے۔

طیب نے کہا۔ بالکل میں تسلیم کرتا ہوں کہ فن طب کی کسی کتاب میں موجود نہیں ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ تیرے معلومات کے مطابق کوئی طبیب ان سوالوں کے جواب جانتا ہے۔

طیب نے کہا۔ میرے علم کے مطابق کوئی بھی ان سوالوں کے جواب نہیں جانتا۔

آپ نے فرمایا۔ لیکن میں جانتا ہوں۔

کیونکہ میرا علم اہل ہی ہے۔ جس ذات نے انسان کو خلق فرمایا ہے۔ اسی ذات نے نبی کو نبی کے ذریعہ ہم آئمہ اہلبیت کو اس علم سے نوازا ہے۔

طلب نے عرض کیا۔ اگر نوازش فرمائیں تو اب ان سوالوں کے جوابات بھی مرحمت فرمادیں۔

آپ نے فرمایا۔ اللہ نے سر میں خانے اس لیے رکھے ہیں کہ چونکہ سر گول ہے اگر اس میں خانے نہ ہوں تو صداغ فوراً حملہ آور ہو جاتا۔

یہ ان خانوں کی وجہ ہے کہ صداغ کا حملہ نہیں ہوتا۔

بال سر پر اس لیے پیدا کیے ہیں تاکہ بالوں کے ذریعہ دماغ میں روغنیات پہنچائے جاسکیں۔ سر میں موجود بخارات انہی بالوں کے سوراخوں کے ذریعہ خارج ہوتے رہتے ہیں۔ سر پر بالوں کی موجودگی سے سر سردی اور گرمی سے محفوظ رہتا ہے۔

پیشانی کو بالوں سے اس لیے خالی رکھا گیا ہے کہ پیشانی آنکھوں میں روشنی پہنچانے کا ذریعہ ہے اور اس میں روشنی اس طرح جمع رہتی ہے جس طرح دریاؤں میں پانی جمع رہتا ہے۔ دماغ سے آنکھوں تک آنے والی وریں اس روشنی کو جمع رکھتی ہیں۔

پیشانی میں کبیریں اس لیے پیدا کی گئی ہیں کہ سر سے گرنے والے فضلہ جات سے بھی آنکھیں محفوظ رہیں۔

ابرو آنکھوں کے اوپر اس لیے پیدا کیے گئے ہیں تاکہ ریگولیٹر کا کام دیں اور صوب ضرورت روشنی آنکھوں تک پہنچتی رہے۔

آپ نے خود کوئی بار تجربہ کیا ہو گا کہ جب روشنی بہت زیادہ ہو جائے اور ابرو اسے نہ روک سکیں تو انسان فوری طور پر روشنی کی شدت سے بچنے کی خاطر آنکھوں کے سامنے ہاتھ کا سا پتہ بنا دیتا ہے تاکہ آنکھوں کی برداشت سے زیادہ روشنی نہ آنے پائے۔

ناک کو دونوں آنکھوں کے درمیان رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ نے اسے آنکھوں میں روشنی کی مساوی تقسیم کا ذریعہ قرار دیا ہے۔

پیشانی کی وریوں میں جمع ہونے والی روشنی ناک میں موجود عضلات کے ذریعہ آنکھوں میں آتی ہے۔ اور ناک دونوں آنکھوں کو برابر برابر روشنی تقسیم کرتا ہے۔

آنکھوں کو باوادی صورت میں اس لیے بنایا ہے تاکہ سر مچھو پھیرنے میں آسانی ہو۔ اور آنکھوں کی بیماری ناسل ہو۔ اگر یہ آنکھیں گول یا مربع ہوتیں تو سر مچھو پوری آنکھ میں نہ پھرایا جاسکتا جس کی وجہ سے دوا آنکھ کے ہر گوشے میں

نہ جاتی اور نہ بیماری پوری آنکھ سے نکلتی۔

ناک کے سوراخ نیچے اس لیے رکھے گئے ہیں تاکہ دماغ سے خارج ہونے والے فضلہ جات آسانی خارج ہو سکیں۔ اور بیرونی تروتازہ ہوا اور خوشبو آسانی دماغ میں اور پر جا سکے۔

اگر یہ سوراخ نیچے کی بجائے اوپر ہوتے تو نہ دماغی فضلہ جات خارج ہوتے اور نہ خوشبو اور تازہ ہوا آسانی دماغ میں پہنچتی۔

موچھیں اور لب منہ کے اوپر اس لیے بنائے گئے ہیں تاکہ دماغ سے خارج ہونے والے فضلہ جات منہ میں نہ پڑیں۔ اسی جگہ رک جائیں۔ اور انسان کھاتے پیتے وقت بد مزہ نہ ہو۔

مردوں کے داڑھی اس لیے پیدا کی گئی ہے تاکہ کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہ رہے کہ یہ مرد ہے یا عورت پہلی نظریں دیکھنے والا مرد اور عورت میں امتیاز کرے۔

دانوں کو لبیا اور داڑھوں کو چوڑا اس لیے رکھا گیا ہے تاکہ انسان جو کچھ کھائے دانت پہلے اسے کاٹ کر باریک کریں، پھر دانت داڑھوں کے حوالہ کریں اور داڑھیں اسے پس کر معدہ کے حوالہ کریں۔

بھیدوں کو چھونے کی خاطر بالوں سے صاف رکھا گیا ہے۔ اگر بھیلیوں پر بال ہوتے تو انسان کسی چیز کو چھو کر معلوم نہ کر سکتا کہ نرم یا گرم۔ سخت ہے یا ٹھنڈی وغیرہ۔

ناخنوں کو اور بالوں کو زندگی سے اس لیے محروم رکھا گیا ہے۔ کہ ان کا حد سے بڑھ جانا برا ہوتا ہے اور ان کا کاٹنا باعث حسن ہوتا ہے۔ اگر ان میں روح حیات ہوتی تو کوئی شخص بھی نہ ناخن اتر داتا اور نہ بال کٹواتا۔

اللہ نے دل کو اس لیے تخم صنوبر کی مانند بنایا ہے کیونکہ اسے اللہ اللہ کا تھا۔ اس کا منہ پتلا اور نیچلا حصہ موٹا رکھا ہے۔ تاکہ پیچھڑے کی ہوا اس میں پہنچ کر سرد کرتی رہے اور دماغ کی حرارت سے جلانہ دے۔

پیچھڑے دو اس لیے بنائے گئے ہیں تاکہ دل کو ہر پیچھڑے سے ہوا پہنچتی رہے۔

جگر کے کنارے باریک اور درمیان کو اس لیے موٹا رکھا گیا ہے تاکہ معدہ پر وزن پڑتا ہے اور معدہ کے بخار کو خیر کرتے ہیں۔

گردے کو تخم لوبیا کی طرح اس لیے بنایا ہے۔

کیونکہ ادریٹھ کی ہڈی سے مٹی گردوں میں قطرہ قطرہ ٹپکتی ہے۔ اور ہر دوسرا قطرہ پہلے قطرے کو آگے دھکیلتا ہے اگر گردے گول یا مربع ہوتے تو دوسرا قطرہ پہلے کو آگے نہ دھکیل سکتا۔ اور انسان بوقت مباشرت کوئی لطف نہ اٹھا سکتا۔ بلکہ بعض اوقات مٹی کے چند قطرات گردوں کے کسی گوشہ میں رک جائے۔ جس سے انسان مختلف امراض کا شکار ہو جاتا ہے۔

گھٹنوں کو اس لیے پیچھے موڑا ہے تاکہ انسان کو چلنے میں تکلیف نہ ہو۔ انسان آگے چلتا ہے۔ اگر گھٹنے آگے
 مڑتے تو انسان چلتے چلتے گر جاتا۔

طیب نے اٹھ کر آپ کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ اور کہنے لگا۔ یہ ہے علم۔ لیکن یہ بتائیں کہ آپ کو کیسے حاصل
 ہوا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ میں نے تجھے بتا دیا ہے کہ۔ مجھے اپنے دربار کے ذریعہ نبی کو نین سے ملایا ہے اور آپ کو اللہ جو
 خالق انسان ہے نے عنایت فرمایا تھا۔

طیب نے کہا۔ واقعاً یہ علم الہی ہے۔ آپ وارث نبی ہیں۔

اشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ وانک حجۃ اللہ فی الارض۔

علل الشرائع میں بعد اللہ تشریح سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ابو حنیفہ امام صادق کے پاس آیا۔

آپ نے فرمایا۔ میں نے سنا ہے تو اپنے قیاس کے مطابق حکم دیتا ہے۔

ابو حنیفہ نے کہا۔ آپ نے سچ سنا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ قیاس اچھا نہیں ہے۔ انسان کے قیاس میں غلطی ہو جاتی ہے۔

ابو حنیفہ نے کہا۔ غلطی کیسے ہو جاتی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ آپ کو معلوم ہے کہ ابلیس کتنا زیرک تھا۔

ابو حنیفہ نے کہا۔ بہت زیرک تھا میں جانتا ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ جب اس زیرک کا قیاس غلط ہو تو پھر کسی اور کا قیاس کیسے درست ہو سکتا ہے۔

ابو حنیفہ نے کہا۔ ابلیس کا قیاس کیسے غلط تھا۔

آپ نے فرمایا۔ ابلیس نے آگ اور مٹی کی ظاہری طبیعت کے مطابق فیصلہ کیا تھا۔ اور کہا تھا کہ آگ کی طبیعت

بلندی پسندی ہے اور مٹی کی فطرت پستی پسندی ہے۔

ابو حنیفہ نے کہا۔ ظاہراً تو بات درست ہے۔

آپ نے فرمایا۔ ظاہر ابھی غلط ہے اور یہی غلطی ابلیس کو لے ڈوبی تھی۔

ابو حنیفہ نے کہا۔ ظاہراً کیسے غلط ہے۔

آپ نے فرمایا۔ آگ خائن ہے اور مٹی امین ہے آگ میں جو چیز ڈال دو واپس نہیں ملے گی اور مٹی میں جو چیز

ڈال دو گئی زیادہ ہو کر ملے گی۔

ابو حنیفہ نے کہا۔ میں نے اس پہلو پر کبھی نہیں سوچا تھا۔

آپ نے فرمایا۔ درانیا اس کر کے بتائیں کہ اللہ نے کانوں میں کڑواہٹ۔ آنکھوں میں نمکینی۔ ہونٹوں میں شیرینی اور

اور ناک میں مروی کیوں بیدار کی ہے۔

ابو حنیفہ نے کہا۔ مجھے نہیں معلوم اس کی وجہ کیا ہے؛

آپ ہی فرمادیں۔

آپ نے فرمایا۔

اگر کانوں میں کڑواہٹ کا زہر نہ ہوتا تو حضرت الارض میں سے جو چیز بھی کان میں جاتی انسان مر جاتا۔ اب جو چیز کان میں داخل ہوتی ہے وہ کڑواہٹ کے زہر کی وجہ سے خود مر جاتی ہے۔

اللہ نے آنکھوں میں نمکنی اس لیے پیدا کی ہے کہ ان میں چربی ہے اگر نمکنی نہ ہوتی تو آنکھوں کے ڈھیلے پگھل جاتے یہ نمکنی ہے جو انہیں پگھلنے نہیں دیتی۔

اللہ نے ہونٹوں میں اس لیے شیرینی رکھی ہے تاکہ انسان میٹھی اور کڑوی چیزیں امتیاز کر سکے۔ اگر ہونٹوں میں شیرینی نہ ہوتی تو بیخ و شیرین میں امتیاز نہ ہوتا۔

اللہ نے ناک کو اس لیے سرد رکھا ہے تاکہ دماغ سے گرنے والے فضلہ جات ناک میں آکر ٹھنڈے ہو جائیں اور پھر باہر آئیں۔

امام صادق ہر زبان میں بات کر سکتے تھے؛

بصائر الدرجات میں عمار سابطی سے مروی ہے کہ ایک دن امام صادق نے بطنی زبان میں مجھ سے گفتگو کی میں سکر حیران رہ گیا۔

میں نے عرض کیا۔

قلہ! میں نے نبی بنط میں بھی ایسا فصیح اللسان نہیں دیکھا۔

آپ نے فرمایا۔ عمار! صرف بطنی میں نہیں۔ میں چھت خدا ہوں اور ہر جہت خدا روئے ارض کی تمام زبانوں میں اہل زبان سے فصیح و بلیغ ہوتا ہے۔

بصائر الدرجات ہی میں فرقہ سے مروی ہے کہ میں امام صادق کے پاس تھا۔ آپ نے ایک عجمی غلام کو کسی کام کے لیے بھیجا تھا۔ جب وہ واپس آیا تو وہ انک انک کر مرنے میں بات کرنے لگا۔ جس سے کوئی واضح مفہوم سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

آپ نے فرمایا۔ گھیر امت۔ اپنی زبان میں ہی بتا دے میں ہر زبان سمجھتا ہوں۔

بصائر میں عامر ابن علی جامعی سے مروی ہے کہ میں نے امام صادق کی خدمت میں عرض کیا۔

تبدل کیا اہل کتاب کا ذبیحہ جانتر ہے۔

آپ نے فرمایا، اگر وہ تکبیر پڑھ کر ذبح کریں جس کی انہیں ہدایت کی گئی ہے تو جانتر ہے۔

میں نے عرض کیا، تبدیلیاں آپ جانتے ہیں۔

آپ نے فرمایا، میں ہر زبان جانتا ہوں۔

میں نے عرض کیا، تبدیلیاں میں اہل کتاب کی تکبیر کھنچا جاتا ہوں۔

آپ نے فرمایا، لکھے۔

یا ر و خ ا ت ا د و ن ا ن ا ی ل و ہ ی ن و ا ص ل خ ع و ل ا م ا ش ر ق د ش ی ن و ا م س و ت ا س ت و ا ع ل ی ہ ش خ ی ط ا۔

تبارکت انت الھنا ملک العالمین الذی قد سنا با و امرہ و امرنا علی الذبح۔

تو اسے اللہ! ہمارا سمجھو۔ بابرکت اور عالمین کا حکمران ہے تو وہ ہے جس نے ہمیں اپنے احکام سے مقدس

کیا ہے۔ اور ہمیں ذبح کا حکم دیا ہے۔

بصائر میں اسماعیل ابن ہبران سے مروی ہے کہ امام صادق کے پاس برما کا ایک شخص رہتا تھا۔ ایک دن وہ

اجازت لے کر رخصت ہوا۔

چند گھنٹوں کے بعد واپس آیا۔

ہم نے پوچھا، کیا بات ہے۔ صبح تو تو جا رہا تھا؟

اس نے کہا، ایک اہم مسئلہ پوچھنا بھول گیا تھا۔

پھر وہ آپ کے سامنے گیا۔ آپ نے اسے مسکرا کے دیکھا اور فرمایا،

یا بت رعایا صیابنا حل۔ یعنی بیض دیوگ الماء لا تا کل پانی کے پرندوں کے انڈے

مت کھانا۔

بصائر میں جسریل کے ایک شیخ سے مروی کہ۔

بستی میں ایک شخص رہتا تھا جو ہر وقت مجھے رافضی کہتا تھا اور گالیاں بک کر اذیت دیتا تھا۔ بستی میں اسے تہذیبی

رستی کا بندر کہا جاتا تھا۔

میں حج کو آیا۔

امام صادق سے ملاقات ہوئی انہوں نے دیکھتے ہی مجھے فرمایا،

فرقہ ماثامت۔ یعنی مات قرہ القریۃ بستی کا بندر مر گیا ہے۔

میں نے عرض کیا کہ؛

آپ نے فرمایا، ابھی ابھی۔

میں نے وہ دن اور وقت نوٹ کر لیا۔
جب واپس گھر آیا۔ میرا بھائی مجھے ملا۔ میں نے اس سے بستی کے حالات پوچھے۔ اس نے نبی زبان کے وہی الفاظ دہرائے جو امام صادقؑ نے فرمائے تھے۔
میں نے پوچھا۔ کب ہوا ہے۔

جب اس نے تاریخ اور وقت بتایا تو میں نے اسے امام صادقؑ کے بتائے وقت سے متفق پایا۔
خواجه میں ابان ابن تغلب سے مروی ہے کہ میں امام صادقؑ کے پاس آیا۔ دروازہ پر مختلف علاقوں کے لوگ بھی موجود تھے۔ جب ہمیں جانے کی اجازت ملی۔ اور ہم جا کر بیٹھے تو آپ نے ایک حدیث بیان فرمائی جسے ہر زبان والے نے اپنی زبان میں سمجھا۔

وہاں سے اٹھ کر باہر آئے۔ تو عرب نے عربی میں کہا۔
آپ نے یہ فرمایا ہے۔

ایرانی نے فارسی میں کہا۔ آپ نے یہ فرمایا ہے۔

جستی نے حبشہ میں کہا۔ آپ نے یہ فرمایا ہے۔

سقلینی نے سقلب میں کہا۔ آپ نے یہ فرمایا ہے۔

سب حیران ہو کر واپس آئے اور آپ کی خدمت میں اپنی مشکل عرض کی۔

آپ نے فرمایا۔ بات ایک ہی ہے۔ تمہاری زبانوں میں اختلاف کی وجہ سے ہر ایک کو اپنی زبان میں سمجھائی گئی ہے۔

بھاڑیں فارسی سے مروی ہے کہ چند ایرانی آپ کے پاس آئے۔

آپ نے فرمایا۔

من جمع مالا یجرمہ عند بہ اللہ
عن مقدارۃ - جس نے مال جمع کیا اللہ سے اس کے مال کی مقدار کے مطابق مغذب کرے گا۔

انہوں نے عرض کیا قبہ ہمیں عربی نہیں آتی۔

آپ نے مسکرا کے فرمایا۔ میں نے کہا ہے۔

ہر کہ درم اندوز و جزایشں جہنم باشد

ایک نے عرض کیا۔ قبہ آپ کو فارسی خوب آتی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ اللہ نے مجھے روئے ارض پر اپنی حجت قرار دیا ہے۔ اگر مجھے کہ ارض پر بولی جانے والے ہر زبان نہیں آئے گی تو پھر میں حجت خدا کیسے رہ سکتا ہوں۔

اللہ نے ایک شہر مشرق میں اور ایک شہر مغرب میں آباد کیا ہے۔ ہر شہر کے گرد فصیل ہے۔ اس میں ایک ہزار دروازہ ہے، ہر دروازہ کے پیچھے دس دس ہزار محلے ہیں۔ ہر محلہ کی زبان دوسرے محلہ والوں سے مختلف ہے۔ اور میں حجت خدا ہونے کی حیثیت سے تمام زبانیں جانتا ہوں۔

آنکھ کے پاس ملائکہ کی آمد و رفت !

دلائل اللاماتہ از طبری میں یونس ابن طبعیان سے مروی ہے کہ میں امام صادق کے دروازہ پر گیا، دق الباب کیا۔ اندر سے معتب باہر آیا، اور مجھے اندر جانے کی اجازت دی۔

میں تو اندر چلا گیا۔ لیکن معتب حسب عادت میرے ساتھ نہ آیا۔ میں جب اندر گیا تو مجھے امام صادق کی شکل و صورت کا ایک شخص نظر آیا۔

میں نے حسب معمول سلام کیا۔

اس نے جواب سلام دیا، اور کہا،

بصورت ایمان آیا ہے یا بجات کفر؟

میں نے حیران ہو کر اس کی طرف دیکھا۔

اس نے کہا۔ اندر آ جا۔

جب میں آگے بڑھا تو وہاں بے شمار مخلوق تھی۔ جن کی صورتیں ایک جیسی تھیں۔ اتنے میں ایک اور شخص آیا

جس کی داڑھی میں تھوڑے تھوڑے سفید بال تھے۔ اس نے میرے ہاتھ سے پکڑا، دروازہ کی دیلنر پر لایا۔ میری آنکھیں چندھیا نے لگیں۔

میں نے کہا، السلام علیک یا بیت اللہ و نوره و حجابہ

اس نے جواب دیا، وعلیک السلام یا یونس۔

وہ شخص چلا گیا، ایک اور آگیا اس نے پوچھا،

تجھے کس کی تلاش ہے؟

میں نے کہا، مجھے امام صادق سے ملنا ہے۔

اس نے ایک کمرہ کی طرف اشارہ کیا اور کہا، اس میں چلا جا۔ میں اندر گیا تو امام صادق کو تشریف فرما دیکھا۔

ان کے سامنے پرندوں نما دو شخص بیٹھے تھے، اور باتیں کر رہے تھے۔ مجھے ان کی ایک بات بھی سمجھ نہیں آ رہی تھی

البتہ امام صادق جو بات کرتے تھے اسے سمجھ لیتا تھا۔

جب وہ دونوں باہر چلے گئے۔

تو میں نے عرض کیا۔ تبدیلیہ کون تھے؟

آپ نے فرمایا۔ یونس! ہم ظلمات میں محل نور ہیں۔ ہم وہ بیت مہمور ہیں جو اس میں داخل ہو گیا اس میں رہ گیا۔

ہم حجت خدا ہیں۔

میں نے عرض کیا۔ قبیلہ آج ایک عجیب بات دیکھی ہے۔

ایک شخص آپ کی شکل میں تھا۔

آپ نے فرمایا۔ یونس ہماری صورت کوئی بھی اختیار نہیں کر سکتا۔ وہ تیسرے آسمان کا ایک ٹک تھا۔ جسکی خواہش تھی کہ اسے چوتھے آسمان پر بھیجا جائے۔

میں نے عرض کیا۔ وہ جو گھر میں کثیر تعداد موجود تھی؟

آپ نے فرمایا۔ یہ وہ ملائکہ ہیں جو حضرت حجت کے ساتھی ہوں گے۔ اور یہ ان وقت تک آسمان پر واپس نہیں جائیں گے جب تک ظہور قائم نہیں ہو جاتا۔

بھاڑ میں ابوبصیر سے مروی ہے کہ میں نے امام صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا۔ قبیلہ!

ایک علم تو وہ ہے جو ناقابلِ تغیر ہے۔ اور آپ کو حینِ ولادت سے عطا کیا جاتا ہے لیکن وہ علم جو یہو

اللہ مایشاء ویتثبت۔ کے مطابق ہے وہ کسے عطا ہوتا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ ابوبصیر! جو علم سائل تک ناقابلِ تغیر ہوتا ہے وہ شب قدر عطا ہوتا ہے۔ اور جس میں روزانہ

تبدیلی کا امکان ہوتا ہے۔ اور جو سفارشیں ہم کرتے ہیں وہ علم روزانہ صبح سے شام تک کیلئے صبح کو اور شام سے صبح تک کے لیے شام کو عطا ہوتا ہے۔

بعض اوقات کوئی تک آم کرتا ہے اور

بعض اوقات ہمارے دل میں ڈالا جاتا ہے۔

آئمہ اہل بیت کے پاس جنوں کی آمد و رفت؛

کشف الغم میں شمار سجستانی سے مروی ہے کہ ایام حج میں ہی روزانہ امام صادقؑ کے پاس آتا تھا۔ ان کی محفل میں بیٹھ کر معالم دین حاصل کرتا تھا۔ ایک ذات میں آیا جب اجازت لی تو مجھے کہا گیا ہے کچھ دیر انتظار کرے۔

میں باہر خرید میں بیٹھ گیا۔

کچھ ایسے نوجوان آئے جنہیں میں نہیں جانتا تھا۔ ان کی صورتیں دیکھتی جاؤں جیسی تھیں۔ انہوں نے اجازت لی۔

آپ نے فوراً انہیں اندر بلا لیا۔

کافی دیر بعد عیسیٰ شلقان نے مجھے اندر بلا لیا۔ جب میں وہاں گیا۔ تو جن جاؤں کو میں نے جاتے دیکھا تھا۔ وہ وہاں موجود نہ تھے۔

میں نے عرض کیا: قبلاً ایک گروہ بھی ابھی آپ کے پاس آیا تھا۔ لیکن اب نہ تو یہاں نظر آتے ہیں اور نہ ہی میں نے انہیں واپس جاتے ہوئے دیکھا ہے۔

آپ نے فرمایا: چند جرات تھے جو اپنے مسائل دریافت کرنے آئے تھے۔

یضا اللدرجات میں مفضل ابن عمر سے مروی ہے کہ خراسان سے دو شخص اپنے واجبات لے کر مدینہ میں امام صادقؑ تک پہنچنے کی خاطر روانہ ہوئے۔ ریسے میں آئے تو وہاں انہیں ایک شخص نے ایک تھیلی دی کہ یہ بھی امام صادقؑ کی خدمت میں پیش کر دینا۔

تمام براہ میں وہ دونوں اس مال کا تحفظ کرتے رہے۔ جب بیرون مدینہ پہنچے تو انہوں نے اطمینان کے لیے ایک مرتبہ پھر مال کو دیکھا۔ جب سمجھا تو ریسے میں دی جانے والی تھیلی نہ دی۔

دونوں کے ہاتھوں کے ٹوٹے اڑ گئے۔ اور ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ امام کو کیا جواب دیں گے۔

کافی وقت پریشان رہنے کے بعد خراسانوں نے یہ سوچ کر اطمینان کر لیا۔ کہ امام کو ہمارا مکانی تحفظ بھی معلوم ہو گا۔

کہ ہم نے کوتاہی اور غفلت نہیں کی۔ ہم تمام بات بتا دیں گے۔ پھر جیسا انہوں نے حکم دیا ویسے کریں گے۔

مدینہ میں آنے کے بعد سب سے پہلے وہ امام صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سلام و نیاز کے بعد مال پیش کیا۔

آپ نے فرمایا: وہ رازی والی تھیلی کہاں ہے۔

دونوں نے تمام حال تفصیل سے بتا دیا۔

آپ نے فرمایا: اگر تھیلی دیکھ لو تو پہچان لو گے؟

انہوں نے عرض کیا: قبلاً ضرور پہچان لیں گے۔

آپ نے غلام کو حکم دیا کہ فلاں جگہ فلاں رنگ کی جو تھیلی رکھی ہے اٹھا لا۔
جب غلام اٹھا کے لایا۔

تو آپ نے فرمایا۔ اسے پہچانو یہ وہی ہے۔

دونوں نے عرض کیا۔ حضور! بلا شک وہی ہے۔

لیکن یہ آپ کے پاس کیسے پہنچ گئی؟

آپ نے فرمایا۔ اگر میرے پاس تمہاری بیرون مدینہ کی جانے والی یہ گفتگو پہنچ سکتی ہے کہ امام کو ہمارا امکانی

تحفظ معلوم ہو گا۔ تو یہ تھیلی بھی ہم تک پہنچ سکتی ہے۔

انہوں نے عرض کیا۔ قبلہ ہمیں بھی تو معلوم ہو کہ کیسے پہنچی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ مجھے اچانک کچھ رقم کی ضرورت تھی۔ اور مجھے معلوم تھا کہ تم میرے ہی لیے رقم لارہے ہو۔

چنانچہ میں نے تمہارے ایک جن بھائی کو بھیجا جو یہ تھیلی اٹھا کر لے آیا۔

بصائر الدرجات میں مروی ہے کہ ابو عبد اللہ حجاج کے قاتلے روانہ کیا کرتا تھا۔ ایک سال اس نے امام صادق

کی خدمت میں عرض کیا۔

قبلہ اب کے سال میں آپ ہی کے ساتھ جاؤں گا۔ اگر آپ تشریف لے گئے تو جاؤں گا ورنہ نہیں۔

آپ نے فرمایا۔ نہیں تو جیل۔

میں نے ابو الفضل سدید کے ذمہ کچھ کام لگائے ہیں اگر اس نے سرانجام دے دیئے تو ہم انشاء اللہ تجھے راستہ
میں آئیں گے۔ اور میں تجھے بذریعہ خط مطلع کروں گا۔

جب ہم دو دن اور ایک رات کا سفر کر چکے۔ تو ایک بڑا طویل القامت گدڑی رنگ والا آدمی آیا۔ اس نے

مجھے امام صادق کا خط دیا۔ جس کی ہر اچھی تک خشک نہیں ہوئی تھی۔ میں حیران تو ہوا لیکن خاموش رہ گیا۔ خط لے لیا۔

وہ واپس چلا گیا۔

میں نے خط پڑھا۔ لکھا تھا۔ ابو الفضل نے ہمدان کام کر دیا ہے۔ ہم انشاء اللہ عنقریب تجھے آئیں گے۔ تو

جہاں ہے وہیں رک جا۔

جب آپ تشریف لے آئے تو میں نے عرض کیا۔

حضور! دو دن اور ایک رات کا کافی سفر ہم کر چکے تھے۔ لیکن آپ کا جو خط ملا ہے۔ اس کی ہر اچھی تک

خشک نہیں ہوئی تھی اسے دیکھ کر مجھے ایک خیال تو ہوا کہ کہیں جعلی نہ ہو۔

لیکن بائیں ہمہ میں آپ کے حکم کی تعمیل میں بیٹھ گیا۔

آپ نے فرمایا۔ انسانوں کی طرح قوم جن میں بھی ہمارے شیوہ ہیں۔ اور اس قسم کی فوری ضرورت کے لیے بعض

اوقات ہم ان سے بھی کام لے لیتے ہیں۔

بصائر الدرجات میں ابو حمزہ ثمالی سے مروی ہے کہ ایک سال میں امام صادقؑ کے ساتھ حج کو آ رہا تھا۔ ہم مکہ اور مدینہ کے مابین تھے۔

ایک سیاہ کتا ہمارے قریب آیا۔

آپ نے فرمایا۔ اللہ تجھے رسوا کرے۔ ہم سے کیا لینے آیا ہے۔

میں نے دیکھا۔ وہ کتا ایسے غائب ہوا جیسے اسے پر لگ گئے ہوں اور اڑ گیا ہو۔ میں نے عرض کیا۔

حضور!۔

یہ کیا بلا تھی۔

آپ نے فرمایا۔ ہشام مر گیا ہے۔ اور یہ جنات کا پیغام رسال ہے۔ اپنی قوم میں ہشام کی خبر مرگ پھیلنا

رہا ہے۔

بصائر الدرجات میں امام صادقؑ کے غلام مقتب سے مروی ہے کہ ایک سال امام صادقؑ مکہ میں حج پر تھے میں بیرون مدینہ کسی کام کی غرض سے گیا ہوا تھا۔ میں ایک جگہ کھڑا تھا۔ کہ ایک شخص نے مجھے امام صادقؑ کا خط لاکر دیا۔

اس کی بہر بالکل تازہ اور گیلی تھی۔

میں نے خط کھولا۔ اس میں چند ضروری ہدایات تھیں۔

میں نے سوچا پڑھ کر کہ خط لانے والے سے پوچھوں تو یہی کہ تو کب امام سے ملا تھا۔ جب میں نے ادھر ادھر

دیکھا تو وہ مجھے کہیں نظر نہ آیا۔

عمل تو میں نے خط کے مطابق کیا۔ لیکن جب امام صادقؑ واپس تشریف لائے تو ان سے خط کے

متعلق پوچھا۔

انہوں نے فرمایا۔ انسانوں کی طرح جن بھی ہمارے شیعوں ہیں۔ اور جب کوئی فوری اور ضروری کام درپیش ہوتا

ہے تو ہم ان سے بھی کام لے لیتے ہیں۔

آئمہ اہل بیت اور اسمائے طوکل و شیوعہ!

بصائر الدرجات میں ابو حمزہ سے مروی ہے کہ میں ابو بصیر کو لے کر امام صادقؑ کے پاس آیا۔ راستہ میں ابو بصیر

نے مجھے کہا۔

امام صادقؑ کی موجودگی میں نہ بات کرنا اور نہ کچھ کہنا۔

جب ہم نے دق الباب کیا۔ تو جواب میں میں نے امام صادقؑ کی آواز سنی۔ غلام کو فرمایا۔ جا ابو محمد آیا ہے۔

دروازہ کھول۔

غلام نے دروازہ کھولا۔ ہم اندر داخل ہوئے سلام کیا۔ میں نے دیکھا۔ آپ کے سامنے ایک کتاب رکھی تھی جس میں آپ کچھ دیکھ رہے تھے۔

آپ نے مجھے فرمایا۔ کیا تو بزاز ہے۔

یہ سنکر میں کانٹے لگا اور عرض کی۔ جی حضور!

آپ نے اس صحیفہ میں پھر دیکھ کر فرمایا۔ کیا تو ہی بزاز ہے ناں؟ میں نے عرض کیا۔ قبلہ میں ہی بزاز ہوں۔

جب وہاں سے رخصت ہو کر واپس ہوئے تو راستہ میں نے ابو بصیر سے کہا۔ جو اتفاق آج ہوا ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔

ابو بصیر نے کہا۔ کیا ہوا؟

میں نے کہا۔ امام صادقؑ کے سامنے ایک صحیفہ رکھا تھا۔ انہوں نے دو مرتبہ اس میں دیکھا۔ دونوں مرتبہ مجھ سے پوچھا۔

کیا تو بزاز ہے؟ اور دونوں مرتبہ مجھ پر روزہ طاری ہو گیا۔

ابو بصیر نے حسرت سے پیشانی پر ہاتھ مارا اور کہنے لگا۔ افسوس ہے تو نے مجھے اسی وقت بتایا ہوتا یہ

وہی صحیفہ ہے جس میں تاقیامت شیعیان آل محمد کے نام ہیں۔ میں ان کی خدمت میں عرض کرتا۔ تجھے تیرا نام صحیفہ میں دکھائے۔

میں نے کہا۔ آپ نے جب وہاں جانے سے پہلے مجھ پر بولنے اور کچھ کہنے کی پابندی لگا دی تھی۔ پھر میں آپ کو کس طرح بتاتا۔

بصائر الدرجات میں حبابہ و البیہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں نے امام صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا۔

ہمارا ایک پڑوسی ہے جو آپ کے فضائل و محمد کا قائل ہے۔

کیا وہ آپ کے شیعوں سے ہے۔

آپ نے فرمایا۔ اس کا نام کیا ہے۔

میں نے نام بتایا۔

آپ نے غلام سے فرمایا۔ ذرا ناموس لے کے آ۔

وہ ایک بہت بڑی کتاب اٹھا کر لایا۔ آپ نے اسے کھولا۔ اور فرمایا۔ ہاں وہ ہمارے شیعوں سے ہے یہاں

کا اور اس کے باپ کا نام ہے۔

بصائر الدرجات میں بجاہن کر دیں سے مروی ہے کہ امام صادق نے فرمایا۔

ہمارے شیعوں سے ہماری محبت کا میثاق عالم ذر میں لیا گیا تھا۔ اس دنیا پر آنے کے بعد اہل بیت میں سے ہر جنت خدا کو صالح اور غیر صالح شیعہ کا علم ہوتا ہے۔ ہمارے پاس وہ علم ہے جن کی بدولت ہم کسی کے محتاج نہیں ہوتے۔ لیکن لوگ ہمارے محتاج ہوتے ہیں۔ ہمارے پاس وہ صحیفہ ہے جو نبی اکرم نے اپنی زبان وحی ترجمان سے لکھوایا ہے اور ہمارے جدا محمد علی نے اپنے ید الہی ہاتھ سے لکھا ہے۔

بصائر ہی میں زرارہ سے مروی ہے کہ میں۔ عبد الواحد بن مختار۔ نعمان اور عمر ابن شجرہ امام صادق کے پاس بیٹھے تھے۔ کچھ دیر بعد عمر چلا گیا۔

آپ نے فرمایا۔ یہ ابن شجرہ تھا۔

ہم نے عرض کیا۔ ہاں حضور! بڑا اچھا آدمی ہے۔ آپ کے مولیوں سے ہے۔ ہر قدم پر حجان آل محمد کی ہر ممکن مدد کرتا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ ہمیں سب کچھ معلوم ہے۔ تم کیا جانو کہ یہ شخص کتنا خبیث ہے۔ زرارہ کہتا ہے کہ۔ جب ہم وہاں سے اٹھے۔ اور باہر آئے۔ تو میں نے اپنے ساتھیوں کو بتایا کہ ابن شجرہ کی زیادہ تعریف نہیں کرنا چاہیے تھی۔ تمہیں کیا معلوم ہے کہ۔ ابن شجرہ ارتکاب محرمات میں کتنا حریص رہتا ہے۔

بصائر میں فضیل سے مروی ہے کہ۔ میں امام صادق کے پاس آیا۔ آپ ایک صحیفہ دیکھ رہے تھے۔ کافی دیر بعد آپ نے فرمایا۔

فضیل مجھے معلوم ہے میں کیا دیکھ رہا تھا۔

میں نے عرض کیا۔ نہیں حضور!

آپ نے فرمایا۔ میں صحیفہ فاطمہ دیکھ رہا تھا۔ اس میں تاقیامت آنے والے حکمرانوں کے نام ہیں۔ اولاد امام حسن میں سے کسی کا نام حکمران کی حیثیت سے اس میں نہیں ہے۔ اسی لئے جب میں محمد ابن عبد اللہ کو دیکھتا ہوں تو مجھے ترس آجاتا ہے کہ وہ اپنی طرف سے حصول اقتدار کے لیے ہاتھ پاؤں مارتا پھر رہا ہے۔ لیکن مجھے اس کا نام اس صحیفہ فاطمہ میں کہیں بھی نظر نہیں آ رہا۔

بصائر میں حمران سے مروی ہے کہ میں نے امام صادق کی خدمت میں عرض کیا۔

قبلہ! کیا آپ کے پاس تورات۔ زبور۔ انجیل اور صحف انبیاء بھی ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ حمران جو کچھ اللہ نے سرور انبیاء کو دیا تھا۔ وہ سب ہمارے پاس ہے۔ اور اللہ نے انھیں کو صحف انبیاء کے علاوہ شب و روز میں رونما ہونے والے واقعات کا علم بھی دیا تھا۔ اللہ نے ہمیں اس علم کا

وارث بھی بنایا ہے۔

ہر حجت خدا تمام حیوانوں اور پرندوں کی زبان سمجھتا ہے؛

خراج میں صفوان ابن یحییٰ سے مروی ہے کہ ایک دن ہم امام صادق کی خدمت میں بیٹھے تھے۔ ایک شخص نے ایک بکروٹے کو ذبح کرنے کی خاطر گرایا۔

بکروٹے نے عجیب انداز میں آواز نکالی
امام صادق نے اس شخص سے فرمایا: ذرا ٹھہر جا۔
دور رک گیا۔

آپ نے فرمایا، کتنے میں لیا ہے۔
اس نے عرض کیا: چار درہم میں۔

آپ نے چار درہم دے دیے اور فرمایا: اسے یہیں چھوڑ جا۔

پھر ہم آپ کے ساتھ باہر نکلے۔ ایک باز نے تیر پر حملہ کیا، تیر اڑ کر آپ کے ہاتھ پر آ بیٹھا۔ آپ نے باز سے کچھ فرمایا۔
باز واپس چلا گیا۔

میں نے عرض کیا: حضور! آج دو باتیں بڑی عجیب دیکھی ہیں، پہلے آپ نے بکروٹے کی قیمت دے کر اسے ذبح نہیں ہونے دیا۔ اب باز کے ٹکار میں آتے ہوئے تیر نے آپ کا ہتھ لایا آپ نے باز کو کچھ فرمایا۔ وہ چلا گیا۔

آپ نے فرمایا: صفوان، اللہ نے جناب سلیمان کو پرندوں کی زبان سمجھنے کے علم سے نوازا تھا۔ اور ہمارا نبی سلیمان سے افضل تھا۔

کیا یہ ممکن ہے کہ اللہ نے ہمارے نبی کو اس علم سے محروم رکھا ہو؟
میں نے عرض کیا: نہیں قید

آپ نے فرمایا: جو علم ان حضور کے پاس تھا آپ نے اپنے خلفاء کو عنایت فرمایا ہے۔ بکروٹے کو جب ذبح کرنے کی خاطر اس شخص نے گرایا۔ تو بکروٹے نے مجھے فریاد کی۔ میں نے اس کی قیمت مالک کو دے کر اسے ذبح ہونے سے بچایا۔ جب باز نے تیر پر حملہ کیا۔ تو تیر نے میرے ہاتھ پر بیٹھ کر مجھ سے درخواست کی کہ مجھے بچائیں۔ میں نے باز کو لگا کوئی اور ٹکار تلاش کر۔

اگر لوگوں میں قوت برداشت ہوتی تو میں انہیں پرندے کی بولی سناتا۔

خارج میں علاء بن سبابہ سے مروی ہے کہ ایک شخص امام صادقؑ کے پاس آیا۔ اس نے دیکھا تو آپ نماز پڑھ رہے تھے۔

ایک ہد ہد آپ کے سامنے بیٹھا تھا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو اس نے عرض کیا۔ حضور آیا تو ایک مسئلہ پوچھنے تھا۔ لیکن ہد ہد کو آپ کے سامنے یوں بیٹھا دیکھ کر حیران ہوا اور اب پہلے پوچھوں گا کہ یہ اس طرح خلاف معمول بے قراری سے کیوں بیٹھا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ یہ پہلے آیا تھا اور اسے شکوہ کیا تھا کہ نلاں درخت پر گھونسا ہے جب بھی انڈوں سے میرے بچے نکلنے ہیں ایک سانپ آکر انہیں کھا جاتا ہے۔

آپ مجھے اس سانپ سے نجات دلائیں۔

میں نے اللہ سے دعا کی تھی۔ وہ سانپ مر گیا تھا۔

اب یہ ہد ہد مجھے بتاتے آیا ہے کہ اس کے بچے زندہ ہیں۔

میں نے عرض کیا۔ قبیلہ تمیر ابھی کچھ اسی قسم کا ہے۔ میرا کوئی بچہ زندہ نہیں رہتا۔ جب بھی پیدا ہوتا ہے

مر جاتا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ تمہارے گھر ایک سیاہ کتیا آتی ہے۔ تیری بیوی اسے روٹی کھلاتی ہے۔

اب جب تو گھر جائے گا تو وہ کتیا پھر آئے گی۔

اسے کہنا۔

تجھے فرزند رسول جعفر بن محمد کہہ رہا تھا۔ اللہ تجھ پر لعنت کرے۔ ہمارا گھر چھوڑ دے۔ اور ہمیں مزید مبتلائے

مصیبت نہ کر۔

وہ کتیا تمہارا گھر چھوڑے گی۔ اور تیرا کوئی بچہ پیدا ہونے کے بعد نہیں مرے گا۔

اب بجز اللہ میرے تین بچے ہیں۔

کامل الزیادہ میں داؤد ابن فرقد سے مروی ہے کہ ایک دن میں امام صادقؑ کے ہاں بیٹھا تھا۔ کبوتروں کا

ایک جوڑا اپنی زبان میں کچھ کہہ رہا تھا۔

آپ نے فرمایا۔ داؤد معلوم ہے کبوتر کیا کہہ رہے ہیں۔

میں نے عرض کیا۔ قبیلہ مجھے کیا معلوم

آپ نے فرمایا۔ قاتلان حسینؑ پر لعنت کر رہے ہیں۔ کبوتروں کو گھروں میں رکھا کرو۔ باعث برکت

ہوتے ہیں۔

بحار میں عمرو بن یثیم نے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ امام صادق ؑ کے ساتھ آپ کی زرعی اراضی پر گئے۔ ہم راستہ میں تھے کہ ایک بھیڑیا آگیا۔

آپ کے غلاموں نے اسے بھگانے کا ارادہ کیا۔

آپ نے فرمایا۔ آنے دو ممکن ہے۔ کوئی حاجت مند ہو۔

بھیڑیا قریب آگیا۔ اس نے اپنے اگلے پاؤں گھوڑے کی گردن پر رکھے ہم یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ آپ کا گھوڑا ذرا بھی نہ گھبرایا۔

بھیڑیے نے سر بلند کیا۔ اور امام صادق ؑ کے سامنے منہ کر کے کچھ کہا۔

آپ نے اسے جواب دیا۔ وہ واپس چلا گیا۔

ہم نے پوچھا۔ آقا یہ کیا بات تھی۔

آپ نے فرمایا۔ بھیڑیے نے شکوہ کیا تھا کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک غار میں اس کی مادہ بچہ جننے کے مراحل سے گزر رہی ہے۔ درد ذہ نے اسے کافی تکلیف دے رکھی ہے۔ آپ دعا کریں تاکہ اللہ اسے اس تکلیف سے

جلدی نجات دے اور ایسا بچہ دے جو آپ کا محبوب ہو۔

میں نے اسے دعا دی ہے اور وہ چلا گیا ہے۔

کچھ دن بعد پھر اسی زمین میں تھے کہ وہی بھیڑیا اپنی مادہ اور بچے کے ساتھ امام صادق ؑ کے پاس آیا۔ بچے نے اپنا

سر آپ کے قدموں پر رکھا۔

آپ نے تینوں سے کوئی بات کی وہ واپس چلے گئے۔

آپ نے ہمیں بتایا کہ بھیڑیا اپنے بچے کو میرے پاس یہ وعدہ کرانے آیا تھا کہ وہ اولاد نہ بنیں کسی سید زادے اور

مجان آل محمد میں سے کسی کو قتل نہیں کرے گا۔

خواجه میں ابن بکر سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ہم امام صادق ؑ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک ہرنی آگئی۔ اس نے

اپنی زبان میں کچھ کہا۔

آپ نے اسے کچھ کہا وہ واپس چلی گئی۔

امام صادق ؑ نے فرمایا۔ مدینہ کے فلاں شخص کو جانتے ہو۔

ہم نے عرض کیا۔ تبہ جانتے تو ہیں لیکن وہ تو یہودی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ چلو اس کے گھر چلیں۔

ہم نے عرض کیا۔ آقا بات کیا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ تم نے ہرنی دیکھی ہے۔

ہم نے عرض کیا۔ حضور! دیکھی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ ہرنی نے شکوہ کیا ہے کہ مجھے مدینہ کا فلاں شخص شکار کر کے لایا ہے۔ اب میں اس کی قید میں ہوں۔ میرا پاؤں زخمی ہے۔ اور اس نے میرے دونوں پاؤں کو باندھ رکھا ہے۔ میں دوڑ نہیں سکتی۔ میرے چھوٹے چھوٹے دو بچے ہیں جو ابھی تک چرنے کے قابل نہیں۔ آپ میری ضمانت دے دیں وہ مجھے آزاد کر دے۔ میں واپس چلی جاؤں۔

جونہی میرے بچے چرنے کے قابل ہوئے میں واپس اس کے پاس آ جاؤں گی۔

ہم نے عرض کیا۔ قید! آپ ضمانت دیں گے۔

آپ نے فرمایا۔ تمہیں معلوم ہے کہ میں حجت خدا ہوں؟

ہم نے عرض کیا۔ یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے۔

آپ نے فرمایا۔ پھر یہ بھی تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں صرف تم انسانوں کے لیے حجت خدا نہیں ہوں۔ روئے ارض پر بسنے والی ہر چیز کے لیے حجت خدا ہوں۔ جب ہرنی نے مجھ سے درخواست کی ہے تو میں ضرور اس کی ضمانت کر دوں گا۔

آپ یہودی کے پاس آئے۔ اسے فرمایا۔ اس ہرنی کو میری ضمانت پر چھوڑ دے جب اس کے بچے خود کھانے پینے کے قابل ہو جائیں گے تو واپس آ جائے گی۔

یہودی نے کہا۔ فرزند رسول! یہ حیوان ہے۔ کیا اعتبار؟

آپ نے فرمایا۔ اگر تو مجھ پر اعتبار کرے تو میں ہرنی پر اعتبار کر لوں گا۔

یہودی نے ہرنی کو چھوڑ دیا۔

چھ ماہ بعد وہ یہودی ہرنی کو لے کر امام صادق کے پاس آیا۔ کلمہ بھی پڑھا اور عرض کیا آپ کی ضمانت پر ہرنی واپس آ گئی ہے۔ اب میں اسے آپ کے نام پر آزاد کرتا ہوں۔

شیر اور حجت خدا!

بھاری ابو خالد کا بیٹی سے مروی ہے کہ میں امام صادق کے پاس آیا۔

آپ نے فرمایا۔

ابو خالد! یہ میرا قتلے کر فلاں جگہ چلا جاواں اسے زمین پر رکھ دینا۔ پھر جو زندہ بھی سامنے آئے اسے میرے

پاس لے آ۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ اگر میری جگہ کسی اور کو یہ خدمت سونپتے تو بہتر تھا۔

آپ نے فرمایا۔ ابو خالد! میری جگہ اگر تجھے منظور یہی کام کہتا تو کیا تو اسے بھی یہی جواب دیتا۔

میں نے خاموشی سے رقعے لیا۔ اور جہاں آپ نے فرمایا تھا وہاں گیا۔ میں نے رقعہ زمین پر رکھ دیا۔ میں نے دیکھا ایک شیر فوراً باہر آگیا۔ اسے دیکھتے ہی میری توجان نکل گئی۔ لیکن اس نے مجھے کچھ نہ کہا۔ میں آگے چلنے لگا وہ میرے پیچھے چلنے لگا۔

جب امام صادق کے پاس آیا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ کہ وہ آپ کے سامنے اس طرح کھڑا ہے جیسے اس میں جان تک نہیں۔

آپ نے اسے کوئی بات فرمائی میں نہ سمجھ سکا۔ کیا فرما رہے ہیں۔

وہ شیر چلا گیا۔

میں حیران تھا کہ کیسے خاموش کھڑا تھا اور کس طرح چلا گیا۔

آپ نے فرمایا۔ ابو خالد کیا بات ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے، شیر آپ کے رقعہ پر چلا آیا یہاں خاموش ہی کھڑا رہا۔

آپ نے کچھ فرمایا۔ پھر چلا گیا۔

آپ نے فرمایا۔ میں نے اسے کام بھیجا ہے جب واپس آجائے گا تو تجھے بتا دوں گا۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ شیر آپ کے کام کر کے واپس جائے گا۔

آپ نے فرمایا۔ ضرور آئے گا۔

میں نے عرض کیا۔ اگر آپ مجھے کام بھی فرما دیں تو میرے ایمان میں مزید اضافہ ہو جائے گا۔

آپ نے فرمایا مفضل میرے لیے کچھ پیسے لارہا ہے۔

اسے ابھی پہنچنے میں دیر تھی اور مجھے ابھی پیسے کی ضرورت تھی۔ میں نے شیر سے کہا ہے۔ کہ وہ ایک تھیلی

وہاں سے لے آئے۔

میں حیران وار ہو کر آپ کا منہ دیکھنے لگا۔

آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ کیا بات ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ میری حیرت تو پہلے سے بھی بڑھ گئی ہے۔ اب مجھے نہ صرف شیر کی واپسی کا انتظار کرنا

پڑے گا بلکہ مفضل کے آنے تک میں آپ کے دسترخوان پر ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ بسم اللہ تصدیق کر کے جانا۔

ابھی ہم انہی باتوں میں تھے کہ تھیلی منہ میں لیے شیر آگیا۔ اس نے تھیلی آپ کے قدموں میں رکھی۔ اور خاموشی سے کھڑا ہو گیا۔

آپ نے اسے کچھ فرمایا۔ وہ واپس چلا گیا۔

چند دن بعد مفضل آگیا۔

مفضل نے عرض کیا۔ قبلہ انتہائی شرمندہ ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ کیوں کیا بات ہے؟

مفضل نے عرض کیا۔ فلاں شخص نے آپ کے لیے کچھ رقم بھیجی تھی۔ لیکن جب فلاں جگہ ہم نے پڑا دیکھا وہاں ایک شیر آگیا۔ اس نے پہلے تو سامان کو لوگوں سے خالی کیا۔ کسی میں بہت نہ تھی کہ اس کے سامنے جاتا پھر اس نے میرا سامان ادھر ادھر پھینکا۔ اس میں سے وہی تھیلی منہ میں داب کر بھاگ گیا۔

مجھے ایک تو شرمندگی ہے کہ آپ کی امانت ضائع ہو گئی۔ اور دوسرا اس بات پر حیرت ہے کہ آج تک کبھی ایسا واقعہ نہیں سنا۔

کہ شیر رقم کی تھیلی لے کر بھاگ جائے۔

میں بھی سکا رہا۔ اور آپ بھی ہنس دیے اور فرمایا۔ وہ تھیلی پہچان لے گا؟

مفضل نے عرض کیا۔ ضرور پہچان لوں گا۔

آپ نے غلام سے فرمایا۔ فلاں تھیلی اٹھا کے لا۔

غلام تھیلی اٹھا کے لایا۔

آپ نے فرمایا۔ پہچان یہی ہے۔

مفضل نے عرض کیا۔ میرے والدین قربان جائیں یہی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ کیا اس شیر کو بھی پہچان لے گا۔

مفضل نے عرض کیا۔ قبلہ پہچان لوں گا۔

آپ نے مجھے فرمایا۔ ابو خالد جا یہ رقم لے جا اور شیر کو بلال۔

میں گیا۔ حسب سابق آپ کا رقم زمین پر رکھا وہی شیر آگیا۔ میں اسے لے کر آپ کی خدمت میں آیا۔ جو نئی مفضل

نے دیکھا کہنے لگا۔

قبلہ ہی تھا۔

امالی ابوالمفضل میں عبید النفاذ ابن حسن سے مروی ہے کہ ابراہیم ابن ادہم کوفہ آیا میں بھی اس کے ساتھ تھا۔

منصور کا زمانہ تھا۔ امام جعفر بھی کوفہ آئے ہوئے تھے۔ جب امام جعفر کوفہ سے واپس مدینہ آنے لگے تو دربار منصور کے

کافی سر کردہ افراد آپ کو اوداخ کرنے کی خاطر بیرون کو ذرا ایک منزل تک آئے ان میں سفیان ثوری اور ابراہیم ادہم بھی تھے۔

ایک جگہ راستہ میں ایک شیر کھڑا تھا۔
تمام کے قدم از خود رک گئے۔

سب نے امام صادق سے کہا۔ اس شیر کو آپ ہی راستہ سے ہٹائیں۔ آپ آگے بڑھے۔ شیر کے قریب گئے اس کے کان سے پکڑا اور راستہ سے دور سے جا کر کچھ فرمایا۔ وہ شیر وہاں سے چلا گیا۔ پھر جب یہ لوگ جا کر آپ سے ملے تو آپ نے فرمایا۔ اگر انسان اللہ کی اطاعت کرتا تو شیروں سے بار برداری کا کام لے سکتا تھا۔
کشف القمہ میں عبد اللہ ابن یحییٰ کاہلی سے مروی ہے کہ امام صادق نے فرمایا اگر کبھی درندہ سے پالا پڑ جائے تو کیا کرتا ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ پالا تو کئی مرتبہ پڑا ہے۔ کرنا کیا ہوتا ہے۔ جان نکل جاتی ہے۔ اور کہیں چھپ چھپا کر جان بچاتا ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ آئندہ اس طرح نہ کیا کر۔ آیت الکرسی پڑھ کے درندہ کو یوں مخاطب کیا کہ وہ راہ چھوڑ دے گا۔

عزمت عليك بعزيمة الله وعزيمة محمد رسول الله وعزيمة سليمان ابن داود و
عزيمة علي امير المؤمنين من بعدہ۔

عبد اللہ کہتا ہے کہ ایک مرتبہ اس عمل کو آزمائے کا موقع ملا۔ شیر تھا اور آدم خور بنا ہوا تھا۔ اس راہ سے کبھی کوئی بچ کر نہیں گیا تھا۔ لیکن میں نے جب یہ دعا پڑھی۔ تو میں نے دیکھا کہ شیر نے سر جھکا لیا۔ اور دم دبا کر چلا گیا۔

قبولیت دعا

بحار میں راشد سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ میں ایک شخص آیا۔ اور اس نے اگر امام صادق کی خدمت میں عرض کیا۔

قبلہ ویسے تو اللہ کی مرضی ہے جب بھی اہل بیت کے مصائب ختم کرے۔ لیکن بعض اوقات آپ کے اعداء کی لاف زنی سکندر دل کو بڑی کوفت ہوتی ہے۔
آپ نے فرمایا۔ کیسے۔

اس نے عرض کیا۔ حکیم کلبی آل محمد کی بجز کتاب سے اور بازار کو فر میں بیٹھ کر اشعار کہتا ہے۔
 آپ نے فرمایا۔ تجھے کوئی شعر یاد ہے؟
 اس نے عرض کیا۔ قبلہ صرف ایک شعر سنا سکتا ہوں۔
 آپ نے فرمایا۔ سنا۔
 اس نے یہ شعر سنایا۔

صلبنا لکم زیداً علی جذع نخلة ولسا رصهد یا علی الجذع یم یصلیب

ہم نے تمہارے زید کو کھجور کے تنے پر مولی پڑھایا ہے۔ میں نے نہیں سنا کہ ہمدی بھی کھجور کے تنے پر مولی چڑھتا ہے۔

آپ کا جسم کا پنے لگا۔ آپ نے کانپتے ہاتھ بند کیے اور عرض کی۔
 اللہم ان کان کاذا یا فسلط علیہ کلینا بار اہبا! اگر یہ شخص جھوٹا ہے تو اپنے کتوں میں سے کوئی
 من کلابک۔ کتا اس پر مسلط فرما۔

حکیم کلبی کسی کام کی خاطر بیرون کوہ آیا۔ شیر نے حملہ کیا۔ پھاڑ کے کھا گیا۔
 بعد میں امام صادق کو مدینہ میں اطلاع ملی تو آپ نے سر بسجود ہو کر عرض کیا۔
 الحمد لله الدای صد قتا اکل اللد کی جڑ ہے جس نے ہمارے ساتھ کیا گیا وعدہ
 وعدہ۔ سچا فرمایا ہے۔

بصائر الدرجات میں معاذ بن ابی وہب اور ابن سنان سے مروی ہے کہ ہم اس وقت مدینہ میں تھے جب داؤد
 ابن علی نے معنی ابن خنیس غلام امام صادق کو بلا کر شہید کر دیا۔
 امام صادق نے داؤد کے پاس آنا جانا ترک کر دیا۔
 ایک ماہ گزر جانے کے بعد داؤد نے اپنے پانچ سپاہی بھیجے اور انہیں حکم دیا کہ اگر جعفر نہ آئے تو اس
 کا سر لانا۔

جب وہ آئے تو ہم آپ کی اقتداء میں نماز ظہر پڑھ رہے تھے۔
 جب نماز سے فارغ ہوئے تو سپاہیوں نے کہا آپ کو داؤد نے بلایا ہے۔
 آپ نے فرمایا۔ اگر میں نہ آؤں تو؟
 انہوں نے کہا۔ ہمیں نے تو جانا ہے اگر آپ کا سر آپ کے قدموں پر نہ آیا تو پھر ہم خود صرف سر ہی لیکر
 جائیں گے۔

آپ نے فرمایا۔ تمہاری دنیا اور آخرت کی بہتری اسی میں ہے کہ چلے جاؤ۔

انہوں نے کہا۔ آپ کیا کہہ رہے ہیں ہماری سمجھ سے بالا ہے۔ ہمیں تو آپ کو یا آپ کے سر کو لے جانے کا حکم ہے اور ہم تعین حکم کے سوا کوئی کام نہیں کریں گے۔

جب آپ نے دیکھا کہ وہ لوگ نہیں ٹل رہے تو آپ نے دست دعا بلند کیے۔ ہم دعا تو نہ سن سکے ہم نے صرف آخری لفظ سنے۔ الساعه الساعه۔

ابھی آپ نے دست دعا نیچے نہیں کئے تھے کہ باہر گریہ و زاری کا طوفان بپا ہو گیا۔

آپ نے ان سپاہیوں سے فرمایا۔ اگر مجھے لے چلنا ہے تو میں آتا ہوں لیکن یہ بتادوں کہ تمہیں حکم دینے والا مر گیا ہے۔

انہوں نے کہا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ابھی تو بھلا چنگا تھا۔

آپ نے فرمایا۔ بھلے چنگے بھی نمٹوں میں مر جاتے ہیں۔ ایسا کرو ایک آدمی چلا جائے۔ چار آدمی یہیں میری نگرانی کرو۔ جانے والا جا کر میری بات کی تصدیق کرے اگر میں نے سچ کہا ہے۔ تو پھر تم جاؤ اپنی خواہ حلال کرو۔ اور اپنے حاکم کا ماتم کرو۔

اگر میری بات غلط ہوئی تو پھر مجھے ساتھ لے جانا میں آ جاؤں گا۔

انہوں نے اس تجویز کو پسند کیا۔ ایک آدمی گیا۔ تھوڑی دیر بعد پریشان ہو کر واپس آیا۔ اور ان سے کہنے لگا۔

اب آ جاؤ ہمارا کام ختم ہو گیا ہے۔ داؤد مر گیا ہے۔

جب وہ واپس پیسے گئے تو ہم نے عرض کیا۔ قید یہ کیسے ہو گیا۔

آپ نے فرمایا۔ اس سفاک نے میرے غلام کو بے گناہ شہید کر دیا تھا۔ اور اب میرے درپے تھا۔ جب میں نے دیکھا کہ وہ ٹلنے والا نہیں ہے تو میں نے بارگاہ خالق میں اس کے لیے بددعا کی۔ اللہ نے ایک ملک کو بھیجا جس نے اس کے دل میں نیزہ مارا اور وہ فی النار ہو گیا۔

خروج میں امام رضاؑ سے مروی ہے کہ ایک شخص آ کر امام صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا۔

فلاں شخص نے آپ کے خلاف منصور کے ہاں جھٹی کھائی ہے۔ اس وقت منصور غصہ سے دیوانہ ہو رہا ہے اس کے سپاہی ابھی آپ کو گرفتار کرنے کے لیے آ رہے ہیں۔

آپ چند دنوں کے لیے روپوش ہو جائیں۔

آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ چلنور نے کیا کہا ہے؟

اس نے بتایا کہ چلنور نے منصور سے جا کر کہا ہے۔ کہ جعفرؑ ابن محمدؑ تیرے خلاف خروج کی تیاری کر رہے۔

آپ نے فرمایا۔ زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ جب کسی شخص میں اللہ کی عنایت کردہ کوئی فضیلت پوشیدہ ہوتی ہے اور اللہ اس کمال کو ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ تو صاحب کمال کے حاسد پیدا ہوتے ہیں جو باغیوں کو ہر وقت اس کے خلاف برا بھلا کرتے رہتے ہیں۔

تو یہی بیٹھ جب بلانے والے آئیں گے تو میرے ساتھ منصور کے دربار میں چلنا اور وہاں قدرت خدا ملاحظہ کرنا۔ وہ شخص بیٹھ گیا۔

کچھ دیر بعد منصور کے سپاہی آگئے۔

انہوں نے پیغام دیا کہ منصور نے یاد کیا ہے۔

آپ خاموشی سے اٹھے اور ان کے ساتھ چلے گئے۔

جب دربار میں پہنچے تو سلام کیا۔ اور ایک طرف بیٹھ گئے۔

منصور نے کہا۔ کیا آپ لوگوں کو ہمارے خلاف جنگ پر آمادہ کرتے رہتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ آپ کے پاس اس بات کا کوئی ثبوت ہے۔

منصور نے کہا۔ ہاں میرا ایک غلام ہے جو گواہ ہے۔

آپ نے فرمایا۔ وہ جھوٹ بکتا ہے۔

منصور نے کہا۔ میں اسے کب چھوڑتا ہوں۔ بھرے دربار میں اس سے قسم لوں گا۔ اگر جھوٹا ہوا تو اپنی

سزا پائے گا۔

آپ نے فرمایا۔ اگر اس نے جھوٹی قسم کھائی تو اپنے کیفر کو دار کو خود پہنچ جائے گا۔

منصور نے پتے سیکرٹی سے کہا۔

اس سے قسم لے۔

منصور کا سیکرٹی اس سے قسم لینے لگا۔ کہہ۔ واللہ باللہ شہوتا اللہ میں نے سچ کہا ہے۔

آپ نے فرمایا نہیں اس طرح نہیں۔ مجھے اپنے آباء کے ذریعہ اپنے جد امجد سے حدیث موصول ہوئی ہے کہ جب

ایک انسان اللہ کو واحد لا شریک۔ مبدؤ برحق مان کر قسم کھاتا ہے تو چونکہ وہ پہلے اللہ کی ہر صفت کا اقرار

کر چکا ہوتا ہے۔ اس لیے خواہ قسم جھوٹی بھی ہو اس کا اقرار توحید ذات باری کو اسے منذب کرنے میں رکاوٹ

بن جاتا ہے۔

منصور نے کہا۔ اگر آپ اس قسم سے مطمئن نہیں تو پھر آپ خود ہی جیسے جی چاہے قسم لے۔

آپ نے فرمایا۔ یوں کہہ۔

وَاللَّعَصْرُ ثَرْسُثٌ وَاللَّعَصْرُ ثَرْسُثٌ وَاللَّعَصْرُ ثَرْسُثٌ وَاللَّعَصْرُ ثَرْسُثٌ وَاللَّعَصْرُ ثَرْسُثٌ وَاللَّعَصْرُ ثَرْسُثٌ وَاللَّعَصْرُ ثَرْسُثٌ وَاللَّعَصْرُ ثَرْسُثٌ وَاللَّعَصْرُ ثَرْسُثٌ وَاللَّعَصْرُ ثَرْسُثٌ

وَاللَّعَصْرُ ثَرْسُثٌ وَاللَّعَصْرُ ثَرْسُثٌ وَاللَّعَصْرُ ثَرْسُثٌ وَاللَّعَصْرُ ثَرْسُثٌ وَاللَّعَصْرُ ثَرْسُثٌ وَاللَّعَصْرُ ثَرْسُثٌ وَاللَّعَصْرُ ثَرْسُثٌ وَاللَّعَصْرُ ثَرْسُثٌ وَاللَّعَصْرُ ثَرْسُثٌ وَاللَّعَصْرُ ثَرْسُثٌ

اگر میں جھوٹا ہوں تو اللہ کی طاقت اور قوت سے بری ہو اور مجھے اپنی طاقت اور قوت پر بھروسہ ہے۔
اس شخص نے اسی طرح کہہ دیا۔

آپ نے اس کی قسم سنکر عرض کیا۔ اللہ ہا امتہ ان کان کا ذبا۔ بارالہا! اگر یہ شخص جھوٹا ہے تو
اسے موت دے دے۔

وہ شخص وہیں گرا اور مر گیا۔

منصور مطمئن ہو گیا۔

منصور نے کہا۔ آپ کی کوئی ضرورت؟

آپ نے فرمایا۔ فوری ضرورت یہ ہے کہ جب سے تو نے بلایا ہے میرے بچے اور اہل خانہ پریشان میں اگر تو

مطمئن ہے تو مجھے جانے کی اجازت دے دے تاکہ میں انہیں جا کر تسلی دوں

منصور نے آپ کو اجازت دی۔ آپ رخصت ہو کر گھر تشریف لائے۔

وہ مردہ اسی حالت میں پڑا تھا۔ اسے اٹھا کر چار پائی پر لٹایا تو وہ اٹھ بیٹھا۔

اس نے منہ سے کپڑا ہٹایا اور کہنے لگا۔

تم غلط سمجھ رہے ہو۔ جو کچھ میں نے امام صادق سے کیا ہے اسی کی مجھے سزا ملی ہے۔ اور میں اس وقت عذاب

کے بدترین لمحات سے گزر رہا ہوں۔ تم بھی غضب خدا سے ڈرو اور امام صادق کے حق میں اپنی نیتیں درست

کر لو۔

یہ کہہ کر وہ شخص پھر لٹ گیا۔ اہل دربار نے دیکھا تو وہ پہلے کی طرح مردہ تھا۔ بالآخر اسے دفن کر

دیا گیا۔

خواجه ہی میں نیشی سے مروی ہے کہ ایک دن ہم مکہ میں امام صادق کے ساتھ بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہے تھے آپ

نے اپنے غلام سے فرمایا۔

جائز غلام سے پانی بھر لا

غلام گیا۔ اور کچھ دیر بعد غمزہ صورت لے کر خالی آگیا۔

آپ نے پوچھا۔ کیا بات ہے۔

اس نے عرض کیا۔ فلاں قریشی نے مجھ پر تشدد بھی کیا ہے اور پانی بھی نہیں لینے دیا۔

آپ کا رنگ بدل گیا۔ آپ نے بیوں کو حرکت دی۔

پھر فرمایا۔ اب جا۔ پانی لے آ۔

وہ غلام گیا۔ پانی تو لایا مگر پریشان تھا۔

اس نے کہا۔ الحمد للہ اچھی ہوں۔

میں نے اسے بتایا کہ مجھے امام صادق نے اس طرح بتایا ہے۔

اس نے کہا۔ مجھے امام صادق نے یہ بھی بتایا ہے کہ اب میری عمر کتنی بڑھ گئی ہے۔

میں نے کہا۔ نہیں۔

اس نے کہا۔ مجھے وہ بتا کر گئے ہیں کہ اب میری عمر بیس برس مزید بڑھ گئی ہے۔

میں نے کہا۔ وہ کیسے۔

اس نے بتایا۔ جب آپ باہر گئے ہیں آخری سانس لے رہی تھی۔ ملک الموت میرے سامنے تھا۔ اور قبض

روح پر آمادہ تھا۔

کہ امام صادق تشریف لائے اور مجھ سے پوچھا۔ کیا حال ہے؟

میں نے عرض کیا۔ ہند میں کیا بتاؤں کیا حال ہے۔ میرا شوہر آپ کی زیارت کو گیا ہے۔ یہ ملک الموت اس وقت

آپ کے سامنے قبض روح کی خاطر موجود ہے۔

آپ نے ملک الموت سے فرمایا۔ کیا تجھے اللہ کی طرف سے یہ حکم ہے کہ تو آئمہ اہل بیت کی اطاعت

کے گا۔

ملک الموت نے عرض کیا۔ حضور! آپ ہی حجت خدا ہیں۔ ایک میں کیا۔ تمام کائنات کو آپ کی اطاعت

کا حکم ہے۔

آپ نے فرمایا۔ میں نے اللہ سے بیس برس کے لیے درخواست کی ہے کہ اس عورت کی زندگی میں

اضافہ فرادے۔

اب تو واپس چلا جا۔ اور میں برس کے بعد اس کی روح قبض کر لینا۔

ملک الموت نے عرض کیا۔ حضور! جیسے ارشاد ہو یہ کہہ کر ملک الموت واپس چلا گیا۔ اور امام صادق بھی

باہر تشریف لے گئے۔

عبد اللہ ابن بسطام زیارت نے اپنی کتاب میں داؤد رقی سے روایت کی ہے کہ ہم امام صادق کے پاس بیٹھے

تھے کہ جابر والبیہ آئی۔

اور اس نے بڑے عمدہ مسائل پوچھے۔

آپ نے مسائل کے جواب دیئے۔

جابر کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

آپ نے فرمایا۔ جابر کیا بات ہے؟

جبابہ نے عرض کیا۔ حضور! میں عورت ہوں۔ اور مجھے ایک مرض لاحق ہو گیا ہے۔ میں تو اسے اپنے گناہوں کا کفارہ اور مراتب میں اضافہ سمجھتی ہوں۔ لیکن آپ کے مخالف اس مرض کو آپ سے محبت کی سزا قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ محبت اہل بیت کا یہی انجام ہوتا ہے۔ اگر اس کا انام واقعا واجب الاطاعت ہوتا تو وہ اللہ سے دعا کرتا اور یہ شفا یاب ہو جاتی۔

آپ نے لبوں کو آہستہ آہستہ حرکت دی۔ ہم سمجھ نہ سکے کہ آپ نے کیا پڑھ لیا۔ پھر فرمایا۔ جبابہ اندر جا اور تون کو ہلا کر انہیں اپنا مرض دکھا۔ اگر باقی ہو تو مجھے بتانا۔ جبابہ اندر گئی کچھ دیر بعد واپس آئی۔ آپ کے قدموں میں گر گئی۔ اور عرض کیا۔ حضور! مجھے امید ہے اب وہ ضرور شرمندہ ہوں گے۔

آپ نے فرمایا۔ جا اور انہیں بتا کہ۔ یہی تو وہ ایک ہی خصوصیت ہے جس کی وجہ سے ہم ہر تکلیف برداشت کر لیتے ہیں لیکن محبت اہل بیت سے دستکش نہیں ہوتے۔

اولی الامر اور تبدیلی جنس؛

خراج میں اہل صلت نے امام رضا کے ذریعہ امام موسیٰ کاظم سے روایت کی ہے کہ۔ ایک دن میں اپنے بابا کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ۔ ہمارے ایک موالی نے بابا کو اطلاع دی کہ دروازہ پر ایک بہت بڑا نافرمان آپ سے اذن باریابی کا خواہش مند ہے۔

بابا نے غلام کو حکم دیا۔ پتہ کر کون ہیں؟ غلام نے جا کر سالار قافلہ سے پوچھا۔ کہاں سے آئے ہیں؟ اس نے بتایا۔ میں ہندوستان کے علاقہ سندھ سے آیا ہوں جب غلام نے آکر بتایا۔

تو بابا نے فرمایا۔ اس نجس اور خائن کو میرے سامنے مت لاؤ۔

کئی دن وہ لوگ ہمارے دروازہ پر کھڑے رہے۔ آخر زید ابن سلیمان اور محمد ابن سلیمان کی سفارش پر بابا نے انہیں اجازت دی۔

جب وہ اندر آئے تو سالار قافلہ نے بابا کے قدموں میں گر کر عرض کیا۔

قبیلہ میں ہندوستان کے علاقہ سندھ سے وہاں کے بادشاہ کا ایک خط اور کچھ تحائف لے کر حاضر ہوا تھا۔ عرصہ ہو گیا ہے آپ نے باریابی کی اجازت ہمک نہیں دی۔ کیا اولاد انبیاء اپنے دروازہ پر آنے والوں کے ساتھ یہی سلوک کرتی ہے۔

بابانے کچھ دیر کے لیے سر جھکا یا۔

پھر فرمایا۔ تجھے کچھ وقت کے بعد اس کا پتہ چل جائے گا۔ پھر بابانے مجھے حکم دیا کہ خط کھولوں تو یہ خط کچھ اس طرح تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

جعفر ابن محمد جو ہر مجلس سے پاک کی خدمت میں۔

شاہ ہند کی طرف سے۔

ابا ابد! اللہ نے مجھے ہدایت سے نوازا ہے مجھے تحفہ ایک کینز ملی ہے۔ میرے خیال میں ہندوستان میں اس سے زیادہ حسین کوئی نہ ہوگی۔ میری آپ سے عقیدت اور محبت نے تقاضا کیا ہے کہ آپ ہی اس کے اہل ہیں۔ جب میں نے اسے کچھ زیورات جو اہر اور خوشبو کے ساتھ آپ کی خدمت میں بھیجنے کا ارادہ کیا۔ تو میں نے اپنی مملکت میں سے ہزار نیک آدمی کا انتخاب کیا۔ ہزار میں سے سو نیک آدمی چنا۔ سو میں سے دس نیک چنے۔ پھر دس میں سے ایک کا انتخاب کیا ہے۔ اس کا نام میزاب ابن حباب ہے۔ میری نظر میں اس سے زیادہ اور قابل اعتماد کوئی نہ تھا۔

آپ مذکورہ اشیاء اس سے قبول فرمائیں۔

بابانے اسے دیکھ کر فرمایا۔ تو خائن ہے۔ تجھے جو چیز امان سونپی گئی ہے تو نے اس میں خیانت کی ہے

لہذا واپس چلا جا۔

اپنی نے قسم کھا لیا میں نے کوئی خیانت نہیں کی۔

آپ نے فرمایا۔ اگر تیرا لباس تیری خیانت کی شہادت دے دے تو کیا کلمہ پڑھے گا۔

اپنی نے کہا۔ آپ مجھے کلمہ پڑھنے کے وعدہ سے معاف فرمائیں۔

بابانے فرمایا۔ پھر اپنے ہاتھ سے وہ سب کچھ لکھ کر اپنے بادشاہ کو بھیج دے جو تو نے کیا ہے۔

اپنی نے کہا۔ اگر میں نے کچھ کیا ہو تا تو ضرور سمجھ دیتا۔ جب میں نے نہ کچھ کیا ہے۔ اور نہ مجھے علم ہے

کیا لکھوں۔

بابانے فرمایا۔ یہ پوسٹیں جو تو نے پہن رکھی ہے اسے اتار کے ایک طرف رکھ دے۔

اپنی نے پوسٹیں اتار کے ایک طرف رکھ دی۔

بابا اسی جگہ کھڑے ہو گئے۔ دو رکعت نماز پڑھی۔ مجھ میں یہ دعا پڑھی۔

اللهم انی استلک بمعاقب العز من عرشک ومنتہی الرحمة من کتابک۔ ان تصلى علی

عبدک ورسولک و امینک فی حلقک وآلہ وان تاذن لقرؤہذا الہندی ان تتکلم بما تعلم من الہندی۔

تاکہ میری اس محفل میں موجود ہمارے اولیاء میں ہر شخص اپنے کانوں سے سنتے۔ ان کے لیے اہل بیت کی آیات میں سے ایک آیت ہوں اور ان کے ایمان میں اضافہ کا باعث ہوں۔

پھر پوسٹین سے فرمایا۔

تکلم بما تعلم من الہندی۔ اس ہندی کا تمام سفرنامہ اور اس کے اعمال سناوے

ہم دیکھ رہے تھے کہ ہمارے سامنے وہ پوسٹین سکڑی۔ پھر آہستہ آہستہ بلند ہونا شروع ہو گئی۔ اور دہنے کی صورت اختیار کر لی۔

ادریوں گویا ہوا۔ السلام علیک یا بن رسول اللہ۔ ہندی بادشاہ نے اس شخص کو اس کینز اور دیگر تمام اشیاء پر امین بنا کر آپ کی خدمت میں روانہ کیا۔

ایک صحرا میں سخت بارش آگئی۔ ہمارے پاس جو کچھ تھا سب بھیگ گیا۔ بارش رک گئی۔ سورج نکل آیا سردار قافلہ نے کینز کے خادم غلام کو بلایا جس کا نام بشر ہے۔

اور کہا: کہ یہ سامنے بنتی ہے وہاں چلا جا۔ یہ پیسے بے لے اور کچھ کھانے پینے کا سامان لے آ۔ جب وہ غلام چلا گیا تو اپنی نے کینز سے کہا: کہ اس بھیگے ہوئے خیمہ اور گیلی جگہ سے نکل کر وہ دوسرا خیمہ ذرا اونچی جگہ پر دھوپ میں لگویا ہے اس میں آجا۔

چونکہ پانی تھا۔ کینز خیمہ سے نکلی۔ اس نے پنڈلی سے کپڑا اٹھالیا۔ جب اپنی کی نظر پڑی تو یہ اپنے قابو میں نہ رہا۔

جب اس نے کینز سے بات کی۔ تو اس نے بھی انکار نہ کیا۔ یوں دونوں کی خواہش اور رضامندی سے خیانت ہوئی اور دونوں اس خیانت کے مرتکب ہوئے ہیں۔

جب اپنی نے یہ بات سنی۔ تو بابا سے کہنے لگا۔ مجھ پر ترس کریں۔ غلطی ہوئی ہے۔ اس نے تمام واقعہ کا اقرار کر لیا۔

پوسٹین کو بابا نے حکم دیا کہ بس یہی کافی ہے۔ اب اپنی اصل شکل میں آجا۔ اور پوسٹین پھر دہنے سے پوسٹین بن گئی۔

بابا نے پوسٹین کو حکم دیا کہ اس کے گلے میں منٹ ہو جا۔

ہم نے دیکھا کہ پوسٹین نے گلے میں اپنا گھیرا تنگ کرنا شروع کر دیا۔

حتیٰ کہ اپنی کا دم گھٹنے لگا۔

آپ نے پوسٹین سے فرمایا۔ اب اسے چھوڑو۔ اور تیری ڈیوٹی ہے کہ اسے بادشاہ تک واپس پہنچائے گی۔

کہیں راستہ میں بھاگ نہ جائے۔ وہی جو چاہے اس سے سلوک کرے۔

ولیعصر ترست ولیعصر ترست ولیعصر ترست ولیعصر ترست ولیعصر ترست ولیعصر ترست ولیعصر ترست ولیعصر ترست ولیعصر ترست ولیعصر ترست

ولیعصر ترست ولیعصر ترست ولیعصر ترست ولیعصر ترست ولیعصر ترست ولیعصر ترست ولیعصر ترست ولیعصر ترست ولیعصر ترست ولیعصر ترست

ایچی نے کہا۔ آپ جو چاہیں سزا دے دیں۔ مجھے واپس نہ بھیجیں بادشاہ بڑا سخت ہے۔ آپ مجھ سے ہدیہ وصول کر کے مجھ پر رخصت کر دیں۔

آپ نے فرمایا۔ اگر تو اسلام قبول کرے تو میں یہ کینز مسترد کرنے کی بجائے تجھے دیتا ہوں۔

ایچی نے کہا۔ اسلام قبول کرنا میرے بس سے باہر ہے۔

بابا نے دیگر تحائف قبول کر لیں۔ اور کینز کو واپس کر دیا۔

جب وہ کینز کو واپس لے کر ہندوستان پہنچا تو کچھ عرصہ کے بعد بابا کو شاہ ہند کا خط موصول ہوا۔ جس میں لکھا تھا۔

ابا بعد۔ جب آپ کا نوازش نامہ مجھے موصول ہوا۔ اور میرے اپچی نے مجھے بتایا کہ آپ نے دیگر مشاہدہ قبول کر لی ہیں۔ لیکن کینز واپس کر دی ہے۔ میں حیران ہوا کہ آخر آپ نے ایسا کیوں کیا ہے۔ چند لکے کی بے قیمت اشتیاق نے رکھ لی ہیں۔

میں کافی دیر تک سوچتا رہا۔ بالآخر میں نے سمجھ لیا کہ اولاد انبیاء بلا سبب کسی چیز کو مسترد نہیں کرتے میں نے خط کھولا۔

خط میں بھی آپ نے صرن کینز کے واپس کرنے کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اور وجہ نہیں لکھی کہ کیوں واپس کر رہے ہیں میرا شک اور بڑھ گیا۔

بالآخر میں نے اپچی سے کہا۔ کہ تجھے سچ کے سوا کوئی چیز نجات نہیں دے سکتی۔ سیدھی سیدھی بات بتا۔ جب کینز اور اپچی کو ایک دوسرے سے علیحدہ کر کے نفیثش کی گئی تو اپچی نے بھی اپنے جرم کا اعتراف کر لیا۔ اور کینز نے اعتراف جرم کے علاوہ پوستین کی شہادت بھی سنائی۔ میرا ایمان پہلے سے بھی بگڑتا ہو گیا ہے۔ میں انشاء اللہ عنقریب سلطنت چھوڑ کر حضور کی خدمت میں پہنچنے والا ہوں۔

ایچی اور کینز دونوں کو میں نے قتل کر دیا ہے۔

والسلام

کچھ عرصہ بعد وہ بھی آ گیا۔ اور پھر تمام زندگی بابا کے قدموں میں رہا۔

مطالب السؤل میں محمد ابن طلحہ نے تو حسب ذیل روایت نقل کی ہے۔ لیکن کشف الغمہ میں علی ابن عیسیٰ نے نقل روایت کے بعد اس کی توثیق اور شہرت کے سلسلہ میں کافی سے زیادہ حوالہ جات بھی پیش کیے ہیں۔

لیث ابن سعید سے مروی ہے کہ سال ۳۵ میں حج پر گیا۔ مگر آیا۔ جب نماز عصر پڑھ لی تو تفریح کے لیے کہ ابو نعیم پر چڑھ گیا۔

وہاں دیکھا تو ایک شخص سجدہ میں تھا۔ میں نے سنا۔ اس نے۔

ایک سانس کے مطابق - یارب
ایک سانس کے مطابق - رب
ایک سانس کے مطابق - یا اللہ
ایک سانس کے مطابق - یا جی
ایک سانس کے مطابق - یارب رحیم اور
سات مرتبہ یا رحم الراحمین کہا۔

پھر کہا۔

اللهم انی اشتهی عنبا فاطمعیئنه

اللهم ان یروی قد اختلقا۔

باراہنا۔ مجھے انگوروں کی خواہش ہے کھلاوے۔
اے اللہ میری دونوں چادریں کہنے ہو گئی ہیں۔
بھدا! اس کی دعا بھی ختم نہیں ہوئی تھی کہ۔ اس کے سامنے انگوروں سے لبر تپشت اور چادریں آگئیں۔ جب
وہ انگور کھانے بیٹھا تو میں نے آگے بڑھ کر کہا۔

میں بھی کھاؤں گا۔

اس نے کہا کس بنا پر۔

میں نے کہا۔ اس وقت پورے کہہ ارض میں کسی جگہ انگور نہیں ہیں۔ اس لیے جب آپ دعا مانگ رہے تھے ہیں
اسی خواہش سے امین کہہ رہا تھا کہ بے موسم کے انگور کھاؤں گا۔

اس نے کہا۔ آجا۔ مگر ایک شرط ہے کہ ایک دانہ بھی پس انداز نہیں کرے گا۔

ہم دونوں جب میرے ہو گئے تو میں نے دیکھا انگوروں کا طق دیسے کا ویسا تھا۔ ایسے معلوم ہوتا تھا کہ اس سے
ایک دانہ بھی کم نہیں ہوا۔

پھر وہ طبع میری آنکھوں کے سامنے غائب ہو گیا۔

اب اس نے کہا۔ ان دو چادروں میں سے جو تجھے پسند ہوئے لے۔

میں نے کہا۔ مجھے چادروں کی ضرورت نہیں ہے۔

اس نے کہا۔ اچھا ایک طرف ہو جا تا کہ میں کپڑے بدل لوں۔

میں ایک طرف ہو گیا اس نے کپڑے بدلے۔

دونوں پرانی چادریں ہاتھ پر رکھ کر ابو قیس سے نیچے اترا میں ابھی پیچھے چلا آیا۔ جب اترے تو ایک شخص
سامنے آیا۔ اور کہنے لگا۔

اے فرزند رسول! اللہ آپ کو لباس دے گا۔ مجھے لباس عنایت فرمائیے۔

آپ نے دونوں چادریں اسے دے دیں۔ اور آگے نکل گئے۔
میں نے اس سائل سے پوچھا۔ یہ کون ہے؟
اس نے جواب دیا۔

یہ جعفر ابن محمد ابن علی ابن حسین ابن علی ابن ابی طالب ہے۔
میں جلدی آگے بڑھا۔ تاکہ آپ سے کچھ احادیث سن سکوں۔ لیکن پھر تمام حج میں مجھے کہیں نظر نہ آئے۔
خروج میں مفصل ابن عمر سے مروی ہے کہ میں منی میں امام صادق کے ساتھ تھا۔ ایک مقام پر ایک عورت اپنے چند
بچوں کے ساتھ ایک مردہ گانے کے قریب بیٹھی رو رہی تھی۔
امام صادق نے پوچھا۔ کیا بات ہے؟
کیوں رو رہی ہے؟

اس نے کہا۔ میرا تو تمام ترکہ ہی ایک گائے تھی۔ اور اسی گائے سے میں اپنے بچوں کا پیٹ پالتی تھی۔ اب جب
یہ بوجھتی ہوں کہ اب کیا ہوگا۔ تو بے ساختہ آنسو ٹپک پڑتے ہیں۔
آپ نے فرمایا۔ کیا تو چاہتی ہے کہ اللہ اسی گائے کو زندہ کر دے یا نعم البدل عنایت فرمادے؟
عورت نے انتہائی تشریف سے آپ کی طرف دیکھا۔
اور کہنے لگی۔ اگر آپ میری ننگساری نہیں کر سکتے تو کم از کم میرا مذاق تو نہ اٹائیں۔ آپ تصور نہیں کر سکتے کہ میں کتنی
وقت کتنی مصیبت میں گھر ہی ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ میں نے کبھی کسی سے مذاق نہیں کیا۔
اس نے کہا۔ اگر تو اتنا باکمال ہے تو پھر میں تو یہ چاہوں گی کہ میری یہی گائے مجھے دوبارہ مل جائے۔
آپ نے زیر لب کچھ پڑھا۔
اور گائے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

عورت گائے کو بھول گئی۔ آپ کے قدموں کی طرف دوڑی۔
آپ نے فرمایا۔ حاجیوں کا رشتہ ہے کہیں گائے نہ گھو بیٹھے۔ گائے کو سنبھال
یہ کہہ کر آپ آگے بڑھ گئے۔

خروج میں راتئہ سے مروی ہے کہ مجھے میرے والد نے بتایا ہے کہ مجھے ایک مسئلہ کے جواب کی
ضرورت تھی۔

چنانچہ میں امام صادق سے مسئلہ پوچھنے آیا۔ مجھے بتایا گیا۔ ایک شیعہ شاعر سید حمیری فوت ہو گیا ہے۔ آپ اس
کے خانہ میں شرکت کرنے گئے ہیں۔

میں قبرستان میں آیا۔ آپ سے مسئلہ پوچھا۔ آپ نے مسئلہ بتایا۔ میں واپس ہونے لگا۔ آپ نے میری عبا کو سختی سے پکڑ کر فرمایا۔

یہ تم لوگ علم کہاں سے تلاش کرتے پھرتے ہو؟ میں نے کہا۔ جہاں سے مل جاتا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ جو لوگ مسند امامت کے وارث ہیں ان سے کیوں علم نہیں لیتے۔ میں نے کہا۔ کیا آپ امام زمانہ ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ اگر میں نہیں تو اور کون ہے۔ میں نے کہا۔ آپ کی امامت کی کیا دلیل ہے۔

آپ نے فرمایا۔ جو چاہے پوچھے۔

میں نے کہا۔ میں کچھ پوچھتا نہیں ہوں۔ میرا ایک بھائی اسی قبرستان میں دفن ہے اگر آپ اسے زندہ کر دیں تو میں آپ کی امامت کو تسلیم کر لوں گا۔

آپ نے فرمایا۔ اس قبرستان میں تیرا بھائی مدفون ہے اس کا نام احمد تھلا اور وہ ہمارا شیوعہ تھا۔ جب زندگی میں تم نے اس سے جرم شیعیت کی بدولت بائیکاٹ کیے رکھا تھا۔ اب تجھے اس سے کیسے محبت پیدا ہو گئی ہے۔

میں نے کہا۔ میں تو صرف دلیل امامت کے بطور اس کا خواہش مند ہوں۔ آپ میرے بھائی کی قبر پر آئے۔ اور فرمایا۔

یا احمد قم باذن اللہ و باذن جعفر بن محمد اے احمد اللہ اور جعفر بن محمد کے اذن سے اٹھ جا۔ میں نے دیکھا۔ قبر شگافہ ہوئی۔ اور میرا بھائی کفن میں پلٹا ہوا قبر سے باہر آیا۔ امام صادق کو سلام کیا۔ اور کہا۔

فرمائیے کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا۔ تیرا بھائی تجھے دیکھنا چاہتا ہے اور میری امامت کی دلیل کا خواہش مند تھا۔ احمد نے میری طرف دیکھا اور کہنے لگا۔ یا اخی اتبعہ و اللہ انہ حق۔ بھیا اس کی اتباع کرے بخدا! یہی امام حق ہے۔

یہ کہہ کر میرا بھائی واپس قبر میں گیا اور سو رہا۔

بصائر الدرجات میں جمیل ابن دراج سے مروی کہ ایک دن میں امام صادق کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ ایک عورت

بڑی پریشان روتی بیٹی ہوئی آپ کے پاس آئی۔

آپ نے فرمایا۔ کیا بات ہے۔

اس نے عرض کیا۔ قبلہ بڑی مدت کے بعد اللہ نے بچہ دیا تھا۔ لیکن پھر واپس لے لیا ہے۔ خدا کے لیے میرا بچہ مجھے واپس دلا دیں۔

آپ نے فرمایا۔ گھبرا نہیں۔ واپس گھر جا۔ غسل کر کے درگت نماز پڑھ کر دعا خود ہی مانگ لے اللہ دوبارہ عنایت فرادے گا۔

یا من دهب لی ولمدیک شیشا
جد دلی هبة -
اسے وہ ذات جس نے نہ ہونے کے بعد دیا تھا۔ مجھے ایک مرتبہ پھر واپس کر دے۔

کچھ دیر کے بعد وہ عورت اپنے بچے کو سینے سے لگائے مسکراتی ہوئی آئی اور آپ کے قدموں میں بچہ ڈال دیا۔

اور عرض کی۔ تبدیہ آپ کی نوازش ہے۔

خراچ میں داخلہ دوتی سے مروی ہے کہ ایک دن میں امام صادق کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک نوجوان آنسو بہاتا ہوا آیا۔

آپ نے پوچھا۔ کیوں رو رہا ہے۔

اس نے عرض کیا۔ حضور! منت مانی تھی کہ حج پر جاؤں گا اور اپنی بیوی کو بھی ساتھ لے جاؤں گا۔ گھر سے چلا۔ راستہ میں بیمار ہو گئی۔

یہاں مدینہ میں آکر مر گئی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ پھر اب جا اور دفن کر دے۔

اس نے عرض کیا۔ حضور! آپ کے پاس اس لیے تو نہیں آیا کہ آپ دفن کا مشورہ دیں۔

آپ نے فرمایا۔ میت کو دفن ہی کیا جاتا ہے۔

اس نے عرض کیا۔ آپ فرزند رسول ہیں۔ میری درخواست ہے میری بیوی زندہ کر دیں۔

آپ نے فرمایا۔ کیا اس سے بہت محبت تھی۔

اس نے عرض کیا۔ قبلہ! اگر محبت منوں اور میروں میں بتائی جاسکتی تو ضرور عرض کرتا کہ مجھے اس سے کتنی محبت تھی

اب تو صرف زبان ہی سے کہہ سکتا ہوں کہ میری بیوی کے مرنے سے میری محبت ہی مر گئی ہے۔

آپ نے تھوڑا سا سر جھکایا۔

پھر سر بلند کر کے فرمایا۔ جا اللہ نے تیری بیوی کو زندہ کر دیا ہے۔

وہ واپس چلا گیا۔

کچھ دیر بعد آکے عرض کی: حضور! آپ کی نوازش میں یہ سب سس رہا تھا لیکن مجھے اطمینان نہیں تھا۔ امام صادق نے میرے دل کا چورتاڑ لیا۔

فرمایا: داؤد کیا تیرا دل نہیں مان رہا۔

میں نے کھینا تاہو کہ عرض کیا۔

تبدل ہوا تو رہا ہے لیکن اطمینان چاہتا ہے۔

آپ نے فرمایا: اچھا جب وقت آئے گا تو اطمینان بھی ہو جائے گا۔

جب سات ذی الحجہ کا دن آیا، تو مجھے فرمایا:

کیا۔ مکہ جانا چاہتا ہے۔

میں نے عرض کیا: تبدل آج سات ذی الحجہ ہو گئی ہے۔ اب مکہ پہنچتے پہنچتے حج کا وقت تو گزر جائے گا۔

آپ نے فرمایا: میرا اونٹ لے کر مدینہ کے باہر جا چلتے ہیں۔ اگر اللہ نے چاہا تو حج کر ہی لیں گے۔

میں حیران تھا کہ کیا کرتے ہیں۔

میں اونٹ لے کر بیرون مدینہ آیا۔

آپ پہلے وہاں موجود تھے۔ خود سوار ہوئے۔ مجھے پیچھے بٹھایا۔ مہار ہا تھیں لی۔ اور مجھے فرمایا: آنکھیں بند کر لے

میں نے آنکھیں بند کیں۔ پھر آپ نے اونٹ بٹھایا میں آنکھیں بند کیے بیٹھا تھا۔

آپ نے فرمایا: آنکھیں کھول دے اونٹ سے اترا ا حرام ہا بندھ لیں۔ میں نے جب آنکھیں کھولیں تو ہم منبقات پر

تھے۔ حیرت کے مارے میرا برا حال ہو گیا۔ ہم نے ا حرام ہا بندھے۔

آپ نے فرمایا: اب پیدل چلیں گے۔ آپ نے مہار خود پکڑی۔ ایک جگہ کھڑے ہو گئے۔ اور مجھے فرمایا: آنکھیں

بند کر لے۔ میں نے آنکھیں بند کیں۔

آپ نے فرمایا: کھول دے۔ میں نے آنکھیں کھولیں دیکھا تو سامنے بیت اللہ تھا۔

آپ نے فرمایا: اب مجھے تنہا چھوڑ دے جا اعمال حج کر۔ عشا کی نماز کے وقت سواری تیار رکھنا۔

میں اونٹ کو ساتھ لے کر علیحدہ ہو گیا۔ نماز عشا کے بعد میں نے اونٹ تیار کیا۔ آپ آگئے۔ اونٹ پر سوار ہوئے

مجھے پیچھے بٹھایا۔ آپ نے سورۃ قل اور سورۃ یسین کی تلاوت کی۔ آپ نے کئی مقامات پر رک کر اعمال کیے۔ جب

صبح طلوع ہوئی آپ اٹھے۔ اذان و اقامت کہی۔ نماز صبح پڑھی۔ پہلی رکعت میں آپ نے الحمد کے بعد سورۃ الشعلیٰ اور

دوسری رکعت میں الحمد کے بعد سورۃ توحید پڑھی۔ بعد از نماز تقبیات میں مصروف رہے۔ جب سورج طلوع ہونے لگا

تو میری نوجوان اپنی بیوی کے ساتھ ہمارے قریب سے گزرا۔ جو نبی اس کی بیوی نے امام صادق کو دیکھا دوڑ کر آپ کے قدموں پر آگری۔

نوجوان نے قریب آکر سلام کیا۔

اور بیوی سے پوچھا۔ کیا بات ہے۔

اس نے جواب دیا۔ یہی تو وہ تھا جس نے اس وقت ملک الموت کو میری روح واپس کرنے کا حکم دیا تھا جب وہ

میرے جسم سے لے کر سونے آسمان جا رہا تھا۔

آپ نے میری طرف دیکھا۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ اگر یہ نہ بھی بتاتی تو میں کل سے سب کچھ مان چکا ہوں۔

خراج میں یونس بن ظبیان سے مروی ہے کہ ہم کافی افراد امام صادق کی خدمت میں بیٹھے تھے۔ میں نے

عرض کیا۔

حضور! حضرت ابراہیم نے کون کون سے پرندے ذبح کیے تھے۔

آپ نے فرمایا۔ صرف پوچھنا چاہتے ہو یا دیکھنا چاہتے ہو۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ اگر دکھادیں تو کیا ہی بات ہے۔

آپ نے آواز دی۔

یا طاؤس۔ ایک مور کا آپ کے سامنے بیٹھا۔

پھر آواز دی۔

یا غراب۔ ایک کواڑتا ہوا آکر آپ کے سامنے بیٹھ گیا

پھر آواز دی۔

یا باز۔ ایک باز آکر آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔

پھر آواز دی۔

یا حمامہ۔ ایک کبوتر اڑتا ہوا آیا اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔

آپ نے فرمایا۔ انہیں ذبح کرو۔ اور جس طرح ہی چاہے ان کے گوشت کو ملاؤ۔ ہم نے انہیں ذبح کیا۔ گوشت کا

قیمہ بنایا۔ آپس میں کس کیا۔

آپ نے پہلے مور کا سر ہاتھ میں لے کر فرمایا۔ ابی ابی یا طاؤس! ہمارے آنکھوں کے سامنے مور کا گوشت

اڑنے لگا۔ اور آپ کے ہاتھ میں سر کے ساتھ لگ کر موبننے لگا۔

چند لمحات میں مور مکمل ہو کر چلنے لگا۔

اسی طرح ایک ایک پزندے کو لاتے گئے وہ زندہ ہو کر چلتے لگا۔
خارج میں ابولعیر سے مروی ہے کہ ایک سال ایام حج میں بڑا رش تھا۔
میں امام صادق کے ساتھ تھا میں نے کہا۔
قبہ کتنے زیادہ حاجی ہیں۔

آپ نے فرمایا یہ نہ کہہ کہ حاجی کتنے زیادہ ہیں۔ یوں کہہ کہ شور و غل کتنا زیادہ ہے۔
میں نے عرض کیا۔ قبہ یہ سب مسلمان ہی تو ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ مسلمان ہیں انسان نہیں ہیں۔ ہر ایک اپنے کردار کے مطابق قیامت میں اٹھے گا۔ اگر دیکھنا چاہے
تو میں ان کی حقیقت تجھے دکھا دوں۔

میں نے عرض کیا حضور! ضرور دیکھوں گا۔

آپ نے میری آنکھوں پر ہاتھ پھرایا۔ میں بنا ہو گیا۔

آپ نے فرمایا۔ اب دیکھ۔ میں نے جو دیکھا ہے۔ بخدا! کہیں کہیں انسان نظر آئے۔ اکثریت مختلف قسم کے
جانوروں کی تھی۔

مکویبی تصرفات :

خارج میں داؤد رقی سے مروی ہے کہ میں ایک ارمنیہ سے واپس آ رہا تھا۔ بہت مقروض تھا۔ سوچ رہا تھا
کہ واپس جو نہی گھر گیا قرض خواہ تنگ کریں گے۔ اور جیب میں کچھ دینے کو بھی نہیں ہے۔ اسی عالم میں کسی نے میرا
نام لے کر پکارا۔

میں نے دائیں بائیں آگے پیچھے ہر طرف دیکھا لیکن مجھے کوئی نظر نہ آیا۔ پھر میں نے اوپر دیکھا تو میرے پسینہ چھوٹ
گیا۔ امام صادق ہوا میں کھڑے مجھے دیکھ کر مسکرا رہے ہیں۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ بائیں خواب تو نہیں دیکھا رہا۔

آپ نے مسکرا کے فرمایا۔ اپنے آپ سے پوچھئے۔ خواب ہے یا حقیقت۔

میں نے کہا۔ جب آپ کو دیکھتا ہوں تو حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ اور جب آپ کو ہوا میں کھڑے ہوتے اور یہاں
مدینہ سے مہینوں کے فاصلہ پر دیکھتا ہوں تو خواب معلوم ہوتا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ داؤد! مجھے یہاں پہن میں ایک کام تھا۔ اسی سلسلہ میں آیا تھا۔ تو بڑا پریشان جا رہا تھا میں نے
سوچا کہ مجھے تیری پریشانی کا حل بتا دوں۔

میں نے عرض کیا۔ حضور! پھر آپ نے کیا حل نکالا ہے؟

آپ نے فرمایا۔ اس وقت تک تیرا قرضہ ادا نہیں ہوگا۔ جب تک تو قرآن حفظ نہیں کرے گا۔ پھر آپ میری نظروں سے غائب ہو گئے۔

میں واپس آیا۔ اور حفظ قرآن میں مصروف ہو گیا۔ پانچ چھ ماہ میں میں نے قرآن حفظ کر لیا۔ اور حفظ قرآن کے ایک دو ماہ بعد میرا تمام قرضہ بھی ادا ہو گیا۔

بحاریں ابو بصیر سے مروی ہے کہ ایک دن امام صادق کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ آپ کمرہ میں اٹھ کر کھڑے ہو گئے زمین پر پاؤں مارا۔

میں نے دیکھا تو جیسے زرخش پھٹ گیا۔ نیچے سے ایک بہت بڑا سمندر روندا ہوا۔ سمندر میں چاندی کی بڑی بڑی کشتیاں تیرتی پھر رہی تھیں۔

آپ نے ایک کشتی کو اشارہ کیا۔ ملاح فوراً کشتی لے کر حاضر ہو گیا۔ آپ کشتی پر سوار ہو گئے۔ میں بھی اجازت لے کر کشتی میں بیٹھ گیا۔

کشتی سمندر میں تیرنے لگی کافی دور نکل جانے کے بعد ایک جزیرہ آیا۔ میں نے دیکھا جزیرہ میں تھوڑے تھوڑے ناصبے پر چاندی کے خیمے نصب تھے۔ آپ کشتی سے اتر کر ایک خیمہ میں چلے گئے۔ میں وہیں کشتی میں بیٹھا رہا۔ کافی دیر بعد آپ واپس تشریف لائے اور ملاح سے واپس چلنے کو کہا۔

ملاح ہمیں اسی جگہ لے کے آیا۔ جہاں ہم سے کشتی پر بیٹھے تھے۔ ہم اتر کر باہر آئے۔ سمندر غائب ہو گیا۔ پہلے کا طرح زمین ہوا ہو گئی۔

میں نے عرض کیا۔ حضور! یہ کیا تھا؟

آپ نے فرمایا۔ جس خیمہ میں گیا تھا۔ اسے دیکھا تھا۔

میں نے عرض کیا۔ ہاں دیکھا تھا۔

آپ نے فرمایا۔ وہ نواں خیمہ تھا۔ جو میرا تھا۔

پہلا پہلا خیمہ نبی اکرم کا تھا۔

اس سے متصل دوسرا خیمہ جناب ام المومنین خدیجہ کا تھا۔

تیسرا خیمہ امیر المومنین علی کا تھا۔

چوتھا خیمہ ام السادات فاطمہ زہرا کا تھا۔

پانچواں خیمہ امام حسن کا

چھٹا امام حسین کا۔

ساتواں امام زین العابدین کا

اٹھواں میرے باپا کا اور

نواں خیمہ میرا تھا۔

بصارت میں حفصہ تمہارے مروی ہے کہ جن دنوں معلیٰ ابن خنیس کو تختہ دار پر چڑھایا گیا۔ ان دنوں ایک روز میرے امام صادق کی خدمت میں بیٹھا تھا۔

آپ نے فرمایا۔ حفصہ! میں نے معلیٰ کو چند ہدایات دی تھیں۔ لیکن اس نے میری کسی ہدایت پر عمل نہیں کیا اب نتیجہ تیرے سامنے ہے کہ وہ پس دیوار زندان پابریج ہے۔

میں نے عرض کیا۔ حضور! آپ کے موالیوں سے ہے۔

آپ نے فرمایا۔ ہمارے موالیوں سے ہے۔ اسی لیے تو ان مصائب سے دوچار ہے۔ ایک وقت معلوم ہوا کہ ہمارے موالی ایسے ہی سنگین حالات سے دوچار رہیں گے۔ اگرچہ معلیٰ نے میری ہدایات پر عمل نہیں کیا۔ لیکن پھر بھی ہم اسے بھولے نہیں ہیں۔

ایک دن میں زندان میں میں نے معلیٰ کو پریشان دیکھا۔

میں زندان میں گیا۔ اور معلیٰ سے کہا۔

کیا بچوں کے لیے پریشان ہے۔

معلیٰ نے کہا۔ حضور! ہر شخص ان حالات میں بچوں کے لیے تڑپتا ہے۔

میں نے معلیٰ کے چہرہ پر اپنا ہاتھ پھیرا۔

اور معلیٰ سے پوچھا۔

بصلا اب آنکھیں کھول کر دیکھ۔ کہاں ہے۔

معلیٰ نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ تو حیرت سے کہنے لگا۔ مجھے ایسے محسوس ہوا ہے جیسے میں اپنے گھر

اور بچوں میں ہوں۔

میں نے اسے بتایا۔

وانفاہیر تیرا اپنا گھر ہے۔ اس وقت کچھ دیر کے لیے تو اپنے گھر میں آزاد ہے۔ اپنے بچوں سے ملنے میں

تھوڑی دیر رہو واپس آ جاؤں گا۔

میں معلیٰ کی نظروں سے روپوش ہو گیا۔ معلیٰ نے اپنے بیوی بچوں کو بلایا۔ سب اسے یوں دیکھ کر حیران

رہ گئے۔

معلیٰ نے انہیں بتایا کہ میں کچھ دیر کے لیے یہاں ہوں۔ معلیٰ نے تمام بچوں سے بجا بھر کے پیار کیا

پھر میں گیا۔ معلیٰ کے چہرہ پر ہاتھ پھیرا۔

اور اس سے پوچھا اب بتا تو کہاں ہے؟

معلیٰ نے آنکھیں کھول کر ادھر ادھر دیکھا اور بتایا کہ یہ تو آپ کا دولت خانہ ہے۔

میں نے اسے بتایا۔ ہاں معلیٰ یہ میرا گھر ہے۔ میں تجھے صرف اتنا بتانا چاہتا ہوں کہ ہماری محبت پھولوں کی سیج نہیں ہے کاٹوں کی وادی ہے۔ ایک دو دن تک تجھے شہید کر دیا جائے گا۔ لہذا ذہنی طور پر اپنے آپ کو تیار کرے۔

بجاریں عبداللہ ابن سنان سے مروی ہے کہ میں نے امام صادق سے حوض کے متعلق پوچھا۔ حضور آدم سے لے کر تاقیامت ذریت حضرت آدم میں سے اتنی کثیر تعداد خوش نصیبوں کی پینے والی ہوگی۔

آخر وہ حوض کتنا بڑا ہوگا۔

آپ نے فرمایا۔ بصرہ سے صفائیک حوض کوثر کا رقبہ ہوگا۔

پھر سکا کر فرمایا۔ کیا دیکھنا چاہتا ہے۔

میں نے عرض کیا۔ حضور! اس سے زیادہ کونسی خوش نصیبی ہوگی۔

آپ نے فرمایا۔ پھر آپ میرے ساتھ چل

آپ مجھے بیرون مدینہ لے گئے۔ آپ نے زمین پر پاؤں مارا۔ مجھے ایسے معلوم ہوا جیسے زمین میں ٹنگا ہو گیا ہے۔

نیچے سے ایک موزن دریا سامنے آگیا۔ ایسے دکھائی دے رہا تھا۔ جیسے ہم کسی اور دنیا میں آگئے

ہیں۔ نہ دنیا کے طول کا پتہ چل رہا تھا اور نہ عرض کا۔ جہاں ہم کھڑے تھے وہ ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے جزیرہ ہو۔ ہر طرف پانی ہی پانی تھا۔

اس پانی میں چادرنگ نظر آرہے تھے۔ برف سے زیادہ سفید پانی تھا۔ دودھ کی طرح سفید بھی تھا۔ یا توت

جیسا سرخ شراب بھی تھا۔ اور شہد جیسا گاڑھا بھی تھا۔

میں نے عرض کیا۔ بتدیہ کہاں سے آ رہا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ یہ وہی ہے جس کا ذکر اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ جنت میں چار دریا ہوں گے پانی کی

نہر۔ دودھ کی نہر۔ شراب کی نہر۔ اور شہد کی نہر۔

اس دریا کے کنارے پر ایک جگہ چند عورتیں کھڑی ہوئی تھیں۔ ان کے ہاتھوں میں بلوریں جام تھے۔ آپ

نے ایک کو اشارہ کیا۔

وہ جلدی سے قریب آئی۔ اور عرض کی۔

حضور ایک پنا پسند فرمائیں گے۔

آپ نے فرمایا۔ مجھے اور عبد اللہ ابن سنان کو پانی ہی پلا دو۔

اس نے دو جام بھرے ایک امام صادق کو اور دوسرا مجھے دیا۔ میں نے جب سے وہ پانی پیا ہے۔ اس کے بعد سے کبھی پیاس کی شدت محسوس نہیں کی۔ عرصہ گزر گیا ہے۔ لیکن اس کا فائدہ آج میرے تک میرے حلق سے نہیں گیا۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ آج بڑا عجیب منظر دکھا ہے۔

آپ نے فرمایا۔

عبد اللہ جب ہمارا شیخہ عالم فانی کو الوداع کہتا ہے تو اس کی روح اسی نہر پر آتی ہے۔ اور جب ہمارا دشمن دینا سے نکلتا ہے تو اس کی روح وادی ربوت جو میں میں ہے میں پہنچتا ہے۔

خصال میں امام صادق سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے۔

امام کے سامنے یہ کائنات بالکل اس طرح ہوتی ہے۔ جس طرح تمہارے ہاتھ میں گیند ہوتی ہے۔ جس طرح

تم گیند کو اپنے ہاتھ میں جیسے چاہ گھما سکتے ہیں۔ اسی طرح امام کائنات کو جس رخ سے دیکھنا چاہے دیکھ سکتا ہے۔

بحار میں ہشام ابن سالم سے مروی ہے کہ امام صادق نے فرمایا ہے۔

اللہ نے ایک شہر مشرق میں پیدا کیا ہے جس کا نام جابلق ہے۔ ایک شہر مغرب میں پیدا کیا ہے۔ اس کا نام

جابر ہے۔ دونوں شہروں کے گرد فصیح ہے اور فصیح میں بارہ ہزار دروازے ہیں۔ ہر دو دروازوں کے مابین تین میل کا فاصلہ ہے۔

ہر دروازہ پر ایک برج ہے۔

ہر برج میں بارہ ہزار سطح سپاہی موجود ہیں جو قیام قائم کے منتظر ہیں۔

کافی میں مجلان ابن صلح سے مروی ہے کہ میں امام صادق کے پاس بیٹھا تھا۔ ایک شخص آیا۔ اور اس نے

آسمان کی طرف اشارہ کر کے عرض کیا۔

حضور! کیا یہ حضرت آدم کا خیمہ ہے؟

آپ نے فرمایا۔ ہاں یہ حضرت آدم کا خیمہ ہے۔

علاوہ ازیں بھی اللہ نے بہت کچھ پیدا کر رکھا ہے۔ تمہارے اس مغرب کے علاوہ انتالیس مغرب

ہیں۔ ہر مغرب کی سر زمین مخلوق خدا سے لبریز ہے۔ ان میں سے کسی نے کبھی ایک لمحہ کے لیے بھی اللہ کی نافرمانی

نہیں کی۔

جن طرح تم ان سے ناواقف ہو۔ اسی طرح وہ لوگ تم سے نا آشنا ہیں۔ انہیں یہ بھی علم نہیں ہے کہ اللہ نے کسی آدم کو بھی پیدا کیا ہوا ہے۔

وہ صرف ہمارے جدا مجد محمد مصطفیٰ کی رسالت اور ہماری امامت سے واقف ہیں اور ہمارے اعداد سے تبرا کرتے ہیں۔

سائل نے عرض کیا: حضور! جب انہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ اللہ نے کسی آدم کو پیدا کیا ہے تو وہ پھر آپ کے ان اعداد سے کیسے تبرا کرتے ہیں۔ جو اولاد آدم سے ہیں۔

آپ نے فرمایا: کیا تمہیں ابلیس کے متعلق کچھ علم ہے۔

سائل نے عرض کیا: حضور! صرف اتنا علم ہے کہ وہ اولاد آدم کا دشمن ہے اور اولاد آدم کو ابلیس سے تبرا کرنے کا حکم ہے۔

آپ نے فرمایا: بس اسی طرح انہیں بھی صرف یہی معلوم ہے کہ۔ اعدادے آل کون ہیں۔ اور ان سے تیرا ان کا جزو ایمان ہے۔

بجاریں سلیمان ابن خالد سے مروی ہے کہ امام صادق نے فرمایا ہے۔ کائنات عالم کی ہر مخلوق خواہ انسان ہو۔ جن ہو۔ ملک ہو۔ آسمان میں ہو یا زمین میں۔ اللہ نے ہر مخلوق کے سامنے ہماری ولایت پیش کی ہے۔ اور ہر مخلوق کی نجات کا میزان ہماری ولایت ہے۔

خروج میں عبدالرحمن ابن حجاج سے مروی ہے کہ ایک سال سفر حج میں میں امام صادق کے ساتھ تھا۔ ایک جگہ میں نے عرض کیا۔

تبد امام کی علامت کیا ہے۔

آپ نے فرمایا: عبدالرحمن امام اللہ کی اس قوت کا نمائندہ ہوتا ہے کہ اگر وہ اس پہاڑ سے چلنے کو کہے تو وہ چلنے لگے۔

بخدا! جب میں نے پہاڑ کی طرف دیکھا تو پہاڑ نے سر کنا شروع کر دیا۔

آپ نے پہاڑ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

تو رک جا۔ میں نے تجھے چلنے کا حکم تو نہیں دیا۔

بجاریں حسن ابن عطیہ سے مروی ہے کہ عباد بصری کوہ صفا پر امام صادق سے کھڑا ہوا تھا۔

عباد نے کہا۔ میں نے ایک بات سنی ہے آپ سے تصدیق کرنا چاہتا ہوں۔

آپ نے فرمایا۔

کون سی بات ہے۔

عباد نے کہا۔ میں نے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے۔ نگاہ قدرت میں مومن کو ہر صفا اور مردہ سے زیادہ محروم ہے۔

آپ نے فرمایا۔ ہاں میں نے کہا ہے۔

کیوں کہ مجھے معلوم ہے کہ کائنات عالم مومن کی اطاعت پر مامور ہے۔ اگر مومن اس کو مردہ سے چلنے کو کہے تو وہ چلا آئے۔

عباد نے دیکھا تو مردہ نے اپنی جگہ چھوڑنے لگا تھا۔

امام صادق نے مردہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

تو ٹھہر جا۔ میں نے تجھے آنے کو نہیں کیا ہے۔

خروج میں عبد اللہ بنی سے مروی ہے کہ ایک سال سفر حج میں میں امام صادق کے ساتھ تھا۔ دوران سفر ایک جگہ

تمام قافلہ کے پاس پانی ختم ہو گیا۔

ماتنے ایک تالاب تھا۔

امام صادق نے مجھے فرمایا۔

جا اس تالاب میں دیکھ پانی ہے۔

میں نے جا کر دیکھا وہاں پانی کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ میں نے واپس آ کر عرض کیا کہ حضور! وہاں تو کچھ بھی نہیں ہے۔

آپ اٹھے۔ تالاب کے کنارے پر تشریف لائے۔

کھڑے ہو کر فرمایا۔ اے تالاب اللہ نے تجھے جو پانی ذخیرہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ ہمیں اس سے بقدر ضرورت

میرا کر دے۔

پورے قافلہ نے دیکھا کہ تالاب سے پانی پھوٹنے لگا۔ دیکھتے دیکھتے تالاب پانی سے بھر پڑا ہو گیا۔ تمام قافلہ نے

حسب ضرورت پانی پیا بھی اور مشکینے بھی پر کر لیے۔

خروج میں ابو دیم مدنی سے مروی ہے کہ ایک سال حج کے لیے روانگی میں تاخیر ہو گئی۔ اور میں امام صادق کے

ساتھ سفر حج پر نہ کر سکا۔

جب میں مکہ میں آیا اور مقام شجرہ پر گیا۔ تاکہ نماز باجماعت ادا کر لوں۔ وہاں گیا تو دیکھا امام صادق ایک طرف

بیٹھے مصروف تسبیح تھے۔

مجھے دیکھ کر فرمایا۔ ابو دیم! کیا نماز پڑھ لی ہے؟

میں نے عرض کیا۔ ابھی آیا ہوں۔

میں نے نماز پڑھی۔ آپ اٹھے میں بھی آپ کے ساتھ چلا آیا۔ راستہ میں مجھ سے پوچھا۔ آج پریشان پریشان نظر آ رہا ہے۔ کیا بات ہے؟

میں نے عرض کی۔ قبلہ پریشان تو ہوں لیکن وجہ میری سمجھ میں بھی نہیں آ رہی۔

آپ نے فرمایا۔ میرا خیال ہے رات تو نے مچھلی کھائی ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ آپ کا خیال درست ہے۔

آپ نے فرمایا۔ اگر مچھلی کے بعد چند دانے کھجور کے کھا لینا تو یہ پریشانی نہ ہوتی۔

پھر آپ ایک کھجور کے پاس آئے۔ موسم کھجوروں کا نہ تھا۔

بے ٹر کھجور کے درخت سے مطالب ہوئے۔

یا جذع اطعمنا مما خلق الله اے درخت اللہ نے جو تجھے دیا ہے اس میں سے ہمیں

فیک۔ بھی کھلا دے۔

میں نے دیکھا۔ کھجور میں پھل نکل آیا۔ پھر وہ پکنا شروع ہوا۔ چند سیکنڈ میں پھل پک گیا۔ آپ نے خود بھی کھایا

اور مجھے بھی کھلایا۔

خارج میں داؤد رتی سے مروی ہے کہ ایک دن میں امام صادق کے پاس تھا۔ امام کاظم ابھی کم سن تھے آپ کے قریب آئے۔

آپ نے گود میں بٹھایا۔ اور فرمایا۔

بیٹے کیا حال ہے؟

کم سن امام نے عرض کیا۔ حضورِ رحمت خدا کے زیر سایہ گزر رہی ہے۔ آج دل انگوروں اور اناروں کے لیے

چاہ رہا تھا۔

میں نے کہا۔ سبحان اللہ! بچوں کے بھی کیا کہنے۔ نہ وقت دیکھتے ہیں نہ موسم۔ مطالبات شروع کر دیتے ہیں۔

امام صادق نے فرمایا۔

داؤد اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ کبھی حجت خدا کی خواہش رائیگاں نہیں کرتا۔ ذرا باغ میں چلا جا انگوروں کی

کسی پیل سے کہہ دے کہ حجت ابن حجت انگوری کا خواہش مند ہے۔ وہاں سے تجھے انگور مل جائیں گے۔ پھر انار کے کسی

پودے سے یہی کہہ دے وہ تجھے انار دے دے گا۔

میں خاموش ہو کر اٹھا۔ باغ میں آیا۔

ایک پیل کے پاس کھڑا اور امام صادق کا فقرہ دہرایا۔ میں حیران رہ گیا جب میں نے دیکھا کہ میرے سامنے

دالی خالی شاخ پر انگور کا پکا ہوا گچھا جھولنے لگا۔ میں نے اسے توڑنا۔ پھر انار کے پودے کے قریب آ کر وہی جملہ دہرایا۔

دوپکے ہوئے انار میرے سامنے جھونٹے گئے۔ میں نے انہیں بھی توڑا۔ اور کس امام کی خدمت میں لایا۔ آپ وہیں بیٹھ کر کھانے لگے۔ اور مجھے دیکھ کر فرمایا۔

داؤد یہ ان انگوروں سے کہیں زیادہ لذیذ ہیں جو ماوراء النہر سے آتے تھے۔

بصائر میں یونس ابن ظلیان، مفضل ابن عمر، ابواسلمہ سراج حسین ابن زید سے مروی ہے کہ ہم امام صادق کے پاس بیٹھے تھے۔

آپ نے فرمایا۔

اللہ نے زمین کے تمام خزانے ہمیں دیئے ہیں۔ اگر میں چاہوں تو زمین پر پاؤں کی ٹھوک مار کر اس سے مطابہ کروں تو اپنے تمام خزانے اگلی دے گا۔

یہ فرمانے کے بعد آپ نے زمین پر پاؤں سے ایک کیر کھینچی اور فرمایا۔ ممکن ہے ان میں سے کوئی بتلائے شک ہوئے۔ انہیں میری بات کی تصدیق کرادے۔

ہمارے سامنے زمین میں شگاف ہوا۔ ہم نے دیکھا باشت باشت پر سونے کے ٹکڑوں کے انبار لگے ہوتے تھے آپ نے ایک ٹکڑا اٹھایا اور ہمیں دے کر فرمایا۔

اچھی طرح دیکھ لو۔

ہم نے باری باری دیکھا اور حیران رہ گئے۔

ہم نے عرض کیا۔ قبلہ اللہ نے اتنا آپ کو دیا ہے۔ اور آپ کے شیعہ عزت کا شکر ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ اللہ نے ہمارے اور ہمارے شیعہ کے لیے آخرت میں جو مقرر کر رکھا ہے وہ دنیا کی اس دولت سے کہیں بہتر ہے۔

اور اللہ نے ہمارے اعداء کے لیے آخرت میں جو مقرر کر رکھا ہے وہ اس دنیا کے مصائب اور تکالیف سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔

بصائر میں عمر جلاب سے مروی ہے کہ امام صادق نے فرمایا ہے۔ جناب آصف بن برخیا کے پاس اللہ کے بہتر اسمائے اعظم ہیں سے صرف ایک اسم تھا جس کے ذریعہ اس نے طرفہ العین میں تخت بقیس منگوا یا تھا اور ہم اہل بیت کے پاس بہتر اسم اعظم ہیں۔

بصائر میں عمادسا باطمی سے مروی ہے کہ ایک دن میں نے امام صادق کی خدمت میں عرض کیا۔ قبلہ اسم کے اثرات کیا ہوئے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ تو برداشت نہیں کر سکے گا۔

میں نے بہت اصرار کیا۔ کہ مجھے کچھ تو دکھائیں۔

آپ اندر گئے۔ کچھ دیر بعد مجھے اندر بلا یا۔

میں نے دیکھا آپ نے زمین پر صرف انگشت شہادت رکھی ہوئی تھی۔ اور کچھ پڑھ رہے تھے۔ مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے پورا کمرہ گردش میں ہے۔ میرا سر چکانے لگا۔ میں جلدی سے بیٹھ گیا۔ اور عرض کیا۔ قبلہ بس مزید میں کچھ برداشت نہ کر سکوں گا۔
آپ نے فرمایا۔ میں نے تو تجھے کہنا تھا کہ تو برداشت نہ کر سکے گا۔

علم نجیب اور امام صادقؑ!

بعض میں شہاب ابن عبد اللہ سے مروی ہے کہ مجھے چند مسائل دریافت کرنا تھے۔ میں امام صادقؑ کے پاس آیا۔

آپ نے مسکا کے فرمایا۔

کیا مسائل پوچھنے آیا ہے۔

میں نے عرض کیا۔ ہاں قبلہ۔

آپ نے فرمایا۔ تو خود پوچھے گا یا میں ہی تجھے تیرے مسائل اور ان کے جواب بتا دوں؟

میں نے عرض کیا۔ قبلہ اگر آپ ہی نوازش فرمادیں تو میری عقیدت مزید اضافہ ہو جائے گا۔

آپ نے فرمایا۔ تو ایسے جنبی شخص کے متعلق پوچھنا چاہتا ہے جس نے غسل کرنے کی خاطر مشک کے ٹوٹے کے

ذریعہ پانی لیا۔ اور اس کا ہاتھ مشک کے پانی کو چھو گیا۔

میں نے عرض کیا۔ حضور! ایک مسئلہ تو یہی تھا۔

آپ نے فرمایا۔ کوئی حرج نہیں۔

دوسرا مسئلہ تو یہ پوچھنا چاہتا ہے کہ اگر جنبی آدمی ہاتھ دھونے سے پہلے بھول کر پانی میں ہاتھ

دال دے تو۔

میں نے عرض کیا۔ دوسرا مسئلہ ہی تھا۔

آپ نے فرمایا۔ اگر جنبی کا ہاتھ ظاہری نجاست سے خالی ہو تو کوئی حرج نہیں۔

تیسرا مسئلہ تو یہ پوچھنا چاہتا ہے کہ اگر ایک جنبی شخص غسل کرتا ہے۔ اور اس کے جسم سے چند قطرات ٹپک

کر پانی میں جا گریں تو۔

میں نے عرض کیا۔ حضور ہی سوال ہے۔

آپ نے فرمایا۔ کوئی حرج نہیں۔

بصارت میں اسماعیل ابن عبدالعزیز سے مروی ہے کہ میں امام صادقؑ اور دیگر ائمہ اہل بیت کے لیے بہت زیادہ عقیدت رکھتا تھا اور بہت زیادہ فضائل بیان کیا کرتا تھا۔

ایک دن امام صادقؑ کی خدمت میں آیا۔

آپ نے فرمایا۔

اسماعیل ہمیں ہمارے مقام سے نرگراؤ اور نہ اوپر لے جاؤ۔ ہمیں اللہ کی مخلوق سمجھ کر چوچا ہو کہو۔

بصارت میں خالد ابن یحییٰ سے مروی ہے کہ میں امام صادقؑ کی خدمت بیٹھا تھا۔ اور بھی بہت سے لوگ تھے ہر شخص اپنی بات کر رہا تھا۔ میں حیران تھا۔ دل میں کہہ رہا تھا کہ۔

کاش یہ لوگ جانتے کہ وہ کس کے حضور بیٹھے ہیں۔ اور مجھے تو ایسے لگتا ہے۔ جیسے اللہ کے دربار

میں ہوں۔

امام صادقؑ نے مجھے اپنے قریب بلایا۔ اور فرمایا۔

خالد بن عبدالمطلب اللہ کی مخلوق ہیں۔ ہم اللہ کے سامنے بھکتے ہیں مگر ہم وہ دعویٰ کرنے لگیں جو تو سوچ رہا تھا۔ تو ہمارے پاس ان کمالات میں سے کچھ سمجھا رہے۔

جو کچھ ہے اللہ کی دین ہے۔

میں نے قدم بوس ہو کر عرض کیا۔ قہر! بہت بڑا اشتباہ تھا جو آپ نے دور کر دیا ہے۔ آج کے بعد وہ کچھ سوچوں گا۔ جو آپ نے فرمایا ہے۔

کشف الغم میں شعیب عقر قونی سے مروی ہے کہ میں علی ابن حمزہ اور ابوبصیر کے ساتھ امام صادقؑ کے پاس گیا۔ میرے پاس تین سو دینار تھے۔ وہ میں نے آپ کے سامنے رکھ دیئے۔ آپ نے ایک مٹھی بھر دینار رکھ لیئے اور بقیہ مجھے واپس دے کر فرمایا۔

شعیب یہ دینار جہاں سے اٹھائے تھے وہیں رکھ دینا۔

کچھ دیر بیٹھنے کے بعد ہم وہاں سے اٹھے راستہ میں ابوبصیر نے پوچھا۔ شعیب تو نے سوچا ہے کہ امام نے یہ پیسے کیوں واپس کر دیئے ہیں؟

میں نے کہا۔ میں کیا سوچ سکتا ہوں۔ ان کی مرضی

اگر سب قبول کر لیتے تو میری خوش نصیبی ہوتی۔

ابوبصیر نے کہا۔ شعیب ایسی بات نہیں ہے۔ میں کافی وقت سے ائمہ اہل بیت کی خدمت میں رہ رہا ہوں۔ جو دینار

آپ نے واپس کیے ہیں ان میں کوئی نہ کوئی گڑبڑ ضرور ہوگی

میں نے کہا کیا گڑبڑ ہو سکتی ہے۔ جس طرح قبول کیے جانے والے پیسے میرے تھے اسی طرح واپس کیے جانے والے پیسے بھی میرے ہی تھے۔

ابو بصیر نے کہا۔ شعیب تیری باتوں سے اندازہ ہو رہا ہے کہ تو مجھ سے کوئی بات چھپا رہا ہے۔ ممکن ہے مجھے بتانے میں کوئی نقصان ہو میں زیادہ اصرار نہیں کرتا۔

البتہ تجھے یہ بتا دوں کہ امام صادقؑ نے تجھے جو ہدایت کی ہے کہ جہاں سے اٹھائے تھے۔ وہیں رکھ دینا۔ تجھے اس نصیحت پر عمل کرنا چاہیے۔

میں نے پوچھا۔ آخر سوال میں کیا فائدہ ہو گا؟

ابو بصیر نے کہا۔ شعیب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ دینار تو نے اشتباہاً اٹھائے ہوں۔ اور تیری ملکیت نہ ہوں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عنقریب کوئی ایسی ضرورت تجھے پیش آنے والی ہو جس کا تجھے علم نہیں لیکن نگاہ امام نے اسے دیکھ لیا ہو۔

میں نے کہا۔ ابو بصیر! اتفاقاً آپ کو صحت امام میں ایک وقت گزرا ہے۔ اب میں آپ کو بتا ہی دوں لیکن پہلے مجھے یہ دینار گن لینے دے۔

ابو بصیر نے کہا۔ ہاں ہاں گن لے

میں نے دینار گنے۔ سو دینار تھے۔

ابو بصیر نے کہا۔ کتنے ہیں۔

میں نے کہا۔ سو دینار ہیں۔

اور یہی یہ دینار صرف اشتباہاً اٹھانے کے لیا تھا یہ میرا مال نہیں ہے۔ میں نے اپنے بھائی کے دیناروں میں سے اس کے علم میں لائے بغیر صرف اس غرض سے اٹھائے تھے کہ آپ لوگ جو ہر وقت امام صادقؑ کی غیب دانی کے فضائل بیان کرتے رہتے ہیں اس کی تصدیق کر لوں۔ اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ جو کچھ آپ بتاتے ہیں واقفاً صحیح ہے اور میرے لیے یہ آپ کی امامت حقیقہ کی ایک واضح دلیل ہے۔ اس دلیل روشن کے بعد اب میرا امام صادقؑ کی امامت کا معتقد نہ ہونا میری تیرہ بختی کے سوا کچھ نہ ہو گا۔

بصائر الدرجات میں ابراہیم ابن منزم سے مروی ہے کہ ایک رات میں امام صادقؑ کی خدمت سے جب یہ اپنے گھر مدینہ میں آیا۔ تو کسی بات پر میری اور میری ماں کے مابین تکرار ہو گئی۔ اور میری زبان سے کچھ ترش الفاظ نکل گئے۔

دوسری صبح جب میں امام صادقؑ کی خدمت میں آیا۔ تو آپ نے فرمایا۔

اے ابراہیم! رات تو نے ماں سے اچھا سوک نہیں کیا۔

سبیل یکنین
حیدرآباد، سندھ، پاکستان

میں نے گھبرا کے عرض کیا۔ حضور! اس وقت تو کوئی بھی جاگ نہیں رہا تھا۔ آپ کو کس نے بتایا ہے؟
آپ نے فرمایا۔ ابراہیم یہ نہ لو پچھ کہ مجھے کس نے بتایا ہے۔ میں کائنات عالم میں حجت خدا ہوں۔ اور
ہر حجت خدا اپنے دور میں اپنی رعیت کے تمام حالات سے باخبر رہتا ہے۔ اور آئندہ ایسی بات بھی نہیں
ہونا چاہیے۔

تجھے معلوم نہیں کہ تیری ماں کا شکم وہ مقام ہے جہاں تو نے نو ماہ اطمینان سے گزارے۔
تیری ماں کی گود وہ گوارہ ہے جہاں تو ایک عرصہ تک نازوں سے کھیتا رہا ہے۔ اور
تیری ماں کا سینہ وہ برتن ہے جہاں سے تو دو برس تک میزاب ہوتا رہا ہے۔
میں نے معذرت کر کے آئندہ ایسی کوئی حرکت نہ کرنے کا عہد کیا۔

بصاغر میں حدث ابن حصیرہ ازدی سے مروی ہے کہ کوفہ میں سے ایک شخص خراسان آیا اور اس نے اہل خراسان
کو امام صادقؑ کی اطاعت کی دعوت دی۔

اہل خراسان تین گروہوں میں بٹ گئے۔

کچھ لوگ آپ کی اطاعت پر آمادہ ہو گئے۔

کچھ لوگوں نے سر سے انکار کر دیا۔ اور

کچھ لوگ انتشار سے بچنے کی خاطر بین بین رہے۔

پھر ہر گروہ نے اپنا ایک ایک نمائندہ مدینہ میں امام صادقؑ کے پاس بھیجا۔ جن گروہ نے آپ کی امامت کو
تسلیم کرنے سے انکار کیا تھا۔ اس کے نمائندہ کے ساتھ کینز تھی، راستہ میں بین بین گروپ کے نمائندہ نے اس کینز سے
تعلقات استوار کر لیے اور ارتکاب فجور کیا۔

جب یہ وفد امام صادقؑ کی خدمت میں پہنچا تو گفتگو کا آغاز بین بین گروپ کے نمائندہ نے کی۔

امام صادقؑ نے اس سے پوچھا۔

تو کس گروپ سے تعلق رکھتا ہے۔

اس نے کہا میں غیر جانبدار اور انتشار ناپسند گروہ سے ہوں۔

آپ نے غصہ سے اس کی طرف دیکھا۔ اور فرمایا۔

تیری انتشار ناپسندی کا دار و مدار صرف میری امامت کو تسلیم کرنے سے ہے۔ اس وقت تیری دیانت اور تیرا

زہد کہاں تھا۔ جیت نہر کے کنارے تو کسی کی کینز سے منہ کالا کر رہا تھا۔

وہ جلدی سے آپ کے قدموں پر گرا اور عرض کیا۔

قہار اب بس اس سے آگے کچھ نہیں۔

بصا تریں صفوان ابن یحییٰ سے مروی ہے کہ ایک دن جعفر ابن محمد اشعث اور میں اکٹھے ہو گئے یہ جعفر مجاہد آل محمد سے تھا۔

میں نے پوچھا۔ جعفر تیرا باپ تو دشمنان آل محمد سے تھا۔ تو کیسے اس طرف آ گیا ہے۔
جعفر نے کہا۔ واقعا میرا باپ دشمنان آل محمد سے تھا۔ لیکن بجدانشد اس کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہے۔ اور اسی نے
ہی ہمیں یہ راہ دکھائی ہے۔

میں نے پوچھا۔ وہ کیسے؟

جعفر نے کہا۔ آپ کو معلوم ہے کہ میرا باپ محمد اشعث منصور کے مقربین سے تھا۔ ایک دن نے منصور نے
میرے باپ سے کہا۔

مجھے ایک دانش مند قاصد کی ضرورت ہے جو امین بھی ہو۔

میرے باپ نے اسے اپنے ماموں ابن مہاجر کا پتہ دیا۔

منصور نے ابن مہاجر کو بلا لیا۔ اور اس سے ہزاروں دینار روئے کر کہا۔ مدینہ چلا جا۔ محلہ بنی ہاشم سادات نبی فاطمہ کو
جمع کر لینا۔ یہ دینار ان میں تقسیم کرنا۔ اور کہنا کہ میں شیعان خراسان سے ہوں۔ یہ دینار انہی لوگوں نے بھیجے ہیں۔ اور
وہ آپ لوگوں کی حکومت کے منتظر ہیں۔ پھر ان سے فرداً فرداً رقم کی وصول کی رسید بھی لکھو ایسا اور جو پیغام وہ
اہل خراسان کے نام دیں وہ بھی لکھو ایسا۔

ابن مہاجر مدینہ آیا۔ رقم تقسیم کی۔ واپس کو فرمایا منصور کے پاس آیا۔ اور سادات نبی فاطمہ کے تمام پیغامات اس
کے سامنے رکھ کے کہا۔

ہر ایک نے کوئی نہ کوئی پیغام دیا ہے لیکن جعفر ابن محمد نے رقم قبول کی ہے اور نہ کوئی پیغام دیا ہے۔
منصور نے پوچھا۔ کیوں بھلا۔

ابن مہاجر نے بتایا۔ کہ تمام سادات نبی فاطمہ میں دینار تقسیم کیے۔ امام صادق وہاں نہ تھے۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ
وہ مسجد نبوی میں ہوں گے۔ میں وہاں آیا۔ وہ مصروف نماز تھے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو میری کسی بات کرنے سے
قبل مجھے کہنے لگے۔

بندہ خدا! تو خود بھی آل محمد کے معاملہ میں اشد سے ڈر۔ اور اپنے بادشاہ سے بھی کہہ دینا کہ آل محمد نے ابھی ابھی
آل مردان کی حکومت گزاری ہے اور تمہیں معلوم ہے کہ نہ صرف ان کے گھر ویران ہیں بلکہ آل مردان نے ان کی چھوٹیاں
اور دل بھی اجاڑ دیئے ہیں آل محمد کے پاس کیا رکھا ہے۔ ان میں اتنی طاقت کہاں سے آگئی ہے کہ وہ تمہاری
حکومت کے لیے کوئی خطرہ بن سکیں۔

انہیں کچھ دن چین کا شس لینے دو۔ تمہارے پہلو میں آج بھی وہ افزود بیٹھے ہیں جو عداوت آل محمد پر

ادھار کھا چکے ہیں۔ اور ان کی خواہش ہے کہ کسی نہ کسی طرح آل محمد کا ایک فرد بھی اس دنیا میں سانس لینے والا نہ بچے۔ انہی لوگوں سے تم جا سو اس کا کام لیتے ہو۔ اور یہی لوگ آل محمد کے خلاف چنل خوری کر کے تمہیں بھڑکاتے رہتے ہیں۔

جو گفتگو میرے اور آپ کے مابین تھی تمام کی تمام امام صادقؑ نے اس طرح مجھے بتا دی جیسے وہ ہمارے ساتھ تیسرے ہوں۔

منصور نے کہا۔ وائے امام صادق درست کہتا ہے۔ آل محمد میں اب اتنی سکت نہیں کہ وہ حصول اقتدار کی کوئی کوشش کر سکیں۔

ابن ہباج سے یہ واقعہ سننے کے بعد میرے باپ نے عداوت آل محمد سے توبہ کر لی۔ اور اب ہمارا پورا گھر بھرا اللہ موالیاں آل محمد سے ہے۔

خراج میں ابن ابوالعلاء سے مروی ہے کہ میں امام صادقؑ کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ ایک شخص نے اگر اپنی بیوی کی بداخلاقی کا شکوہ کیا۔

آپ نے فرمایا۔ اسے یہاں میرے پاس لے کے آ۔

وہ اپنی بیوی کو لے آیا۔

آپ نے اس سے فرمایا۔ تو اپنے شوہر سے اچھا سلوک نہیں کر سکتی۔

اس نے کہا۔ میں جب اسے دیکھ نہیں سکتی تو اچھا سلوک کیسے کر سکتی ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ اس طرح تو عمر کوتاہ ہو جاتی ہے۔

اس نے کہا۔ جس زندگی میں مجھے میرا شوہر نظر آنے میں اس زندگی سے اس موت کو ترجیح دو لگی جس میں مجھے یہ تو نظر نہیں آنے گا۔

آپ نے فرمایا۔ اسے لے جا۔

یہ تین دن سے زیادہ زندہ نہیں رہے گی۔

چوتھے دن وہی شخص آپ کے پاس آیا۔

اتفاقاً اس وقت بھی میں آپ کے پاس ہی بیٹھا تھا۔

آپ نے پوچھا۔ بیوی کا کیا بنا؟

اس نے عرض کیا۔ قید ابھی دن سے فارغ ہو کر آ رہا ہوں۔

خراج میں داؤد رقی سے مروی ہے کہ ۱۲۶ھ میں امام صادقؑ کے ساتھ حج کو آ رہا تھا۔ میرا ایک بھائی تھا جو سرے کا دشمن اہل بیت تھا۔ وہ مجھ سے زیادہ میں جول نہیں رکھتا تھا۔ مجھے معلوم ہوا کہ اس کے گھر کئی دن سے ناگہبے

میں نے حج پر روانگی کے وقت گھر والوں سے کہہ دیا کہ اتنا اسے دے دینا۔
ہم نے ایک اونٹ بٹھایا۔

امام صادقؑ نے فرمایا۔

داؤد جلدی یہاں سے سامان اٹھالے ابھی سیلاب آنے والا ہے۔ ڈوب جائے گا۔ تو نے بھائی سے جو خضہ
رحمی کی ہے اس کی وجہ سے تجھ پر مصیبت طل رہی ہے۔

میں نے وہاں سے سامان دوسری محفوظ جگہ پر منتقل کیا ہی تھا کہ سیلاب کا ریلہ آگیا۔ جن لوگوں نے امام صادقؑ کی
اس بات کو مذاق سمجھا تھا وہ اپنے تمام سامان سے محروم ہو گئے۔

خزاع میں مروی ہے کہ امام صادقؑ کے ایک صحابی کا بیان ہے کہ میں کچھ مالی واجبات آپ کی خدمت میں لایا۔ ساتھ یہ
خیال بھی کیا کہ بہت بڑی رقم ہے جو میں آپ کو دے رہا ہوں۔

جب میں آپ کے سامنے آیا۔ ابھی تک رقم کی تھیلیاں آپ کو پیش نہیں کی تھیں۔ آپ نے اپنے غلام کو حکم دیا
وہ کوئی بیجو طشت رکھ لے اٹھا کے لے آ۔

میں نے آپ کی طرف دیکھا۔

آپ نے زیر لب کچھ پڑھا۔ جب غلام طشت اٹھا کے لایا تو میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ سب دیناروں سے
پر تھا۔

آپ نے غلام سے فرمایا۔ اسے انڈیل دے میری حیرت پہلے سے زیادہ ہو گئی۔ جب میں نے دیکھا کہ طشت کا اتنا
وزن تھا جتنے دینار نکلتے چم گئے۔ سستی کہ میرے اور امام صادقؑ کے مابین ایک ڈھیر سا لگ گیا۔

ان دیناروں کو دیکھ کر مجھے اپنی لائی ہوئی رقم حقیر معلوم ہونے لگا۔

آپ نے مجھے فرمایا۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم تمہاری رقم کے محتاج ہیں۔ بخدا! ہم تم سے صرف تمہارا مال پاک کرنے کی
فاطر لیتے ہیں۔

خزاع بحر خراط سے مروی ہے کہ میں فطران خلیفہ کے پاس بیٹھا تھا کہ ابن ملاح آگیا۔ اور بیٹھ کر میری طرف
دیکھنے لگا۔

فطر نے ابن ملاح سے کہا۔ جو بات کرنا چاہتا ہے وہ کہہ۔ تجھے کوئی کچھ نہیں کہے گا۔ میں دیکھ رہا ہوں۔ کوئی بات
ایسی ہے جو تیرے اندر بچل رہی ہے۔

ابن ملاح نے کہا۔ میں آپ کو بات تو سناتا ہوں لیکن ڈرتا ہوں کہیں آپ مجھے پاگل نہ سمجھیں

فطر نے کہا۔ اس میں پاگل سمجھنے والی کون سی بات ہے۔ اگر ماننے والی ہوتی تو مان لیں گے۔ ورنہ نہیں

مانیں گے۔

ابن ملاح نے کہا۔ میں رافضیوں کے امام صادقؑ کے پاس بیٹھا تھا۔ ہم باتیں کر رہے تھے کہ ایک لخت جعفرؑ نے کوفہ کی طرف دیکھا اور پریشان ہو کر انا اللہ وانا الیہ راجعون پڑھنے لگا۔

میں نے پوچھا۔ کیا بات ہے؟

جعفرؑ نے بتایا۔ میرا چچا زید فلاں جگہ شہید کر دیا گیا ہے۔ یہ کہہ کر اٹھا اور اندر چلا گیا۔

میں نے وہ وقت اور تاریخ نوٹ کر لی۔ جب مدینہ سے واپس آیا۔ ابھی راستہ ہی میں تھا کہ کوفہ کی طرف سے آتا ہوا ایک شہسوار ملا۔

میں سناس سے کوفہ کے حالات پوچھے۔

اس نے بتایا۔ زید ابن علی فلاں دن فلاں وقت شہید ہو گیا ہے۔

یہ وہی وقت تھا جو جعفرؑ نے بتایا تھا۔

فطر نے کہا۔ اس میں حیرت کی کوئی بات ہے۔ ہم جعفر کو مانیں یا نہ مانیں یہ تو ہر شخص کو ماننا پڑتا ہے کہ جعفرؑ کے پاس علم بالکل وہی ہے جو نبی اکرمؐ کے یا علیؑ کے متعلق سننے میں آتا ہے۔

کشی نے ابوبصیر سے روایت کی ہے کہ ایک دن میں امام صادقؑ کی خدمت بیٹھا تھا۔

آپ نے فرمایا۔ ابوبصیر اگر ایک بات برداشت کر سکے اور کسی کے سامنے ظاہر نہ کرنے کا وعدہ کرے تو

مجھے بتاؤں؟

میں نے عرض کیا۔ حضور! انشاء اللہ کسی کو نہ بتاؤں گا۔

آپ نے فرمایا۔ داؤد ابن علی اگلے سال کچھ دنوں کے لیے حکمران بننے والے ہیں۔ اور اس کے ہاتھ سے میرا

قریب ترین صحابی معلیٰ ابن خنیس شہید ہوگا۔

میں نے عرض کیا۔ حضور! معلیٰ کس جرم میں شہید ہوگا؟

آپ نے فرمایا۔ داؤد معلیٰ سے میرے صحابہ کی فہرست مانگے گا۔ معلیٰ تم لوگوں کے نام بتانے سے انکار کر دے گا اور داؤد کو جواب دے گا۔

کیا تب مجھے قتل سے ڈرارہا ہے؟

بخدا! اگر احباب صادقؑ میں سے کوئی صحابی میرے قدم تلے ہو اور تو مجھے پاؤں اٹھانے کے حکم دے تاکہ تو

صحابی امام صادقؑ کو قتل کر سکے۔ تو جب تک میرا سر حیرے جم پر ہو گا۔ اس وقت تک میں قدم تک بھی نہ

اٹھاؤں گا۔

اس جواب پر برہم ہو کر داؤد اسے شہید کر دے گا۔

بخدا ایک سال بعد بالکل وہی واقعہ پیش آیا اور سب کچھ میری آنکھوں کے سامنے ہوا۔

دلائل حتمی میں عبدالحمید ان علاسے مروی ہے محمد ابن عبداللہ میرا بڑا دوست تھا منصور نے اسے گرفتار کر لیا اور اسے بڑی سخت جیل میں ڈال دیا۔

اگلے سال حج کے موقع پر یوم عرفات مکہ میں امام جعفر سے ملاقات ہوئی۔

انہوں نے پوچھا تیرے دوست کا کیا حال ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قیدِ ظالم کے پنجر میں ہے دعا فرمائیں اسے نجات مل جائے۔

آپ نے فرمایا کیوں بہت اداس ہے۔

میں نے عرض کیا۔ میں بھی واقف اداس ہوں۔

لیکن اس کے کس بچے پریشان ہیں وہ ہے مجھ بے گناہ۔

آپ نے سر ہونٹے آسمان بلند کیا۔

پھر فرمایا۔ مبارک ہو منصور نے اسے چھوڑ دیا ہے۔

بعد میں جب محمد ابن عبداللہ سے ملاقات ہوئی تو میں نے اس سے پوچھا۔

منصور نے تجھے کس دن چھوڑا تھا۔

اس نے بتایا۔ یوم عرفہ بعد العصر

یہ وہی وقت تھا جب امام جعفر نے مجھے مبارکباد دی تھی۔

کشف الغمہ میں ابو بصیر سے مروی ہے کہ کوفہ میں میرا ایک پڑوسی تھا۔ جو ہمیشہ حکومت کا طرف دار بنا رہتا تھا۔ اور حلال و حرام مال جمع کرتا رہتا تھا۔ ہر وقت راگ رنگ اور شراب و شہاب کی محفلیں جھی رہتی تھیں۔ مجھے بڑی تکلیف ہوتی تھی۔ میں نے کئی مرتبہ اسے اپیل کی وہ کم از کم حق پڑوسی کا خیال رکھے۔

آخر تک اگر ایک مرتبہ اس نے مجھے کہا تجھے معلوم ہے میں کتنا گناہگار ہوں میرے گھر میں حلال کی ایک پائی بھی نہیں ہے۔ تم نیک لوگ ہو تمہارا رہنا بھی نیک ہے۔ اگر تیرا امام مجھے نجات کی ضمانت دے دے تو پھر میں یہ سب کچھ چھوڑنے پر آمادہ ہو جاؤں گا۔

اگلے سال حج سے فراغت کے بعد میں مدینہ آیا۔

آپ کی آگے زیارت کے بعد اپنے پڑوسی کے متعلق عرض کیا۔

آپ نے فرمایا۔ اسے میرا سلام کہہ دینا اور کہنا کہ جعفر صادق کہہ رہا تھا اگر تو یہ سب کچھ چھوڑ دے تو میں ضمانت لے لوں گا۔

میں واپس کوفہ آیا۔ پڑوسی ہونے کی وجہ سے وہ بھی میری ملاقات کو آیا۔ میں نے اسے امام صادق کے سلام دیئے

اور ساتھ پیغام بھی دیا۔

اس نے کہا۔ واقعاً تو سچ کہہ رہا ہے۔

میں نے قسم کھائی

وہ خاموش ہو گیا۔ کچھ دن بعد مجھے اس کا پیغام ملا۔ میں گیا تو وہ اپنے مکان میں دروازہ کے عقب میں ہی

کھڑا تھا۔

اس نے کہا۔ ابو بصیر میں نے تیری قسم پر اعتبار کر لیا ہے۔ غلو ص نیت سے توبہ کی ہے۔ میرے گھر میں جو دو مردوں کا مال تھا سب تقسیم کر دیا ہے۔ اس وقت میرے پاس حلال کا لباس بھی نہیں ہے۔ اور میں بھی دروازہ کے عقب میں بالکل عریان ہوں۔

میں فوراً شیعوں کے پاس گیا۔ چندہ کیا۔ لباس خریدا۔ کھانے پینے کا سامان مہیا کیا۔

کچھ دن بعد مجھے پتہ چلا کہ وہ بیمار ہے اور مجھے یاد کر رہا ہے۔

جب میں گیا تو وہ زندگی کے آخری سانس گزار رہا تھا۔ میں بیٹھ گیا۔ انتہائی تکلیف محسوس کر رہا تھا۔ کچھ دیر بعد

اسے غش آیا۔

غش سے افاقہ ہوا تو مسکرا کے کہنے لگا۔

ابو بصیر تو نے سچی قسم کھائی تھی۔ مولائے صادق نے وعدہ پورا کر دیا ہے۔ اب میں مطمئن ہوں۔ اس کے بعد وہ

فوت ہو گیا۔

میں جب حج پر آیا۔ اور زیارت امام کو گیا۔ تو آپ نے میری بات کرنے سے پہلے فرمایا۔ ابو بصیر ہم نے تیرا وعدہ

پورا کر دیا ہے۔

کشف الغمہ میں مالک جہنی سے مروی ہے کہ ہم مدینہ میں بیٹھے فضائل آل محمد کا تذکرہ کر رہے تھے۔ یہ وہ زمانہ

تھا۔ جب غلو و تقصیر کا فتنہ شباب پر تھا۔ کچھ آل محمد کے حق میں حد غلو کو پہنچ چکے تھے۔ اور کچھ حدود تقصیر میں داخل

ہو چکے تھے۔

دوران مذاکرہ ہمارے ذہن بھی اس حد تک بلند پرواز ہو گئے کہ ہم نے آل محمد کے لیے حدود الہیہ کو چھوڑنا

شروع کر دیا۔

اسی دوران ہم نے دیکھا تو امام صادق ہمارے سر پر کھڑے تھے۔

ہمیں نہیں پتہ کہ وہ کب سے آئے اور کس طرف سے آئے۔

ہم جلدی سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

آپ نے فرمایا۔ اے خالد! اے مالک! کیا گفتگو ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ افضل آل محمد ہی ہمارا موضوع سخن ہوتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ یقین رکھو۔ ہم مخلوق ہیں۔ ہمارا ایک معبود ہے۔ اسی کی عبادت کرتے ہیں۔ جو چاہو کہو اور مانو لیکن مقام الوصیت میں کبھی نہ لے جانا اور نہ گمراہ ہو جاؤ گے۔

مؤلف، اس قسم کی متعدد روایات کھنے کے بعد صاحب کشف الغم تبصرہ کے انداز میں لکھتا ہے کہ اگرچہ غالباً عقیدہ ناقابل تسلیم ہے۔ لیکن ان کے نقلی کردہ واقعات آئمہ کے معجزات۔ کرامات۔ علم غیب اور خارق عادات امور تو اتر کی حد تک ہیں اور صحیح ہے۔ عقیدہ غلاۃ کو سامنے رکھ کے ان واقعات اور روایات سے قطعاً انکار نہیں کیا جاسکتا اور ہمیں عقیدہ غلاۃ سے بھی محفوظ رکھے۔ اور ان کرامات و معجزات آئمہ کے انکار سے بھی محفوظ فرمائے۔

امالی طوسی میں حسان ابن سیر سے مروی ہے کہ ایک رات میں نے عالم خواب میں نبی اکرم کو دیکھا۔ آپ کے سامنے رومال سے ڈھکا ہوا ایک طشت تھا۔

آپ نے رومال اٹھایا۔ میں نے دیکھا طشت میں تازہ کھجور تھے۔ آپ نے کھانا شروع کیا۔ میں قریب ہوا اور عرض کی۔ قبلہ! مجھے بھی عنایت فرمائیں۔ آپ نے ایک ایک کر کے اٹھ دانے مجھے دیئے۔ میں نے اور مانگے۔ آپ نے فرمایا تیرے لیے اتنا ہی کافی ہے۔

دوسرے دن میں امام صادق کے پاس آیا۔

بالکل اسی طرح کے رومال سے ڈھکا ایک طشت رکھا تھا جیسا میں نے عالم خواب میں انحضرت کے سامنے دیکھا تھا۔ امام صادق نے میرے سامنے رومال ہٹایا۔ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ دیسی کھجوریں تھیں جیسی انحضرت کے طشت میں تھیں۔

آپ نے کھجوریں کھانا شروع کیں۔ میں نے مانگیں۔ آپ نے ایک ایک کر کے اٹھ دانے دیئے۔ میں نے اور سوال کیا آپ نے فرمایا۔

اگر میرے نانانات کے وقت زیادہ دیتے تو میں بھی اضافہ کرتا۔

امریکیوں کی عراق میں آمد

مجالس مفید میں سیر سے مروی ہے کہ ایک دن میں آپ کے پاس بیٹھا تھا۔ کوفہ سے کچھ لوگ بھی بیٹھے تھے۔ آپ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا۔

حج ممنوع ہونے سے پہلے حج کرو۔ اس وقت سے پہلے حج کرو جب صحرا میں جانے پر

پابندی لگ جائے نخل اور دریاؤں کے مابین سرزمین عراق کی مسجد گرائے جانے سے پہلے حج

کرو۔ مقام نوراہ کے اس درخت کھجور کے کٹنے سے پہلے حج کرو جس سے جناب سررم

کو ولادت عیسیٰ کے لہد بے موسم کھجوریں ملی تھیں۔ یہ وہ وقت ہوگا۔ جب حج پر پابندی لگ جائے گی

درختوں پر پھل نہیں لگیں گے۔ زرخوں میں گرانی کی وجہ سے قتل عام ہوگا

ہر طرف قحط ہوگا۔ حکمران ظالم ہوں گے۔ ایک طرف

مصائب ہوں گے دوسری طرف بناو تیں ہوں گی۔ جھوک ہوگی۔ فتنے

ہوں گے۔

اے اہل عراق! جب خراسان کی طرف سے جھنڈے آئیں گے تمہارے پر بڑا برداشت ہوگا۔

اے اہل رے۔ جب ترک حملہ کریں گے تمہاری تباہی ہوگی۔

اے اہل عراق! جب اہل رے کا حملہ ہوگا تم ذلیل ہو جاؤ گے

اے اہل عراق! شط العرب تمہیں لے ڈوبے گی۔

میں نے عرض کیا۔ حضور! یہ کون لوگ ہوں گے۔

آپ نے فرمایا۔ مدیران کے کان چو ہوں کی طرح نو کیسے ہوں گے۔ ان کی دریاں ندرہ ہوں گی۔ لوہے میں ٹھکے ہوئے

ہوں گے۔ ان کی زبان جنوں جیسی ہوگی۔ آنکھیں چھوٹی ہوں گی۔ سب بے پوش ہوں گے۔

ان کے شر سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ ان لوگوں کے ہاتھوں وہ بے گناہ قتل ہو گئے جن کا قتل ہمارے تاہم کے

ظہور کا سبب بنے گا۔

بجاریں مامون مکی سے مروی ہے کہ میں امام صادق کے حضور بیٹھا تھا کہ خراساں سے ایک شیعوں آیا اسلام دعا کے بعد اس نے عرض کیا۔

قبہ آپ کب تک نرم پالیسی اختیار کیے رہیں گے۔ حتیٰ آپ کا ہے قابض دوسرے ہیں۔ کم از کم خراساں میں ایک لاکھ شیعہ کو تو میں جانتا ہوں۔ جو آپ کے قدموں میں اپنا سر کٹوانے پر تیار ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ خراسانی اللہ آپ کو جنائے خیر دے۔ خراسانی نے دو تین مرتبہ پھر اصرار کیا۔

بالآخر آپ نے کینز کو تندور جلانے کا حکم دیا۔ جب تندور جل گیا۔ اس وقت آپ نے فرمایا۔ خراسانی اس تندور میں کود جا۔

خراسانی نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا۔ قبہ آپ کو اپنی حد کا واسطہ مجھے اس حکم سے معاف فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ مجھے معاف کر دیا۔

اسی اثنا میں ہارون کی جوتے ہاتھ میں لیے آپ کی خدمت میں آکر ہاتھ۔ آپ نے ہارون سے فرمایا۔ ہارون جوتے رکھو اور اس تندور میں کود جا۔

ہارون نے انتہائی اطمینان سے جوتے رکھے اور تندور میں کود گیا۔

آپ خراسانی سے مخوگفتگو ہو گئے۔ کافی دیر بعد خراسانی از خود عرض کیا۔ قبہ وہ ہارون تو جل کر کوئلہ ہو گیا ہو گا۔

آپ نے فرمایا۔ ہارون کو نکالیں۔

جب ہم تینوں تندور پر آئے۔ دیکھا تو ہارون بیٹھا انگاروں سے کھیل رہا تھا۔ خراسانی کا حیرت سے منہ کھل گیا۔

امام صادق نے پوچھا۔ خراسانی اب بتا خراسان میں اس جیسے کتنے شیعوں ہیں۔ خراسانی نے عرض کیا۔ قبہ ایسا تو ایک بھی نہیں۔

آپ نے فرمایا۔ ہمیں ایسے شیعوں کی ضرورت ہے اور ایسے شیعہ جب طین گے اس وقت کا بھی ہمیں علم ہے۔

بجاریں امام صادق کے غلام معتب سے مروی ہے کہ امام صادق کے پاس کافی لوگ بیٹھے تھے۔ وق الباب ہوا۔ میں دروازہ پر گیا۔

دیکھا تو جناب زید تھے۔

میں نے آکر آپ کو اطلاع دی۔

آپ نے اپنے صحابہ سے فرمایا۔ تم اس کمرہ میں چلے جاؤ۔ دروازہ بند کر لو۔ اور اس طرح بیٹھ جاؤ کہ زید چچا کو تمہاری موجودگی کا علم نہ ہو۔

پھر مجھے فرمایا۔ چچا کو لے آ۔

میں نے نہیں اندر بلایا۔ آپ اٹھے تعظیم کی۔ اپنے پاس بٹھایا۔

مجھے وہاں سے چلے جانے کا حکم دیا۔ کچھ دیر تک تو آہستہ آہستہ باتیں ہوتی رہیں۔ پھر جناب زید کی آواز بلند ہو گئی۔

انہوں نے کہا۔

اے جعفر! یا پناہ تھ بڑھا تاکہ میں آپ کی بیعت کر لوں۔ اور یا میرا تھ آپ میری بیعت کر لیں۔ اب میں ان دو میں سے ایک کے علاوہ کسی بات پر راضی نہ ہوں گا۔

آپ نے فرمایا۔ چچا اللہ آپ پر رحم کرے۔ اللہ آپ کو معاف کرے۔

زید نے کہا۔ باقی باتیں بد میں ہوں گی۔ میں اب جا رہا ہوں صبح آؤں گا۔ آپ سوچ لیں اور دو میں سے ایک چن لیں۔

آپ نے فرمایا۔ چچا اللہ آپ پر رحم کرے۔ اللہ آپ کو معاف فرمائے۔

زید اٹھ کر چلا گیا۔

جو لوگ اندر بیٹھے تھے باہر آئے اور جناب زید کے سسہ میں اہانت آمیز گفتگو کرنے لگے۔

امام صادقؑ نے فرمایا۔ ایسی بات مت کرو میں جانتا ہوں اگر ہمارے چچا کا میاب ہو جاتے تو یقیناً وہ کسی قسم کی خیانت نہ کرتے وہ دل کے صاف ہیں۔ لیکن وہ کا میاب نہیں ہوں گے۔

رات کو کم سو گئے۔ ابھی تک امام صادقؑ تہجد کے لیے نہیں اٹھے تھے کہ دق الیاب ہوا میں دروازہ پر گیا۔ دیکھا تو جناب زید زار و قطار رو رہے تھے۔

میں نے امام صادقؑ کو بتایا۔ آپ اٹھے اور حکم دیا انہیں اندر لے آ۔

وہ جناب زید کو اندر لایا۔ وہ پیچھیں مار کر روئے لگے۔

امام صادقؑ نے تسلی دیتے ہوئے پوچھا کیا بات ہے۔

جناب زید نے کہا۔ کیا بات ہے آپ ناراض ہیں جب تک آپ راضی نہیں ہوں گے اس وقت تک میں نہ ہوں گا۔

امام صادقؑ نے فرمایا۔ میں نے تک آپ سے کہا ہے کہ میں ناراض ہوں۔

جناب زید نے کہا۔ ابھی ابھی میں سو رہا تھا۔ عالم خواب میں آنحضرتؐ حضرت علیؑ۔ امام حسنؑ۔ امام حسینؑ جناب زیدؑ

کو دیکھا ہے۔

سب نے آکر کہا ہے۔ تجھے جعفر سے بیعت مانگنے کی جرات کیسے ہوئی ہے۔ تو نے اسے ناراض کر دیا ہے ہم بھی اس وقت تک راضی نہیں ہوں گے۔ جب تک جعفر راضی نہیں ہوگا۔ اور آپ مجھے معاف فرمادیں۔
 آپ نے فرمایا یہ چچائیں راضی ہوں۔ آپ کا انجام مجھے نظر آ رہا ہے۔ شہادت کے بعد آپ کے جسم کو سولی پر لٹکایا جائے گا۔
 جناب زید نے امام صادق کو وصیتیں کیں اور رخصت ہو گئے۔

ہرن سے باتیں!

خروج میں ابو عبد اللہ بلخی سے مروی ہے کہ ایک دن امام صادق کے پاس بیٹھے تھے۔ مختلف موضوعات زیر بحث آتے اسی دوران علم امام پر بھی گفتگو ہوئی۔ کسی نے کہا۔ امام علم غیب جانتا ہے۔ تمہی نے کہا نہیں جانتا میں انہی کے ساتھ تھا جو نہ جاننے پر مصر تھے۔

امام صادق نے فرمایا۔

بلخی تو علم امام سے تو انکار کرتا ہے۔ لیکن اس وقت تو نے انکار کیوں نہ کیا تھا جب فلاں شخص نے تجھے کینز فروخت کرنے کو دہی تھی اور تو نے راستہ میں فلاں دریا پار کرنے کے بعد فلاں درخت کے نیچے اس کینز سے منہ کالا کر کے امانت میں خیانت کی تھی۔

میں نے عرض کیا۔ آج کے بعد کم از کم میں تو انکار نہیں کروں گا۔ میرے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ بات آج سے بیس برس پہلے ہوئی تھی۔ اور اللہ کے سوا اس کا کسی کو علم نہیں ہے۔ البتہ میں اس سے توبہ کر چکا ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ تو نے توبہ کر لی ہے۔ لیکن اللہ کے حق سے؛ کیا تو نے مالک کینز سے بھی اس خیانت کی معافی مانگی ہے؟

میں شرمسار ہو کر خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد آپ اٹھے گھوڑے پر سوار ہوئے میں بھی آپ کے ساتھ ہویا۔ بیرون دینہ صحرا میں آئے۔ مجھے پیاس لگی۔

میں نے عرض کیا۔ حضور پیاس لگ رہی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ ضرورت تو میں بھی محسوس کر رہا ہوں۔

کچھ فائدہ ملے کیا۔ تو سامنے ایک کھنڈ نظر آیا۔

آپ نے فرمایا۔ کنوئیں سے پانی لے آ۔

میں کنوئیں کے کنارے پر گیا۔ نیچے جھانکا تو بہت گہرا تھا۔ اور پانی کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔

میں نے عرض کیا۔ حضور! ایک تو کھانا بہت گہرا تھا اور دوسرا میرے خیال میں اس میں پانی نہیں ہے

آپ کنوئیں کے کنارے پر آئے اور فرمایا۔

اے کنوئیں! اللہ نے تجھے جو پانی و دولت کیلئے اس میں سے ہمیں بھی پلا دے۔

میں نے دیکھا۔ کنوئیں سے پانی بلند ہونے لگا۔

حتیٰ کہ کناروں تک آ گیا۔

ہم نے پانی پیا۔ جب ہم میرا بپو چکے تو پانی پھر نیچے اترا شروع ہو گیا۔ چند لمحوں میں ایسے معلوم ہو رہا تھا جیسے

پانی کا نام و نشان تک نہ ہو۔

پھر آگے بڑھے۔ راستہ میں کھجور کا ایک خشک درخت تھا۔ آپ اس کے قریب آئے۔ دایاں ہاتھ کھجور پر رکھا اور

فرمایا۔ اللہ نے مجھے جو میوہ دیا ہے یہی بھی کھلا۔

میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ کہ خشک درخت ہوا ہو گیا۔ پھل لگ گیا۔ پھر پھل پک گیا۔ ہم نے کھجوریں کھائیں اور آگے

بڑھ گئے۔ کھجور کا درخت پھر پہلے جیسا ہو گیا۔

کچھ آگے بڑھے ایک بہن آ گیا۔ اس نے امام صادق کے قدموں پر سر پر رکھ دیا۔ اور کچھ اداں اس کرنے لگا۔ آپ

نے فرمایا۔ ابھی مدینہ واپس جا کر کروں گا انشاء اللہ۔

بہن واپس چلا گیا۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ میرے واقعے سے لے کر تمام واقعات ہی عجیب تھے لیکن سب سے زیادہ حیرت انگیز بہن کا

واقعہ ہے۔ کیا اس نے آپ سے کوئی بات کی ہے۔

آپ نے فرمایا۔

بہن کہہ رہا تھا کہ میری مادہ کو مدینہ کے فلاں شکاری نے گرفتار کر لیا ہے اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ آپ

جانتے ہیں بچوں کو ماں ہی پال سکتی ہے۔ بہن بانی فنا کر آپ میری مادہ کو اس شکاری کو قید سے آزاد کر دیں۔ میں نے بہن سے

دعہہ کیا ہے کہ میں مدینہ واپس جا کر انشاء اللہ کروں گا۔

جب ہم مدینہ آئے تو امام صادق اپنے گھر جانے کی بجائے اس شکاری کے گھر آئے۔ دق الباب کیا۔

شکاری باہر آیا۔

آپ نے پوچھا۔ کیا تو نے پچھلے دو تین دنوں میں کوئی بہن شکاری کی ہے۔

اس نے عرض کیا۔ قبلہ کی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ اب تیرے پاس ہے۔

اس نے عرض کیا۔ ہاں حضور میرے پاس ہی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ کیا فروخت کرے گا۔

اس نے عرض کیا۔ حضور! خیال تو نہیں تھا۔ اگر آپ کو ضرورت ہے تو میں پیش کیسے دیتا ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ مجھے ضرورت تو ہے اگر بخوشی فروخت کر دے۔

شکاری نے قیمت مقرر کی آپ نے اسے رقم دی اور ہرنی کو ساتھ لے آئے۔ گھر پہنچنے کے بعد آپ نے ہرنی کو

آزاد کر دیا۔

میں نے دیکھا آزاد ہونے کے بعد ہرنی نے اپنا سر آپ کے قدموں پر رکھا۔ آپ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور

فرمایا۔ جا تیرے بچے تیرے انتظار میں ہیں۔

میں نے دیکھا ہرنی کی آنکھوں سے پانی ٹپک رہا تھا۔ وہ خاموش ہو کر واپس پلٹی اور سحر کی طرف چلی گئی۔

پھر آپ نے فرمایا۔

الحمد لله كثيرا كما هو الله -

اے نبی تو نے قرآن میں یہ آیت پڑھی ہوگی۔

امر يحسدون الناس على ما اناهم

کیا یہ لوگ اللہ کے ان بندوں سے حسد کرتے ہیں جن کو اللہ

الله من فضله -

نے اپنی عنایت سے بہت کچھ دیا ہے۔

میں نے عرض کیا۔ حضور! پڑھتا رہتا ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ یعنی بخدا ہم ہی وہ ہیں جن سے حسد کیا جاتا ہے۔

خارج میں علی ابن حمزہ سے مروی ہے کہ ایک سال مجھے مفرج امام صادق کے ساتھ نصیب ہوا۔ راستہ

میں ایک جگہ جھوک گئی۔ آپ ایک گھوڑے کے پاس آئے۔ زیر لب کچھ پڑھا۔ میں نے دیکھا کھجور پر پھل لگ گئے۔

اور پک گئے۔

آپ نے فرمایا۔ ہمارے ہاتھ نہیں پہنچ رہے۔

کھجور کا درخت جھک گیا۔

آپ نے فرمایا۔ آکھائے۔ ہم نے کھجوریں کھائیں جب سیر ہو گئے تو درخت پہلے کی طرح خشک اور بے ثمر

ہو گیا۔ اتنے میں ایک بدوی ہماری قریب آیا اور کہنے لگا۔

ایسا جادو میں نے کبھی نہیں دیکھا۔

آپ نے فرمایا۔ ہم آل محمد ہیں۔ ہمارے میں نہ کبھی کوئی جادو گر رہا ہے اور نہ ہم جادو کرتے ہیں اللہ سے دعا کرتے ہیں

اللہ نوازش فرماتا ہے اور ہمارا کام ہو جاتا ہے۔

اس بدوی نے کہا۔ جادو کے سوا ہم نے ایسے کشتے نہ دیکھے ہیں نہ سنے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ کیا جادو سے انسان جانور بن جاتا ہے؟

بدوی نے کہا۔ نہیں ایسا کبھی نہیں ہوا۔

آپ نے فرمایا۔ اگر تیری مرضی ہو تو میں اللہ سے دعا کروں اللہ تجھے کتے کی شکل میں مسخ کر دے۔

بدوی نے کہا۔ اگر آپ ایسا کر سکتے ہیں تو ضرور کریں۔ میں کتابنا قبول کر لوں گا۔

آپ نے دست دعا بلند کیے۔ چند لمحوں ہی گزرے ہوں گے کہ عرب گنا بن گیا۔ اور دوڑ گیا۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ اجازت دیں ذرا میں اس کا تعاقب کر کے دیکھنا چاہتا ہوں کہاں جاتا ہے۔

آپ نے فرمایا ضرور جاؤ۔ ویسے یہ سیدھا گھر جائے گا وہاں کتوں کی طرح گھوم گھوم کرے گا۔ اس کے گھروں

ڈنڈوں سے اس کی مرمت کریں گے۔ اور گھر سے بھگا دیں گے۔

میں اس کے پیچھے پیچھے دوڑتا گیا۔ وہ سیدھا گھر گیا۔ جونہی اس کی بیوی نے دیکھا۔ اس نے ڈنڈا اٹھا لیا۔ اور باہر

بھگانے لگی۔ وہ بار بار گھستا چاہتا تھا۔

لیکن بیوی نے اسے اندر نہ جانے دیا۔

میں واپس آیا۔ ہم اس جگہ سے چل کر آگے بڑھے۔ دو تین دن بعد ایک جگہ ہم بیٹھے تھے کہ امام صادق نے فرمایا

اے ابن محزر آج وہ عرب بصورت کتا آ رہا ہے۔

میں نے دور سے دیکھا ایک کتا دوڑتا ہوا آ رہا تھا۔ امام صادق کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔ بھوک سے بری حالت

تھی۔ کھردر ہو گیا تھا۔

آپ کے سامنے کھڑا ہو کر ایسے معلوم ہو رہا تھا۔ جیسے رو رہا ہو اس کی آنکھوں سے پانی بے تماشاً بہ چلا

جا رہا تھا۔

بالآخر امام کو ترس آ گیا۔ آپ نے دست دعا بلند کیے۔ وہ کتا پھر انسان بن گیا۔ جونہی انسان کی شکل میں آیا دوڑ کر

آپ کے قدموں پر گرا۔

آپ نے فرمایا۔ اب تیرا ایمان درست ہوا ہے۔

اس نے عرض کیا۔ قبلہ اگر اب بھی میرا ایمان درست نہیں ہوا تو اور کس کا ہو گا۔ اب دینا مانے یا نہ مانے میں

نے تو آپ اپنے ساتھ سب کچھ دیکھ کر مان لیا ہے۔ کہ واقعا آپ فرزند رسول۔ امام حق۔ اور حجت خدا ہیں۔ اب میرے

پاس نہ ماننے کے لیے کیا رہ گیا ہے۔

خروج میں داؤد قتی سے مروی ہے کہ میرے دو بھائی بقرض زیارتِ روضۃ رسولؐ قاصدِ مدینہ ہوئے راستہ میں پانی

نہم ہو گیا۔ ایک کو پیاس نے بہت مجبور کیا کہ وہ نڈھال ہو کر بے ہوش ہو گیا۔

دوسرے کے پاس سوائے دعا کے اور کوئی چارہ نہ تھا چنانچہ اس نے آئمہ اہل بیت سے استغاثہ شروع کیا۔ دوران استغاثہ ایک شخص آیا۔

اس نے پوچھا کیا بات ہے؟

میرے بھائی نے کہا بتانے کی کیا ضرورت ہے۔

میرا بھائی شدت پیاس سے قریب المرگ ہے۔

اس نے کہا گھبرات۔

پھر اس نے بیب سے کسی درخت کی تروتازہ شاخ نکالی اور میرے بھائی کے منہ میں رکھ دی۔ کچھ دیر بعد

میرا بھائی اٹھ بیٹھا۔ پھر پورے سفر میں اسے پانی کی ضرورت نہ رہی۔

زیارت روضہ مصطفیٰ سے فراغت کے بعد امام صادق کے پاس آئے۔ آپ نے خیر و عافیت کے بعد پوچھا میں

نے شجرہ طوبی سے تروتازہ شاخ کا ایک ٹکڑا بھیجا تھا وہ کہاں ہے۔

میرے بھائی نے عرض کیا۔

حضور! جب میرا بھائی میرا ہو کر اٹھ بیٹھا تھا اس وقت فرط سرت سے مجھے تو کسی چیز کا ہوش نہ رہا۔ مجھے

نہیں معلوم کہ وہ شاخ کہاں ہے۔

شاید ہم اسے وہیں بھول آئے ہیں۔

آپ نے فرمایا تم ایسا ہی کرتے ہو جب مصیبت آجائے تو پکارتے ہو۔ جب مصیبت ٹل جائے تو پھر

بھول جاتے ہو۔

میرے بھائی نے معذرت کی۔

آپ نے فرمایا معذرت کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ شاخ اس وقت بھی میرے پاس ہے۔ پھر آپ نے وہ شاخ

نکال کر میرے بھائی کو دکھائی۔

اس نے پہچان لی اور کہنے لگا وقتاً ہی شاخ تھی۔

ہم جیسے ہیں۔

خروج میں محمد ابن مسلم سے مروی ہے کہ میں امام صادق کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ معلیٰ ابن خنیس روتا ہوا آیا۔

آپ نے فرمایا کیا بات ہے۔

معلیٰ نے عرض کیا قبیلہ باہر کچھ لوگ ہیں جو آپ کے شیعہ کہلاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہمدہ امت کے سوا آئمہ کو ہم

پر کون سی تفسیلت حاصل ہے جیسے ہم ویسے وہ۔

آپ یہ سن کر کچھ دیر تو خاموش رہے پھر کھجوروں کا لٹت منگوایا۔ اس میں سے کھجور کا ایک دانہ اٹھایا اسے دو حصوں

میں تقسیم کیا۔ کھجور تناول فرمائی اور گٹھلی کو اسی جگہ زمین میں بودیا۔ اسی وقت اس گٹھلی سے کھجور کا پودا پھوٹا۔ جو ہمارے دیکھتے دیکھتے بڑا ہوا۔ اس پر پھل لگا۔ جو انہی لحات میں پک گیا۔ آپ نے اس سے ایک دانہ کھجور کا توڑا۔ اسے دو نیم کیا اس میں سے ایک سفید ریشم کا ٹکڑا نکالا۔ معنی کو دیا اور فرمایا۔ اسے پڑھ لے۔ معنی نے پڑھا تو اس میں لکھا تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ - وَعَلِيٌّ الْمُرْتَضَىٰ وَآلِ سِنِّهِ وَالْحُسَيْنِ وَ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ وَ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَمُوسَىٰ بْنِ جَعْفَرٍ - وَعَلِيٌّ بْنُ مُوسَىٰ - وَ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ وَعَلِيٌّ بْنُ مُحَمَّدٍ وَحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ وَالْحُجَّةُ الْقَائِمُ كَلِمَاتُ اللّٰهِ وَادْبَائُهُ حَقًّا حَقًّا -

پھر فرمایا۔ کوئی کیا کہتا ہے۔ اور کیا مانتا ہے تو اس کی پروا نہ کرو اپنا عقیدہ درست رکھو خراج میں ہشام سے مروی ہے کہ جب کبھی امام صادق کو کچھ اشیاء کی ضرورت ہوتی تھی۔ وہ مجھے رقم تحریر فرماتے تھے۔

اور میں رقم دیکھنے کے بعد ان کے حکم کے مطابق رقم کو پھاڑ ڈالتا تھا۔ ایک مرتبہ انہوں نے رقم لکھا میں نے پڑھا لیکن اس خیال سے نہ پھاڑا کہ اس رقم کو اپنے پاس تعویذ کے بطور رکھوں گا۔ جب میں امام صادق کو ملا تو انہوں نے فرمایا۔ ہشام تعویذ کے لیے ہم تجھے کچھ اور دے دیں گے۔ میرے رقم کو پڑھنے کے بعد پھاڑ دیا کر۔

خرائج میں علی ابن مسیرہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں منصور کے پاس بیٹھا تھا۔ اس نے اپنے غلام سے کہا۔ میں اسی وقت امام صادق کو بلاتا ہوں۔ جب وہ میرے پاس آجائے تو تو تلواریں برہنہ رکھنا میں اشارہ کروں گا۔ تو اسے قتل کر دینا۔

پھر منصور نے امام صادق کو بلایا۔ جب آپ داخل دربار ہونے لگے۔ تو میں نے سنا آپ نے صرف یہ جملہ پڑھا۔

يا مَنْ يَكْفِي خَلْقَهُ كَلَهٌ وَلَا يَكْفِيهِ اَحَدٌ
اَكْفَتْنِي مِنْ شَرِّهِ -
اسے وہ ذات جو اپنی تمام مخلوق کی حفاظت کرتی ہے اور اسے کسی محافظ کی ضرورت نہیں مجھے اس کے شر سے بچا آپ آگے آگئے۔ منصور کا غلام آپ کے عقب میں تھا۔ میں نے اسے محسوس کیا جیسے غلام کو منصور نظر نہ آتا تھا اور منصور کو غلام دکھائی نہ دیتا تھا۔

جب کافی دیر گزر گئی۔ امام صادق کے ساتھ منصور کھڑا اور اُدھر کی باتیں کرتا رہا۔ اور بائیں دائیں بھی دیکھتا رہا جب اسے غلام نظر نہ آیا تو تنگ آکر اس نے امام صادق سے کہا۔ ایک ضروری کام کے لیے آپ کو اس گرمی میں تکلیف دی تھی۔ لیکن میرا خیال ہے ابھی قبل از وقت سے

آپ جائیں آرام کریں۔

جونہی آپ دربار سے باہر گئے۔ منصور نے غلام سے کہا۔ تو کہاں دفع ہو گیا تھا۔ میں تجھے اشارہ کے لیے تلاش کرتا رہا۔

غلام نے کہا حضور! میں تو کہیں نہیں گیا۔ امام صادق کے عقب میں کھڑا رہا۔ اور آپ کو تلاش کرتا رہا۔ آپ مجھے نظر ہی نہیں آئے۔

منصور نے کہا۔ اب اگر یہ واقعہ تو نے کسی کو بتایا تو تیری پھر نہیں۔

خروج میں ہشام ابن حکم سے مروی ہے کہ ایک شخص امام صادق کی خدمت میں آیا۔ اور عرض کی۔ قید۔ میرا گھرادھر دامن کوہ میں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ یہاں مدینہ میں ایک مکان خرید لوں تاکہ جب کبھی یہاں آؤں تو مع اہل و عیال رہ سکوں۔

یہ دس ہزار درہم ہیں آپ مہربانی فرما کر کوئی مناسب مکان میرے لیے خرید لیں۔

آپ نے دس ہزار درہم لے لیے۔

وہ واپس چلا گیا۔

ایام حج میں مکہ میں وہی شخص ملا۔

آپ نے فرمایا۔ ابھی تک مدینہ میں نے کوئی مکان نہیں خریدا۔ تجھ سے مشورہ لینا چاہتا ہوں کہ کیا دنیا میں خریدے گا یا آخرت میں خرید لیا جائے تو وہ زیادہ بہتر نہیں ہوگا۔

اس نے عرض کیا۔ قید! اگر مکان آخرت میں مل جائے تو ہوگا تو یقیناً بہتر۔ لیکن مجھے اس کی ضمانت کون فراہم کریگا اور وہ کتنے رقبہ میں ہوگا۔

آپ نے فرمایا۔ ضمانت تو میں تحریری دوں گا۔ اور تیرے کو رقبہ تو میں نہیں بتا سکتا۔ البتہ حدود اربعہ بتائے دیتا ہوں۔

اس نے عرض کیا۔ قید حدود اربعہ ہی بتادیں۔

آپ نے فرمایا۔ جنت میں تیرے مکان کی ایک طرف خازن رسول۔ دوسری طرف خانہ امیر المؤمنین علیؑ تیسری طرف امام حسنؑ کا مکان اور چوتھی طرف امام حسینؑ کا دولت کدہ ہوگا۔

اس نے عرض کیا۔ حضور! مجھے قبول ہے آپ لکھ دیں۔

آپ نے اسے تحریر کر دیا۔

اور دس ہزار درہم سادات نبیؑ فاطمہؑ میں تقسیم کر دیئے۔

وہ تحریر لے کر چلا گیا۔ جب گھر پہنچا تو بیمار ہو گیا۔ چند دن بیمار رہنے کے بعد فوت ہو گیا۔ وقت وفات اس نے

اپنے اہل خانہ سے قسم لی کہ امام صادقؑ کی یہ تحریر میرے کفن میں میرے ساتھ رکھو گے۔
اہل خانہ نے وہ تحریر اس کے ساتھ دفن کر دی۔

دوسرے دن جب اس کے گھر والے اس کی قبر پر گئے۔ تو وہی تحریر قبر کے اوپر رکھی تھی۔ اور اس کے پچھلی
طرف لکھا تھا۔

ہم نے جعفر ابن محمد کا وعدہ پورا کر دیا ہے۔

بحاریں ابو صباح کثافی سے مروی ہے کہ میں امام صادقؑ کی زیارت کو آیا۔
زیارت کے بعد عرض کیا۔

قید ہمدان میں جعد بن عبد اللہ میرا پڑوسی ہے جو دشمن امیر المؤمنین ہے اور ہر وقت سب کرتا رہتا ہے۔ اگر
آپ اجازت دیں تو میں اسے قتل کر دوں؟

آپ نے فرمایا۔ اسلام نے اس قسم کے قتل کی اجازت نہیں دی۔ اللہ خود اسے کافی ہے۔
ابو صباح کہتا ہے کہ جب میں واپس آیا۔ اور نماز صبح کے لیے اٹھا۔ تو میں نے منادی سنی۔ کہ جارہا تھا۔ جعد بن عبد اللہ
اپنے بستر پر سوچ کر پکا ہو گیا ہے اور مر گیا ہے۔

اس کے جنازہ پر جانے والوں نے بتایا کہ جب اسے چارائی سے اٹھایا جانے لگا۔ تو اس کا گوشت ہڈیوں سے
جدا ہو کر بکھر گیا۔

اہل خانہ نے چارپائی کو زمین پر الٹ دیا۔ دیکھا تو نیچے سیاہ ناگ پڑا تھا۔

چونکہ وہ غسل کے قابل رہا تھا اور نہ کفن کے قابل۔ اس کے سڑے ہوئے گوشت اور ہڈیوں کی گٹھری باندھ کر اسے
گڑھے میں بلا جنازہ ڈال کر اوپر سے مٹی ڈال دی۔

خراج میں مقض ابن عمر سے مروی ہے کہ منصور نے اپنے والی مکہ مدینہ کو حکم دیا کہ جب
جعفر ابن محمد اپنے اہل و عیال سمیت گھر میں ہوں اس وقت ان کا گھر جلا دے۔

والی نے رات کے وقت گھر کو چاروں طرف سے آگ لگوا دی۔

ہم نے دیکھا۔ امام صادقؑ نے اپنے اہل و عیال سے فرمایا۔ اطمینان سے بیٹھے رہو۔ ڈرنے اور بھاگنے کی
ضرورت نہیں ہے۔

انہیں یہ حکم دے کر خود اٹھے اور آگ پر چل کر فرمانے لگے۔ انا ابن ابراہیم تحلیل اللہ۔ پورے
مدینہ والوں نے دیکھا کہ آگ کے شعلے تو بھڑکتے رہے۔ لیکن نہ تو دروازے جلے اور نہ ہی مکان کو کسی قسم کا کوئی
نقصان پہنچا۔

اصول کثافی میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ امام صادقؑ منصور کے پاس بیٹھے تھے۔ ایک سائل آیا۔

پہلے تو اس نے منصور سے کچھ مانگنے کا ارادہ کیا۔ لیکن پھر اس نے امام صادق سے مانگ لیا۔
 آپ نے قریب ہی فرش سے ریت کی تین مٹھیاں بھر کے اسے دیں۔ اور فرمایا۔ ہنگا کرنا۔
 وہ ریت لے کر باہر نکلا۔ تو منصور نے ایک غلام سے کہا۔ یہ تو مٹی لے کر جا رہا ہے۔ اسے کیا کرے گا۔ اگر مانگنا ہی تھا تو
 بادشاہ سے مانگتا جو کم از کم مجھے کچھ رقم ہی دے دیتا۔
 اس نے جواب دیا۔ میں نے اس سے مانگ ہے۔ جس کی عطا پر مجھے یقین ہے۔
 وہ گھر آیا۔



حدیث باب الحنفیہ ۱۸۸

بیوی نے پوچھا۔ یہ کس نے دی ہے۔

اس نے کہا۔ امام صادق نے۔

بیوی نے پوچھا۔ انہوں نے کچھ کہا بھی تھا؛

اس نے کہا۔ ہاں صرف اتنا کہا تھا کہ۔ ہنگا کرنا۔

بیوی نے کہا۔ وہ صادق ہے۔ ایک چٹکی سی اٹھائے اور کسی اہل معرفت کے پاس جا کر بیچ مجھے اس مٹی سے
 دولت کی بو آ رہی ہے۔

اس نے ایک چٹکی اٹھائی۔ اور صرف بازار میں چلا گیا۔ دو چار صرافوں کو دکھائی۔ ایک یہودی صراف نے پوچھا۔ کیا یہی

ہے یا اور بھی ہے۔

اس نے کہا۔ اور بھی ہے:

یہودی نے کہا۔ اس چٹکی کے دس ہزار درہم دیتا ہوں۔ اگر اور ابھی دینا چاہے تو اس کے وزن سے دس ہزار

فی چٹکی دوں گا۔

اس نے وہ خاک دے دی اور کئی لاکھ درہم لے کر گھر آ گیا۔

اصول کافی میں یزید ابن عمر ابن ہمیرہ کے غلام وفید سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ یزید مجھ پر برہم ہو گیا۔ اور اس
 نے تم کھائی ہے کہ قتل کیسے بغیر مجھے نہیں چھوڑے گا۔ میری آنکھوں کے سامنے دنیا تارک ہو گئی۔ مجھے اور کوئی
 جائے پناہ نہ ملی۔ میں سیدھا امام صادق کے پاس آیا۔ اور انہیں تمام واقعہ بیان کر کے ان سے پناہ کی درخواست
 کی تھی۔

آپ نے فرمایا۔ تو واپس جا۔ اور یزید کو میرا سلام کہنا۔ اور اسے کہنا کہ ہم نے تیرے غلام وفید کو پناہ دی ہے تو
 اس سے کوئی برا سلوک نہ کرنا۔

میں نے عرض کیا۔ قیلہ شامی خبیث ہے۔ آپ کا دشمن ہے۔ وہ کب مانے گا۔

آپ نے فرمایا۔ تو واپس جا اور میں جو کہہ رہا ہوں اس پر عمل کر۔

میرے پاس اب اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔
 چنانچہ میں واپس آیا۔ صحرائیں آ رہا تھا۔ ایک عرب کاہن ملا۔ اس نے مصافحہ کیا۔ اور کہنے لگا مجھے ہاتھ ایسے نظر
 آ رہے ہیں جیسے کچے قتل کر دیا جائے گا۔
 پھر اس نے کہا۔ فرادیاں پاؤں جوتے سے نکال۔
 میں نے پلاں نکالا۔
 اس نے کہا۔ پاؤں بھی مقتول شخص جیسے ہیں۔
 پھر اس نے کہا۔ ذرا پشت سے کپڑا ہٹا۔
 میں نے پشت سے کپڑا ہٹا یا۔
 اس نے کہا۔ پشت بھی مقتول کی نظر آتی ہے۔
 پھر اس نے کہا۔ زبان نکال۔
 میں نے زبان نکالی۔

وہ بے ساختہ کہنے لگا۔ جہاں جا رہا ہے۔ وہیں جا تجھے کوئی خطرہ نہیں۔ تیری زبان پر مجھے ایسا پیغام نظر آ رہا ہے
 کہ اگر پہاڑ کو دے دے تو اپنی جگہ چھوڑ دے۔
 میں شام میں آیا۔ دربان سے اجازت مانگی۔ جب اندر گیا۔ تو زید بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی کہا۔
 خائن کو اس کے قدم بالآخرے کے آہی گئے ہیں۔
 میں خاموش رہا۔

اس نے جلاو کو حکم دیا۔ اس کے ہاتھ اور پاؤں باندھ کر ابھی ابھی اسی جگہ قتل کر دے۔
 میرے ہاتھ پاؤں باندھ گئے۔ وہ چمڑا لایا گیا جس پر قتل کیا جاتا تھا۔ جلاو نے تلوار میان سے نکال کر کہا۔
 میرے دل میں نہ کوئی ڈر تھا اور نہ خوف۔ جب جلاو تلوار لے کر میرے قریب آیا۔
 تو میں نے کہا۔

اے امیر آپ کو معلوم ہے کہ آپ کا کوئی آدمی مجھے گرفتار کر کے نہیں لایا۔ میں خود ہی آیا ہوں۔
 زید نے کہا۔ جب موت آنی ہے تو مرنے والا خود چل کر موت کی آغوش میں آجاتا ہے۔
 میں نے کہا۔ یہ بھی تو ممکن ہے کہ مجھے میری زندگی یہاں لے کر آئی ہو۔ آپ دیکھ رہے ہیں میرے ہاتھ پاؤں باندھ
 چکے ہیں۔ اس وقت میں کہیں بھاگ نہیں سکتا
 زید نے کہا۔ ہاں۔

میں نے کہا۔ میرے پاس آپ کے نام ایک پیغام ہے۔ جلاو کو حکم دیں۔ ذرا دور ہو جائے۔ میرا پیغام سن لیں۔ بعد میں

جیسے آپ کا جی چاہے کریں۔ میں کوئی رکاوٹ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔

یزید نے کہا۔ بتا کیا پیغام ہے۔

میں نے کہا۔ میں تنہائی میں دوں گا۔

یزید نے نام دوسرے بیٹھنے والوں کو باہر چلے جانے کا حکم دیا۔

وہ چلے گئے۔

پھر میں نے امام صادقؑ کے سلام اور پیغام دیا۔

یزید نے تین دفعہ قسم کے ساتھ مجھ سے پوچھا۔

میں نے تینوں مرتبہ قسم دے کر بتایا۔

یزید نے خود اٹھ کر میرے ہاتھ پاؤں کھولے۔ اور کہا۔ اب جب تک تو مجھے اسی طرح نہیں باندھے گا میں

راضی نہیں ہوں گا۔

بالآخر جب اس نے اصرار کیا تو میں نے پہلے اسے باندھا پھر کھولا۔ پھر یزید نے مجھے کہا۔ اب امیر میں نہیں تو

امیر ہوگا۔ جیسے بکے گا ویسے تمہیں ہوگی۔

امام اور منصورؑ

شیخ صدوق نے امالی میں۔ محمد بن طلحہ شافعی نے مطالب السؤل میں اور علی بن موسیٰ نے میج الدعوات میں

منصور کے وزیر ریخ سے روایت کی ہے کہ۔

ایک سال منصور حج پر آیا تھا۔ دشمنان آل محمد نے اس کے کان بھرے ہوئے تھے۔ اور وہ امام صادقؑ

سے کافی ناراض تھا۔

اس نے مجھے حکم بھیجا کہ۔ جعفر ابن محمد کو پابجوان میرے پاس بھیج۔ اور لانے والے ایسے ہوں جو تمام راستہ

میں اسے سکھ کا سانس نہ لینے دیں۔

مجھے خیال تک نہ رہا۔ اور میں منصور کا یہ حکم بھول گیا۔

پھر دوسرا حکم دیا۔ میں اسے بھی بھول گیا۔

پھر تیسرا حکم آیا۔ جن میں منصور کھل کر مجھ پر برنا تھا۔

میں امام صادقؑ کی خدمت میں آیا۔ انہیں تمام حالات بتائے اور عرض کیا۔ آپ اہل خانہ کو وصیت کر کے جاؤں اب

کے مجھے ایسے لگتا ہے کہ آپ کو شہید کر دیا جائے گا۔

آپ خاموشی سے پلے آئے۔ جب منصور کے پاس آئے میں اس وقت منصور کے پاس بیٹھا تھا۔ منصور غصہ سے پاگل ہو رہا تھا۔

جونہی امام صادقؑ اس کے سامنے آئے۔ اس نے انتہائی جرات سے کہا۔ اے جعفرؑ آپ کو معلوم ہے کہ نبی اکرمؐ نے آپ کے دادا علیؑ سے کہا تھا کہ اگر میں تیرے وہ فضائل بیان کروں جو اللہ نے تجھے دیے ہیں تو میری امت کے لوگ اس طرح تیرے قدموں کی خاک کو چائیں گے جس طرح نصاریٰ عیسائی کے قدموں کی مٹی کو آنکھوں سے لگاتے ہیں۔ تیرے دادا نے متعدد مرتبہ کہا ہے۔ میرے سلسلہ میں دو قسم کے افراد غالی محب اور دشمن جہنم جائیں گے۔

تجھے معلوم ہے کہ علیؑ نے یہ جملہ صرف اس لیے کہا تھا تاکہ لوگ اس کے متعلق حد سے تجاوز نہ کریں۔

اور اگر حضرت عیسیٰ اس عقیدہ کے جواب میں خاموش ہو جائے جو نصاریٰ نے ان کے سلسلہ میں اپنا رکھا تھا تو یقیناً اللہ انہیں اس خاموشی کی سزا دیتا۔ گذشتہ نگان تو اس طرح کریں۔ اور آج تیرے متعلق تیرے شہید پتہ نہیں کیا کیا کہہ رہے ہیں۔ اور تو خاموش بیٹھا سنا رہا ہے۔ گویا تو شیعوں کی اس عقیدہ پر راضی ہے کہ جب عوام اور جاہل شیعوں کہتے ہیں کہ جعفر صادقؑ زمانہ کا بہترین فرد اور زمانہ کی عزت ہے۔

جعفر صادقؑ روئے ارض پر حجت خدا ہے۔

جعفر صادقؑ احکام الہی کا ترجمان اور علم خالق کا خزانہ ہے۔

جعفر صادقؑ اللہ کا میزان عدل ہے۔

جعفر صادقؑ اللہ کا وہ نور ہے جس کی روشنی میں چلنے والے تاریکی سے نکل کر مقامات نور میں پہنچے ہیں۔

جو شخص جعفر صادقؑ کے دادا علیؑ کی ولایت کا قائل نہ ہو اللہ اس کے اعمال قبول نہیں کرے گا۔ اور نہ ہی میزان پر توے گا۔

لوگ تیری طرف وہ باتیں منسوب کر رہے ہیں جو تجھ میں نہیں ہیں۔ لوگ تجھے حد سے زیادہ بڑھا رہے ہیں اور تو خاموش بیٹھا ہے۔

کیا تجھے معلوم نہیں کہ سب سے پہلا حق کئے والا آپ کا جدا مجد تھا اور اس کی سب سے پہلا تصدیق کرنے والا بھی آپ کا جدا مجد تھا کیا تیرا حق نہیں بنتا کہ تو ان کی سیرت پر عمل کرتا۔

امام صادق نے فرمایا۔

منصور! میں شجرہ بنو یہ کی شاخ ہوں۔ میں بیت النبوة کی ایک روشن کرن ہوں۔

میں سفرائے خاق میں سے ایک ہوں۔ میں شریف گود کا پروردہ

ہوں۔ میں ان چراغوں میں سے ایک ہوں جنہیں اللہ نے روشن کیا ہے۔

میں اللہ کا کلہ باقیہ ہوں۔

منصور نے اپنے ہم نشینوں سے کہا: خدا معلوم اس شخص میں کیا ہے کہ میں جب بھی اس سے بات کرتا ہوں مجھے

ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے ایسا سمندر ہے جس کی نہ گہرائی کا علم ہے اور نہ وسعت کا۔ سوائے دیانت
شرافت، علم، حلم اور کرم کے اور کچھ نکلتا ہی نہیں۔

امام صادق نے فرمایا: منصور تجھے جو بھی اپنے رشتوں کے خلاف آمادہ کرے یقین سمجھ لے وہ تیرے قتل

تیرے اقتدار، تیری عزت، تیری حکومت، اور تیرے منصب کا مخالف ہے کیا تو نے اللہ کا یہ حکم نہیں

پڑھا۔ جب کوئی فاسق اطلاع کے آئے تو پہلے اس اطلاع کی صداقت پر کھ لیا کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو

کہ جذبات کی رویں قدم اٹھا بیٹھو جس کے بعد ندامت ہو۔

بنی ہاشم تیرے معاون ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی تیرے اقتدار کا دشمن نہیں آج تیرا تو حق تھا

کہ اگر کوئی قطع رحمی کرتا تو خود صدر جمی کرتا۔ جن لوگوں نے تجھے محروم رکھا تھا تو انہیں عطا کرتا۔ جن

لوگوں نے تجھ پر حکم کیا تھا تو ان کو معاف کرتا۔ صدر جمی کیا کر۔ اللہ تیری عمر میں اضافہ کرے گا

منصور اٹھا۔ امام صادق کا گلے لگایا۔ اپنے ساتھ سند اقتدار پر بٹھایا۔ اور کہنے لگا: آپ نے مجھے بہت بڑی

نصیحت کر دی ہے۔

آپ نے میرے خوابیدہ ذہن کو جگا دیا ہے۔

پھر ربیع سے کہا: امام صادق کو زادراہ دے۔

ربیع کہتا ہے کہ جب آپ منصور کے پاس سے اٹھے تو میں نے پوچھا۔

حضور! مجھے معلوم ہے کہ منصور آپ کے آنے سے پہلے کس طرح کھول رہا تھا۔ اور اب بھی میں نے دیکھا ہے

کہ وہ ہوم ہو گیا ہے۔

آپ نے کیا دم کیا ہے۔

امام صادق نے فرمایا: ربیع میں نے کیا دم کرتا۔ جب میں منصور کے پاس آنے لگا تو میں نے اللہ سے

یہ دعا کی تھی۔

اللهم احفظني بعينك التي لا تنام۔ اے اللہ اپنی نہ سونے والی آنکھ سے میرا تحفظ فرما

وَإِكْتَفَى بِرُكْنِكَ الَّذِي لَا يَرَامُ -

مجھے اس طاقت سے تحفظ دے جس کا کوئی بھی ارادہ
یک نہیں کر سکتا۔

اللَّهُمَّ أَنْتَ الْكَبِيرُ وَأَجَلُ لِمَا أَخَذْتَ وَاحْذَرُ -

اے اللہ! جن سے میں گھبراتا ہوں تو ان سے کہیں اجل ہے

اللَّهُمَّ بَكَ وَدَفَعْنَا فِي نَحْرِهِ -

اے اللہ! میں تیرے نام اس کے سینہ پر مارتا ہوں اور

وَاسْتَعِيدُ بِكَ مِنْ شَرِّهِ -

اس کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

اس دعا کے بعد تو نے دیکھ لیا کہ وہ پہلے کس طرح تھا اور اب کس طرح ہو گیا ہے۔

۲۔ امام صادقؑ دوسری مرتبہ دربار منصور میں!

بیچ الدعوات میں ربیع سے مروی ہے کہ ایک سال مجھے منصور کے ساتھ حج پر آنے کا اتفاق ہوا۔ راستہ میں
منصور نے مجھے کہا۔

ربیع! جب مدینہ پہنچیں تو مجھے جعفر بن محمدؑ یاد دلانا۔ میں سمجھتا ہوں میرے سوا اسے کوئی بھی قتل نہیں
کے گا۔

اور جب تک جعفرؑ زندہ ہے اس وقت ہماری حکومت کو استحکام نصیب نہیں ہوگا۔

میں نے کہا۔ میں ضرور یاد دلاؤں گا۔

جب مدینہ پہنچے تو مصروفیات کچھ اس قدر بڑھیں کہ مجھے امام صادقؑ تو بجانے خود مجھے اپنا بھی ہوش نہ رہا۔

مک جاتے ہوئے راستہ میں منصور نے کہا۔

ربیع میں نے تجھے مدینہ پہنچنے سے قبل کہا تھا کہ مدینہ میں مجھے جعفر بن محمدؑ یاد دلانا۔ لیکن تو نے یاد بھی

نہیں دلایا۔

اب جب مکہ سے واپس مدینہ جائیں گے تو یاد دلانا۔ اگر اب کے تو نے مجھے یاد نہ دلایا تو میں تجھے قتل

کر ڈالوں گا۔

میں نے کہا۔ اب کے ضرور یاد دلاؤں گا۔ میں نے اپنے تمام غلاموں سے کہہ دیا کہ واپس مدینہ آنے کے بعد مجھے

جعفر بن محمدؑ یاد دلانا۔

جب واپس ہوئے تو تمام راہ میں میرے غلام مجھے یاد دلاتے رہے۔ جب مدینہ پہنچ گئے۔ تو میں نے منصور

کو یاد دلایا۔

منصور نے ہنس کر کہا۔ ہاں جا اور اسے لے کے آ۔ لیکن اسے یوں نہ لانا۔ پیکر کے اور کھینچ کے لے آ۔

میں نے کہا۔ تعین حکم کروں گا۔

میں امام صادق کے پاس آیا۔ اور عرض کی۔

قید منصور نے بلایا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ ٹھیک میں چلتا ہوں۔ میں تیار ہوں۔

آپ میرے ساتھ چلنے لگے۔

میں نے کہا۔ قید منصور نے کہا تھا۔ پکڑ کے اور کھینچ کے لانا۔

آپ نے فرمایا۔ پھر تجھے تعین کرنا چاہیے۔

میں نے آپ کے دامن جہاں سے پکڑ لیا۔ اور اس طرح چلنے لگا جس طرح میں انہیں لے جا رہا ہوں۔ میں دیکھ رہا

تھا۔ امام کے لب ہل رہے تھے۔ جب منصور کے پاس پہنچے۔ تو اس نے جلا دیکھ پھلے ہی بلایا ہوا تھا۔

جو نبی امام صادق منصور کے سامنے گئے۔ وہ اٹھا۔ آپ کو لگے لگایا۔ اپنے قریب مسند پر بٹھایا۔ اور

احوال پرسی کی۔

پھر مجھے کہا۔ ربیع ایک تحصیل ایک غلت اور کچھ دوسرے لباس جعفر کو دے دے۔

میں حیران تھا کہ۔ جب سامنے نہیں ہوتا تو قتل کے منصوبے بنا تا ہے اور جب سامنے آجاتے ہیں تو انجام و

اکرام دیتا ہے۔

عجب معاملہ ہے۔ آپ واپس جانے کے لیے اٹھے۔

منصور نے مجھے کہا۔ جا جعفر ابن محمد کو ان کے گھر تک چھوڑ کے آ۔

میں آپ کے ساتھ ہوں۔ راستہ میں میں نے عرض کیا۔ قید منصور کے ارادہ سے تو میں پہلے واقف تھا بلکہ صرف

میں ہی کیا۔ جو بھی منصور کے ساتھ رہتے ہیں وہ واقف تھے۔ اور ہمیں یقین تھا کہ اب کے وہ قتل کیے بغیر آپ کو

واپس نہیں جانے دے گا۔ جب میں آپ کے جا رہا تھا۔ تو میں دیکھ رہا تھا آپ زیر لب کچھ پڑھ رہے تھے۔ آپ

کیا پڑھ رہے تھے۔

آپ نے فرمایا۔ ربیع! میں حرف۔ حسبی الرب من المرئوبین۔ حسبی الخالق من المخلوقین۔ پڑھ

رہا تھا۔

۳۔ امام صادق تفسیری مرتبہ دربار منصور میں؛

بیچ اللغات میں ابراہیم ابن جہاد سے مروی ہے کہ ایک سال جب امام صادق ربذہ میں تھے منصور نے بھی چند دن

وہیں گزارنے کا فیصلہ کیا۔

جب ربدہ میں منصور کا قیام ہو گیا تو کہنے لگا۔

کوئی ہے جو جعفر ابن محمد سے میری جان چھڑا دے۔ یہ عجیب شخص ہے جو کہتا ہے کہ اگر عبد اللہ ابن حسن کامیاب ہو گیا تو حکومت میری ہوگی۔ اور اگر وہ مارا گیا تو میں محفوظ ہوں۔ بخدا اب اسے قتل کیے بغیر نہیں چھوڑوں گا۔

منصور نے مجھے کہا۔ اے ابن عبد جا اور جعفر کے گلے میں رسی ڈال کرے آ۔

میں آپ کے مکان پر آیا۔ وہاں نہ تھے۔ پھر مسجد میں آیا دیکھا تو آپ دروازے پر اس طرح کھڑے تھے جیسے میرے انتظار میں ہوں۔

میں شرم کے مارے وہ کام تو نہ کر سکا۔ جو منصور نے کہا تھا۔

میں نے کہا حضور! آپ کو منصور نے یاد کیا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ میں تیرے انتظار میں تھا۔ مجھے صرف دو رکعت نماز پڑھ لینے دے پھر چلتے ہیں۔

آپ مسجد کے اندر گئے۔ دو رکعت نماز پڑھی۔ کوئی دعا مانگی جسے میں سمجھ نہ سکا۔ پھر آپ باہر آئے اور

مجھے فرمایا۔

تو منصور کے حکم تعمیل کر جیسے اس نے کہا ہے مجھے ویسے چل۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ آپ فرزند رسول ہیں مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا۔ البتہ میں نے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور

منصور کے پاس لے کر چلا

جب میں دروازہ میں داخل ہونے لگا۔ تو آپ کا ایک جملہ میں نے سنا۔ یارب جبرائیل و میکائیل۔ اتنے

میں منصور کے سامنے آگئے۔ منصور لیٹا ہوا تھا۔

جو نبی اس نے آپ کو دیکھا۔ اٹھ بیٹھا اور کہنے لگا۔

کیا یہ سچ ہے کہ عبد اللہ ابن حسن کو آپ اس لیے آگے بڑھا رہے ہیں کہ اگر وہ کامیاب ہو گیا تو حکومت آپ کو

ملے گی اور اگر وہ ناکام ہو گیا تو آپ محفوظ رہیں گے۔

آپ نے فرمایا۔ منصور میں نے پہلے بھی تجھے کہا تھا۔ اور اب بھی کہہ رہا ہوں کہ چغخوروں سے بچ کے رہنا۔ وہ

لوگ تمہاری حکومت پسند نہیں کرتے۔ اور تمہیں آپس میں لڑا کر کمزور کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے اس قسم کی بات

نہ پہلے کبھی کہی ہے اور نہ ہی آئینہ ایسا ارادہ ہے۔

منصور نے کہا۔ ٹھیک ہے آپ آرام فرمائیں۔

جب آپ واپس چلے گئے تو منصور نے عیسیٰ ابن علی سے کہا۔ جا کر ذرا جعفر سے پوچھ لے عبد اللہ ابن حسن

میرا خیر خواہ ہے یا امام صادق کا؟

عسلیٰ کا بیان ہے کہ ابھی آپ راستہ میں تھے۔ میں نے کہا منصور پوچھ رہا ہے۔ بعد اللہ میرے ساتھ ہے۔ یا آپ کے ساتھ ہے؟

امام صادق نے فرمایا۔ وہ میرے ساتھ ہے۔

جب میں نے واپس آکر منصور کو بتاتا تو اس نے کہا۔ جعفر نے سچ کہا ہے۔ بعد اللہ اسی کے ساتھ ہے۔

۴۔ امام صادقؑ چوتھی مرتبہ دربار منصور میں!

مہج میں ربیع نے ابراہیم ابن جلد سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ منصور نے مجھے مدینہ سے امام صادقؑ کو گرفتار کرنے لانے کا حکم دیا۔

میں تعمیل حکم کی خاطر مدینہ گیا۔

امام صادقؑ کو واقعہ بتایا۔ آپ تیار ہو گئے۔ اور میرے ساتھ چلے آئے۔ جب ہم بغداد دربار پر پہنچے تو میں نے امام صادقؑ کو باہر ٹھکرایا۔ خود اندر آیا۔ منصور کو بتایا۔

منصور نے سیب ابن زہیر کو بلوایا۔ اسے تلوار دی اور کہا۔ جب جعفر ۱۴ ذریعہ سے سامنے آئے اور میں تجھے اشارہ کروں تو اسے قتل کر دیتا۔

میں واپس آیا۔ آپ سے عرض کیا۔ یہ ظالم آپ کو قتل کرنا چاہتا ہے۔ بہت غصہ میں ہے۔ اگر کوئی وصیت ہو تو مجھے کر دیں۔

آپ نے فرمایا۔ ذرا مجھے اس کے سامنے جانے دے۔ اگر ٹھنڈا نہ ہوا تو میں اس سے وصیت کی اجازت مانگ لوں گا۔ آپ اٹھے اور زیر لب کوئی دعا پڑھی جسے میں نہ سمجھ سکا میں دیکھ رہا تھا۔ جسے آپ منصور کے قریب بوتے گئے۔ اسی کا غصہ ماند پڑتا گیا۔ جب آپ بالکل اس کے قریب پہنچ گئے۔ تو مجھے ایسے معلوم ہوا جیسے ٹھٹھکتی آگ پر کسی نے منوں پانی ڈال دیا تو۔

منصور نے انتہائی انکساری سے کہا۔

اے جعفر! میں نے آپ کو صرف اس لیے تکلیف دی ہے کہ آپ سے چند گلے کر لوں۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ آپ کے پچازاد اولاد حسن میرے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہیں۔ اگر میرے علاوہ کوئی اور حکمران ہوتا تو یہ لوگ خاموشی سے اس کے مطیع ہوتے۔

آپ نے فرمایا۔ منصور مجھے اپنے آباء کے ذریعہ سردار بنیاد سے چند احادیث موصول ہوئی ہیں جن کا تعلق صلہ رحمی

سے ہے اگر تو کہے تو سناؤں؟

منصور نے کہا۔ ضرور سنائیں۔

آپ نے فرمایا۔ میرے نانا کا ارشاد ہے۔ نیکی اور صلہ رحمی سے عمر میں اضافہ ہوتا ہے اور دولت میں ترقی ہوتی ہے۔

میرے نانا نے فرمایا ہے۔ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ ملک الموت اسے محول جائے اور بیماری اس کے قریب نہ آئے تو وہ صلہ رحمی کرے۔

میرے نانا نے بتایا ہے کہ شب معراج میں نے ایک شخص کو عرش الہی سے چٹ کر قطع رحمی کرنے والے کا شکوہ کرتے ہوئے دیکھا تو۔ میں نے جبریل سے پوچھا۔ اس کے درمیان اور جس کا شکوہ کر رہا ہے اس کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟

جبریل نے بتایا۔ سات پستوں کا۔

منصور نے ابراہیم کو حکم دیا کہ جعفر کو اچھی سواری اور چار ہزار دینار دے کر واپس کر دو۔

بعد میں میں نے عرض کیا۔ حضور! وہ ظالم تو بڑے غصہ میں تھا آپ نے کیا کیا کہ وہ بالکل ٹھنڈا پڑ گیا۔

آپ نے فرمایا۔ مجھے کیا کرنا تھا۔ میں نے اپنے تمام معاملات اللہ کے سپرد کر دیتے تھے۔ اللہ نے اپنی قدرت سے اسے ٹھنڈا کیا۔

امام صادق پانچویں مرتبہ دربار حضور میں!

مہج الدعوات میں محمد بن ربیع سے مروی ہے کہ منصور نے ہفتہ میں ایک دن۔ یوم ذبح۔ کے نام سے مقرر کر رکھا تھا۔

اس دن منصور اپنے محل کے سرخ قبے کے نیچے بیٹھا تھا۔ اور اپنے سیاسی مخالفین کو قتل کرتا تھا۔ اور یہ ان دونوں کی بات ہے جب محمد بن عبد اللہ ابن حسن اور ابراہیم ابن عبد اللہ ابن حسن منصور کے ہاتھوں شہید نہیں ہوئے تھے۔

منصور کے حکم کے مطابق امام جعفر مدینہ سے بغداد آئے ہوئے تھے۔ پورا دن اور رات کا کافی وقت منصور نے اسی ذبح میں گزارا۔

جب رات کا کافی حصہ گزر گیا تو میرے باپ ربیع کو اپنے پاس بلایا اور کہا۔ ربیع تجھے معلوم ہے کہ میں تیرا کتنا احترام کرتا ہوں۔ اور تجھے میرے نزدیک کتنا مقام حاصل ہے؟

میرے باپ نے کہا۔ آپ کی عنایت ہے۔

منصور نے کہا۔ میرے سیاسی مخالفین بڑھتے جا رہے ہیں اور اس سلسلہ میں مجھے تیرے تعاون کی ضرورت بھی ہے۔

میرے باپ نے کہا۔ آپ کے حکم کو بلا تعین نہ پہنچے چھوڑا ہے نہ اب چھوڑوں گا۔ منصور نے کہا۔ مجھے معلوم ہے کہ میں نے جعفر صادق کو مدینہ سے بلایا ہوا ہے؟ میرے باپ نے کہا۔ مجھے معلوم ہے۔

منصور نے کہا۔ مجھے چند ایسے خطوط ملے ہیں جو جعفر صادقؑ نے اپنے خراسان کے موابیوں کو لکھے ہیں۔ اور انہیں میری بنیاد پر آمادہ کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں آج جعفر کا قصہ تمام کر دوں۔

میرے باپ کا بیان ہے کہ میں نے دل میں انا اللہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ اور منصور سے کہا۔ اگر جعفر صادقؑ ان خطوط سے انکار کر دے تو؟

منصور نے کہا۔ وہ انکار نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اسی کی طرف سے لکھے گئے ہیں۔

میرے باپ نے کہا۔ یہ بھی تو ممکن ہے کہ جعفرؑ کے کچھ جذباتی شیعوں نے جعفرؑ کے نام سے لکھے ہوں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ بنی امیہ کے خیر خواہ میں سے جو سازشی روپوش ہیں انہوں نے یہ شرارت کی ہو۔

منصور نے کہا۔ بہر صورت جو بھی ہو۔ خواہ سازش ہے یا کچھ اور ہو تو جعفرؑ کے نام سے رہی ہے۔ میں مجھے اس قصہ کو ختم کرنا چاہتا ہوں۔ تاکہ آئندہ نہ کسی کی سازش کا مایاب ہو اور نہ جذباتی شیعوں کو بھی ایسا موقع ملے۔

میرے باپ نے کہا۔ جیسے آپ کی مرضی۔

منصور نے کہا۔ اس وقت رات کافی گزر چکی ہے۔ اسی وقت جا۔ جعفر کا دق الباب نہ کرنا۔ دیوار چھانڈ کر اندر جانا اور جس حال میں ہو اسی حال میں گرتا کر کے لے آ۔

میرا باپ وہاں سے اٹھا۔ اس نے مجھے بلایا اور کہنے لگا۔

حمد اس وقت میں دورا ہے پر کھڑا ہوں۔ ایک طرف فرزند رسول کی زندگی ہے اور دوسری طرف میری اور تمہاری زندگی ہے۔

اگر منصور کا حکم مان کر جعفرؑ کو گرتا کر کے لاتا ہوں تو مجھے یقین ہے کہ وہ امام جعفرؑ کو قتل کر دے گا۔

سخت چلی جائے گی۔ اور اگر گرتا نہیں کرتا تو منصورؑ صرف مجھے بلکہ تم سب بھائیوں کو بھی تختہ دار پر چڑھا دے گا۔

میں نے کہا۔ بابا جان! میں آپ کے حکم کا پابند ہوں اپنے تمام بھائیوں کی نسبت میں ذرا زیادہ سگدل تھا۔ کافی

دیر سوچنے کے بعد باپ نے کہا۔

بیٹے دینا گزارنا بھی بڑا مشکل ہے۔ جا جعفرؑ کو گرفتار کر کے لے آ۔ ہاں یہ یاد رکھنا جس حالت میں ہو اسی حال میں گرفتار رکھے لانا۔

میں نے اٹھ دس سپاہی لیے۔ انہیں سیڑھی لانے کو بھی کہا۔ ہم گئے۔ سیڑھی لگائی۔ دیوار پھانسی میں نے دیکھا تو امام صادقؑ نے ایک ڈھیدا ڈھالا کرتے ہیں رکھا تھا۔ اور لنگ باندھے ہوئے کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ میں رک گیا۔ جب انہوں نے نماز ختم کی تو میں نے کہا۔

آپ کو منصور نے یاد کیا ہے۔

امام صادقؑ نے فرمایا۔ ٹھیک ہے میں کپڑے پہن لوں۔

میں نے کہا۔ مجھے حکم بھی ہے کہ جس حالت میں آپ ہوں اسی حالت میں آپ کو لایا جائے۔ مجھے یہ اجازت نہیں کہ آپ اپنی اس حالت میں کوئی تبدیلی کریں۔ آپ کو اسی وقت اسی حالت میں چلنا ہوگا۔ امام صادقؑ نے یہ شکوہ ہم تک نہ کیا۔ کہ تم نے وق الباب کیوں نہیں کیا۔ دیوار پھانسی کیوں آئے ہو خاموشی سے میرے ساتھ چلنے لگے۔

میں نے دیکھا آپ کا سن ستر برس سے اوپر تھا۔ اور ہمارے ساتھ چلتے ہوئے تکلیف محسوس کر رہے تھے۔ مجھے ترس آ گیا میں نے ایک سپاہی سے کہا۔ امام صادقؑ کو اپنے گھوڑے پر بٹھادے تو کسی اور کے ساتھ بیٹھ جا۔ جب ہم در دربار پہنچے تو میں نے دیکھا میرا باپ منتظر تھا۔

امام صادقؑ نے میرے باپ سے کہا۔ تیرے بیٹے نے تو مجھے کپڑے بھی نہیں بدلنے دیئے۔ اگر تو اجازت دے تو میں دور کت نماز پڑھ لوں۔

میرے باپ نے کہا۔ منصور اس وقت غصہ میں ہے کہ آپ اندازہ نہیں لگا سکتے۔ لیکن بہر حال آپ نماز پڑھ لیں۔

امام صادقؑ نے انتہائی اختصار کے ساتھ دور کت نماز پڑھی۔ پھر ایک طویل دعا بھی مانگی۔ اور اٹھ کھڑے ہوئے۔

میرے باپ آگے چلے ہم پیچھے تھے۔ درمیان میں امام صادقؑ تھے جب منصور کے سامنے ہوئے تو انہوں نے زیر لب پھر کچھ پڑھا شروع کر دیا۔

جب منصور کے روبرو جا کے کھڑے ہوئے تو منصور نے کہا۔ اے جعفرؑ آپ کیوں لوگوں کو بغاوت پر آمادہ کر رہے ہیں؟

امام صادقؑ نے فرمایا۔ میں قبل ازیں چار مرتبہ تجھے بتا چکا ہوں کہ سیاسی لحاظ میں گوشہ نشین ہوں۔ اگر کوئی میرے نام

سے کرتا ہے اس کا جواب وہ میں نہیں ہوں۔

منصور نے کہا۔ میرے پاس آپ کے لکھے ہوئے خطوط ہیں۔

امام صادق نے فرمایا۔ منصور میں نہیں سمجھتا کہ کیوں اس قدر احساس عدم تحفظ میں مبتلا ہے۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں خراساں کے شیعوں کو خط لکھوں اور وہ خط لکھے بھیج دیں۔ آپ اس پہلو پر کیوں نہیں سوچتے کہ جو آپ کو اپنے خاندان کے خلاف آمادہ پیکار کر رہے ہیں وہی از خود خط لکھتے ہیں۔ اور پھر آپ کو دے دیتے ہیں۔

منصور نے بالشت بھر تلوار نیام سے لگائی اور کہا۔ آپ درست نہیں کہہ رہے۔ یہ خط جعلی نہیں ہیں۔ پھر تلوار کو میان میں ڈال لیا۔

امام صادق نے فرمایا۔ اگر جعلی نہیں ہیں تو پھر جن کو میں نے لکھے ہوں گے وہ بھی تو آپ کے پاس انعام کی خاطر آئے ہوں گے۔

منصور نے پھر تلوار میان سے پہلے کی نسبت زیادہ لگائی اور کہنے لگا۔ کیا آپ مجھے جھٹلا رہے ہیں؟ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟

لیکن پھر تلوار کو نیام میں ڈال لیا۔

امام صادق نے فرمایا۔ آپ جذباتی نہیں۔ خط میں نے آپ کے ذریعہ تو نہیں لکھے تیار کہ آپ کو جھٹلاؤں میں تو آپ کو سوچنے کی ایک لائن دے رہا ہوں اور ان دروغ باتوں کو جھٹلا رہا ہوں۔ جن کا تعلق نہ خراساں سے ہے نہ آپ کی خیر خواہی سے ہے۔

ان کا تعلق صرف اور صرف آپ کو کمزور کرنے سے ہے۔ اور یہیں بیٹھ کر جعلی خط بناتے ہیں اور پھر آپ کو دیکھ کتے ہیں۔

کہ یہ خط ہم نے خراساں سے حاصل کیا ہے۔

منصور نے کہا۔ ایسے افراد میرے ارد گرد نہیں ہیں ان سب پر مجھے پورا پورا اعتماد ہے۔

امام صادق نے فرمایا۔ جس طرح محبت اور عداوت اندھے اور بہرے ہوتے ہیں اسی طرح اقتدار بھی اندھا ہوتا اور بہرا ہوتا ہے۔ آپ اس وقت آپ بہت مضبوط ہیں۔ ذرا یہ سوچیں کہ بنی امیہ جو نہ صرف میرے بلکہ آپ کے بھی دشمن تھے۔ جب میں نے آپ کے سامنے کسی منصوبہ میں شریک ہو کر بنی امیہ کے خلاف کبھی کسی کو کچھ نہیں کہا تھا۔ تو اب آپ کے خلاف میں کسی سے کیوں کچھ کہنے لگا ہوں۔ میری عمر ستر سال سے تجاوز کر رہی ہے۔ میری زندگی تمہارے سامنے ہے۔

منصور نے پھر پوری تلوار نیام سے لگائی اور کہا۔ میں تیرا قصہ ہی پاک کر دینا چاہتا ہوں۔ پھر فوراً تلوار کو نیام میں ڈال دیا۔

امام صادق ع نے فرمایا، موت اور زندگی اللہ کے اختیار میں ہے۔ جب وہ تمہیں چاہے گا تو میں ایک لمحہ بچھے زمین پر نہیں گزار سکوں گا خواہ لاکھ لشکر میرے محافظ ہوں۔ اور جب تک وہ زندہ رکھے گا مجھے کوئی نہیں مار سکتا۔ خواہ ساری دنیا ہی مخالف ہو جائے۔ اگر میری زندگی ہی ختم ہے تو میں کیا کہہ سکتا ہوں۔

منصور نے میرے بابا سے کہا، ربیع ایسے معلوم ہوتا ہے کہ جعفرؑ پیچ کہہ رہا ہے۔ ایسا کر میری اپنی سواری کا گھوڑا اور دس ہزار دینار دے کر انہیں اپنے مقام پر واپس بھیج دے۔ ان کے ساتھ جا اور مکان پر پہنچانے کے بعد ان سے پوچھنا اگر ہمارے ہاں رہنا چاہیں تو ہم سہرا کھچوں پر رکھیں گے۔ اگر واپس مدینہ جانا چاہیں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔

ربیع کہتا ہے کہ میں حیران و پریشان کبھی امام جعفرؑ کو دیکھتا تھا اور کبھی منصور کو۔ جب میں امام صادقؑ کو ان کے مکان پر چھوڑ کے واپس آیا تو منصور اسی طرح بیٹھا تھا۔ میں نے منصور سے کہا۔

حضور آپ کو یاد ہے۔ قبل ازیں چار مرتبہ آپ نے امام جعفرؑ کو ارادہ قتل سے بلایا ہے۔ لیکن جس طرح آج آپ غصہ میں تھے اس طرح پہلے کبھی نہ تھے۔ اور جس طرح آج آپ نے امام صادقؑ سے سلوک کیا ہے اس طرح پہلے کبھی نہ کیا تھا۔ تین مرتبہ آپ نے تواریمان سے نکالی۔ میں یہی سمجھا کہ آج آپ کسی جلاوکی خدمات بھی حاصل نہیں کریں گے۔ اور ہر مرتبہ آپ نے توار کو میان میں کر لیا۔ پھر آپ نے پہلے سے زیادہ احترام کے ساتھ امام جعفرؑ کو واپس بھیج دیا۔

منصور نے کہا، ربیع بات میں تجھے بتاتا ہوں، لیکن اگر اس کی بھک بھی باہر نکل گئی تو میں نہ صرف تجھے بلکہ تیری نسل میں سے بھی کسی کو نہ چھوڑوں گا۔

سید کا کہنا

میں نے کہا، جب آپ زندہ ہیں کسی کو نہیں بتاؤں گا۔

منصور نے کہا، اور خطرہ تو نہیں ہے صرف یہ ڈر ہے کہ بنی ناظر اور چوڑے ہو جائیں گے اور یہ واقعہ سنکر بنی عباس بزدلی کا شکار ہو جائیں گے۔ بنی ناظر کے علم و فضل اور کمال ہے کوئی جاہل ہی انکار کر سکتا ہے یہ علیحدہ بات ہے کہ اقتدار نے ہمیں اندھا کر رکھا ہے۔

میں نے کہا، ایسی کوئی بات ہے؟

منصور نے کہا، جب میں نے پہلی مرتبہ توار کھینچی بنی اکرمؑ میرے اور جعفرؑ کے درمیان حائل ہو گئے اور مجھے فرمایا

خبردار میں نے توار میان میں ڈال لی۔

جب میں نے دوسری مرتبہ توار کھینچی تو پھر رسول اکرمؑ میرے اور جعفرؑ کے درمیان آگئے۔ اب کے انہوں نے طمانچہ سامنے کیا اور کہا، منصور اگر تو نے ذرا بھی حرکت کی تو مجھے حاصل جہنم کر دوں گا۔ میں نے خوف کے ارے توار

میان میں ڈال لی اور یہ سمجھا کہ میرا وہم ہے۔ لیکن جب تیسری مرتبہ میں نے تلوار نکال تو اس وقت میرے اس قدر قریب آگئے کہ میں کانپنے لگا تھا۔ اور اب نبی اعظم کے ہاتھ میں ایک آتشیں جاہک تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ منصور میں تجھے تیسری مرتبہ روک رہا ہوں۔ اگر اب تو نے جسارت کی اور میرے بچے کو کچھ کہا۔ تو پھر اپنا انجام بھی دیکھ لینا۔

ریح کہتا ہے کہ پھر میں امام صادقؑ کو ملا اور عرض کی قبل!

آپ نے دو دعائیں مانگی تھیں۔

آپ نے فرمایا۔ ہاں ریح۔ اگر مجھے تیری جان کا خطرہ نہ ہوتا تو جو کچھ منصور نے مجھے دیا ہے میں تجھے دے دیتا۔

ہاں تو نے مدینہ میں میری زمین مجھ سے مانگی تھی۔ اب وہ زمین میں تجھے دیتا ہوں۔

میں نے عرض کیا۔ قبل اب تجھے زمین کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ مجھے وہ دونوں دعائیں عنایت فرمادیں میرے

یہ زمین سے زیادہ ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ ریح ہم اہل بیت ہی دی ہوئی چیزیں واپس نہیں لیتے۔ جب زمین میں نے تجھے دے

دی ہے اب تیری ہے۔ یہ لے زمین کے بہر کی تحریر ہے۔ اور یہ دونوں دعائیں بھی میں نے تیرے لیے لکھا کر

رکھ لی تھیں۔

حتمل سکینہ

چند آداب لطیف آباد، پونٹ نمبر ۸-۱

۶۔ دربار منصور میں چھٹی مرتبہ اور بغداد میں دوسری مرتبہ!

مہج الدعوات میں صفوان ابن بہران سے مروی ہے کہ مدینہ کے ایک مخزومی نے منصور کو اس وقت شکوہ کیا جب محمد وبراہیم ابن عبد اللہ ابن حسن منصور کے ہاتھوں شہید ہو چکے تھے۔ خفیہ اطلاع دی کہ جعفر صادق کا غلام علی ابن خنیس آج کل موایاں آل محمد سے پیسے جمع کر رہا ہے اور امام صادقؑ یہ تمام رقم عبد اللہ کی اس مہم میں خرچ کر کے گاجو آپ کے خلاف چلائی جا رہی ہے۔

اطلاع بھیجنے کے بعد یہ مخزومی خود بھی بغداد چلا گیا۔

منصور یہ اطلاع ملتے دانت پسنے لگا۔ اور اس نے والی مدینہ داؤد ابن علی کو حکم بھیجا کہ جعفر ابن محمد کو فوراً

بغداد بھیجا جائے۔

داؤد نے امام صادقؑ کو منصور کا حکم سنایا۔

آپ نے فرمایا۔ میں انشاء اللہ کل صبح روانہ ہو جاؤں گا

دوسرے دن آپ اونٹ پر سوار ہو کر عازم بغداد ہو گئے۔ بغداد پہنچنے کے بعد آپ نے منصور کو اطلاع بھجوائی منصور نے فوراً آپ کو بلا لیا۔

جب آپ منصور کے سامنے گئے تو آپ نے ایک دعا پڑھی اور فرمایا۔ میں نے سنا ہے کہ میرے مجھے یاد کیا ہے۔

منصور نے کہا۔ آپ نے ٹھیک سنا ہے۔ اور میں نے سنا ہے کہ آپ میری خلاف عبادت کی ہم جوئی میں مالمی امداد کر رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ تو نے غلط سنا ہے۔

منصور نے کہا۔ میں درست سنا ہے۔

پھر منصور نے مخزومی کا وہ واقعہ آپ کے پیش کیا۔

آپ نے فرمایا۔ اس مخزومی نے مجھ پر الزام لگایا ہے۔ اور جھوٹ بکا ہے۔

منصور نے کہا۔ کیا آپ قسم دیں گے۔

آپ نے فرمایا۔ میں اپنی صداقت کی قسم ضرور دوں گا۔ لیکن اس سے پہلے اگر مخزومی موجود ہے تو آپ اسے میرے روبرو کریں تاکہ میں بھی اس سے ایک دو سوال کروں۔

منصور نے مخزومی کو بلا لیا۔

مخزومی حاضر ہو گیا۔

امام صادق نے فرمایا۔ یہ خط تو نے لکھا تھا۔

مخزومی نے کہا۔ ہاں میں نے لکھا تھا۔

آپ نے فرمایا۔ تو نے جو کچھ لکھا ہے مجھے ذاتی طور پر یقین ہے یا سنی سنائی ہے۔

مخزومی نے کہا مجھے ذاتی طور پر یقین ہے۔

آپ نے فرمایا۔ جو کچھ تو نے لکھا ہے اس کی صداقت پر قسم کھائے گا۔

مخزومی نے کہا۔ دس بار قسم کھاؤں گا۔

آپ نے منصور سے فرمایا۔ آپ اس سے قسم لے لیں۔

منصور نے مخزومی سے کہا قسم کھا

مخزومی قسم کھانے لگا۔ واہذا لہی۔

آپ نے فرمایا۔ اس طرح نہیں تو اس طرح قسم کھاؤ۔ ابرؤالی اللہ من حول اللہ وقوتہ والتجالی حولی وقوتی۔ جو کچھ میں نے

لکھا ہے سچ ہے۔

مخزومی نے پس و پیش کی۔

منصور نے برہم ہو کر کہا جو قسم جعفرؑ سے رہا ہے تجھے یہی کھانا ہوگی۔

مخزومی نے ناچار یہی قسم کھائی۔

ابھی تک قسم پوری نہیں ہوئی تھی کہ وہ گرا اور گر کر مر گیا۔

منصور نے کہا اس خط کے سلسلہ میں تو میں مطمئن ہو گیا ہوں کہ غلط تھا۔ لیکن یہ بتائیں کہ جب ہم قسم دیتے

ہیں تو لوگوں کو کچھ نہیں ہوتا۔

اس قسم سے یہ فوراً کیوں مر گیا ہے۔

آپ نے فرمایا تم لوگ قسم دیتے وقت اللہ باللہ کہتے ہو۔ حالانکہ اللہ بڑا کریم ہے جب ایک شخص اپنے

کام کے آغاز میں اللہ کا نام لے لے۔ اللہ اس کا مواخذہ فوراً نہیں کرتا۔ میرے نانا کا ارشاد ہے کہ جب کسی کے جھوٹ

اور سچ کا پتہ کرنا ہو تو اس سے اس طرح قسم دو جس طرح میں نے اس مخزومی سے کہا ہے۔

۶۔ امام صادقؑ کی تین مرتبہ دربار منصور میں !

مہج الدعوات میں محمد بن عبد اللہ اسکندری سے روایت ہے کہ مجھے منصور سے وہ تقرب حاصل تھا جو اس

کسی کو نہیں تھا۔

میں منصور کی بر غلوت و جلوت میں اس کا رازدان رہتا تھا۔

ایک دن منصور کہنے لگا۔

محمدؑ میں نے سادات بنی فاطمہ میں سے کم و بیش سو سے زیادہ سرکردہ افراد تو قتل کر دیئے ہیں لیکن

تا حال جعفرؑ نے مجھے ایسا کوئی موقع نہیں دیا۔ اور جب تک جعفرؑ زندہ ہے اس وقت مجھے اطمینان نہیں

آئے گا۔

محمدؑ نے کہا آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت امام صادقؑ کے اس مقام پر ہیں جہاں خواہش اقتدار ختم ہو جاتی

ہے وہ آپ کے لیے کسی قسم کا خطرہ نہیں ہیں۔ وہ تو ہر وقت مصلحت عبادت پر ہی بیٹھ رہتے ہیں۔

منصور نے کہا مجھے معلوم ہے تو شیعیان اکل محرم سے ہے۔ لیکن مجھے بھی یہ معلوم ہے کہ اقتدار بانجھ ہوتا ہے

میں نے آج قسم کھائی ہے کہ جعفرؑ ابن محمد کو آج رات ہی قتل کر دوں۔

محمدؑ کہتا ہے میں نے ان اللہ پڑھا اور بڑا پریشان ہو گیا۔

منصور نے جلا دکو بلایا۔ اور کہا جب جعفرؑ ابن محمد میرے پاس آکر بیٹھ جائے اور میں اسے باتوں میں لگا لوں۔ اسی

دوران میں سر سے ٹوپی اتاروں گا۔ جو نہی میں ٹوپی اتاروں تو جعفرؑ کو قتل کر دیتا۔

پھر منصور نے امام جعفرؑ کو لانے کا حکم دیا۔ میں نے دیکھا جب امام صادقؑ تشریف لائے تو ان کی دونوں ہونٹیں لڑ رہے تھے۔

مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے پورا محل اس طرح لرز رہا ہے جس طرح موجوں میں گھری ہوئی کشتی لرزتی ہے۔ منصور امام صادقؑ کے قریب گیا اور آپ کے کندھے کا اس طرح سہارا لیا جس طرح ایک گرنے والا شخص کسی کا سہارا لیتا ہے۔ زینصور کے سر پہ شاہی تاج تھا اور پاؤں میں جوتے تھے۔ اس کا چہرہ زرد تھا۔ تمام جسم کینا پارہا تھا! منصور کا چہرہ لحوہ لحوہ بدل رہا تھا۔

منصور نے امام صادقؑ کو تخت پر بٹھایا۔ خود اس طرح دوڑا نو ہو کر آپ کے سامنے بیٹھا جس طرح مجرم غلام آقا کے سامنے بیٹھتا ہے۔

کننے لگا۔ فرزند رسول! اس وقت آپ کیسے تشریف لائے؟

آپ نے مسکاکے فرمایا۔ مجھے پیغام ملا ہے کہ منصور بلارہا ہے۔

منصور نے کہا: قاصد نے غلط کہا ہے۔ میں بھلا اس وقت آپ کو کیسے تکلیف دے سکتا تھا۔ آپ اکرام فرمائیں

اگر کوئی ضرورت ہو تو فرمائیں۔

آپ نے فرمایا۔ میری صرف یہ ضرورت ہے کہ تو بلا ضرورت مجھے ہر وقت بلانا چھوڑ دے۔

منصور نے کہا۔ میری توبہ۔ میں آپ کو کیوں بلاؤں گا۔

امام صادقؑ تشریف لے گئے۔ منصور نے خواب آور دو اونگواتی اور سو گیا۔ میں بیٹھا رہا نصف شب کے بعد منصور

بے ڈار ہوا۔ مجھے بیٹھا دیکھ کر خوش ہوا۔ اور کہنے لگا۔ میں رنج حاجت سے فارغ ہوں۔ پھر مجھے کج کا دانت

پتاؤں گا۔

کچھ دیر بعد منصور نے کہا۔ جب جعفرؑ نے میرے صحن میں قدم رکھا تو میں نے ایک اتنا بڑا اثر دیا دیکھا کہ میرے

اوسان خطا ہو گئے اس اثر دہانے منہ کھول رکھا تھا۔ اثر دہا کا نیچلا ہونٹ زمین پر اور اوپر والا جیڑا میرے محل کے بلند

لنگر تک پہنچ رہا تھا۔ اثر دہا کی زبان انگارے اگل رہی تھی۔ اس نے مجھے فصیح عربی میں کہا۔ اگر جعفرؑ ابن محمدؑ کو کچھ

بھی ہوا تو میں اس پورے محل کو مع کینوں کے نکل لوں گا۔

محمدؑ کتابے میں نے کہا۔ آپ کو معلوم ہے آل محمدؑ میں سے ایک فرد ایسا رہتا ہے جو آدم سے خاتم تک تمام علوم

انبیا اور کمالات مرسلین کا وارث ہوتا ہے۔

میرا خیال ہے کہ جعفرؑ انہی میں سے ہے۔

اگلے سال میں نے منصورؑ امام صادقؑ کی زیارت کی اجازت مانگی۔ منصور نے نجوشی مجھے اجازت دے دی جب

میں حاضر ہوا تو قدم بوس ہو کر عرض کی۔ آپ کو اپنے جدا مجد کا واسطہ ہے آپ مجھے وہ دعا تعلیم کریں جو آپ نے منصور کے پاس جاتے ہوئے پڑھی تھی۔

آپ نے فرمایا۔ محمد اتنا پریشان کیوں ہوتا ہے۔ ہم آل محمد خلیل نہیں ہیں۔ البتہ نااہلوں سے بچتے ہیں۔ تو اس کا اہل ہے یہ دعلب ہے۔ لے لے۔

شرح ثانیہ میں ربیع سے منقول ہے کہ منصور نے بابل کے جادوگروں میں سے ستر معروف جادوگروں کو بلایا اور ان سے کہا۔ میں نے سنا ہے تم ان جادوگروں کی اولاد ہو جنہوں نے حضرت موسیٰ سے مقابلہ کیا تھا۔ آج دیکھ رہے ہو یہ جعفر ابن محمد تمہاری طرح کا جادوگر ہے۔ اس نے میرا ناک میں دم کر رکھا ہے۔ اگر اسے زیر کر دو تو زندہ مانگا انعام دوں گا۔

ان جادوگروں نے کہا۔ اگر وہ جادوگر ہو تو آپ یقین کریں اس وقت روئے ارض پر ہم سے بڑا جادوگر کوئی نہیں زیر ہو جائے گا۔

وہ دربار میں آئے اور ہر ایک نے ایک درندہ کی بت بنا کر اپنے ساتھ بٹھالیا۔ جو دیکھنے والوں کو زندہ معلوم ہوتے تھے۔ دربار منصور میں ہر طرف بیٹھ گئے۔ اور ہر جادوگر اپنے درندہ کے ساتھ بیٹھ گیا۔

جب دربار راستہ ہو گیا تو منصور نے امام صادقؑ کو بلایا۔ آپ تشریف لائے۔ جب آپ نے جادوگروں کے درندوں کو دیکھا تو آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور فرمایا۔

شاید تم بھی مجھے نہیں پہانتے۔ میں فخر موسیٰ کا فرزند ہوں۔ اور حجت فیما ہوں۔ آج کے بعد پھر کبھی تم کسی کو دھوکا نہ دے سکو گے۔ موسیٰ کے عصا نے سانپوں کو کھایا تھا۔ لیکن آج میں تمہارے تخلیق کردہ ان بے جان درندوں کو حکم دیتا ہوں۔ کہ وہ جاندار بن کر تمہیں نگل لیں۔

پھر کیا تھا ہر درندہ اپنے بنانے والے پر جھپٹا اور ان کی آن میں اسے ٹہپ کر گیا۔ یہ دیکھ کر منصور غش کر گیا۔

جب اسے آنا ہوا تو ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا۔

اے وارث رسولؐ مجھے معاف فرمادیں۔

آپ نے فرمایا۔ گھبرامت مجھے معاف کیا ہے۔ تیرا حساب قیامت کو ہوگا۔

منصور نے کہا۔ اور وہ جادوگر۔

آپ نے فرمایا۔ جس دن موسیٰ کا عصا جادوگروں کے سانپ واپس کرے گا۔ اسی دن یہ درندے جادوگر واپس کر دیں گے۔

بجاریں محمد ابن سعید سے مروی ہے کہ میرا سالانہ ٹیکس بڑا زیادہ تھا اور میرے پاس ادائیگی کے لیے کچھ نہ تھا۔

مجھے چند مفتوں کی ہنلت چاہیے تھی ٹیکس وصول کرنے والے محمد بن سماء موالیان آل محمد سے تھا۔ میں امام صادق کے پاس آیا اور عرض کی۔

قبہ محمد کے نام ایک رقوم دے دیں۔ تاکہ کچھ دنوں تک ٹل جائے۔
آپ نے فرمایا۔ جا محمد سے کہہ دے کہ۔
جعفر بن محمد کہہ رہا ہے۔

جس نے ہمارے موالی کا احترام کیا اس نے کم خریدا یا
جس نے ہمارے موالی کی توہین کی اس نے غضب خدا کو دعوت دی۔
جس نے ہمارے شیخ پرا حسان کیا اس نے گویا امیر المومنین علی پرا حسان کیا۔
جس نے امیر المومنین پرا حسان کیا اس نے گویا نبی کو مین کو ممنون کیا۔ اور۔
جس نے نبی کو مین کو ممنون کیا۔ اس نے گویا اللہ کو ممنون کیا اور
جس نے اللہ کو ممنون کیا وہ قیامت میں ہمارے ساتھ ہوگا۔

میں محمد کے پاس آیا۔ اسے بتایا۔ اس نے تین مرتبہ مجھ سے قسم لی ہے کہ کیا واقفاً امام صادق نے یہ فرمایا ہے؟

میں نے جب تین مرتبہ قسم اٹھائی تو اس نے اپنے کلرک کو بلایا۔ اور اسے کہا۔ کہ دیکھ ابن سعید کا لگان کتنا ہے؟

اس نے دیکھ کر بتایا۔ ساٹھ ہزار دینار
محمد نے کہا۔ اسے مٹا دے۔

پھر محمد نے مجھے ایک بھیلی، ایک کینز اور ایک گھوڑا مع سارے سامان کے دیا۔
میں امام صادق کے پاس آیا۔ آپ مسکرائے اور فرمایا۔ تو خود سنائے گا یا میں سنائوں؟
میں نے عرض کیا۔ قبہ آپ کی زبان میں زیادہ حسن ہے۔
پھر آپ نے اول سے آخر تک اس طرح تمام واقف سنایا جیسے آپ ہمارے ساتھ ہوں۔

ابو حنیفہ سے چند سوال؛

اجتاج میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ ابو حنیفہ امام صادق کے پاس آیا۔ ابن ابی لیلی کا بیان ہے کہ میں بھی ابو حنیفہ کے ساتھ تھا۔

امام صادقؑ نے پوچھا۔

میں نے سنا ہے آپ اہل عراق کے مفتی ہیں۔

ابو حنیفہ نے کہا۔ ہاں۔

آپ نے فرمایا۔ اگر آپ اور لوگ یہ نہ کہتے کہ جعفرؑ ان محمدؐ نے بے اعتنائی کی ہے اور کوئی گفتگو نہیں کی تو میں نے آپ تعظایم باتیں نہ کرتا۔

آپ کس بنیاد پر فتویٰ دیتے ہیں؟

ابو حنیفہ نے کہا۔ قرآن سے۔

آپ نے فرمایا۔ گویا آپ کو قرآن کے ناسخ و منسوخ، محکم و مشابہ اور تاویل و تشریح کا علم ہے۔

ابو حنیفہ نے کہا۔ ہاں۔

آپ نے فرمایا۔ ایت ہے۔ سپروا فیہا لیلیٰ وایاماً آمینین۔ شب وروزا من سے رہو۔ اس سے کیا مراد ہے۔

ابو حنیفہ نے کہا۔ مکہ اور مدینہ کے باہین کا علاقہ مراد ہے۔

آپ نے فرمایا۔ اپنے علم اور انصاف سے بتا کیا مکہ اور مدینہ کے درمیان کبھی کوئی قافلہ نہیں لٹا؟

ابو حنیفہ نے کہا۔ کئی قافلے لٹے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ اب یا اللہ نے غلط کہا ہے یا آپ غلط کہہ رہے ہیں۔

اچھا۔ دوسری ایت ہے۔ من دخلہ کان امانا۔ جو بھی آگیا وہ محفوظ ہو گیا۔ اس سے کونسی جگہ مراد ہے۔

ابو حنیفہ نے کہا۔ بیت اللہ مراد ہے۔

آپ نے فرمایا۔ کیا عبد اللہ ابن زبیر بیت اللہ میں قتل نہیں ہوا تھا۔

ابو حنیفہ نے کہا۔ وہیں قتل ہوا تھا۔

آپ نے فرمایا۔ پھر اللہ کا وعدہ کیا ہوا۔

ابو حنیفہ نے کہا۔ قرآن کا تو مجھے زیادہ علم نہیں ہے۔ البتہ قیاس میں میری دسترس وسیع ہے اور میرے اکثر فتاویٰ کی بنیاد قیاس ہی ہوتی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ از روئے قیاس زنا زیادہ جرم ہے یا قتل؟

ابو حنیفہ نے کہا۔ قتل۔

آپ نے فرمایا۔ جب قتل زیادہ جرم ہے تو از روئے قیاس قتل کیلئے گواہ زنا کی نسبت زیادہ ہونا چاہتے تھے۔

جب کہ حکم شریعت اور آپ کے قیاس میں تضاد ہے، اچھا از روئے قیاس پیشاب زیادہ نجس ہے یا نبی؟ ابو حنیفہ نے کہا۔ پیشاب۔

آپ نے فرمایا۔ اگر پیشاب زیادہ نجس ہے تو پھر از روئے قیاس پیشاب کے بعد غسل اور خروج نبی کے بعد صرف وضو کافی ہونا چاہیے تھا۔

جب کہ شریعت آپ کے قیاس کے برعکس ہے۔ ابو حنیفہ نے کہا۔ مجھے اپنی فکر پر زیادہ اعتماد ہے اور قرآن و قیاس کی نسبت میں زیادہ فتوے اپنی فکر کے مطابق دیتا ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ آپ کی فکر اس مسئلہ میں کیا فتوے دے گی۔ جب ایک آقا اور غلام ایک وقت میں شادی کریں۔

ایک رات مباشرت کریں دونوں نطفہ ایک وقت متعقد ہو جائے۔ دونوں کی بیویاں ایک کمرہ میں رہتی ہوں۔ نو ماہ بعد دونوں کی بیویاں ایک کمرہ میں دو بچے جنیں، مکان کی چھت گر جائے۔ دونوں مائیں دب کر فوت ہو جائیں۔ اور دونوں بچے زندہ رہ جائیں۔

اب آپ کی فکر کے مطابق ان دونوں بچوں میں سے مالک کون ہوگا۔ غلام کون ہوگا۔ وارث کون ہوگا اور ترکہ کون ہوگا۔

ابو حنیفہ نے کہا۔ حضور! میرے پاس زیادہ مسائل حدود و تعزیرات کے آتے ہیں۔ ان میں تو میں طاق ہوں ان دیگر مسائل میں میں نے کبھی زیادہ فکر نہیں کی۔

آپ نے فرمایا۔ اگر ایک نابینا، بینا کی ایک آنکھ پھوڑ دے اور ایک ہاتھوں سے مجروح صحیح شخص کا ہاتھ کاٹ دے تو ان پر حد کس طرح جاری ہوگی۔

ابو حنیفہ نے کہا۔ میرا زیادہ مطالعہ بعثت انبیاء کا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ اچھا یہ بتا کہ حضرت موسیٰ و ہارون سے اللہ نے فرمایا ہے اذہب الی قوعون لعلہ یتذکراد محبتی تم دونوں قوعون کے پاس جاؤ ممکن ہے وہ ڈر جائے۔ اس میں لفظ لعل شک کے لیے ہے

کیا اللہ کو بھی شک تھا؟

ابو حنیفہ خاموش ہو گیا۔

آپ نے فرمایا۔ ابو حنیفہ آپ نے قرآن سے لاعلمی ظاہر کی۔ قیاس بنیادین نہیں۔ حدود کا تو وارث نہیں۔ بعثت انبیاء سے خاتم الانبیاء و واقف تھے اور نقص رائے کا تو خود اعتراف کرتا ہے۔

ابو حنیفہ نے کہا۔ آج کے بعد قیاس اور رائے سے فتویٰ نہیں دوں گا۔

آپ نے فرمایا۔ جس طرح ہوس اقتدار میں ایسا نہیں کر سکے ویسے تو یہی ایسا نہیں کر سکے گا۔
اختصاص شیخ مفید میں سماع سے مروی ہے کہ ایک شخص نے ابو حنیفہ سے لاشی کے متعلق سوال کیا۔ ابو حنیفہ نے کافی سوچا لیکن اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔
باآخراں نے سائل سے کہا۔

یہ میرا نچرا فضیول کے امام کے پاس لے جا اور لاشی میں فروخت کر دے جو قیمت وہ دے لے آنا۔ تجھے بھی پتہ چل جائے گا اور مجھے بھی وہ شخص امام صادق کی خدمت میں نچر لایا۔ اور کہا فروخت کرنا چاہتا ہوں۔
آپ نے فرمایا۔ ابو حنیفہ نے بھیجا ہے اور اس کی قیمت لاشی ہے ناں؟
اس نے کہا۔ ہاں اسی طرح ہے۔

آپ نے اپنے غلام سے فرمایا۔ نچر لیکر صطل میں باندھ دے۔
آپ مصروف گفتگو ہو گئے۔

اس شخص نے کافی انتظار کیا جب کچھ نہ ملا تو عرض کیا۔ قید۔
نچر کی قیمت؟

آپ نے فرمایا۔ کل صبح ابو حنیفہ کو بھیج دینا۔
دوسرے دن صبح ابو حنیفہ آگیا۔
آپ نے فرمایا۔ نچر کی قیمت لینے آیا ہے؟
ابو حنیفہ نے کہا۔ ہاں

آپ نے غلام سے فرمایا۔ میرے گھوڑے پر زین کس دے۔ آپ ابو حنیفہ کو لے کر باہر صحرا میں گئے۔ بہت دور نکل گئے۔ دن چڑھ گیا۔ دور سرب نظر آرہا تھا۔
آپ نے فرمایا۔ وہ کیا نظر آرہا ہے۔
ابو حنیفہ نے کہا۔ پانی۔

آپ آگے بڑھے جب وہاں پہنچے تو کچھ نہ تھا۔
آپ نے فرمایا۔ یہ ہے آپ کے نچر کی قیمت وصول کر لیں۔
ابو حنیفہ نے کہا۔ یہ کیسے لاشی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ قرآن میں اسی کو لاشی قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد قدرت ہے حتی اذا جاء له یحداہ شیئا۔
جب پیام سرب دیکھ کر آتا ہے تو آگے لاشی ہوتی ہے۔

ابو حنیفہ خاموش ہو گیا۔ جب واپس آئے تو ابو حنیفہ پریشان تھا۔ شاگردوں کے پوچھنے پر بتایا کہ پھر مفت میں گیا۔ کیونکہ سراب ہی لاشی ہو تا ہے۔ اور جعفر صادقؑ نے مجھے سیراب پر جا کھڑا کر کے کہا۔ اپنے پھر کی قیمت وصول کرے۔

گناہان کبیرہ از قرآن !

اصول کافی میں امام موسیٰ سے مروی ہے کہ ایک دن عمر و ابن عبید امام جعفرؑ کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا مجھے قرآن سے گناہان کبیرہ کی فہرست درکار ہے اگر آپ مہربانی فرمائیں تو۔
آپ نے فرمایا۔ ہاں۔

- ۱۔ شرک باللہ۔ ارشاد باری ہے۔ ان الله لا یغفران یشرک بہ۔
- ۲۔ رحمت خدا سے مایوسی۔ وَیَعِدُهُ الْیَاسُ مِنْ رُوحِ اللَّهِ تَعَالَى یَقُولُ یَا یَاسُ مِنْ رُوحِ اللَّهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْکَافِرُونَ
- ۳۔ عذاب خدا سے اطمینان۔ لا یَا مِنْ مِکْرٍ لِلَّهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ۔
- ۴۔ حقوق والدین۔ برا بوالدی ولم یجعی جباراً ستقیاً۔
- ۵۔ قتل۔ من قتل مؤمناً متعمداً افرأوه جہنم خالداً فیہا۔
- ۶۔ میدان جنگ سے فرار۔ من یولہو یومئذٍ دیلاً لا یموت فی قتالٍ ویمیر الی قتلة فقیاء بغضب من الله وما واه جہنم وبئس المصیر۔
- ۷۔ پاک دامن عورت پر ہمت کرنا۔ لعنوا فی الدنیا والاخرہ ولہم عذاب عظیم۔
- ۸۔ مال یتیم کھانا۔ اتما یا کلون فی بطونہم ناراً۔
- ۹۔ سود خوردی۔ الذین یا کلون الربا لایقومون الا کمایقوم الذین یتخبطہ الشیطان من المس۔
- ۱۰۔ جادو۔ لمن اشتراہ مالہ فی الآخرة من خلاق۔
- ۱۱۔ زنا۔ من یفعل ذلک یلق اتاماً یمضاعف لہ العذاب یوم القیامہ ویخلد فیہ مصہاتاً۔
- ۱۲۔ جھوٹی قسم۔ الذین یشرون بعہد الله وایمانہم تمناکلیلاً اولیک لاخلاق ہم فی الآخرة۔
- ۱۳۔ بخل۔ من یغلل یات مما غسل یوم القیامۃ۔
- ۱۴۔ انکار زکوٰۃ۔ فتکوی بها جباہم وجنوبہم وظہورہم۔
- ۱۵۔ جھوٹی گواہی۔ من یکتمها فانہ اثم قلبیہ۔
- ۱۶۔ شراب خوردی۔ اللہ نے شراب خوردی سے اسی طرح منع فرمایا ہے جس طرح بت پرستی سے روکے ہے
- ۱۷۔ عمدتاً ترک نماز۔ اقیمو الصلوٰۃ ولا تکونوا من المشرکین۔

۱۸۔ عہد شکنی

۱۹۔ قطع رحمی — ادلیک لھم اللعنة ولھم سوء الدار۔

خلافت !

فروع کافی میں عبدالکحیم ابن عتیق سے مروی ہے کہ مکہ میں میں امام صادق کے حضور بیٹھا تھا۔ کہ معترض کہ ایک گروہ جن عمرو ابن عبیدہ واصل ابن عطاء، حفص ابن سالم اور ان کے علاوہ دیگر کافی رؤسا تھے بصورت گروہ آپ کے پاس آگئے۔

یہ ان دنوں کی بات ہے جب ولید قتل ہو گیا تھا۔ اور اہل شام اقتدار عامہ پھوٹ چکے تھے۔

ان لوگوں نے اتنا شور وغل کیا کہ کان پڑی آواز سنانی نہیں دیتی تھی۔

امام صادق نے فرمایا۔ دیکھو ہر آدمی بات نہ کرے تم لوگ اپنے میں سے ایک نمائندہ منتخب کر لو۔ وہ مجھ سے بات کرے۔

جہاں آپ کا نمائندہ لائش کھائے آپ اس سے تعاون کریں۔

تمام نے عمرو ابن عبیدہ کو اپنا نمائندہ منتخب کر لیا۔

عمرو ابن عبیدہ نے کہا۔ ولید قتل ہو گیا ہے۔ مسند خلافت خالی ہے۔ ہم محمد ابن عبداللہ ابن حسن کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتے ہیں۔ اور محمد کی سرکردگی میں جہاد کرنا چاہتے ہیں۔ جو ہمارا ساتھ دے گا۔ ہم اس کا ساتھ دیں گے جو غیر جانبدار رہے گا ہم اسے نہیں چھیڑیں گے۔ جس نے ہمارے ساتھ لڑنا چاہا ہم لڑیں گے۔

آپ کے پاس اس لیے آئے ہیں کہ آپ مع اپنے شیعوں کے ہمارا ساتھ دیں۔

اس کے بعد عمرو خاموش ہو گیا۔

امام صادق نے تمام دیگر افراد سے پوچھا۔ تم سب کا یہی مقصد ہے۔

سب نے کہا۔ بالکل یہی۔

آپ نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔ ہم صرف اس وقت ناراض ہوتے ہیں جب اللہ کی نافرمانی کی جائے۔ اگر اللہ کی اطاعت کی جائے ہم سے مشورہ لیا جائے یا ہم نے ہمیشہ رضا مندی کا اظہار کیا ہے۔ اے ابن عبیدہ اب یہ بتائیں کہ اگر یہ تمام امت آپ کو یہ ذمہ داری سونپ دے اور آپ سے کہے کہ جسے آپ خلیفہ بنا نا چاہیں بنا دیں تو آپ کیا کریں گے۔

ابن عبیدہ نے کہا۔ میں شوریٰ سے خلیفہ بناؤں گا۔

آپ نے فرمایا۔ اس شوریٰ میں تمام امت مسلمہ شامل ہوگی یا مخصوص افراد

ابن عبید نے کہا: تمام امت مسلمہ شامل ہوگی۔

آپ نے فرمایا: عالم وغیر عالم۔ فقیہ وغیر فقیہ۔ قریش وغیر قریش۔ عرب و عجم سب شامل ہوں گے۔

ابن عبید نے کہا: ہاں سب شامل ہوں گے۔

آپ نے فرمایا: اب یہ بتائیں کہ آپ ابو بکر و عمر کے مویلوں سے ہیں یا دشمنوں سے؟

ابن عبید نے کہا: ان کے مویلوں سے ہوں۔

آپ نے دوسرے تمام لوگوں سے یہی سوال کیا۔

ان سب نے بھی جواب میں ابن عبید کی تائید کی۔

آپ نے فرمایا: اے ابن عبید آپ قولا ان کی موافقت اور عملا ان سے مخالفت کر رہے ہیں۔

ابن عبید نے کہا: نہیں میں قولا اور عملا ہر دو را اعتبار سے ان کی موافقت میں ہوں۔

آپ نے فرمایا: عمر نے سقیفہ بنی ساعدہ میں کسی سے مشورہ کیے بغیر ابو بکر کی بیعت کی تھی۔ پھر ابو بکر نے کسی

سے مشورہ کیے بغیر عمر کو نازد کیا تھا۔ پھر عمر نے خلافت کو صرف چھ افراد میں منحصر کر دیا۔ اور تمام مہاجرین و انصار کو

شورحی سے باہر رکھا۔ البتہ اپنے بیٹے ابن عمر کو شریک مشورہ کیا۔ لیکن اسے سختی دے دیا۔ اور دم مرگ تمام مہاجرین و

انصار کو وصیت کی کہ ان چھ افراد کو تین دن تک کمرہ میں بند رکھا اور اگر کسی ایک کی خلافت پر اتفاق کر لیں تو فیہا۔

ورنہ چھیٹوں کو قتل کر دیتا۔ اگر متحد ہو جائیں اور دو اختلاف کریں تو ان کی گردن اٹا دینا۔ کیا تم یہ راستہ اختیار

کر دو گے۔

سب نے کہا: نہیں۔

آپ نے فرمایا: اچھا ابن عبید یہ بتائیں کہ آپ نے تمام امت مسلمہ کو اپنے پسندیدہ شخص کی دعوت دی اور

تمام نے بلا اختلاف اسے قبول کر لیا۔ تمہارے سامنے ان مشرکین کا معاملہ ہوگا جو نہ اسلام قبول کریں اور نہ جزیہ دیں

ایسے افراد کے لیے تمہارے پاس کیا سلوک ہوگا۔ اور یرت رسول کی ہے۔

ابن عبید نے کہا: ہم انہیں دعوت اسلام دیں گے۔ اگر انہوں نے اسلام قبول نہ کیا تو ان پر جزیہ عائد

کریں گے۔

آپ نے فرمایا: خواہ غیر اہل کتاب مجوسی مشرکین اور بت پرست بھی ہو؟

ابن عبید نے کہا: ہاں سب کا حکم برابر ہوگا۔

آپ نے فرمایا: کیا تلاوت قرآن کرتا رہتا ہے؟

ابن عبید نے کہا: ہاں۔

آپ نے فرمایا: ارشاد قدرت ہے، ان لوگوں سے جنگ کرو جو اللہ اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتے۔

حرام خدا اور رسول کو حرام نہیں سمجھتے۔ اہل کتاب میں سے جو دین حق کو قبول نہیں کرتے حتیٰ کہ وہ ذلت گوارا کر کے جزیرہ پر راضی ہو جائیں۔

اہل کتاب اور غیر اہل کتاب میں تفریق کی گئی ہے۔ آپ نے دونوں کو ایک لاشھی سے بانٹنے کا حکم کہاں سے لیا ہے۔

ابن عبید نے کہا میں نے لوگوں سے اسی طرح سنا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ جب قرآن موجود ہے تو پھر لوگوں سے سننے سنانے احکام کی کیا حیثیت ہے۔ اچھا اسے بھی چھوڑا یہ بتا کہ اگر ان لوگوں نے اسلام اور جزیرہ ہر دو سے انکار کر دیا۔ آپ نے ان سے جنگ کی۔ آپ فاتح بن گئے۔ حاصل ہونے والی غنیمت کا کیا کریں گے۔

ابن عبید نے کہا۔ پانچ حصوں میں تقسیم کروں گا۔ خمس نکال کر باقی چار حصے مجاہدین میں تقسیم کروں گا۔ آپ نے فرمایا۔ یہ بتائیں کہ آپ خمس کسے دیں گے۔

ابن عبیدہ نے کہا۔ ایک حصہ رسول کا ہے۔ ایک اقرباء کا ہے۔ ایک یتامیٰ کا ہے اور ایک مساکین کا ہے انہیں دوں گا۔

آپ نے فرمایا۔ رسول کا حصہ کسے دے گا۔

ابن عبید نے کہا۔ اس میں فقہا کا اختلاف ہے۔ کچھ اہل بیت رسول کو دلاتے ہیں۔ کچھ حق خلیفہ سمجھتے ہیں۔ اور کچھ مسلمان مجاہدین کے اقرباء کو دیتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ میرا کیا خیال ہے۔

ابن عبید نے کہا۔ مجھے معلوم ہے۔

آپ نے فرمایا۔ اچھا بقیہ چار حصے تمام مسلمانوں میں برابر تقسیم کرے گا۔ ابن عبید نے کہا۔ ہاں۔

آپ نے فرمایا۔ اگر ایسا کیا تو میرا رسول کی مخالفت ہوگی۔ آپ مدینہ کے فقہاء اور سن رسیدہ افراد سے پوچھ لیں۔ ان حضور نے عربوں سے اس بات پر صلح کی تھی کہ تم مسلمانوں سے جنگ میں تعاون کرو گے لیکن غنیمت میں حصہ دار نہیں ہوں گے۔

آپ نے فرمایا۔ اچھا چھوڑو۔ یہ بتائیں کہ آپ زکوٰۃ وصول کریں گے تو اسے کیسے تقسیم کریں گے۔ ابن عبید نے کہا۔ جو مستحق قرآن میں بتائے گئے ان کو دوں گا۔

آپ نے فرمایا۔ قرآن میں بتائی گئی اقسام میں سے اگر ایک قسم کے دس ہزار افراد ہوں اور ایک قسم کا صرف ایک فرد موجود ہو تو کیا ایک حصہ دس ہزار کو دے گا اور ایک حصہ ایک فرد کو دے گا۔

آپ نے فرمایا۔ اچھا یہ تاویہا تھی اور شہریوں کے صدقات وصول کر کے سب کو اکٹھا کر کے سب میں تقسیم بھی کرے گا۔

ابن عبید نے کہا ہاں۔

آپ نے فرمایا۔ یہ بھی میرے رسول کے خلاف ہے یہ فقہائے مدینہ اور مدینہ کے سن رسیدہ لوگ موجود ہیں ان سے پوچھ لے نبی اکرم کے صدقات دیہاتوں کے صدقات وصول میں اور شہریوں کے صدقات شہریوں میں تقسیم فرماتے تھے۔

اے ابن عبیدہ۔ اے ابن عبید کے ساتھ آنے والو! اللہ سے ڈرو مجھے میرے والد نے اپنے والد کے ذریعہ نبی اکرم سے حدیث بیان کی ہے کہ جو شخص اپنے اقتدار کی خاطر کسی ایک مسلمان کی گردن بھی مارے وہ ضال اور مضل ہے۔

صوفیوں کو درس!

ذبح کافی میں مشغول ابن صدقہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ چند صوفی امام صادق کے پاس آئے اور کہنے لگے۔ ہم لوگوں کو ترک دنیا کی تبلیغ کرتے ہیں لیکن آپ انہیں حصول زر کا سبق دیتے ہیں۔ آپ بھی ایسا کیوں کرتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ آپ کے پاس تبلیغ ترک دنیا کی دلیل کہاں سے ہے۔ انہوں نے کہا۔ قرآن سے۔

آپ نے فرمایا۔ وہ دلائل ہیں بھی تاؤ۔ کیوں کہ قرآن سے زیادہ کوئی چیز قابل اتباع نہیں ہے۔ انہوں نے کہا۔ ذات احادیث نے نبی اکرم کے بعض صحابہ کے متعلق بتایا ہے۔

یو ثرون علی انفسہم ولو کان بہم خصاصہ
ومن یوق شح نفسه فاولئک ہم المفلحون۔
یطعمون الطعام علی حبه مسکینا و
یتیمیا و اسیرا۔

یہ دوسرے لوگ کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے ہیں خواہ خود بھوکے ہی ہوں جو لوگ شح نفس سے پرہیز کرتے ہیں۔ وہی نلاج یافتہ ہیں۔ محبت خدا میں مسکین، یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں۔

اب آپ فرمائیں۔ ہم نے یہ دو آیات پیش کی ہیں

آپ نے فرمایا پہلے تو آپ لوگ مجھے یہ بتائیں کہ آپ کو قرآن کے نسخ و نسخ اور محکم اور متشابہ وغیرہ کا

علم ہے؟

انہوں نے کہا، پورے قرآن کا دعویٰ تو ہم نہیں کر سکتے۔ البتہ بعض قرآن کے متعلق کہہ سکتے ہیں۔
آپ نے فرمایا، جب بقول تہلکے تم پورے قرآن کا علم نہیں رکھتے۔ تو یہ آیات جو آپ نے پیش کی ہیں یہ قرآن
کے کس حصے سے ہیں۔ پھر یہی صحت احادیث بنو یہ کی ہے۔

اب سنو جو آیات تم نے پیش کی ہیں، ان میں ذات احیاء نے چند افراد کی مدح فرمائی ہے۔ یہ وہ افراد ہیں جو
کے لیے وہ چیز جس میں انہوں نے دوسروں کو اپنی ذات پر ترجیح دی تھی، ان کے لیے بباح اور جائز تھی۔ اللہ کی طرف
سے ان پر حرام اور ناجائز نہیں تھی۔ ذات احیاء نے ان کے عمل کے خلاف حکم دیا ہے۔ اگر ہمیں قرآن میں ان کے
اس عمل کے خلاف حکم مل جائے تو پھر ہمیں ماننا ہوگا کہ وہ حکم اس آیت میں بتائی گئی تو یہی سے ماخوذ حکم کا نسخ ہوگا
یا نہیں۔

انہوں نے کہا، یقیناً نسخ ہوگا۔

نبی اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے کہ۔ اگر کسی کے پاس کھجور کے چند دانے یا چند دھیاں یا چند دینار یا چند درہم ہوں
اور وہ انہیں خرچ کرنا چاہے۔

تو سب سے پہلا نمبر والدین کا ہے۔

دوسرا نمبر اہل گناہ کی اپنی ذات اور اہل دیہات کا ہے۔

تیسرا نمبر اقرباء کا ہے۔

چوتھا نمبر پڑوسی فقراء کا ہے اور

پانچواں نمبر فی سبیل اللہ کا ہے۔

آپ نے اپنے آخری ایام میں انصار کو وصیت فرمائی تھی کہ اگر تمہارے چھوٹے چھوٹے بچے ہوں تو ان کے لیے کچھ کر کے
جانا، ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے بعد بھوکے مرنے لگیں۔

انہوں نے کہا، یہ تو آپ احادیث پڑھنے لگے ہیں۔ آپ نے کوئی ایسی آیت نہیں بتائی جو ہماری تبلیغ کے

خلاف ہو۔

آپ نے فرمایا، حدیث قرآن ہی کی مفسر ہوتی ہے، وہی حدیث قابل تسلیم نہیں ہوتی۔ جو قرآن کے خلاف ہو
یا جس کا سند مخدوش ہو۔ میں نے جو احادیث سنائی ہیں، نہ تو یہ مخالف قرآن ہیں اور نہ ان کی سند میں کوئی
خدا شہ ہے۔

ویسے آیت بھی ہے۔

ارشاد باری ہے۔

وَالَّذِينَ إِذَا الْفُقَرَاءُ لَهُمْ فَسْوَادٌ لَّهُمْ
وہ لوگ (مومن) ہیں جو لوگوں کو خرچ نہ تو اسراف کرتے ہیں

یقتروا وکان بین ذلک قواما۔ اور نہ بخل کرتے ہیں۔ ان دونوں کے بین بین ہی اختلاف کے دیکھے اللہ نے آپ کے دعویٰ اور تبلیغ کے خلاف فرمایا ہے۔ دوسرے مقام پر ارشاد قدرت ہے۔

ان الله لا يحب المفسرين۔ اللہ اسراف کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔

اللہ نے جن طرح بخل سے منع فرمایا ہے اسی طرح اسراف سے بھی روکا ہے۔ بقول آپ کے جو کچھ اس وقت کسی کے پاس ہے اگر وہ اپنے پر ترجیح دے کے کسی کو دے دے۔ پھر اللہ سے دعلے رزق کرے تو نبی اکرم سے مروی احادیث کے مطابق اللہ اس کی دعا قبول نہیں کرتا۔

آنحضرت نے ایک حدیث میں فرمایا ہے کہ

اللہ میری امت کے چند افراد کی دعا قبول نہیں کرتا۔

ایسا شخص جو والدین کے لیے بدعا کرے

ایسا شخص جو کسی کو تحریر کے بغیر قرض دے اور مقروض انکار کر دے۔

ایسا شخص جو اپنی بیوی کے خلاف بدعا کرے۔

ایسا شخص جو گھر میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھ کر دعلے رزق مانگے۔

ایسا شخص جسے اللہ وافر دولت دے اور وہ اسے خرچ کر کے دعا مانگے میرا اللہ مجھے رزق دے۔ جو اب میں

ارشاد قدرت ہے۔ کیا پہلے بھی میں نے ہی تجھے وافر دولت نہیں دی تھی؟ پھر تو نے کیوں مینا نہ روی سے خرچ نہ کیا؟

تو نے میرے حکم کے خلاف کیا اسراف کیا ہے۔

ایسا شخص جو کسی ذرا رحم کے خلاف بدعا کرے۔

علاوہ ازیں اللہ نے خرچ کا طریقہ بھی تعلیم فرمایا ہے۔ اللہ یہ برگزیدہ پسند نہیں کرتا کہ جو کچھ وہ دے اسے رات

کو سونے سے پہلے خرچ کر دو۔ اور صبح اس طرح کنگلے ہو کر اٹھو۔ جسے کہ کسی سائل کو دینے کے لیے بھی کچھ نیپے

نتیجہ یہ ہوگا کہ سائل نہ دینے پر ملامت اور مذمت کرے گا۔

اور مسؤل عند پشیمان و نادوام ہوگا۔

یہی درس ذات احیاء نے اپنے جیب کو دیا ہے۔

لا تجعل يدك فغلوله ولا تبسطها كل الميسر۔

نہ تو اپنے ہاتھ باندھ کے رکھ۔ اور نہ ہی اپنی جیب کو

خالی رکھ۔

مقصود قدرت یہ ہے کہ۔ مانگنے والے کبھی بھی کوئی عند قبول نہیں کرتے۔ اگر آپ نے اپنی تمام جیب خالی کر دی تو

آپ خود کف انوس تے رہیں گے۔

یہ ہیں احادیث نبویہ جو مفسر قرآن اور قرآن کی تصدیق کرتی ہیں۔

آپ لوگ یہ جانتے ہیں کہ آپ جتنے بھی زاہدین جائیں آپ کا زہد جناب سلمان اور جناب ابو ذر سے کم ہی رہے گا؟

انہوں نے کہا۔ ہاں۔

آپ نے فرمایا جناب سلمان کو جب وظیفہ ملتا تھا تو اپنے سال کے اخراجات الگ کر کے رکھ لیتے تھے۔ جب کسی نے آپ استراض کیا۔

کہ آپ اتنے معزز اور زاہد صحابی رسولؐ ہو کر بھی ایک سال کے اخراجات جمع کر کے رکھتے ہیں حالانکہ آپ کو ایک مائس کا بھی بھروسہ نہیں۔

آپ نے جواب دیا۔ بندہ خدا جس طرح ہر لمحہ موت کا انتظار کرنا چاہیے اسی طرح ہر لمحہ زندگی کی امید بھی رکھنا چاہیے۔ نہ موت کے خوف سے بھوکا مرنے چاہیے اور نہ زندگی کی امید میں ہزاروں برس کا ذخیرہ جمع کرنا چاہیے۔ جہاں اللہ نے طول عمر کی دعا مانگنے کا حکم دیا ہے۔ وہاں اللہ نے یہ بھی اجازت دی ہے کہ طول عمر کی امید بھی رکھا کر دو۔

جناب ابو ذر کو دیکھئے۔ آپ کے پاس اونٹوں اور بھیڑ بکریوں کے ریوڑ تھے۔ مالدار تھے۔ بوقت ضرورت اپنے لیے ہمانوں کے لیے اور پڑوسیوں کے اونٹ تک نحر کر دیتے تھے۔ اور خود دوسروں جیسا حصہ لیتے تھے۔

اے راہبوں کے پیروکارو! مجھے میرے باپ نے اپنے اباہ کے ذریعہ نبی اکرمؐ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے۔

نہات دنیا کے مقابلہ میں اگر مومن کے جسم کو قینچی سے کاٹا جائے تو اس کے لیے بدرجہا بہتر ہے۔

تم اپنے جسم کیوں نہیں کٹواتے۔

اگر ایک قاضی ایک شوہر کو حکم دیتا ہے کہ اپنی بیوی کے سال کے اخراجات ادا کرے۔ تو اب اس کی دہری

صورتیں ہیں۔

قاضی کو عادل کہو۔ یا ظالم

اگر ظالم کہو گے تو دنیا تمہیں ملامت کرے گی۔ اور اگر عادل کہو گے تو تم اپنے دعویٰ کے خلاف خود ہی گواہ بن جاؤ گے

کیونکہ بیوی کو سال کے اخراجات دہی ادا کر سکے گا جس کے اپنے پاس کچھ ہو گا۔

اگر بقول تمہارے سب لوگ تمہاری طرح زاہدین جائیں تو یہ بتاؤ کہ خمس، زکوٰۃ، فطرہ اور دیگر صدقات کسے دیئے

جائیں گے۔

اگر تمہارا دعویٰ دہری دوست مان لیا جائے اور کوئی شخص اپنے گھر میں کچھ ہی بچا کر رکھے۔ اور جیسا کہ تم

تبلیغ کر رہے تھے کہ حکم خدا ہی یہی ہے۔ تو پھر خداوند عالم نے۔ یہ زکوٰۃ۔ اور خمس وغیرہ کے احکام کوئی غلط دیتے ہیں حضرت سلیمان جو کہ معصوم نبی تھے۔ انہوں نے جب اللہ سے یہ سوال کیا کہ مجھے ایسی حکومت دے۔ جیسی میں کسی کو نہ دی ہو۔ تمہارے بقول حضرت سلیمان نے ایسی حکومت مانگ کر اور اللہ نے ایسی حکومت دے کر غلطی کی ہے۔

جب حضرت یوسف نبی معصوم نے شاہ مصر سے مطالبہ کیا تھا کہ حکومت کا تمام خزانہ میرے حوالے کر دے تمہاری تبلیغ کے مطابق جناب یوسف نے بھی گویا غلط ہی کیا تھا۔ جناب دو القرتین جسے اللہ نے روئے ارض کا حکمران بنا دیا تھا۔ تمہارے بقول گویا اللہ نے غلط کیا تھا۔ دیکھو! احکام خدا کو اپنی خواہشات کے مطابق نہ بدلو۔ اپنی خواہشات کو احکام الہیہ کا تابع بناؤ۔

توحید پر مذاکرہ ۱

کافی میں ابو منصور سے مروی ہے کہ ایام حج میں ایک سال ابن ابوالعوجاء ابوالمقفع اور ابوالعوجاء بیٹھے تھے لوگ مصروف طواف تھے۔ ابوالمقفع نے کہا۔ یہ جتنے لوگ مصروف طواف ہیں ان میں اگر انسانیت ہے تو صرف اس شخص میں جو وہ بیٹھا ہے۔

ابوالعوجاء نے کہا۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ ابوالمقفع نے کہا۔ جو علم۔ حلم۔ شرافت۔ متانت اور دیگر اوصاف اس میں ہیں یہ سب لوگ ان اوصاف سے خالی ہیں۔

ابوالعوجاء نے کہا۔ جب تک میں خود نہ آزمائوں اس وقت میں نہیں مانوں گا۔ ابوالمقفع نے کہا۔ اگر تو اس کے پاس چلا گیا تو کہیں کا نہ رہے گا۔ اس کی بات مانے گا نہیں اور اپنا عقیدہ چھوڑ بیٹھے گا۔ بشرے اس کے پاس نہ جا۔

ابوالعوجاء نے کہا۔ میرا خیال ہے تو مجھے اس سے منع کر رہا ہے کہ تو نے جو اس کی تعریف کی ہے۔ اب تجھے ڈر لگ رہا ہے کہ اگر میں اس کے پاس چلا گیا تو وہ میری تعریف پر پورا نہیں اترے گا اور تجھے شرمندگی اٹھانا پڑے گی۔

ابوالمقفع نے کہا۔ اگر ایسی بات ہے تو اب توجہ لیکن خیال رکھنا اپنے نظریات پر ڈٹے رہنا۔ ابوالعوجاء چلا گیا۔ کافی دیر بعد واپس آیا۔ تو کہنے لگا۔ اگرچہ اس کا رنگ روپ۔ شکل و صورت اور

نشت و بزخات انسانوں جیسی ہے لیکن میں اسے انسان ماننے پر تیار نہیں ہوں۔ یہ کوئی فرشتہ ہے۔ جو بشکل انسان بیٹھا ہوا ہے۔

ابوالمقفع نے کہا۔ وہ کیسے؟

ابو العوجا نے کہا۔ جب میں اس کے پاس جا کر بیٹھا اور دیکھ لوگ ایک ایک کر کے چلے گئے۔ جب صرف وہ اور میں بچ رہے۔ تو کہنے لگا۔

اگر معاملہ اسی طرح ہے جس طرح یہ طواف کرنے والے کہتے ہیں اور ہے۔ بھی فی الواقع اسی طرح تو پھر یہ لوگ نجات پا جائیں گے۔ اور تم نقدہ جہنم بن جاؤ گے اور اگر معاملہ اسی طرح ہو جس طرح تم کہتے ہو۔ جب کہ اس طرح نہیں ہے تو پھر تم اسی طرح لوگ برابر رہو گے۔

میں نے کہا۔ وہ کیا کہتے ہیں اور ہم کیا کہتے ہیں؟

مجھے تو کسی بات میں کوئی فرق نظر نہیں آتا؟

اس نے کہا۔ تم دونوں مختلف نظریات رکھتے ہو۔ پھر بات ایک کیسے ہو سکتی ہے یہ طواف کرنے والوں کا عقیدہ ہے کہ یوم حشر ہوگا۔ حساب و کتاب ہوگا۔ ثواب و عقاب ہوگا۔ اور تم لوگ ان چیزوں سے انکار کرتے ہو۔ میں نے اسے عنایت جان کر کہا۔ اگر بات ایسی ہی ہے جیسے یہ لوگ کہتے ہیں اور اللہ فی الواقع موجود ہے تو پھر وہ ماننے آکر لوگوں کو اپنی دعوت خود کیوں نہیں دیتا تا کہ یہ اختلاف نہ رہیں۔

اس نے کہا۔ وجود باری علیحدہ معاملہ ہے۔ لوگوں کے اختلافات علیحدہ معاملہ ہیں۔ کیا اختلافات کو عدم وجود کی دلیل

قرار دیا جاسکتا ہے۔

میں نے کہا۔ نہیں۔

اس نے کہا۔ اس ذات کو کیسے معدوم کہا جاسکتا ہے۔

جس نے تجھے نہ ہونے کے بعد وجود دیا۔

جس نے تجھے کینے کے بعد تجھے بڑا کیا۔

جس نے کمزوری کے بعد تجھے طاقتور بنایا۔

جس نے طاقتور بنانے کے بعد تجھے دوبارہ کمزور کیا۔

جس نے تندرستی میں تجھے بیمار کیا۔

جس نے بیماری میں تجھے صحت دی

جس نے غضب میں تجھے ٹھنڈا کیا۔

جس نے اعتدال میں تجھے غصہ دیا۔

جس نے خوشی میں تجھے غم دیا۔

جس نے غم میں تجھے خوشی دی۔

جس نے بغض میں تجھے محبت دی۔

جس نے محبت میں تجھے عداوت دی۔

جس نے عاجزی میں تجھے عزم دیا۔

جس نے عزم میں تجھے عاجز کیا۔

جس نے ناپسندیدگی میں تجھے خواہش دی۔

جس نے خواہش میں تجھے ناپسندیدگی دی۔

جس نے خوف میں تجھے امن دیا۔

جس نے امن میں تجھے خوف دیا۔

جس نے مایوسی میں تجھے امید دلائی۔

جس نے امید میں تجھے مایوس کیا۔

اسی طرح میری ایک ایک وہ صفت گنتا چلا گیا جو مجھ میں تھیں اور جن سے میں انکار نہیں کر سکتا تھا۔

ابو المقفع نے کہا۔ اب میری بات کی تصدیق ہوتی ہے یا نہیں۔

ابوالعوجاء نے کہا۔ اس کے متعلق اب کبھی مجھ سے بات نہیں کروں گا۔ تیری بات سے میں کہیں زیادہ بچنے

لگا ہوں۔

ارشاد مفید میں جیسا کہ اس ابن عمر سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ۔ ابوالعوجاء ابن طاووت ابن اعمی اور ابن قفیع اپنے

دیگر رفقاء کے ساتھ مسجد الحرام میں بیٹھے تھے۔ امام صادق بھی ایک گوشہ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ مختلف لوگ اپنی ضرورت

کے سائل دریافت کر رہے تھے۔

ابوالعوجاء کے ساتھیوں نے اس سے کہا۔ کیا اتنی ہمت ہے کہ علم و دانش کے اسی پہاڑ سے ٹکر لے کر آج سے

اپنے چاہنے والوں کے سامنے شرمندگی ہو۔

ابوالعوجاء نے کہا۔ یہ کونسی بڑی بات ہے۔ میرے ایک سوال کا جواب بھی نہ دے پائے گا۔

ابن مقفع نے کہا۔ ذرا سنبھل کے جاننا۔ یہ دوسرے مسلمان علماء سے مختلف ہے۔ اپنے دعوے کے مطابق علم نبوت کا

وارث ہے۔ اور میں نے آج تک کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جس نے اسے لاجواب کیا ہو۔

ابوالعوجاء اٹھ کر آپ کے پاس چلا آیا۔ آپ کے پاس آکر بیٹھ گیا۔

اسے دیکھ کر دوسرے تقریباً اب لوگ ادھر ادھر ہو گئے۔

ابوالعوجا نے کہا۔ اے ابوبعدا اللہ سنا ہے آپ فرزند رسول اور علم رسول کے وارث ہیں آپ کی بڑی علمی ثبوت سنی ہے۔

چند ایک سوالات میں اگر فزائش فرمائیں۔

آپ نے فرمایا۔ اتنی تمہید کی کیا ضرورت تھی۔ جو پوچھنا ہے پوچھ لے
ابوالعوجا نے کہا۔

یہ کیا تماشا ہے کہ ہر سال آپ لوگ اس گھر میں جمع ہوتے ہیں۔

اس بے جان پتھر کو بوسہ دینے کی خاطر ایک دوسرے پر گرتے پڑتے ہیں۔
پتھروں سے بنے ہوئے اس گھر کی پوجا کرتے ہیں۔

اس کے ارد گرد اونٹ کی طرح دوڑ لگاتے ہیں۔

جو دانش مند بھی آپ کے ان مضحکہ خیز کاموں کو دیکھتا ہے ہنسنے بغیر نہیں رہ سکتا۔

آپ اس معاملہ میں ایک مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور آپ کے جدا جدا اسی کے بانوں سے تھے۔ کچھ ہیں
بھی سمجھائیں۔

آپ نے فرمایا۔ ابوالعوجا جو گمراہ ہو جاتا ہے۔ جو راستہ سے ہٹک جاتا ہے اور جس کا دل بے نور ہو جاتا ہے
اسے پر سنجیدگی میں مذاق اور ہر دانش میں جہالت نظر آتی ہے۔

اگر تو اس سالانہ اجتماع کو امت مسلمہ کے عالمی مرکزی اجتماع کی نگاہ سے دیکھتا تو تجھے اپنی عقل پر
رونا آتا۔

اللہ نے اپنی مخلوق کو آزمایا ہے کہ جو گھر بیٹھ کر میری توحید کا ذکر کرتے ہیں کیا وہ میرے حکم کی اطاعت میں گھر
چھوڑ کر یہاں آتے ہیں یا نہیں آتے؟

جس مکان کو وہ اپنا قبہ سمجھتے ہیں اس کی تعظیم کرتے ہیں یا نہیں کرتے؟

تجھے کیا معلوم کہ اللہ نے اسے کب بنایا ہے۔ اللہ نے اسے زمین پچھلنے سے دو ہزار برس قبل خلق کیا تھا۔ ایسی
ذات کا حق ہے کہ جس بات سے روکے انسان رک جاتے جس بات کا حکم دے انسان بجالاتے۔ اللہ ہی تو ہے جس

نے اعراج و اشکال عالم کو پیدا فرمایا ہے۔

ابوالعوجا نے کہا۔ اے جعفر آپ ایسی ذات کی بات کر رہے ہیں جو قطعاً غائب ہے۔

آپ نے فرمایا۔ ذات باری کو بھلا کیسے غائب کہا جاسکتا ہے۔

جو اپنی مخلوق کا شاہد ہے۔

جو ہر رنگ سے زیادہ قریب ہے۔

جوہر مخلوق کی ہر بات سنتا ہے۔

جوہر مخلوق کے دل میں پوشیدہ رازوں سے واقف ہے۔

جس سے کوئی جگہ خالی نہیں اور جو کسی جگہ سما نہیں سکتا

جس کے لیے کوئی مکان دوسرے کی نسبت قریب نہیں۔

اس کے وجود ذات پر اس کے آثار شاہد نہیں۔

اس کے افعال ہر جگہ اس کے وجود کے گواہ ہیں۔

وہ ذات جس نے محمد جیسے نبی کو آیات و معجزات دے کر مبعوث کیا ہے۔

اسی نبی مبعوث نے ہمیں ان عبادات کا حکم دیا ہے۔

اگر تجھے ان عبادات میں سے کسی عبادت کی مقولیت میں کوئی اشتباہ ہو تو مجھے بتائیں تیرا ہر اشتباہ دور

کرنے کو تیار ہوں۔

ابوالعوجاء سے کوئی جواب نہیں پڑا۔

اپنے ایک دوستاچی جو ساتھ لایا تھا انہیں لے کر اٹھ گیا۔

جب ابن مقفع وغیرہ کے پاس پہنچا تو ان سے کہنے لگا کہ آپ لوگوں نے مجھے اس کا صحیح تعارف نہیں

کرایا تھا۔

ابوالعوجاء کے ساتھیوں نے کہا آج کے بعد کم از کم ہماری موجودگی میں کبھی وایات لاف زنی نہ کرنا۔ آج ہم

نے تجھے دیکھ لیا ہے۔ ہمیں کم علم سمجھ کر بات بات پر کاٹنے کو دوڑتا ہے۔ لیکن وہاں تو بھگی بھی بنا بیٹھا

ہوا تھا۔

ابوالعوجاء نے طواف کرنے والے حجاج کی طرف اشارہ کر کے کہا تمہیں معلوم ہے یہ شخص اس دادے کا پوتا ہے

جس کی فکر نے ان لاکھوں آدمیوں کو جنم دیا ہے۔

اجتجاج میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ ابن ابوالعوجاء نے امام صادقؑ سے حدیث عالم کی دلیل پوچھی۔

آپ نے فرمایا۔ اگر تھوڑی سی فکر کی جائے تو بات بڑی آسان ہے۔ اور حدیث عالم از خود ثابت

ہو جاتا ہے۔

ابن ابوالعوجاء نے کہا۔

ہم تو فکر کر کے مر گئے لیکن ہماری سمجھ میں حدیث عالم نہ آسکا۔

آپ نے فرمایا۔ اچھا یہ بتا۔ کوئی چیز خواہ چھوٹی ہو یا بڑی ہو اگر اس کے ساتھ اسی جیسی اور چیز ملا دی جائے

تو وہ پہلے کی نسبت دگنی ہو جائے گی یا نہیں۔

ابن ابوالعوجاء نے کہا۔ ضرور ہو جائے گی۔

آپ نے فرمایا۔ چھوٹی حالت سے بڑی حالت میں بدل جانا۔ پہلی حالت سے انتقال اور تغیر ہے یا نہیں۔
ابن ابوالعوجاء نے کہا۔ ظاہر ہے انتقال بھی ہے اور تغیر بھی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ بھلا کیا قدیم قابل انتقال و تغیر ہوتا ہے۔

جو چیز نہ ہونے کے بعد ہو سکتی ہے اور ہونے کے بعد معدوم ہو سکتی ہے وہ حادث ہے یا قدیم؟

ابن ابوالعوجاء نے کہا۔ آپ نے یہ استدلال تو اشیاء کے اس تغیر سے لیا ہے جو ان کے حجم میں ہوتا ہے۔ ہم
فرض کر لیتے ہیں کہ اس پر سے عالم کی ہر ایک چیز کا حجم برابر ہے۔ اور ان میں کوئی کمی بیشی نہیں ہے پھر آپ کیسے
استدلال کریں گے؟

آپ نے فرمایا۔ اس وقت جو عالم ہلکے سے ہلکے ہوتے ہیں تو بہ نوع کچھ چیزیں چھوٹی اور کچھ بڑی
ہیں ناں؟

ابن ابوالعوجاء نے کہا۔ ہاں ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ جو عالم تو فرض کر رہا ہے وہ عالم اسی عالم کی جگہ لے گا یا کہیں اور ہوگا؟

ابن ابوالعوجاء نے کہا۔ اسی عالم کی جگہ لے گا۔

آپ نے فرمایا۔ اپنا جواب تو نے خود دے دیا ہے۔ یہ عالم کے موجودات میں کمی بیشی ہے۔ جب معدوم ہو جائے
گا تو گویا حادث تھا۔ جیسی معدوم ہوا اگر قدیم ہوتا تو معدوم نہ ہوتا۔ اور جو عالم اس کی جگہ لے گا وہ پہلے معدوم تھا۔ بعد میں
موجود ہوا۔ وہ بھی حادث ہو گیا۔ اگر قدیم ہوتا تو پہلے معدوم نہ ہوتا۔

علاوہ ازیں اگر کسی نکتہ کو چھوڑ کر تیری فکر کے مطابق بات کی جائے اور فرض کر لیا جائے کہ ایک عالم ازل سے ہے
اور ان کے ہر موجود کا حجم چھوٹا ہے ان میں کوئی کمی بیشی نہیں۔ تو کیا ہر فکر یہ سوچ نہیں سکے گی کہ اگر ان موجودات میں سے ہر
موجود کے ساتھ اسی جیسا اور موجود ملا دیا جائے تو ان کا حجم بڑھ جائے گا۔؟

ابن ابوالعوجاء نے کہا۔ ایسا سوچا جا سکتا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ جب اس طرح سوچا جا سکتا ہے تو پھر اس کے ساتھ یہ بھی سوچا جا سکتا ہے کہ ان کو حجم
اشیاء کے ساتھ جب کوئی چیز ملائی جائے گی تو ان کا حجم بڑھ جائے گا۔ اور جب بھی تغیر جائز ہوگا۔ حادث اشیاء
ثابت اور مستم ہوگا۔

عبداللہ دیصانی کا اسلام

اصول کافی کے مطابق عبداللہ دیصانی اپنے وقت میں دہریت کا بہت بڑا مبلغ تھا۔ اس نے کافی مسلمانوں کو راہ حق سے بھٹکایا۔

ایک مرتبہ امام صادقؑ کے شاگرد عزیز بن ہشام ابن حکم سے کہنے لگا۔

کیا آپ کا خدا تادرب ہے؟

ہشام نے کہا۔ اس میں کیا شک ہے یقیناً وہ تادرب ہے۔

عبداللہ نے کہا۔ کیا اللہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ وہ پورے ارض و سما کو ایک انڈے میں سمودے بشرطیکہ نہ

انڈے کا وجود بڑھے اور نہ کائنات کا وجود سٹھے؟

ہشام خاموش ہو گیا۔ اور کہا۔ مجھے جواب کے لیے مہلت دے۔

عبداللہ نے کہا۔ تجھے ایک برس کی مہلت ہے۔

کچھ دنوں بعد ہشام مدینہ آیا۔ اور امام صادقؑ سے وہی سوال کیا۔

آپ نے فرمایا۔ ہشام کتنا آسان جواب ہے۔

ہشام نے عرض کیا۔ قبہ آپ کے لیے تو آسان ہے ہی۔ اگر میرے لیے بھی آسان ہوتا تو میں یقیناً آپ کو

تکلیف نہ دیتا۔

آپ نے فرمایا۔ تیرے حواس خمسہ میں سے خرد تر کونسا حاسد ہے؟

ہشام نے عرض کیا۔ حضورؐ آنکھ۔

آپ نے فرمایا۔ آنکھ کا جو حصہ دیکھتا ہے اس کا حجم کتنا ہوگا؟

ہشام نے عرض کیا۔ زیادہ سے زیادہ نصف دانہ سمور کے برابر۔

آپ نے فرمایا۔ ذرا اوپر نیچے دیکھ کے بتا کیا دیکھتا ہے۔

ہشام نے اوپر نیچے دیکھ کے عرض کیا۔ قبہ زمین اور آسمان۔

آپ نے فرمایا۔ یہ اتنا بڑا آسمان تیری آنکھ کی پتی میں سما گیا ہے۔

ہشام نے عرض کیا۔ قبہ سما گیا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ تیری آنکھ کی پتی پھیل گئی تھی یا آسمان سکڑ گیا تھا۔

ہشام نے عرض کیا۔ قبہ آنکھ کی پتی پھیلی ہے اور نہ آسمان سکڑا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ جو اللہ اس بات پر قادر ہے کہ انڈے سے کتر چیزیں ارض و سما سمودے اور ارض و سما میں

پتلی پتی رہے تو وہ اللہ انڈے میں کائنات سمود بنے پر کیوں قادر نہیں۔
 ہشام واپس کو نہ آیا۔ عبد اللہ دیر صافی ملاقات کو آیا۔ اور کہنے لگا۔
 میں صرف ملاقات کو آیا ہوں۔ ابھی وہ مدت باقی ہے جو میں نے دی تھی۔ جواب مانگنے نہیں آیا۔
 ہشام نے کہا: خواہ تو جواب نہ بھی مانگے میں از خود تجھے جواب دے رہا ہوں۔
 جب ہشام نے عبد اللہ کو جواب دیا۔
 تو عبد اللہ نے کہا۔
 ہشام ایمان سے بتانا کیا یہ جواب تیرا ہے۔
 ہشام نے کہا: میں نے آل محمد کی ولایت تسلیم کی ہوئی ہے۔ اگر تو ایمان کا واسطہ نہ بھی دیتا تو بھی میں سیدھی بات
 بتاتا کہ یہ جواب میرا نہیں ہے۔ صادق آل محمد کا بتایا ہوا ہے۔
 عبد اللہ وہاں سے اٹھا اور اپنے چند حواریوں کو لے کر مدینہ آیا۔
 امام صادقؑ کی زیارت کی اور کہا۔
 مجھے وجود خالق کی دلیل دیجئے۔
 آپ نے فرمایا تیرا نام کیا ہے۔
 یہ سن کر عبد اللہ بغیر جواب دینے اٹھ کھڑا ہوا اور باہر چلا آیا۔
 حواریوں نے پوچھا۔ کیا بات ہو گئی تھی۔ جعفر نے تجھ سے نام پوچھا۔ اور تو کوئی جواب دینے کے بغیر اٹھ
 کر چلا آیا۔
 عبد اللہ نے کہا۔ اگر جعفر مجھ سے پوچھ لیتا کہ وہ کون اللہ ہے جس کا تو بند ہے تو بھلا میرے پاس کیا
 جواب تھا؟
 حواریوں نے کہا۔ اگر ایسی بات ہے تو آئیے پھر واپس چلتے ہیں اور آپ امام صادق سے کہیں کہ میرا نام پوچھے بغیر
 وجود خالق کی دلیل دیجئے۔
 عبد اللہ کی ہمت بندھی۔ واپس آیا۔ اور کہنے لگا آپ میرا نام پوچھے بغیر وجود خالق ثابت کر دیں۔
 آپ نے ادھر ادھر دیکھا ایک بچے کے پاس انڈا تھا۔ آپ نے بچے سے فرمایا۔ چند منٹ کے لیے یہ
 انڈا مجھے دے دیں۔
 بچے نے انڈا دیا۔ آپ نے ہاتھ میں لے کر فرمایا۔
 عبد اللہ دیکھ رہا ہے۔ اسی انڈے پر کتنا سخت خلاف ہے۔ اس خول کے نیچے ایک بتا ہوا سونا اور دوسری ہتھی
 ہوئی چاندی ہے نہ سونا چاندی میں ملتا ہے۔ اور نہ چاندی سونے میں ملتی ہے۔ اس میں کوئی ایسی راہ نہیں جس کے ذریعہ

ہیں اس کے باطن کا پتہ چل سکے کہ گنہگار ہے یا صحیح۔ میں یہ بھی معلوم نہیں کہ اس سے نرپیدا ہو گا یا مادہ۔ پھر اسی سونے اور چاندی سے رنگارنگ پندے سجھ لیتے ہیں۔

اب تو ہی بتا کیا اس کا کوئی مدبر ہے یا نہیں؟

عبداللہ نے کچھ دیر کے لیے سر جھکا یا پھر کہنے لگا۔ اشھدان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ وان لا حجة الا باللہ وانما الخلق حقائیں اپنی سابقہ زندگی سے توبہ کرتا ہوں۔

زندیق سے مناظرہ:

اجتہاد میں مروی ہے کہ ایک زندیق نے امام صادقؑ سے سوال کیا۔

آپ لوگ ایسے معبود کی عبادت کیوں کرتے ہیں جو نظر نہیں آتا۔

آپ نے فرمایا۔ ہم معبود کو نور ایمان سے دیکھتے ہیں۔

ہماری عقل ہمارے معبود کو دلائل سے ثابت کرتی ہے۔ ہماری آنکھیں انہی معبود دیکھتی ہیں۔ انبیاء نے ہمیں ہمارے

معبود کے وجود کی اطلاع دی ہے۔

زندیق نے کہا۔ کیا آپ کا معبود اتنی عظیم قدرت کے ہوتے ہوئے کیا اس بات پر قادر نہیں کہ وہ آپ کے سامنے

آجائے اور آپ اسے دیکھ کر اس کی عبادت کر سکیں۔

آپ نے فرمایا۔ جو چیز محال ہو اس کا جواب نہیں ہوا کرتا۔

زندیق نے کہا۔ اگر ظہور خدا محال ہے اور محال کا جواب نہیں ہوتا تو پھر انبیاء کی بعثت کیسے ثابت ہو سکتی

ہے؟

آپ نے فرمایا۔ ہاں بعثت انبیاء کا ثبوت واضح ہے۔ کیونکہ جو ذات اتنی عظیم ہو کہ مخلوق اس کے ظہور کی متحمل

نہ ہو تو اس کے ایسے سفراء ہونا چاہیں جو خالق اور مخلوق کے مابین رابطہ ہوں۔ خالق کی طرف سے وہ مخلوق کو اللہ کے

وہ احکام پہنچائیں جن میں ان کی زندگی ہو۔ اور انہی سفراء کا نام انبیاء ہے۔ ان کی بعثت ان کی صداقت۔ امانت۔

دیانت۔ اور ایسے معجزات سے ثابت ہوتی ہے جن کی مثل مخلوق کا کوئی دوسرا فرد نہیں بجا لا سکتا۔ مثلاً ما در زار نانبیا

کو بننا کرنا۔ مردہ کو زندہ کرنا۔ کٹڑی کا جاندار سانپ میں بدل دینا وغیرہ۔

ہمارا نہ صرف عقیدہ ہے بلکہ قانون فطرت ہے کہ روئے ارض حجت خدا سے خالی نہیں رہ سکتا۔ انبیاء کے بعد

انبیاء ہی کی پاکیزہ نسل سے دین خالق کے وارث رہے ہیں۔ جو انبیاء کے قائم مقام رہے ہیں اور امت نبی کو تبلیغ

دین کرتے رہے ہیں۔

زندیق نے کہا۔ اگر ہر دور میں ہر نبی کے بعد اس کی پاکیزہ اولاد میں سے ایسے افراد رہے ہیں جو نہایت نبی میں احکام خدا کی تبلیغ کرتے رہے ہیں تو پھر یہ اختلافات کیوں ہیں۔

آپ نے فرمایا کسی دور میں بھی اختلاف توحید۔ نبوت۔ اور قیامت میں نہیں رہا۔ اختلاف صرف بعد از نبی معرفت حجت میں رہا ہے۔ کچھ لوگ حجت خدا کی معرفت حاصل کر کے اس سے صراط مستقیم کا دوسرا حاصل کرتے رہے ہیں اور کچھ لوگوں نے من مانی کر کے حجت خدا کی جگہ خود لے لی۔ جس کا نتیجہ امت کی گمراہی ہوا۔

زندیق نے کہا۔ پھر ایسی حجت خدا کا کیا نائدہ۔ جو لوگوں کو اپنا آپ نہ منوائے؟
آپ نے فرمایا۔ حجت خدا کے لیے یہ ضروری ہے کہ اقتدار کی لٹھی اس کے ہاتھ میں، حجت خدا کے لیے تحفظ دینا ضروری ہے اور یہ کام اقتدار کے بغیر بھی ہوتا رہتا ہے۔ کچھ افراد بہر طور ایسے رہتے ہیں جو حجت خدا سے احکام اسلام لے کر لوگوں کو بتاتے رہتے ہیں۔

زندیق نے کہا۔ یہ فرمائیے کہ اللہ نے عالم کو کس شئی سے پیدا کیا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ لاشی سے۔

زندیق نے کہا۔ بھلا لاشی سے کوئی شئی کیسے خلق کی جاسکتی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ دو ہی صورتیں ہیں۔

یا تو اللہ نے عالم کو شئی سے پیدا کیا اور یا لاشی سے۔ اگر ہم یہ فرض کر لیں کہ اللہ نے شئی سے پیدا کیا ہے۔ تو پھر ہمیں اس شئی کو قدیم ماننا ہوگا۔ وہ حادث نہ رہے گی۔ اگر ہم قدیم مان لیں تو پھر ہمیں یہ بھی ماننا ہوگا کہ چونکہ قدیم میں تفسیر نہیں ہوتا۔ اور قدیم پر عدم طاری نہیں ہوتا۔

پھر ہمیں اس شئی کے متعلق یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ وہ جو ہر واحد ہوگی۔ جب ہم جو ہر واحد مان لیں گے تو پھر ہمیں اس کا رنگ بھی ایک ہی ماننا ہوگا۔ جب رنگ ایک مان لیں گے تو پھر ہمیں سوچنا ہوگا کہ یہ مختلف رنگ اور مختلف جوہر کیسے رونما ہوئے۔

اگر اس شئی اول کو ہم مردہ مان لیں تو ہمیں سوچنا ہوگا کہ یہ زندگی کہاں سے آئی ہے؟

اگر اس شئی کو زندہ مان لیں تو ہمیں غور کرنا ہوگا کہ موت کہاں سے ٹپک پڑی ہے۔

نہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ عالم ایک میت سے وجود میں آیا ہے۔ کیونکہ میت کوئی چیز وجود میں نہیں آسکتی۔
زندیق نے کہا۔ پھر یہ ازیلیت اشیاء کا عقیدہ کیسے آیا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ یہ ان لوگوں کا باطل نظر یہ ہے جو ائمہ اور انبیاء کے منکر ہیں۔

زندیق نے کہا۔ جب اللہ کی کا محتاج نہیں ہے تو پھر اس نے یہ عالم کیوں پیدا کیا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ اپنی حکمت۔ صفت اور تدبیر کے اظہار کی خاطر۔

زندیق نے کہا: تمام انسانوں کو ایک جیسا صالح کیوں نہیں بنایا۔

آپ نے فرمایا: اپنی مخلوق کے امتحان کی خاطر۔

زندیق نے کہا: اگر آپ کے بقول اللہ اتنا قادر ہے تو پھر اس نے ابلیس اپنے دشمن کو کیوں معاف کر رکھا ہے۔ اور اسے اتنے وسیع وسائل کیوں دیئے جن کی بدولت وہ مخلوق خدا کو گمراہ کرتا پھر تائب ہے؟
آپ نے فرمایا: اللہ نے ابلیس کو عداوت کے لیے نہیں اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ ابلیس اللہ کا دشمن نہیں ہے۔

انسان کا دشمن ہے۔ اللہ نے سجدہ آدم کا حکم ابلیس کے امتحان کی خاطر دیا تھا۔ جب وہ اس میں پورا نہ اترا تو اللہ نے اسے ملعون قرار دے دیا۔ اور اولاد آدم کو آگاہ کر دیا ہے کہ میری راہ سے تمہیں ابلیس ہی بھٹکانے لگا
زندیق نے کہا: کیا کسی غیر اللہ کو سجدہ کیا جاسکتا ہے۔
آپ نے فرمایا: نہیں۔

زندیق نے کہا: جب کسی غیر اللہ کو سجدہ ناجائز ہے۔ تو اللہ نے سجدہ آدم کا حکم کیوں دیا
آپ نے فرمایا: سجدہ اطاعت کا مظہر ہے، مقصد تو صرف یہ دیکھنا تھا کہ آیا ابلیس واقعا اطاعت کرتا ہے یا یانہی
چوہدری بنا ہوا ہے۔

اگر حکم خدا سے سجدہ کر لیتا تو وہ سجدہ فی الواقع اللہ ہی کا ہوتا۔

زندیق نے کہا: یہ علم کہانت کیا بلا ہے جس کی بدولت کہن اپنے مسائل کا نامی کھنگال ڈالتا ہے اور مستقبل کی خبریں بھی دیتا ہے۔
آپ نے فرمایا: کہانت کے مختلف پہلو ہیں۔ ان میں قدر مشترک صرف یہ ہے کہ کہن کے قبضہ میں کچھ خجالت ہوتے ہیں۔

جو اسے مسائل کے ماضی اور مستقبل سے آگاہ کرتے ہیں۔ لیکن کہن کی ہر بات سچی نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس کا
ماخذ علم حقیقی نہیں ہوتا۔

کہن بعض اوقات سچ کہتے ہیں۔ اور اکثر اوقات جھوٹ بکتے ہیں۔

زندیق نے کہا: اس کی کیا وجہ ہے کہ بعض لوگ مادر زاد امیر ہوتے ہیں اور بعض لوگ پیدا نشی طور پر محتاج ہوتے ہیں۔

آپ نے فرمایا: اس کے متعدد اسباب ہیں۔ ایک وجہ تو یہ ہے کہ اللہ نے دولت مند کو دولت دے کر آزمایا ہے
کہ وہ میری راہ میں میرے احکام کے مطابق خرچ کرے یا نہیں۔ اور نادار کو تنگ دیا ہے تاکہ وہ میرے احکام
کے مطابق جھروٹ کرے یا نہیں۔

دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ۔ دولت مندوں کو اللہ نے دنیا میں کچھ دے دیا ہے جو ناداروں کو آخرت میں دے گا۔ تیسری وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ نے ظرف کے مطابق دیا۔ جس میں جتنی قوت برداشت تھی اسے اتنا دیا ہے۔ زندگی نے کہا۔ بعض اوقات شیر خوار۔ خورد رسال اور نابالغ بچے بڑی ملک بیماریوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔ حالانکہ نونان سے کوئی گناہ سرزد ہوتا ہے جس کی انہیں سزا دے گئی ہو اور نہ کوئی دوسری ایسی بات ہوتی ہے پھر وہ بیمار سے عذاب مرض میں کیوں مبتلا ہوتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔

بیماری کی کئی اقسام ہوتی ہیں۔

بعض امراض ازراہ امتحان ہوتی ہیں۔

بعض امراض بطور سزا ہوتے ہیں۔

اور بعض امراض مقدم موت ہوتے ہیں۔

لیکن آپ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ امراض کی مختلفت سے بچہ بیمار ہوتا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو پھر اسطو۔ افلاطون اور جالیونوس جیسے ماہرین طب کیوں مر جاتے۔ کیا انہوں نے یہ بھی اپنی صحت کے معاملہ میں کوئی مختلفت کی تھی۔ ہر مرض کا ایک سبب ہوتا ہے اور نہ وجہ۔ بچہ کی بیماری بعض اوقات موت کا مقدم ہوتی ہے۔

بعض اوقات والدین کی سزا ہوتی ہے۔

اور بعض اوقات والدین کا امتحان ہوتی ہے۔

زندیق نے کہا۔ کیا اللہ کو اس عالم میں کسی سے کوئی خوف یا ڈر ہے۔

آپ نے فرمایا۔ ہرگز نہیں۔

زندیق نے کہا۔ پھر یہ درندے اللہ نے کس لیے پیدا کیے ہیں۔ یہ سانپ اور بچھو کس لیے خلق کیے ہیں؟

آپ نے فرمایا۔ کیا تو طبیب نہیں ہے۔

زندیق نے کہا۔ طبیب ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ کیا تیری حکمت پچھو درویشانہ۔ اور سنگ شانہ کے لیے سوومند نہیں ہے؟ کیا جو لوگ بستر پر نیند میں پیشاب کر دیتے ہیں ان کے لیے بچھو فائدہ نہیں ہے؟ کیا افضل تریاق زہر سانپ کا گوشت نہیں ہے؟ کیا مرض جذام کا آخری اور قطعی علاج سانپ کا گوشت نہیں ہے۔

زندیق نے کہا۔ آپ سچ فرما رہے ہیں۔ ایسا ہی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ جو درندے جگے بے فائدہ نظر آ رہے ہیں یہ سب اپنے مقام حکمت الہیہ کی صفت اور سوومند ہیں۔ نچے ان کی طرف نقصانات معلوم ہوتے ہیں۔ فوائد سے تو بچے خبر ہے۔ لیکن تیری ناقصیت اس بات کی دلیل نہیں کہ ان

میں فوائد ہی نہیں ہیں۔

زندیق نے کہا۔ اللہ کم از کم ایک سو سال بعد مرنے والے میں سے کسی کو دوبارہ زندہ کیوں نہیں کر دیتا تا کہ وہ اگر زندوں کو وبال کے حالات سے آگاہ کرتا ہے۔ اور لوگ گمراہی سے بچ جاتے ہیں۔
 آپ نے فرمایا۔ اولاً تو اللہ سے زیادہ سچا کوئی نہیں ہے۔ جو لوگ اللہ کی بات نہیں مانتے وہ مرنے کے بعد زندہ ہونے والوں کو بھی نہ مانتے اور۔

ثانیاً ایسا ہوتا ہے۔ اصحاب کف تین سو برس بعد زندہ ہوتے۔ ان کی بات کسی نے نہیں مانی۔ خلب اریا ایک سو برس بعد زندہ ہوئے۔ ان کی بات بھی کسی نے نہیں مانی۔
 زندیق نے کہا۔ یزر تشت کیا تھا۔

آپ نے فرمایا۔ زر تشت نے دعوائے نبوت کیا تھا۔ بعض لوگوں نے اسے نبی مان لیا تھا۔ اور بعض نے اس کی نبوت سے انکار کر دیا تھا۔ اسے جلا وطن کر دیا گیا تھا۔ اور جنگل میں درندوں نے اسے اپنی غذا بنا لیا۔

زندیق نے کہا۔ اسلام سے پہلے عرب دین کے زیادہ قریب تھے یا مجوسی؟
 آپ نے فرمایا۔ عرب زیادہ قریب تھے۔ کیونکہ مجوسی تمام انبیاء کے منکر تھے۔ اور تمام الہامی کتب کے منکر تھے۔

مجوسی حکمران کبیر و تنہا تین سو انبیاء کا قاتل تھا۔

مجوسی غسل جنابت نہیں کرتے۔

جاہلیت کے عرب غسل جنابت کرتے تھے۔

مجوسی فتنہ نہیں کرتے تھے۔

جبکہ عرب کے بعض قبائل میں فتنہ رائج تھا۔

مجوسی مردوں کو جنگل میں پھینک آتے تھے جب کہ عرب دفن کرتے تھے۔

مجوسی۔ ماں۔ بیٹی۔ بہن مرنے سے بلا تیز تمام محرمات کو جائز سمجھتے تھے جب کہ عرب کے بعض قبائل ان رشتوں سے

نکاح حرام سمجھتے تھے۔

مجوسی کہہ کو بیت الشیطان کہتے تھے جبکہ عرب اسے بیت اللہ تسلیم کرتے تھے۔

زندیق نے کہا۔ مجوسیوں کے نزدیک بہن سے نکاح کی دیں ہے۔

آپ نے فرمایا۔ کونسی دیں۔

زندیق نے کہا۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت آدم کا سلسلہ نسل بہن اور بھائی کے نکاح سے چلا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ غلط کہتے ہیں۔ فیسی حرمت حضرت آدم سے قیامت تک ہر نبی کی شریعت میں ہی حرام رہے ہیں۔

زندیق نے کہا۔ اللہ نے شراب کو کیوں حرام کیا ہے؟

آپ نے فرمایا۔ شراب ام الجناحت سے۔ شرابی اتنا مسلوب العقل ہو جاتا ہے کہ اسے نہ ماں کا خیال رہتا ہے نہ بہن کا۔ نہ اللہ کی نکر ہوتی ہے۔ نہ حرام و حلال۔ نہ صلح کا خیال کرتا ہے نہ امن کا۔ شرابی باگ و ڈور پوری طرح شیطان کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ جدھر شیطان چاہتا ہے ادھر مڑتا ہے۔

زندیق نے کہا۔ خون کھانا کیوں حرام ہے؟

آپ نے فرمایا۔ جنم کے اسباب میں سے ایک اہم سبب خون کھانا ہے۔ خون کھانے سے انسان کا رنگ بدل جاتا ہے۔ دل سخت ہو جاتا ہے۔ جسم میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے۔

زندیق نے کہا۔ پٹھے کھانا کیوں حرام ہے۔

آپ نے فرمایا۔ پٹھے کھانا بھی جنم پیدا کرتا ہے۔

زندیق نے کہا۔ مردار کھانا کیوں حرام ہے۔

آپ نے فرمایا۔ مردار کا خون نکلنے کی بجائے اس کے جسم میں جم جاتا ہے۔ اور جو بد اثرات خون خوری سے ہوتے ہیں وہ تمام اثرات مردار خوری سے ہو سکتے ہیں۔

زندیق نے کہا۔ مچھلی بھی تو مردار ہوتی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ نہیں مچھلی مردار نہیں ہوتی۔ کیونکہ مچھلی کی بکیر اس کا پانی سے باہر اپنی موت مرنا ہوتی ہے۔ پانی سے باہر مچھلی کے تڑپنے سے اس کے تمام مضر اثرات ختم ہو جاتے ہیں۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ مچھلی میں خون نہیں ہوتا۔

زندیق نے کہا۔ زنا کیوں حرام ہے۔

آپ نے فرمایا۔ زنا سے میراث اور صدقہ جی جو انسانی معاشرہ کی جان ہے ختم ہو جاتے ہیں۔ زانیہ عورت کو نہیں معلوم ہوتا کہ حمل کس کا ہے۔ اور نہ بچے کو معلوم ہوتا ہے کہ میرا باپ کون ہے۔

زندیق نے کہا۔ ہم جنسی کیوں حرام ہے۔

آپ نے فرمایا۔ ہم جنسی سے نسل انسانی کے منقطع ہونے کا یقین ہے۔ جب مرد مرد پر گزارا کر لے اور عورت کی ضرورت محسوس نہ کرے۔ تو نسل انسان کیسے بڑھے گی۔

زندیق نے کہا۔ جب انسان اپنی بیوی سے مباشرت کرتا ہے تو پھر غسل جنابت کیوں واجب ہے جب کہ چائیر اور حلال کم ہے۔

صلان میں تو نجاست نہیں ہونا چاہیے تھی۔

آپ نے فرمایا۔

مرد کے لیے جنابت بالکل اس طرح ہے جس طرح عورت کے لیے ماہواری ہے۔ منی خون سے مختلف رنگ کی ہوتی ہے۔ لیکن فی الواقع خام خون ہی ہوتی ہے۔ جماع اسی وقت ہوتا ہے جب انسان کی شہوت اپنے خروج پر ہوتی ہے۔ جب مرد نارنج ہوتا ہے تو پورا اجسم غلبہ شہوت کے کم ہونے سے سانس لیتا ہے۔ اگر مرد خیال کرے تو اسے اپنی سانس سے بھی بدبو محسوس ہوگی۔ اس لیے ضروری ہے کہ انسان پورے بدن سے اٹھنے والی بدبو کو غسل سے ختم کرے۔

زندیق نے کہا۔ نبی افضل ہوتا ہے یا ملک۔

آپ نے فرمایا۔ نبی۔

زندیق نے کہا۔ جب اللہ ہر ایک ظاہر و باطن اور اعمال سے واقف ہے تو پھر اس نے ہر انسان کے ساتھ اس کے اعمال نوٹ کرنے کی کو کیوں مقرر کیا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ چونکہ انسان طبعاً اپنے اعمال کی تحریر سے گھبراتا ہے اس لیے اللہ نے ملائکہ مقرر کر دیئے ہیں تاکہ انسان میں محتاط رہے۔ اور قیامت کے دن ملائکہ بطور گواہ پیش ہوں۔

زندیق نے کہا۔ کیا ایمان اور کفر کے مابین کوئی تیسرا مقام بھی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ نہیں۔

زندیق نے کہا۔ ایمان اور کفر کی تعریف کیا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ ایمان اللہ کو نہ دیکھتے ہوئے اس طرح ماننا جس طرح وہ نظر آ رہا ہے۔ اور کفر انکار توحید ہے۔

زندیق نے کہا۔ مشرک کیا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ مشرک اللہ کریم کے ساتھ کسی کو شریک عبادت کرنے کا نام مشرک ہے۔

زندیق نے کہا۔ کیا عالم بھی جاہل ہوتا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ جس چیز کا عالم ہوگا اس نسبت سے عالم اور جس چیز سے جاہل ہوگا اس نسبت سے جاہل

کہا جائے گا۔

زندیق نے کہا۔ سعادت اور شقاوت کیا ہیں؟

آپ نے فرمایا۔ جو چیز باعث نجات ہو وہ سعادت اور جو چیز باعث ہلاکت ہو شقاوت کہلاتی ہے۔

زندیق نے کہا۔ قیامت لوگ برہنہ محسوس ہوں گے۔

آپ نے فرمایا۔ کفن لباس ہوگا۔
زندیق نے کہا۔ کفن تو کہنہ اور خاکستر ہو چکے ہوں گے۔
آپ نے فرمایا۔ جو ذات جسم کو زندگی دے سکتی ہے۔ کیا اس کے لیے کفن کو زندگی دینا کون سا مشکل کام ہے۔

زندیق نے کہا۔ جن لوگوں کو دنیا میں کفن نصیب ہی نہیں ہوتا۔
آپ نے فرمایا۔ ان کے بستر کا انتظام از خود کرے گا۔
زندیق نے کہا۔ کیا لوگ صرف بستہ مختور ہوں گے؟
آپ نے فرمایا۔ ہاں ہر نبی کی امت کی ایک صف ہوگی اور ایک لاکھ چوبیس ہزار صفیں ہوں گی۔
زندیق نے کہا۔ کیا اعمال تو بے جا ہوں گے۔
آپ نے فرمایا۔ تو تو وہ ہے جس کو علم نہ ہو۔ اللہ عالم ہے اسے میزان کی ضرورت نہیں۔
زندیق نے کہا۔ میزان کے کیا معنی ہیں۔
آپ نے فرمایا۔ عدل۔

زندیق نے کہا۔ آپ کے قرآن میں ایک آیت ہے جس کا معنی ہے۔ جس کا پیڑا بھاری ہو گا وہ خوشگوار زندگی بسر کرے گا اور جس کا پیڑا ہلکا ہو گا وہ جہنم میں جائے گا۔ اس کا مفہوم کیا ہوگا؟
آپ نے فرمایا۔ جس کا ایمان پختہ ہوگا اور اعمال صالحہ کامل ہوں گے ترازو نے عدل میں اس کا پیڑا بھاری ہوگا۔ اور جس کا ایمان ناپختہ ہوگا اور اعمال صالحہ میں نقص ہوگا۔ میزان عدل میں ان کا پیڑا ہلکا ہوگا۔

زندیق نے کہا۔ سنا ہے اہل جنت کے سامنے جو باغات ہوں گے اگر جنت کا باسی ایک پھل توڑے گا تو اس کی جگہ فوراً دوسرا پھل لگ جائے گا۔
کیا یہ حقیقت ہے؟
آپ نے فرمایا۔ بالکل حقیقت ہے۔
زندیق نے کہا۔ مجھے سمجھائیں۔

آپ نے فرمایا۔ جنت کا ہر درخت چراغ کی مانند ہوگا۔ جس طرح ایک چراغ سے لاکھوں چراغ جلائے جا سکتے ہیں۔ لیکن اصل چراغ میں کوئی کمی نہیں ہوتی اسی طرح اشجار جنت پر سے بھی جب ایک پھل توڑ لیا جائے گا۔ تو اس کی جگہ دوسرا پھل لگ جائے گا۔
زندیق نے کہا۔ سنا ہے جنت میں کھانا پینا تو ہوگا۔ لیکن رفع حاجت کی حاجت نہیں ہوگی۔ کیا یہ سچ ہے۔

آپ نے فرمایا۔ ہاں سچ ہے۔ جس طرح پچھلے حکم مادر میں کھاتا پیتا ہے۔ لیکن بول و براز نہیں کرتا۔
زندیق نے کہا۔ عرش بڑا ہے یا کرسی؟
آپ نے فرمایا عرش بڑا ہے۔

زندیق نے کہا۔ پہلے دن پیدا ہوا یا رات؟

آپ نے فرمایا۔ پہلے دن پیدا ہوا بعد میں رات پہلے زمین پیدا ہوئی بعد میں رات۔ اور پہلے سورج پیدا

کیا پھر چاند۔

تلامذہ امام صادق کے مناظرے

امام صادق نے اپنی علمی خدمات میں اپنے شاگردوں کو مخصوص علوم و فنون میں اتنا ماہر کر دیا تھا کہ ہر شاگرد ایک مخصوص فن میں ماہر تھا۔

رجال کشی اور اصول کافی کے مطابق شام سے ایک شخص مدینہ آیا۔

امام صادق کو سلام کیا۔

آپ نے سلام کا جواب دیا۔ اور فرمایا کیسے آنا ہوا ہے۔

شامی نے کہا۔ میں نے سنا ہے کہ آپ اتنے بڑے عالم ہے کہ آپ سے جو سوال بھی کیا جائے آپ اس کا

جواب دیتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ حمران سے بات کرے۔

شامی نے کہا میں آپ سے گفتگو کی خاطر آیا ہوں۔ اور آپ مجھے حمران کے سپرد کر رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ اگر تو نے حمران کو لا جواب کر دیا تو یوں سمجھ لے کہ مجھے لا جواب کر دیا۔

حمران نے پوچھا۔ کس موضوع پر بات کرے گا؟

شامی نے کہا قرآن پر۔

کافی دیر تک قرآن پر مذاکرہ ہوتا رہا جب شامی نے دیکھا کہ حمران اس موضوع پر قبالہ نہیں آ رہا تو۔

شامی نے کہا میں عربی ادب پر گفتگو کروں گا۔

امام صادق نے ابان ابن تغلب سے فرمایا۔

اب تو بات کر۔

جب شامی نے ابان کو عمری ادب میں ماہر دیکھا تو کہنے لگا میں فقہ پر بات کرنا چاہوں گا۔

امام صادق نے زرارہ سے فرمایا۔ شامی سے گفتگو کر۔

جب شامی نے دیکھا کہ فقہ میں زرارہ بیچ نہیں ہو رہا تو کہنے لگا۔ میں علم کلام میں مذاکرات کروں گا۔

امام صادق نے مومن طاق سے فرمایا۔

اس موضوع پر تو گفتگو کر۔

جب شامی نے مومن طاق کو علم کلام میں مہتمم دیکھا تو کہنے لگا اب میں امامت کی بات کروں گا۔

امام صادق نے ہشام ابن حکم سے فرمایا۔ اس موضوع پر تجھے گفتگو کرنا ہوگی۔ شامی سے فرمایا۔ لے

بات کر۔

شامی نے کہا۔ مناسب ہوگا اگر اس سلسلہ کی ابتدا ہشام کرے۔

ہشام نے کہا۔ ٹھیک ہے۔ آپ بتائیں کہ اپنی مخلوق کی عقل و فکر سے اللہ زیادہ واقف ہے یا مخلوق خود

شامی نے کہا۔ اللہ زیادہ واقف ہے۔

ہشام نے کہا۔ اللہ نے اپنی مخلوق کو راہ ہدایت دکھانے کا کیا طریقہ کیا ہے۔

شامی نے کہا۔ اللہ نے انبیاء بھیجے ہیں۔ تاکہ ہمارے درمیان کسی مسئلہ پر اختلاف و نزاع ہو تو انبیاء ہمارے

اس نزاع کو ختم کر سکیں۔

ہشام نے کہا۔ ہمارے نبی کے بعد اللہ نے کیا کیا؟

شامی نے کہا۔ اب ہمارے پاس کتاب خدا اور سنت نبوی ہے۔

ہشام نے کہا۔ کیا قرآن سنت نے رفع اختلاف کا مطلوبہ فائدہ دیا ہے۔

شامی نے کہا۔ ہاں ہمارے درمیان اختلافات کو ختم کرنے کا کام کیا ہے۔

ہشام نے کہا۔ اگر قرآن و سنت نے مطلوبہ فائدہ فراہم کیا ہے تو پھر میرے اور آپ کے اختلاف کی بنیاد کیا

ہے۔ آپ شام سے ہمارے ساتھ مناظرہ کرنے آئے ہیں۔

شامی خاموش ہو گیا۔

امام صادق نے شامی سے فرمایا۔ بات کیوں نہیں کرتا؟

شامی نے کہا۔ اگر میں کہوں اختلاف نہیں ہے تو صراحتہ جھوٹ ہوگا۔ اگر کہوں قرآن و سنت کی بدولت

اختلاف ہے تو اپنے دعویٰ کو جھوٹا ماننا پڑتا ہے۔ کیونکہ قرآن و سنت کے متعدد مقامات میں اور وہی مختلف مفہوم

ہی وجہ اختلاف ہیں۔

امام صادق نے فرمایا: جس طرح ہشام نے تجھ سے سوال کیا ہے۔ اسی طرح تو ہشام سے سوال کر لے ممکن ہے اس کے جواب سے تو مطمئن ہو جائے۔

شامی نے کہا۔ آپ بتائیں کہ اللہ اپنی مخلوق کی فکر و عقل سے زیادہ واقف ہے یا خود مخلوق۔ ہشام نے کہا۔ اللہ۔

شامی نے کہا۔ اللہ نے اپنی مخلوق کو صراطِ مستقیم دکھانے کا کیا انتظام کیا ہے۔

ہشام نے کہا۔ زمانہ رسول میں یا اب؟

شامی نے کہا۔ زمانہ رسول میں بھی اہل اب بھی۔

ہشام نے کہا۔ زمانہ رسول میں تو خود حضور موجود تھے۔ جہاں تک اس وقت کا تعلق ہے تو یہ شخص جو اس وقت ہمارے سامنے بیٹھا ہے۔ اور اپنے باپ کے واسطے سے حضور تک سلسلہ سند بیان کر کے فرمان رسالت بیان کرتا ہے۔ رفع اختلاف اور ہدایت سخی کا نمایندہ ہے۔

شامی نے کہا۔ آپ کے لیے تو ایسے ہو گا۔ لیکن مجھے کیسے یقین آئے کہ ذاتِ عالیہ نمایندہ حق اور وحی رسول ہے۔

ہشام نے کہا۔ اس کا تعلق تیری ذات سے ہے۔ ویسے ہمارے نزدیک تو اطمینان کا طریقہ یہ ہے کہ آپ کے دل میں جتنے وہ سوالات ہوں جو آپ خود حضور سے پوچھنا چاہتے ہوں۔ اس سے پوچھ لیں اگر رسول کی طرح مقبول اور قانع جواب سے نواز دے تو پھر آپ کا سخی بنتا ہے کہ آپ دین نبی بھی اس سے حاصل کریں۔

شامی نے کہا۔ اب میرے پاس مزید رسالت نہیں رہا۔ میں صرف یہی پوچھنا چاہوں گا کہ گھر سے مدینہ تک میرا سفر کیسے گزرا ہے اگر جواب دے دیں تو میں مطمئن ہو جاؤں گا۔

امام صادق نے شامی کو اول سفر سے لے کر آخر سفر تک ایسے جزئیات بھی بتا دیے جن کا علم سوائے اس شامی کے اور کسی کو نہ تھا۔

شامی نے اپنا حال سفر سننے کے بعد اٹھ کر امام صادق کی قدم بوسی کی اور عرض کیا۔ حق آج ہی نصیب ہوا ہے۔

ہشام ابن حکم جاثلیق !

شیخ صدوق نے کتاب التوحید میں یونس ابن عبد الرحمن سے روایت کی ہے کہ مجھے ہشام ابن حکم نے

بتایا ہے۔

برہہ نامی جاثلیق نصاریٰ میں بڑا معروف عالم تھا۔ ایک دن میں اپنے دکان پر بیٹھا تھا۔ کہ سر سے اور عیسائی برہہ کو اپنے درمیان لیے ہوئے آگئے۔ میرے دکان پر چند لوگ بیٹھے مجھ سے قرآن کا سبق لے رہے تھے عیسائیوں کی جمعیت دیکھ کر انہوں نے قرآن بند کر لیے۔

عیسائیوں نے ایک کرسی اٹھا رکھی تھی۔ میرے دکان کے باہر سڑک پر کرسی رکھی گئی۔ برہہ کرسی پر بیٹھا اور یہ کہنے لگا۔

ہشام! میں نے امت مسلمہ کے مختلف فرقوں سے گفتگو کی ہے۔ لیکن حقانیت اسلام اور عیسائیت کے بطلان پر مجھے کوئی بھی مطمئن نہیں کر سکا۔ مجھے معلوم ہوا کہ شیعیان آل محمد میرے سوالات کے جواب دے سکتے ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ آج کل شیعوں میں آپ کی بڑی شہرت ہے۔ میں صرف تجھ سے مناظرہ کرنے آیا ہوں۔ اگر میں نے عیسائیت کو حق ثابت کر دیا۔ تو ہمارے دین کا بول بالا ہو گا۔ اگر تو نے میرے دلائل کا اطمینان بخش جو اب دے دیا تو ممکن ہے میں حلقہ بگوشن اسلام ہو جاؤں۔ اس وقت میں ستر برس کا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ آخرت خراب نہ ہو۔

ہشام نے کہا۔ اے برہہ اگر آپ مجھ سے ایسے معجزات کی توقع لے کے آئے ہیں۔ جو حضرت عیسیٰ کے پاس تھے تو آپ کی بھول ہے۔ نہ میں عیسیٰ ہوں۔ نہ نبی ہوں۔ اور نہ وہی نبی ہوں۔ حضرت عیسیٰ ایک پاکیزہ روح تھے۔ انہیں اللہ نے آسمان سے اٹھایا ہے۔

ان کے معجزات واضح اور دلائل روشن تھے۔ جسے اگر آپ مناظرہ کرنا چاہیں تو میں حاضر ہوں حسب توفیق آپ کو مطمئن کرنے کی کوشش کروں گا۔

برہہ نے کہا۔ آپ کے نبی اور مسیح میں کیا رشتہ ہے؟

ہشام نے کہا۔ حضرت مسیح ہمارے نبی کے چچا زاد ہیں۔ کیونکہ جناب مسیح حضرت اسحاق سے اور نبی اکرم جناب اسماعیل سے ہیں۔

برہہ نے کہا۔ حضرت عیسیٰ کا جناب اسحاق سے کیا رشتہ ہے۔

ہشام نے کہا۔ آپ کے حساب سے یا ہمارے حساب سے۔

برہہ نے کہا۔ ہمارے حساب سے۔

ہشام نے کہا۔ آپ کا خیال ہے کہ جناب عیسیٰ بھی ازلی ہیں۔ اور ازلی کے بیٹے ہیں۔ اب آپ بتائیں کہ ان دروازوں میں سے باپ کون ہے اور بیٹا کون ہے۔

برہہ نے کہا۔ بڑی صاف بات ہے جو زمین نازل ہو اب وہ بیٹا ہے۔

ہشام نے کہا۔ اگر زمین پر نازل ہونے والے کو باپ مان لیا جائے تو کیا قباحت ہوگی۔

ہشام نے کہا۔ یقیناً ایسا ہی ہے کیونکہ اگر اسما حادث ہیں اور بیٹے نے انہیں پیدا کیا ہے تو پھر بریدہ کرنے والا باپ ہوگا۔ اور اگر باپ نے ان اسما کو پیدا کیا ہے تو وہ باپ نذر ہے گا بیٹا بن جائے گا۔
بریدہ نے کہا۔ باپ روح کا اس وقت کا نام ہے جب وہ زمین پر نازل ہوا۔
ہشام نے کہا۔ جب زمین پر نازل نہیں ہوا تھا اس وقت اس کا نام کیا تھا۔
بریدہ نے کہا۔ اس وقت نام بیٹا تھا۔

ہشام نے کہا۔ نزل سے قبل اس روح کا نام ایک تھا یا دو۔
بریدہ نے کہا۔ روح بھی ایک تھی نام بھی ایک تھا۔
ہشام نے کہا۔ گویا آپ روح کو دو حصوں کو تقسیم کر کے ایک حصہ کو باپ اور ایک حصہ کو بیٹا بنا رہے ہیں۔
بریدہ نے کہا۔ نہیں باپ کا نام اور بیٹے کا نام ایک ہے۔

ہشام نے کہا۔ گویا بیٹا باپ کا باپ ہے۔ اور باپ بیٹے کا باپ ہے۔ یعنی باپ اور بیٹا ایک ہی ذات کے دو نام ہیں۔

اب بریدہ حیران وارادھر ادھر دیکھنے لگا ساتھ والوں نے کہا۔ آج تک کسی سے پالا نہیں پڑا تھا۔ آج بری طرح گھر گئے ہو۔

بریدہ اٹھ کر جانے لگا۔

ہشام نے دامن پکڑ کر کہا۔ اگر آپ لا جواب ہو گئے ہیں تو اسلام قبول کر لیجئے۔ اگر آپ کے دل میں اور کوئی خلش ہے تو بتائیے میں دور کرنے کو تیار ہوں

ویسے اب مجھے اجازت دیں میں نصریت کے متعلق صرف ایک سوال کروں گا۔ پھر آپ کو جاننے کی اجازت ہوگی۔ مجھے یقین ہے کہ آپ آج کی رات اس سوال پر غور کریں گے۔ اور کل آپ میرے پاس آکر اسلام کا اعلان کریں گے۔

بریدہ کے ساتھ والے پادریوں میں سے ایک نے کہا۔ ہشام آپ وہ مسئلہ میں رہنا نہیں کہیں ہم نہ ڈنگ جائیں۔

بریدہ نے کہا۔ نہیں ہشام آپ وہ مسئلہ ضرور بتائیں۔

ہشام نے کہا۔ کیا بیٹا وہ تمام علم جانتا ہے جو باپ کے پاس ہے۔

بریدہ نے کہا۔ ہاں۔

ہشام نے کہا۔ کیا بیٹے کے پاس تمام وہ قدرت ہے جو باپ کے پاس ہے۔

بریدہ نے کہا۔ ہاں۔

ہشام نے کہا۔ میرا سوال یہ ہے کہ جب علم اور قدرت دونوں برابر ہیں تو پھر ایک باپ کیوں ہے اور دوسرا بیٹا کیوں ہے۔ اور ایک ظالم کیوں ہے دوسرا مظلوم کیوں ہے؟
برید نے کہا۔ ظالم اور مظلوم تو ان میں سے کوئی بھی نہیں۔
ہشام نے کہا۔ آپ نے غور نہیں فرمایا۔ باپ ظالم ہے اور بیٹا مظلوم ہے۔
برید نے کہہ نہیں تو۔

ہشام نے کہا۔ یہ ظلم نہیں تو اور کیا ہے کہ علم و قدرت میں مساوی ہونے کے باوجود ایک باپ بن گیا دوسرے کو بیٹا بنا کر سولی چڑھا دیا۔

ہشام نے کہا۔ برید آپ تشریف لے جائیں رات بھر غور کریں۔ مجھے امید ہے کل آپ کے پاس اسلام کے سوا اور کوئی سیدھی راہ نہیں رہے گی۔

برید پریشان پریشان واپس آیا۔ ایک عورت برید کی خدمت کرتی تھی۔ اور برید نے اس کی کوئی بات کبھی متروک نہیں کی تھی۔

جب اس نے دیکھا کہ برید پریشان ہے اس نے پریشانی کی وجہ پوچھی۔

برید نے ہشام سے مناظرہ کا تذکرہ کیا۔ اور بتایا کہ میں لاجواب ہو کر آیا ہوں۔

عورت نے کہا۔ برید آپ حق پر مرنے چاہتے ہیں یا باطل پر۔

برید نے کہا۔ تیرا بھلا ہو کون باطل پر مرنے کو قبول کرتا ہے۔

عورت نے کہا۔ اگر آپ ہشام کے مقابل میں لاجواب ہو گئے ہیں تو اس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ آپ کا اپنا موقف حق نہیں ہے۔

جب یہ سنے ہو گیا کہ آپ کا موقف حق نہیں ہے تو آپ اسلام قبول کریں۔ اگر اب بھی آپ اپنے منہ پر

اڑے رہے تو اس کا نام نزع اور محاصمت ہوگا۔ اور نزع و محاصمت میں کبھی حق نہیں ملتا شک ہوتا ہے اور شک کا انجام جہنم ہے۔

برید کو اس بڑھیا کی بات پسند آگئی۔ دوسرے دن ہشام کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا۔

ہشام مجھے یہ بتا کہ تیرا بھی کوئی ایسا بزرگ ہے جس کی تو اطاعت کرتا ہے۔

ہشام نے کہا۔ میں جس کی اطاعت کرتا ہوں اپنے کو اس کے خاک پا بھتا ہوں۔

برید نے کہا۔ مجھے اس کے اوصاف بتا۔

ہشام نے کہا۔ نسبی اوصاف یا حسی اوصاف؟

برید نے کہا۔ دونوں۔

ہشام نے کہا۔ میرا اتنا نسب میں روح قریش۔ اور جوہر ہاشم ہے۔ نسب میں جو بھی اس کا مقابلہ کرے گا بیخ ہوگا
آپ کو معلوم ہے قریش سید العرب ہیں۔ بنی ہاشم سید قریش ہیں۔ اور بنی عبدالمطلب سید بنی ہاشم ہیں۔ اور بنی فاطمہ
سید بنی مطلب ہیں۔

برید نے کہا۔ اب حسب کے متعلق بتا۔

ہشام نے کہا۔ اس کے شخصی اوصاف بتاؤں یا علمی کمالات۔

برید نے کہا۔ پہلے شخصی اوصاف بتا۔

ہشام نے کہا۔ گناہوں سے پاک معصوم ہے۔ بخیل نہیں سمجھی ہے۔ بزدل نہیں بہادر ہے۔ جاہل نہیں عالم ہے۔ محافظ
دین ہے۔ عترت نبی سے ہے۔ غصہ کے وقت حلیم ہوتا ہے۔ ظلم میں بھی انصاف کرتا ہے۔ خوشی میں تعادون کرتا ہے۔
مخالف کی عیب جوئی نہیں کرتا۔ قرآن پر عمل کرتا ہے۔ اس کی دینیں کبھی خام نہیں ہوتی۔ کسی مسئلہ میں کبھی لاادری
نہیں کہتا۔

برید نے کہا۔ اگر شخصی اختلاف کو مد نظر نہ رکھا جائے تو پھر یہی شخص حضرت عیسیٰ ہی ہے۔ اگر یہ اوصاف درست
ہیں تو پھر اسی پر ایمان بھی لانا چاہیے۔

ہشام نے کہا۔ اگر ایمان قبول کرے تو حق پائے گا۔

برید نے کہا۔ مجھے اس کے پاس نے چل۔

دونوں مدینہ آئے۔ راستہ میں امام موسیٰ کاظم سے ملاقات ہوئی۔ ہشام نے برید کو بتایا کہ جس کے پاس ہم جا رہے
ہیں۔ یہ اس کا بیٹا اور اس کے بعد امام امت ہے۔

امام موسیٰ نے فرمایا۔ برید انجیل جانتا ہے۔

برید نے عرض کیا۔ اسی کا تو عالم ہوں۔

امام موسیٰ نے انیس سے کچھ آیات کی تلاوت کی۔

برید نے تڑپ کر کہا۔ بخدا! حضرت مسیح اسی طرح پڑھتے تھے جس طرح آپ پڑھ رہے ہیں۔

پھر دونوں امام صادق کے پاس آئے۔

برید نے اعلان اسلام و ایمان کیا۔ اور پوچھا۔ آپ کے جدید قرآن نازل ہوا تھا یا انجیل آپ نے کہاں سے
لی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ برید صحف آدم سے لے کر انجیل تک تمام کتب انبیاء ہمیں بطور وراثت ملی ہیں۔

مومن طاق کا دیگر افراد سے مناظرہ

احقاج میں آتش سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ اتفاقاً چند شیوہ اور شیوہ مخالفین کو فرم میں ابو نعیم نخعی کے ہاں اکٹھے ہو گئے۔

ابن ابی جعفر مومن طاق بھی تھا۔ اور ابن ابی خدرہ بھی تھا۔

ابن ابی خدرہ نے دیکھا کہ گھر ابو نعیم نخعی کا ہے۔ اور اقتدار بھی ہمارے پاس ہے۔ پناہ اس نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھے، ہونے مشیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

میرے پاس چار دلائل ایسے ہیں جن کا جواب کسی کے پاس نہیں اور میں ان چار دلائل کی بنیاد پر ثابت کر سکتا ہوں کہ حضرت ابو بکر بشمول علی تمام صحابہ سے افضل تھے۔

مومن طاق نے کہا یہ علیحدہ بات ہے کہ کسی کے پاس جواب ہے یا نہیں۔ اگر کوئی جواب دینا چاہے تو کیا اسے جواب دینے کا حق ہوگا۔

ابن ابی خدرہ نے کہا۔ بڑے کھلے دل سے جو چاہے معقول جواب دے سکتا ہے۔

مومن طاق نے کہا۔ آپ استدلال کریں گے، ہم جواب دیں گے، انصاف کون کرے گا۔

ابن ابی خدرہ نے کہا۔ اس وقت ہمارے پاس ابو نعیم نخعی۔ ابو اسحاق سہمی اور سلیمان ابن مہران تین جمید علمائے طیبے ہیں انہی کو ثالث مان لیتے ہیں۔

مومن طاق نے کہا۔ اگرچہ ان میں سے کوئی بھی شیوہ نہیں ہے۔ لیکن مجھے توقع ہے کہ یہ تینوں ثالثی کرتے وقت جانبداری سے کام نہیں لیں گے۔ ہمیں قبول ہیں آپ اپنے دلائل پیش کریں۔

ابن ابی خدرہ نے کہا۔

حضرت ابو بکر خانہ رسولؐ میں انحصار کے ساتھ مدفون ہیں۔ اور اس شرف کی ابتدا حضرت ابو بکر ہی کو ملتی ہے۔

حیات رسولؐ میں وقت ہجرت حضرت ابو بکر ہی آپ کے ساتھ غار میں ثانی الشین کا مصداق تھے۔ اور اس فضیلت میں اور کوئی بھی ان کے ساتھ شریک نہیں ہے۔

مصلانے نبویؐ پر آخری نماز پڑھانے کا شرف حضرت ابو بکر کے سوا کسی کو بھی حاصل نہیں ہے۔
لقب صدیق میں بھی حضرت ابو بکر کا کوئی شریک نہیں ہے۔

مومن طاق نے کہا۔ میں آپ کے ہی دلائل سے آپ کا جواب دوں گا۔ اور قرآن سنت اور عقل سے ثابت کروں گا کہ نبی اکرم کے بعد حضرت واجب الاطاعت امام تھے۔

ابن ابی خدرہ نے کہا۔ بسم اللہ۔

مومن طاق نے کہا۔ ان حضور نے دم آخر اپنے گھر کو بطور میراث کے چھوڑا تھا یا تمام امت کے لیے صدقہ؟ ابن ابی خدرہ خاموش ہو گیا۔

ابونعیم نے کہا۔ آپ جواب دیں۔ مومن طاق نے سوال کیا ہے۔

ابن ابی خدرہ نے کہا۔ میں اس سوال کا جواب نہیں دوں گا۔

ابو اسحاق نے کہا۔ آخر کوئی جواب تو دینا چاہیے۔ اتنا لبا سوال تو نہیں ہے۔

مومن طاق نے کہا۔ اگر سوال لبا نہیں ہے لیکن جواب نہیں دیا جائے گا۔

سیمان نے کہا۔ آپ کو کیسے معلوم ہے کہ جواب نہیں ملے گا۔

مومن طاق نے کہا۔ اگر ابن ابی خدرہ خانہ رسول کو میراث قرار دے۔ تو میرا دوسرا سوال یہ ہو گا کہ حضرت ابو بکر اپنی بیٹی ام المومنین عائشہ کو ملنے والے حصے میں وطن ہوئے ہیں۔ جب کہ تمام ازواج نبیؐ کو پورے حجرہ کا ۱/۸ ملے گا اور ۸/۷ دختر رسول کو ملے گا۔ اس صورت میں ام المومنین عائشہ کا حصہ اتنا نہیں بنے گا جتنا کہ حضرت ابو بکر کے مزار نے گھیر رکھا ہے۔ بقیہ کی اجازت کس نے دی ہے؟

اگر ابن ابی خدرہ خانہ رسول کو تمام امت کے لیے صدقہ بنا میں تو پھر معاملہ اس سے بھی سنگین ہو گا۔ حضرت ابو بکر کے تمام گھر والوں کا حصہ بھی اتنا نہیں بنے گا۔ جس میں ان کا مزار ہے۔ میرے خیال میں ابن ابی خدرہ کا ایک پوتھالی استدلال تو ختم ہو گیا ہے۔

جبل بکینہ
حیدرآباد، سندھ، پاکستان

تینوں ثالثوں نے تصدیق کی۔

واقعاً ابن ابی خدرہ کا یہ استدلال کالعدم ہو گیا ہے۔

مومن طاق نے کہا۔ اسی ذیل میں ایک بات بالخصوص قابل تو بہرے کہ زندگی میں جب ان حضور نے مسجد نبوی میں کھنے والے تمام دروازے بند کرنے کا حکم دے کر اپنا اور علیؑ کا دروازہ کھلا رکھا تھا۔ تو حضرت ابو بکر نے ایک چھوٹا سا سوراخ رکھنے کی درخواست کی تھی۔ جسے حضرت رسولؐ نے مسترد کر دیا تھا۔ کیا آپ تکسیر واقعہ پہنچا ہے۔

بشمول ثالث حضرت تمام نے کہا۔ ہاں ہم نے سنا ہے۔

مومن طاق نے کہا۔ ان حضور نے زندگی میں جسے ایک سوراخ رکھنے کی اجازت نہیں دی، بعد از میت بھلا انہیں اپنے

ساتھ کب گوارا کرتے ہیں۔ گویا حضرت ابو بکر بلا اذن رسولؐ خانہ رسولؐ میں سو رہے ہیں۔

سب نے کہا۔ ظاہراً تو ایسے ہی ہے۔

اب غار کا واقعے کی بجائے۔ اس واقعہ میں دو چیزیں ہیں۔ ایک لائحہ عمل کی ہے۔ اور دوسرا اللہ کی طرف سے انزال سکینہ ہے۔

آپ ان میں سے کس کو وجہ استدلال قرار دیتے ہیں۔

ابن ابی خدرہ نے کہا۔ ظاہر ہے وجہ استدلال انزال سکینہ ہے۔ کیونکہ لائحہ عمل کی نہی مقام شرف نہیں ہے۔ مومن طاق نے کہا۔ یہ انزال سکینہ صرف شب ہجرت دوران غار سے مخصوص ہے یا کسی اور مقام پر بھی اللہ نے انزال سکینہ کیا ہے؟

ابن ابی خدرہ نے کہا۔ ایک جنگ میں بھی انزال سکینہ ہوا ہے۔

مومن طاق نے کہا۔ اس فضیلت میں صرف حضرت ابو بکر میں یا دیگر مومنین بھی شریک ہیں۔

ابن ابی خدرہ نے کہا۔ ظاہر ہے دوسرے مومنین بھی شریک ہیں۔

مومن طاق نے کہا۔ آپ خود ہی بتائیں کیا حضرت ابو بکر اس فضیلت میں تہا ہیں۔ البتہ لائحہ عمل کے خطاب میں حضرت ابو بکر لا شریک نہیں۔

ثالثوں نے کہا۔ نہیں یہ فضیلت دوسرے مومنین کو جب حاصل ہے اور ابن ابی خدرہ اس کا اعتراف کر رہا ہے اور قرآن میں اس کا ذکر بھی موجود ہے تو پھر واضح یہ بات ہے کہ ابن ابی خدرہ کا یہ استدلال بھی ختم ہو جاتا ہے۔ مومن طاق نے کہا۔ آپ کی بنیاد نصف ختم ہو چکی ہے اور نصف باقی رہ گئی۔

اب رہا حضرت ابو بکر صدیق کا ہونا تو اس سلسلہ میں گزارش یہ ہے کہ حضرت ابو بکر کو لوگوں نے صدیق کہا ہے۔ اور حضرت علی کو اللہ نے صدیق کہا ہے۔ آپ کے پاس حضرت ابو بکر کے صدیق ہونے کی کوئی قرآنی نص نہیں ہے جبکہ حضرت علی کے صدیق ہونے کی دلیل آیت جہاد موجود ہے۔ آپ سب کو معلوم ہو گا کہ جب نصاریٰ کے مقابلہ جھوٹوں پر لنت کرنا تھی۔ تو اس مقابلہ میں نبی اکرم حضرت علی کو لے کر گئے تھے۔ اور یہ وہ نص ہے جو لوگوں کے دیئے گئے لقب پر یقیناً فزنی ہے۔

ثالثوں نے کہا۔ آپ درست کہہ رہے ہیں۔

مومن طاق نے کہا۔ آپ کے عقیدہ کی عمارت کے تین حصے کا عدم ہو چکے ہیں۔ ایک باقی ہے جو اثباتی آسانی سے ختم ہونے والا ہے۔

ابن ابی خدرہ نے کہا۔ وہ کیسے۔

مومن طاق نے کہا۔ آپ نے جس آخری نماز کا حوالہ دیا ہے۔ آپ خود بتائیں کہ۔

حضرت ابو بکر کو آنحضرت نے وہ نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔ یا حضرت ابو بکر ان خود مصلانے رسالت پر کھڑے

تھے۔؟

ابن ابی خدرہ نے کہا۔ صاف بات ہے حضرت ابوبکر بلا باہارت کیسے کھڑے ہو سکتے تھے۔ ان حضور ہی نے حکم دیا ہوگا؟

مومن طاق نے کہا۔ جزاک اللہ۔

اب یہ بھی وضاحت فرمادیجئے کہ ان حضور نے جب خود حکم دیا تھا۔ تو یہ اطلاع ملنے پر کہ حضرت ابوبکر نماز پڑھا رہے ہیں۔ اب شدت تکلیف کے باوجود ابن عباس اور علیؑ کا ہمارے کہہ کر خود کیوں تشریف لائے تھے اور حضرت ابوبکر کو معزول کیوں کر دیا تھا؟

ابن ابی خدرہ لاجواب ہو کر خاموش ہو گیا۔

مومن طاق نے ثالثوں سے پوچھا۔ کیا آپ لوگ تصدیق کرتے ہیں کہ میں نے ابن ابی خدرہ کے چاروں استدلال اسکے اپنے دلائل سے مسترد کر دیتے ہیں۔

ثالثوں نے کہا۔ ہم تصدیق کرتے ہیں۔ اب ہماری خواہش ہے کہ آپ حضرت علیؑ کو قرآن، سنت اور عقل سے مفروض الطاعة ہونا ثابت کر دیں۔

مومن طاق نے کہا۔ ہاں۔ قرآن میں حکم ہے۔ کہ نواضع الصادقین۔ میں نے قرآن سے علیؑ کا صادق ہونا ثابت کیا ہے۔

کیا یہ برابر کے پیش نظر حضرت علیؑ کو نواضع الصادقین کا مصداق ہے یا نہیں؟

سب نے کہا۔ ہے۔

مومن طاق نے کہا۔ کیا کو نواضع الصادقین کے مطابق اطاعت علیؑ واجب ہے یا نہیں؟

سب نے کہا۔ واقعاً اطاعت علیؑ واجب ہے۔

مومن طاق نے کہا۔ آپ نے لوگوں نے فرمان رسالت سنا ہوا ہے کہ۔ انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ

واہلبیتی ما ان تمسکتم بہما لن تضلوا بعدی لن یفترقا حتی یروا علی الحوض۔

سب نے کہا۔ سنا ہوا ہے۔

مومن طاق نے کہا۔ یہ تطہر کے مطابق حضرت علیؑ مصداق اہل بیت ہے یا نہیں؟

سب نے کہا۔ مصداق تطہیر ہے۔

مومن طاق نے کہا۔ حدیث رسول کے مطابق علیؑ اور قرآن کبھی جدا نہ ہوں گے۔ اور جو قرآن سے جدا نہ ہو وہ

واجب الطاعت ہے یا نہیں؟

سب نے کہا۔ واجب الطاعت ہے۔

مومن طاق نے کہا۔ ہر دانش مندی ہی کہتا ہے کہ اعلم کی اطاعت کی جائے۔ کیا بعد از نبی حضرت علیؑ اعلم الصحابة

تعمایا نہیں؟

سب نے کہا۔ اس سے کون انکار کر سکتا ہے۔

مومن طاق نے کہا۔ آپ کی سررضی۔ میں نے قرآن، سنت اور عقل سے علیؑ کا واجب اطاعت ہونا ثابت کر دیا ہے

سید ابن محمد حمیری

سید اسماعیل ابن محمد کیسائی فرقت سے تھا۔ اور جناب محمد حنیفہ کو امام غائب کہتا تھا۔ ایک مرتبہ امام صادق کے ساتھ سید کا تذکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا۔ اسماعیل سید انشراہ ہے لیکن کچھ لکھ ہے۔ شیخ صدوق نے کیسیا یہ کے ایک رکن حیان سراج سے نقل کیا ہے۔

جب اسماعیل کو معلوم ہوا تو وہ امام صادقؑ کی خدمت میں آیا اور عرض کی۔

قد مداری دنیا کی مخالفت صرف آپ آل محمد کی محبت میں مولے رکھی ہے اور آپ پھر بھی فرماتے ہیں کہ۔ اسماعیل کچھ لکھ ہے۔

آپ نے فرمایا۔ اسماعیل تجھ میں جو خوبی تھی اس کا اعتراف کیا ہے۔ اور جو نقص تھا اس کا اظہار کیا ہے۔

اسماعیل حمیری نے عرض کیا۔ حضور! میری لکھ کیا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ کیا تو محمد حنیفہ کو امام غائب نہیں مانتا۔

نوٹ:- یہ یاد رہے کہ اس کا نام ہی سید اسماعیل تھا۔ از روئے قوم غیر سید تھا۔

سید نے عرض کیا۔ اگر میں کچھ لکھ ہوں تو آپ مجھے مطمئن فرمادیں۔

آپ نے فرمایا۔ سید میرے قریب آ۔

سید قریب ہوا۔

آپ نے فرمایا۔ ذرا آنکھیں بند کرے۔

سید نے آنکھیں بند کیں۔

آپ نے فرمایا۔ اب کھول دے۔

جب سید نے آنکھیں کھولیں۔ تو اس نے دیکھا ایک قبرستان میں کھڑا ہے۔ عرض کیا حضور یہ کونسی جگہ ہے؟

آپ نے فرمایا۔ پہچاننے کی کوشش کر۔

سید نے ادھر ادھر دیکھا۔ اور عرض کیا۔ ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے یمن کا قبرستان ہے۔ میں دو تین مرتبہ یہاں آچکا ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ تو نے درست سمجھا ہے۔ آپ آگے بڑھے اور ایک قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھی پھر دعا مانگی۔ قبر میں تنگن ہوا۔ ایک شخص کفن لپیٹ کر سر اور داڑھی سے مٹی جھاڑتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

امام صادق نے فرمایا۔ آپ کون ہیں؟

صاحب قبر نے کہا۔ میں محمد حنیفہ ابن علی ابن ابی طالب ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ میں کون ہوں۔

اس نے عرض کیا۔ آپ حجت خدا جعفر صادق ابن محمد باقر امام امت ہیں۔

آپ نے سید کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ کیا اب تجھے اطمینان ہوا ہے۔

سید نے عرض کیا۔ حضور! مجھے تو دین سے یمن کے قبرستان میں آنے کے بعد یقین ہو گیا تھا۔

اس کے بعد سید راہ حق پر آگیا۔ اور اس سلسلہ میں ایک قضیہ بھی نکلا۔

رجال کشی میں محمد ابن نoman سے مروی ہے کہ میں سید حمیری کی عیادت کو گیا۔ میں نے دیکھا وہ زندگی کے آخری

لمحات میں تھا۔ اور اس کا تمام چہرہ سیاہ ہو چکا تھا۔ اس کے اقربا اس کے گود میں بیٹھے تھے۔ ان میں سے کچھ تو شیخ

تھے اور کچھ غیر شیخ تھے۔ چہرے کی سیاہی دیکھ کر شیخ پریشان تھے۔ اور غیر شیخ خوش نظر آرہے تھے۔

مجھے معلوم ہوا تھا کہ امام صادق منصور کی طلبی کے بعد واپس آگئے ہیں۔ میں فوراً واپس آیا۔ اور امام صادق کی خدمت

میں عرض کیا۔ حضور! سید حمیری شاعر آل محمد زندگی کے آخری لمحات میں ہے اور مخالفین اس کی حالت دیکھ کر خوش

ہوتے ہیں۔

آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا۔ چلے آتے دیکھ لیں۔

راستہ میں میں نے عرض کیا۔ حضور! سید بہت بڑا شہرانی تھا۔

آپ نے کوئی توجہ نہ دی۔ اور چلتے رہے۔

میں نے ایک مرتبہ پھر عرض کیا۔ قہہ سید نیند پیتا تھا۔

آپ نے پھر بھی کوئی توجہ نہ دی۔

تیسری مرتبہ میں نے پھر بتایا۔

آپ نے ایک سرد آہ کھینچ کر فرمایا۔ مجھے تو قہہ اللہ میری جدا مجھ کی محبت کے مقابلہ یہ جرم معاف فرمادے گا۔

جب ہم سید کے پاس پہنچے۔ تو سید اسی حالت میں تھا۔ زبان لنگ تھی۔ چہرہ سیاہ تھا۔ اور جسم میں تشنج تھا

آپ سید کے سرہانے بیٹھے اور آواز دی۔ سید۔

سید نے آنکھیں کھولیں۔ ہم نے محسوس کیا کہ وہ بولنا چاہتا ہے لیکن بول نہیں سکتا۔
آپ نے زیر لب دعا پڑھی۔ جس کے بعد سید کی زبان کھل گئی۔ اس نے عرض کیا۔
قبدا اپنے موالیوں سے بھی یہ سلوک ہوتا ہے۔
آپ نے فرمایا۔ سید اب کچھ نہیں ہوگا۔
سید نے عرض کیا۔ قبدا اب تو کچھ نہیں ہوگا لیکن جو کچھ ہو چکا ہے وہ بھی کوئی کم تو نہیں تھا۔ پھر سید نے اسی حالت
میں یہ قصیدہ کہا۔

احب الذی من مات من اهل وده
تلقاه بالبشرى لى الموت يضحك
ومن مات يهوى غيره من عداوه
فليس له الا الى النار مسلك ابا
حسن تفديك واسرتى ومالى
واصحب فى الارض املك اياحسن
انى بفضلك عارف دانى بحبل من
مداك لمسك وانت وصى المصطفى
وا بن عمر فاناعدى مبعضيك
ونترك -

میں اس کا موالی ہوں جو اپنی محبت میں مرنے والوں سے
دم ترگ بشارت لے کر ملتا ہے اور موالی مسکرتے ہوئے
موت کا استقبال کرتا ہے۔ جو اس کے دشمنوں کی محبت میں
مرتے ہیں۔ ان کی راہ جہنم کے علاوہ کوئی بھی نہیں ہے۔ اے
ابوالحسن آپ کے نام پر میری جان۔ میرا خاندان میرا مال
اور زمین میں جو میری ملکیت ہے قربان ہو جائیں۔ اے
ابوالحسن میں آپ کے ہر شرف کا مترف ہوں اور میں آپ
کی موت سے متمسک ہوں۔ آپ مصطفیٰ کے وصی اور
چچا زاد ہیں۔ ہم آپ کے دشمنوں سے عداوت رکھتے ہیں
اور تبر کرتے ہیں۔

اس کے بعد سید نے آنکھیں بند کیں۔ اور پڑھا۔ لا الہ الا اللہ حقاً حقاً۔ اشهد ان محمداً رسول اللہ حقاً حقاً
واشهد ان علیاً ولی اللہ حقاً حقاً۔ ہاتھ پاؤں سیدھے کیے۔ اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔
سرکارِ طریقی نے ہسل ابن فریمان سے زیت کی ہے۔ ہسل کہتا ہے میں امام رضاؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دن کا
پہلا وقت تھا۔ ابھی تک اور کوئی بھی نہیں آیا تھا۔
مجھے دیکھتے ہی امام رضاؑ نے فرمایا۔ خوش آمدی ہسل۔ میں ابھی تجھے بلانے کی خاطر غلام بھینچنے والا تھا۔
میں نے عرض کیا۔ حضور! کوئی حکم تھا۔ خیریت تو ہے؟
آپ نے فرمایا۔ خیریت ہی ہے۔ میں نے ایک خواب دیکھا ہے۔ تجھے سنا نا چاہتا تھا۔ اس خواب سے میں بڑا
حیران ہوں۔

میں نے عرض کیا۔ اللہ نے خیر دکھائی ہو۔

آپ نے فرمایا۔ میں نے دیکھا ہے کہ ایک جگہ میرے لیے ایک بیڑھی نصب کی گئی ہے۔ اس کے ایک مورینے ہیں

میں نے اس بیٹھری پر چڑھنا شروع کر دیا۔ جب ایک زینہ بچ رہا تو مجھے ایک باغ نظر آیا۔ پھر میں آخری زمین پر بلند ہوا میرے سانسے باغ میں جانے کے لیے راستہ تھا وسط باغ میں ایک انتہائی شفاف گنبد نما مکان تھا۔ اس مکان میں سردیابنیا دتشریف فرما تھے۔

آنحضرت کے دائیں بائیں دو نوجوان بیٹھے تھے ان کی پیشانیوں سے نور کی شعاعیں پھوٹ رہی تھیں۔ ان کے ساتھ ایک ستور بھی تھی۔ اور آنحضرت کے سامنے ایک اور نوجوان بیٹھا تھا۔ ان کے پہلو میں ایک شخص کھڑا تھا۔ اور وہ ایک قصیدہ پڑھ رہا تھا۔

جب میں قریب ہوا تو آنحضرت نے مجھے خوش آمدید کہا۔ پھر فرمایا۔ رضایا بیٹے! اے جد امجد علیؑ کا سلام کرو۔ میں نے حضرت علیؑ کو سلام کیا۔ پھر فرمایا۔ یہ تیری دادی زہراؑ ہے اس کا سلام کرو۔ پھر فرمایا بیٹے یہ تیرا دادا حسین ہے اور یہ حسنؑ ہے ان کا سلام کرو۔ پھر فرمایا۔ بیٹے ہمارے اس شاعر سید اسماعیل جمہری کو سلام کرو۔ میں نے اسے سلام کیا۔

آنحضرت نے سرد سے فرمایا۔ ذرا رضایا بیٹے کو وہی قصیدہ ابدام سے سناؤ۔
میر نے قصیدہ ابدام سے سنایا۔ قصیدہ کا پہلا مصرعہ تھا۔

لام عمرو باللوی مربع
تمام لوی میں ام عمرو کی منزل ہے۔
طامسة امسلامہ بلقعر۔
جو کہنہ بوجھکی ہے اور اس کے آثار مٹا چاہتے ہیں۔

جب سید اس قصیدہ سے فارغ ہوا تو آنحضرت نے مجھے فرمایا۔ رضایا بیٹے یہ قصیدہ یاد کرو اور ہمارے شیون کو یہ قصیدہ حفظ کراؤ۔

ازواج امام صادق اور آپ کی اولاد

ارشاد شیخ مفید کے مطابق امام صادق کے سات بیٹے اور بیٹیاں تھیں۔ زوجہ صرف دو تھیں۔
فاطمہ بنت حسین ابن علی ابن حسن ابن علی ابن ابی طالب۔

اور حمیدہ بربریہ

بیٹے!
اسماعیل امین

بیتیاں

فاطمہ

اسماء

ام فروہ

عبداللہ

موسیٰ

اسحاق

محمد

عباس

علی

اسماعیل آپ کی زندگی ہی میں مقام سریش پر فوت ہو گیا تھا۔ جس کا جنازہ مدینہ لایا گیا اور جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

وفات اسماعیل ابن امام جعفر ۱۲

ہمارے مطابق جناب اسماعیل امام صادق کے سب سے بڑے فرزند تھے۔ امام صادق نے اسماعیل کی زندگی ہی میں امام موسیٰ کی امامت کا اعلان کر دیا تھا۔ لیکن عباسی سیاست نے ضیوع میں تفریق پیدا کرنے اور شیعوں کو تقسیم کرنے کی خاطر اپنے تنخواہ دار شیعوں کے لباس میں چھوڑے۔ جنہوں نے لوگوں میں یہ پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ امامت بڑے بیٹے کا حق ہے۔ اگر امام صادق کسی وجہ سے ناراض ہو کر بڑے بیٹے کو اس کا حق نہیں دے رہے کہ ہمارا حق ہے کہ ہم اسے اس کا حق دیں۔

ان سیاسی گماشتوں نے کچھ آدمی ایسے آدمی پیدا کر لیے۔ چونکہ اللہ نے امام موسیٰ کو منصب امامت سے نوازا تھا اور امام صادق اس کا متعدد مرتبہ اعلان کر بھی چکے تھے۔ اس لیے ذات اہدیت نے جناب اسماعیل کو امام صادق کی زندگی ہی میں اٹھالیا۔ امام صادق کو علم لدنی سے معلوم تھا کہ یہ سیاسی وظیفہ خوار شیعوں میں پھوٹ ڈالنے کی خاطر بہت کچھ کریں گے۔ چنانچہ جناب اسماعیل کی وفات کو پوری شہرت دی۔

آپ نے وفات اسماعیل پر اپنے دونوں بیٹوں، اسحاق اور علی کے علاوہ سرکاری وغیر سرکاری اور شیعوں وغیر شیعوں میں سے تیس اہم افراد کو بلا لیا۔ اور غسل سے لے کر دفن تک انہیں ساتھ رکھا۔ کئی مرتبہ اسماعیل کے چہرہ سے کفن ہٹا کر لوگوں کو چہرہ دکھایا۔ داؤد رقی جیسے جاسوسوں کو خود منہ سے کپڑا ہٹا کر دیکھنے کو فرمایا۔ پھر مجمع میں پوچھا۔ یہ کون ہے؟


داؤد نے کہا۔ اسماعیل ابن صادق ہے۔ جن لوگوں کو آپ نے بالخصوص مدعو کیا تھے۔ ان میں سے بعض کے نام تاریخ نے یہ بتائے ہیں۔ مفضل بن عمرو۔ معاذ بن کثیر۔ عبدالرحمن ابن حجاج۔ فیض ابن مختار۔ یعقوب سراج۔ حران ابن اعین۔ ابو بصیر۔ داؤد رقی۔ یونس ابن ظبیان۔ زید ابن سلیط۔ سلیمان ابن خالد اور صفوان جمال۔ جناب اسماعیل۔

کی وفات کے بعد ان لوگوں کے پاس کچھ نہ رہا۔ لیکن بایں ہمہ کچھ لوگوں نے امام صادقؑ کے بعد جناب اسماعیل کے بیٹے محمد کو امام کہنا شروع کر دیا۔

شہادت امام صادق !

تاریخ اس سلسلہ میں اس کے سوا کچھ نہیں بتاتی کہ امام صادقؑ منصور کے ہاتھوں شہید ہوئے ہیں۔ یکے شہید ہوئے کس نے دہر دیا کس پختیر میں زہر دیا؟
یہ ایسے سوالات ہیں جن کے جواب کم از کم صاحب دعوے پر مشن نہیں کیا ہے






اسلامیہ بستی

ہر سال نئے سنہ عیسوی، جرجی اور کبریٰ کی مکمل تقویم اور
نوروز عالم افروز کا راز اچھا اور مشین گونی، دنیاوی حالات، فخر و عقرب
کا سال بھر کا نقشہ، فہرست تعطیلات، سیاسیات عالم، تاریخ نامائے
سعد و ش کے علاوہ ہر سال نئے نئے مضامین تقویم و نجوم، مذہبی
مشقی، ادبی، فنی، معاشی اور دیگر ضروری موضوعات پر نہایت مفید
مضامین پیش کئے جاتے ہیں۔ ہر سال نومبر میں ہزاروں کی تعداد
میں شائع ہو کر بہت جلد تمام ہو جاتی ہے۔ آؤنت طبعات، عمرہ
کاغذ، بہترین کتابت، دیدہ زیب سرنگاٹائل۔
اپنے شہر کے قریبی باکسٹال سے خریدیں

افتخاریک پورے شہر اسلام پورہ اور

1 2 3 4 5 6 7 8 9



محمد ابراہیم بن محمد
مکتبہ
بازار اسلام پورہ لاہور

مختصر فہرست کتب

- تحفۃ العوام مقبول جلد تیرہ مولانا منظور حسین صاحب نقوی
- توضیح المسائل مطابق فتاویٰ آقائے ابوالقاسم غنی
- تہذیب الاسلام ترجمہ حلیۃ المتقین از علامہ مجلسی
- ملاقات امام علیہم السلام از مولانا سید محمد امجد علی
- تحفہ شمار جعفریہ جلد از مولانا سید زکریا حسین بٹنی
- تذکرۃ المعصومین از مولانا سید علی نقی جوہری
- مصلح عجبی مولفہ آقائے حسن الطبعی
- الشہداء المسلمون فی تاریخ حسن العصور مولانا سید محمد سہیل پوری
- ذبح عظیم سوانح حضرت امام حسین (فوق بلگرامی)
- علی فی القرآن آقائے صادق حسینی شیرازی
- ہندی فی القرآن مولفہ آقائے صادق حسینی شیرازی
- الامام المہدی ولادت سے تکون تک از سید محمد کاظم قرظی
- مفتاح الجنتیہ (بجلاس) از آقائے محمد بن محمد القدر بنجانی
- انوار خمسہ مجالس ائمہ ہدیہ از آقائے مقدس بنجانی
- درمقصود سوانح حضرت امام ہندی از فوق بلگرامی
- جامع التواریخ فی مقتل حسین واقعات تراجم اول دوم
- مکتب سادات مع چنتاں محمد پر خزان
- خورشید خاور ترجمہ شہانے پشاور دو جلدیں
- تاریخ ائمہ ۲ از علامہ سید علی حیدر نقوی
- علی و فرزندان علی مصنفہ ڈاکٹر طہ حسین
- ثقل کبر سوانح حضرت علی از علامہ سید علی حیدر نقوی
- نذائے عدالت انسانی مصنفہ حاج جواد حق عیاشی
- علوم کاظمیہ سوانح حضرت امام موسیٰ کاظم
- طولعہ امام زمانہ مصنفہ آقائے علی اکبر ہندی پور
- پرواز روح مولفہ آقائے سید حسن الطبعی
- عہد اداری از دیدگاہ مہجنت شیعہ
- صحیفۃ العابدین سوانح حضرت امام زین العابدین
- رجعت از آقائے محمد خادمی شیرازی
- معالی السبطین ترجمہ مولانا تاثیر جاوہری صاحب
- انوار زہرا از آقائے سید حسن الطبعی
- تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین از مظہر حسن سہیل پوری
- حقائق الوسائط از علامہ محمد شہاب انصاری دو جلدیں

پاکستان کی مقبول ترین قدیم اور مستند

امامیہ جنری

ملنے کا پتہ : افتخار بک ڈپو رجسٹرڈ ، بین بازار اسلام پورہ لاہور

وَلِي الْعَصْرِ ثَرْثُثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْثُثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْثُثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْثُثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْثُثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْثُثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْثُثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْثُثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْثُثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْثُثٌ

وَلِي الْعَصْرِ ثَرْثُثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْثُثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْثُثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْثُثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْثُثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْثُثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْثُثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْثُثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْثُثٌ وَوَلِي الْعَصْرِ ثَرْثُثٌ